قاموس القرآن

قرآنی ڈکشنری

از قاضی زین العابدین

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝

(اور درحقیقت ہم نے آسان کردیا قرآن کو سمجھنے کیلئے سو کوئی ہے سمجھنے والا)

قاموس القرآن

یعنی

مکمل و مستند قرآنی ڈکشنری

جس میں تمام الفاظِ قرآنی کا صحیح اُردو ترجمہ اور ان کی مکمل صرفی ونحوی تشریح نیز جملہ وضاحت طلب الفاظ پر سہل و شیریں زبان میں مختصر، جامع اور مستند نوٹ لکھے گئے ہیں +

تالیف

قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی

استاذِ تفسیر جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ دہلی

ناشر

دارالاشاعت

مقابل مولوی مسافرخانہ کراچی ۱

چند اساطینِ فضل و کمال کی رائیں

استاذالعلماء شیخ الحدیث والفقہ حضرت مولانا محمد اعزاز علی رحمہ اللہ تعالیٰ

سابق ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند

پس از تحیہ مسنونہ، ہدیہ سنیہ قاموس القرآن کی صورت میں موصول ہوا۔ میں نے اس کا مطالعہ کیا۔ اُردو داں طبقہ جو فہم معانی قرآن کے لئے بے چین ہے۔ شکر گزار اور دعا گو ہوگا کہ آپ نے اس کے لئے ایک سہل اور خطرات سے خالی راستہ مقصد تک پہنچنے کے لئے بتا دیا ہے۔ بلکہ بہت سے ایسے اصحاب علم بھی اس سے مستغنی نہیں ہیں جو عربی اور قومی مدارس میں سالہا سال تک درسیات کی تحصیل کر چکے ہیں۔ میری رائے میں قرآن پاک کے کسی جملہ کے معنی سمجھنے کے لئے اس کتاب کے چند ورق ہی کافی ہیں۔ چند منٹ کی ورق گردانی صحیح معنی سمجھانے کے لئے صحیح راہبر ہے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ قادر مطلق آپ کی اس تصنیف کو آپ کی دوسری تصانیف کی طرح مقبول خواص و عام کرے اور آپ کو صحت و عافیت کے ساتھ رکھ کر حیات طویلہ عطا فرمائے، تاکہ آپ اپنی مصنفات سے دنیائے علم کو نفع پہنچاتے رہیں۔

صحیح بات یہی ہے کہ قاموس القرآن قاموس القرآن ہی ہے۔ میں نے اس کو دیکھ کر آپ کو بہت سی دعائیں اس اُمید پر بھی دی ہیں کہ اجابتِ دعا کے لئے عند اللہ داعی کی اہلیت شرط نہیں ہے۔

مُحَمّد اعزاز علی غفرلہٗ۔ ۷ رجب ۱۳۷۰ھ شنبہ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ مسلمانوں کا امام قرآن ہے اور اس تک پہنچنے کا دروازہ لغت اور عربیت ہے۔ لغات قرآن کے سلسلہ میں متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں نقش ثانی کی حیثیت قاموس القرآن کی ہے جو جناب محترم مولانا قاضی زین العابدین سجاد کی فکری اور

ذہنی کاوشوں کا ثمرہ ہے۔ لغات قرآن کا یہ قابل قدر ذخیرہ جسے احقر نے جستہ جستہ دیکھا ہے اپنی افادی حیثیت میں قابل قدر اور لائق ستائش ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ محض لغات قرآنی ہی کا حل نہیں ہے بلکہ بہت سے مضامین قرآنی کا بھی ایک قابلِ قدر ذخیرہ ہے۔ ہر لغت کے ساتھ تشریحی نوٹ دیا گیا ہے۔ جس میں اس لغت کا استعمالی مفہوم مع تشریح کے پیش کر دیا گیا ہے۔ جس سے یہ کتاب قرآنی الفاظ کی انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت میں آگئی ہے۔

قاضی صاحب کا لغوی ذوق کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے اس سے پہلے ان کی لطیف تالیف بیان اللسان اہل علم کے سامنے آچکی ہے۔ اب یہ قاموس القرآن سامنے آرہی ہے جو لغت کے ساتھ عربیت، تاریخ اور تفسیر کی بھی زبردست چاشنی اپنے اندر رکھتی ہے۔ حق تعالیٰ اس تالیف کو علماء و طلباء اور عام اہلِ علم کے لئے نافع فرمائے۔

محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند

۲۳ محرم الحرام ۱۳۷۴ھ

مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب بانیٔ دارالعلوم کراچی (پاکستان)

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ مولانا المحترم قاضی زین العابدین سجاد صاحب میرٹھی کی تازہ تصنیف "قاموس القرآن" کے مطالعہ کا موقع ملا۔

الفاظ اور لغات قرآنی کی تشریح پر، عربی، فارسی، اردو مختلف زبانوں میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ لیکن عربی زبان میں اس موضوع پر سب سے بہتر کتاب مفردات القرآن امام راغب اصفہانی ہے، جس میں صرف قرآن کے لغات ہی بیان نہیں کئے ہیں بلکہ مواضع مشکلہ کی بہترین تفسیر کی ہے۔

اردو زبان میں جتنے لغات قرآن میری نظر سے گزرے ہیں بلا معاوضہ قاضی صاحب موصوف کا قاموس القرآن ان میں بے نظیر ہے، اور قرآن کے مواضع مشکلہ کا پورا حل اور خاص خاص مواقع پر مکمل اور بہترین تفسیر ہے۔ سب سے بڑی قابل قدر چیز یہ ہے کہ مصنف نے اپنی تصنیف کا ماخذ صرف ایسی ہی کتابیں رکھی ہیں جو اس فن میں نہایت مستند و معتبر و مسلّم ہیں اور تفسیر قرآن میں اتباع

سلف کا پورا اہتمام کیا ہے۔ جو تفسیر کی حقیقی روح ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر اور تصنیف کو قبول عام و تام نصیب فرمائے۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

بندہ محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ

۱۹ ربیع الثانی ۱۳۷۴ھ

رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی صدر مجلس احرار اسلام ہند

قاموس القرآن کا مطالعہ کافی جگہ سے کیا۔ آپ نے یہ کتاب لکھ کر قرآن پاک کی بہت بڑی خدمت انجام دی۔ طلبہ اور عوام دونوں اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کی اس محنت کو قبول فرمائے۔

حبیب الرحمٰن لودھیانوی ۱۱ شوال ۱۳۷۳ھ

رئیس الادبار حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

عزت افزائی اور یاد آوری کا شکریہ۔ آپ سے ندامت ہے کہ ہدیہ سنیہ پر شکریہ تو الگ رسید بھی نہ دے سکا کچھ ایسے مشاغل و افکار اور اسفار میں مشغول ہوں کہ محبین اور بزرگوں کی خدمت میں اکثر تقصیرات ہو جاتی ہیں۔ آپ کے تمام علمی کاموں میں یہ قاموس القرآن میرے نزدیک بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ جہاں تک نظر پڑی آپ نے بڑا کار آمد مواد جمع کر دیا ہے۔ خود تو ابھی تفصیل سے نہیں دیکھ سکا لیکن ہمارے یہاں کے اساتذہ نے خاص طور پر پسند کیا اور داد دی۔

ابوالحسن علی ندوی ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ

خطیب العصر حضرت مولانا سید محمد شاہد فاخری ایم ایل اے سجادہ نشین خانقاہ اجملی۔ الہ آباد

قاموس القرآن کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ ماشاء اللہ بہت نفیس کتاب ہے۔ امید کہ مزاج سامی بعافیت ہوں گے۔

سید محمد شاہد فاخری

۲۶ جولائی ۱۹۵۴ھ

چند مشاہیر علم و قلم کی رائیں

جناب محترم ڈاکٹر ذاکر حسین خانصاحب (سابق) وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ و صدر جمہوریہ بھارت

قاموس القرآن کا نسخہ جو آپ نے از راہِ کرم مجھے بھیجا تھا وہ اب، شملہ سے تقریباً ایک ماہ کی غیر حاضری کے بعد واپسی پر یہاں ملا۔ تہہ دل سے آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھ نا اہل کو اس قیمتی تالیف کے ایک نسخہ سے نوازا۔ میں نے جستہ جستہ قاموس کو دیکھا۔ عربی بہت معمولی سی جانتا ہوں۔ اس لئے ایک لغت کی کتاب پر کماحقہ تبصرہ تو نہیں کر سکتا۔ البتہ قرآن پڑھتا ہوں اور کم عربی جاننے کی وجہ سے لغات کے حل پر مجبور ہوں۔

ہم جیسے ناواقفوں کو اس قاموس سے فہم قرآنی میں بڑی مدد ملے گی۔ خصوصاً چونکہ آپ نے تمام الفاظ قرآنی کو ان کی اپنی اصل صورت میں لغت قرار دیا ہے اس لئے جو لوگ الفاظ کے مادہ اور اشتقاق سے ناواقف ہیں انہیں لغت نکالنے میں بڑی سہولت ہوگی۔ تشریحی نوٹ بھی خوب ہیں۔ ایک طالب علم کی حیثیت سے بدل اس کتاب کا خیر مقدم کرتا ہوں اور آپ کو اس کی تدوین و اشاعت پر دلی مبارکباد دیتا ہوں۔ خدا جزائے خیر سے مالا مال فرمائے۔ والسلام

نیاز مند ذاکر حسین ۱۴ر جون ۱۹۵۴ء

حضرت مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی۔ مدیر معارف۔ اعظم گڑھ

فاضل مصنف کو عربی ادبیات اور اس کے لسانی فنون سے خاص ذوق مناسبت ہے اور وہ ان پر متعدد کتابیں لکھ چکے ہیں (بیان اللسان) عربی اردو لغت ان کی اس سلسلہ کی نہایت مفید تالیف ہے۔ اب انہوں نے اردو دانوں کی سہولت کے لئے قرآنی الفاظ کا لغت مرتب کیا ہے۔ اس میں اردو میں قرآن مجید کے تمام الفاظ کے معانی لکھے ہیں۔ ان کی مختصر اور ضروری لغوی اور صرفی و نحوی تشریح اور مشتقات کے مصادر اور صیغوں کی وضاحت کی ہے اور قصص قرآنی اس کے اسماء و اعلام و امکنہ کی تشریح کے ساتھ ان کی مختصر تاریخ بھی لکھدی ہے۔ اس طرح اس کتاب میں قرآن مجید کے لغات اور الفاظ کے جملہ وضاحت طلب پہلوؤں کی پوری تشریح

ہو گئی ہے۔ اور اس میں متداول کتب لغات کے علاوہ بعض مستند تفسیروں اور ہندوستان کے اکابر علماء کے تراجم و تشریحات اور تفسیری افادات سے بھی مدد لی گئی ہے۔ بعض خفیف مسامحات کو چھوڑ کر یہ لغت لغوی اور مذہبی حیثیتوں سے مستند اور اس لائق ہے کہ قرآن مجید کے ترجمہ کے شائقین اس سے پورا فائدہ اٹھائیں۔ (معارف) جون ۱۹۵۴ء

جناب مولانا محمد عثمان فارقلیط صاحب مدیر اعلیٰ روزنامہ الجمعیۃ دہلی

قرآن کریم کی یہ ایک جامع اور مستند ڈکشنری ہے جس میں قرآنی الفاظ کا صحیح ترجمہ اور ان کی مکمل تشریح درج ہے اور جملہ وضاحت طلب امور کو مستند تفسیروں، ائمہ لغت کے فیصلوں اور پہلے اور پچھلے علماء کی تحقیقات کی روشنی میں سمجھایا گیا ہے۔ بعض قرآنی مباحث جو محض ترجمہ سے سمجھ میں نہیں آسکتے۔ انہیں نئے انداز میں محققانہ طور پر سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے اور اس بارے میں لغت کے دائرے سے تجاوز نہیں کیا گیا ہے۔ اس ڈکشنری کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ الف سے یا تک مکمل ہے اور تمام قرآنی الفاظ ایک مجلد میں سمو دیئے گئے ہیں اور آٹھ سو صفحات میں تقریباً بارہ سو صفحات کا میٹر آگیا ہے۔ اہم اور ضروری الفاظ کی تشریح میں جو فوٹ لکھے گئے ہیں ان کی تعداد پانچسو تک پہنچ گئی ہے اور جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے ان کے حوالے بھی دیدیئے گئے ہیں۔ بلکہ اکثر مقامات میں اصل عبارتیں بھی نقل کردی گئی ہیں۔ الفاظ کی تشریح میں امام راغب کی مفردات القرآن، علامہ زمخشری کی تفسیر کشاف، علامہ سید رشید رضا مصری کی تفسیر المنار اور دوسری تفسیروں سے کام لیا گیا ہے اور ہندوستان کے علماء کرام کی علمی کاوشوں سے بھی خاطر خواہ استفادہ کیا گیا ہے۔ ہم سفارش کریں گے کہ پڑھے لکھے لوگ اس ڈکشنری سے ضرور فائدہ اٹھائیں عربی کے طلبہ کو اس کے ذریعہ قرآن فہمی میں زیادہ مدد مل سکتی ہے۔

الجمعیۃ دہلی ۵ راپریل ۱۹۵۴ء

جناب مولانا محمد وارث کامل، بی اے (سابق) مدیر "مدینہ" بجنور

"بیان اللسان" ایسی مقبول و مشکور علمی کوشش کے بعد مولانا قاضی زین العابدین سجاد نے

قاموس القرآن (قرآنی ڈکشنری) کے نام سے ایک اور گرانقدر تالیف ترتیب دی ہے۔ اس قاموس میں نہ صرف قرآنی الفاظ کا صحیح اُردو ترجمہ دیا گیا ہے۔ بلکہ صرفی و نحوی تشریحات بھی کی گئی ہیں۔ فاضل مؤلف کی شخصیت جانی پہچانی شخصیت ہے۔ ان کے وہ قابل قدر علمی کارنامے جو ہند اور پاکستان کے طول و عرض میں قبول عام کا شرف حاصل کر چکے ہیں اس امر کا بین ثبوت ہیں کہ مستقبل میں جو چیز بھی ان کے قلم سے نکلے گی اس کا پایہ بلند و بلند تر نہیں بلکہ بلند ترین ہو گا۔

ہم نے فاضل مؤلف کی جامع و مانع تالیف قاموس القرآن کے صفحات پر کئی جگہ امتحانی نظر ڈالی اس کے باوجود ہمیں محاسن ہی محاسن نظر آئے۔ قاموس القرآن بیک وقت انبیاء علیہم السلام کے قصص کا خلاصہ بھی ہے اور اصحاب کہف و اصحاب الاخدود ایسے تاریخی واقعات کا ملخص بھی۔ لغات کی تشریح و تصریح کے سلسلہ میں فاضل مؤلف نے قیمتی معلومات کا جو ذخیرہ جمع کر دیا ہے اس سے قاموس کے حسن ترتیب کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ ترتیب میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ خواص بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں اور عوام بھی۔ اُردو داں حضرات کے لئے اس سے زیادہ خوشخبری کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ انہیں قرآن فہمی میں جو دقتیں پیش آتی ہیں۔ قاموس القرآن نے ان سب کو خوش اسلوبی کے ساتھ رفع کر دیا ہے۔ "مدینہ" بجنور

جناب مولانا محمد عامر عثمانی صاحب فاضل دیوبند "تجلّی" دیوبند

اہل علم کے حلقہ میں جناب مؤلف کا اسم گرامی غیر معروف نہیں ہے سلسلہ تاریخ ملت اور "بیان اللسان" نے خصوصیت سے آپ کو دنیائے تالیف میں شہرت دی ہے اب یہ تازہ کارنامہ اس درجہ کا سامنے آیا ہے کہ اگر قوم مسلم کی بے حسی و بے توفیقی آڑے نہ آئی تو آپ کی نیک نامی و شہرت پر مہر دوام ثبت ہو جائے گی۔ قاموس القرآن کو مؤلف نے نہ صرف یہ کہ تمام لغات قرآنی کا جامع بنا دیا ہے۔ بلکہ ذیلی نوٹ دے کر الفاظ و معانی کے اکثر مخفی گوشے اور مصداق کو واضح کر دیا ہے۔ سلف صالحین اور متقدمین و متاخرین کی بلند پایہ اور مستند کتابوں کی مدد سے مؤلف نے قرآنی الفاظ کی یہ انسائیکلوپیڈیا مرتب فرما کر اُردو زبان اور مسلم قوم پر ایک وقیع احسان فرمایا ہے جسے خواب غفلت میں سوئی ہوئی قوم خواہ محسوس نہ کرے لیکن علمی کارناموں کا مؤرخ ضرور محسوس کرے گا۔ "تجلی" دیوبند مئی ۵۲ء

دیباچہ طبع ثانی

الحمد للہ الذی وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ اما بعد

میری ترتیب دادہ عربی زبان کی لغت "بیان اللسان" کا ملک و بیرون ملک کے علمی و تعلیمی حلقوں میں جس فراخدلی کیساتھ خیر مقدم کیا گیا اس سے میں بہت متاثر ہُوا۔ ارادہ ہوا کہ اسی طرح ایک سہل جامع اور کثیر الفوائد ڈکشنری لغات قرآنی کی بھی مرتب کیجائے۔ بفضلہ تعالیٰ یہ خدمت بھی اپنی استطاعت کے مطابق انجام پائی اور "قاموس القرآن" کی صورت میں ۱۳۷۴ھ ۱۹۵۴ء میں نذر اصحاب نظر ہُوئی۔

الحمد للہ۔ بیان اللسان کی طرح قاموس القرآن کو بھی حسن قبول حاصل ہُوا۔ ہند و پاکستان کے مشاہیر علم و قلم نے اس کی دل کھول کر تعریف فرمائی اور اس کا دائرہ قبول و طلب عالم اسلام کے دوسرے حصوں (ملایا، برما، انڈونیشیا، افریقہ و عرب) تک وسیع ہُوا۔

۱۹۵۸ء میں مدینہ منورہ کی حاضری کا شرف حاصل ہُوا اور شیخ الحدیث حضرت الاستاذ مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی جامع فیض الباری علی صحیح البخاری کو ہدیۃً اس کا ایک نسخہ پیش کیا تو مطالعہ کے بعد موصوف نے فرمایا کہ میں خود ایسی کتاب کی ترتیب کا آرزو مند تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس خدمت کو انجام دینے کی سعادت آپ کو حاصل ہوئی جو روضۃ النبیؐ کے ایک ساکن اور علوم نبوت کے ایک ممتاز خادم کی اس صدائے تحسین کو میں نے دربار نبوت کی سند قبول سمجھا۔ کتاب کا پہلا ایڈیشن جلد ہی ختم ہو گیا تھا۔ چاہتا تھا کہ دوسرا ایڈیشن نظر ثانی و ضرورت اضافوں کے بعد شائع ہو۔ مگر دوسری علمی و معاشی مصروفیتوں نے اس کا موقع نہ دیا۔ ادھر طالبین کتاب کے تقاضوں کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ آخر فیصلہ کیا کہ کتاب بغیر اضافہ کے بلا تاخیر شائع کر دی جائے۔ چنانچہ قاموس القرآن کا دوسرا ایڈیشن پیش کیا جا رہا ہے۔ کتاب میں مضامین کا کوئی اضافہ نہ ہو سکا۔ علاوہ کم فرصتی کے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کتاب پلیٹوں پر جمی ہوئی ہے اگر ترتیب بدلی جائے تو کتابت و تصحیح میں گرانقدر اخراجات برداشت کرنا پڑیں۔ تاہم ضروری تصحیح کو جو پلیٹوں پر ممکن تھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ طباعت، و کاغذ کا معیار بھی سابق ایڈیشن کے مقابلہ میں بلند ہے۔

الغرض باطنی و ظاہری تحسین و تزئین جو ممکن تھی اس سے دریغ نہیں کیا گیا اور جو ممکن نہ تھی۔ اس کے لئے یہ عاجز معذرت خواہ ہے۔ والعذر عند کرام الناس مقبول۔ مؤلف۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

دیباچہ طبع اوّل

منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی
اپنا بیانِ حُسنِ طبیعت نہیں مجھے

قرآنِ کریم کی جو جو خدمت جس جس انداز میں علمائے اُمت نے گزشتہ تیرہ سو سال میں اپنے اپنے مخصوص ذوقِ فکر و نظر اور اپنے اپنے زمانہ کے مخصوص احوال و ظروف کے دائروں میں انجام دی ہے، اس سے انکار کرنا چاند پر خاک ڈالنا ہے۔ من جملہ دیگر خدمت کے ایک خدمت یہ بھی تھی کہ قرآنِ کریم کے خصوصی لغات مرتب کیے گئے جن میں قرآنِ کریم کے الفاظ کی صوری و معنوی تحقیق کی گئی۔ ان لغات القرآن میں امام راغب اصفہانی کی "مفردات غریب القرآن" اپنی گوناگوں خصوصیات کی بنا پر مشہور و ممتاز ہے۔

اُردو زبان میں جب تصنیف و ترجمہ کا دور شروع ہوا اور حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے لُعبتِ معل کے آئینہ خانہ میں قرآنِ کریم کے معانی و مطالب کے لعل و جواہر سجائے اور اپنا پہلا بامحاورہ اُردو ترجمہ قرآنِ کریم مرتب کیا تو لغات القرآن کے موضوع پر بھی ایک مختصر کتاب ترتیب دی۔ کتاب بہت مختصر تھی جس میں الفاظ کے معانی اور ان کی مختصر لفظی تشریح درج کی گئی تھی۔

منشی ممتاز علی میرٹھی مہاجر نے ۱۲۹۸ھ میں اپنے مطبع مجتبائی دہلی سے جو مترجم قرآنِ کریم شائع کیا اس کے حاشیہ پر یہ لغات القرآن بھی چڑھائی۔

شاہ صاحب کے اس بنیادی کام پر بعض دوسرے اہلِ علم نے اضافے کیے اور کئی کتابیں طبع ہو کر بازار میں آئیں۔ مگر الفاظ قرآنی کی صرفی و نحوی تشریح سے ان کا قدم آگے نہ بڑھ سکا۔ اور اُردو زبان و ادب میں ہر جہتی ترقی کے باوجود خدمت قرآنِ کریم کے سلسلہ میں یہ خلا باقی رہا۔

سالہائے گزشتہ میں ندوۃ المصنفین دہلی نے اپنے وسیع وسائل کے مطابق ایک مطول "لغات القرآن" کا کام شروع کیا۔ مگر دس سال گزر جانے کے بعد بھی ابھی یہ کام نصف منزل کو پہنچا ہے۔ خدا کرے جلد

تکمیل پائے اور اردو کی دینی تالیفات میں اپنا مقام حاصل کرلے۔ مگر اس سلسلہ میں کام کا جو نقشہ میرے ذہن و دماغ پر اُبھرا تھا وہ اس سے اپنے خدوخال میں ممتاز تھا۔ دنیوی مشاغل کی کثرت اور دین سے عام بے پروائی کے اس دور میں ایک ایسی "لغات القرآن" کی ضرورت محسوس کر رہا تھا جس میں مہماتِ قرآن کریم کی تشریحات تھکا دینے والے طویل اور خشک مضامین کی صورت میں نہ ہوں، بلکہ اختصار و جامعیت کے ساتھ سادہ و شیریں زبان میں ضرورت کی ہر بات بیان کردی جائے۔ کام کا یہ میدان یکسر خالی تھا، مگر اس میدان میں اُترنے کے لئے بڑی ہمت کی ضرورت تھی۔ مَنْ تَكَلَّمَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ (جس نے قرآن کریم سے متعلق اپنی رائے سے کوئی بات کہی اور اس نے صحیح کہی، تب بھی غلطی کی۔ (رواہ ابوداؤد و ترمذی) کی وعید شدید قلب کو کپکپانے اور قدم کو ڈگمگانے کے لئے کافی تھی۔

اگرچہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے الاتقان میں اس کی تشریح میں بیہقی کا یہ قول نقل کیا ہے "والمراد والله اعلم الرأي الذي يغلب من غير دليل قام عليه واما الذي يشده برهان فالقول به جائز۔ (واللہ اعلم رائے سے وہ رائے مراد ہے جو بغیر دلیل کے قائم کرلی جائے لیکن جس رائے کی تائید دلیل قوی سے ہوتی ہو اس کا اظہار جائز ہے)۔" اور ابن الانباری کی یہ تشریح بھی درج فرمائی ہے:

حمل بعض اهل العلم هذا على ان الرأي معني به الهوى، فمن قال في القرآن قولا يوافق هواه فلم ياخذه عن ائمة السلف واصاب فقد اخطأ لحكمه على القرآن بما لا يعرف اصله ولا يقف على مذاهب اهل الاثر والنقل فيه (اتقان ج ۲ ص ۱۸۰)

بعض اہل علم نے اس حدیث کا یہ محمل بتایا ہے کہ یہاں رائے سے مراد خواہش نفس ہے۔ لہٰذا جس کسی نے قرآن کی تفسیر میں وہ بات کہی جو اس کے خواہش نفس کے مطابق ہو اور ائمہ سلف سے ماخوذ نہ ہو تو اگرچہ وہ بات صحیح ہو پھر بھی اس نے غلطی کا ارتکاب کیا، کیونکہ اس نے قرآن سے متعلق وہ بات کہی جس کے ماخذ کا اسے علم نہیں، اور نہ وہ اس کے متعلق علماء حدیث کے مذاہب سے واقف ہے۔

تاہم ظاہر ہے کہ ان تشریحات کی روشنی میں بھی اس وعید سے محفوظ رہنے کے لئے (اگرچہ علامہ سیوطیؒ نے پندرہ علوم کی جامعیت ضروری قرار دی ہے۔ مگر کم از کم قدیم عربی زبان و ادب اور اس کے محاورات و اسالیب پر وسیع نظر اور علوم تفسیر و حدیث کا عمیق مطالعہ ضروری تھا۔ اور یہاں یہ حال تھا اور ہے کہ ؎

"متاعِ شوق کا دل کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتا"

۱؎ الحمدللہ یہ کتاب مکمل شائع ہوگئی ہے۔

آخر تامل و تفکر کے بعد یہ طے کیا کہ اپنی طرف سے کچھ نہ لکھا جائے جو کچھ لکھا جائے وہی لکھا جائے جو مستند مفسرین کرام نے لکھ دیا ہے اور کتب تفسیر و حدیث و لغت کے گلشن صد بہار میں سے اپنے ذوق نظر و دماغ کے مطابق گلہائے رنگا رنگ کو چن چن کر حسن ترتیب کے دھاگہ سے ایک گلدستہ کی صورت میں باندھ دیا جائے۔ یہ خدمت جو "قاموس القرآن" کی صورت میں ہدیۂ ارباب نظر و بصیرت ہے، اس سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ مرتب کو اس پر کوئی ندامت نہیں کہ اس نے کوئی نئی بات نہیں کہی بلکہ اسے فخر ہے کہ اس نے وہی کہا ہے جو وہ لوگ کہہ گئے ہیں جنھیں کہنے کا حق تھا۔ کتاب کی ترتیب کی صورت یہ ہے کہ :-

(۱) تمام الفاظ قرآنی کا استیعاب کیا گیا ہے اور انہیں اپنی اصل صورت میں لغت قرار دے کر بترتیب حروف تہجی درج کیا گیا ہے۔

(۲) پہلے سادہ اور سہل اردو میں لفظ کے وہ معانی لکھ دیئے گئے ہیں جو قرآن میں مراد لئے گئے ہیں پھر لفظ کی صرفی و نحوی تشریح درج کی گئی ہے۔ اس ضمن میں مشتق کا مصدر لکھ دیا گیا ہے۔ صیغہ کی بھی تفصیل درج کر دی گئی ہے۔ ور صلہ بھی بیان کر دیا گیا ہے۔ اسم ہونے کی صورت میں اس کی جمع اور واحد بھی بتایا گیا ہے۔

(۳) اس کے بعد جملہ اہم الفاظ پر ان کی اہمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے سادہ و شیریں زبان میں، جامع و مدلل تشریحی نوٹ لکھے گئے ہیں۔ یہ نوٹ پانچ سو سے زائد ہیں۔ اگرچہ پوری کوشش کی گئی ہے کہ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ مطالب کو پیش کر دیا جائے اور حشو و زوائد و مترادفات و مکررات سے کتاب کے حجم کو زیادہ نہ کیا جائے، تاہم بعض بعض مقامات پر یہ نوٹ کئی کئی صفحات تک چلے گئے ہیں، خصوصاً اسماء امکنہ و اقوام و انبیاء کرامؑ کے بیان میں، جہاں ضروری تفصیلات کو سامنے لانا قرآن کریم کی دعوت و موعظت کو سمجھنے کے لئے ضروری تھا۔ اسی طرح قرآن کریم کی مخصوص اصطلاحات اور دین متین کے اصول و مبادیات کی تشریح میں بھی مناسب حد تک تفصیل سے کام لیا گیا ہے، تاکہ تعلیمات قرآنیہ کے اہم پہلو اپنی تابانی و درخشانی کے ساتھ نگاہ کے سامنے آجائیں :-

(۴) جو کچھ لکھا گیا ہے، اپنی کوشش کے مطابق سلف صالحین کے مسلک قویم کو مدنظر رکھتے ہوئے مستند مفسرین کرام کے ارشادات کی روشنی میں پوری احتیاط کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ جہاں ضرورت سمجھی گئی ہے۔ ان بزرگوں کی اصل عبارت بھی نقل کر دی گئی ہے۔ اور ماخذ کے حوالے بقید صفحہ و جلد دیدیئے گئے ہیں، تاکہ اہل علم اگر ضرورت سمجھیں

ان حوالوں پر خود زحمت فرما کر اصل عبارت کو دیکھ لیں اور اطمینان فرمالیں۔ اور اگر مرتب سے ان بزرگوں کا
مطلب سمجھنے میں غلطی ہوگئی ہے تو اس کا تدارک فرمادیں۔

(۵) یوں تو بہت سی کتابیں دوران ترتیب میں سامنے رہیں۔ اور حسب ضرورت اُن سے استفادہ کیا گیا، جیسا
کہ بعد سے معلوم ہوگا، مگر الفاظ قرآنی کی لغوی تحقیق کے سلسلے میں متداول کتب لغت القاموس المحیط
للفیروزآبادی، صحاح العربیہ للجوہری، نہایہ لابن الاثیر وغیرہ کے علاوہ امام راغب اصفہانیؒ کی مفردات غریب
القرآن، جن کی دقیقہ سنجی و ژرف نگاہی محتاج بیان نہیں، اور علامہ جاراللہ زمخشری کی کشاف جن کی
بلاغت و جلالت کم از کم علوم عربیہ میں ناقابل انکار ہے، تمام تر پیش نظر رہی ہیں۔ مطالب و معانی کی
تشریح میں زیادہ تر حافظ عماد الدین ابن کثیر کی تفسیر سے اٹھایا گیا ہے۔ تفسیر قرآن کریم کے باب میں
سنت نبویہ اور اقوال صحابہ کو جو بنیادی حیثیت حاصل ہے وہ ظاہر ہے۔ یہ امتیاز اسی تفسیر کو حاصل
ہے کہ اس میں ان روایات کو جمع ہی نہیں کر دیا گیا ہے، بلکہ محدثانہ انداز پر ان پر تنقید کر کے کھرے
کھوٹے کو الگ الگ کر دیا گیا ہے۔

ان کے علاوہ قاضی بیضاوی کی تفسیر "انوار التنزیل" علامہ نسفی کی تفسیر "مدارک التنزیل" اور اس پر شیخ عبدالحق
مہاجر مکی کا حاشیہ "الاکلیل" قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تفسیر "التفسیر المظہری" شیخ اسماعیل حقی کی "روح البیان"
امام فخر الدین رازی کی "التفسیر الکبیر" اور تفسیر ابن قیم وغیرہ سے بھی موقعہ بموقعہ استفادہ کیا گیا ہے۔ جدید تفاسیر
میں سے مفتی محمد عبدہ اور علامہ رشید رضا مصری رحمہما اللہ تعالیٰ کی "تفسیر المنار" مشکلات عصریہ کی پیچیدہ وادیوں
میں بڑی حد تک رہنما ثابت ہوئی ہے۔

اپنے بزرگوں میں سے حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی، حضرت
شاہ عبدالقادر دہلوی، حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی، حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی اور استاذی
علامہ مولانا انور شاہ کاشمیری رحمہم اللہ تعالیٰ کے افادات تفسیریہ و اضافات حدیثیہ سے جابجا فائدہ اٹھایا گیا
ہے۔ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد اور علامہ سید سلیمان ندویؒ کی فاضلانہ تاریخی تحقیقات سے بھی بعض جگہ مدد لی گئی
ہے۔ مگر سب سے اہم فائدہ شیخ التفسیر حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فوائد القرآن سے حاصل
کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علامہ مرحوم نے ضخیم مجلدات تفسیریہ کے سمندر کو کوزہ ہی میں نہیں بلکہ سلاست
زبان و متانت بیان کے ساغر بلوریں میں بھر دیا ہے۔

(۶) آغازِ کار میں ایک بہت مختصر "لغات القرآن" کی ترتیب پیشِ نظر تھی، جس میں نوٹوں کی تعداد و مقدار تھوڑی رکھی گئی تھی۔ مگر بعد میں رائے تبدیل ہوئی اور مباحث و مطالب کے گلہائے رنگا رنگ کو سمیٹنے کے لئے۔ دامانِ طلب کو کسی قدر دراز کر دیا گیا۔ میری عادت ہے اور اس سے مجبور ہوں کہ تالیف و کتابت کے مراحل اور بعض اوقات طباعت کی منازل بھی ساتھ ساتھ طے ہوتی ہیں اس لئے ابتدائی نظامِ کار کے مطابق کتاب کے ابتدائی حصہ کے نوٹ قلیل اور مختصر رہے، اور اسی طرح اس حصہ کی کتابت بھی ہوگئی مگر چونکہ ایک مادہ مختلف صیغوں میں بار بار لوٹ کر آتا رہا۔ اس لئے بعد کے صفحات میں حتی الوسع شروع کے صفحات کی کوتاہی کی تلافی کر دی گئی اور جو مباحث وہاں نظر انداز کر دیئے گئے تھے یہاں مکمل کر دیئے گئے۔

(۷) اس حقیقت واقعہ کی طرف توجہ دلانا غیر مناسب نہ ہوگا کہ اگرچہ کتاب کی تقطیع چھوٹی ہے مگر ہر صفحہ میں دو کالم اور ہر کالم میں ۲۳ سطور رکھی گئی ہیں اور اس طرح چھوٹی تقطیع کے ایک صفحہ میں بڑی تقطیع کے کم از کم ڈیڑھ صفحہ کا مضمون آگیا ہے۔ گویا یہ چھوٹی تقطیع کے آٹھ سو صفحات کی کتاب دوسرے علمی اداروں کی بڑی تقطیع کے بارہ سو صفحات کے مضامین پر مشتمل ہے۔

آخر میں اپنے رفیقِ کار مولٰنا شبیر احمد صاحب (ازہر رفیق دائرۃ المصنفین) کا شکر ادا کرنا لازم سمجھتا ہوں جنہوں نے اس اہم کام میں میرا ہاتھ بٹایا چنانچہ اس کتاب میں نوٹوں کی ایک معتدبہ تعداد مولٰنا کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے جو نوٹ انہوں نے لکھے ہیں اکثر انہیں (ش-ا) کی علامت سے ممتاز کر دیا گیا ہے۔ وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ احقر العباد

زین العابدین سجاد کان اللہ لہٗ
میرٹھ (ہند)

۱۰ رجمادی الاخریٰ ۱۳۸۳ھ
یوم دوشنبہ

ضروری ہدایات

شائقین فہم قرآن کریم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کوئی دوسری زبان اس کے قواعد سے واقف ہوئے بغیر نہیں سیکھی جا سکتی خصوصاً عربی زبان جسمیں ایک مادہ سے مقررہ قاعدوں کے مطابق سینکڑوں الفاظ بنائے جاتے ہیں جن کے معانی مختلف ہوتے ہیں اور جس میں زیر زبر کے معمولی فرق سے معانی میں زمین و آسمان کا فرق ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اگر قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ آپ قواعد عربی سے تھوڑی سی واقفیت پیدا کریں۔ الحمد للہ۔ اردو زبان میں متعدد کتابیں ایسی شائع ہو چکی ہیں جن کی مدد سے چند ماہ میں عربی قواعد و ادب کی بنیادی ضروری معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ ہماری کتاب "کلام عربی" کے علاوہ "معلم عربی"، مفتاح القرآن اور "عربی کے دس سبق" اچھی کتابیں ہیں۔

جو ناظرین قواعد عربی سے واقف نہیں ہیں، ان کی توجہ چند ضروری امور کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے تاکہ اس کتاب سے استفادہ میں ان کو دقت نہ ہو۔

(۱) عربی میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر فعل مقدم ہو اور فاعل اس کے بعد آئے تو فاعل خواہ واحد ہو یا تثنیہ یا جمع، فعل واحد ہی آئے گا۔ البتہ مذکر و مؤنث ہونے میں فعل و فاعل میں مطابقت ہو گی لیکن اگر فاعل مقدم ہو اور فعل مؤخر تو واحد یا تثنیہ یا جمع ہونے میں بھی فعل فاعل کے مطابق آئے گا مثلاً فرمایا گیا ہے۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْا اَنْ يُّجَاهِدُوْا (۸۱:۹)

خوش ہوئے پیچھے رہنے والے اپنے بیٹھ رہنے سے جدا ہو کر رسول اللہ سے اور برا سمجھا انہوں نے یہ کہ جہاد کریں، تو مُخَلَّفُوْنَ (فاعل) اگرچہ جمع ہے مگر فعل فَرِحَ واحد ہی لایا گیا ہے مگر كَرِهُوْا کا فاعل مُخَلَّفُوْنَ چونکہ مقدم ہے اس لئے اسے جمع لایا گیا ہے۔ مگر ہم نے ہر جگہ فعل کا ترجمہ اس کی اصل صورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہی کیا ہے۔ چنانچہ فَرِحَ کا ترجمہ "خوش ہوا" لکھا گیا ہے نہ کہ "خوش ہوئے"۔

(۲) عربی میں جمع مکسر (وہ جمع جس میں واحد کی اصل صورت باقی نہ رہے)، کو واحد مؤنث غیر

حقیقی کے حکم میں سمجھا گیا ہے۔ اس کے لئے فعل بھی اکثر واحد مونث لایا جاتا ہے مثلاً جَاءَتْ رُسُلُنَا (آئے ہمارے رسول)، تو یہاں رُسُل جو جمع مکسر مذکر ہے اس کے لئے واحد مونث کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے مگر ہم نے ایسی جگہ صیغہ کے مطابق ہی ترجمہ لکھا ہے یعنی "آئی"۔

(۳) اکثر جمع مکسر کی صفت بھی واحد مونث ہی آتی ہے مثلاً اَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ (آبخورے قرینہ سے رکھے ہوئے) اور اگر جمع مکسر مبتدا ہوتی ہے تو اس کی خبر بھی مثلاً وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ (کتنے چہرے اس دن چمکنے والے ہوں گے)۔ مگر ہم نے اصل صیغہ کے مطابق ہی صفت اور خبر کا ترجمہ کیا ہے۔ یعنی "قرینہ سے رکھی ہوئی"، "اور چمکنے والی"۔

(۴) ماضی اور مضارع کے شروع میں بعض حروف لگائے جاتے ہیں جن سے ان میں لفظی و معنوی تغیرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایسے مواقع پر اکثر ان حروف کو قوسین میں لکھ کر ان کے بعد اصل صیغہ لکھ دیا گیا ہے اور ترجمہ بھی وہی کیا گیا ہے جو ان حروف کے الحاق کے بعد ہونا چاہیئے مثلاً (لن) يُّقْبَلَ (ہرگز قبول نہ کیا جائے گا)، اور بعض مقامات پر جہاں خاص ضرورت نہیں سمجھی مثلاً ما (لا) نافیہ کی صورت میں وہاں صرف اصل صیغہ لکھ کر اس کا ترجمہ لکھ دیا گیا ہے۔

(۵) اِن۔ اَن وغیرہ حروف جب مضارع پر داخل ہوتے ہیں تو عموماً ان صیغوں کے آخر سے جن میں نون ہوتا ہے نون گرا دیتے ہیں مثلاً اِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ (اگر تم لوٹو گے تو ہم بھی لوٹیں گے) مگر ہم نے عموماً اصل صیغہ مع نون کے ہی لکھ کر اس کا ترجمہ لکھ دیا ہے۔

(۶) بعض الفاظ جو اردو میں مذکر استعمال ہوتے ہیں مثلاً سورج اردو میں مذکر ہے مگر عربی میں شمس مونث ہے۔ اس لئے فرمایا گیا۔ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا (سورج دوڑتا ہے اپنے مدار پر) مگر ہم نے صیغہ کے مطابق فعل مونث کا ترجمہ کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَ

أَ: کیا۔ خبردار۔ اے۔ ہمزہ کبھی استفہام کیلئے آتا ہے جیسے أَرَأَیْتَ (کیا تونے دیکھا) کبھی ندائے قریب کے لئے۔ جیسے أَزَیْدُ (اے زید) اور کبھی تسویہ (دو چیزوں میں برابری ظاہر کرنے کے لئے) جیسے سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَأَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ (ان کے لئے برابر ہے خواہ تو انہیں ڈرائے یا نہ ڈرائے)۔

آبَآءٌ: باپ۔ دادے۔ بڑے۔ واحد اَبٌ

آتِ: تو دے۔ اِیْتَاءٌ سے امر واحد حاضر مذکر

آتٍ: آنے والا۔ اِتْیَانٌ سے اسم فاعل واحد مذکر

آتَیٰ: اس نے دیا۔ اِیْتَاءٌ سے ماضی واحد غائب مذکر۔

آتَوْا: انہوں نے دیا۔ اِیْتَاءٌ سے ماضی جمع مذکر غائب

آتُوْا: تم دو۔ تم لاؤ۔ اِیْتَاءٌ سے امر جمع مذکر حاضر

آتِی: آنے والا۔ اِتْیَانٌ سے اسم فاعل واحد مذکر

میں آتا ہوں۔ مضارع واحد متکلم (اِتْیَانٌ کے اصل معنی آنا ہیں مگر ب کی وجہ سے متعدی ہو کر اس کے معنی لانا ہو جاتے ہیں)

آتَیْتَ: تو نے دیا۔ اِیْتَاءٌ سے ماضی واحد مذکر حاضر

آتَیْتُ: میں نے دیا۔ اِیْتَاءٌ سے ماضی واحد متکلم

آتِیَةٌ: آنے والی۔ اِتْیَانٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث

آتَیْتُمْ: تم نے دیا۔ اِیْتَاءٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر

آتِیْنَ: تم دو۔ اِیْتَاءٌ سے امر جمع مؤنث حاضر

آتَیْنَا: ہم نے دیا۔ ہم نے بخشا۔ اِیْتَاءٌ سے ماضی جمع متکلم۔

آثَارٌ: نشانیاں۔ قدم کے نشانات۔ واحد اَثَرٌ

آثَرَ: اس نے پسند کیا۔ اِیْثَارٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

آثِمٌ: گنہگار۔ اِثْمٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

آثِمِیْنَ: گنہگار لوگ۔ آثِمٌ کی جمع (بحالت نصبی و جری)۔

آخِذِیْنَ:۔ لینے والا۔ اَخْذٌ سے اسم فاعل جمع مذکر (بحالت نصبی وجری)

آخِر:۔ پچھلا۔ باقی رہنے والا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔

آخَر:۔ دوسرا۔ اور۔ اسم تفضیل واحد مذکر۔

آخَرَانِ:۔ دو دوسرے۔ دو اور۔ اسم تفضیل تثنیہ مذکر۔

آخِرَۃ:۔ پچھلی۔ آخرت۔ انجام۔ اسم فاعل واحد مونث

آخَرُوْنَ:۔ دوسرے لوگ۔ اور لوگ۔ اسم تفضیل جمع مذکر۔

آخِرِیْنَ:۔ پچھلے۔ اسم فاعل جمع مذکر۔

آدَم:۔ ابوالبشر آدم علیہ السلام کا نام نامی۔ آپ سب سے پہلے انسان تھے۔ جن سے دنیا آباد ہوئی۔ اور جن کے سر پر خلافتِ الٰہی کا تاج رکھا گیا۔ دنیا کے سب انسان آپ ہی کی اولاد ہیں۔ اس لئے آدمی کہلاتے ہیں آپ کا زمانہ بعض اہل تاریخ کے اندازہ کے مطابق آج سے دس ہزار سال قبل تھا امام جلال الدین سیوطی اتقان میں لکھتے ہیں کہ لفظ آدم کے عربی اور عجمی ہونے میں اختلاف ہے جوالیقی نے لکھا ہے کہ انبیاء کرام کے نام بجز آدم، صالح، شعیب اور محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سب عجمی ہیں۔ عربی ہونے کی صورت میں بعض نے اسے اُدْمَۃٌ (گندم گونی) سے مشتق مانا ہے۔ کیونکہ حضرت آدم گندم گون تھے اور بعض نے اَدِیْمُ الْاَرْض (سطح زمین) سے کیونکہ اسی سے ان کا پتلا بنایا گیا۔ جو لوگ اسے عربی تسلیم نہیں کرتے ان میں بعض اسے سریانی زبان کا لفظ قرار دیتے ہیں۔ اور بعض عبرانی زبان کا۔

ابن ابی خیثمہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی عمر ۹۶۰ سال کی ہوئی اور نووی نے تہذیب میں لکھا ہے کہ ان کی عمر ایک ہزار سال ہوئی۔ (الاتقان فی علوم القرآن ج ۲ صفحہ ۱۴۰)

آذَان:۔ کان۔ واحد، اُذُن۔

آذَنَ:۔ میں اجازت دوں۔ اِذْنٌ سے مضارع واحد غائب مذکر۔ منصوب بہ اَنْ

آذَنَّا:۔ ہم نے خبر دی۔ ہم نے کہہ سنایا۔ اِیْذَان سے ماضی جمع متکلم۔

آذَنْتُ:۔ میں نے خبر دی۔ اِیْذَان سے ماضی واحد متکلم۔

آذَوْا:۔ انہوں نے ستایا۔ اِیْذَاءٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

آذُوْا:۔ تم تکلیف دو۔ اِیْذَاء سے امر جمع مذکر حاضر

آذَیْتُمْ:۔ تم نے ستایا۔ اِیْذَاء سے ماضی جمع مذکر حاضر

آذَرَ:۔ اس نے [illegible] سے ماضی

واحد مذکر غائب۔

آزر:۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ یا چچا کا نام۔ علمار تاریخ نے لکھا ہے کہ ان کا اصل نام تارح تھا۔ آزر کہتے ہیں گمراہ کو اپنی گمراہی کے سبب اس نام سے شہرت پائی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آزر اُس بُت کا نام تھا جس کے یہ پُجاری تھے۔ اُس کی بکثرت عبادت کرنے کی وجہ سے آزر کے نام سے مشہور ہوئے (بیضاوی)

آزِفَۃ:۔ نزدیک آنیوالی یعنی قیامت اُزُوف سے اسم فاعل واحد مونث۔

آسیٰ:۔ میں غم کھاؤں۔ اَسیٰ سے مضارع واحد متکلم۔

آسَفیٰ:۔ میرے افسوس۔ (اصل میں اَسَفِیْ تھا۔ یائے متکلم کو ہمزہ سے بدل لیا۔

آسَفُوْا:۔ انہوں نے ناراض کیا۔ اِیْسَاف سے ماضی جمع مذکر غائب۔

آسِنٌ:۔ بدبودار۔ اُسُوْن سے اسم فاعل واحد مذکر۔ غَیْرُ آسِن جو بدبودار نہ ہو۔

آصَال:۔ اوقاتِ شام۔ واحد اَصِیْل۔

آفَاق:۔ اطراف۔ آسمان کے کنارے۔ واحد اُفُق۔

آفِلِیْنَ:۔ غائب ہو جانے والے۔ غروب ہو جانے والے۔ اُفُول سے اسم فاعل جمع مذکر (بحالت نصبی و جری)

آکِلُوْنَ:۔ کھانے والے۔ اَکْل سے اسم فاعل جمع مذکر۔ (بحالت رفعی)

آل:۔ اولاد۔ خاندان والے۔ احباب۔ آل کا لفظ جب کسی کی طرف مضاف ہو کر استعمال ہوگا۔ تو اس سے وہ لوگ مراد ہوں گے جو اس سے قریبی رشتہ یا دوستی اور محبت رکھتے ہیں۔ "آلِ فرعون" اور "آلِ ابراہیم" میں یہی معنی مراد ہیں۔

"آل النبی" سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ خاندان بھی ہوتے ہیں اور وہ بھی جن کو علم کامل اور عمل صالح کے ذریعہ دامانِ نبوت سے وابستگی ہو۔ یعنی آلِ محمد کا اطلاق امتِ محمدیہ کے برگزیدہ افراد پر ہوتا ہے۔ امام جعفر رضی اللہ عنہ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا "آلِ محمد صرف وہ مسلمان ہیں جو شریعت محمدیہ کی شرائط کو پورا کرتے ہیں"

(مفردات القرآن امام راغب)

آلاء:۔ احسانات نعمتیں۔ واحد اِلیٰ۔

آلْآنَ:۔ کیا اب (ہمزہ استفہام اور اَلْآنَ سے مرکب)

آلِہَۃ :- بہت سے معبود۔ واحد اِلٰہ

اٰمُرُ :- میں حکم دیتا ہوں۔ اَمْر سے مضارع واحد متکلم

آمِرُوْا :- حکم دینے والے۔ اَمْر سے اسم فاعل جمع مذکر

آمَنَ :- ایمان لایا۔ سچا سمجھا۔ اُس نے مانا۔ اَمن دیا۔ اِیمان سے ماضی واحد غائب مذکر (دیکھو ایمان)

آمَنُ :- میں مانوں۔ اعتبار کروں۔ اَمْن سے مضارع واحد متکلم۔

آمِنْ :- تو ایمان لا۔ اِیمَان سے امر واحد مذکر حاضر۔

آمِنٌ :- امن پانے والا۔ چین پانے والا۔ اَمْن سے۔ اسم فاعل واحد مذکر۔

آمَنَّا :- ہم ایمان لائے۔ اِیمَان سے ماضی جمع متکلم

آمَنَتْ :- وہ ایمان لائی۔ اِیمَان سے ماضی واحد مونث غائب۔

آمَنْتُ :- میں ایمان لایا۔ اِیمَان سے ماضی واحد متکلم

آمِنَۃ :- امن والی۔ چین پانے والی۔ اَمْن سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

آمَنْتُمْ :- تم ایمان لائے۔ اِیمَان سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

آمَنُوْا :- وہ ایمان لائے۔ اِیمَان سے ماضی جمع مذکر غائب۔

آمِنُوْنَ :- چین پانے والے۔ اَمْن سے اسم فاعل جمع مذکر (بحالت رفعی)

آمِنِیْنَ :- چین پانے والے۔ اَمْن سے اسم فاعل جمع مذکر (بحالت نصبی وجری)

آمِیْنَ :- اے اللہ یہ دعا قبول کر (اسم فعل ہے)

آن :- وقت۔ گھڑی۔

آنٍ :- گرم پانی۔ اَنْی سے اسم فاعل واحد مذکر۔

آنَاء :- اوقات۔ گھڑیاں۔ واحد اِنًی۔

آنَسَ :- اُس نے دیکھا۔ اِیْنَاس سے ماضی واحد مذکر غائب۔

آنَسْتُمْ :- تم نے دیکھی۔ اِیْنَاس سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

آنِفًا :- ابھی ابھی۔ اسی وقت اسم ظرف ہے

آنِیَۃ :- برتن۔ واحد اِنَاء۔

آوٰی :- اس نے جگہ دی۔ ٹھکانا دیا۔ اِیْوَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

آوَوْا :- انہوں نے جگہ دی۔ اِیْوَاء سے ماضی جمع مذکر غائب۔

آوُوْا :- تم پناہ لو۔ اُوِیّ سے امر جمع مذکر حاضر

آوِیْ :- میں پناہ لوں اُوِیّ سے مضارع واحد متکلم

آوَیْنَا :- ہم نے جگہ دی۔ اِیْوَاء سے ماضی جمع متکلم

آیَات :- نشانیاں۔ علامتیں۔ احکام۔ واحد آیَۃ۔

آیَۃ :- آیت۔ نشانی۔ حکم۔ معجزہ۔

آيَتَيْنِ :- دو نشانیاں (آيَةٌ کا تثنیہ) (بحالت نصبی وجری)

اِئْتِ :- تو آ۔ اِتْيَان سے امر واحد حاضر مذکر۔

اِئْتَمِرُوْا :- تم مشورہ دو۔ اِئْتِمَار سے امر جمع حاضر مذکر۔

اُؤْتُمِنَ :- امین بنایا گیا۔ اِئْتِمَان سے ماضی واحد غائب مذکر مجہول۔

اِئْتُوْا :- تم آؤ۔ (ب) تم لاؤ۔ اِتْيَان سے امر جمع حاضر مذکر۔ اِتْيَان کے اصل معنی آنا ہیں۔ باء کے صلہ سے اس کے معنی "لانا" ہو جاتے ہیں۔

اِئْتِيَا :- تم آؤ۔ اِتْيَان سے امر تثنیہ حاضر مذکر و مؤنث

اِئْذَنْ :- تو اجازت دے۔ اِذْن (بکسرہ ہمزہ) سے امر واحد حاضر مذکر۔

اِئْذَنُوْا :- تم خبردار ہو جاؤ۔ آگاہ ہو جاؤ۔ اِذْن (بصلہ با) سے امر جمع حاضر مذکر۔

اَئِمَّةَ :- سرداران پیشوایان۔ واحد امام

اُؤْمُرْ :- تو حکم کر۔ اَمْر سے امر واحد حاضر مذکر

اَبٌ :- باپ۔ جمع آباء۔

اَبٌّ :- گھاس۔ چارہ۔

اَبٰى :- اس نے انکار کیا۔ اِبَاء سے ماضی واحد غائب مذکر۔

اَبَابِيْل :- چڑیوں کے جھنڈ کے جھنڈ۔ واحد اِبَّالَة + اِبَّلَة کے اصل معنی لکڑیوں وغیرہ کا گٹھڑ ہیں۔ پرندوں کے جھنڈ بہ گٹھا ہونے کی وجہ سے اس لفظ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک ابابیل کا کوئی مفرد نہیں ہے (بیضاوی)

اَبَارِيْق :- لوٹے۔ واحد اِبْرِيْق

اَبَتِ :- اے میرے باپ۔ (اصل میں اَبِيْ تھا یائے متکلم کو ت سے بدل لیا گیا)

اِبْتَدَعُوْا :- انہوں نے ایجاد کیا۔ اِبْتِدَاع سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَبْتَر :- دم کٹا۔ لاولد۔ بَتْر سے اَفْعَل صفت ہے۔

اِبْتَغِ :- تو ڈھونڈھ۔ اِبْتِغَاء سے امر واحد حاضر مذکر۔

اِبْتَغٰى :- اس نے چاہا۔ اس نے ڈھونڈھا۔ اِبْتِغَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِبْتِغَاءَ :- ڈھونڈھنا۔ چاہنا۔ تلاش کرنا۔ (مصدر باب افتعال سے)

اِبْتَغَوْا :- انہوں نے ڈھونڈھا۔ اِبْتِغَاء سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِبْتَغُوْا :- تم ڈھونڈھو۔ تم چاہو۔ اِبْتِغَاء سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَبْتَغِيْ :- میں چاہوں۔ میں تلاش کروں۔

اِبْتِغَاء سے مضارع واحد متکلم۔

اِبْتَغَیْتَ :۔ تونے چاہا۔ اِبْتِغَاء سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اِبْتَلیٰ :۔ اس نے آزمایا۔ اِبْتِلَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِبْتَلُوْا :۔ تم آزماؤ۔ اِبْتِلَاء سے امر جمع مذکر حاضر

اُبْتُلِیَ :۔ وہ آزمایا گیا۔ اِبْتِلَاء سے ماضی واحد مذکر غائب مجہول۔

اَبْحُر :۔ سمندر۔ واحد بَحْر

اَبَد :۔ ہمیشہ۔ جمع آباد۔

اُبَدِّلُ :۔ میں بدلوں۔ تَبْدِیْل سے مضارع واحد متکلم۔

اُبْرِئُ :۔ میں اچھا کرتا ہوں۔ اِبْرَاء سے مضارع واحد متکلم۔

اُبَرِّئُ :۔ میں پاک کرتا ہوں۔ بَری قرار دیتا ہوں۔ تَبْرِئَة سے مضارع واحد متکلم

اَبْرَار :۔ نیک لوگ۔ واحد بَرّ

اِبْرَاهِیْم :۔ ابوالانبیا حضرت ابراہیم خلیل اللہ عہدِ عتیق کے سفرِ تکوین میں ہے۔ کہ آپ سام بن نوح کی اولاد کے دسویں سلسلہ میں تھے اور آپ کلدانیوں کے شہر "اُور" میں پیدا ہوئے تھے کہا جاتا ہے کہ یہ وہی شہر ہے جو وسطِ عراق میں اُور فا کے نام سے مشہور ہے

بعض تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کوفہ کے شہر کوثیٰ میں پیدا ہوئے تھے۔

سفرِ تکوین سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو جبکہ اُن کی عمر ۹۹ سال تھی۔ بشارت دی کہ وہ اُن کی نسل کو پھیلائے گا۔ اور فلسطین کی سرزمین میں اس کی حکومت قائم کرے گا۔ نیز اُن کا نام اِبْرَام کی بجائے اِبْرَاهِیْم قرار دیا۔

اِبْرَاهِیْم کا پہلا جزو اِب عربی کا اَبْ ہے جس کے معنیٰ "باپ" ہیں اور رَاهِیْم کلدانی زبان میں جمہور یا عوام کو کہتے ہیں گویا ابراہیم کے معنے "لوگوں کے باپ" ہوئے۔

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ ابراهیم اَبْ رَاحِم (رحم کرنے والا باپ) کا بگڑا ہوا ہے اس صورت میں دونوں جزو عربی ہوں گے۔

آپ کے والد یا چچا کا نام تارح یا آذر تھا۔ آپ کی قوم صابی ستارہ پرست تھی (دیکھو لفظ آذر و صابی)، مگر آپ کی فطرتِ سلیم نے بچپن ہی میں صابیت سے جو بت پرستی ہی کی ایک شکل تھی۔ انکار کر دیا اور ہر قسم کی ترغیب و ترہیب سے بے پروا ہو کر اعلان کر دیا۔ "میں نے تو ہر طرف سے کٹ کر زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے کی طرف اپنا

رخ کر دیا ہے۔ میں مشرکوں میں شامل نہیں ہو سکتا۔ حق پرستی کے جرم میں بادشاہ وقت نے آپ کو آگ میں ڈالا مگر بحکم الٰہی وہ آگ آپ کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی بن گئی۔ اپنی قوم کی ہدایت سے مایوس ہو کر آپ نے عراق سے شام کی طرف ہجرت کی شام سے آپ اپنی بیوی سارہ کو ساتھ لے کر بغرض تبلیغ مصر گئے۔ مصر سے پھر شام لوٹ آئے۔ اور وہیں قیام فرمایا +

زمانۂ قیام شام میں جبکہ آپ بوڑھے ہو گئے تھے حضرت ہاجرہ کے بطن سے (جو آپ کی بیوی حضرت سارہ کی باندی تھیں اور جنہیں انہوں نے آپ کو ہبہ کر دیا تھا) حضرت اسمٰعیل پیدا ہوئے۔ پھر کچھ مدت بعد حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحٰق کی ولادت ہوئی۔

حضرت ابرہیم بحکم خداوندی اپنے پہلے اکلوتے بیٹے حضرت اسمٰعیل کو ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کے ساتھ حجاز کے اس چٹیل میدان میں چھوڑ آئے جو یمن سے شام جانے والے قافلوں کی گزرگاہ تھی۔ ان کی بھوک پیاس کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے وہاں زمزم کا چشمہ جاری کیا۔ اس چشمہ کی وجہ سے جرہم کے قبیلہ نے بھی وہاں سکونت اختیار کی۔ اور شہر مکہ کی آبادی کی بنیاد پڑ گئی حضرت ابراہیم کبھی کبھی اپنی بیوی اور بچے کو دیکھنے کے لئے مکہ آتے رہتے اور اس شہر کی آبادی اور اس کے باشندوں کی دینی و دنیوی خوشحالی کی دعا فرماتے رہتے +

جب حضرت اسمٰعیل کچھ بڑے ہوئے تو حضرت ابراہیم نے اُن کی مدد سے خدا کے مقدس گھر کعبہ کو تعمیر کیا۔ پھر حضرت اسمٰعیل ہی اس کے امام اور متولی قرار پائے +

حضرت اسمٰعیل کی شادی خاندان جرہم ہی میں ہو گئی تھی۔ آپ کی اولاد خوب پھلی پھولی انہیں کی ایک شاخ قریش کہلائی۔

قریش ہی میں اس کے سب سے زیادہ معزز گھرانے بنو ہاشم میں خدا کے آخری نبی محمد ہاشمی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پیدا ہوئے

حضرت ابراہیم کے دوسرے صاحبزادے حضرت اسحٰق ملک شام ہی میں رہے ان کی نسل سے بہت سے نبی پیدا ہوئے۔ حضرت یعقوب ان ہی کے بیٹے تھے۔ یعقوبؑ کا دوسرا نام اسرائیل تھا اسی لئے ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی +

حضرت ابراہیم علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کی ساری زندگی خدا پرستی، حق

گوئی اور فداکاری کا بہترین نمونہ ہے اسی
لئے قرآن کریم میں انہیں حَنِیْفًا مُسْلِمًا
(سب طرف سے کٹ کر خدا کا ہو جانیوالا
اور اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دینے والا)
کے اوصاف سے یاد کیا گیا ہے اور اسلام
کو مِلَّۃَ اِبْرَاھِیْمَ سے تعبیر کیا گیا ہے۔
مسلم میں انسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر
کہا۔ اے بہترین مخلوق (یَا خَیْرَ الْبَرِیَّۃِ)
آپ نے فرمایا "ابراہیم خلیل اللہ کی شان
ہے" یہ تو خیر حضورؐ کا احترام بزرگی تھا۔
تاہم آپ اپنے فضائل میں حضورؐ کے بعد
سب انبیاء کرام سے ممتاز ہیں۔

اَبْرَحُ :۔ میں پھروں۔ ہٹوں۔ بَرَحٌ سے مضارع
واحد متکلم (لَنْ اَبْرَحَ) میں ہرگز نہ ہٹوں
گا۔ ہرگز نہ ٹلوں گا)

اَبْرَصُ :۔ کوڑھی جمع بُرْصٌ۔ بَرَصٌ سے فعل
صفت ۔

اَبْرَمُوْا :۔ انہوں نے مضبوط کیا۔ اِبْرَامٌ سے
ماضی جمع مذکر غائب ۔

اُبْسِلُوْا :۔ وہ گرفتار کئے گئے۔ اِبْسَالٌ سے ماضی
جمع مذکر غائب مجہول۔

اَبْشِرُوْا :۔ تم خوش ہو جاؤ۔ اِبْشَارٌ سے امر
جمع مذکر حاضر۔

اَبْصَارٌ :۔ آنکھیں۔ واحد بَصَرٌ۔

اَبْصَرَ :۔ اس نے دیکھا اِبْصَارٌ سے ماضی واحد
مذکر غائب۔

اَبْصِرْ :۔ تو دیکھ۔ اِبْصَارٌ سے امر واحد مذکر حاضر

اَبْصِرْ بِہٖ :۔ وہ کیا ہی دیکھنے والا ہے (فعل
تعجب ہے)

اَبْصَرْنَا :۔ ہم نے دیکھا۔ اِبْصَارٌ سے ماضی جمع متکلم

اُبْعَثُ :۔ میں اٹھایا جاؤں گا۔ بَعْثٌ سے مضارع
مجہول واحد متکلم۔

اِبْعَثْ :۔ تو بھیج۔ بَعْثٌ سے امر واحد حاضر مذکر

اِبْعَثُوْا :۔ تم بھیجو۔ بَعْثٌ سے امر جمع حاضر مذکر

اَبْغِیْ :۔ میں تلاش کروں۔ بَغَایَۃٌ سے مضارع
واحد متکلم۔

اَبَقَ :۔ وہ بھاگا۔ اِبَاقٌ سے ماضی واحد مذکر غائب

اَبْقٰی :۔ اس نے باقی رکھا۔ بہت پائدار۔
پہلے معنیٰ میں اِبْقَاءٌ سے ماضی واحد مذکر
غائب ہے اور دوسرے معنیٰ میں بَقَاءٌ
سے اسم تفضیل واحد مذکر ہے۔

اَبْکٰی :۔ اس نے رلایا۔ اِبْکَاءٌ سے ماضی واحد
مذکر غائب۔

اَبْکَارٌ :۔ کنواری عورتیں۔ واحد بِکْرٌ

اِبْکَارٌ :۔ صبح۔ تڑکا۔ دراصل یہ باب افعال سے

بمعنی جمع کرنا، مصدر ہے۔

اَبْكَمُ :۔ مادر زاد گونگا۔ جمع بُكم۔ بَكَم سے اَفْعَل صفت۔

اِبِل :۔ اونٹ۔ جمع آبال۔

اِبْلَعِي :۔ تو نگل جا۔ بَلْع سے امر واحد حاضر مونث

اَبْلِغْ :۔ تو پہنچا دے۔ اِبْلَاغ سے امر واحد حاضر مذکر۔

اُبَلِّغُ :۔ میں پہنچاتا ہوں۔ تَبْلِيغ سے مضارع واحد متکلم۔

اَبْلُغُ :۔ میں پہنچوں۔ بُلُوغ سے مضارع واحد متکلم

اَبْلَغْتُ :۔ میں نے پہنچایا۔ اِبْلَاغ سے ماضی واحد متکلم۔

اَبْلَغُوْا :۔ انہوں نے پہنچایا۔ اِبْلَاغ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِبْلِيس :۔ شیطان کا نام ہے۔ اس لفظ کے اصل معنی نا اُمید اور دھوکہ دینے والا ہیں۔

اِبْنِ :۔ تو بنا۔ بِنَاء سے امر واحد حاضر مذکر

اِبْن :۔ بیٹا۔ جمع اَبْنَاء۔

اِبْنُ السَّبِيل :۔ مسافر۔ (لفظی معنی راستہ کا بیٹا)

اَبْنَاءَ :۔ بیٹے۔ واحد اِبْن۔

اِبْنَة :۔ بیٹی۔ جمع بَنَات۔

اِبْنَتَيَّ :۔ میری دو بیٹیاں۔ اِبْنَة کا تثنیہ مضاف بہ یائے متکلم۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گئی۔

اِبْنُوْا :۔ تم بناؤ۔ بِنَاء سے امر جمع حاضر مذکر

اِبْنَيَ :۔ دو بیٹے۔ اِبْن کا تثنیہ۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

اَبُوْ :۔ باپ (اَب کی حالتِ رفعی)

اَبَوْا :۔ انہوں نے انکار کیا۔ اِبَاء سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِبْنِي :۔ میرا بیٹا۔ ابن اور یاء (ضمیر متکلم واحد) سے مرکب ہے۔

اَبْوَاب :۔ دروازے۔ واحد بَاب۔

اَبَوَيْن :۔ ماں۔ باپ۔ والدین (اَب کا تثنیہ بحالت نصبی و جری تغلیباً ماں پر بھی لفظ اَب کا اطلاق کیا گیا ہے۔)

اَبِي :۔ میرا باپ اَب اور یاء (ضمیر واحد متکلم) سے مرکب۔

اَبِي لَهَب :۔ شعلہ کا باپ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک کافر چچا کا لقب جو بڑا سرخ و سپید تھا۔ اس لئے ابولہب کہلاتا تھا مگر قرآن کریم میں اس لفظ سے اس کے دوزخی ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اَبْيَض :۔ سفید گورا۔ بَيَاض سے افعل صفت

اِبْيَضَّتْ :۔ سفید ہوئی۔ اِبْيِضَاض سے ماضی

واحد مونث غائب۔

اَبَیْنَ :۔ انہوں نے انکار کیا۔ اِبَاء سے ماضی جمع مونث غائب۔

اَتٰی :۔ وہ آیا۔ اِتْیَان سے ماضی واحد مذکر غائب

اِتِّبَاع :۔ مرتّی پر چلنا۔ پیروی کرنا۔ باب افتعال سے مصدر۔

اُتْبِعَ :۔ وہ پیچھے چلا۔ وہ پیچھے پڑا۔ اِتْبَاع سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِتَّبَعَ :۔ وہ تابع ہوا۔ اس نے پیروی کی اِتْبَاع سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَتَّبِعُ :۔ میں پیروی کروں۔ اِتِّبَاع سے مضارع واحد متکلم۔

اِتَّبِعْ :۔ تو پیروی کر۔ اِتِّبَاع سے امر واحد مذکر حاضر

اِتَّبَعْتَ :۔ تو نے پیروی کی۔ اِتِّبَاع سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اِتَّبَعْتُ :۔ میں نے پیروی کی۔ اِتِّبَاع سے ماضی واحد متکلم۔

اِتَّبَعْتُمْ :۔ تم نے پیروی کی۔ اِتِّبَاع سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اِتَّبَعْنَا :۔ ہم نے پیروی کی۔ اِتِّبَاع سے ماضی جمع متکلم۔

اِتَّبَعُوْا :۔ وہ پیچھے چلے۔ انہوں نے پیروی کی۔ اِتِّبَاع سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِتَّبِعُوْا :۔ تم پیروی کرو۔ اِتِّبَاع سے امر جمع مذکر حاضر

اُتْبِعُوْا :۔ ان کے پیچھے لگا دیا گیا۔ اِتْبَاع سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اَتَتْ :۔ وہ آئی۔ اِتْیَان سے ماضی واحد مونث غائب

اِتِّخَاذ :۔ اختیار کیا۔ پسند کیا۔ باب افتعال سے مصدر۔

اِتَّخِذْ :۔ تو بنالے۔ اِتِّخَاذ سے امر واحد مذکر حاضر

اِتَّخَذَ :۔ اس نے اختیار کیا۔ پسند کیا۔ اِتِّخَاذ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَتَّخِذُ :۔ میں بناؤں۔ اختیار کروں۔ اِتِّخَاذ سے مضارع واحد متکلم۔

اِتَّخَذَتْ :۔ اس عورت نے ٹھیرایا۔ اِتِّخَاذ سے ماضی واحد مونث غائب۔

اِتَّخَذْتَ :۔ تو نے ٹھیرایا۔ اِتِّخَاذ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اِتَّخَذْتُ :۔ میں نے اختیار کیا۔ اِتِّخَاذ سے ماضی واحد متکلم۔

اِتَّخَذْتُمْ :۔ تم نے اختیار کیا۔ اِتِّخَاذ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اِتَّخَذْتُمُوْهُ :۔ تم نے ٹھیرایا اسے۔ اِتِّخَاذ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ با ضمیر منصوب متصل واحد مذکر غائب

اِتَّخَذْنَا :۔ ہم نے ٹھیرایا۔ اِتِّخَاذ سے ماضی جمع متکلم۔

اِتَّخِذُوْا: تم ٹھیرؤ۔ تم اختیار کرو۔ اِتِّخَاذ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِتَّخِذِیْ: تو بنا لے۔ اِتِّخَاذ سے امر واحد مؤنث حاضر۔

اَتْرَابٌ: ہم سن عورتیں۔ ہمجولیاں۔ واحد تِرْب

اُتْرِفْتُمْ: تم کو عیش دی گئی۔ اِتْرَاف سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

اَتْرَفْنَا: ہم نے عیش دی۔ اِتْرَاف سے ماضی جمع متکلم۔

اُتْرِفُوْا: ان کو عیش دی گئی۔ اِتْرَاف سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اُتْرُكْ: تو چھوڑ۔ تَرْك سے امر واحد مذکر حاضر

اِتَّسَقَ: وہ پورا ہوا۔ کمال کو پہنچا۔ اِتِّسَاق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِتَّقِ: تو ڈر۔ اِتِّقَاء سے امر واحد مذکر حاضر

اَتْقٰى: بڑا پرہیزگار۔ بڑا ڈرنے والا۔ تَقْوٰی سے اسم تفضیل واحد مذکر۔ (اس مادہ کا فا کلمہ دراصل واؤ ہے۔ اور یہ لفیف مفروق ہے۔ خلاف قیاس واؤ کو تا سے بدل دیا گیا) (دیکھو تقوٰی)

اِتَّقٰى: وہ ڈرا۔ اس نے پرہیزگاری اختیار کی۔ اِتِّقَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَتْقَنَ: اس نے مضبوط کیا۔ اس نے درست کیا۔ اِتْقَان سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِتَّقُوْا: تم ڈرو۔ تم بچو۔ اِتِّقَاء سے امر جمع مذکر حاضر

اِتَّقَوْا: وہ ڈرے۔ وہ بچے۔ اِتِّقَاء سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِتَّقَيْتُنَّ: تم ڈریں۔ تم نے پرہیزگاری اختیار کی۔ اِتِّقَاء سے ماضی جمع مؤنث حاضر۔

اِتَّقَيْنَ: وہ ڈریں۔ اِتِّقَاء سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

اِتَّقِيْنَ: تم ڈرو۔ اِتِّقَاء سے امر جمع مؤنث حاضر

اُتْلُ: تو پڑھ۔ تِلَاوَة سے امر واحد مذکر حاضر

اُتْلُوْا: تم پڑھو۔ تِلَاوَة سے امر جمع مذکر حاضر

اَتْلُوْا: میں پڑھتا ہوں۔ تِلَاوَة سے مضارع واحد متکلم۔

اَتْلُ: میں پڑھوں۔ تِلَاوَة سے مضارع واحد متکلم۔ (جواب امر میں مجزوم ہونے کی وجہ سے آخر سے واؤ گر گیا)

اَتَمَّ: اس نے پورا کیا۔ اِتْمَام سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَتْمِمْ: تو پورا کر۔ اِتْمَام سے امر واحد مذکر حاضر

اَتْمَمْتُ: میں نے پورا کیا۔ اِتْمَام سے ماضی واحد متکلم۔

اَتْمَمْنَا: ہم نے پورا کیا۔ اِتْمَام سے ماضی جمع متکلم۔

اَتِمُّوْا: تم پورا کرو۔ اِتْمَام سے امر جمع مذکر حاضر

اَتَوْا:۔ وہ آئے (بلا صلہ) وہ لائے (بصلہ بار) اِتْیَان سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اُتُوْا:۔ (بصلہ بار) ان کے پاس لایا گیا اِتْیَان سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اَتُوْبُ:۔ میں توبہ کرتا ہوں۔ رجوع ہوتا ہوں (بصلہ الی) میں توبہ قبول کرتا ہوں۔ رحمت کرتا ہوں۔ (بصلہ علی) تَوْبَۃ سے مضارع واحد متکلم۔ (دیکھو تَوْبَۃ)

اَتَوَکَّؤُ:۔ میں ٹیک لگاتا ہوں۔ تَوَکُّؤٌ سے مضارع واحد متکلم۔

اَتَیَا:۔ وہ دونوں آئے۔ اِتْیَان سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

اَتَیْنَا:۔ ہم آئے (بلا صلہ) ہم لائے (بصلہ بار) اِتْیَان سے ماضی جمع متکلم۔

اَثَابَ:۔ اس نے بدلہ دیا۔ اِثَابَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَثَاث:۔ اسباب خانہ۔

اَثَارَۃ:۔ علم جو چلا آتا ہو۔ تحریر جس کا اثر باقی رہ گیا ہو۔ اَثَر بمعنے نقش قدم سے ماخوذ ہے۔

اَثَارُوْا:۔ انہوں نے جوتا (زمین کو) اِثَارَۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔ اس کے اصل معنی برانگیختہ کرنا ہیں۔

اِثَّاقَلْتُمْ:۔ تم بوجھل ہوئے۔ اِثَّاقُل سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ یہ اصل میں تَثَاقَلْتُمْ تھا۔ بروزن تَفَاعُل۔ تا کو ثا سے بدل کر ثا میں ادغام کر دیا۔ اور شروع میں ہمزہ وصل لگا دیا۔ اسی طرح اِثَّاقَلْتُمْ بھی دراصل تَثَاقَلْتُمْ تھا۔

اَثَام:۔ گناہ۔ سزا۔ اِثْم کا اسم مصدر ہے۔

اُثْبُتُوْا:۔ تم ثابت قدم رہو۔ ثَبَات سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَثْخَنْتُمْ:۔ تم نے بہت خونریزی کی اِثْخَان سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَثَر:۔ نشان۔ جمع آثار۔ اس کے اصل معنی نقش قدم ہیں۔

اَثَرْنَ:۔ انہوں نے اٹھایا۔ برانگیختہ کیا۔ اِثَارَۃ سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

اَثْقَال:۔ بوجھ۔ مردے۔ خزانے۔ واحد ثِقْل (پہلے معنی حقیقت ہے اور مؤخرالذکر دونوں معنی مجازی ہیں۔)

اَثْقَلَتْ:۔ وہ بوجھل ہوئی (یعنی ایام حمل پورے ہوئے) اِثْقَال سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَثْل:۔ جھاؤ کا درخت۔

اِثْم:۔ گناہ۔ جمع آثام۔

اَثْمَرَ:۔ وہ پھل دار ہوا۔ اِثْمَار سے ماضی

واحد مذکر غائب

اِثْنَانِ:۔ دو (مذکر) رفعی حالت میں۔

اِثْنَتَیْنِ:۔ دو (مونث) نصبی و جری حالت میں

اَثِیْمٌ:۔ گنہگار۔ اِثْمٌ سے صفتِ مشبہ واحد مذکر۔

اَجَاءَ:۔ مجبور کیا۔ بیقرار کیا۔ اِجَاءَۃٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اُجَاجٌ:۔ کھاری پانی۔ کڑوا پانی۔

اِجْتَبٰی:۔ اس نے پسند کیا۔ چن لیا۔ اِجْتِبَاءٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اُجِبْتُمْ:۔ تم کو جواب دیا گیا۔ اِجَابَتٌ سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

اِجْتَبَیْتَ:۔ تو نے پسند کیا۔ اِجْتِبَاءٌ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اِجْتَبَیْنَا:۔ ہم نے پسند کیا۔ اِجْتِبَاءٌ سے ماضی جمع متکلم۔

اُجْتُثَّتْ:۔ اس کو اکھیڑ گیا۔ اِجْتِثَاثٌ سے ماضی مجہول واحد مونث غائب۔

اِجْتَرَحُوْا:۔ انہوں نے کمایا۔ انہوں نے ارتکاب کیا۔ اِجْتِرَاحٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِجْتَمَعَتْ:۔ جمع ہوئی۔ اِجْتِمَاعٌ سے ماضی واحد مونث غائب۔

اِجْتَمَعُوْا:۔ وہ جمع ہوئے۔ اِجْتِمَاعٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِجْتَنِبُوْا:۔ پرہیز کرو۔ بچو۔ اِجْتِنَابٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَجِدُ:۔ پاتا ہوں۔ پاؤں گا۔ وِجْدَانٌ سے مضارع واحد متکلم۔

اَجْدَاثٌ:۔ قبریں۔ واحد جَدَثٌ۔

اَجْدَرُ:۔ بہت لائق۔ زیادہ تر۔ جَدَارَۃٌ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَجْرٌ:۔ مزدوری۔ ثواب۔ مہر۔ جمع اُجُوْرٌ۔

اَجِرْ:۔ تو پناہ دے۔ اِجَارَۃٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِجْرَامٌ:۔ گناہ کرنا۔ باب افعال سے مصدر۔

اَجْرَمْنَا:۔ ہم نے گناہ کیا۔ اِجْرَامٌ سے ماضی جمع متکلم۔

اَجْرَمُوْا:۔ انہوں نے گناہ کیا۔ اِجْرَامٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَجْسَامٌ:۔ بدن۔ تن۔ واحد جِسْمٌ۔

اَجْعَلُ:۔ میں بنا دوں۔ جَعْلٌ سے مضارع واحد متکلم۔

اِجْعَلْ:۔ تو کر۔ تو بنا۔ جَعْلٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِجْعَلُوْا:۔ تم ٹھیراؤ۔ تم بناؤ۔ جَعْلٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَجْعَلَنَّ :۔ میں ضرور کروں گا۔ (اصل میں لَاَجْعَلَنَّ ہے) جَعْل سے مضارع واحد متکلم مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

اَجْل :۔ واسطے۔ سبب۔ وجہ (جیسے مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ۔ اس وجہ سے)

اَجَلٌ :۔ موت۔ مدت۔ مہلت۔ جمع آجَال

اَجْلِبْ :۔ تو کھینچ لے آ۔ چڑھا لا۔ اِجْلَاب سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَجَّلْتَ :۔ تو نے مدت مقرر کی۔ تَاْجِیْل سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اُجِّلَتْ :۔ مدت مقرر کی گئی (اُس کے لئے) تَاْجِیْل سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب

اِجْلِدُوْا :۔ کوڑے مارو۔ جَلْد سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَجَلَیْنِ :۔ دو مدتیں۔ اَجَل کا تثنیہ نصبی و جری حالت میں۔

اَجْمِعُوْا :۔ تم جمع کرو۔ اِجْمَاع سے امر جمع مذکر حاضر

اَجْمَعُوْا :۔ انہوں نے جمع کیا۔ اِجْمَاع سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَجْمَعُوْنَ :۔ وہ تمام۔ وہ سب۔ واحد اَجْمَعُ اسم تاکید ہے (بحالت رفعی)

اُجْنُبْ :۔ تو بچا۔ علیحدہ رکھ۔ جَنْب سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَجِنَّۃٌ :۔ پیٹ کے بچے۔ واحد جَنِیْن۔

اِجْنَحْ :۔ تو جھک۔ مائل ہو۔ جنوح سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَجْنِحَۃٌ :۔ پر۔ بازو۔ واحد جَنَاح۔

اُجُوْرٌ :۔ بدلے۔ مہر۔ واحد اَجْر۔

اُجِیْبُ :۔ میں قبول کرتا ہوں۔ اِجَابَۃ سے مضارع واحد متکلم۔

اُجِیْبَتْ :۔ وہ قبول کی گئی۔ اِجَابَۃ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

اَجِیْبُوْا :۔ تم مانو۔ فرمانبرداری کرو۔ اِجَابَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَحَادِیْث :۔ باتیں۔ واحد اُحْدُوْثَۃ۔ حَدِیْث

اَحَاطَ :۔ اس نے گھیر لیا۔ قابو میں کیا معلوم کیا اِحَاطَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔ (آخری معنی میں احاطۂ علمی مراد ہے)

اَحَاطَتْ :۔ اس نے گھیر لیا۔ اِحَاطَۃ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَحَبُّ :۔ بڑا دوست۔ محبوب تر۔ حُبّ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اُحِبُّ :۔ میں دوست رکھتا ہوں، چاہتا ہوں اِحْبَاب سے مضارع واحد متکلم۔

اَحِبَّاءُ :۔ دوست۔ پیارے۔ واحد حَبِیْب

اَحْبَار :۔ یہودیوں کے بڑے علماء۔ واحد حِبْر

حِبْر کے معنی ہیں۔ اچھا اثر۔ بڑے عالم کو
حِبْر اسلئے کہا گیا کہ اس کے علوم و کمالات کے
اثرات عوام میں باقی رہتے ہیں۔ عرف میں لفظ
کا استعمال علماءِ یہود کے لئے ہوتا ہے ۔

اَحْبَبْتُ :۔ میں نے دوست رکھا۔ اِحْبَاب سے
ماضی واحد متکلم۔

اَحْبَطَ :۔ اس نے کھو دیا۔ غارت کیا۔ اِحْبَاط
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِحْتَرَقَتْ :۔ وہ جل گئی۔ اِحْتِرَاق سے ماضی واحد
مؤنث غائب۔

اِحْتَمَلَ :۔ اُس نے اٹھایا۔ اِحْتِمَال سے ماضی واحد
مذکر غائب۔

اِحْتَمَلُوْا :۔ انہوں نے اٹھایا۔ اِحْتِمَال سے
ماضی جمع مذکر غائب۔

اَحْتَنِكَنَّ :۔ میں ضرور قابو میں کروں گا۔ چٹ
کر جاؤں گا۔ قرآن میں لَاَحْتَنِكَنَّ ہے
اِحْتِنَاك سے مضارع واحد متکلم مؤکد بلام
تاکید و نون ثقیلہ۔

اَحَد :۔ ایک۔ اکیلا۔ یکتا (مذکر)

اِحْدٰی :۔ ایک (اَحَد کا مؤنث)

اُحْدِثُ :۔ میں شروع کروں۔ اِحْدَاث
سے مضارع واحد متکلم)

اِحْذَرْ :۔ تو بچ۔ حَذَر سے امر واحد مذکر حاضر

اِحْذَرُوْا :۔ تم ڈرو۔ بچتے رہو۔ حَذَر سے امر
جمع مذکر حاضر۔

اَحْرَص :۔ بڑا لالچی۔ حرص سے اسم تفضیل واحد مذکر

اَحْزَاب :۔ گروہ۔ فرقے۔ واحد حِزْب۔

اَحَسَّ :۔ اس نے محسوس کیا۔ اِحْسَاس سے
ماضی واحد مذکر غائب۔

اِحْسَان :۔ بھلائی۔ نیکی۔ نکوکاری۔ احسان
کا استعمال دو طرح ہوتا ہے۔ دوسروں
سے بھلائی کرنے کے لئے۔ اور اپنی ذات
کو سنوارنے کے لئے کہ اچھا علم حاصل کرے
یا اچھا عمل کرے۔ قرآن کریم میں دونوں
معنی میں اس کا استعمال ہوا ہے۔

احسان کا درجہ عدل سے بڑھ کر ہے
عدل تو یہ ہے کہ دوسروں کے حق ادا کرے
اور اپنا حق حاصل کرے اور احسان یہ ہے
کہ دوسروں کو حق سے زیادہ دے اور خود
حق سے کم لے۔ لہذا عدل کا اختیار کرنا
واجب ہے اور احسان کا مستحب۔ چنانچہ
فرمایا گیا۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ
(اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے)

ایک حدیث میں احسان کی تشریح
یہ کی گئی ہے کہ بندہ خدا کی اس طرح فرماں
برداری کرے کہ گویا خدا اس کی نگاہوں

کے سامنے ہے۔ کیونکہ اگرچہ وہ اسے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ پاتا۔ لیکن خدا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ احسان کی یہ صورت سابق الذکر دونوں صورتوں کو شامل ہے حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری فرماتے ہیں۔ کہ احسان میں اذکار اوراد اور دیگر اعمال خیر سب شامل ہیں +

(مفردات امام راغب و فیض الباری ج ۱)

اَحْسَنَ :۔ اس نے اچھا کیا۔ نیکی کی۔ اِحْسَان سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَحْسِنْ :۔ تو نیکی کر۔ بھلائی کر۔ اِحْسَان سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَحْسَنُ :۔ بہت اچھا۔ بہتر۔ حُسْن سے اسم تفضیل واحد مذکر +

اَحْسَنْتُمْ :۔ تم نے نیکی کی۔ بھلائی کی اِحْسَان سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَحْسَنُوا :۔ انہوں نے نیکی کی۔ احسان کیا۔ اِحْسَان سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَحْسِنُوْا :۔ تم نیکی کرو۔ اِحْسَان سے امر جمع مذکر حاضر +

اَحَسُّوْا :۔ انہوں نے پایا۔ محسوس کیا اِحْسَاس سے ماضی جمع مذکر غائب +

اُحْشُرُوْا :۔ تم جمع کرو۔ حَشْر سے امر جمع نصر مذکر

اَحْصٰی :۔ اس نے گن لیا۔ بہت یاد رکھنے والا پہلے معنی میں اِحْصَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اور دوسرے معنی میں اِحْصَاء سے خلافِ قیاس اسم تفضیل واحد مذکر۔

اُحْصِرْتُمْ :۔ تم روکے گئے۔ اِحْصَار سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

اُحْصِرُوْا :۔ وہ روکے گئے۔ اِحْصَار سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اُحْصُرُوْا :۔ تم گھیرو۔ قید رکھو۔ حَصْر سے امر جمع مذکر نصر +

اُحْصِنَّ :۔ وہ نکاح میں لائی گئیں اِحْصَان سے ماضی مجہول جمع مؤنث غائب۔

اَحْصَنَتْ :۔ اس نے حفاظت کی (شرمگاہ کی یعنی عصمت کی) اِحْصَان سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَحْصُوْا :۔ تم گنو۔ اِحْصَاء سے امر جمع مذکر نصر

اَحْصَيْنَا :۔ ہم نے لیا۔ گن رکھا۔ اِحْصَاء سے ماضی جمع متکلم

اَحْضَرَتْ :۔ اس نے حاضر کیا اِحْضَار سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اُحْضِرَتْ :۔ وہ حاضر کی گئی۔ اِحْضَار سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب

اَحَطْتُ :۔ میں نے گھیر لیا۔ میں نے معلوم کیا۔

اِحَاطَة سے ماضی واحد متکلم (یہاں احاطہ علمی مراد ہے)

اَحَطْنَا:۔ ہم نے گھیر لیا۔ ہم نے معلوم کر لیا۔ اِحَاطَۃ سے ماضی جمع متکلم (یہاں احاطہ علمی مراد ہے)

اِحْفَظُوْا:۔ تم حفاظت کیا کرو۔ حِفظ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَحَقُّ:۔ زیادہ حقدار۔ حَقّ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَحْقَاب:۔ بڑی مدتیں۔ بے انتہا زمانے۔ واحد۔ حُقُب۔

اَحْقَاف:۔ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم "عادارم" کی بستیاں :۔ علامہ سید سلیمان "بلاد الاحقاف" کی تعیین کے سلسلہ میں لکھتے ہیں :۔

یمامہ عمان بحرین حضرموت اور مغربی یمن کے بیچ میں جو صحرائے اعظم الدہنا یا "ربع خالی" کے نام سے واقع ہے۔ گو وہ آبادی کے قابل نہیں۔ لیکن اس کے اطراف میں کہیں کہیں آبادی کے لائق تھوڑی تھوڑی زمین ہے۔ خصوصاً اس حصہ میں جو حضر موت سے نجران تک پھیلا ہوا ہے گو اس وقت وہ بھی آباد نہیں۔ تاہم عہد قدیم میں اسی حضرموت اور نجران کے درمیانی حصہ میں "عادارم" کا مشہور قبیلہ آباد تھا۔ جس کو خدا نے اس کی نافرمانی کی پاداش میں نیست و نابود کر دیا۔ (ارض القرآن)

اَحْكَمُ:۔ بڑا حاکم۔ حُكْم سے اسم تفضیل واحد مذکر

اُحْكُمْ:۔ تو فیصلہ کر (بصلہ بَيْن)۔ حُكْم سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُحْكِمَتْ:۔ وہ مضبوط کی گئی۔ مدلل کی گئی۔ اِحْكَام سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب

اَحَلَّ:۔ اس نے حلال کیا۔ اتارا۔ اِحْلَال سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب

اُحِلَّ:۔ وہ حلال کیا گیا۔ اِحْلَال سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

اُحِلُّ:۔ میں حلال کرتا ہوں۔ اِحْلَال سے مضارع واحد متکلم۔

اَحْلَام:۔ خواب۔ واحد حُلُم۔ عقلیں بردباریاں۔ واحد حِلْم۔

اُحِلَّتْ:۔ وہ حلال کی گئی۔ اِحْلَال سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

اُحْلُلْ:۔ تو کھول۔ حَلّ سے امر واحد مذکر حاضر

اَحْلَلْنَا:۔ ہم نے حلال کیا۔ اِحْلَال سے ماضی جمع متکلم۔

اَحَلُّوْا:۔ انہوں نے اتارا۔ اِحْلَال سے

سے ماضی جمع مذکر غائب +

اَحْمَال :۔ بوجھ۔ حمل۔ واحد حَمْل

اَحْمَدُ :۔ بڑا سراہا ہوا۔ خاتم الانبیا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبعوث ہونے کی بشارت اسی مقدس نام سے دی تھی + امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ اس بشارت میں لفظ احمد کو لانے سے اس امر کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام سے کہیں زیادہ قابل تعریف ہونگے (مفردات القرآن)

اَحْمِلُ :۔ میں اٹھا رہا ہوں۔ میں سوار کردوں حَمْل سے مضارع واحد متکلم

اِحْمِلْ :۔ تو سوار کر۔ تو چڑھا۔ حَمْل سے امر واحد مذکر حاضر +

اَحْوٰی :۔ سیاہ مائل بہ سبزی۔ حَوٰی سے اَفْعَل صفت۔

اَحْیٰی :۔ اس نے جلایا۔ زندہ کیا۔ اِحْیَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَحْیَاءٌ :۔ زندے۔ واحد۔ حَیّ

اُحِیْطَ :۔ وہ گھیرا گیا۔ اِحَاطَۃ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

اُحْیِیْ :۔ میں زندہ کرتا ہوں۔ اِحْیَاء سے مضارع واحد متکلم۔

اَحْیَیْتَ :۔ تونے زندہ کیا۔ اِحْیَاء سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اَحْیَیْنَا :۔ ہم نے زندہ کیا۔ اِحْیَاء سے ماضی جمع متکلم۔

اَخ :۔ بھائی۔ جمع اِخْوَۃ + اِخْوَان۔

اَخَافُ :۔ میں ڈرتا ہوں۔ خَوْف سے مضارع واحد متکلم۔

اُخَالِفُ :۔ میں خلاف کروں گا۔ مُخَالَفَۃ سے مضارع واحد متکلم۔

اَخْبَار :۔ خبریں۔ واحد خَبَر۔

اَخْبَتُوْا :۔ وہ جھکے۔ عاجزی کی۔ اِخْبَات سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اُخْت :۔ بہن۔ جمع اَخَوَات۔

اِخْتَار :۔ اس نے پسند کیا اختیار سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِخْتَرْتُ :۔ میں نے پسند کیا۔ اِخْتِیَار سے ماضی واحد متکلم۔

اِخْتَرْنَا :۔ ہم نے پسند کیا۔ اِخْتِیَار سے ماضی جمع متکلم۔

اِخْتَصَمُوْا :۔ انہوں نے جھگڑا کیا۔ اِخْتِصَام

سے ماضی جمع مذکر غائب۔
اِختلاف:۔ فرق۔ تفاوت۔ جھگڑا۔ جھگڑنا یکے بعد دیگرے آنا۔ باب افتعال سے مصدر۔
اِختلاق:۔ بنائی ہوئی بات۔ بہتان۔ من گھڑت۔ باب افتعال سے مصدر (اسمی معنے میں مستعمل ہے)
اِختَلَطَ:۔ وہ مل جُل گیا۔ اِختلاط سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اِختَلَفَ:۔ اس نے اختلاف کیا۔ اِختلاف سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اُختُلِفَ:۔ وہ اختلاف کیا گیا۔ اِختلاف سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔
اِختَلَفُوا:۔ انہوں نے اختلاف کیا۔ جھگڑا کیا۔ اِختلاف سے ماضی جمع مذکر غائب۔
اُختَینِ:۔ دو بہن۔ اُخت کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔
اُخدُود:۔ کھائی۔ خندق۔ اصحاب الاخدود کھائی والے۔ "اصحاب الاخدود" سے وہ کافر و ظالم بادشاہ اور اس کے ساتھی مراد ہیں۔ جنہوں نے حضرت عیسیٰ کے زمانۂ نبوت میں بہت مسلمانوں کو آگ کی خندقوں میں گرا گرا کر خاک کر دیا تھا۔ اُن کا یہ جرم تھا کہ اُنہوں نے بادشاہ کے لڑکے کے ہاتھ سے (جو ایک راہب کی تلقین سے مشرف باسلام ہو چکا تھا) عجیب و غریب کرامات صادر ہوتے دیکھ کر دین کو قبول کرنے اور کفر و سحر سے بیزار ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔ یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ مسلم و ترمذی میں مذکور ہے۔
اس کے علاوہ دیگر ہیں اور عرب مورخین کی روایات سے اس پر مزید روشنی اس طرح پڑتی ہے کہ یمن کے مشہور یہودی بادشاہ ذونواس کے زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین میں سے ایک شخص تیمون راہب بلاد روم سے ہجرت کر کے تبلیغ دین کے لئے نجران میں مقیم ہو گیا تھا۔ وہاں بہت سے لوگ اس کے ہاتھ پر مشرف بایمان ہوئے اور یہ سلسلہ برابر بڑھتا رہا۔ ذونواس متعصب یہودی تھا اس نے پہلے تو لوگوں کو ڈرا دھمکا کر باز رکھنا چاہا۔ مگر جب نہ مانے تو گہری کھائی میں آگ بھڑکا کر انہیں زندہ جلا دیا۔ جو کسی طرح اس سے بچ نکلے ان کو قتل کر دیا۔
ان میں سے ایک شخص کسی طرح اپنی

جان بچا کر قیصر روم کے پاس پہنچا۔ اور ذونواس کے ظلم کی داستان سنائی۔ قیصر جوستنیان نے نجاشی شاہ حبشہ کو جو عیسائی اور اس کے زیر اثر تھا۔ لکھا۔ نجاشی نے فوراً اپنے ایک بہادر سردار اریاط کی ماتحتی میں ایک زبردست لشکر ذونواس پر حملہ کرنے کے لئے بھیجدیا۔ اریاط نے یمن پر قبضہ کر لیا۔ اور ذونواس سمندر میں ڈوب کر مر گیا۔ اس واقعہ کو انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا کے علاوہ اسی طرح "سٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ" میں نقل کیا گیا ہے لیکن مؤرخ طبری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلے نجاشی کے پاس پہنچا تھا مگر نجاشی نے اس سے کہا کہ آدمی تو میرے پاس بہت ہیں۔ مگر جہاز نہیں۔ میں قیصر کو لکھتا ہوں۔ کہ وہ جہاز بھیجدے۔ چنانچہ جب قیصر نے جہاز بھیجدیئے تو اس نے اریاط کی کمان میں یمن پر حملہ کرا دیا۔

(طبری ج ۲ ص۱۰۴ بحوالہ "حیاۃ محمد" مصنفہ محمد حسین ہیکل مطبوعہ مصر)

اُخْذ:۔ گرفت۔ عذاب۔ پکڑنا۔ لینا۔ پہلے دو معنے میں۔ اسم مصدر۔ دوسرے دو معنے باب نَصَرَ سے مصدر۔

اَخَذَ:۔ اس نے لیا۔ پکڑا۔ اَخْذ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اُخِذَ:۔ وہ لیا گیا۔ وہ پکڑا گیا۔ اَخْذ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

اَخْذَة:۔ پکڑ۔ گرفت۔ اَخْذ سے مصدر برائے مَرَّة۔

اَخَذَتْ:۔ اس نے لیا۔ پکڑا۔ اَخْذ سے ماضی واحد مونث غائب۔

اَخَذْتُمْ:۔ تم نے لیا۔ اَخْذ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَخَذْنَ:۔ انہوں نے لیا۔ اَخْذ سے ماضی جمع مونث غائب۔

اَخَذْنَا:۔ ہم نے لیا۔ ہم نے پکڑا۔ اَخْذ سے ماضی جمع متکلم۔

اُخِذُوْا:۔ وہ پکڑے گئے۔ وہ لئے گئے۔ اَخْذ سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اُخَرُ:۔ دوسرے۔ اور اسم تفضیل جمع مونث واحد۔ اُخْریٰ۔

اَخَّرَ:۔ اس نے پیچھے چھوڑا۔ تَاْخِیْر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَخِّرْ:۔ تو مہلت دے۔ تَاْخِیْر سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُخْریٰ:۔ دوسری۔ اور اسم تفضیل واحد مونث۔

جمع اُخْرٰ۔

اِخْرَاج :۔ نکالنا۔ بابِ افعال سے مصدر۔

اَخَّرَتْ :۔ اس نے پیچھے چھوڑا۔ تَاْخِیْر سے ماضی واحد مونث غائب۔

اَخَّرْتَ :۔ تو نے پیچھے چھوڑا۔ تو نے دیر کی تَاْخِیْر سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اَخْرَجَ :۔ اس نے نکالا۔ اُگایا۔ اِخْرَاج سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَخْرِجْ :۔ تو نکال۔ اِخْرَاج سے امر واحد مذکر حاضر +

اُخْرَجُ :۔ میں نکالا جاؤں گا۔ اِخْرَاج سے مضارع مجہول واحد متکلم۔

اُخْرُجْ :۔ تو نکل۔ خُرُوْج سے امر واحد مذکر حاضر +

اَخْرَجَتْ :۔ اس عورت نے نکالا۔ اِخْرَاج ماضی واحد مونث غائب۔

اُخْرِجَتْ :۔ وہ نکالی گئی۔ اِخْرَاج سے ماضی مجہول واحد مونث غائب۔

اُخْرِجْتُمْ :۔ تم نکالے گئے۔ اِخْرَاج سے ماضی مجہول۔ جمع مذکر حاضر۔

اُخْرِجْنَا :۔ ہم نکالے گئے اِخْرَاج سے ماضی مجہول۔ جمع متکلم۔

اَخْرَجْنَا :۔ ہم نے نکالا۔ اِخْرَاج سے ماضی جمع متکلم۔

اَخْرَجُوْا :۔ انہوں نے نکالا۔ اِخْرَاج سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اُخْرِجُوْا :۔ وہ نکالے گئے۔ اِخْرَاج سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اُخْرُجُوْا :۔ تم نکلو۔ خُرُوْج سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَخْرِجُوْا :۔ تم نکالو۔ اِخْرَاج سے امر جمع مذکر حاضر +

اَخَّرْنَا :۔ ہم نے دیر کی۔ تَاْخِیْر سے ماضی جمع متکلم

اَخْزٰی :۔ بڑا رسوا۔ بڑا شرمندہ خِزْی سے اسم تفضیل واحد مذکر +

اَخْزَیْتَ :۔ تو نے رسوا کیا۔ اِخْزَاء سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اِخْسَئُوْا :۔ تم پھٹکارے ہوئے رہو۔ خَسَاْ سے امر جمع مذکر حاضر +

اَخْسَرُوْنَ :۔ بہت ٹوٹا پانے والے۔ خُسْرَان سے اسم تفضیل جمع مذکر۔ بحالت رفعی واحد اَخْسَرُ +

اِخْشَوْا :۔ تم ڈرو۔ خَشْیَۃ سے امر جمع مذکر حاضر

اَخْضَر :۔ سبز ہرا۔ خُضْرَۃ سے افعل صفت جمع خُضْر۔

اَخْطَاْتُمْ :۔ تم نے خطا کی۔ اِخْطَاء سے ماضی

جمع مذکر حاضر (خَطَأٌ کا، وہ مجرد سے عمداً غلطی کرنے اور افعال سے بھول کر غلطی کرنے کے معنیٰ میں آتا ہے۔)

اَخْطَأْنَا: ہم چوکے۔ ہم نے خطا کی۔ اَخْطَاء سے ماضی جمع متکلم۔

اَخْفٰی: بہت چھپا ہوا۔ خِفَاء سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَخْفِضْ: تو جھکا۔ پست کر۔ اِخْفَاض سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُخْفِیَ: وہ چھپایا گیا۔ اِخْفَاء سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

اُخْفِیْ: میں چھپاتا ہوں۔ اِخْفَاء سے مضارع

اَخْفَیْتُمْ: تم نے چھپایا۔ اِخْفَاء سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَخِلَّاءُ: دوست۔ احباب۔ واحد خَلِیْل

اَخْلَدَ: وہ سدا رہا۔ اِخْلَاد سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَخْلَصْنَا: ہم نے خالص کیا۔ ممتاز کیا۔ اِخْلَاص سے ماضی جمع متکلم۔

اَخْلَصُوْا: انہوں نے خالص کیا۔ اِخْلَاص سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِخْلَعْ: تو اتار۔ خَلْع سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُخْلُفْ: تو خلیفہ ہو۔ نائب ہو۔ خِلَافَۃ سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَخْلَفْتُ: میں نے وعدہ خلافی کی۔ اِخْلَاف سے ماضی واحد متکلم۔

اَخْلَفُوْا: انہوں نے خلاف کیا۔ اِخْلَاف سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَخْلُقُ: میں بناتا ہوں۔ خَلْق سے مضارع واحد متکلم۔ خَلْق کے معنیٰ کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا ہے اس طرح کہ پہلے سے اس کی اصل اور نمونہ بھی موجود نہ ہو یہ صورت صرف جناب باری تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے کبھی ایک چیز سے دوسری چیز بنا دینے کو بھی خَلْق کہتے ہیں۔ وَ اَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ (میں مٹی سے پرندہ کی صورت بناتا ہوں) میں جو حضرت عیسیٰؑ کے قول کو بیان کیا گیا ہے تو یہاں تبدیل صورت ہی مراد ہے (مفردات) علامہ عثمانی فرماتے ہیں۔ محض شکل و صورت بنانے کو خَلْق سے تعبیر کرنا صرف ظاہری حیثیت سے ہے جیسے حدیث صحیح میں معمولی تصویر بنانے کو خلق سے تعبیر فرمایا اَحْیُوْا مَا خَلَقْتُمْ، یا خدا کو اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ فرما کر بتلا دیا کہ محض ظاہری صورت کے لحاظ سے

غیر اللہ پر بھی یہ لفظ بولا جا سکتا ہے شاید اسی لئے یہاں یوں نہ فرمایا۔ کہ "میں مٹی سے پرندہ بنا دیتا ہوں" بلکہ یوں کہا۔ "میں مٹی سے پرندہ کی شکل بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں" (فوائد القرآن)

(لَمْ) اَخُنْ:۔ میں نے خیانت نہیں کی۔ خِیَانَةٌ سے مضارع نفی جحد واحد متکلم۔

اَخَوَات:۔ بہنیں۔ واحد۔ اُخْت۔

اَخْوَال:۔ ماموں۔ واحد خَال۔

اِخْوَان:۔ بھائی۔ واحد۔ اَخ۔

اِخْوَةٌ:۔ بھائی۔ واحد اَخ۔ بعض علماء لغت کی رائے ہے کہ اگر دوستی کے لحاظ سے بھائی مراد ہوں تو اس کی جمع اِخْوَان آتی ہے۔ اور اگر نسب کے لحاظ سے بھائی مراد ہو تو اس کی جمع اِخْوَة۔ قرآن میں جو فرمایا گیا۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَة تو اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ گویا مسلمان آپس میں سگے بھائی ہیں۔"

اَخُوْهُ:۔ اس کا بھائی۔ اَخ حالت رفعی میں ضمیر مجرور واحد مذکر غائب کی طرف مضاف ہے۔

اَخِیْ:۔ میرا بھائی۔ اَخ مضاف بہ یائے متکلم۔

اَخْیَار:۔ نیک لوگ۔ واحد خَیْر

اَخِیْهِ:۔ اس کا بھائی۔ اَخ بحالت جری ضمیر مجرور واحد مذکر غائب کی طرف مضاف ہے۔

اِدّ:۔ بھاری بات۔ بری بات۔

اَدَاء:۔ پہنچانا۔ حق ادا کرنا۔ باب تفعیل سے کلام کے وزن پر اسم مصدر ہے۔

اِدّٰرَأْتُمْ:۔ تم نے ایک دوسرے پر ڈالا۔ اِدّٰرُءٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ اِدّٰرُءٌ اصل میں تَدَارُءٌ تھا۔ تا کو دال سے بدل کر ادغام کیا۔ اور شروع میں ہمزہ وصل لگا اسی طرح اِدّٰرَأْتُمْ بھی دراصل تَدَارَأْتُمْ تھا۔

اِدّٰرَكَ:۔ تھک کر رہ گیا۔ اِدّٰرُكٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔ (یہاں بھی حسب سابق ادغام ہوا ہے)

اِدّٰرَكُوْا:۔ وہ گر چکے۔ اِدّٰرُكٌ سے ماضی جمع مذکر غائب (ادغام حسب سابق)

اِدْبَار:۔ پیٹھ پھیرنا۔ شکست کھانا۔ باب افعال سے مصدر ہے۔

اَدْبَار:۔ پیٹھیں۔ بعد میں۔ واحد دُبُر پہلے معنیٰ میں حقیقت اور دوسرے معنیٰ میں مجاز ہے۔

اَدْبَرَ:۔ اس نے پیٹھ پھیری۔ اِدْبَار سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَدْخِلْ:۔ تو داخل کر۔ اِدْخَال سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُدْخُلْ:۔ تو داخل ہو۔ دُخُول سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُدْخِلَنَّ:۔ میں ضرور داخل کروں گا۔ قرآنِ کریم میں لَاُدْخِلَنَّ ہے۔ اِدْخَال سے مضارع واحد متکلم۔ مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

اُدْخُلُوْا:۔ تم داخل ہو۔ دُخُول سے امر جمع مذکر حاضر۔

اُدْخِلُوْا:۔ وہ داخل کیے گئے۔ اِدْخَال سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اُدْخُلِی:۔ تو داخل ہو۔ دُخُول سے امر واحد مؤنث حاضر۔

اَدْرٰی:۔ اُس نے خبر دی جتلایا۔ اِدْرَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِدْرَءُوْا:۔ تم دفع کرو۔ دُور کرو۔ دَرْءٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَدْرَكَ:۔ اس نے پالیا۔ جان لیا۔ اِدْرَاك سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَدْرِیْ:۔ میں جانتا ہوں۔ دِرَایَة سے مضارع [illegible] متکلم۔

اِدْرِیْس:۔ ایک پیغمبر (علیہ السلام) کا نام نامی۔ جو حضرت آدمؑ اور نوحؑ علیہ السلام کے درمیانی زمانہ میں گذرے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ دنیا میں نجوم وحساب کا علم قلم سے لکھنا۔ کپڑا سینا۔ ناپ تول کے آلات اور اسلحہ کا بنانا انہوں نے ایجاد کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ علیہ السلام کی طرح وہ بھی آسمان پر زندہ اُٹھائے گئے اور اب تک زندہ ہیں اُن کا اصل نام اخنوخ یا اخنون تھا۔ کثرت درس و تدریس کے سبب ان کا نام ادریس مشہور ہوگیا۔ (الاتقان وغیرہ)

اُدْعُ:۔ تو مانگ۔ پکار۔ دعا کر۔ بُلا۔ دُعَاء سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُدْعُوْا:۔ تم پکارو۔ دُعا کرو۔ بلاؤ۔ دُعَاء سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَدْعِیَاء:۔ لے پالک۔ بیٹے۔ مُتَبَنّٰی۔ واحد۔ دَعِیٌّ

اِدْفَعْ:۔ تو دُور کر۔ جوابدہی کر۔ دَفْعٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِدْفَعُوْا:۔ تم دور کرو۔ دَفْعٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِدَّكَرَ:۔ اُس نے یاد کیا۔ اِدِّکَار سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اِدِّکَار اصل میں اِذْتِکَار تھا۔ تاء کو دال سے بدلا پھر ذال کو دال کرکے دوسری دال میں

ادغام کر دیا۔ اِدَّکَرَ بھی دراصل اِذْتَکَرَ تھا۔

اَدُلُّ :۔ میں بتاؤں۔ دَلَالَۃ سے مضارع واحد متکلم۔

اَدْلیٰ :۔ اُس نے لٹکایا۔ اِدْلَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَدْنیٰ :۔ بہت نزدیک۔ بہت گھٹیا۔ دُنُوّ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔ پہلے معنیٰ میں حقیقت ہے اور دوسرے میں مجاز۔

اَدُّوْا :۔ تم سپرد کرو۔ (بصلہٗ الیٰ) اَدَاء۔ تَاْدِیَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَدْھیٰ :۔ بڑی مصیبت۔ دَھْیٌ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔ دَھْیٌ کے معنیٰ مصیبت پہنچنا خرابی لاحق ہونا ہیں۔

اِذْ :۔ جس وقت۔ جب۔ جبکہ (اسم ظرف زمان ہے)

اِذًا :۔ اُس وقت تو۔ تب تو (حرف ناصبہ ہے)

اِذَا :۔ جب۔ یکایک۔ ناگاہ۔

اَذَاعُوْا :۔ انہوں نے شہرت دی۔ اِذَاعَۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَذَاقَ :۔ اس نے چکھایا۔ اِذَاقَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَذَانٌ :۔ خبر دینا۔ سنا دینا۔ کلام کے وزن پر باب تفعیل سے اسم مصدر۔

اَذْبَحُ :۔ میں ذبح کرتا ہوں۔ ذَبْحٌ سے مضارع واحد متکلم۔

اَذْکُرُ :۔ میں یاد کروں۔ ذِکْرٌ سے مضارع واحد متکلم

اُذْکُرُوْا :۔ تم یاد کرو۔ ذِکْرٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَذْقَانٌ :۔ ٹھوڑیاں۔ واحد۔ ذَقَنٌ۔

اَذَقْنَا :۔ ہم نے چکھایا۔ اِذَاقَۃ سے ماضی جمع متکلم۔

اَذَلُّ :۔ بڑا ذلیل۔ بہت بے قدر۔ ذُلٌّ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَذِلَّۃٌ :۔ ذلیل و خوار لوگ۔ نرم دل لوگ۔ واحد ذَلِیْلٌ۔

اَذَلِّیْنَ :۔ ذلیل ترین لوگ۔ ذُلٌّ سے اسم تفضیل جمع مذکر بحالت جری۔ واحد اَذَلُّ

اُذُنٌ :۔ کان۔ سُن کر قبول کرنے والا۔ جمع آذان پہلے معنیٰ میں حقیقت اور دوسرے معنیٰ میں مجاز ہے۔

اُذِنَ :۔ اجازت دی گئی۔ اِذْنٌ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

اِذْنٌ :۔ ارادہ۔ حکم۔ اجازت۔ (دراصل یہ سمع سے مصدر ہے)

اَذَّنَ :۔ اُس نے پکارا۔ تَاْذِیْنٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَذِّنْ :۔ تو پکارا۔ تَاْذِیْنٌ سے امر واحد مذکر حاضر

اَذِنَتْ:- اُس نے سن لیا۔ اَذِن سے ماضی واحد مونث غائب۔
اُذُنَيْن:- دو کان۔ اُذُن کا تثنیہ بحالت نصبی وجری۔
اَذْهَبَ: اس نے دور کیا۔ اِذْهَاب سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اِذْهَبْ:- تو جا۔ تو لے جا۔ ذهاب سے امر واحد مذکر حاضر۔ دوسرے معنٰی میں بصلہ باء آتا ہے۔
اِذْهَبَا:- تم جاؤ۔ ذَهَاب سے امر تثنیہ مذکر حاضر۔
اَذْهَبْتُمْ:- تم لے گئے۔ تم نے ضائع کیا۔ اِذْهَاب سے ماضی جمع مذکر حاضر۔
اِذْهَبُوْا:- تم جاؤ۔ تم لے جاؤ۔ (دوسرے معنٰی میں بصلہ بار) ذَهَاب سے امر جمع مذکر حاضر۔
اَذًى:- نجاست۔ تکلیف۔ ضرر۔
اَرِ:- تو دکھا۔ اِرَاءَةٌ سے امر واحد مذکر حاضر
اَرَائِك: تخت۔ واحد۔ اَرِيْكَة۔
اَرَادَ:- اُس نے چاہا۔ ارادہ کیا۔ اِرَادَةٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اَرَادَا:- انہوں نے چاہا۔ اِرَادَةٌ سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔
اَرَادُوْا:- انہوں نے چاہا۔ اِرَادَةٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔
اَرَاذِل:- نیچ قوم کے۔ کمینے بڑے ذلیل رَذَالَة سے اسم تفضیل جمع مذکر۔ واحد اَرْذَل
اَرْبٰى:- زیادہ چڑھا ہوا۔ رَبَاء سے اسم تفضیل واحد مذکر۔
اَرْبَاب:- پالنے والے۔ مالک۔ معبود واحد رَبّ
اِرْبَة:- حاجت۔ غرض۔ ج اِرَب۔
اَرْبَعَة:- چار (اسم عدد۔ مؤنث کے لئے)
اَرْبَعِيْن:- چالیس (بحالت نصبی وجری)
اِرْتَابَ:- اس نے شک کیا۔ اِرْتِيَاب سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اِرْتَابَتْ:- اس نے شک کیا۔ اِرْتِيَاب سے ماضی واحد مؤنث غائب۔
اِرْتَابُوْا:- انہوں نے شک کیا۔ اِرْتِيَاب سے ماضی جمع مذکر غائب۔
اِرْتَبْتُمْ:- تم نے شک کیا۔ اِرْتِيَاب سے ماضی جمع مذکر حاضر۔
اِرْتَدَّ:- وہ اُلٹ گیا۔ وہ پھر گیا۔ اِرْتِدَاد سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اِرْتَدَّا:- وہ الٹے پھرے۔ اِرْتِدَاد سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔
اِرْتَدُّوْا:- وہ الٹے پھرے۔ اِرْتِدَاد سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِرْتَضٰی: وہ راضی ہوا۔ اس نے پسند کیا۔ اِرْتِضَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِرْتَقِبْ: تو منتظر رہ۔ راہ دیکھ۔ اِرْتِقَاب سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِرْتَقِبُوْا: تم منتظر رہو۔ اِرْتِقَاب سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَرْجَاءٌ: کنارے۔ واحد۔ رَجَاءٌ۔

اَرْجِعُ: میں پھروں۔ رُجُوْع سے مضارع واحد متکلم۔

اَرْجِعْ: تو پھیر۔ اِرْجَاع سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِرْجِعْ: تو لوٹ جا۔ رُجُوْع سے امر واحد مذکر حاضر

اِرْجِعُوْا: تم لوٹ جاؤ۔ رُجُوْع سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِرْجِعِیْ: تو پھر جا۔ لوٹ جا۔ رُجُوْع سے امر واحد مؤنث حاضر۔

اَرْجُلٌ: پاؤں۔ واحد رِجْل۔

اَرْجُمَنَّ: میں ضرور سنگسار کروں گا۔ قرآن کریم میں لَاَرْجُمَنَّ ہے۔ رَجْم سے مضارع واحد متکلم مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

اُرْجُوْا: تم امید رکھو۔ رَجَاء سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَرْجِهْ: تو اس کو ڈھیل دے۔ یہ اَرْجِ۔ اِرْجَاء سے امر واحد مذکر حاضر ہے اور آخر میں ضمیر منصوب متصل واحد مذکر غائب لاحق ہے۔

اَرْحَامٌ: بچہ دانیاں۔ رشتے ناتے۔ قرابتیں واحد رَحِمٌ۔

اَرْحَمُ: بڑا رحم والا۔ بڑا مہربان۔ زیادہ رحم کرنے۔ رَحْمَۃ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اِرْحَمْ: تو رحم کر۔ رَحْمَۃ سے امر واحد مذکر حاضر

اَرْدٰی: اس نے ہلاک کیا۔ غارت کیا۔ اِرْدَاءٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَرَدْتُّ: میں نے چاہا۔ اِرَادَۃ سے ماضی واحد متکلم۔

اَرَدْتُّمْ: تم نے چاہا۔ اِرَادَۃ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَرَدْنَ: انہوں نے چاہا۔ اِرَادَۃ سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

اَرَدْنَا: ہم نے چاہا۔ اِرَادَۃ سے ماضی جمع متکلم

اَرْذَلُ: بہت کمینہ۔ خراب تر۔ رَذَالَۃ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَرْذَلُوْنَ: کمینے۔ ذلیل لوگ۔ واحد اَرْذَلُ۔

اُرْزُقْ :۔ تو روزی دے۔ رِزْق سے امر واحد مذکر حاضر ۔

اُرْزُقُوا :۔ تم روزی دو۔ رِزْق سے امر جمع مذکر حاضر ۔

اَرْسٰی :۔ اُس نے قائم کیا۔ اِرْسَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اِرْسَاء کے اصل معنٰی کشتی کا لنگر ڈالنا ہیں۔ چونکہ لنگر گرا کر کشتی یا جہاز کو سمندر میں روک لیا جاتا ہے اس لئے مجازاً اس کا استعمال پہاڑوں کی تخلیق کے لئے فرمایا گیا ہے۔ جن کی وجہ سے زمین سطح آب پر ٹھیر گئی ۔

اُرْسِلُ :۔ میں بھیجوں گا۔ اِرْسَال سے مضارع واحد متکلم۔

اُرْسِلَ :۔ وہ بھیجا گیا۔ اِرْسَال سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب ۔

اَرْسِلْ :۔ تو بھیج۔ اِرْسَال سے امر واحد مذکر حاضر

اَرْسَلَ :۔ اس نے بھیجا۔ اِرْسَال سے ماضی واحد مذکر غائب ۔

اَرْسَلَتْ :۔ اس عورت نے بھیجا ارسال سے ماضی واحد مؤنث غائب ۔

اَرْسَلْتَ :۔ تو نے بھیجا۔ اِرْسَال سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اُرْسِلْتُمْ :۔ تم بھیجے گئے۔ اِرْسَال سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

اُرْسِلْنَا :۔ ہم بھیجے گئے۔ اِرْسَال سے ماضی مجہول جمع متکلم۔

اَرْسَلُوا :۔ انہوں نے بھیجا۔ اِرْسَال سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اُرْسِلُوا :۔ وہ بھیجے گئے۔ اِرْسَال سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اَرْسِلُوا :۔ تم بھیجو۔ اِرْسَال سے امر جمع مذکر حاضر

اِرْصَاد :۔ تاکنا۔ گھات لگانا۔ باب افعال سے مصدر ۔

اَرْض :۔ زمین۔ جمع اَرَضُون۔ آرَاضِی

اَرْضَعَتْ :۔ اس نے دودھ پلایا۔ اِرْضَاع۔ سے ماضی واحد مؤنث غائب ۔

اَرْضَعْنَ :۔ انہوں نے دُودھ پلایا۔ اِرْضَاع سے ماضی جمع مؤنث غائب ۔

اَرْضِعِی :۔ تو دودھ پلا۔ اِرْضَاع سے امر واحد مؤنث حاضر۔

اِرْعَوْا :۔ تم چرواؤ۔ نگہبانی کرو۔ رَعْی۔ رِعَایَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِرْغَبْ :۔ رَاغب ہو۔ دل لگا (بصلۂ الی) رَغْبَۃ سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِرْکَبْ :۔ تو سوار ہو۔ رُکُوب سے امر واحد مذکر حاضر ۔

اِرْکَبُوْا :۔ تم سوار ہو۔ رُکُوْب سے امر جمع مذکر حاضر
اَرْکَسَ :۔ اُس نے اُلٹ دیا۔ اِرْکَاس سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اُرْکِسُوْا :۔ وہ اُلٹے گئے۔ اِرْکَاس سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔
اُرْکُضْ :۔ تو لات مار۔ رَکْض سے امر واحد مذکر حاضر۔
اِرْکَعُوْا :۔ جھکو۔ تواضع اختیار کرو۔ رکوع کرو۔ نماز پڑھو۔ رُکُوْع سے امر جمع مذکر حاضر۔ رُکُوْع سے قرآنِ کریم میں نماز بھی مراد لی گئی ہے۔ یا اس لئے کہ وہ رکوع پر مشتمل ہے اور یا اس لئے کہ وہ تواضع اور عاجزی کی سب سے کامل صورت ہے۔ کیونکہ اس میں وہ تمام ہیئتیں آ جاتی ہیں جن سے ایک شخص اپنے آقا و مولیٰ کے سامنے اظہارِ عجز و ذلت کرتا ہے۔
اِرْکَعِیْ :۔ تو جھک۔ رُکُوْع سے امر واحد مؤنث حاضر
اِرَمَ :۔ ایک شخص کا نام۔ ایک قوم کا نام۔ عاد بن ولی کے اجداد میں یک شخص کا نام تھا۔ اِرَمْ۔ اسی کے نام پر انہوں نے اپنی بستی کا نام بھی اِرَم رکھا تھا۔ قرآن کریم میں عاد اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ میں دونوں معنے مراد ہو سکتے ہیں۔ یعنی وہ عاد جو ارم کی اولاد ہیں۔ (بتقدیر سبط) یا وہ عاد جو ارم کے رہنے والے ہیں (بتقدیر اہل) یہ لوگ بڑے ڈیل ڈول کے اور بڑی طاقت و قوت والے تھے۔ انہوں نے بڑی شاندار بڑے بڑے ستونوں والی عمارتیں بنائی تھیں۔ اس وقت دنیا میں کوئی قوم ان جیسی طاقتور اور متمدن نہ تھی۔

(روح البیان ج ۲)

اَرُوْا :۔ تم دکھاؤ۔ اِرَاءَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔
اِرْهَبُوْا :۔ تم ڈرو۔ رَهْبَة سے امر جمع مذکر حاضر۔
اُرْهِقُ :۔ میں سخت تکلیف دوں گا۔ اِرْهَاق سے مضارع واحد متکلم۔
اَرٰی :۔ میں دیکھتا ہوں۔ اُس نے دکھایا۔ پہلے معنے میں رُؤْیَة سے مضارع واحد متکلم اور دوسرے معنے میں اِرَاءَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اُرِیْ :۔ میں دکھاؤں گا۔ اِرَاءَة سے مضارع واحد متکلم۔
اُرِیْدُ :۔ میں چاہتا ہوں۔ اِرَادَة سے مضارع واحد متکلم۔
اَرَیْنَا :۔ ہم نے دکھایا۔ اِرَاءَة سے ماضی جمع متکلم۔
اَزٌّ :۔ اُبھارنا۔ برانگیختہ کرنا۔ مصدر باب نَصَرَ سے۔

اَزَاغَ:۔ اُس نے پھیر دیا۔ ٹیڑھا کیا۔ اِزَاغَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِزْدَادُوْا:۔ وہ زیادہ ہوئے۔ اِزْدِیَاد سے ماضی جمع مذکر غائب۔ اِزْدِیَاد اصل میں اِزْتِیَاد تھا۔ تآء کو دال سے بدلا اسی طرح اِزْدَادُوْا بھی دراصل اِزْتَیَدُوْا تھا۔ تآء کو دال سے اور یَ کو الف سے بدل لیا گیا +

اُزْدُجِرَ:۔ وہ جھڑکا گیا۔ اِزْدِجَار سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ یہاں بھی حسب سابق تاء کو دال سے بدلا گیا ہے۔

اَزْر:۔ کمر۔ پیٹھ۔ قوت۔

اَزِفَتْ:۔ وہ نزدیک ہوئی۔ آپہنچی۔ اَزُوْف سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَزْکٰی:۔ بہت پاکیزہ۔ زکاء سے اسم تفضیل واحد مذکر (دیکھو زکوٰۃ)

اَزَلَّ:۔ اس نے بھٹکایا۔ لغزش دی۔ اِزْلَال سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَزْلَام:۔ جوئے کے تیر۔ پانسہ کے تیر زَلَم واحد۔ ابن اسحٰق سے مروی ہے کہ اَزْلَام سے مراد وہ تیر ہیں جو خانہ کعبہ میں ھُبَل بُت کے پاس رکھے تھے۔ ان میں سے کسی پر لکھا تھا (رب کا حکم ہے) اور کسی پر (رب کا حکم نہیں) جب کسی کام میں تذبذب ہوتا تو تیر اٹکل سے نکال لیتے اور جو تیر ہاتھ میں آجاتا اُس کی تحریر کے مطابق عمل کرتے گویا ان تیروں کے فیصلے کو اپنے بتوں کا فیصلہ قرار دیکر واجب العمل سمجھتے تھے۔ بعض دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ھُبَل کے تیروں کے علاوہ عرب میں بعض کاہن بھی اپنے پاس ایسے تیر رکھتے تھے۔ بلکہ ہر شخص خصوصًا سفر کے زمانے میں اپنے خورجین میں ایسے تیر رکھتا تھا +

اسلام نے تیروں کے ذریعہ قسمت طلبی کے اس طریقہ کو حرام قرار دیا اور فرمایا۔ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ (اور تم پر ازلام کے ذریعہ قسمت طلبی حرام کی گئی ہے)

حرمت کی وجہ کیا ہے؟ اس کے متعلق بعض کی رائے ہے۔ کہ چونکہ اسمیں بتوں کی تعظیم ہے۔ اس لئے اسے حرام کیا گیا۔ اور بعض کی رائے ہے کہ چونکہ اس میں غیب کو معلوم کرنے کی سعی کی جاتی ہے جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے حرام کیا گیا اور بعض کی رائے

ہے کہ چونکہ اس میں اللہ تعالیٰ پر افترا ہے کہ جو حکم معلوم ہوا اُسے اللہ کا حکم سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے حرام کیا گیا۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے اس طریقے کو اس لئے باطل قرار دیا کہ یہ طریقہ ان لوگوں کا ہے جن کے دماغ پر اوہام وخرافات مسلط ہوں۔ اور عقل کی روشنی کا وہاں گزر نہ ہوا ہو۔ اسلام دین عقل وفہم ہے۔ مذہب بصیرت وبرہان ہے وہ اپنے پیروؤں سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہر کام سوچ سمجھ کر کریں۔ جو قدم اٹھائیں وہ عقل کی روشنی میں اُٹھے اور دین کی شاہراہ پر پڑے۔ اِس لئے اسلام نے طیرہ۔ کہانۃ۔ عرافۃ۔ عیافۃ اور جاہلیت کے دوسرے گورکھ دھندوں سے بے تعلق ہونے کا حکم دیا۔ اس تفصیل سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ حکم صرف تیروں سے قسمت معلوم کرتے تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ مہرے، تاش یا تسبیح کے دانے (جیسا کہ مصر میں رواج ہے) سب کو شامل ہے۔ چنانچہ بعض مفسرین نے اَزْلَام کی تعریف میں بھی اس قسم کی چیزوں کو داخل کیا ہے۔

البتہ بعض اوقات کسی کام کے سلسلہ میں آدمی دلائل وبراہین کا جائزہ لیتا ہے تو وہ باہم ٹکراتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور اُسے کوئی ایسا واضح راستہ نظر نہیں آتا۔ جس پر وہ اعتماد اور وثوق کی قوت کے ساتھ بے روک ٹوک گزر جائے ایسی صورت میں وہ ایک کش مکش میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور نہیں فیصلہ کر سکتا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔

دماغی کش مکش اور قلبی اضطراب کی اس دلدل سے نکلنے کے لئے اسلام نے یہ طریقہ تعلیم فرمایا ہے کہ اس وقت بندہ اپنے مولیٰ سے مدد طلب کرے دو رکعت نماز ادا کر کے عاجزی وبے کسی کے ساتھ اس علام الغیوب اور قادرِ مطلق کی بارگاہ میں دُعا کرے۔ کہ وہ اس پر راہِ حق کھولدے اور جو کام اس کی دنیا اور آخرت کے لئے بہتر ہو اس کی توفیق دے اس دعا کے بعد جس طرف اس کا دل جھکے وہ کام کر گزرے۔ انشاء اللہ وہی اس کے لئے بہتر ہوگا۔ شریعت کی اصطلاح میں اسے استخارہ کہتے ہیں اور اسے سنت قرار دیا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ استقسام اور تفاول سے اسکی نوعیت بالکل علیحدہ ہے اور اس کا مدعا اس کے سوا کچھ نہیں کہ دنیا یا دین کے ہر کام میں بندہ اپنی ذات پر نہیں بلکہ اپنے مولیٰ پر بھروسہ کرے۔

(تفسیر ماجدی ۲ صفحہ ۱۴۷ تا ۱۵۳ ملخصاً)

اُزْلِفَتْ:۔ وہ نزدیک لائی گئی۔ قریب کی گئی۔ اِزْلَاف سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

اَزْلَفْنَا:۔ ہم نے نزدیک کر دیا۔ اِزْلَاف سے ماضی جمع متکلم۔

اَزْوَاج:۔ جوڑے۔ مانند۔ واحد زَوج۔

اَزِیْدُ:۔ میں زیادہ کروں گا۔ زِیَادَۃ سے مضارع واحد متکلم۔

اُزَیِّنَنَّ:۔ میں ضرور آراستہ کروں گا۔ قرآن میں لَاُزَیِّنَنَّ ہے۔ تَزْیِیْن سے مضارع واحد متکلم مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

اِزَّیَّنَتْ:۔ وہ خوشنما ہوئی۔ اِزِّیَان سے ماضی واحد مؤنث غائب۔ اِزَّیَّنَ اصل میں اِزْتَیَان تھا۔ تاء کو زاء سے بدل کر ادغام کر دیا ہے۔

اَسَآءَ:۔ اُس نے بُرا کیا۔ اس نے بُرائی کی اِسَاءَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب

اَسَأْتُمْ:۔ تم نے بُرا کیا۔ اِسَاءَۃ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَسَآءُوْا:۔ انہوں نے بُرا کیا۔ اِسَاءَۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اُسَارٰی:۔ قیدی۔ گرفتار۔ واحد اَسِیْر

اَسَاطِیْر:۔ لکھے ہوئے افسانے۔ واحد اُسْطُوْرَۃ کفار قرآن مجید کو بطور تمسخر اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْن کہتے تھے یعنی پُرانے لوگوں کی لکھی ہوئی کہانیاں۔

اَسْاَلُ:۔ میں مانگتا ہوں۔ سُؤَال سے مضارع واحد متکلم۔

اِسْاَلْ:۔ تو مانگ۔ تو پوچھ۔ سُؤَال سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِسْاَلُوْا:۔ تم مانگو۔ تم پوچھو۔ سُؤَال سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَسَاوِر:۔ کنگن۔ پہنچیاں۔ واحد۔ سِوَار۔

اَسْبَاب:۔ علاقے۔ رسیاں۔ واحد سَبَب۔ پہلے معنے میں مجاز اور دوسرے میں حقیقت ہے۔

اَسْبَاط:۔ قبیلے۔ یہودیوں کے قبیلے۔ سِبْط۔ واحد۔ خاندان۔ قبیلہ۔ سَبْط کے معنے پھیلنے کے ہیں۔ اسی مناسبت سے ان قبیلوں کو جو ایک مورث اعلیٰ کی نسل سے ہوں۔ اَسْبَاط کہا گیا۔ گویا وہ ایک درخت

کی پھیلی ہوئی شاخیں ہیں۔ قرآن کریم
میں اسباط کا استعمال یہودیوں کے ان بارہ
قبیلوں کے لئے ہُوا ہے جو حضرت یعقوب
علیہ السلام کی اولاد تھے اور بنی اسرائیل کہلائے

اَسْبَغَ:۔ اس نے پورا کیا۔ اِسْبَاغ سے ماضی
واحد مذکر غائب +

اِسْتَأْجِرْ:۔ نوکر رکھ۔ اُجرت پر رکھ۔ اِسْتِئْجَار
سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِسْتَأْجَرْتَ:۔ تو نے نوکر رکھا۔ اِسْتِئْجَار سے
ماضی واحد مذکر حاضر +

اِسْتَأْذَنَ:۔ اس نے اجازت چاہی اِسْتِئْذَان
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَأْذَنُوْا:۔ انہوں نے رخصت چاہی۔
اِسْتِئْذَان سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِسْتِبْدَال:۔ بدلنا۔ باب استفعال سے مصدر

اِسْتَبْرَق:۔ دیبا۔ موٹا ریشمی کپڑا۔

اِسْتَبْشِرُوْا:۔ تم خوش ہو۔ بشارت پاؤ۔
اِسْتِبْشَار سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِسْتَبَقَا:۔ دو دوڑے۔ ان دو نے سبقت کی۔
اِسْتِبَاق سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

اِسْتَبِقُوْا:۔ تم سبقت کرو۔ اِسْتِبَاق سے
امر جمع مذکر حاضر +

اِسْتَجَابَ:۔ اس نے قبول کیا۔ اِسْتِجَابَۃ
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَجَابُوْا:۔ انہوں نے بات مانی۔ اِسْتِجَابَۃ
سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِسْتَجَارَ:۔ اس نے پناہ مانگی۔ اِسْتِجَارَۃ
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَسْتَجِبْ:۔ میں مان لوں گا۔ قبول کروں گا۔
اِسْتِجَابَۃ سے مضارع واحد متکلم مجزوم۔

اِسْتَجَبْتُمْ:۔ تم نے مان لیا۔ اِسْتِجَابَت سے
ماضی جمع مذکر حاضر۔

اُسْتُجِیْبَ:۔ وہ مانا گیا۔ اِسْتِجَابَۃ سے ماضی
مجہول واحد مذکر غائب۔

اُسْتُجِیْبَتْ:۔ وہ قبول کی گئی۔ اِسْتِجَابَۃ سے
ماضی مجہول واحد مونث غائب۔

اِسْتَجِیْبُوْا:۔ تم حکم مانو۔ اِسْتِجَابَۃ سے امر جمع مذکر حاضر

اِسْتَحَبُّوْا:۔ انہوں نے درست رکھا۔ اختیار
کیا اِسْتِحْبَاب سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اُسْتُحْفِظُوْا:۔ وہ نگہبان ٹھیرائے گئے۔
اِسْتِحْفَاظ سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب

اِسْتَحَقَّ:۔ وہ لائق ہوا۔ حقدار ہوا۔ اِسْتِحْقَاق
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَحَقَّا:۔ وہ دونوں حقدار ہوئے اِسْتِحْقَاق
سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

اِسْتَحْوَذَ:۔ وہ غالب ہو گیا۔ اِسْتِحْوَاذ

سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتِحْيَاء:۔ حیا کرنا۔ شرمانا۔ باب استفعال سے مصدر (ماخذ حیاء)

اِسْتَحْيُوا:۔ تم زندہ چھوڑو۔ باقی رکھو۔ اِسْتِحْيَاء سے امر جمع مذکر حاضر (ماخذ حیاۃ)

اِسْتَخْرَجَ:۔ اُس نے نکالا۔ اِسْتِخْرَاج سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَخَفَّ:۔ اس نے عقل کھو دی۔ اِسْتِخْفَاف سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَسْتَخْلِص:۔ میں خاص کر رکھوں۔ اِسْتِخْلَاص سے مضارع واحد متکلم۔

اِسْتَخْلَفَ:۔ اس نے خلیفہ کیا۔ اِسْتِخْلَاف سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَرَقَ:۔ اس نے چرایا۔ اِسْتِرَاق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَرْهَبُوا:۔ انہوں نے ڈرایا۔ اِسْتِرْهَاب سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِسْتَزَلَّ:۔ اس نے ڈگمگایا۔ بہکایا۔ اِسْتِزْلَال سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَسْقٰى:۔ اس نے پانی مانگا۔ اِسْتِسْقَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَشْهِدُوا:۔ تم گواہ بناؤ۔ اِسْتِشْهَاد سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِسْتَضْعَفُوا:۔ انہوں نے کمزور سمجھا۔ اِسْتِضْعَاف سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اُسْتُضْعِفُوا:۔ وہ کمزور سمجھے گئے۔ اِسْتِضْعَاف سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اِسْتَطَاعَ:۔ وہ کر سکا۔ اِسْتِطَاعَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَطَاعُوا:۔ وہ کر سکے۔ اِسْتِطَاعَة سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِسْتَطَعْتَ:۔ تجھ سے ہو سکا۔ اِسْتِطَاعَة سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اِسْتَطَعْتُ:۔ مجھ سے ہو سکا۔ اِسْتِطَاعَة سے ماضی واحد متکلم۔

اِسْتَطَعْتُمْ:۔ تم کر سکے۔ اِسْتِطَاعَة سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اِسْتَطْعَمَا:۔ انہوں نے کھانا مانگا۔ اِسْتِطْعَام سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

اِسْتَطَعْنَا:۔ ہم سے ہو سکا۔ اِسْتِطَاعَة سے ماضی جمع متکلم۔

اِسْتِعْجَال:۔ جلد مانگنا۔ عجلت کرنا۔ باب استفعال سے مصدر۔

اِسْتَعْجَلْتُمْ:۔ تم نے جلدی کی۔ اِسْتِعْجَال سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اِسْتَعِذْ:۔ تو پناہ مانگ۔ اِسْتِعَاذَة سے

امر واحد مذکر حاضر +

إِسْتَعْصَمَ :۔ وہ بچ گیا۔ اس نے خود کو بچا لیا۔ إِسْتِعْصَام سے ماضی واحد مذکر غائب +

إِسْتَعْلٰی :۔ اس نے غلبہ پایا۔ إِسْتِعْلَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

إِسْتَعْمَرَ :۔ اس نے بسایا۔ آباد کیا۔ إِسْتِعْمَار سے ماضی واحد مذکر غائب۔

إِسْتَعِيْنُوْا :۔ تم مدد چاہو۔ إِسْتِعَانَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔

إِسْتَغَاثَ :۔ اس نے فریاد چاہی۔ إِسْتِغَاثَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

إِسْتَغْشَوْا :۔ انہوں نے اپنے اوپر لپیٹ لیا۔ إِسْتِغْشَاء سے ماضی جمع مذکر غائب۔

إِسْتِغْفَار :۔ بخشش چاہنا۔ معافی مانگنا۔ باب استفعال سے مصدر۔

أَسْتَغْفِرُ :۔ میں بخشش چاہوں گا۔ إِسْتِغْفَار سے مضارع واحد متکلم۔

إِسْتَغْفِرْ :۔ تو مغفرت چاہ۔ دعائے مغفرت کر۔ إِسْتِغْفَار سے امر واحد مذکر حاضر۔

إِسْتَغْفَرْتَ :۔ تو نے مغفرت چاہی۔ دعائے مغفرت کی۔ إِسْتِغْفَار سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

إِسْتَغْفَرُوْا :۔ انہوں نے مغفرت چاہی۔ إِسْتِغْفَار سے ماضی جمع مذکر غائب۔

إِسْتَغْفَرَ :۔ اس نے بخشش چاہی، دعائے مغفرت کی۔ إِسْتِغْفَار سے ماضی واحد مذکر غائب۔

إِسْتَغْفِرُوْا :۔ تم مغفرت چاہو۔ إِسْتِغْفَار سے امر واحد مؤنث حاضر۔

إِسْتَغْفِرِیْ :۔ تو مغفرت چاہ۔ إِسْتِغْفَار سے امر واحد مؤنث حاضر۔

إِسْتَغْلَظَ :۔ وہ موٹا ہوا۔ إِسْتِغْلَاظ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

إِسْتَغْنٰی :۔ اس نے بے پروائی کی۔ إِسْتِغْنَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

إِسْتَفْتِ :۔ تو پوچھ۔ إِسْتِفْتَاء سے امر واحد مذکر حاضر +

إِسْتَفْتَحُوْا :۔ انہوں نے فیصلہ چاہا۔ إِسْتِفْتَاح سے ماضی جمع مذکر غائب۔

إِسْتَفْزِزْ :۔ تو پریشان کر بہکا۔ إِسْتِفْزَاز سے امر واحد مذکر حاضر۔

إِسْتِقَامَۃ :۔ سیدھا ہونا۔ باب استفعال سے مصدر +

إِسْتَقَامُوْا :۔ وہ سیدھے ہوئے۔ إِسْتِقَامَۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِسْتَقَرَّ :- وہ ٹھیرا۔ اِسْتِقْرَار سے ماضی واحد مذکر غائب

اِسْتَقِمْ :- تو ثابت قدم رہ۔ اِسْتِقَامَۃ سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِسْتَقِيمَا :- تم دونو ثابت قدم رہو۔ اِسْتِقَامَۃ سے امر تثنیہ مذکر حاضر۔

اِسْتَقِيمُوا :- تم ثابت قدم رہو۔ اِسْتِقَامَۃ سے امر جمع مذکر حاضر

اِسْتَكَانُوا :- انہوں نے عاجزی اختیار کی۔ اِسْتِكَانَة سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِسْتِكْبَار :- غرور کرنا۔ سرکشی کرنا۔ باب استفعال سے مصدر۔

اِسْتَكْبَرَ :- اُس نے غرور کیا۔ اِسْتِكْبَار سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَكْبَرْتَ :- تو نے غرور کیا۔ اِسْتِكْبَار سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اِسْتَكْبَرْتُمْ :- تم نے غرور کیا۔ سرکشی کی۔ اِسْتِكْبَار سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اِسْتَكْبَرُوا :- انہوں نے غرور کیا۔ سرکشی کی۔ اِسْتِكْبَار سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِسْتَكْثَرْتُ :- میں نے بہت جمع کیا۔ اِسْتِكْثَار سے ماضی واحد متکلم۔

اِسْتَكْثَرْتُمْ :- تم نے بہت جمع کیا۔ اِسْتِكْثَار سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اِسْتَمْتَعَ :- اُس نے فائدہ اٹھایا۔ اِسْتِمْتَاع سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَمْتَعْتُمْ :- تم نے فائدہ اٹھایا۔ اِسْتِمْتَاع سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اِسْتَمْتَعُوا :- انہوں نے فائدہ اٹھایا۔ اِسْتِمْتَاع سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِسْتَمْسِكْ :- تو مضبوط پکڑ۔ اِسْتِمْسَاك سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِسْتَمَعَ :- اس نے کان لگا کر سنا۔ اِسْتِمَاع سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَمِعْ :- تو کان لگا کر سن۔ اِسْتِمَاع سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِسْتَمِعُوا :- تم کان لگا کر سنو۔ اِسْتِمَاع سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِسْتَمَعُوا :- انہوں نے کان لگا کر سنا۔ اِسْتِمَاع سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِسْتَنْصَرَ :- اُس نے مدد چاہی۔ اِسْتِنْصَار سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْتَنْصَرُوْ :- انہوں نے مدد چاہی۔ اِسْتِنْصَار سے جمع مذکر غائب ماضی۔

اِسْتَنْكَفُوْا :- انہوں نے عار سمجھا۔ ناک بھوں چڑھائی۔ اِسْتِنْكَاف سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِسْتَوٰى :- (علی) قرار پکڑا۔ قابض و متمکن

ہوا۔ بلند و بالا ہوا۔ (الیٰ) قصد کیا +
اِسْتِوَاء سے ماضی واحد مذکر غائب
قرآنِ کریم میں اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْش
خدا تعالےٰ کے لئے استعمال ہوا ہے
یہ مسئلہ مہمات مسائل میں ہے اور علماء
نے اس کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے ملّا
انور شاہ کشمیریؒ کی رائے کہ "اِسْتِوَاء
عَلَی الْعَرْش" سے خداوند قدوس کا
عرش پر تجلی ریز ہونا مراد ہے۔ مزید
تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "عرش"
اِسْتَوَتْ :۔ وہ ٹھیری۔ اِسْتِوَاء سے ماضی
واحد مونث غائب۔
اِسْتَوْقَدَ :۔ اس نے آگ سلگائی۔ اِسْتِیْقَاد
سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اِسْتَوَیْتَ :۔ تو سواری پر قرار پکڑا اِسْتِوَاء
سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اِسْتَوَیْتُمْ :۔ تم سوار ہوگئے اِسْتِوَاء سے
ماضی جمع مذکر حاضر۔
اُسْتُھْزِئَ :۔ اس کا مذاق اڑایا گیا۔ اِسْتِھْزَاءٌ
سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔
اِسْتَھْزِءُوْا :۔ تم ٹھٹھا کرتے رہو۔ مذاق اڑاؤ
اِسْتِھْزَاء سے امر جمع مذکر حاضر۔
اِسْتَھْوَتْ :۔ پیروی نفس پر مائل کر دیا
اِسْتِھْوَاء سے ماضی واحد مونث غائب۔
اِسْتَیْأَسَ :۔ وہ ناامید ہوا۔ اِسْتِیْأَس سے ماضی
واحد مذکر غائب۔
اِسْتَیْأَسُوْا :۔ وہ ناامید ہوگئے۔ اِسْتِیْأَس
سے ماضی جمع مذکر غائب۔
اِسْتَیْسَرَ :۔ وہ آسان ہوا۔ اِسْتِیْسَار۔
سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اِسْتَیْقَنَتْ :۔ اس نے یقین حاصل کیا۔
اِسْتِیْقَان سے ماضی واحد مونث غائب۔
اَسْجُدُ :۔ میں سجدہ کروں۔ سُجُود سے مضارع واحد متکلم۔
اُسْجُدْ :۔ تو سجدہ کر۔ امر واحد مذکر حاضر۔
اُسْجُدُوْا :۔ تم سجدہ کرو۔ تم اطاعت فرمانبرداری
کا اظہار کرو۔ سُجُود سے امر جمع مذکر حاضر
سُجُود کے اصل معنے سرافگندگی اور اپنی
ذلت کا اظہار ہیں۔ اصطلاح میں عبادت
کی نیت سے کسی کے سامنے اپنی پیشانی
ٹیکنے کو سجدہ کہتے ہیں۔
فرشتوں کو حضرت آدم کو سجدہ کرنے کا
جو حکم دیا گیا۔ تو یا تو وہاں مقصود یہ تھا
کہ ذات آدم کو ان کی بزرگی و شرف کی
بنا پر قبلۂ سجود بنا کر بارگاہ رب العزت
میں سر کو جھکایا جائے۔ گویا اصل سجدہ
آدم کو نہ تھا۔ بلکہ خداوند قدوس کے

لیئے تھا۔ آدم تو صرف اس کی جہت اور
رُخ تھے۔ یا مقصود محض یہ تھا کہ فرشتے
آدم کی تعظیم و تکریم کا اظہار کریں۔ اور
آدم و اولادِ آدم کے مصالح دینی و دنیوی
کا سرو سامان کریں۔

حضرت یوسف کو ان کے بھائیوں نے
سجدہ کیا۔ وہاں بھی یہ دونوں صورتیں مراد
لی جاسکتی ہیں۔

بعض علماء کی رائے ہے کہ اگلے زمانہ میں
سجدۂ تعظیم غیر اللہ کے لیے جائز تھا
آدم علیہ السلام کے زمانہ سے حضرت مسیح
کے زمانہ تک جائز رہا۔ شریعت محمدیہ میں
اَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ (سجدے صرف اللہ ہی
کیلئے ہیں) کے حکم سے منسوخ ہوا۔ حضرت
شاہ عبدالقادر اسی قول کو اختیار فرمانے کے
بعد لکھتے ہیں :۔

اس وقت پہلے رواج پر چلنا ایسا ہے کہ
کوئی بہن سے نکاح کرے کہ آدم کے وقت ہوتے تھے۔

اُسْجُدِی :۔ تو سجدہ کر سُجُود سے امر واحد مؤنث حاضر۔

اَسْحَار :۔ رات کے پچھلے اوقات۔ اواخر
شب واحد۔ سَحَر۔

اِسْحٰق :۔ مشہور پیغمبر کا نام جو حضرت ابراہیم
علیہ السلام کے دوسرے فرزند تھے۔ اور
ان کی بیاہتا بیوی حضرت سارہ کے پیٹ
سے بطور خرق عادت پیدا ہوئے تھے حضرت
سارہ کی عمر ۹۰ سال کی تھی۔ اور وہ اولاد
کی طرف سے مایوس ہو گئی تھیں کہ فرشتوں
نے انہیں قوم لوط کی طرف جاتے ہوئے بیٹے
کی بشارت دی۔ حضرت سارہ بے اختیار
بول اُٹھیں ارے لو میں اب بچہ جنوں گی۔
میں بڑھیا اور بانجھ عورت اور میرے شوہر
بھی بوڑھے یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔
جو فرشتے کہہ رہے ہیں۔ فرشتوں نے جواب
دیا۔ کیا تمہیں اللہ کے حکم پر تعجب آتا ہے
اے خاندان ابراہیم تم پر تو اللہ کی رحمتیں
اور برکتیں ہمیشہ نازل ہوتی رہتی ہیں۔ پھر
کیا تعجب کی بات ہے؟ (سورۂ ہود رکوع ۷)

حضرت اسحٰق ملک شام میں رہے اور ان
کی اولاد وہیں پھلی پھولی۔ حضرت یعقوب
آپ ہی کے صاحبزادے تھے جن کی اولاد
بنی اسرائیل کہلائی۔

مؤرخین یہود کا خیال ہے کہ حضرت اسحٰق
ہی ذبیح تھے حضرت اسمٰعیل نہ تھے۔ شیخ
عبدالوہاب نجار نے یہودیوں کے اس
خیال کو اس دلیل سے رد کیا ہے کہ توراۃ
میں ابراہیم کے اس بیٹے کو جسے انہوں نے

ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔" اکلوتا بیٹا" بتایا گیا ہے اور اکلوتے بیٹے حضرت اسحٰق کی پیدائش سے پہلے حضرت اسمٰعیل ہی ہو سکتے ہیں حضرت اسحٰق تو بالاتفاق ان کے بعد پیدا ہوئے وہ اکلوتے کیسے ہو سکتے ہیں۔ اسحٰق کے لغوی معنی ہیں ہنسنے والا۔

(تعصص ربانیا عبدالوہاب نجار مع ۲)

اَسْخَطَ:۔ بیزار کر دیا۔ غصہ دلایا۔ اِسْخَاط سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَسْر:۔ قید۔ جوڑ۔ بندش۔

اَسْرِ:۔ تو رات کو لے نکل (بصلہ با) اِسْرَاء سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَسَرَّ:۔ اس نے چھپایا۔ پوشیدہ طور پر کہا۔ اِسْرَار سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَسْرٰی:۔ وہ رات کو لے گیا (بصلہ با) اسراء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِسْرَائِیْل:۔ حضرت یعقوب کا عبرانی نام اِسْرَا کے معنے ہیں بندہ۔ اور ایل کے معنی ہیں خدا اس طرح یہ لفظ عبداللہ کے ہم معنی ہے حضرت یعقوب کے بارہ بیٹوں کی نسل سے یہودیوں کے جو بارہ خاندان ہوئے وہ بنی اسرائیل کہلائے۔

اِسْرَار:۔ مشورہ کرنا۔ چھپ کر بات کرنا۔ باب افعال سے مصدر۔

اِسْرَاف:۔ ضرورت سے زائد خرچ کرنا حد سے تجاوز کرنا۔ باب افعال سے مصدر۔

اُسَرِّحْ:۔ میں رخصت کر دوں۔ تَسْرِیْح سے مضارع واحد متکلم۔

اَسْرَرْتُ:۔ میں نے چھپا کر کہا۔ اِسْرَار سے ماضی واحد متکلم۔

اَسْرَعُ:۔ بہت جلد۔ بہت تیز۔ سُرْعَۃ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَسْرَفَ:۔ وہ حد سے تجاوز کر گیا۔ اِسْرَاف سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَسْرَفُوْا:۔ وہ حد سے بڑھے۔ اِسْرَاف سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَسَرُّوْا:۔ انہوں نے چھپایا۔ اِسْرَار سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَسِرُّوْا:۔ تم چھپاؤ۔ اِسْرَار سے امر جمع مذکر حاضر

اَسَّسَ:۔ اس نے بنیاد ڈالی۔ تَاْسِیْس سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اُسِّسَ:۔ اس کی بنیاد ڈالی گئی۔ تَاْسِیْس سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

اِسْعَوْا:۔ تم دوڑو۔ سَعْی سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَسَفٰی:۔ ہائے افسوس (اصل میں اَسَفِیْ مضاف بیائے متکلم تھا۔ یار کو الف سے بدلا گیا ہے)

اَسْفَار :- کتابیں۔ واحد سِفْر۔ سَفْر کے معنیٰ پردہ اٹھانا ہیں۔ اسی مناسبت سے اس کتاب کو جو حقائق کے چہرہ سے پردہ اُٹھا دے۔ سِفْر کہتے ہیں۔

اَسْفَرَ :- وہ روشن ہُوا۔ اِسْفَار سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَسْفَل :- بہت نیچا۔ فروتر۔ سِفْل سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَسْفَلِیْنَ :- بہت نیچے۔ سِفْل سے اسم تفضیل جمع مذکر بحالت نصبی وجری واحد۔ اَسْفَلُ۔

اَسْقِطْ :- تو گرا۔ اِسْقَاط سے امر واحد مذکر حاضر

اَسْقَیْنَا :- ہم نے پلایا۔ اِسْقَاء سے ماضی جمع متکلم۔

اُسْکُنْ :- تو رہ۔ سکونت اختیار کر۔ سُکُوْنَۃ سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَسْکَنَّا :- ہم نے ٹھیرایا۔ ساکن کیا۔ اِسْکَان سے ماضی جمع متکلم۔

اَسْکَنْتُ :- میں نے بسایا۔ اِسْکَان سے ماضی واحد متکلم۔

اُسْکُنُوْا :- تم بسو۔ سُکُوْنَۃ سے امر جمع مذکر حاضر

اَسْکِنُوْا :- تم رہنے بسنے دو۔ جائے سکونت دو۔ اِسْکَان سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِسْلَام :- اسلام کے اصل معنیٰ ہیں "اپنے آپکو کسی کے حوالہ کر دیا" مذہب اسلام کو اسی لئے اسلام کہتے ہیں کہ۔ اسکو قبول کرنے والا۔ اپنے آپ کو خدا کے حوالہ کر دیتا ہے۔ اور اُس کے حکموں کے آگے سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔ گویا اسلام خداوند قدوس کی فرمانبرداری کا نام ہُوا۔

یہی خدا کی فرمانبرداری ہے جسکی تعلیم و تبلیغ کے لئے خدا کے مقدس نبی مختلف زمانوں اور مختلف ملکوں میں آتے رہے اور اپنے اپنے زمانہ کے تقاضوں اور اپنے اپنے ملک کے احوال کے مطابق اس کا تفصیلی پروگرام اپنی اپنی اُمتوں کو دیتے رہے اس پروگرام کا آخری اور مکمل ایڈیشن وہ پیغام ربانی ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اُترا۔ اور خصوصیت کے ساتھ اسلام کے نام سے موسوم ہُوا۔ "اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ" میں یہی مراد ہے۔

کبھی صرف ظاہری اظہار اطاعت پر بھی جو دل سے نہ ہو۔ اِسْلَام کا لفظ استعمال کیا گیا ہے قَالَتِ الْاَعْرَابُ ... میں یہی مراد ہے۔

اسلام اور ایمان کی تحقیق اور اُن کے
فرق کے سلسلہ میں علماء نے طویل بحثیں
کی ہیں جن کا ذکر یہاں ممکن نہیں۔

اَسْلِحَۃ :- ہتھیار۔ واحد۔ سِلَاح۔

اَسْلَفَتْ :- وہ پہلے کر چکی۔ اِسْلَاف سے
ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَسْلَفْتُمْ :- تم آگے بھیج چکے۔ اِسْلَاف سے
ماضی جمع مذکر حاضر۔

اُسْلُكْ :- تو ڈال۔ تو داخل کر۔ سَلْك سے
امر واحد مذکر حاضر۔

اُسْلُكُوْا :- تم جکڑدو۔ تم داخل کرو۔ سَلْك
سے امر جمع مذکر حاضر۔

اُسْلُكِيْ :- تو چل۔ سُلُوْك سے امر واحد مونث حاضر

اَسْلَمَ :- وہ فرمانبردار ہوا۔ اِسْلَام سے ماضی
واحد مذکر غائب۔ (دیکھو اسلام)

اَسْلَمَا :- وہ فرمانبردار ہوئے انہوں نے حکم مانا۔
اِسْلَام سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔
(دیکھو اِسْلَام)

اَسْلَمْتُ :- میں فرمانبردار ہوا۔ اِسْلَام سے
ماضی واحد متکلم۔

اَسْلَمْتُمْ :- تم تابع ہوئے۔ اسلام لائے اِسْلَام
سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَسْلَمْنَا :- ہم مسلمان ہوئے۔ اِسْلَام سے
ماضی واحد متکلم۔

اَسْلَمُوْا :- وہ تابع ہوئے۔ مسلمان ہوئے اِسْلَام
سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَسْلِمُوْا :- تم فرمانبردار رہو۔ اِسْلَام سے امر
جمع مذکر حاضر۔

اَسَلْنَا :- ہم نے بہایا۔ اِسَالَۃ سے ماضی
جمع متکلم۔

اِسْمٌ :- نام۔ جمع اَسْمَاء۔

اَسْمَاء :- نام۔ واحد۔ اِسْمٌ۔

اَسْمَعُ :- میں سنتا ہوں۔ سَمْع سے مضارع
واحد متکلم۔

اِسْمَعْ :- تو سن۔ سَمْع سے امر واحد مذکر حاضر

اَسْمَعَ :- اُس نے سنایا۔ اِسْمَاع سے ماضی
واحد مذکر غائب۔

اَسْمِعْ بِهٖ :- وہ کیا خوب سننے والا ہے۔
(فعل تعجب)

اِسْمَعُوْا :- تم سنو۔ سَمْع سے امر جمع مذکر حاضر

اِسْمٰعِيْل :- ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ
السلام کے فرزند اکبر کا نام نامی۔ اسماع
سمع سے ہے جسکے معنے سننا ہیں۔ اور
ایل خدا کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ ابراہیم علیہ
السلام کے بڑھاپے میں بڑی دعاؤں کے بعد
پیدا ہوئے تھے اسلئے اسمٰعیل کہلائے۔

حضرت ابراہیم جب مصر سے فلسطین (شام) کی طرف لوٹے۔ تو وہاں حضرت ہاجرہ کے بطن سے اسماعیل پیدا ہوئے۔

ابھی اسماعیل بچہ ہی تھے کہ حضرت ابراہیم نے حکمِ خداوندی کے مطابق نہیں وادیٔ مکہ میں جو اس زمانہ میں بالکل غیر آباد تھی اُن کی ماں کے ساتھ لا بٹھایا۔ کھانے پینے کے لئے کچھ کھجوریں۔ اور تھوڑا پانی پاس رکھ گئے۔ اور بیوی اور اکلوتے بچہ کو خدا کے سپرد کر کے رخصت ہوئے۔

یہ سامان بہت جلد ختم ہو گیا۔ اور اسمٰعیل نے بھوک پیاس سے بیتاب ہو کر ایڑیاں رگڑنی شروع کر دیں۔ ماں بیچاری مامتا کی ماری کبھی مروہ کی پہاڑی پر چڑھتی تھی اور کبھی صفا پر مگر پانی کا کہیں دُور دُور تک نشان نظر نہ آتا تھا۔

یکایک رحمتِ الٰہی جوش میں آئی۔ اور کیا دیکھتی ہے کہ اسمٰعیل کے قدموں کے نیچے پانی کا چشمہ بہہ رہا ہے۔ یہ زمزم کا چشمہ تھا۔ جس میں پیاس اور بھوک دونوں کو دُور کرنے کی طاقت تھی۔ یہ جگہ اس شاہراہ پر واقع تھی۔ جو یمن سے شام کو جاتی تھی بنی جرہم کا ایک قافلہ اس راستہ سے گزرا۔ تو انہیں زمزم کا پانی بڑا خوشگوار معلوم ہوا۔ اور انہوں نے ہاجرہ کی اجازت سے یہیں سکونت اختیار کر لی۔ اس طرح شہر مکہ کی آبادی کی بنیاد پڑ گئی۔

حضرت ابراہیم کا امتحان اسی پر ختم نہیں ہو گیا۔ کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو لق و دق وادی میں تن تنہا چھوڑ آئیں جب اسمٰعیل ذرا بڑے ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں اشارۂ خداوندی ہوا کہ وہ اسمٰعیل کو راہِ خداوندی میں ذبح کر دیں +

حضرت ابراہیم شام سے چل کر فوراً مکہ آئے اور ہونہار بچہ کا ہاتھ پکڑ جنگل میں لے گئے اور کہا:-

إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ۔ بیٹا! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے۔

ہونہار بچہ نے فوراً جواب دیا:-

يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ۔ اے باپ میں خدا نے جس بات کا حکم دیا ہے اسے کر گزرو اللہ نے چاہا تو تم مجھے صابر پاؤ گے +

باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا اور

گردن پر چھری پھیرنی شروع کر دی۔ فرشتے
چیخ پڑے۔ ملاء اعلیٰ میں شور مچ گیا۔ مگر حضرت
ابراہیم کے ہاتھ میں کوئی لغزش نہ آئی اور نہ
اسمٰعیل کی پیشانی پر کوئی شکن۔

امتحان پورا ہو چکا تھا۔ ابراہیم نے اپنی طرف
سے خداوندی کی تعمیل میں کسر نہ چھوڑی
و اسمٰعیل نے اپنی سعادت مندی کا حق
ادا کر دیا تھا۔ اس لئے حکم ہوا۔

یٰۤاِبْرٰهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا
اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّ
هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ۝

(اے ابراہیم تم نے خواب کو سچ کر دکھایا
(بس اب رہنے دو) ہم نیکو کاروں کو ایسی
ہی جزا دیتے ہیں۔ یہ تو کھلی آزمایش تھی
(جس میں تم پورے اترے)

پھر جنت کا ایک فربہ دُنبہ ابراہیم کے پاس
لا کھڑا کیا گیا اور اسماعیلؑ کے بدلے اُسے
قربان کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور یہ قربانی
اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی یادگار
کے طور ملّتِ ابراہیمی میں جاری کر دی
گئی۔ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ وَتَرَكْنَا
عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ۔

(اور ہم نے ایک بڑی قربانی کو اس کا فدیہ
بنایا۔ اور اس رسم کو پچھلے لوگوں میں باقی
رکھا۔

کچھ مدت بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام
کو حکم ہوا کہ وہ خدا کے مقدس گھر کعبے کی
تعمیر کریں۔ چنانچہ وہ پھر فلسطین سے حجاز
آئے اور اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ
اس کام میں لگ گئے۔ اسماعیل علیہ السلام
پتھر اٹھا اٹھا کر دیتے تھے۔ اور ابراہیم
علیہ السلام ردّے رکھتے جاتے تھے۔ اور
دونوں کے لبوں سے اس دعا کے ترانے
بلند ہو رہے تھے۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَمِنْ
ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَ
اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ
اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ رَبَّنَا
وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا
عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ
وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ
الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

(اے ہمارے پروردگار ہمیں اپنا فرمانبردار
بنا۔ ہماری اولاد میں بھی امت مسلمہ (فرمانبردار
امت) پیدا کر ہمیں حج کے قاعدے بتا
اور ہماری لغزشوں کو معاف کر تو بڑا

معاف کرنے والا۔ اور رحم کرنے والا ہے
اے ہمارے پروردگار ہماری اولاد میں
ایک رسول بھیج جو انہی میں سے ہو
جو تیری آیات ان پر تلاوت کرے اور
انہیں کتاب اللہ اور اس کے اسرار کی
تعلیم دے۔ اور ان کے دلوں کو زنگ
سے صاف کرے۔ درحقیقت تو ہی عزت
حکمت والا ہے)
خدا کے اس مقدس گھر کی تعمیر کے بعد
حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اس کے امام اور
متولی مقرر ہوئے۔ انہوں نے اس کو
مرکز بنا کر ساری عمر دعوتِ دین اور تبلیغ
اسلام میں گزاری۔
حضرت اسماعیل کی شادیاں کئی ہوئیں
ان کی اولاد بنو اسمٰعیل کہلائی۔ بنو اسمٰعیل ہی
کی ایک شاخ قریش کا وہ ممتاز قبیلہ تھا۔
جس میں خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم
پیدا ہوئے۔ اور آپ کی اُمت امۃ مسلمہ
کہلائی۔ اس طرح خدا کے ان دو مقدس
بندوں کی دعا جو خدا کے مقدس گھر کی تعمیر
کے وقت اُن کے ہونٹوں سے نکلی تھی۔
درجۂ قبول کو پہنچی۔
ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے۔ اَنَا

دَعْوَۃُ اَبِی اِبْرَاھِیْمَ (میں اپنے باپ
ابراہیم کی دعا ہوں۔)
اَسْوَاق:۔ بازار۔ واحد۔ سُوْق۔
اُسْوَۃ:۔ چال ڈھنگ۔ نمونۂ عمل۔
اَسْوَدُ:۔ سیاہ۔ سَوَاد سے اَفْعَلُ صفت
اِسْوَدَّتْ:۔ سیاہ ہوئی۔ اِسْوِدَاد سے
ماضی واحد مؤنث غائب۔
اَسْوِرَۃ:۔ کنگن۔ واحد۔ سِوار۔
اَسِیْر:۔ قیدی۔ گرفتار۔ ج اُسَارٰی
اَشَاءُ:۔ میں چاہوں۔ میں چاہتا ہوں۔
مَشِیْئَۃ۔ سے مضارع واحد متکلم۔
اَشَارَتْ:۔ اس نے اشارہ کیا۔ اِشَارَۃ سے
ماضی واحد مؤنث حاضر۔
اَشْتَات:۔ متفرق۔ منتشر۔ واحد شَتّ
اِشْتَدَّتْ:۔ وہ سخت ہوگئی۔ اِشْتِدَاد
سے ماضی واحد مؤنث غائب۔
اِشْتَرٰی:۔ اس نے خریدا۔ اِشْتِرَاء سے ماضی
واحد مذکر غائب۔
اِشْتَرَوْا:۔ انہوں نے خریدا۔ اِشْتِرَاد سے
ماضی جمع مذکر غائب۔
اِشْتَعَلَ:۔ چمک اٹھا۔ روشن ہوا۔ اِشْتِعَال
سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اِشْتَمَلَتْ:۔ اُس نے اپنے اندر لیا۔ وہ مشتمل

ہوئی (بصلہ علیٰ) اِشْتِمَال سے ماضی
واحد مؤنث غائب۔

اِشْتَہَتْ:۔ اس نے چاہا۔ اُس نے خواہش
کی اِشْتِہَاء سے ماضی واحد مؤنث
غائب۔

اَشِحَّۃ:۔ کنجوس لوگ۔ لالچی لوگ۔ واحد شَحِیْح

اَشَدّ:۔ بہت سخت۔ شِدَّۃ سے اسم
تفضیل واحد مذکر۔

اَشُدّ:۔ قوتِ جوانی۔ زور۔ کمالِ عقل۔

اَشِدَّاء:۔ سخت گیر لوگ۔ واحد شَدِیْد

اَشُدُّ:۔ میں مضبوط کروں گا۔ شِدَّۃ
سے مضارع واحد متکلم۔ مجزوم

اُشْدُدْ:۔ تو سخت کردے۔ شِدَّۃ سے امر
واحد مذکر حاضر۔

اَشَرّ:۔ بہت برا۔ شَرّ سے اسم تفضیل واحد
مذکر۔

اَشِر:۔ اترانے والا۔ بڑائی جتلانے والا۔
اَشَر سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

اَشْرَار:۔ برے لوگ۔ شریر لوگ۔ واحد
شَرّ۔ شَرِیر۔

اَشْرَاط:۔ نشانیاں۔ علامتیں۔ واحد
شَرَط۔

اِشْرَاق:۔ صبح۔ باب افعال سے مصدر
اس کے اصل معنی چمکنا ہیں۔

اِشْرَبُوْا:۔ تم پیو۔ شُرْب سے امر جمع مذکر حاضر

اُشْرِبُوْا:۔ اُن کو پلایا گیا۔ اِشْرَاب سے
ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اِشْرَبِیْ:۔ تو پی۔ شُرْب سے امر واحد مؤنث حاضر

اِشْرَحْ:۔ تو کھول شَرْح سے امر واحد
مذکر حاضر۔

اَشْرَقَتْ:۔ وہ چمکی۔ اِشْرَاق سے امر واحد
مؤنث غائب۔

اَشْرِكْ:۔ تو شریک کر۔ اِشْرَاك سے امر واحد
مذکر حاضر۔

اَشْرَكَ:۔ اُس نے شرک کیا۔ اِشْرَاك سے
ماضی واحد مذکر غائب۔

اُشْرِكُ:۔ میں شریک کروں۔ میں شرک کروں
اِشْرَاك سے مضارع واحد متکلم۔

اَشْرَكْتَ:۔ تو نے شرک کیا۔ اِشْرَاك سے
ماضی واحد مذکر حاضر۔

اَشْرَكْتُمْ:۔ تم نے شرک کیا۔ اِشْرَاك سے
ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَشْرَكْنَا:۔ ہم نے شرک کیا۔ اِشْرَاك سے
ماضی جمع متکلم۔

اَشْرَكُوْا:۔ انہوں نے شرک کیا۔ اِشْرَاك
سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَشْعَار :- بال - واحد - شَعْر

اَشْفَقْتُمْ :- تم ڈر گئے - تم ڈرے - اِشْفَاق سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَشْفَقْنَ :- وہ ڈر گئیں - اِشْفَاق سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

اَشَقّ :- بہت سخت - مَشَقَّۃ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَشُقّ :- میں تکلیف میں ڈالوں (بصلہ علیٰ) مَشَقَّۃ سے مضارع واحد متکلم

اَشْقٰی :- بڑا بدبخت - شَقَاوَۃ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَشْکُرُ :- میں شکر کروں - میں احسان مانوں - شُکْر سے مضارع واحد متکلم۔ شُکْر کے معنی ہیں کسی محسن کی نعمتوں کو یاد کرنا اور ان کا اظہار کرنا۔ شکر کی تین قسمیں ہیں "شکر قلب" دل سے کسی کی نعمتوں کو یاد کرنا "شکر لسان" زبان سے محسن کی نعمتوں کا ذکر کرنا "شکر جوارح" اپنے اعضاء کے ذریعہ محسن کی نعمتوں کا حق ادا کرنا۔ کامل شکر وہی ہے۔ جو ان تینوں صورتوں پر مشتمل ہو اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُکْرًا (اے آلِ داؤد شکر کے طور پر عمل کرو) میں یہی مراد ہے اور جہاں اللہ تعالیٰ کو شکور کہا گیا ہے اور اسے لفظ شکر سے موصوف کیا گیا تو وہاں بندوں پر اُس کا احسان کرنا اور ان کی نیکیوں کی جزا دینا مراد ہے۔ (مفردات ملخصاً)

اُشْکُرُوْا :- تم احسان مانو - شکر کرو۔ شُکْر سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَشْکُوْا :- میں شکوہ کرتا ہوں - شِکَایَۃ سے مضارع واحد متکلم۔

اِشْمَأَزَّتْ :- وہ رک گئی - نفرت کی - اِشْمِئْزَاز سے ماضی واحد مونث غائب۔

اَشْهَاد :- گواہ - حد - شَاهِد۔

اَشْهِدْ :- تو گواہ کر - اِشْهَاد سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِشْهَدْ :- تو گواہ ہو - شَهَادَۃ سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَشْهَدَ :- اس نے گواہ کیا - اِشْهَاد سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَشْهَدْتُّ :- میں نے گواہ بنایا - اِشْهَاد سے ماضی واحد متکلم۔

اِشْهَدُوْا :- تم گواہ ہو - شَهَادَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَشْهِدُوْا :- تم گواہ کر لو - اِشْهَاد سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَشْهُرُ:- مہینے۔ واحد۔ شَهْر
اَشْیَاء:- چیزیں۔ باتیں۔ واحد۔ شَیْءٌ
اَشْیَاعٌ:- ہم مذہب۔ ساتھی۔ واحد۔ رفقار واحد شیعة۔
اَصَابَ:- وہ آپڑا۔ پہنچا۔ اُس نے پا لیا۔ اِصَابَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اَصَابَتْ:- وہ پہنچی۔ اِصَابَة سے ماضی واحد مؤنث غائب۔
اَصَابِع:- انگلیاں۔ واحد۔ اِصْبَع۔
اَصْبُ:- میں مائل ہو جاؤں گا (بطلبر ائی) صُبُوٌّ سے مضارع واحد متکلم۔ مجزوم
اِصْبَاح:- صبح کی روشنی (دراصل باب افعال سے مصدر ہے)
اَصَبْتُمْ:- تم پہنچا چکے۔ اَصَابَة سے ماضی جمع مذکر حاضر۔
اَصْبَحَ:- اس نے صبح کی۔ وہ ہو گیا۔ اِصْبَاح سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اَصْبَحَتْ:- اُس نے صبح کی۔ وہ ہو گئی۔ اِصْبَاح سے ماضی واحد مؤنث غائب۔
اَصْبَحْتُمْ:- تم نے صبح کی۔ تم ہو گئے اِصْبَاح سے ماضی جمع مذکر حاضر۔
اَصْبَحُوْا:- وہ ہو گئے۔ انہوں نے صبح کی۔ اِصْبَاح سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَصْبَرُ:- بڑا صبر کرنے والا۔ صَبْر سے اسم تفضیل واحد مذکر (دیکھو۔ صَبْر)
اِصْبِرْ:- تو صبر کر۔ صَبْر سے امر واحد مذکر حاضر
اِصْبِرُوْا:- تم صبر کرو۔ صَبْر سے امر جمع مذکر حاضر +
اَصَبْنَا:- ہم نے آلیا۔ اِصَابَة سے ماضی جمع متکلم
اَصْحَاب:- دوست۔ یار۔ والے۔ واحد صَاحِب۔
اَصْحَابُ الشِّمَال:- بائیں طرف والے (یعنی دوزخی جن کا نامۂ اعمال قیامت کے دن بائیں ہاتھ میں ہوگا)
اَصْحَابُ الْيَمِيْن:- داہنی طرف والے (یعنی جنتی جن کا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں ہوگا۔
اَصْحَابُ الْفِيْل:- ہاتھی والے اَصْحَاب صاحب کی جمع۔ فیل ہاتھی۔ چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں یمن کے مشہور شہر صنعاء میں ابرہہ نامی ایک سردار حکومت کرتا تھا۔ یہ نجاشی شاہ حبش کا ماتحت تھا۔ اور کٹر عیسائی تھا اس نے اپنے دارالسلطنت میں خانہ کعبہ کے مقابلہ میں ایک شاندار گرجا تعمیر کرایا۔ اور ہر قسم کے سامان آرائش و آسائش اس میں جمع کئے۔ اور عرب قبیلوں کو ترغیب و ترہیب سے اس پر مجبور کرنا شروع کیا کہ

بجائے خانہ کعبہ کے وہ حج کے لئے یہاں
آیا کریں۔ عربوں کو خصوصًا قریش کو یہ بات
ناگوار گزری۔ اور کسی نے موقعہ دیکھ کر
اس میں آگ لگادی۔

ابرہہ اس واقعہ سے جل کر آگ بگولہ ہوگیا
وہ ہاتھیوں کا بہت بڑا لشکر لیکر خانہ کعبہ
پر چڑھ دوڑا۔ یہ زمانہ ہمارے حضورؐ کے
دادا عبدالمطلب کا تھا۔ وہی اس وقت
خانہ کعبہ کے متولی تھے۔ وہ اتنے عظیم
الشان لشکر کے مقابلہ کی قوت نہ دیکھ کر
پہاڑیوں میں جا چھپے اور خدا کے گھر کی
حفاظت کا معاملہ خدا پر چھوڑ دیا۔ ابرہہ
میدان خالی دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ مگر
وہ جب وادی محسّر میں پہنچا تو سمندر کی
طرف سے پرندوں کی ٹکڑیاں چونچوں میں
سنگریزے دبائے ہوئے آئیں۔ اور
ان کو ابرہہ کے لشکر پر برسانے لگیں
یہ کنکریاں عذاب الٰہی تھیں۔ عجیب طرح
کا زہریلا مادہ ان میں تھا۔ کہ جس کے
بدن پر پڑتیں۔ اس کو ہلاک کردیتیں۔ چنانچہ
ابرہہ کا سارا لشکر تباہ و برباد ہوا۔ وہ
خود بھی بری حالت میں ایڑیاں رگڑ رگڑ
کر مرا۔

یہ واقعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی ولادت سے پچاس روز پہلے پیش آیا۔
گویا حضورؐ کی غیبی بشارت تھی۔

اَصْحَابُ الْکَہْفِ:۔ غار والے۔ اصحاب صاحب
کی جمع۔ کہف غار، کھوہ۔ "اصحاب کہف"
کا واقعہ حضرت شاہ عبدالقادرؒ کے بیان
کے مطابق یوں ہے:۔ کسی شہر میں کافر
ظالم بادشاہ تھا۔ جو اس کے بتوں کو نہ
پوجتا تھا۔ اس کو عذاب دیتا اور بت
پوجنے پر مجبور کرتا۔ یہ چند نوجوان اس کے
معمولی نوکروں کے بیٹے تھے اور بت پرستی
سے نفرت کرتے تھے۔ بادشاہ کو خبر ہوئی
تو ان کو بلا کر جواب طلب کیا۔ مگر یہ ذرا
نہ گھبرائے۔ اور صاف صاف کہہ دیا کہ ہم
خالق زمین و آسمان کے سوا کسی کے آگے
سر نہ جھکائیں گے۔ بادشاہ نے کسی وجہ
سے اس وقت سزا کو موقوف رکھا۔ یہ موقعہ
پاکر چھپ کر نکل گئے۔ شہر کے پاس ایک
پہاڑ میں کھوہ تھی۔ آپس میں مشورہ کرکے
وہاں جا بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند
غالب کردی۔ اور وہ سو گئے کسی کو معلوم نہ
ہوا تب سے اب تک سوتے ہیں۔ بیچ میں ایک
بار اللہ تعالیٰ نے جگا دیا تھا۔

جس سے اہلِ شہر کو علم نہ ہوا۔ مگر پھر سو گئے
کہتے ہیں سوتے میں ان کی آنکھیں کھلی
رہیں۔ کوئی دیکھے تو سمجھے کہ جاگتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے اس جگہ جہاں یہ سو رہے ہیں
دہشت رکھی ہے۔ تاکہ لوگ ان کا تماشہ نہ
بنائیں۔ اور وہ بے آرام نہ ہوں۔ ان کے
ساتھ ایک کتا بھی لگ گیا تھا۔ وہ بھی
زندہ رہ گیا۔ (موضح القرآن بتصرف الفاظ)
اصحاب کہف کے مقام کی تعیین کے سلسلہ
میں مولانا ابوالکلام آزاد ترجمان القرآن
میں لکھتے ہیں:

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سورت
میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ کہاں
پیش آیا تھا۔ قرآن نے کہف کے ساتھ
"الرقیم" کا لفظ بھی بولا ہے اور بعض ائمہ
تابعین نے اس کا مطلب یہی سمجھا تھا کہ
ایک شہر کا نام ہے لیکن چونکہ اس نام کا
کوئی شہر عام طور پر مشہور نہ تھا اسلئے
اکثر مفسرین اس طرف چلے گئے۔ کہ یہاں
رقیم سے مراد کتبہ ہے۔ یعنی ان کے غار
پر کوئی کتبہ لگا دیا گیا تھا۔ اس لئے کتبہ
والے مشہور ہو گئے۔
لیکن اگر انہوں نے تورات کی طرف رجوع
کیا ہوتا تو معلوم ہو جاتا کہ رقیم وہی لفظ
ہے جسے تورات میں راقیم کہا گیا ہے اور
یہ فی الحقیقت ایک شہر کا نام تھا جو آگے
چل کر پیٹرا کے نام سے مشہور ہوا۔ اور عرب
اسے بطرا کہتے ہیں۔ جزیرہ نمائے سینا اور
خلیج عقبہ سے سیدھے شمال کی طرف بڑھیں
تو دو پہاڑی سلسلے متوازی شروع ہو جاتے
ہیں اور سطح زمین بلندی کی طرف اٹھنے
لگتی ہے۔ یہ علاقہ نبطی قبائل کا علاقہ تھا
اور اسی کی ایک پہاڑی سطح پر راقیم
نامی شہر آباد تھا۔ دوسری صدی عیسوی
میں جب رومیوں نے شام اور فلسطین کا
الحاق کر لیا۔ تو یہاں کے دوسرے شہروں
کی طرح راقیم نے بھی رومی نو آبادی
کی حیثیت اختیار کر لی۔ اور یہی زمانہ
ہے جب پیٹرا کے نام سے اسکے عظیم الشان
مندروں اور تھیٹروں کی شہرت دور دور
تک پہنچی۔ سنہ ۶۳۴ء میں جب مسلمانوں نے
یہ علاقہ فتح کیا۔ تو رقیم کا نام بہت
کم زبانوں پر رہا تھا۔ یہ رومیوں کا پیٹرا
اور عربوں کا بطرا تھا۔
جنگ کے بعد سے اس علاقہ کی از سر نو
اثری پیمائش کی جا رہی ہے اور نئی نئی

باتیں روشنی میں آرہی ہیں۔ ازاں جملہ اس علاقہ کے عجیب و غریب غار ہیں جو دُور دُور تک چلے گئے ہیں اور نہایت وسیع ہیں۔ نیز اپنی نوعیت میں ایسے واقع ہوئے ہیں کہ دن کی روشنی کسی طرح بھی ان کے اندر نہیں پہنچ سکتی۔ ایک غار ایسا بھی ملا ہے جس کے دہانے کے پاس قدیم عمارتوں کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اور بیشمار ستونوں کی کرسیاں شناخت کی گئی ہیں۔ خیال کیا گیا ہے کہ یہ کوئی معبد ہوگا جو یہاں تعمیر کیا گیا تھا۔

اس انکشاف کے بعد قدرتی طور پر یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ اصحاب کہف کا واقعہ اسی شہر میں پیش آیا تھا اور قرآن نے صاف صاف اس کا نام الرقیم بتا دیا ہے در جب اس نام کا ایک شہر موجود تھا۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ رقیم کے معنی میں تکلفات کئے جائیں۔ اور بغیر کسی بنیاد کے اسے کتبہ پر محمول کیا جائے۔

قرآن کریم نے جس طرح اس واقعہ (اصحاب کہف) کا ذکر کیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس واقعہ کی عرب میں شہرت تھی۔ لوگ اس بارے میں بحثیں کیا کرتے تھے۔ اور اسے ایک نہایت ہی عجیب و غریب بات تصور کرتے تھے۔ قریش مکہ کے تجارتی قافلے بھی ہر سال شام جایا کرتے تھے۔ اور سفر کا ذریعہ وہ شاہراہ تھی جو رومیوں نے ساحل خلیج سے لیکر ساحل مارمورا تک تعمیر کردی تھی۔ پیٹرا اسی شاہراہ پر واقع تھا۔ بلکہ اس نواح کی سب سے پہلی تجارتی منڈی تھی۔ اس لئے اس سے زیادہ قدرتی بات اور کیا ہوسکتی ہے کہ یہ واقعہ ان کے علم میں آگیا ہو۔

(ترجمان القرآن ج ۲)

اِصْنَعْ:۔ تو بنا۔ صاف کہہ کھلم کھلا کہہ۔ صَنَعَ سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَصْدَقُ:۔ زیادہ سچا۔ صِدْق سے اسم تفضیل واحد مذکر (دیکھو صِدْق)

اَصَّدَّقَ:۔ میں خیرات کروں۔ اِصَّدُّق سے مضارع واحد متکلم۔ اِصَّدُّق دراصل تَصَدُّق تھا۔ تا کو صاد سے بدل کر ادغام کیا۔ اسی طرح اَصَّدَّقَ بھی در اصل اَتَصَدَّقَ تھا۔

اِصْر:۔ بھاری بوجھ۔ تکلیف شاقہ۔

اَصْرِفُ:۔ میں پھیر دوں گا۔ صَرْف سے مضارع واحد متکلم۔

اِضْرِبْ:۔ تو پھیر۔ تو ہٹا۔ صَرف سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَصَرُّوْا:۔ وہ اڑے رہے۔ اُنہوں نے ضد کی اِصْرَار سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِصْطَادُوْا:۔ تم شکار کرو۔ اِصْطِیاد سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِصْطَبِرْ:۔ تو صبر کر۔ ٹھیرا رہ۔ اِصْطِبَار سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِصْطَفٰی:۔ اُس نے پسند کیا۔ اِصْطِفَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِصْطَفَیْتُ:۔ میں نے پسند کیا۔ میں نے برگزیدہ کیا۔ اِصْطِفَاء سے۔ ماضی واحد متکلم

اِصْطَفَیْنَا:۔ ہم نے پسند کیا۔ ہم نے برگزیدہ کیا اِصْطِفَاء سے ماضی جمع متکلم۔

اِصْطَنَعْتُ:۔ میں نے بنایا۔ اِصْطِنَاع سے ماضی واحد متکلم۔

اَصْغَرُ:۔ زیادہ چھوٹا۔ خردتر۔ صِغَر سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَصْفٰی:۔ اُس نے چن لیا۔ پسند کیا۔ اِصْفَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَصْفَاد:۔ زنجیریں۔ واحد۔ صَفَد۔

اِصْفَحُوْا:۔ تم درگزر کرو۔ صَفْح سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَصْل:۔ جڑ۔ جمع۔ اُصُول

اَصْلَاب:۔ پشتیں۔ پیٹھیں۔ واحد صُلْب۔

اِصْلَاح:۔ سنوارنا۔ صلح کرانا۔ باب افعال سے مصدر۔ آخرالذکر معنٰے میں بصلہ بَیْنَ

اُصَلِّبَنَّ:۔ میں ضرور سولی دوں گا۔ قرآن میں لَاُصَلِّبَنَّ ہے۔ تَصْلِیب سے مضارع واحد متکلم مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

اَصْلِحْ:۔ تو اصلاح کر۔ نیک بنائے۔ اِصْلَاح سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَصْلَحَ:۔ اس نے سنوارا۔ وہ سنور گیا۔ اس نے اصلاح کی۔ اس نے صلح کرائی۔ اِصْلَاح سے ماضی واحد مذکر غائب آخری معنٰے میں بصلہ بَیْنَ

اَصْلَحَا:۔ وہ دونوں صالح ہوئے۔ اِصْلَاح سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

اَصْلَحْنَا:۔ ہم نے اچھا کر دیا۔ اِصْلَاح سے ماضی جمع متکلم۔

اَصْلَحُوْا:۔ انہوں نے درست کیا، وہ سنور گئے اِصْلَاح سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَصْلِحُوْا:۔ تم ملاپ کرا دو۔ بصلہ بَیْنَ۔ اِصْلَاح سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِصْلَوْا:۔ تم (آگ میں) جا پڑو۔ صَلَاء سے امر جمع مذکر حاضر۔

اُصْلِیْ:۔ میں (آگ میں) ڈالوں گا۔ اِصْلَاء سے مضارع واحد متکلم۔

اَصَمّ:۔ بہرا۔ صَمَم سے افعل صفت جمع صُمّ

اَصْنَام:۔ بُت۔ واحد صَنَم۔

اِصْنَعْ: تو بنا دے۔ صُنْع سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَصْوَات:۔ آوازیں۔ واحد صَوْت۔

اَصْوَاف:۔ اُون۔ بال۔ واحد صُوْف۔

اُصُوْل:۔ جڑیں۔ واحد اَصْل

اُصِیْبُ:۔ میں پہنچاتا ہوں۔ اِصَابَۃ سے مضارع واحد متکلم۔

اَصِیْل:۔ وقتِ شام۔ جمع آصَال۔

اَضَاءَ:۔ اس نے روشن کیا۔ اِضَاءَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَضَاءَتْ:۔ اس نے روشن کیا۔ اِضَاءَۃ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَضَاعُوْا:۔ انہوں نے گنوا دیا۔ کھو دیا۔ اِضَاعَۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَضْحَكَ:۔ اس نے ہنسایا۔ اِضْحَاك سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِضْرِبْ:۔ تو مار۔ تو بنا۔ تو بیان کر۔ ضَرْب سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِضْرِبُوْا:۔ تم مارو۔ ضَرْب سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَضْطَرُّ:۔ میں مجبور کروں گا۔ اِضْطِرَار سے مضارع واحد متکلم۔

اُضْطُرَّ:۔ وہ بے اختیار کیا گیا۔ اِضْطِرَار سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

اُضْطُرِرْتُمْ:۔ تم مجبور کیے گئے۔ اِضْطِرَار سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

اَضْعَاف:۔ کئی گُنے۔ واحد ضِعْف۔

اَضْعَفُ:۔ زیادہ کمزور۔ ضعف سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَضْغَاث:۔ خشک و تر گھاس کے مٹھے۔ واحد ضِغْث۔

اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ:۔ خوابہائے پریشان (مرکب اضافی ہے، لفظی معنی خوابوں کی گڈیاں۔

اَضْغَان:۔ سخت عداوتیں۔ کینے واحد ضِغْن

اَضَلُّ:۔ زیادہ گمراہ۔ ضَلَالَۃ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَضَلَّ:۔ اُس نے گمراہ کیا۔ اِضْلَال سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اُضِلَّ:۔ میں گمراہ کروں گا۔ اِضْلَال سے مضارع واحد متکلم۔

اَضَلَّا:۔ ان دونوں نے گمراہ کیا۔ اِضْلَال سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

اَضْلَلْتُمْ:۔ تم نے گمراہ کیا۔ اِضْلَال سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَضْلَلْنَ: انہوں نے گمراہ کیا۔ اِضْلَال سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

اَضَلُّوْا: انہوں نے گمراہ کیا۔ اِضْلَال سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اُضِیْعُ: میں ضائع کروں گا۔ اِضَاعَة سے مضارع واحد متکلم۔

اَطَاعَ: اُس نے فرمانبرداری کی۔ اِطَاعَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَطَاعُوْا: انہوں نے فرمانبرداری کی۔ اِطَاعَة سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَطْرَاف: حصے کنارے۔ واحد طَرَف

اِطْرَحُوْا: تم پھینک دو۔ طَرْح سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِطْعَام: کھانا کھلانا۔ باب افعال سے مصدر

اَطَعْتُمْ: تم نے فرماں برداری کی۔ اِطَاعَة سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَطْعَمَ: اس نے کھانا کھلایا۔ اِطْعَام سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَطْعِمُوْا: تم کھانا کھلاؤ۔ اِطْعَام سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَطَعْنَ: انہوں نے اطاعت کی۔ اِطَاعَة سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

اَطِعْنَ: تم اطاعت کرو۔ اِطَاعَة سے امر جمع مؤنث حاضر۔

اَطَعْنَا: ہم نے اطاعت کی۔ اِطَاعَة سے ماضی جمع متکلم۔

اَطْغٰی: بہت شریر۔ زیادہ سرکش۔ طُغْیَان سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَطْغَیْتُ: میں نے گمراہ کیا۔ سرکش بنایا۔ اِطْغَاء سے ماضی واحد متکلم۔

اَطْفَأَ: اس نے بجھایا۔ اِطْفَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَطْفَال: بچے، لڑکے۔ واحد طِفْل۔

اَطَّلِعَ: میں جھانکوں۔ اِطِّلَاع سے مضارع واحد متکلم۔

اِطَّلَعَ: وہ خبردار ہوا۔ اُس نے جھانکا۔ اِطِّلَاع سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِطَّلَعْتَ: تو نے جھانکا۔ اِطِّلَاع سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اِطْمَأَنَّ: اُس نے آرام پکڑا۔ اِطْمِئْنَان سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اِطْمَأْنَنْتُمْ: تم مطمئن ہوئے۔ اِطْمِئْنَان سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اِطْمَأَنُّوْا: وہ مطمئن ہوئے۔ اِطْمِئْنَان سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اُطْمُسْ: تو مٹا دے۔ طَمْس سے امر واحد مذکر حاضر

أَطْمَعُ :۔ میں توقع رکھتا ہوں۔ طَمَع سے مضارع واحد متکلم۔
أَطْوَار :۔ کئی طرح۔ کئی بار۔ واحد طَوْر۔
أَطْهَرُ :۔ زیادہ پاک۔ زیادہ ستھرا۔ زیادہ پاک کرنے والا۔ پہلے دو معنیٰ میں طَهَارَة سے اسم تفضیل واحد مذکر۔ اور آخری معنیٰ میں إِظْهَار سے خلافِ قیاس اسم تفضیل واحد مذکر + دیکھو طَهَّرَ
إِطَّهَّرُوْا :۔ تم خوب پاک ہو جاؤ (یعنی غسل کرو) إِطَّهُّر سے امر جمع مذکر حاضر۔
إِطَّيَّرْنَا :۔ ہم نے منحوس جانا۔ (بصلہ بار) إِطَّيُّر سے ماضی جمع متکلم۔
أَطِيْعُوْا :۔ تم فرمانبرداری کرو۔ إِطَاعَة سے امر جمع مذکر حاضر۔
أَظْفَرَ :۔ اس نے فتح دی۔ إِظْفَار سے ماضی واحد مذکر غائب۔
أَظْلَمَ :۔ اندھیرا ہوا۔ تاریک ہوا۔ إِظْلَام سے ماضی واحد مذکر غائب۔
أَظْلَمُ :۔ زیادہ ظالم۔ ظُلْم سے اسم تفضیل واحد مذکر (دیکھو ظلم)
أَظُنُّ :۔ میں گمان کرتا ہوں۔ ظَنّ سے مضارع واحد متکلم۔
أَظْهَرَ :۔ اس نے ظاہر کر دیا۔ إِظْهَار سے ماضی واحد مذکر غائب۔
أَعَانَ :۔ اس نے مدد کی۔ إِعَانَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔
أَعْبُدُ :۔ میں عبادت کرتا ہوں۔ عِبَادَة سے مضارع واحد متکلم
أُعْبُدْ :۔ تو عبادت کر۔ عِبَادَة سے امر واحد مذکر حاضر۔
أُعْبُدُوْا :۔ تم بندگی کرو۔ عِبَادَة سے امر جمع مذکر حاضر۔
إِعْتَبِرُوْا :۔ تم عبرت پکڑو۔ إِعْتِبَار سے امر جمع مذکر حاضر۔
إِعْتَدٰى :۔ اس نے زیادتی کی۔ إِعْتِدَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔
أَعْتَدَتْ :۔ اس نے تیار کیا۔ إِعْتَاد سے ماضی واحد مونث غائب۔
أَعْتَدْنَا :۔ ہمنے تیار کیا۔ إِعْتَاد سے ماضی جمع متکلم
إِعْتَدَوْا :۔ انہوں نے زیادتی کی۔ إِعْتِدَاء سے ماضی جمع مذکر غائب۔
إِعْتَدُوْا :۔ تم زیادتی کرو۔ إِعْتِدَاء سے امر جمع مذکر حاضر۔
إِعْتَدَيْنَا :۔ ہم حد سے بڑھے۔ إِعْتِدَاء سے ماضی جمع متکلم۔
إِعْتَرٰى :۔ وہ پیش آیا۔ إِعْتِرَاء سے ماضی

واحد مذکر غائب۔

اِعْتَرَفْنَا: ہم نے اقرار کیا۔ اِعْتِرَاف سے ماضی جمع متکلم۔

اِعْتَزَلَ: وہ یکسو ہوا۔ اِعْتِزَال سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَعْتَزِلُ: میں چھوڑتا ہوں۔ جدا ہوتا ہوں۔ اِعْتِزَال سے مضارع واحد متکلم۔

اِعْتَزَلْتُمْ: تم نے علیحدگی اختیار کی۔ اِعْتِزَال سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اِعْتَزِلُوْا: تم یکسو ہو جاؤ۔ علیحدہ ہو جاؤ۔ اِعْتِزَال سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِعْتَصَمُوْا: انہوں نے مضبوط پکڑا۔ اِعْتِصَام سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِعْتَصِمُوْا: تم مضبوط پکڑو۔ اِعْتِصَام سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِعْتِلُوْا: سختی سے کھینچو۔ دھکیل کر لے جاؤ۔ عَتْل سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِعْتَمَرَ: اس نے عمرہ کیا۔ اِعْتِمَار سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَعْثَرْنَا: ہم نے بتا دیا۔ مطلع کر دیا۔ اِعْثَار علیٰ، عَثْر سے ماضی جمع متکلم۔

اَعْجَازُ: تنے۔ جڑیں۔ واحد عَجُزٌ

اَعْجَبَ: وہ اچھا لگا۔ اس نے خوش کیا۔ اِعْجَاب سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اَعْجَبَتْ: وہ اچھی لگی۔ اِعْجَاب سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَعْجَلَ: اس نے جلدی کی۔ اِعْجَال سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَعْجَمِیٌّ: عجم کا رہنے والا۔ عربی زبان کے سوا دوسری زبان بولنے والا۔

اَعْجَمِیْنَ: اہلِ عجم۔ واحد اَعْجَمِیٌّ۔ (بحالت نصبی وجری)

اَعَدَّ: اس نے تیار کیا۔ اِعْدَاد سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَعْدَاءٌ: دشمن لوگ۔ واحد عَدُوٌّ۔

اُعِدَّتْ: وہ تیار کی گئی۔ اِعْدَاد سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

اَعْدِلُ: میں انصاف کروں۔ عَدْل سے مضارع واحد متکلم۔

اِعْدِلُوْا: تم انصاف کرو۔ عَدْل سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَعَدُّوْا: انہوں نے تیار کیا۔ اِعْدَاد سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَعِدُّوْا: تم تیار کرو۔ اِعْدَاد سے امر جمع مذکر حاضر

اُعَذِّبُ: میں عذاب دوں گا۔ تَعْذِیْب سے مضارع واحد متکلم۔

اَعْرَاب:۔ گنوار لوگ۔ عرب کے بادیہ نشین۔ واحد اَعْرَابِیّ۔

اِعْرَاض:۔ منہ پھیرنا۔ باب افعال سے مصدر۔

اَعْرَاف:۔ لغوی معنی ہیں "بلندیاں" عُرف کی جمع جس کے معنی ہیں بلند و نمایاں۔ اصطلاحِ شرع میں جنت اور دوزخ کے درمیان جو حدِ فاصل ہے اسے اعراف کہتے ہیں۔ وزنِ اعمال کے بعد قیامت کے دن جن کے نیک اعمال کا پلہ بھاری ہوگا۔ وہ جنت میں بھیجے جائیں گے اور جن کے برے اعمال کا پلہ بھاری ہوگا وہ دوزخ میں بھیجے جائیں گے کچھ لوگ ایسے رہ جائیں گے جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی۔ ان لوگوں کو اس وقت تک اعراف میں رکھا جائے گا جب تک سب اہلِ جنت جنت میں نہ جا لیں گے روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر کار اہلِ اعراف بھی جنت میں داخل ہو جائیں گے (بیضاوی و ابنِ کثیر)

اَعْرَجُ:۔ لنگڑا۔ عَرَج سے اَفْعَلُ صفت۔

اَعْرَضَ:۔ اُس نے مُنہ پھیرا۔ اِعْرَاض سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَعْرِضْ:۔ تو منہ پھیر لے۔ کنارہ کر۔ اِعْرَاض سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَعْرَضْتُمْ:۔ تم نے منہ موڑا۔ اِعْرَاض سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَعْرَضُوْا:۔ انہوں نے منہ پھیرا۔ اِعْرَاض سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَعْرِضُوْا:۔ تم منہ موڑو۔ درگزرو۔ اِعْرَاض سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَعَزُّ:۔ بہت عزت والا۔ عِزَّة سے اسم تفضیل واحد مذکر (دیکھو عِزَّة)

اَعِزَّةٌ:۔ عزت والے۔ زبردست و غالب لوگ واحد عَزِیْزٌ۔

اَعْصَارٌ:۔ بگولا۔ جمع اَعَاصِیْرُ۔

اَعْصِرُ:۔ میں نچوڑتا ہوں۔ عَصْر سے مضارع واحد متکلم۔

اَعْصِیْ:۔ میں نافرمانی کروں گا۔ عِصْیَان سے مضارع واحد متکلم۔

اَعْطٰی:۔ اس نے دیا۔ بخشا۔ اِعْطَاء سے ماضی واحد مذکر غائب

اُعْطُوْا:۔ انکو دیا گیا۔ اِعْطَاء سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب

اَعْطَیْنَا:۔ ہم نے دیا۔ اِعْطَاء سے ماضی جمع متکلم۔

اَعِظُ:۔ میں نصیحت کرتا ہوں۔ وَعْظ سے مضارع واحد متکلم۔

اَعْظَمُ:۔ بہت بڑا۔ زیادہ بڑا۔ عَظَمَة سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اُعْفُ :- تو معاف کر۔ (بضمۂ عَیْن) عَفْو سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُعْفُوْا :- تم معاف کرو۔ عَفْو سے امر جمع مذکر حاضر

اَعْقَاب :- ایڑیاں۔ واحد۔ عَقِب۔

اَعْقَبَ :- اس نے اثر دکھلایا۔ اُس نے وارث بنایا۔ اِعْقَاب سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَعْلٰی :- سب سے بڑا۔ نہایت بڑا۔ عُلُوّ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَعْلَام :- پہاڑ۔ واحد۔ عَلَم۔

اَعْلَمُ :- میں جانتا ہوں۔ عِلْم سے مضارع واحد متکلم

اَعْلَم :- بڑا جاننے والا۔ زیادہ جاننے والا۔ عِلْم سے اسم تفضیل واحد مذکر (دیکھو عَلِیْم)

اِعْلَمْ :- تو جان۔ عِلْم سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِعْلَمُوْا :- تم جانو۔ عِلْم سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَعْلَنْتُ :- میں نے کھول کر کہا۔ میں نے ظاہر کیا۔ اِعْلَان سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَعْلَنْتُمْ :- تم نے کھول کر کہا۔ تم نے ظاہر کیا۔ اِعْلَان سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَعْلَوْنَ :- بالادست۔ غالب لوگ۔ عُلُوّ سے اسم تفضیل جمع مذکر واحد اَعْلٰی۔

اَعْمٰی :- اندھا۔ نادان۔ جمع عُمْی۔

اَعْمٰی :- اندھا کر دیا۔ اِعْمَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَعْمَال :- کام۔ واحد۔ عَمَل۔

اَعْمَام :- چچا۔ واحد۔ عَمّ۔

اَعْمَلُ :- میں کام کرتا ہوں۔ عَمَل سے مضارع واحد متکلم۔

اِعْمَلْ :- تو کام کر۔ تو بنا۔ عَمَل سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِعْمَلُوْا :- تم کام کرو۔ عَمَل سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَعْنَاب :- انگور۔ واحد۔ عِنَب۔

اَعْنَاق :- گردنیں۔ واحد عُنُق۔

اَعْنَتَ :- اس نے مشکل میں ڈالا۔ اِعْنَات سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَعُوْذُ :- میں پناہ لیتا ہوں۔ میں پناہ چاہتا ہوں۔ عَوْذ سے مضارع واحد متکلم۔

(اَلَمْ) اَعْهَدْ :- کیا میں نے عہد نہیں کیا۔ عَهْد سے مضارع واحد متکلم نفی جحد بلَمْ۔

اِعْيَاء :- عاجز ہونا۔ باب افعال سے مصدر

اَعِيْبُ :- میں عیب دار کروں گا۔ عَيْب سے مضارع واحد متکلم۔

اُعِيْدُوْا :- وہ لوٹائے گئے۔ اِعَادَة سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اُعِيْذُ :- میں پناہ میں دیتی ہوں۔ اِعَاذَة سے مضارع واحد متکلم۔

اَعْيُن :- آنکھیں۔ واحد۔ عَيْن۔

اَعِیْنُوْا:۔ تم مدد کرو۔ اِعَانَت سے امر جمع مذکر حاضر۔
اِغْتَرَفَ:۔ اس نے چلو سے لیا۔ اِغْتِرَاف سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اُغْدُوْا:۔ سویرے چلو۔ صبح کرو۔ غُدُوّ سے امر جمع مذکر حاضر۔
اَغْرَقْنَا:۔ ہم نے ڈبو دیا۔ اِغْرَاق سے ماضی جمع متکلم۔
اُغْرِقُوْا:۔ وہ ڈبوئے گئے۔ اِغْرَاق سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔
اَغْرَیْنَا:۔ ہم نے بھڑکا دیا۔ برانگیختہ کر دیا۔ (بصلہ بَیْن) اِغْرَاء سے ماضی جمع متکلم۔
اِغْسِلُوْا:۔ تم دھوؤ۔ غَسْل سے امر جمع مذکر حاضر۔
اُغْشِیَتْ:۔ وہ ڈھانپی گئی۔ اِغْشَاء سے ماضی مجہول واحد مونث غائب۔
اَغْشَیْنَا:۔ ہم نے ڈھانپا۔ چھپایا۔ اِغْشَاء سے ماضی جمع متکلم۔
اُغْضُضْ:۔ تو نیچا کر۔ پست کر۔ جھکا۔ غَضّ سے امر واحد مذکر حاضر۔
اَغْطَشَ:۔ اس نے تاریک کر دیا۔ اِغْطَاش سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اِغْفِرْ:۔ تو بخش دے (بصلہ لام)۔ غُفْرَان سے امر واحد مذکر حاضر۔ دیکھو غُفْرَان
اَغْفَلْنَا:۔ ہم نے غافل کیا۔ اِغْفَال سے ماضی جمع متکلم۔

اَغْلَال:۔ گلے کے طوق۔ واحد۔ غُل
اَغْلِبَنَّ:۔ میں ضرور غالب ہوں گا۔ قرآن میں لَاَغْلِبَنَّ ہے۔ غَلَبَۃ سے مضارع واحد متکلم مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔
اُغْلُظْ:۔ تو سختی کر۔ غِلْظَۃ سے امر واحد مذکر حاضر۔
اَغْنٰی:۔ اس نے غنی کیا۔ مالدار بنایا۔ وہ کام آیا۔ آخری معنی میں بصلہ عَنْ۔ اِغْنَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اَغْنَتْ:۔ وہ کام آئی۔ مفید ہوئی (بصلہ عَنْ) اِغْنَاء سے ماضی واحد مونث غائب۔
اُغْنِیْ:۔ میں کام آؤں گا (بصلہ عَنْ) اِغْنَاء سے مضارع واحد متکلم۔
اَغْنِیَاء:۔ دولت مند۔ مالدار لوگ۔ واحد غَنِیّ
اُغْوِیَنَّ:۔ میں ضرور گمراہ کروں گا۔ قرآن میں لَاُغْوِیَنَّ ہے اِغْوَاء سے مضارع واحد متکلم مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ (دیکھو غَیّ)
اَغْوَیْتَ:۔ تو نے گمراہ کیا۔ اِغْوَاء سے ماضی واحد مذکر حاضر۔
اَغْوَیْنَا:۔ ہم نے بہکایا۔ اِغْوَاء سے ماضی جمع متکلم
اُفّ:۔ افسوس۔ تُف۔ (کلمہ کراہت ہے)
اَفَاءَ:۔ اس نے لوٹایا۔ بطور فے کے دیا۔ اِفَاءَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔ فے اصطلاح

شرع میں اس مال کو کہتے ہیں جو دشمن سے بغیر جنگ کئے ہُوئے حاصل ہو۔ یہ مال قطعًا بیت المال کی ملک ہوتا ہے۔ یعنی حکومتِ اسلامیہ کا۔

اَفَاضَ :۔ وہ چلا۔ وہ لوٹا۔ اِفَاضَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَفَاقَ :۔ وہ ہوش میں آیا۔ اِفَاقَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَفَّاکٌ :۔ بڑا جھوٹا۔ بہتان تراش۔ اِفْکٌ سے مبالغہ واحد۔

اَفْئِدَۃ :۔ دل۔ قلوب۔ واحد فُؤَاد۔

اَفْتِ :۔ تو بیان کر۔ اپنی رائے ظاہر کر۔ اِفْتَاء سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِفْتَحْ :۔ تو کھول۔ فَتْحٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِفْتَدٰی :۔ اس نے فدیہ دیا۔ اِفْتِدَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِفْتَدَتْ :۔ اس نے فدیہ (عوض) دیا۔ اِفْتِدَاء سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اِفْتَدَوْا :۔ انہوں نے فدیہ دیا۔ اِفْتِدَاء سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِفْتِرَاء :۔ تہمت لگانا۔ بہتان باندھنا۔

اِفْتَرٰی :۔ اس نے بہتان باندھا۔ جھوٹ گھڑا۔ اِفْتِرَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِفْتَرَیْتُ :۔ میں نے بہتان باندھا۔ اِفْتِرَاء سے ماضی واحد متکلم۔

اِفْتَرَیْنَا :۔ ہم نے بہتان باندھا۔ اِفْتِرَاء سے ماضی جمع متکلم۔

اَفْتُوْا :۔ تم رائے دو۔ بیان کرو۔ اِفْتَاء سے امر جمع مذکر حاضر۔

اُفْرِغْ :۔ میں ڈالوں۔ اِفْرَاغ سے مضارع واحد متکلم۔

اَفْرِغْ :۔ تو ڈال۔ اِفْرَاغ سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُفْرُقْ :۔ تو جدا کر۔ فَرْق سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِفْسَحُوْا :۔ تم کشادہ ہو جاؤ۔ فُسْحَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَفْسَدُوْا :۔ انہوں نے بگاڑا۔ اِفْسَاد سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَفْصَحُ :۔ بڑا خوش بیان۔ فَصَاحَۃ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَفْضٰی :۔ وہ پہنچا۔ وہ بے حجابانہ مل گیا۔ اِفْضَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَفَضْتُمْ :۔ تم نے پھیلایا۔ تم نے کوچ کیا۔ اِفَاضَۃ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اِفْعَلْ :۔ تو کر۔ فِعْل سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِفْعَلُوْا :۔ تم کرو۔ فِعْل سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِفْکٌ :۔ بہتان۔ جھوٹ۔ اِفْک ہر اُس چیز کو

کہتے ہیں جو صحیح رُخ سے پھری ہوئی ہو خواہ وہ حق سے متعلق ہو۔ یا عمل سے یا قول سے۔ بہتان کو بھی اسی لئے اِفک کہتے ہیں کہ وہ حق نیت کی صحیح رو سے پھرا ہوا ہوتا ہے۔

اُفِکَ:۔ وہ پھیرا گیا۔ اَفک سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

اَفَلَ:۔ وہ چھپ گیا۔ غائب ہو گیا۔ اُفُول سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَفَلَتْ:۔ وہ چھپ گئی۔ غائب ہو گئی۔ اُفُول سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَفْلَحَ:۔ وہ مراد کو پہنچا۔ وہ کامیاب ہو گیا۔ اِفلاح سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَفْنَان:۔ شاخیں۔ واحد۔ فَنَن۔

اَفْوَاج:۔ غول کے غول۔ واحد فَوْج۔

اَفْوَاہ:۔ منہ۔ واحد۔ فَم

اَفُوْز:۔ میں مراد کو پہنچوں گا۔ فَوْز سے مضارع واحد متکلم (دیکھو فوز)

اُفَوِّضُ:۔ میں سونپتا ہوں۔ تَفْوِیض سے مضارع واحد متکلم۔

اَفِیْضُوْا:۔ تم چلو۔ تم پھرو۔ اِفَاضَة سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَقَامَ:۔ اُس نے درست کیا۔ سیدھا کیا۔ قائم کیا۔ اِقَامَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِقَام:۔ قائم کرنا۔ قائم رکھنا۔ باب افعال سے مصدر۔ اصل میں یہ اِقَامَة تھا۔ تار کو حذف کر دیا گیا۔

اِقَامَة:۔ قائم کرنا۔ اِقَامَة جب کسی شئے کی طرف مضاف ہو کر آئے۔ تو اس کا مطلب اس شئے کا حق ادا کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃ کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو اس کے آداب کا لحاظ کرتے ہوئے ادا کرو (مفردات)

اَقَامُوْا:۔ انہوں نے قائم رکھا۔ درست کیا۔ اِقَامَة سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَقَاوِیْل:۔ باتیں۔ (اقوال کی جمع) واحد قَوْل۔

اَقْبَرَ:۔ اس نے قبر میں رکھ دیا۔ اِقْبَار سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَقْبِلْ:۔ تو آگے آ۔ اِقْبَال سے امر واحد مذکر حاضر

اَقْبَلَ:۔ وہ متوجہ ہوا۔ اِقْبَال سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَقْبَلَتْ:۔ وہ آگے آئی۔ متوجہ ہوئی۔ اِقْبَال سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَقْبَلْنَا:۔ ہم آگے آئے۔ ہم نے رُخ کیا۔ اِقْبَال سے ماضی جمع متکلم۔

اَقْبَلُوْا:۔ انہوں نے رُخ کیا۔ اِقْبَال سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اُقِّتَتْ:۔ اس کا وقت مقرر کیا گیا۔ تَوْقِیْت

سے ماضی مجہول واحد مونث غائب اُقِّتَتْ دراصل وُقِّتَتْ تھا۔ واؤ کو ہمزہ سے بدل لیا گیا۔

اِقْتَتَلَ:۔ اس نے لڑائی لڑی۔ اِقْتِتَال سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِقْتَتَلُوْا:۔ وہ آپس میں لڑے۔ اِقْتِتَال سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِقْتَحَمَ:۔ وہ آچڑھا۔ وہ گھسا۔ اِقْتِحَام سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِقْتَدِہْ:۔ تو پیروی کر۔ اِقْتِدَاء سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِقْتَرَبَ:۔ وہ نزدیک ہوا۔ اِقْتِرَاب سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِقْتَرِبْ:۔ تو نزدیک ہو۔ اِقْتِرَاب سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِقْتَرَبَتْ:۔ وہ قریب ہوئی۔ آگئی۔ اِقْتِرَاب سے ماضی واحد مونث غائب۔

اِقْتَرَفْتُمْ:۔ تم نے کمایا۔ اِقْتِرَاف سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَقْتُلُ:۔ میں قتل کروں گا۔ قَتْل سے مضارع واحد متکلم۔

اُقْتُلُوْا:۔ تم مار ڈالو۔ قَتْل سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَقْدَامٌ:۔ پاؤں۔ واحد قَدَم۔

اَقْدَمُوْن:۔ اگلے لوگ۔ پہلے لوگ۔ قِدَم سے اسم تفضیل جمع مذکر۔ واحد اَقْدَم۔

اِقْذِفِیْ:۔ تو پھینک۔ قَذْف سے امر واحد مونث حاضر۔

اِقْرَءْ:۔ تو پڑھ۔ قِرْءَۃ سے امر واحد مذکر حاضر

اِقْرَءُوْا:۔ تم پڑھو۔ قِرَاءَۃ سے امر جمع مذکر حاضر

اَقْرَبُ:۔ بہت نزدیک۔ زیادہ پاس۔ قُرْب سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَقْرَبُوْن:۔ رشتہ دار۔ اقربا۔ قُرْب سے اسم تفضیل جمع مذکر، واحد اَقْرَب۔

اَقْرَرْتُمْ:۔ تم نے اقرار کیا۔ اِقْرَار سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَقْرَرْنَا:۔ ہم نے اقرار کیا۔ اِقْرَار سے ماضی جمع متکلم۔

اَقْرَضْتُمْ:۔ تم نے ادھار دیا۔ اِقْرَاض سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَقْرِضُوْا:۔ تم قرض دو۔ اِقْرَاض سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَقْرَضُوْا:۔ انہوں نے قرض دیا۔ اِقْرَاض سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَقْسَطُ:۔ بہت عمدہ۔ بڑی انصاف کی بات بہت انصاف کرنے والا۔ اِقْسَاط سے خلافِ قیاس اسم تفضیل واحد مذکر۔ (دیکھو قِسط)

اُقْسِطُوْا:- تم انصاف کرو۔ اِقْسَاط سے امر جمع مذکر حاضر۔

اُقْسِمُ:- میں قسم کھاتا ہوں۔ اِقْسَام سے مضارع واحد متکلم۔ بندے جب اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے ہیں تو ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے بیان پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر اس کی حقانیت ثابت کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کی قسم کھاتا ہے تو مقصود اس چیز کو دلیل کے طور پر پیش کر کے مُقْسَمٌ علیہ کو ثابت کرنا ہوتا ہے۔

اَقْسَمْتُمْ:- تم نے قسم کھائی۔ اِقْسَام سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَقْسَمُوْا:- انہوں نے قسم کھائی۔ اِقْسَام سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَقْصٰی:- بہت دور۔ قُصُوٌّ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اِقْصِدْ:- تو میانہ روی اختیار کر۔ قَصْدٌ سے امر واحد مذکر حاضر

اُقْصُصْ:- تو بیان کر۔ قَصَصٌ سے امر واحد مذکر حاضر

اِقْضِ:- تو حکم کر۔ فیصلہ کر۔ قَضَاءٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِقْضُوْا:- تم کر گزرو۔ فیصلہ کرو۔ قَضَاءٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَقْطَارٌ:- کنارے۔ طرف۔ واحد قُطْرٌ

اُقَطِّعَنَّ:- میں ضرور ٹکڑے ٹکڑے کروں گا۔ اصل لفظ لَاُقَطِّعَنَّ ہے تَقْطِیْعٌ سے مضارع واحد متکلم مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

اِقْطَعُوْا:- تم کاٹو۔ قَطْعٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَقْعُدَنَّ:- میں ضرور بیٹھوں گا۔ اصل لفظ لَاَقْعُدَنَّ ہے۔ قُعُوْدٌ سے مضارع واحد متکلم مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

اُقْعُدُوْا:- تم بیٹھو۔ قُعُوْدٌ سے امر جمع مذکر حاضر

اَقْفَالٌ:- تالے۔ واحد۔ قُفْلٌ۔

(لَمْ) اَقُلْ:- میں نے نہیں کہا۔ قَوْلٌ سے مضارع نفی جحد بہ لَمْ۔ واحد متکلم۔

اَقَلُّ:- بہت کم۔ کمتر۔ قِلَّةٌ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَقْلَامٌ:- قلم۔ واحد۔ قَلَمٌ

اَقَلَّتْ:- اس نے اٹھانے میں ہلکا پایا (یعنی بڑی آسانی سے اٹھا لیا) اس نے کم سمجھا۔ اِقْلَالٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَقْلِعِیْ:- تو تھم جا۔ اِقْلَاعٌ سے امر واحد مؤنث حاضر

اَقِمْ:- تو سیدھا کر۔ قائم رکھ۔ اِقَامَةٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔ (دیکھو اِقَامَة)

اَقَمْتَ:- تو نے قائم کیا۔ اِقَامَةٌ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اَقَمْتُمْ:- تم نے قائم کیا۔ اِقَامَةٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَقِمْنَ:۔ تم قائم کرو۔ اِقَامَۃ سے امر جمع مونث حاضر۔
اَقْنیٰ:۔ اُس نے پونجی دی۔ اس نے فقیر بنایا اِقْنَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اُقْنُتِیْ:۔ تو بندگی کر۔ قُنُوت سے امر واحد مونث حاضر (دیکھو قانت)
اَقْوَات:۔ خوراکیں۔ غذائیں۔ واحد قُوت
اَقُوْلُ:۔ میں کہتا ہوں۔ قَوْل سے مضارع واحد متکلم۔
اَقْوَمُ:۔ بہت سیدھا۔ درست تر۔ قِیَام سے اسم تفضیل واحد مذکر۔
اَقِیْمُوْا:۔ تم سیدھا کرو تم قائم کرو۔ اِقَامَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔
اَکُ:۔ میں ہوں۔ کَوْن سے مضارع واحد متکلم۔ اصل میں اَکُنْ تھا۔ خلاف قیاس نون ساقط ہو گیا۔
اَکَابِر:۔ بزرگان۔ بڑے لوگ۔ کِبَر سے اسم تفضیل جمع مذکر۔ واحد۔ اَکْبَر۔
اَکَادُ:۔ میں قریب ہوں۔ میں چاہتا ہوں۔ کَوْد سے مضارع واحد متکلم۔
اَکَّالُوْن:۔ بہت کھانے والے۔ واحد اَکَّال (صیغہ مبالغہ)
اَکْبَرُ:۔ بزرگ تر۔ بہت بڑا۔ کِبَر سے اسم تفضیل واحد مذکر۔ جمع اَکَابِر۔
اَکْبَرْنَ:۔ انہوں نے بڑا سمجھا۔ اِکْبَار سے ماضی جمع مونث غائب۔
اِکْتَالُوْا:۔ انہوں نے اپنے لئے ناپ کر لیا۔ (بصلہ علیٰ) اِکْتِیَال سے ماضی جمع مذکر غائب۔
اَکْتُبُ:۔ میں لکھوں گا۔ کِتَابَۃ سے مضارع واحد متکلم۔
اُکْتُبْ:۔ تو لکھ۔ کِتَابَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔
اُکْتُبُوْا:۔ تم لکھو۔ کِتَابَۃ سے امر جمع مذکر حاضر
اِکْتَتَبَ:۔ اس نے گھڑ کر لکھ لیا۔ اِکْتِتَاب سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اِکْتَسَبَ:۔ اُس نے کمایا۔ اِکْتِسَاب سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اِکْتَسَبَتْ:۔ اس نے کمایا۔ اِکْتِسَاب سے ماضی واحد مونث غائب۔
اِکْتَسَبْنَ:۔ انہوں نے کمایا۔ اِکْتِسَاب سے ماضی جمع مونث غائب۔
اِکْتَسَبُوْا:۔ انہوں نے کمایا۔ اِکْتِسَاب سے ماضی جمع مذکر غائب۔
اَکْثَرُ:۔ بہت زیادہ۔ کَثْرَۃ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔
اَکْثَرْتَ:۔ تو نے زیادہ کیا۔ اِکْثَار سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اَکْثَرُوْا :- انہوں نے زیادہ کیا۔ اِکْثَار سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَکْدٰی :- وہ سخت نکلا۔ اِکْدَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِکْرَام :- تعظیم کرنا۔ بابِ افعال سے مصدر۔

اِکْرَاہ :- زبردستی، جبر۔ زبردستی کرنا۔ بابِ افعال سے مصدر۔ و اسم مصدر۔

اَکْرَمُ :- بڑا سخی۔ بزرگ تر۔ کَرَم سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَکْرَمَ :- اس نے عزت دی۔ بزرگ کیا۔ اِکْرَام سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَکْرَمَنِ :- اس نے مجھ کو عزت دی (اصل میں اَکْرَمَنِیْ تھا۔ آخر سے یاء ساقط کر دیگئی)

اَکْرِمِیْ :- تو آبرو سے رکھ۔ اِکْرَام سے امر واحد مونث حاضر۔

اُکْرِہَ :- وہ مجبور کیا گیا۔ اِکْرَاہ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

اُکْسُوْا :- تم پہناؤ۔ کَسْو سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِکْشِفْ :- تو کھول۔ تو دور کر۔ کَشْف سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَکْفُرُ :- میں ناشکری کروں۔ میں کفر کروں۔ کُفْر سے مضارع واحد متکلم۔ کُفْر کے اصل معنیٰ چھپانے کے ہیں۔ کاشتکار کو بھی کافر اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ بیج کو زمین میں چھپاتا ہے "کفرِ نعمت" "یا کفرانِ نعمت" کے معنیٰ ہیں کسی محسن کے احسان کا شکر ادا نہ کرکے اُسے چھپانا یعنی ناشکری کرنا کفر کی سب سے بڑی قسم یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت یا اس کی طرف سے آئی ہوئی شریعت و نبوت کا انکار کیا جائے اور اُس کی ظاہر باہر نشانیوں کو دیکھتے ہوئے ان کی طرف سے دل کی آنکھیں بند کر لی جائیں۔ ناشکری کے معنے میں کفران کا استعمال زیادہ ہے اور بددینی کے معنے میں کُفْر کا۔ اور کُفُوْر کا دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جب کافر بلاقید استعمال ہو تو اس سے کفرِ دین ہی مراد ہوتا ہے۔ (مفردات امام راغب)

اُکْفُرْ :- تو کافر ہو۔ تو ناشکری کر۔ پہلے معنیٰ میں کُفْر اور دوسرے معنیٰ میں کُفْرَان سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُکَفِّرَنَّ :- میں ضرور چھپا دوں گا۔ اصل لفظ لَاُکَفِّرَنَّ ہے۔ تَکْفِیْر سے مضارع واحد متکلم، مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

اُکْفُرُوْا :- تم کفر کرو، تم انکار کرو۔ کُفْر سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَکْفِلْ :- تو کفیل بنا۔ اِکْفَال سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَکْلٌ :- کھانا۔ باب نَصَرَ سے مصدر
اُکُلٌ :- پھل۔
اَکَلَ :- اس نے کھایا۔ اَکْل سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اَکَلَا :- ان دونوں نے کھانا کھایا۔ اَکْل سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔
اُکَلِّمُ :- میں بات کروں گی۔ بات کروں گا۔ تَکْلِیْم سے مضارع واحد متکلم۔
اَکَلُوْا :- انہوں نے کھایا۔ اَکْل سے ماضی جمع مذکر غائب۔
اَکْمَام :- کلیوں اور میووں کے غلاف۔ واحد کِمّ
اَکْمَلْتُ :- میں نے کامل کیا۔ اِکْمَال سے ماضی واحد متکلم۔
اَکْمَہ :- پیدائشی اندھا۔ کَمَہ سے افعل صفت
اَکُنْ :- میں ہوں۔ کَوْن سے مضارع واحد متکلم مجزوم۔
اَکْنَان :- چھپنے کے مقامات۔ واحد کِنّ۔
اَکِنَّۃ :- غلاف۔ پردے۔ واحد کِنَان۔
اَکْنَنْتُمْ :- تم نے دل میں چھپا رکھی۔ کَنّ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔
اَکْوَاب :- آبخورے۔ واحد کُوْب۔
اَکُوْنُ :- میں ہوں۔ میں ہو جاؤں گا۔ کَوْن سے مضارع واحد متکلم۔

اَکِیْدُ :- میں خفیہ تدبیر کروں گا۔ میں داؤ کروں گا کَیْد سے مضارع واحد متکلم (دیکھو کَیْد)
اَلْ :- حرف تعریف ہے۔ جنس۔ استغراق۔ عہد ذہنی۔ عہد خارجی کے لئے آتا ہے۔
اِلٌّ :- عہد۔ قرابت۔
اِلَّا :- مگر۔ سوائے۔ بجز۔ (حرف استثناء ہے)
اَلَا :- خبردار (حرف تنبیہ ہے)
اِلٰی :- طرف۔ تک (حرف جار ہے)
اَلْآنَ :- اب۔ اس وقت۔
اِلٰہ :- وہ ہستی جو بے نیاز۔ حاجت روا۔ مشکل کشا۔ قابل اطاعت اور بندگی و عبادت کے لئے سزاوار ہو۔
اَللّٰہُ :- سچا معبود۔ مولانا ابو الکلام آزاد لکھتے ہیں سامی زبانوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حروف و اصوات کی ایک خاص ترکیب ہے جو معبودیت کے معنی میں مستعمل رہی ہے۔ اور عبرانی، سریانی، حمیری، عربی وغیرہ تمام زبانوں میں اس کا یہ لغوی عنصر پایا جاتا ہے۔ یہ الف لام اور ہ کا مادہ ہے اور مختلف شکلوں میں مشتق ہوا ہے۔ کلدانی و سریانی کا "الاہیا"، عبرانی کا "الوہ" اور عربی کا "الٰہ" اسی سے ہے اور بلاشبہ یہی "اللہ" ہے جو حرف تعریف کے اضافہ کے بعد اللہ

ہو گیا ہے۔ اور تعریف نے اسے صرف خالق کائنات کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔

اس کی اصل "اَلَہَ" ہے۔ "اِلہ" کے معنے تحیر اور درماندگی کے ہیں۔ بعضوں نے اسے "وِلہ" سے ماخوذ بتایا ہے۔ اور اس کے معنی بھی یہی ہیں۔ پس خالق کائنات کے لئے یہ لفظ اس لئے اسم قرار پایا کہ اس بارے میں انسان جو کچھ جانتا اور جان سکتا ہے وہ عقل کے تحیر اور ادراک کی درماندگی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

(ترجمان القرآن مولانا آزاد)

علامہ رشید رضا مصری لکھتے ہیں:۔

لفظ "اللہ" علم ہے ذات ذوالجلال کا اور دوسرے اسماء حسنیٰ صفات ہیں۔ اسی لئے ان کی توصیف حسنیٰ کے لفظ کے ساتھ کی گئی۔ اور اسی لئے ذات باری تعالیٰ کی طرف ان کے افعال کی نسبت کی جاتی ہے مثلاً کہا جاتا ہے "یَرْحَمُنَا اللہُ" (اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کرے) وغیرہ۔

یہ سب اسماء حسنیٰ اس کی ذات بابرکات پر بھی دلالت کرتے ہیں۔ اور اس صفت پر بھی جس پر یہ مشتق ہوئے ہیں۔ نیز اس صفت کے لوازم پر بھی۔ مثلاً لفظ "رب" جب بولا جائے گا۔ تو اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات مراد ہوگی۔ جو صفت ربوبیت (پرورش و نگہداشت کرنا) کے ساتھ موصوف ہے نیز یہ لفظ اس پر بھی دلالت کرے گا۔ کہ وہ مارنے کے بعد دوبارہ زندگی عطا فرمائے گا۔ اور سب کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔

لیکن اسم اعظم "اللہ" مجموعی طور پر اس کی تمام صفات حسنیٰ پر بھی دلالت کرتا ہے۔ اور ان کے تمام لوازم پر بھی جو اس کے جمال و کمال کی مختلف شانوں کو ظاہر کرتے ہیں۔

(تفسیر المنار ج ۱ ص ۴۳)

اِلٰھَیْنِ:۔ دو اِلٰہ۔ دو معبود۔ اِلٰہ کا تثنیہ بحالت نصب و جر۔

اَلْبَاب:۔ عقلیں۔ واحد لُبّ۔

اِلْتَفَّتْ:۔ وہ لپٹ گئی۔ اِلْتِفَاف سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اِلْتَقٰی:۔ وہ مقابل ہوا۔ وہ ملا۔ اِلْتِقَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِلْتَقَتَا:۔ وہ دو باہم مقابل ہوئیں۔ اِلْتِقَاء سے ماضی تثنیہ مؤنث غائب۔

اِلْتَقَطَ:۔ اس نے اٹھا لیا۔ اِلْتِقَاط سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِلْتَقَمَ:۔ وہ نگل گیا۔ اِلْتِقَام سے ماضی واحد مذکر غائب

اِلْتَقَیْتُمْ:۔ تم مقابل ہوئے۔ اِلْتِقَاء سے ماضی

جمع مذکر حاضر۔

اِلْتَمِسُوْا:۔ تم ڈھونڈھو۔ اِلْتِمَاس سے امر جمع مذکر حاضر

اَلَتْنَا:۔ ہم نے گھٹایا۔ اَلَتَّة سے ماضی جمع متکلم

اَلَّتِیْ:۔ وہ کہ۔ جس نے کہ۔ اُس کو کہ۔ اسم موصول واحد مؤنث۔

اِلْحَاد:۔ کجروی۔ حق سے پھرنا۔ باب افعال سے مصدر۔

اِلْحَاف:۔ لپٹنا۔ جھگڑنا۔ باب افعال سے مصدر

اَلْحِقْ:۔ تو ملا۔ اِلْحَاق سے امر واحد مذکر۔

اَلْحَقْتُمْ:۔ تم نے ملایا۔ اِلْحَاق سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَلْحَقْنَا:۔ ہم نے ملا دیا۔ اِلْحَاق سے ماضی جمع متکلم

اَلَدُّ:۔ بڑا جھگڑنے والا۔ لَدَد سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اَلِدُ:۔ میں بچہ جنوں گی۔ وِلَادَة سے مضارع واحد متکلم۔

اَللَّذَانِ:۔ وہ دو شخص کہ جنہوں نے کہ۔ اَلَّذِی کا تثنیہ بحالت رفع۔ اسم موصول تثنیہ مذکر

اَلَّذِیْ:۔ وہ شخص کہ۔ جو شخص کہ۔ جس نے کہ۔ جس کو کہ۔ اسم موصول واحد مذکر۔

اَلَّذِیْنَ:۔ وہ لوگ کہ جنہوں نے کہ۔ جن کو کہ۔ اسم موصول جمع مذکر۔ واحد اَلَّذِی

الٓرٰ:۔ (حروف مقطعات میں سے ہے)

اَلْزَمَ:۔ اس نے جما دیا۔ لازم کیا۔ اِلْزَام سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَلْزَمْنَا:۔ ہم نے لازم کیا۔ اِلْزَام سے ماضی جمع متکلم۔

اَلْسِنَة:۔ زبانیں۔ واحد لِسَان۔

اِلْعَنْ:۔ تو لعنت کر۔ لَعْن سے امر واحد مذکر حاضر

اِلْغَوْا:۔ تم بک بک کرو۔ شور مچاؤ۔ لَغْو سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَلَّفَ:۔ اس نے الفت ڈالی۔ (بعملہ بَیْن) تَالِیْف سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَلْفٌ:۔ ہزار۔ جمع آلَاف

اَلْفَافٌ:۔ گنجان۔ گھنے (باغات) واحد لَفِیْف

اَلَّفْتَ:۔ تو نے الفت ڈالی۔ (بعملہ بَیْن) تالیف سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اَلْفَوْا:۔ انہوں نے پایا۔ اِلْفَاء سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَلْفَیَا:۔ ان دو نے پایا۔ اِلْفَاء سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

اَلْفَیْنِ:۔ دو ہزار۔ اَلْف کا تثنیہ بحالت نصب و جر۔

اَلْفَیْنَا:۔ ہم نے پایا۔ اِلْفَاء سے ماضی جمع متکلم

اَلْقِ:۔ تو ڈال۔ اِلْقَاء سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَلْقٰی:۔ اس نے ڈالا۔ اِلْقَاء سے ماضی واحد مذکر غائب

اَلْقَاب:۔ صفاتی نام۔ یہ نام بھی صفات کی

بنا پر بھی ہو سکتے ہیں۔ اور بری صفات کی بنا پر بھی وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَاب (برے ناموں سے کسی کو نہ چڑاؤ) میں دوسری قسم کے لقب مراد ہیں۔

اَلْقَتْ :۔ اس نے ڈالدیا۔ پھینک دیا۔ اِلْقَا سے ماضی واحد مونث غائب۔

اَلْقُوْا :۔ تم ڈالو۔ اِلْقَاء سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَلْقَوْا :۔ انہوں نے ڈالا۔ اِلْقَاء سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اُلْقِیْ :۔ میں ڈالوں گا۔ اِلْقَاء سے مضارع واحد متکلم

اُلْقِیَ :۔ وہ ڈالا گیا۔ اِلْقَاء سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

اَلْقِیَا :۔ تم ڈالدو۔ اِلْقَاء سے امر تثنیہ مذکر حاضر۔

اَلْقَیْتُ :۔ میں نے ڈالا۔ اِلْقَاء سے ماضی واحد متکلم۔

اَلْقَیْنَا :۔ ہم نے ڈالا۔ اِلْقَاء سے ماضی جمع متکلم

اَللَّائِیْ / اَللَّاتِیْ } وہ عورتیں کہ۔ جن عورتوں نے کہ۔ اسم موصول جمع مؤنث۔ واحد اَلَّتِیْ

اَللّٰھُمَّ :۔ اے اللہ۔ حرف ندا کو شروع سے حذف کر کے آخر میں اس کے عوض میم بڑھا دیتے ہیں۔

الٓمٓ / الٓمّٓرٰ / الٓمّٓصٓ } حروفِ مقطعات میں سے ہیں۔

اَلَنَّا :۔ ہم نے نرم کیا۔ اِلَانَۃ سے ماضی جمع متکلم

اَلْوَاح :۔ تختے۔ تختیاں۔ واحد۔ لَوْح۔

اَلْوَان :۔ رنگ۔ واحد لَوْن۔

اُلُوْف :۔ ہزاروں۔ واحد اَلْف۔

اَلْھٰی :۔ اس نے غفلت میں ڈالا۔ اِلْھَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَلْھَمَ :۔ اس نے دل میں ڈالا۔ اِلْھَام سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اِلْھَام۔ خدا کی طرف سے دل میں کسی بات کے ڈالنے کو کہتے ہیں۔ اس کا مادہ لَھْم ہے جس کے معنے نگلنے کے ہیں۔ امام راغب کہتے ہیں:۔ الہام کہتے ہیں اللہ تعالیٰ یا ملاء اعلیٰ کی طرف سے کسی بات کے دل میں ڈالے جانے کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا (پھر اللہ نے نفس انسانی پر بدی اور نیکی واضح کر دی) اور یہ کچھ وہی چیز ہے جسے حدیث شریف میں لَمَّۃُ الْمَلَک (فرشتہ کے مس) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (مفردات)

حجۃ الاسلام کہتے ہیں جو علم بغیر دلیل اسباب ظاہری کی دخل اندازی کے حاصل ہو اسے الہام کہا جاتا ہے۔ اگر یہ فرشتہ کے مشاہدے کے ساتھ ہو تو اسے وحی کہا جائے گا۔ اور یہ انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے ورنہ اسے الہام کہا جائے گا اور یہ اولیاء اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

(رمضان آفندی علی شرح العقائد)

حضرت مجدد سرہندی فرماتے ہیں کہ الہام اور کشف میں فرق یہ ہے کہ کشف کا تعلق حسیات سے ہوتا ہے اور الہام کا وجدانیات سے اور غالباً الہام قرب الی القرب ہوتا ہے کیونکہ کشف میں رفع حجاب (پردہ ہٹانا) ہوتا ہے اور الہام میں کسی مضمون کا دل میں ڈالنا۔

(فیض الباری ج ۱ ص ۱۹)

اہل السنۃ والجماعت کے مسلک کے مطابق اولیائے کرام کا الہام حجت شرعیہ نہیں ہوتا۔ البتہ انبیائے کرام کا الہام حجت شرعیہ ہوتا ہے کیونکہ وہ وحی کی ہی ایک قسم ہے۔

اِلیٰ:۔ تک۔ طرف۔ ساتھ۔ میں۔ لئے (حرف جار) ہے۔ پہلے دو معنے میں حقیقت اور تیسرے میں مجاز

اِلَیَّ:۔ میری طرف۔

اِلیاس:۔ ایک جلیل القدر پیغمبر کا نام۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ یہ حضرت ہارون برادر حضرت موسیٰ علیہما السلام کی نسل سے ہیں یہ ملک شام کے ایک شہر بعلبک کی طرف بھیجے گئے بعلبک والے ایک بت بعل نامی کی پوجا کرتے تھے اسی کے نام پر انہوں نے اپنے شہر کا نام رکھا تھا۔ آپ نے بعلبک والوں کو خدا کے عذاب سے ڈرایا مگر وہ نہ مانے الآخر تباہ و برباد ہوئے۔

اِلْیَاسِیْن:۔ الیاس کو الیاسین بھی کہتے ہیں۔ جیسے طور سینا کو طور سینین کہہ دیا جاتا ہے۔ یا الیاسین سے حضرت الیاس کے متبعین مراد ہوں اور بعض نے "آلِ یاسین" بھی پڑھا ہے تو یاسین ان کے باپ کا نام ہوگا۔ یا ان ہی کا نام یاسین ہو۔ اور لفظ آل مقحم ہو (مولانا عثمانی)

اَلِیْمٌ:۔ دردناک۔ دکھ دینے والا۔ اَلَمٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

اَمْ:۔ یا۔ خواہ (حرف تردید)

اُمٌّ:۔ اصل۔ ماں۔ ٹھکانا۔ جمع اُمَّہَات۔ خلیل نحوی کہتا ہے کہ جو چیز دوسری متعلقہ چیزوں کا مرکز اور ان کے لئے جامع کی حیثیت رکھتی ہو "ام" کہلاتی ہے۔ چنانچہ "ام الکتاب" لوح محفوظ کو کہا گیا ہے کیونکہ تمام علوم و کتب سماوی کا مرکز و منبع وہی ہے۔ "ام القریٰ" مکہ کو کہا جاتا ہے کیونکہ دنیا کی پیدائش اور آبادی کا آغاز وہیں سے ہوا اور سورۂ فاتحہ کو بھی ام الکتاب کہا گیا ہے کیونکہ قرآن کریم کی ابتدائی سورت ہے اور تمام علوم قرآنی کی جامع ہے۔

(مفردات)

اِمَّا:۔ یا۔ خواہ۔ (حرف تردید)

اَمَّا:۔ سو۔ مگر۔ لیکن (حرف تفصیل)

إِمَاءٌ: باندیاں۔ واحد۔ أَمَةٌ

أَمَّرَ: اس نے سردار کیا۔ إِمْرَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

أَمَّارَةٌ: بہت حکم کرنے والی۔ امر سے مبالغہ واحد۔

أَمَام: آگے۔ سامنے۔

إِمَام: پیشوا، رہنما، سردار۔ جمع أَئِمَّة۔ امام کہتے ہیں اس کو جس کی اقتدا کی جائے خواہ وہ انسان ہو یا کتاب ہو یا کوئی اور چیز۔ نیز وہ مقتدا برحق ہو یا باطل پر ہو۔ چنانچہ اسی عموم کی وجہ سے فرمایا گیا ہے۔ يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ جس دن ہم سب انسانوں کو ان کے رہنماؤں کے ساتھ بلائیں گے۔ قرآن کریم میں إِمَامٍ مُبِينٍ سے ایک جگہ لوح محفوظ مراد ہے، اور دوسری جگہ کھلا راستہ (مفردات)

أَمَانَةٌ: امانت۔ جمع أَمَانَات۔

اَلْأَمَانَةُ دراصل اس چیز کو کہتے ہیں جس کا کسی کو ذمہ دار اور امین بنایا جائے۔ قرآن کریم میں إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا۔ الآیة (ہم نے امانت کو آسمانوں پر زمین پر اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا۔ اور ڈرے مگر انسان نے اسے اٹھا لیا) میں امانت سے کیا مراد ہے اس میں مختلف اقوال ہیں امام راغب لکھتے ہیں:- کہا گیا ہے کہ یہاں کلمہ توحید مراد ہے۔ کہا گیا ہے کہ عدالت مراد ہے۔ کہا گیا ہے کہ حروف تہجی مراد ہے اور کہا گیا ہے کہ عقل مراد ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ عقل مراد ہے کہ اسی کے وسیلہ ہی سے دوسری سب چیزیں حاصل ہو سکتی ہیں۔ اور انسان کو اسی کی وجہ سے جملہ مخلوقات پر فضیلت حاصل ہے۔ شاہ عبدالقادر لکھتے ہیں:- امانت کیا ہے؟ پرائی چیز رکھنی۔ اپنی خواہش کو روک کر آسمان و زمین وغیرہ میں اپنی خواہش کچھ نہیں، یا ہے تو وہی ہے جس پر قائم ہیں۔ انسان میں خواہش اور ہے اور حکم خلاف اس کے۔ اس پرائی چیز (یعنی حکم) کو برخلاف اپنے جی کے تھامنا بڑا زور چاہتا ہے اس کا انجام یہ ہے کہ منکروں کو تقصیر پر پکڑا جائے۔ اور ماننے والوں کا قصور معاف کیا جائے۔ اب بھی یہی حکم ہے کسی کی امانت کوئی جان کر ضائع کر دے۔ تو بدلہ دینا پڑتا اور بے اختیار ضائع ہو جائے تو بدلہ نہیں۔ گویا حضرت شاہ صاحب امانت سے شریعت مراد لیتے ہیں (مفردات القرآن و موضح القرآن)

اَمَانَات: امانتیں۔ واحد اَمَانَة

اَمَانِیّ: آرزوئیں، امیدیں۔ واحد اُمْنِیَة

اَمْت: ٹیڑھا، اونچان، نشیب فراز۔

اَمَة: باندی۔ لونڈی۔ کنیز جمع اِمَاء۔

اُمَّة: جماعت۔ اُمَّة اُمّ سے ماخوذ ہے۔
جس کے معنی "ماں" کے ہیں، ہر اس جماعت کو
امت کہتے ہیں، جس میں کوئی مذہب یا وطن یا زمانہ
مشترک ہو۔ گویا یہ مشترک چیز بمنزلہ ماں کے ہے
اور یہ جماعت بمنزلہ اولاد کے۔ جمع اُمَم۔

اِمْتَازُوا: تم الگ ہو جاؤ۔ اِمْتِیَاز سے امر جمع
مذکر حاضر۔

اِمْتَحَنَ: اس نے جانچا۔ اس نے آزمایا۔
اِمْتِحَان سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِمْتَحِنُوا: تم آزماؤ، تم جانچو۔ اِمْتِحَان
سے امر جمع مذکر حاضر۔

اُمَتِّعُ: میں فائدہ دوں گا۔ (میں فائدہ دوں)۔
تَمْتِیْع سے مضارع واحد متکلم۔

اَمْتِعَة: اسباب۔ سامان، واحد مَتَاع

اِمْتَلَأْتِ: تو بھر گئی۔ اِمْتِلَاء سے ماضی
واحد مؤنث حاضر

اَمْثَال: مثلیں۔ (واحد مَثَل) مانند۔
(واحد مِثْل)

اَمْثَل: بہتر۔ زیادہ عمدہ۔ مَثَالَة سے اسم
تفضیل واحد مذکر۔

اَمَد: مدت۔ ج آماد۔ اَبَد اور اَمَد دونوں
قریب المعنی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ اَبَد کا اطلاق
اس مدت پر ہوتا ہے جس کی حد نہ ہو اور اَمَد
کا اس مدت پر جس کی حد ہو (مفردات)

اَمَدَّ: اس نے مدد کی۔ اِمْدَاد سے ماضی واحد
مذکر غائب۔

اَمْدَدْنَا: ہم نے مدد کی۔ اِمْدَاد سے ماضی
جمع متکلم۔

اَمْر: کام۔ معاملہ (جمع اُمُور) حکم (جمع
اَوَامِر)

اَمَرَ: اس نے حکم دیا۔ اَمْر سے ماضی واحد مذکر غائب

اَمَرّ: بہت کڑوا۔ تلخ تر۔ مَرَارَة سے اسم
تفضیل واحد مذکر۔

اِمْر: انوکھا۔ بھاری۔ عجیب۔

اِمْرُؤ: مرد (اس لفظ میں ر اور ہمزہ دونوں
پر اعراب آتا ہے)

اِمْرَأَة: عورت۔ بیوی۔ ج نِسَاء (بغیر لفظ)

اِمْرَأَتَان: دو عورتیں۔ اِمْرَأَة کا تثنیہ
بحالت رفع)۔

اَمَرْتَ: تو نے حکم دیا۔ تو نے فرمایا۔ اَمْر سے
ماضی واحد مذکر حاضر۔

اَمَرْتُ: میں نے حکم دیا۔ اَمْر سے ماضی واحد متکلم۔

اُمِرْتُ:۔ مجھے حکم دیا گیا۔ اَمْر سے ماضی مجہول واحد متکلم۔
اُمِرْنَا:۔ ہم کو حکم دیا گیا۔ اَمْر سے ماضی مجہول جمع متکلم۔
اَمَرُوْا:۔ انہوں نے حکم دیا۔ اَمْر سے ماضی جمع مذکر غائب۔
اُمِرُوْا:۔ ان کو حکم دیا گیا۔ اَمْر سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔
اَمْسِ:۔ کل (گزشتہ) مبنی بر کسر ہے۔
اِمْسَاكٌ:۔ روکنا۔ باب افعال سے مصدر
اِمْسَحُوْا:۔ تم مسح کرو۔ تم ہاتھ پھیرو۔ مَسْح سے امر جمع مذکر حاضر۔ (دیکھو مَسْح)
اَمْسَكَ:۔ اس نے روک رکھا۔ اِمْسَاك سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اَمْسِكْ:۔ تو روک رکھ۔ اِمْسَاك سے امر واحد مذکر حاضر۔
اَمْسَكْتُمْ:۔ تم نے روک رکھا۔ اِمْسَاك سے ماضی جمع مذکر حاضر۔
اَمْسَكْنَ:۔ انہوں نے روک رکھا۔ اِمْسَاك سے ماضی جمع مونث غائب۔
اَمْسِكُوْا:۔ تم روک رکھو۔ اِمْسَاك سے امر جمع مذکر حاضر۔
اَمْشَاجٌ:۔ ملے ہوئے۔ مخلوط۔ واحد مَشِیْج

اِمْشُوْا:۔ تم چلو۔ تم پھرو۔ مَشْی سے امر جمع مذکر حاضر۔
اِمْضُوْا:۔ تم چلے جاؤ۔ مُضِیّ سے امر جمع مذکر حاضر
اَمْطِرْ:۔ تو برسا۔ اِمْطَار سے امر واحد مذکر حاضر
اُمْطِرَتْ:۔ اس پر برسایا گیا۔ اِمْطَار سے ماضی مجہول واحد مونث غائب۔
اَمْطَرْنَا:۔ ہم نے برسایا۔ اِمْطَار سے ماضی جمع متکلم۔
اَمْعَاءٌ:۔ آنتیں (انتڑیاں)۔ واحد مِعیً۔
اُمْكُثُوْا:۔ تم ٹھہرو۔ مُكْث سے امر جمع مذکر حاضر
اَمْكَنَ:۔ اس نے قابو دیا۔ اِمْكَان سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اَمَلٌ:۔ آرزو۔ جمع آمَال۔
اَمْلَاءُ:۔ میں بھر دوں گا۔ مَلْءٌ سے مضارع واحد متکلم۔
اَمْلٰی:۔ اس نے مہلت دی۔ اِمْلَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اِمْلَاقٌ:۔ مفلسی۔ تنگدستی۔ باب افعال سے مصدر
اَمْلِكُ:۔ میں اختیار رکھتا ہوں۔ مِلْك سے مضارع واحد متکلم۔
اُمْلِیْ:۔ میں ڈھیل دوں گا۔ اِمْلَاء سے مضارع واحد متکلم
اَمْلَیْتُ:۔ میں نے ڈھیل دی۔ اِمْلَاء سے

ماضی واحد متکلم۔

اُمَم:۔ جماعتیں۔ امتیں۔ انواع۔ واحد اُمّۃ۔ (دیکھو اُمّۃ)

اَمْن:۔ بے خوفی۔ دلجمعی۔ باب سمع سے مصدر۔

اَمِنَ:۔ وہ بے خوف ہو گیا۔ اس نے اعتبار کیا۔ اَمْن سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اٰمَنْتُ:۔ میں نے اعتبار کیا۔ اَمْن سے ماضی واحد متکلم۔

اَمَنَۃ:۔ چین۔ آرام۔ دلجمعی۔

اَمِنْتُمْ:۔ تم بے خوف ہوئے۔ مطمئن ہوئے۔ اَمْن سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اُمْنُنْ:۔ تو احسان کر۔ مَنّ سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُمَنِّيَنَّ:۔ میں ضرور آرزو میں ڈالوں گا۔ اصل لفظ اُمَنِّيَنْ ہے تمنیۃ سے مضارع واحد متکلم مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

اُمْنِيَّۃ:۔ آرزو۔ جمع اَمَانِي۔

اَمْوَات:۔ مردے۔ واحد مَيِّت

اَمْوَال:۔ دولت۔ واحد مَال۔

اَمُوْتُ:۔ میں مروں گا۔ مَوْت سے مضارع واحد متکلم۔

اُمُوْر:۔ کام۔ مشاغل۔ معاملات۔ واحد اَمْر

اُمَّهَات:۔ مائیں۔ واحد اُمّ۔

اَمْهِلْ:۔ تو مہلت دے۔ اِمْهَال سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُمّی۔ اُمّ (ماں) کی طرف منسوب یعنی وہ جو جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ویسا ہی ہو۔ کچھ نہ پڑھا ہو۔ عرب والوں کو اُمّیین (بصیغہ جمع) اسی معنے کے لحاظ سے کہا گیا کیونکہ وہ قوم پڑھی لکھی نہ تھی۔ رسول اکرم صلعم کو جو اُمّی کہا گیا تو یا تو اس لئے کہ آپ قوم اُمّیین کا ایک فرد تھے۔ یا اس لئے کہ آپ نے بھی کسی مخلوق کی شاگردی کر کے علوم متعارفہ حاصل نہیں کئے تھے۔ اگرچہ بواسطہ وحی الٰہی آپ کو وہ علوم و معارف حاصل ہوئے جو آپ سے پہلے اور بعد میں کسی مخلوق کو حاصل ہوئے اور نہ ہوں گے۔ یا اُمّ القریٰ (مکہ معظمہ) کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے آپ کو اُمّی کہا گیا۔

اُمِيْتُ:۔ میں مارتا ہوں۔ مُردہ کرتا ہوں۔ اِمَاتَۃ سے مضارع واحد متکلم۔

اَمِيْن:۔ امانت دار۔ معتبر۔ اَمَانَۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

اُمِّيُّوْن:۔ ان پڑھ لوگ۔ اُمّی کی جمع بحالت رفعی

اُمِّيِّيْن:۔ ان پڑھ لوگ۔ (بحالت نصبی و جری) (دیکھو اُمّی)

اِنَّ :- بے شک۔ تحقیق۔ یقیناً (حرف مشبہ بالفعل)

اَنَّ :- بے شک۔ تحقیق۔ یہ کہ (حرف مشبہ بالفعل)

اَنْ :- کہ۔ یہ کہ (حرف ناصب)

اِنْ :- اگر (حرف شرط ہے)۔ نہیں (حرف نفی)۔ تحقیق، بے شک۔ (اِنَّ کا مخفف)

اَنّٰی :- کہاں سے۔ کس طرح۔ جہاں۔ کہاں۔

اَنَا :- میں۔ (ضمیر واحد متکلم مرفوع منفصل)

اِنًا :- (کھانے وغیرہ کا) پکنا۔ باب ضرب سے مصدر

اِنَّا :- بے شک ہم (اِنَّ با ضمیر جمع متکلم منصوب)

اَنَابَ :- اس نے رجوع کیا۔ اِنَابَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَنَابُوْا :- انہوں نے رجوع کیا۔ اِنَابَۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِنَاث :- عورتیں۔ واحد اُنْثیٰ۔

اُنَاس :- لوگ۔ واحد اِنْس۔

اَنَاسِیّ :- لوگ۔ انسان۔ واحد اِنْسِیّ۔

اَنَام :- خلق۔ مخلوق۔

اَنَامِل :- انگلیاں۔ واحد اُنْمُلَۃ

اَنْبَاء :- خبریں۔ واحد نَبَاء

اَنْبَاَ :- اس نے خبر دی۔ بتایا۔ اِنْبَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَنْبِئْ :- تو بتا۔ تو خبر دے۔ اِنْبَاء سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَنْبِئُوْا :- تم بتاؤ۔ تم خبر دو۔ اِنْبَاء سے امر جمع مذکر حاضر۔

اُنَبِّئُ :- میں خبر دوں گا۔ تَنْبِئَۃ سے مضارع واحد متکلم۔

اَنْبَتَ :- اس نے اگایا۔ اِنْبَات سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَنْبَتَتْ :- اس نے اگایا۔ اِنْبَات سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اِنْبَجَسَتْ :- وہ پھوٹ نکلی۔ اِنْبِجَاس سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اِنْبِذْ :- تو پھینک دے۔ نَبْذ سے امر واحد مذکر حاضر

اِنْبِعَاث :- اٹھنا۔ قصد کرنا۔ باب انفعال سے مصدر۔

اِنْبَعَثَ :- وہ اٹھا۔ اِنْبِعَاث سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَنَبْنَا :- ہم نے رجوع کیا۔ اِنَابَۃ سے ماضی جمع متکلم۔

اَنْبِیَاء :- پیغمبران خدا (صلوٰۃ اللہ علیہم وسلامہ) نَبَاء خبر کو کہتے ہیں۔ اور تَنْبِئَۃ اور اِنْبَاء کے معنی ہیں۔ خبر دینا۔ نَبِیّ فعیل ہے بمعنی مفعول یا بمعنی فاعل۔ یعنی وہ ذات مقدس جو خدا اور دوسرے بندوں کے درمیان واسطہ ہو۔ خدا کی طرف سے اسے ان امور

ن خبر دی جائے۔ جو لوگوں کی معاشی و معادی مصالح و مدح کی طرف رہ نمائی کریں۔ اور پھر وہ ان امور کی اپنی امت کو خبر دے نبی عام ہے۔ ور رسول خاص نبی ہر پیغمبر کو کہتے ہیں اور رسول اس پیغمبر کو جس پر مستقل کتاب و شریعت اترے نبی کی جمع (مکسر) اَنْبِیَاءُ اور (سالم) نَبِیُّونَ ہے۔

اَنْتَ: تو۔ (ضمیر واحد مذکر حاضر مرفوع منفصل)

اَنْتِ: تو۔ (ضمیر واحد مؤنث حاضر مرفوع منفصل)

اِنْتَبَذَتْ: وہ الگ ہوئی۔ گوشہ گیر ہوئی۔ اِنْتِبَاذ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اِنْتَثَرَتْ: وہ جھڑ گئی۔ اِنْتِثَار سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اِنْتَشِرُوْا: تم پھیل جاؤ۔ متفرق ہو جاؤ۔ اِنْتِشَار سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِنْتَصِرْ: تو بدلا لے۔ اِنْتِصَار سے امر واحد مذکر حاضر

اِنْتَصَرَ: اس نے بدلا لیا۔ اِنْتِصَار سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِنْتَصَرُوْا: انہوں نے بدلا لیا۔ اِنْتِصَار سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِنْتَظِرْ: تو منتظر رہ۔ اِنْتِظَار سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِنْتَظِرُوْا: تم دیکھتے رہو۔ منتظر رہو۔ اِنْتِظَار سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِنْتِقَام: بدلا لینا۔ باب افتعال سے مصدر

اِنْتَقَمْنَا: ہم نے بدلا لیا۔ اِنْتِقَام سے ماضی جمع متکلم۔

اَنْتُمْ: تم (ضمیر جمع مذکر حاضر مرفوع منفصل)

اَنْتُمَا: تم (ضمیر تثنیہ مذکر و مؤنث حاضر مرفوع منفصل)

اِنْتَهٰی: وہ باز آیا۔ اِنْتِهَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِنْتَهَوْا: وہ باز آئے۔ اِنْتِهَاء سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِنْتَهُوْا: تم باز آؤ۔ اِنْتِهَاء سے امر جمع مذکر حاضر

اُنْثٰی: عورت، مادہ۔ جمع اِنَاث۔

اُنْثَیَیْنِ: دو مادہ۔ اُنْثٰی کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔

اَنْجٰی: اس نے نجات دی۔ اِنْجَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَنْجَیْتَ: تو نے نجات دی۔ اِنْجَاء سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اَنْجَیْنَا: ہم نے نجات دی۔ اِنْجَاء سے ماضی جمع متکلم۔

اِنْحَرْ: تو قربانی کر۔ نَحْر سے امر واحد مذکر حاضر۔ (دیکھو نحر)

اَنْدَاد: ہمسر، شریک۔ واحد نِدّ۔
اِنْجِیْل: وہ کتاب آسمانی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ بعض اہل لغت اسے نَجْل (اصل مادہ) سے مشتق قرار دیتے ہیں چونکہ یہ شریعت عیسوی کے احکام کا ماخذ اور محل تھی اسے "انجیل" کہا گیا۔ مگر قاضی بیضاوی فرماتے ہیں کہ یہ غلط ہے یہ لفظ عربی نہیں۔
اَنْذَرَ: اس نے ڈرایا۔ اِنْذَار سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اُنْذِرُ: میں ڈراتا ہوں۔ اِنْذَار سے مضارع واحد متکلم۔
اَنْذِرْ: ڈر۔ اِنْذَار سے امر واحد مذکر حاضر
اَنْذَرْتُ: میں نے ڈرایا۔ اِنْذَار سے ماضی واحد متکلم
اَنْذَرْنَا: ہم نے ڈرایا۔ اِنْذَار سے ماضی جمع متکلم
اَنْذِرُوْا: تم ڈراؤ۔ اِنْذَار سے امر جمع مذکر حاضر
اَنْزَلَ: اس نے اتارا۔ اِنْزَال سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اُنْزِلَ: وہ اتارا گیا۔ اِنْزَال سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔
اَنْزِلْ: تو اتار۔ اِنْزَال سے امر واحد مذکر حاضر
اَنْزَلْتَ: تو نے اتارا۔ اِنْزَال سے ماضی واحد مذکر حاضر۔
اَنْزَلْتُ: میں نے اتارا۔ اِنْزَال سے ماضی واحد متکلم
اُنْزِلَتْ: وہ اتاری گئی۔ اِنْزَال سے ماضی مجہول واحد مونث غائب۔
اَنْزَلْتُمْ: تم نے اتارا۔ اِنْزَال سے ماضی جمع مذکر حاضر۔
اَنْزَلْنَا: ہم نے اتارا۔ اِنْزَال سے ماضی جمع متکلم
اِنْس: انسان، آدمی۔ ج اُنَاس۔
اَنْسٰی: اس نے بھلایا۔ اِنْسَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اَنْسَاب: ذاتیں۔ واحد نَسَب۔
اِنْسَان: آدمی۔ جمع اَنَاسِیّ۔ انسان کا ماخذ اُنس ہے۔ چونکہ انسان کی زندگی بغیر انس و محبت کے گزرنی ممکن نہیں اور انسان مدنی بالطبع واقع ہوا ہے۔ اس لئے آدمی کو انسان کہا گیا۔
اِنْسَلَخَ: وہ گزر گیا۔ اِنْسِلَاخ سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اَنْسَوْا: انہوں نے بھلایا۔ اِنْسَاء سے ماضی جمع مذکر غائب۔
اَنَاسِیّ: آدمی۔ جمع۔ اِنْس۔ اَنَاسِیّ۔
اَنْشَاَ: اس نے پیدا کیا۔ اِنْشَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اِنْشَاء: پیدا کرنا۔ پرورش کرنا۔ باب افعال سے مصدر۔
اَنْشَاْتُمْ: تم نے پیدا کیا۔ اِنْشَاء سے ماضی

جمع مذکر حاضر +

اَنْشَاْنَا :- ہم نے پیدا کیا۔ پرورش کی۔ اِنْشَاء سے ماضی جمع متکلم۔

اَنْشَرَ :- اُس نے اُٹھایا۔ دوبارہ زندہ کیا۔ اِنْشَا سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَنْشَرْنَا :- ہم نے زندہ کیا۔ اِنْشَار سے ماضی جمع متکلم۔

اُنْشُزُوْا :- تم اُٹھ کھڑے ہو۔ نَشْز سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِنْشَقَّ :- وہ پھٹا۔ اِنْشِقَاق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِنْشَقَّتْ :- وہ پھٹ گئی۔ اِنْشِقَاق سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

نُصُب :- وہ پتھر جن کی زمانہ جاہلیت میں پوجا ہوتی تھی۔ وہاں پر جانوروں کی قربانیاں کی جاتی تھیں۔ واحد نُصُب +

اَنْصَار :- مدد کرنے والے۔ واحد ناصر۔ اصطلاح اسلام میں مدینہ منورہ کے وہ مسلمان جنہوں نے حضرت پیغمبر اسلام اور آپ کے ساتھیوں کی ہر طرح مدد کی +

یہ مدینہ منورہ کے دو قبیلوں اوس اور خزرج سے تعلق رکھتے تھے اور کاشتکاری کا پیشہ کرتے تھے۔ مدینہ کے آس پاس یہودیوں کی بستیاں تھیں۔ یہودی سوداگری اور مہاجنی کا کاروبار کرتے تھے۔ اور انصار کو روپیہ قرض دے کر ان کو اپنے پھندے میں پھنسائے رکھتے تھے کاروباری معاملات پر انصار کی یہودیوں سے لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ ایسے موقعوں پر یہودی انصار سے کہا کرتے کہ ہماری مذہبی کتابوں میں عرب میں نبی آخر الزمان کی بعثت کی خبر دی گئی ہے۔ ان کا زمانہ اب قریب آگیا ہے۔ ہم ان کے ساتھ ہو کر تم لوگوں کو مزہ چکھائیں گے +

نبوت کے دسویں سال اوس و خزرج کے کچھ آدمی مکہ آئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ کی گھاٹی میں ان سے ملے۔ اور کلام الٰہی انہیں سنایا۔ رسول اکرم صلعم کی مقدس صورت دیکھ کر اور اس مبارک کلام کو سن کر انہوں نے آپس میں کہا۔ کہ یہ تو وہی پیغمبر منتظر معلوم ہوتے ہیں۔ یہودیوں سے پہلے ہم ان پر ایمان لا کر انکے ساتھی کیوں نہ بن جائیں چنانچہ چھ آدمی اسی وقت مشرف باسلام ہوئے۔

دوسرے سال مدینہ سے بارہ آدمی آ کر مشرف باسلام ہوئے۔ ان کی درخواست پر حضور نے مصعب بن عمیرؓ کو ان کی تعلیم اور دوسروں کی تبلیغ کیلئے مدینہ بھیجا۔ چنانچہ تیسرے سال بہتر ۷۲ آدمی حضور کی خدمت میں بیعت اسلام

کے لئے حاضر ہوئے۔

رات کے اندھیرے میں عقبہ کی تنہائی میں ان لوگوں نے اسلام اور اس کے ساتھ دنیا بھر کی مصیبتوں کو قبول کرنے کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ حضور کے ساتھ ان کے چچا حضرت عباسؓ تھے۔ انہوں نے کہا:-

"محمدؐ آج بھی اپنے قبیلہ میں عزت و حرمت کا مقام رکھتے ہیں۔ اب وہ تمہارے ساتھ جانا چاہتے ہیں۔ اگر تم پوری وفاداری سے ان کا ساتھ دے سکو تو خیر ورنہ ابھی جواب دے دو۔"

اس پر ان کے ایک سردار براء بن معرور نے فوراً کہا "قسم ہے خدا کی ہم اپنے گھر والوں کی جس طرح حفاظت کرتے ہیں اسی طرح آپ کی کریں گے۔ ہم جنگجو لوگ ہیں۔"

انصار کے دوسرے سردار ابوالہیثم نے کہا۔ "اے خدا کے رسول ہم سب سے اپنا تعلق توڑ کر آپ سے اپنا رشتہ جوڑتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی وقت آپ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم میں واپس تشریف لے جائیں؟"

حضور نے مسکرا کر جواب دیا:-

"بَلِ الدَّمُ الدَّمُ وَالْهَدْمُ الْهَدْمُ اَنْتُمْ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکُمْ اُسَالِمُ مَنْ سَالَمْتُمْ وَاُحَارِبُ مَنْ حَارَبْتُمْ۔" (تمہارا اور میرا خون ایک ہے تمہاری عزت اور میری عزت ایک ہے۔ تم میرے ہو اور میں تمہارا۔ تمہارے دوست میرے دوست اور تمہارے دشمن میرے دشمن ہیں۔" اس گفتگو کے بعد مدینہ کے بہتر آدمیوں نے رسول اکرم صلعم کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کی۔ اور اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول کے سپرد کر دیا۔

اس بیعت کے بعد حضور نے مکہ کے مصیبت زدہ مسلمانوں کو آہستہ آہستہ مدینہ منورہ بھیجنا شروع کر دیا۔ آخر خود رسول اکرم صلعم بھی چند ماہ بعد ۸ ربیع الاول ۱۳ نبوی کو مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ آپ کے استقبال کے لئے مدینہ کے تمام ان کی بیویاں اور ان کے بچے سراپا انتظار تھے جیسے ہی حضور وہاں پہنچے سارا مدینہ نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھا۔

رسول اکرم صلعم پر تو وہ اپنا دل و جان قربان کر ہی چکے تھے۔ انصار نے اپنے شکستہ حال اور پراگندہ بال مہاجر بھائیوں کی دلجوئی و خاطر مدارات بھی جس انداز سے کی دنیا کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

ہر انصاری نے ایک مہاجر کو اپنا بھائی بنا لیا۔ اسے اپنے گھر و زمین میں جگہ دی۔ اپنے کھیت میں شریک کیا۔ اپنے کاروبار میں حصہ دار

بنایا۔ اور اپنا گھر بار، مال ان سے بانٹ دیا۔ ان کی آپس کی نصرت و محبت کا قرآن کریم میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ

درحقیقت جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اپنی جانوں اور مالوں سے راہِ خدا میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (انہیں) رہنے کو ٹھکانا دیا اور ہر طرح ان کی مدد کی یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

اسلام، پیغمبرِ اسلام اور ان کے ساتھیوں کی یہی نصرت ان کا وہ امتیازی عمل تھا جس کی وجہ سے وہ اَنْصَار کے لقب سے ملقب ہوئے جس طرح راہِ خدا میں اپنے اعزہ و اقربا اور اپنے گھر بار کو چھوڑ دینا مہاجرین کا خصوصی وصف قرار پایا اور وہ اس وصف کی بنا پر مہاجرین کہلائے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

اِنْصَبْ: تو محنت کر، مشقت اٹھا۔ نَصَب سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِنْصِتُوْا: تم چپ رہو۔ کان لگائے رہو۔ اِنْصَات سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَنْصَحُ: میں نصیحت کرتا ہوں، خیر خواہی کرتا ہوں (یا کروں گا)، نُصْح سے مضارع واحد متکلم۔

اُنْصُرْ: تو مدد کر۔ نَصْر سے امر واحد مذکر حاضر۔

اِنْصَرَفُوْا: وہ پھر گئے۔ اِنْصِرَاف سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اُنْصُرُوْا: تم مدد کرو۔ نَصْر سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَنْطَقَ: اس نے گویائی دی۔ اِنْطَاق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِنْطَلَقَ: وہ چلا۔ اِنْطِلَاق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِنْطَلَقَا: وہ دونوں چلے۔ اِنْطِلَاق سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

اِنْطَلَقْتُمْ: تم چلے۔ اِنْطِلَاق سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اِنْطَلَقُوْا: وہ چلے۔ اِنْطِلَاق سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اِنْطَلِقُوْا: تم چلو۔ اِنْطِلَاق سے امر جمع مذکر حاضر۔

اُنْظُرْ: تو دیکھ، غور کر، تو فکر کر۔ نَظَر سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَنْظِرْ: تو مہلت دے۔ اِنْظَار سے امر واحد مذکر حاضر۔

اُنْظُرُوا:۔ تم دیکھو۔ نَظَر سے امر جمع مذکر حاضر
اُنْظُرِیْ:۔ تو دیکھ۔ نَظَر سے امر واحد مونث حاضر
اَنْعَام:۔ چوپائے۔ اُونٹ۔ واحد نَعَم۔
اَنْعُم:۔ احسانات۔ واحد نِعْمَة
اَنْعَمَ:۔ اس نے انعام کیا۔ اِنْعَام سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اَنْعَمْتَ:۔ تو نے احسان کیا۔ تو نے فضل کیا۔ اِنْعَام سے ماضی واحد مذکر حاضر۔
اَنْعَمْتُ:۔ میں نے انعام کیا۔ اِنْعَام سے ماضی واحد متکلم۔
اَنْعَمْنَا:۔ ہم نے مہربانی کی۔ فضل کیا۔ اِنْعَام سے ماضی جمع متکلم۔
اَنْف:۔ ناک جمع آناف۔
اِنْفَاق:۔ خرچ کرنا۔ باب افعال سے مصدر۔
اَنْفَال:۔ واحد نَفَل بمعنے غنیمت۔ یعنی وہ مال جو لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ اُس کو اسلئے نفل کہا گیا۔ کہ یہ خداوند قدوس کا عطیہ اور فضل ہوتا ہے۔ جس سے وہ اجر آخرت کے علاوہ مجاہدین کو نوازتا ہے۔ مال غنیمت کا حکم آیندہ اپنے موقع پر بیان ہوگا۔
بعض علماء نے نَفَل اور غنیمت میں فرق کیا ہے۔ ان کی رائے ہے کہ نَفَل وہ غنیمت ہے جو بغیر لڑے ہاتھ آجائے۔ جسے فَی بھی کہتے ہیں۔ (بیضاوی و مفردات)
اِنْفَجَرَتْ:۔ وہ بہ نکلی۔ پھوٹ نکلی۔ اِنْفِجَار سے ماضی واحد مونث غائب۔
اَنْفُخُ:۔ میں پھونکتا ہوں۔ نَفْخ سے مضارع واحد متکلم۔
اُنْفُخُوا:۔ تم پھونک مارو۔ دھونکو۔ نَفْخ سے امر جمع مذکر حاضر۔
اُنْفُذُوا:۔ تم نکلو۔ نُفُوذ سے امر جمع مذکر حاضر
اِنْفِرُوا:۔ تم کوچ کرو۔ نکلو (جہاد کے لئے) نَفَار سے امر جمع مذکر حاضر۔
اَنْفُس:۔ جانیں۔ واحد۔ نفس۔
اِنْفِصَام:۔ ٹوٹنا۔ باب انفعال سے مصدر
اِنْفَضُّوا:۔ وہ منتشر ہو گئے۔ اِنْفِضَاض سے ماضی جمع مذکر غائب۔
اِنْفَطَرَتْ:۔ وہ پھٹ گئی۔ اِنْفِطَار سے ماضی واحد مونث غائب۔
اَنْفَقَ:۔ اس نے خرچ کیا۔ اِنْفَاق سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اَنْفَقْتَ:۔ تو نے خرچ کیا۔ اِنْفَاق سے ماضی واحد مذکر حاضر۔
اَنْفَقْتُمْ:۔ تم نے خرچ کیا۔ اِنْفَاق سے ماضی جمع مذکر حاضر۔
اَنْفَقُوا:۔ انہوں نے خرچ کیا۔ اِنْفَاق سے

ماضی جمع مذکر غائب۔

اَنْفِقُوْا : تم خرچ کرو۔ اِنْفَاق سے امر جمع مذکر حاضر۔

اِنْفَلَقَ : وہ پھٹ گیا۔ وہ چر گیا۔ اِنْفِلَاق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَنْقَذَ : اس نے چھٹکارا دیا۔ اس نے نجات دی۔ اِنْقَاذ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اُنْقُصْ : تو کم کر۔ نَقْص سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَنْقَضَ : اس نے توڑا۔ اِنْقَاض سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِنْقَلَبَ : وہ پلٹا۔ اِنْقِلَاب سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اِنْقَلَبْتُمْ : تم پلٹے۔ اِنْقِلَاب سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اِنْقَلَبُوْا : وہ پلٹے۔ اِنْقِلَاب سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَنْکَاث : ٹکڑے۔ واحد نِکْث۔

اَنْکَال : بھاری بیڑیاں۔ واحد نِکْل۔

اُنْکِحَ : میں نکاح کر دوں۔ اِنْکَاح سے مضارع واحد متکلم۔

اِنْکِحُوْا : تم نکاح کرو۔ نِکَاح سے امر جمع مذکر حاضر

اَنْکِحُوْا : تم نکاح کرا دو۔ اِنْکَاح سے امر جمع مذکر حاضر

اِنْکَدَرَتْ : میلی ہوئی۔ پراگندہ ہوئی۔ اِنْکِدَار سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَنْکَرُ : بہت برا۔ نُکْر سے اسم تفضیل واحد مذکر

اِنَّمَا : اس کے سوا نہیں ہے (کلمۂ حصر)

اِنْهَ : تو منع کر۔ نَهْی سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَنْهٰی : میں منع کرتا ہوں۔ نَهْی سے مضارع واحد متکلم۔

اَنْهَار : نہریں۔ واحد نَهَر

اِنْهَارَ : ڈھ پڑا۔ گر گیا۔ منہدم ہو گیا۔ اِنْهِیَار سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اُنِیْبُ : میں رجوع کرتا ہوں۔ اِنَابَة سے مضارع واحد متکلم۔

اَنِیْبُوْا : تم رجوع کرو۔ اِنَابَة سے امر جمع مذکر حاضر

اَوْ : یا۔ خواہ (حرفِ تردید)

اَوَّاب : توبہ کرنے والا۔ بہت رجوع کرنے والا۔ اَوْب سے مبالغہ واحد۔

اَوَّابِیْنَ : بہت رجوع کرنے والے۔ اَوَّاب کی جمع۔

اُوَارِیْ : میں چھپاتا ہوں۔ مُوَارَاة سے مضارع واحد متکلم۔

اَوَّاه : نرم دل۔ آہ و زاری کرنے والا۔ اَوْہ سے مبالغہ واحد۔

اَوْبَار : اونٹ کے بال۔ واحد وَبَر

اَوِّبِیْ : تو رجوع کر۔ تاویب سے امر واحد مؤنث حاضر

اُدُنِیْ :۔ مجھ کو دیا جائے گا۔ اِیتَاء سے مضارع مجہول واحد متکلم۔

لَمْ اُدْتَ :۔ مجھ کو نہیں دیا گیا۔ اِیتَاء سے مضارع نفی جحد بہ لم مجہول واحد متکلم۔

اَدُتَاد :۔ میخیں۔ کھونٹیاں۔ واحد وَتَد۔

اُدْتُوْا :۔ ان کو دیا گیا۔ اِیتَاء سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اُوتِیَتْ :۔ اس کو دیا گیا۔ اِیتَاء ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

اُدْتِیْتُ :۔ مجھ کو دیا گیا۔ اِیتَاء سے ماضی مجہول واحد متکلم۔

اُدْتِیْتُمْ :۔ تم کو دیا گیا۔ اِیتَاء سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

اُدْتِیْنَا :۔ ہم کو دیا گیا۔ اِیتَاء سے ماضی مجہول جمع متکلم۔

اَوْثَان :۔ بُت۔ پتھر جن کی کافر عبادت کرتے ہیں۔ واحد۔ وَثَن۔

اَوْجَسَ :۔ جی میں گھبرایا۔ ہڑبڑایا۔ اِیجَاس سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَوْجَفْتُمْ :۔ تم نے دوڑایا۔ اِیجَاف سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَوْحیٰ :۔ اس نے وحی بھیجی۔ "وحی" کے معنی ہیں اشارۂ خفی کے۔ اصطلاحاً خداوند قدوس کی طرف سے جو پیغام انبیاء کرام پر نازل ہوتا ہے۔ اُسے وحی کہتے ہیں حضرت الاستاذ علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:۔ وحی جو انبیاء پر اُترتی ہے اس کی تین قسمیں ہیں:۔ اوّل یہ کہ پیغمبر کے باطن کو عالم قدس کی طرف مسخر کر لیا جائے اور اس میں پیغام الٰہی کا القاء کیا جائے۔ اس صورت میں نہ فرشتہ واسطہ بنتا ہے اور نہ آواز سنائی دیتی ہے دوم یہ کہ پیغمبر خدا کی آواز سنے۔ جیسی آواز بھی اُس کے لائق ہے نہ اس میں مخارج ہوتے ہیں اور نہ تقطیع اور وہ ہر طرف سے سنی جاتی ہے۔ سوم یہ کہ فرشتہ آئے اور خدا کا پیغام سُنائے۔

(فیض الباری ج ۱)

معنی لغوی کی مناسبت سے الہام خداوندی تسخیر اور وسوسہ شیطانی کو بھی وحی کہا گیا ہے اور قرآن کریم میں یہ استعمالات موجود ہیں۔

(مفردات)

"وحی" کے متعلق تفصیلی بحث علامہ رشید رضا مصریؒ کی کتاب "الوحی المحمدی" میں دیکھی جائے۔"

اُوْحِیَ :۔ وحی کی گئی۔ اِیحَاء سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

زَحِیْنَا:۔ ہم نے رحی کی۔ اِیْحَاء سے ماضی جمع متکلم۔

وَزْدِیَہ:۔ نالے۔ وادیں۔ واحد۔ وَادِی

اُوْذُوْا:۔ اُن کو ستایا گیا۔ اِیْذَاء سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اُوْذِیَ:۔ وہ ستایا گیا۔ اِیْذَاء سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

اُوْذِیْنَا:۔ ہم ستائے گئے۔ اِیْذَاء سے ماضی مجہول جمع متکلم۔

اَوْرَثَ:۔ اُس نے وارث کیا۔ اِیْرَاث سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اُوْرِثْتُمُوْہَا:۔ تم اُس کے وارث بناسے گئے اِیْرَاث سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر باضمیر منصوب متصل واحد مذکر غائب۔

اَوْرَثْنَا:۔ ہم نے وارث بنایا۔ اِیْرَاث سے ماضی جمع متکلم۔

اُوْرِثُوْا:۔ ان کو وارث بنایا گیا۔ اِیْرَاث سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب

اَوْرَدَ:۔ اس نے داخل کیا۔ لا ڈالا۔ اِیْرَاد سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَوْزَار:۔ گناہ۔ ہتھیار۔ بوجھ۔ واحد وِزْر

اَوْزِعْ:۔ توفیق دے۔ نصیب کر۔ اِیْزَاع سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَوْسَط:۔ بیچ والا۔ درمیانی۔ افضل۔ وَسَط سے اسم تفضیل واحد مذکر (دیکھو وَسَط)

اَوْصٰی:۔ اس نے تاکید کی۔ وصیت کی۔ اِیْصَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَوْضَعُوْا:۔ انہوں نے دوڑایا۔ اِیْضَاع سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَوْعٰی:۔ اس نے نگاہ رکھا۔ حفاظت سے رکھا اِیْعَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔ (اس کے اصل معنی برتن میں رکھنا ہیں)

اَوْعِیَۃ:۔ خُرجیاں۔ برتن۔ واحد۔ وِعَاء

اَوْفِ:۔ تو پورا کر۔ اِیْفَاء سے امر واحد مذکر حاضر

اُوْفِ:۔ میں پورا کروں گا۔ اِیْفَاء سے مضارع واحد متکلم مجزوم۔

اَوْفٰی:۔ اس نے پورا کیا۔ اِیْفَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔ بہت پورا۔ بالکل پورا (وَفَاء سے اسم تفضیل واحد مذکر)

اَوْفُوْا:۔ تم پورا کرو۔ اِیْفَاء سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَوْقَدَ:۔ اس نے روشن کیا۔ سلگایا۔ اِیْقَاد سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَوْقِدْ:۔ تو روشن کر۔ تو سلگا۔ اِیْقَاد سے امر واحد مذکر حاضر۔

اَوْقَدُوْا:۔ انہوں نے سلگایا۔ اِیْقَاد سے ماضی جمع مذکر غائب۔

اَوَّل :۔ پہلا۔ ج اَوَائِل
اُوْلیٰ :۔ پہلی۔ ج اُوَل۔
اَوْلیٰ :۔ بہتر۔ لائق تر۔ قریب تر۔ وَلِیٌ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔
اَوْلیٰ :۔ خرابی۔ تباہی (بمعنی وَیل) اَوْلیٰ "لَکَ" دھمکی کے لئے استعمال ہوتا ہے بعض اہل لغت کی رائے ہے کہ اَوْلیٰ لَکَ کے معنی ہیں وَلِیَکَ الشَّرُّ فَاحْذَرْ (برائی تیرے قریب پہنچ گئی تو اس سے بچ)
اُولَاءِ :۔ یہ سب۔ اسم اشارہ جمع مذکر و مونث برائے قریب۔
اُولٰئِکَ :۔ وہ لوگ۔ اسم اشارہ جمع مذکر برائے بعید
اُولَاتُ الْاَحْمَالِ :۔ حمل والیاں۔ حاملہ عورتیں۔
اَوْلَادٌ :۔ بچے۔ واحد وَلَدٌ۔
اُوْلُوْا :۔ والے۔ واحد ذُوْ (من غیر لفظہٖ)
اُولِی النَّعْمَۃِ :۔ عیش و امارت والے بحالت نصبی۔
اَوَّلُوْنَ :۔ پہلے۔ اسلاف۔ واحد اَوَّل
اَوْلِیَاءُ :۔ دوست۔ رب۔ مدد کرنے والے کارساز لوگ۔ واحد وَلِیٌّ۔
اَوْلَیَانِ :۔ دونزدیک ترقریب۔ اَوْلیٰ کا تثنیہ بحالت رفعی۔
اَوَّلِیْنَ :۔ پہلے۔ اگلے بحالت نصبی و جری، واحد اَوَّل۔

اَدْھَنُ :۔ بہت بودا۔ بہت کمزور۔ وَھْنٌ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔
اَھَانَ :۔ اس نے ذلیل کیا۔ اِھَانَۃٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اَھَانَنِ :۔ اس نے مجھ کو ذلیل کر دیا (اصل میں اَھَانَنِیْ تھا۔ وقف کی وجہ سے آخر سے یاء گر گئی)
اَھَبُ :۔ میں دوں۔ میں بخشوں۔ ھِبَۃٌ سے مضارع واحد متکلم۔
اِھْبِطْ :۔ تو اتر۔ ھُبُوْطٌ سے امر واحد مذکر حاضر
اِھْبِطَا :۔ تم دونوں اترو۔ ھُبُوْطٌ سے امر تثنیہ مذکر حاضر۔
اِھْبِطُوْا :۔ تم اترو۔ ھُبُوْطٌ سے امر جمع مذکر حاضر
اِھْتَدٰی :۔ اس نے راہ پائی۔ اس نے ہدایت پائی۔ اِھْتِدَاءٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔
اِھْتَدَوْا :۔ انہوں نے راہ پائی۔ اِھْتِدَاءٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔
اِھْتَدَیْتُ :۔ میں نے راہ پائی۔ اِھْتِدَاءٌ سے ماضی واحد متکلم۔
اِھْتَدَیْتُمْ :۔ تم نے راہ پائی۔ اِھْتِدَاءٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔
اِھْتَزَّتْ :۔ وہ جھومی جنبش میں آئی۔ اِھْتِزَازٌ سے ماضی واحد مونث غائب۔

اُهْجُرْ: تو چھوڑ دے۔ دور رہ۔ هَجْرٌ سے امر
واحد مذکر حاضر۔

اُهْجُرُوْا: تم چھوڑ دو۔ دور رہو۔ هَجْرٌ سے امر
جمع مذکر حاضر۔

اِهْدِ: تو ہدایت کر۔ هِدَايَةٌ سے امر واحد
مذکر حاضر۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:
ہدایت کے معنی ہیں نرمی اور مہربانی کے
ساتھ رہنمائی۔ ہدایت جب اللہ تعالیٰ کی
طرف نسبت ہو کر استعمال ہو تو اس کی چار
قسمیں ہیں۔ اول وہ ہدایت جو اللہ تعالیٰ
نے ہر مکلف کو عقل و شعور اور ضروری
ذہانت بقدر استعداد عطا فرما کر کی ہے
چنانچہ فرمایا: رَبُّنَا الَّذِيْ اَعْطٰى كُلَّ
شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى (ہمارا پروردگار
وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی بناوٹ
عطا کی پھر اسے ہدایت بخشی) دوم وہ ہدایت
جو اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرما کر پیغمبروں
کے ذریعہ فرمائی۔ چنانچہ فرمایا: وَجَعَلْنَا
مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا
(اور ہم نے ان میں سے امام بنائے جو ہمارے
حکم سے ان کی ہدایت کرتے ہیں) سوم
توفیق الٰہی جس سے وہ خوش قسمت سرفراز
ہوتا ہے جس نے ہدایت کے دوسرے درجے
سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اور درجہ بدرجہ ہدایت
میں ترقی کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا وَالَّذِيْنَ
اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى (اور جن لوگوں
نے راہ ہدایت اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ ان
کو مزید ہدایت عطا فرمائے گا۔) چہارم آخرت
میں جنت کی طرف رہنمائی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ
الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا (تمام تعریف اس
خدا کے لئے ہے۔ جس نے ہماری اس جنت
کی طرف رہنمائی کی) میں یہی مراد ہے۔

ہدایت کی ان چاروں قسموں کا تحقق ترتیب
وار ہوگا۔ پہلی ہدایت کے بغیر دوسری ممکن
نہیں اور دوسری کے بغیر تیسری اور تیسری
کے بغیر چوتھی۔

ہدایت جب بندہ کی طرف نسبت ہو کر آئے
تو اس سے مراد "بلانا" اور "راستہ دکھانا"
ہوتا ہے۔ اور یہی اِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلٰى
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (درحقیقت تم سیدھے
راستہ کی طرف ہدایت کرتے ہو) میں یہی
مراد ہے۔ ہدایت کی دوسری صورتیں انسان
کے اختیار سے باہر ہیں۔ چنانچہ فرمایا گیا۔
اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ (اے
پیغمبر تم جسے چاہو ہدایت نہیں کر سکتے)۔
ہدایت سے ہدایت کی بقیہ مذکورہ صورتیں

مزید تفصیل۔ مفردات ملخصاً،
علامہ عبدہ مصریؒ نے تفسیر سورۃ فاتحہ میں
اقسامِ ہدایت کی مزید تفصیل کی ہے۔ سے
"ھُدٰی" کے تحت دیکھا جائے۔

اَھْدٰی: زیادہ ہدایت والا۔ ھِدَایَۃٌ سے اسم
تفضیل واحد مذکر۔

اِھْدِ: تم راہ بتا دو۔ ھِدَایَۃٌ سے امر مخاطب
مذکر حاضر۔

اَھُشُّ: میں پتے جھاڑتا ہوں۔ ھَشٌّ سے
مضارع واحد متکلم۔

اُھِلَّ: وہ پکارا گیا۔ نامزد کیا گیا۔ اِھْلَال
سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

اَھْلٌ: گھر والے۔ بال بچے۔ لائق۔ والا۔

اَھْلُ الْبَیْت: گھر والے۔ اہل خانہ۔ قرآن
کریم میں ہے۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ
لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ
الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔
اے اہل بیت نبی صلعم اللہ تعالیٰ یہی
چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کر دے
اور تمہیں خوب پاک صاف کر دے۔
علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں:
قرآن میں تدبر کرنے والے کو ایک لمحہ
کے لئے اس میں شک و شبہ نہیں ہو سکتا
کہ یہاں اہل بیت کے مدلول میں ازواج
مطہرات یقیناً داخل ہیں۔ کیونکہ پورے
رکوع میں تمام تر خطابات انہی سے ہوئے
ہیں۔ اور بیوت کی نسبت بھی پہلے وَقَرْنَ
فِیْ بُیُوْتِکُنَّ میں اور آگے وَاذْکُرْنَ مَا
یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ میں اُن کی طرف کی گئی
ہے۔ اس کے علاوہ قرآن کریم میں یہ لفظ
عموماً اسی سیاق میں مستعمل ہوا ہے۔ حضرت
ابراہیمؑ کی بیوی سارہ کو خطاب کرتے
ہوئے ملائکہ نے فرمایا۔ اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ
اَمْرِ اللّٰہِ رَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ
عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ حضرت یوسف کے
قصہ میں بیت کو زلیخا کی طرف منسوب
کیا۔ وَرَاوَدَتْہُ الَّتِیْ ھُوَ فِیْ بَیْتِھَا۔ بہرحال
اہل بیت میں اس جگہ ازواج مطہرات کا
داخل ہونا یقینی ہے۔ بلکہ آیت کا خطاب
اوّلاً انہی سے ہے۔ لیکن چونکہ اولاد و داماد
بھی بجائے خود اہل بیت میں شامل ہیں۔
بلکہ بعض حیثیات سے وہ اس لفظ کے
زیادہ مستحق ہیں۔ جیسا کہ مسند احمد کی ایک
روایت میں اَحَقُّ کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے۔
اس لئے آپ نے حضرت فاطمہ علی حسن حسین

رضی اللہ عنہم کو ایک چادر میں لے کر اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ وغیرہ فرمایا۔ حضرت فاطمہ کے مکان کے قریب سے گزرتے ہوئے الصَّلٰوۃَ اَھْلَ الْبَیْتِ یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ پڑھتے ہوئے خطاب کرنا اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے تھا کہ گو آیت کا نزول بظاہر ازواج کے حق میں ہوا اور ان ہی سے تخاطب ہو رہا ہے مگر یہ حضرات بھی بطریق اولیٰ اس لقب کے مستحق اور نعمت تطہیر کے اہل ہیں باقی ازواج مطہرات چونکہ خطاب قرآنی کی اولین مخاطب تھیں۔ اس لئے ان کی نسبت اس قسم کے اظہار اور تصریح کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اَھِلَّۃ: نئے چاند۔ واحد ھِلَال۔

اَھْلَکْتَ: تو نے ہلاک کیا۔ اِھْلَاک سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

اَھْلَکْتُ: میں نے ہلاک کیا۔ برباد کیا۔ اِھْلَاک سے ماضی جمع متکلم۔

اَھْلَکْنَا: ہم نے ہلاک کیا۔ اِھْلَاک سے ماضی جمع متکلم۔

اُھْلِکُوْا: وہ ہلاک کئے گئے۔ اِھْلَاک سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

اَھَمَّتْ: اس نے فکر میں ڈال دیا۔ اِھْمَام سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

اَھْوَاء: نفسانی خواہشیں۔ خیالات۔ واحد ھَوًی

اَھْوٰی: اس نے دے پٹخا۔ اِھْوَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَھْوَنُ: بہت آسان۔ سہل تر۔ ھَوْنٌ سے اسم تفضیل واحد مذکر۔

اِیْ: ہاں (حرف ایجاب)

اَیٌّ: کون سا۔ جس۔ کس۔

اِیَاب: لوٹنا۔ رجوع کرنا۔ باب نصر سے مصدر

اِیَّاکَ: تجھ ہی کو۔ تجھ ہی سے ضمیر منصوب منفصل واحد مذکر حاضر۔

اِیَّاکُمْ: تم ہی کو ضمیر منصوب جمع مذکر حاضر

اَیَّام: دن۔ واحد یَوْم۔ * اَیَّامُ اللّٰہ سے اصطلاح قرآنی میں وہ دن مراد ہوتے ہیں جنمیں اللہ تعالیٰ کا ظالموں کو کوئی خاص سزا دے یا مؤمنوں کو کسی انعام سے نوازنا۔

اَیَامٰی: بیوہ عورتیں۔ واحد اَیِّم

اَیَّانَ: کب (حرف استفہام زمانی)

اِیَّانَا: ہم ہی کو ضمیر منصوب منفصل جمع متکلم

اِیَّاہُ: اسی کو ضمیر منصوب منفصل واحد مذکر غائب

اِیَّاھُمَا: ان ہی کو ضمیر منصوب منفصل تثنیہ غائب۔

إِيَّاهُمْ :- اُن سب کو۔ ضمیر منصوب منفصل جمع مذکر غائب۔

إِيَّايَ :- مجھ ہی کو۔ مجھ ہی سے۔ ضمیر منصوب منفصل واحد متکلم۔

إِيتَاءٌ :- دینا۔ عطا کرنا۔ باب افعال سے مصدر۔

أَيَّدَ :- اس نے طاقت دی۔ تائید کی۔ تائید سے ماضی واحد مذکر غائب۔

أَيَّدْتُ :- میں نے طاقت دی۔ تائید سے ماضی واحد متکلم۔

أَيَّدْنَا :- ہم نے طاقت دی۔ مدد کی۔ تائید سے ماضی جمع متکلم۔

أَيْدِيْ :- ہاتھ۔ واحد۔ یَد۔

أَيْقَاظٌ :- بیدار۔ جاگنے والے۔ واحد یَقِظٌ

أَيْكَةٌ :- بن۔ جھنڈ۔

إِيْلَافٌ :- الفت کرنا۔ باب افعال سے مصدر۔

أَيْمَانٌ :- داہنے ہاتھ۔ قسمیں۔ واحد یَمِیْنٌ

إِيْمَانٌ :- امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:- اگر متعدی ہو تو اس کے معنے ہیں کسی کو امن دینا مُؤْمِن اسی معنی کے لحاظ سے خدا تعالیٰ کی صفت آئی ہے غیر متعدی ہونے کی صورت میں امن والا ہو جانا۔ یا اعتماد کرنا۔ ایمان سے کبھی شریعت محمدیہ (علی صاحبہا السلام) کی ظاہری صورت قبول کرنا مراد ہوتا ہے وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُوْنَ (اور ان میں سے اکثر ایسے مومن ہیں کہ شرک بھی کرتے ہیں) میں یہی مراد ہے اور اکثر نفس کا حق کے تابع ہو جانا بصورت تصدیق مراد ہوتا ہے۔ اور یہ تین باتوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ دل کی تحقیق زبان کا اقرار اور اس کے مطابق اعضاء کا عمل وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ أُولٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ (اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر وہی صدیق ہیں) میں یہی ایمان کامل مراد ہے۔ ان مذکورہ تینوں امور میں سے ہر ایک پر علیحدہ بھی ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ إِيْمَانَكُمْ۔ (اور اللہ تمہارے ایمان کو ضائع کرنے والا نہیں) یہاں ایمان سے نماز مراد ہے اور حدیث میں "حیا" اور موذی چیز کو دور کرنے کو اسی معنی میں ایمان کہا گیا ہے۔ اور وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ (اور آپ ہمارا یقین نہ کریں گے اگرچہ ہم سچے ہوں) میں یقین اور اعتبار مراد ہے اور قرآن میں کفر کے مقابل جو کہا گیا ہے کہ

یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ (وہ ایمان لاتے ہیں بت پر اور شیطان پر) تو یہ بطور مذمت کے ہے، جیسے ارشاد باری ہے اِنَّهٗ مُنْکَرٌ (اس کا ایمان تو کفر ہے)۔

رسول اکرم صلعم نے ایمان کی اصل چھ چیزیں قرار دی ہیں: اللہ پر ایمان لانا، اس کے فرشتوں پر ایمان لانا، اس کی کتابوں پر ایمان لانا، اس کے رسولوں پر ایمان لانا، قیامت کے دن پر ایمان لانا، تقدیر پر ایمان لانا۔ (کما فی حدیث جبریل) (مفردات ملخصا) ایمان شرعی کیا ہے؟ اس کے متعلق علماء میں بڑا اختلاف ہے۔ اور اس اختلاف کی تفصیلات سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ جمہور محدثین کا مذہب یہ ہے کہ ایمان "تصدیق بالجنان، اقرار باللسان اور عمل بالارکان" (دل سے ماننا، زبان سے اقرار کرنا اور عناصر سے عمل کرنے کا نام) ہے۔ مگر یہ دراصل اشاعرہ کی ایک بڑی جماعت کا مسلک یہ ہے کہ ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام ہے اور اقرار باللسان احکام دنیاوی کے اجراء کے لئے شرط ہے۔ شیخ بدر الدین عینی فرماتے ہیں:

"محققین کی رائے یہ ہے کہ اصل ایمان یا حقیقت ایمانیہ صرف یقین قلبی کا نام ہے اور "ایمان کامل" وہ ہے جو یقین و اقرار و عمل کا مجموعہ ہو۔ اصل ایمان دوزخ میں ہمیشہ رہنے سے مانع ہے اور ایمان کامل جنت میں داخلہ ہے۔ چنانچہ اَلْاِیْمَانُ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ الحدیث میں ایمان کی پہلی صورت مراد ہے۔ اور الایمان شهادة ان لا اله الا اللّٰه وانّ محمدًا رسول اللّٰه واقام الصّلوٰة الحدیث میں دوسری صورت۔

اس تشریح کی بناء پر اس مسئلہ میں اختلاف محض لفظی رہ جاتا ہے کیونکہ محدثین اور امام شافعیؒ نے عمل کو جو جزو ایمان قرار دیا ہے تو وہ معنی ثانی کے اعتبار سے ورنہ بوجود عمل کے معدوم ہونے کے وہ معنی اول کے لحاظ سے ایمان کی بقاء کو مانتے ہیں۔ اور دوسرے گروہ نے جو اقرار و عمل کے جزو ہونے سے انکار کیا ہے تو وہ معنی اول کے اعتبار سے ورنہ وہ ایمان کامل کا جزو ان دونوں کو تسلیم کرتے ہیں (عینی شرح بخاری ج۱، ۱۲۷)۔

علامہ راغب اصفہانی کی مذکورہ بالا تشریح سے بھی محققین کی رائے کی تائید ہوتی ہے۔

اصل ایمان یا حقیقتِ ایمانیہ کی تشریح استاذ علامہ انور شاہؒ نے یہ کی ہے کہ "ایمان خدا کے پیغمبر پر اس کے لائے ہوئے مکمل پیغام کے بارہ میں کامل اعتماد کا نام ہے" چنانچہ اگر کوئی شخص شریعتِ محمدیہ کے ہر ہر جزو کی صداقت پر یقین رکھتا ہو، مگر اس کا یقین اپنی تحقیق کی بنا پر ہو، رسول پر اعتماد کی وجہ سے نہیں تو وہ کافر ہو گا۔ (فیض الباری جلد ۱) یہ تشریح ان لوگوں کو ٹھوکر دینی ہے جو محض اعمالِ حسنہ کی بناء پر کسی شخص کو مومن قرار دینا جائز رکھتے ہیں۔

اَیْمَن :۔ داہنی طرف والا۔

اَیْنَ :۔ کہاں (کلمۂ استفہام زمانی)

اَیْنَمَا :۔ جہاں کہیں۔

اَیُّوب :۔ ایوب بن عوص بن رزاح بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام انبیاء بنی اسرائیل میں سے ایک نبی جو صبر و شکر میں مشہور ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں بڑی فراغت اور آسودگی دی تھی۔ کھیت۔ مویشی۔ لونڈی۔ غلام۔ اولاد وغیرہ اور بیوی مرضی کے مطابق۔ یہ ان نعمتوں میں آرام کی زندگی گزارتے اور اپنے منعم کی یاد سے کبھی غافل نہ رہتے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہوئی کہ ان کو مصیبتوں میں آزمائے۔ چنانچہ کھیت جل گئے۔ مویشی مر گئے۔ اولاد بھی ذبح کر ختم ہو گئی۔ دوست ایک ایک کر کے جدا ہو گئے۔ صرف بیوی رہ گئی جس نے حق رفاقت ادا کیا۔ ان حادثات کے بعد جب سخت بیمار ہوئے۔ اور سارا جسم زخموں سے چھلنی ہو گیا۔ تو وہ تیمار غمگساری اور تیمارداری میں لگی رہتی۔ آخر عورت ذات تھی۔ ایک دن پچھلی فراغت و راحت کے زمانہ کا خیال کر کے کوئی ایسا کلمہ زبان سے نکل گیا۔ جس سے ناشکری کا پہلو نکلتا تھا۔ حضرت ایوب کو بہت ناگوار گذرا۔ اور قسم کھائی کہ تندرستی کے بعد اس کے سو لکڑیاں ماریں گے۔

جب نعمت میں شکر کی طرح تکلیف میں بھی صبر کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ تو امتحان کا زمانہ ختم ہوا۔ حکم خداوندی ہوا کہ زمین پر پاؤں ماریں۔ چنانچہ پاؤں مارتے ایک چشمہ ٹھنڈے پانی کا ابل پڑا۔ اسی سے نہاتے اور اسی کو پیتے۔ گویا غذا اور دوا دونوں کے کام آتا۔ چند ہی دن میں اچھے بھلے ہو گئے۔ اللہ نے ان کو دوبارہ

دنیوی نعمتوں سے سرفراز کیا۔ پہلے سے دگنی دولت دی۔ اس نیک بیوی کو بھی سزا سے بچانے کے لئے حضرت ایوب کو حکم دیا کہ وہ جھاڑو کا ایک مٹھا مار کر اپنی قسم پوری کر لیں (واضح رہے کہ جس حیلہ سے کسی مقصد دینی کا ابطال ہوتا ہو وہ جائز نہیں جیسا کہ بعض لوگوں نے زکوٰۃ کو باطل کرنے کا طریقہ نکالا کہ چھ مہینے زیور شوہر اپنی ملکیت میں رکھے اور پھر چھ مہینے کے لئے بیوی کو ہبہ کر دے۔ وغیرہا من الحیل۔ یہ حیلہ شرعی نہیں۔ بلکہ خدا کو نعوذ باللہ دھوکہ دینے کی کوشش ہے۔ البتہ ایسا حیلہ جو کسی نیکی کا ذریعہ بنتا ہو کرنا جائز ہو سکتا ہے) اکثر محققین کی یہ رائے ہے۔ کہ حضرت ایوب عرب تھے۔ اُن کے نام کا ایک صحیفہ توریت میں موجود ہے، جو "سفر ایوب" کے نام سے موسوم ہے ۔

یٰبُنَیَّ :۔ اے (یا حرف ندا اور منادی معرف باللام ہیں فصل کے لئے اس لفظ کو بڑھا دیا جاتا ہے۔ الا بسا اوقات حرف ندا کو حذف بھی کر دیتے ہیں۔

ب

بِ :۔ میں۔ سے۔ پر۔ کو۔ ساتھ۔ بسبب۔ (حرفِ جار ہے)

بَآءَ :۔ اس نے کمایا۔ وہ لوٹا۔ وہ مستحق ہوا (بعلاء) بار، بَوَاءٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بَآئِس :۔ بدحال۔ بھوکا۔ بُؤْس سے اسم فاعل واحد مذکر۔

بِئْسَ :۔ بُرا۔ خراب۔ فعل ذم ہے۔

بَآءُوْا :۔ انہوں نے کمایا۔ وہ لوٹے۔ بَوَاءٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

بَئِیْس :۔ سخت۔ بُؤْس سے صفتِ مشبہ واحد

بَاب :۔ دروازہ۔ جمع اَبْوَاب۔

بَابِل :۔ عراق کا قدیم ترین شہر جو دریائے فرات کے دونوں کناروں پر آباد تھا۔ کلدانی تہذیب تمدن کا جو دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں سے ایک ہے مرکز تھا۔ آٹھ ہزار سال قبل مسیح سے پانچ سو سال قبل مسیح تک یہ شہر تاریخ میں ایک ممتاز حیثیت کا مالک رہا ہے۔

دینوری کے بیان کے مطابق یہ حضرت نوح کے پڑپوتے جَم کا دارالسلطنت تھا۔ اسی کے زمانے میں اولاد نوح علیہ السلام کی زبانوں

میں اختلاف نمودار ہوا۔ اور وہ بابل سے نکل کر دنیا کے مختلف حصّوں میں پھیل گئے۔ بنوکدنزار (بخت نصر) جس نے بیت المقدس کی اینٹ سے اینٹ بجا کر یہودی حکومت کا شیرازہ منتشر کر دیا تھا۔ اس کا دارسلطنت یہی شہر تھا۔ یہودی اسی شہر میں غلام بنا کر رکھے گئے تھے۔ ۵۳۸ قبل مسیح میں ایران کے مشہور بادشاہ سائرس یا خسرو نے بخت نصر کے جانشین بیل شازار کو شکست دیکر بابل پر قبضہ کر لیا۔ اور یہودیوں کو ذلّت آمیز غلامی سے نجات دی۔ پھر تقریباً بیس سال بعد بابلی امیروں کی بغاوت کو کچلنے کے لئے دارا نے بابل پر حملہ کر کے اُسے فتح کر لیا۔

بابل بخت نصر کے زمانہ میں اس عہد کے علوم و فنون کا گہوارہ تھا۔ خصوصاً سحر و سفلی کا بڑا چرچا تھا۔ یہودیوں نے بابل کی اسارت کے زمانہ میں اس فن میں بڑی دلچسپی لی۔ چنانچہ قرآن کریم میں اسی سلسلہ میں بابل کا ذکر آیا ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

بَاخِع:۔ غم کی وجہ سے خود کو ہلاک کرنے والا۔ بُخُوْع سے اسم فاعل واحد مذکر۔

بَادٍ:۔ بادیہ نشین۔ جنگل کا رہنے والا۔ بَدَاوَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

بَادُوْنَ:۔ گنوار۔ جنگل میں رہنے والا۔ بَدَاوَۃ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد بَادٍ

بَادِی:۔ ظاہر۔ کھلا ہوا۔ بُدُوّ سے اسم فاعل واحد مذکر

بَارِد:۔ ٹھنڈا۔ بُرُوْدَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر

بَارِزَۃ:۔ کھلی ہوئی۔ بُرُوْز سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

بَارِزُوْن:۔ کھلے ہوئے۔ ظاہر۔ بُرُوْز سے اسم فاعل جمع مذکر۔

بَارَکَ:۔ اُس نے برکت دی۔ مُبَارَکَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بَارَکْنَا:۔ ہم نے برکت دی۔ مُبَارَکَۃ سے ماضی جمع متکلم۔

بَارِئ:۔ پیدا کرنے والا۔ بَرْء سے اسم فاعل واحد مذکر۔

بَازِغ:۔ چمکنے والا۔ روشن۔ بُزُوْغ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

بَازِغَۃ:۔ چمکنے والی۔ بُزُوْغ سے اسم فاعل واحد مؤنث

بَأْس:۔ سختی۔ لڑائی۔ دبدبہ۔ آفت۔

بَأْسَاء:۔ سختی۔ مفلسی۔

بَاسِرَۃ:۔ اداس۔ پریشان۔ بے رونق۔ بُسُوْر سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

بَاسِط:۔ پھیلانے والا۔ فراخ کرنے والا۔ بَسْط سے اسم فاعل واحد مذکر۔

بَاسِطُوْنَ:۔ کھولنے والے۔ بَسْط سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد بَاسِط

بَاسِقَات:۔ بلند قد۔ لمبی ہیں۔ بُسُوْق سے اسم فاعل جمع مونث۔ واحد بَاسِقَۃ

بَاشِرُوْا:۔ تم صحبت کرو۔ تم ملا کرو۔ مُبَاشَرَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔ مُبَاشَرَۃ کے اصل معنی کھال سے کھال ملانا ہیں۔ بطور کنایہ لفظ جماع کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔

بَاطِل:۔ بے ثبات۔ ناحق۔ جھوٹی بات۔ غلط بُطْلَان سے اسم فاعل واحد مذکر۔ ہر وہ چیز جو بے ثبات ہو۔ باطل کہلاتی ہے جھوٹ بات اور خلاف کام کو بھی اس لئے باطل کہتے ہیں کہ اس کو قیام اور دوام حاصل نہیں ہوتا (دیکھو حق)

بَاطِن:۔ چھپا ہوا۔ پوشیدہ۔ اندر۔ بُطُوْن سے اسم فاعل واحد مذکر۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ سورۂ حدید میں ہو الظاہر والباطن" فرمایا گیا۔ تو اس حیثیت سے کہ اس کے وجود وحدت و خالقیت و حاکمیت کے دلائل عام آشکارا ہیں۔ وہ ظاہر ہے اور اس حیثیت سے کہ اس کی کنہ حقیقت تک رسائی سے مخلوق قاصر ہے۔ وہ باطن ہے (کذا فی البیضاوی)

بَاطِنَۃ:۔ چھپی ہوئی۔ پوشیدہ۔ بُطُوْن سے اسم فاعل واحد مونث۔

بَاعِدْ:۔ تو دوری ڈال دے۔ (بعد بین) مُبَاعَدَۃ سے امر واحد مذکر حاضر۔

بَاغٍ:۔ عدول حکمی کرنیوالا۔ حد سے نکل جانے والا۔ بَغْی سے اسم فاعل واحد مذکر۔ جمع بُغَاۃ۔

بَاقِی:۔ ہمیشہ رہنے والا۔ بَقَاء سے اسم فاعل واحد مذکر۔

بَاقُوْن:۔ بچے ہوئے۔ بَقَاء سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد بَاقِی

بَاقِیَات:۔ باقی رہنے والیاں۔ بَقَاء سے اسم فاعل جمع مونث۔ واحد بَاقِیَۃ

بَاقِیَۃ:۔ پیچھے رہنے والی۔ بچ رہنے والی۔ بَقَاء سے اسم فاعل واحد مونث

بَال:۔ حال۔ خبر۔

بَالِغ:۔ پہنچنے والا۔ بُلُوْغ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

بَالِغَۃ:۔ پہنچنے والی۔ بُلُوْغ سے اسم فاعل واحد مونث۔

بَالِغُوْنَ:۔ پہنچنے والے۔ بَالِغ کی جمع۔ (بحالت رفعی)

بَالِغِیْہِ:۔ اس کو پہنچنے والے۔ بَالِغ کی جمع (بحالت جری مضاف بضمیر مجرور واحد مذکر غائب نون اضافت کی وجہ سے ساقط ہو گیا۔

بَایِعْ:۔ تو بیعت لے۔ عہد لے۔ مُبَایَعَۃ سے امر واحد مذکر حاضر۔ مُبَایَعَۃ کے اصل معنے باہم خرید و فروخت کرنا ہیں۔ اصطلاح شرع میں امیر المؤمنین سے احکام اسلام کی پابندی اور نظام حکومتِ اسلامیہ کی وفاداری کے عہد کرنے کو مُبَایَعَۃ اور بیعت کہا جاتا ہے۔

بَایَعْتُمْ:۔ تم نے معاملہ کیا۔ سوداگری کی۔

بَثّ:۔ بے قراری۔ پراگندگی۔ باب نصر سے مصدر۔

بَثَّ:۔ اس نے بکھیرا۔ پھیلایا۔ بَثّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بِحَار:۔ دریا۔ سمندر۔ واحد بَحْر۔

بَحْرَیْن:۔ دو سمندر۔ بَحْر کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔ قرآن کریم میں سورۃ الفرقان میں ہے هُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا (وہی وہ ذات ہے جس نے ملے جُلے دو دریا چلائے یہ میٹھا پیاس بجھانے والا ہے۔ اور یہ کھاری کڑوا اور رکھی ان دونوں کے درمیان پردہ اور آڑ روک کی ہوئی)

یہاں خداوند تعالیٰ کی اس قدرت عظیمہ کا بیان ہے کہ میٹھے اور کھاری پانی کے دو دریا جہاں کہیں مل جاتے ہیں تو باوجود کسی ظاہری آڑ کے نہ ہونے کے انکے خصوصیات و امتیازات اپنی اپنی جگہ باقی رہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت تھانویؒ نے بیان القرآن میں مثالاً ذکر فرمایا ہے کہ "ارکان سے چاٹگام تک دو دریا ملے جُلے چلتے ہیں۔ ایک کا پانی سفید ہے اور ایک کا سیاہ۔ سیاہ میں سمندر کی طرح تلاطم آتا ہے۔ مگر سفید ساکن رہتا ہے کشتی سفید پانی میں چلتی ہے۔ اور دونوں کے بیچ میں ایک دھاری سی چلی گئی ہے سفید کا پانی میٹھا ہے۔ اور سیاہ کا کڑوا"
اسی مضمون کی بعض دوسری آیات بھی ہیں۔

بَحِیْرَۃ:۔ وہ جانور جسے اہل کفر بتوں کے نام پر بطور علامت نیاز کان چیر کر چھوڑ دیتے تھے۔ ج بَحَائِر۔

بَخْس:۔ ناقص۔ بَخْس سے صفت مشبہ واحد بروزن صَعْب

بُخْل :۔ کنجوسی۔ بخل۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

بَخِلَ :۔ اس نے کنجوسی کی۔ اس نے بخل کیا۔ بُخْل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بَخِلُوْا :۔ انہوں نے بخل کیا۔ بُخْل سے ماضی جمع مذکر غائب۔

بَدَا :۔ ظاہر ہوا۔ کھل پڑا۔ بُدُوّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بَدَءَ :۔ اس نے شروع کیا۔ بَدْء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بِدَارًا :۔ شتابی کرکے۔ سرعت سے کام لیکر باب مفاعلت مصدر ہے۔ اسکے اصل معنے ہیں سبقت کرنا۔ سرعت سے کام لینا۔ چونکہ آیت کریمہ میں مفعول لہ واقع ہورہا ہے اس لئے اس کے یہ معنے کئے جائیں گے۔

بَدَءُوْا :۔ انہوں نے شروع کیا۔ بَدْء سے ماضی جمع مذکر غائب۔

بَدَأْنَا :۔ ہم نے شروع کیا۔ بَدْء سے ماضی جمع متکلم۔

بَدَتْ :۔ وہ ظاہر ہوئی۔ بُدُوّ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

بَدْر :۔ ایک مقام جو مدینہ سے تین منزل ہے۔ جہاں ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد ۱۷ رمضان ۲ھ کو مسلمانوں اور کافروں

کی پہلی سخت جنگ ہوئی۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مسلمانوں نے کفار پر حیرت انگیز و معجزانہ فتح پائی۔

بِدْع :۔ نیا۔ انوکھا۔

بَدَل :۔ عوض۔ بدلہ۔

بَدَّلَ :۔ اس نے بدل دیا۔ تَبْدِیْل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بَدِّلْ :۔ تو بدل دے۔ تَبْدِیْل سے امر واحد مذکر حاضر۔

بَدَّلْنَا :۔ ہم نے بدل دیا۔ تَبْدِیْل سے ماضی جمع متکلم۔

بَدَّلُوْا :۔ انہوں نے بدل دیا۔ تَبْدِیْل سے ماضی جمع مذکر غائب۔

بَدَن :۔ تن۔ جسم۔ جمع اَبْدَان۔

بُدْن :۔ قربانی کے اونٹ اور گائے۔ واحد بَدَنَة

بَدْو :۔ جنگل۔ صحرا۔

بَدِیْع :۔ ایجاد کرنے والا۔ کسی چیز کو بغیر نمونہ کے بنانے والا۔ اِبْدَاع کے معنے ہیں۔ کسی صنعت کو بغیر کسی سابقہ نمونے کے ایجاد کرنا اِبْدَاع جب اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کیا جائے۔ تو اس کے معنے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کسی شئے کو بلا واسطہ آلہ اور مادہ کے اور

بلا سبب، زمان و مکان کے ایجاد کرنا۔ ایجاد کی یہ صورت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ممکن ہے اور کسی کے لئے نہیں۔ بَدِیْعٌ جب اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو فَعِیْلٌ بمعنی فاعل ہوتا ہے۔ دوسروں کی صفت ہو تو بمعنی فاعل بھی آتا ہے۔ اور بمعنی مفعول بھی۔ (مفردات)

بِرٌّ:۔ نیکی۔ بھلائی۔ نیکی کرنا (باب سَمِعَ سے) مصدر

بَرٌّ:۔ جنگل۔ زمین خشکی۔

بَرٌّ:۔ احسان کرنے والا۔ نیک۔ بِرٌّ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

بَرَّأَ:۔ اس نے برأت دی۔ بری کر دیا۔ تَبْرِئَةٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بُرَءَآءُ:۔ بیزار ہونے والے۔ الگ ہو جانے والے۔ واحد بَرِیْءٌ۔

بَرَاءَةٌ:۔ نجات۔ بیزاری۔ بیزار ہونا۔ باب کَرُمَ سے مصدر۔

بَرْدٌ:۔ ٹھنڈ۔ جاڑا۔

بَرَرَةٌ:۔ نیک لوگ۔ واحد بَارٌّ۔

بَرَزَ:۔ وہ نکلا۔ بُرُوْزٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بُرِّزَتْ:۔ وہ ظاہر کی گئی۔ تَبْرِیْزٌ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

بَرْزَخٌ:۔ پردہ۔ آڑ۔ دنیا و آخرت کا درمیانی عالم۔ جہاں دنیا والوں سے پردہ ہو جاتا ہے اور آخرت کے عذاب و ثواب کا تھوڑا سا نمونہ سامنے آتا ہے۔ اس عالم میں مرنے والا قیامت قائم ہونے تک رہے گا۔

بَرَزُوْا:۔ وہ نکلے۔ بُرُوْزٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

بَرْقٌ:۔ بجلی۔ چمک۔ جمع بُرُوْقٌ۔

بَرِقَ:۔ چوندھیائی۔ خیرہ ہوئی۔ بَرَقٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بَرَكَاتٌ:۔ برکتیں۔ واحد بَرَكَةٌ۔

بُرُوْجٌ:۔ محلات۔ تارے۔ تاروں کے برج واحد بُرْجٌ۔ سورۂ حجر میں ہے وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا۔ ہم نے آسمان میں برج بنائے۔ اسی طرح سورۂ بروج میں ہے وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ (قسم ہے برجوں والے آسمان کی) تو یہاں بروج سے بڑے بڑے روشن ستارے مراد ہیں جو قلعوں کے برج کی مانند ہیں۔ یا آسمانی قلعہ کے وہ حصے ہیں جن میں فرشتے پہرہ دیتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے آسمان کے وہ منطقہ بارہ برج، حصے مراد ہوں جنہیں سورج اپنے دورہ میں ایک سال میں طے کرتا ہے۔

لیکن مولانا آزاد لکھتے ہیں: عبدالرحمن بن عمر صوفی نے الکواکب والصور میں ان تمام کواکب کے نام جمع کر دیئے ہیں جو عرب جاہلیت میں مشہور تھے۔ اور جن کی تعداد ڈھائی سو کے قریب ہے لیکن ان میں بارہ برجوں[1] کی صورتوں کا کوئی ذکر نہیں۔ اور تبریزی (شارح حماسہ) نے ابوالعلاء (معری) کا قول نقل کیا ہے کہ عرب ان کو پرانے زمانہ میں نہیں جانتے تھے۔

(ملاحظہ ہو ترجمان القرآن ج ۲ صفحہ ۲۹)

بُرُوْزٌ :۔ ظاہر ہونا۔ باب نصر سے مصدر

بُرْهَانٌ :۔ دلیل۔ روشن۔ جمع بَرَاهِيْن

بُرْهَانَانِ :۔ دو روشن دلیلیں۔ بُرْهَان کا تثنیہ بحالت رفعی۔

بَرِیْءٌ :۔ بیزار۔ جمع بُرَءَآءُ۔

بَرِیْئُوْنَ :۔ بیزار ہونے والے۔ واحد بَرِیْءٌ۔

بَرِیَّةٌ :۔ مخلوق۔ جمع بَرَایَا۔

بَسٌّ :۔ توڑنا۔ ریزہ ریزہ کرنا۔ خلط ملط کرنا۔ باب نصر سے مصدر۔

بِسَاطٌ :۔ بچھونا۔ فرش۔

بُسَّتْ :۔ وہ ریزہ ریزہ کی گئی۔ وہ آہستہ آہستہ چلائی گئی۔ بَسٌّ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

بَسَرَ :۔ منہ بنایا۔ تیوری چڑھائی۔ بُسُوْرٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بَسْطٌ :۔ کشادگی۔ فراخی۔ باب نصر سے مصدر

بَسْطَةٌ :۔ کشائش۔ کشادگی۔

بَسَطْتَ :۔ تو نے پھیلایا۔ بَسْطٌ سے ماضی واحد مذکر حاضر

بَشَرٌ :۔ آدمی۔ ظاہری جسم۔ کھال۔

بُشُرٌ :۔ خوشخبری دینے والیاں۔ واحد بَشِیْرَةٌ

بُشِّرَ :۔ اس کو خوشخبری دی گئی۔ تَبْشِیْرٌ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

بَشِّرْ :۔ تو خوشخبری دے۔ مژدہ سنا دے۔ تَبْشِیْرٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔

بُشْرٰی :۔ خوشخبری۔ مژدہ۔

بَشَّرْتُمْ :۔ تم نے خوشخبری دی۔ بشارت دی تَبْشِیْرٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

بَشَّرْنَا :۔ ہم نے خوشخبری دی۔ تَبْشِیْرٌ سے ماضی جمع متکلم۔

بَشَّرُوْا :۔ انہوں نے خوشخبری دی تَبْشِیْرٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

بَشَرَیْنِ :۔ دو آدمی۔ بَشَرٌ کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔

بَشِیْرٌ :۔ خوشخبری دینے والا۔ بِشَارَتٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

بَصَآئِرُ :۔ روشن دلیلیں۔ ظاہر نصیحتیں۔

[1] یعنی صورتیں

واحد بَصِیْرَۃ۔

بَصَر:۔ آنکھ۔ بینائی۔ جمع اَبْصَار۔

بَصُرَتْ:۔ اُس نے دیکھا (بصلہٗ بار، بَصَارَۃ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

بَصُرْتُ:۔ میں نے دیکھا (بصلہٗ بار، بَصَارَۃ سے ماضی واحد متکلم۔ بَصَارَۃ کے اصل معنیٰ دیکھنا، نظر آنا ہیں۔ بار کے صلہ سے اس کے معنے دیکھنے کے ہو جاتے ہیں۔

بَصَل:۔ پیاز۔

بَصِیْر:۔ بینا۔ دانا۔ خداوند تعالیٰ کا اسم صفت

بَصِیْرَۃ:۔ دل کی بینائی۔ سمجھ۔ دلیل۔ ج بَصَائِر۔

بِضَاعَۃ:۔ پونجی۔ سرمایہ۔ ج بَضَائِع

بِضْع:۔ چند۔ کئی۔ تین سے نو تک

بَطَائِن:۔ استر۔ واحد۔ بِطَانَۃ

بِطَانَۃ:۔ بھیدی۔ رازدار دوست۔ استر ج بَطَائِن۔

بَطَر:۔ اترانا۔ باب سمع سے مصدر

بَطِرَتْ:۔ وہ اترائی۔ بَطَر سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

بَطْش:۔ گرفت۔ سخت پکڑنا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

بَطْشَۃ:۔ ایک گرفت۔ ایک پکڑ۔ مصدر برائے مَرَّۃ۔

بَطَشْتُمْ:۔ تم نے پکڑا۔ بَطْش سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

بَطَلَ:۔ وہ نابود ہوا۔ بُطْلَان سے ماضی واحد مذکر غائب (دیکھو بَاطِل)

بَطَنَ۔ وہ پوشیدہ ہوا۔ بُطُوْن سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

بَطْن:۔ پیٹ اندرون۔ جمع بُطُوْن۔

بُطُوْن:۔ پیٹ۔ واحد بَطْن

بَعْث:۔ زندہ کرنا۔ اٹھ کھڑا کرنا۔ جی اٹھنا۔ بھیجنا۔

بَعَثَ:۔ اُس نے بھیجا۔ بَعْث سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بُعْثِرَ:۔ وہ اٹھایا گیا۔ بَعْثَرَۃ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب

بُعْثِرَتْ:۔ وہ اٹھائی گئی۔ بَعْثَرَۃ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب

بَعَثْنَا:۔ ہم نے بھیجا۔ بَعْث سے ماضی جمع متکلم

بَعْد:۔ بعد۔ پیچھے۔ (ظرف زماں)

بُعْد:۔ دوری۔ ہلاکت۔ لعنت۔

بَعِدَتْ:۔ وہ ہلاک ہوئی۔ ملعون ہوئی۔ بُعْد سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

بَعْض:۔ تھوڑا حصہ۔ ٹکڑا۔ جمع اَبْعَاض۔

بَعْل:۔ شوہر۔ خاوند۔ ایک بت کا نام۔

علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔ بَعْل کے معنے آقا اور مالک کے ہیں۔ اسی معنے کی مناسبت سے سامی الاصل قومیں اپنے بُت کو بَعل کہتی تھیں۔ بعلبک ملک شام کا ایک قدیم شہر ہے جو اسی بعل دیوتا کی طرف منسوب ہے۔ روایتوں میں ہے کہ یہ دیوتا سونے کا تھا۔ بیس ہاتھ لمبا تھا۔ اور اس کے چار منہ تھے۔

مستشرقین یورپ کی تحقیق کے مطابق بعل ستارہ زحل کا نام تھا۔ جس کی دوسری نوعی شکل بیل ہے۔ اس کی مدینہ میں پرستش ہوتی تھی۔ اور اونٹ کی قربانی اس کے لئے بہتر سمجھی جاتی تھی (ارض القرآن ج ۲ ملخصاً)

یہ امر واضح رہے کہ بُت پرست قوموں میں مظاہر پرستی ہی سے اصنام پرستی کی بنیاد پڑی۔ ان ہی کے ناموں پر بتوں کے نام رکھے گئے۔

بَعُوضَۃ :۔ مچھر۔

بُعُولَۃ :۔ شوہر، خاوند۔ واحد بَعل

بَعِیْد :۔ دور۔ بُعد سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

بَعِیْر :۔ اونٹ۔ اسم جنس ہے واحد و جمع اور مذکر و مؤنث پر بولا جاتا ہے۔

بَغٰی :۔ اس نے سرکشی کی۔ اس نے ظلم کیا۔ بَغی سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بِغَاء :۔ بدکاری۔ زناکاری۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

بِغَال :۔ خچر۔ واحد بَغل

بَغَتْ :۔ اس نے سرکشی کی۔ اس نے بغاوت کی۔ بَغی سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

بَغْتَۃً :۔ اچانک۔ ناگاہ۔ ناگہاں۔

بَغْضَاء :۔ دشمنی۔ نفرت۔ بُغض سے اسم مصدر

بَغَوْا :۔ انہوں نے سرکشی کی۔ بَغی سے ماضی جمع مذکر غائب۔

بَغِیّ :۔ زناکار۔ ج بَغَایا۔ بَغی سے صفت مشبہ

بَغْی :۔ ضد، سرکشی۔ باب ضَرَبَ سے مصدر

بُغِیَ عَلَیْہِ :۔ اس پر ظلم کیا گیا۔ اس پر زیادتی کی گئی۔ بَغی سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

بَقَر :۔ بیل۔ گائے۔ واحد بَقَرَۃ۔

بَقَرَات :۔ گائیں۔ واحد بَقَرَۃ۔

بَقَرَۃ :۔ ایک گائے۔

بُقْعَۃ :۔ قطعہ زمین۔ جمع بِقَاع۔

بَقْل :۔ ساگ، ترکاری۔ جمع بُقُول۔

بَقِیَ :۔ وہ بچا۔ بَقَاء سے ماضی واحد مذکر غائب

بَقِیَّۃ :۔ بچا ہوا۔ بچی ہوئی چیز۔ ج بَقَایَا۔

بَکَّۃ :۔ مکہ۔ مکہ معظمہ کا پرانا نام۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ بکہ مسجد یا مطاف کا نام ہے۔

جو مکہ میں واقع ہے بَکّ کے معنے ازدحام یا روندنے کے ہیں۔ چونکہ اس مقام پر حج کے موقعہ پر بڑا ازدحام ہوتا ہے۔ اور ایک دوسرے سے ٹکراتا ہے۔ اس لئے بکّہ کہا گیا۔ یا اس لئے کہ جو اس پر حملہ آور ہوا۔ اس کو روند دیا گیا۔

(بیضاوی و مفردات) دیکھو مکّۃ

بَکَتْ:۔ وہ روئی۔ بُکاءٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

بِکْرٌ:۔ کنواری۔ دوشیزہ۔ بن بیاہی۔
ج اَبْکَارٌ۔

بُکْرَۃٌ:۔ صبح۔ دن کا حصہ اول۔

بُکْمٌ:۔ گونگے۔ واحد۔ اَبْکَمُ۔

بُکِیٌّ:۔ رونے والے۔ واحد۔ بَاکٍ:۔

بَلْ:۔ بلکہ (حرفِ اضراب)

بَلٰی:۔ کیوں نہیں۔ (حرفِ ایجاب)

بَلَاءٌ:۔ امتحان۔ آزمائش۔ غم۔ تکلیف۔

بِلَادٌ:۔ بستیاں۔ شہر۔ واحد۔ بَلْدَۃٌ۔

بَلَاغٌ:۔ کافی ہونا۔ (بُلُوْغٌ سے اسم مصدر) پہنچانا۔ تبلیغ کرنا۔ (بابِ تفعیل سے مصدر)

اَلْبَلَدُ الْاَمِیْنُ:۔ مکہ معظمہ۔ اگر امانت سے ہے۔ تو فعیل بمعنی فاعل ہے یعنی امانت والا۔ کیونکہ ہر داخل ہونے والے کو وہ بطور امانت محفوظ رکھتا ہے۔ یا خداوند قدوس کی آخری امانت (قرآن کریم) اس میں اتری۔ اگر امن سے ہے تو بمعنی مفعول ہے۔ یعنی وہ محفوظ ہے۔ اسے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔

بَلَغَ:۔ وہ پہنچا۔ بُلُوْغٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بَلِّغْ:۔ تو پہنچا دے۔ تَبْلِیْغٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔

بَلَغَا:۔ وہ پہونچے۔ بُلُوْغٌ سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

بَلَغَتْ:۔ وہ پہونچی۔ بُلُوْغٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

بَلَغْتَ:۔ تو پہنچا۔ بُلُوْغٌ سے ماضی واحد مذکر حاضر

بَلَّغْتَ:۔ تو نے پہنچایا۔ تَبْلِیْغٌ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

بَلَغْنَ:۔ وہ پہونچیں۔ بُلُوْغٌ سے ماضی جمع مؤنث غائب

بَلَغْنَا:۔ ہم پہونچے۔ بُلُوْغٌ سے ماضی جمع متکلم۔

بَلَوْنَا:۔ ہم نے آزمایا۔ بَلَاءٌ سے ماضی جمع متکلم

بَلِیْغٌ:۔ مؤثر۔ پہنچنے والا۔ بلاغت والا۔ بَلَاغَۃٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

بَنٰی:۔ اس نے بنایا۔ بِنَاءٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بِنَاءٌ:۔ عمارت۔ چھت۔ جمع اَبْنِیَۃٌ۔

بَنَّاء :- عمارت بنانے والا۔ معمار۔

بَنَات :- بیٹیاں۔ واحد بِنْت۔

بَنَان :- پورو ے۔ سرہائے انگشت۔ واحد بَنَانَة۔

بَنَوْا :- اُنہوں نے بنایا۔ بِنَاء سے ماضی جمع مذکر غائب۔

بَنُوْن :- بیٹے۔ واحد اِبْن جمع بحالت رفعی۔

بُنَیَّ :- میرا چھوٹا بیٹا۔ میرا پیارا بیٹا۔ اِبْن کی تصغیر۔ مضاف بیائے متکلم

بَنِی اِسْرَائِیْل :- حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد۔ قوم یہود (دیکھو اِسْرَائِیْل)

بُنْیَان :- عمارت۔ دیوار۔ مصدر بمعنی مفعول۔

بَنِیْ :- بیٹے۔ واحد۔ اِبْن (یہ اصل میں بحالت نصبی وجری بَنِیْنَ ہے۔ اضافت کی وجہ سے نون ساقط ہو گئی ہے۔)

بَنَیْنَا :- ہم نے بنایا۔ بِنَاء سے ماضی جمع متکلم

بَوَّءَ :- اس نے جگہ دی۔ تَبْوِئَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بَوَّأْنَا :- ہم نے ٹھکانا دیا۔ تَبْوِئَة سے ماضی جمع متکلم۔

بَوَار :- تباہی۔ ہلاکت۔ مصدر باب نَصَرَ سے

بُوْر :- تباہ ہونے والے۔ ہلاک ہونے والے۔ واحد۔ بَائِر۔

بُوْرِكَ :- وہ برکت دیا گیا۔ مُبَارَكَة سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

بُهِتَ :- ششدر ہو گیا۔ وہ حیران رہ گیا۔ بَهْت سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب (اس مصدر کے اصل معنے حیران کر دینا۔ مبہوت کر دینا ہیں۔ لازمی معنے میں مجہولاً استعمال ہوتا ہے)

بُهْتَان :- سخت جھوٹ۔ جو سننے والوں کو حیران کر دے۔ بہتان۔

بَهْجَة :- رونق۔ خوبی۔ تازگی۔

بَهِیْج :- بارونق۔ تروتازہ۔ نفیس۔

بَهِیْمَة :- چوپایہ جانور۔ چرنے والا جانور۔ جمع بَهَائِم۔

بَیَات :- رات میں آپڑنا۔ شبخون مارنا۔ تَبْیِیْت (مصدر از تفعیل) سے اسم مصدر۔

بَیَان :- کھلی بات۔ بیان۔ وضاحت۔ بولنا۔ باب تفعیل (تَبْیِیْن) سے اسم مصدر۔

بَیْت :- گھر۔ جمع۔ بُیُوْت۔

اَلْبَیْتُ الْحَرَام :- خانہ کعبہ۔ محترم گھر۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: "حرام وہ جگہ جہاں رکنا چاہیئے۔ چونکہ خانہ کعبہ کی حدود میں آدمی یا جانور کو مارنا۔ گھاس اکھاڑنا اور پڑا مال اٹھانا منع ہے اسلئے ا

اَلْبَیْتُ الْحَرَامُ کہا گیا۔

اَلْبَیْتُ الْعَتِیْقُ :۔ خانہ کعبہ۔ عَتِیْق کے لغوی معنے آزاد یا پرانا ہیں۔ چونکہ خانہ کعبہ دنیا میں خدا کا پہلا گھر ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اسے ہر قسم کے حملہ آوروں کے دستِ تطاول سے آزاد رکھا ہے۔ اس لئے اسے عَتِیْق کہا گیا۔

اَلْبَیْتُ الْمَعْمُوْرُ :۔ آباد گھر۔ خانہ کعبہ۔ جو حاجیوں سے آباد رہتا ہے۔ آسمانِ ہفتم پر کعبہ کے محاذات میں فرشتوں کا کعبہ۔ جو فرشتوں کی کثرت آمد سے آباد رہتا ہے۔ قلب مومن جو معرفت و اخلاص سے آباد رہتا ہے۔

بَیَّتَ :۔ اس نے رات کو مشورہ کیا۔ تَبْیِیْت سے ماضی واحد مذکر غائب۔

بِئْرٌ :۔ کنواں۔ جمع آبار۔

بِیْضٌ :۔ سفید چیزیں (مذکر و مونث) واحد اَبْیَضُ (مذکر) بَیْضَاءُ (مونث)

بَیْضٌ :۔ انڈے۔ واحد۔ بَیْضَۃٌ

بَیْعٌ :۔ بیچنا۔ خریدنا۔ باب ضرب سے مصدر۔

بِیَعٌ :۔ عیسائیوں کے عبادت خانے۔ واحد۔ بِیْعَۃٌ

بَیْنَ :۔ بیچ۔ درمیان (اسم ظرف مکان)

بَیْنَ یَدَیْ۔ بَیْنَ اَیْدِیْ :۔ آگے سامنے لغوی معنے پہلے لفظ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان۔ اور دوسرے لفظ کے ہاتھوں کے درمیان ہیں۔

بَیِّنٌ :۔ کھلی۔ ظاہر۔

بَیَّنَّا :۔ ہم نے بیان کیا۔ ہم نے واضح کیا۔ تَبْیِیْن سے ماضی جمع متکلم۔

بَیِّنَاتٌ :۔ کھلی دلیلیں۔ معجزات۔ واحد بَیِّنَۃٌ۔

بَیِّنَۃٌ :۔ کھلی دلیل۔ روشن نشانی۔ واضح رہنمائی۔ بَیِّنَۃ کا استعمال محسوسات میں بھی ہوتا ہے اور معقولات میں بھی۔

بَیَّنُوْا :۔ انہوں نے بیان کیا۔ تَبْیِیْن سے ماضی جمع مذکر غائب۔

بُیُوْتٌ :۔ گھر۔ واحد۔ بَیْتٌ۔

ت

تَ :۔ قسم ہے (یہ حرف جارہ قسمیہ صرف اللہ کے لئے مخصوص ہے۔ جیسے تَاللّٰہِ خدا کی قسم)

تَائِبٌ :۔ توبہ کرنے والا۔ تَوْبَۃٌ سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو تَوْبَۃٌ)

تَائِبَاتٌ :۔ توبہ کرنے والیاں۔ تَوْبَۃٌ

ے اسم فاعل جمع مؤنث واحد تَائِبَۃ

تَائِبُوْن: توبہ کرنے والے۔ تَوْبَۃ سے اسم فاعل جمع مذکر، واحد تَائِب۔

تَابَ: (الی) اس نے توبہ کی (علی) اس نے توبہ قبول کی۔ تَوْبَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب

تَابَا: انہوں نے توبہ کی۔ تَوْبَۃ سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

تَأْبیٰ: وہ انکار کرتی ہے۔ اِبَاء سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَابِع: پیروی کرنے والا۔ تبع سے اسم فاعل واحد مذکر۔

تَابِعِیْن: پیروی کرنے والے، ساتھ رہنے والے تابع کی جمع بحالت نصبی وجری۔ قرآن کریم میں وَالتَّابِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَۃِ مِنَ الرِّجَالِ میں تابعین سے گھر کے وہ کمیرے خدمت گذار مراد ہیں۔ جو کھانے پینے سے مطلب رکھتے ہوں۔ تاک جھانک شوخی شرارت سے بے تعلق ہوں کہ اُن کے سامنے بھی حسب ضرورت عورتوں کو بے پردہ ہونے کی اجازت ہے۔

(موضح القرآن)

تَابُوْا: انہوں نے توبہ کی۔ تَوْبَۃ سے جمع مذکر غائب۔ (دیکھو تَوْبَۃ)

تَابُوْت: صندوق۔

تَأْتُنَّنِیْ: اصل لفظ لَتَأْتُنَّنِیْ بِہٖ ہے تم ضرور اس کو میرے پاس لاؤگے اِتْیَان (بمعنی لانا) سے مضارع جمع مذکر حاضر مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

تَأْتُوْن: تم آتے ہو۔ تم ارتکاب کرتے ہو۔ اِتْیَان سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَأْتِیْ: تو آتا ہے۔ وہ آتی ہے۔ (باء صلہ) تو لاتا ہے۔ تو دے (بمعنی با) اِتْیَان سے مضارع واحد مذکر حاضر (پہلے اور تیسرے درجہ کے معنے ہیں) اور واحد مؤنث غائب (دوسرے معنے ہیں)

تَأْتِیَنَّ: وہ ضرور آئے گی۔ اصل لفظ لَتَأْتِیَنَّ ہے اِتْیَان سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَأْثِیْم: گناہ گاری۔ گناہ میں ڈالنا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تَأْجُرُ: تو نوکری کرے گا تو مزدوری کریگا اَجْر سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَأْجِیْل: مہلت دینا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تَأْخُذ: تو پکڑے۔ تو لے۔ اَخْذ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَأْخُذُوْن: تم لیتے ہو۔ اَخْذ سے مضارع

واحد مذکر حاضر۔

تَأْخُذُوْنَ:۔ تم لیتے ہو۔ اَخْذ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَأَخَّرَ:۔ وہ پیچھے ہُوا۔ وہ پیچھے رہا۔ تَأَخُّر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَأَذَّنَ: خبر کردی۔ اعلان کردیا۔ تَأَذُّن سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَارَةً:۔ مرتبہ۔ دفعہ۔ بار۔

تَارِكٌ:۔ چھوڑنے والا۔ تَرْك سے اسم فاعل واحد مذکر۔

تَارِكُوْ:۔ چھوڑنے والے۔ تَرْك سے اسم فاعل جمع مذکر۔ نون بوجہ اضافت ساقط ہوگیا +

تَؤُزُّ:۔ وہ اُبھارتی ہے۔ اَزّ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

(لَا) تَأْسَ:۔ تو غم نہ کر۔ اَسیٰ سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَأْسِرُوْنَ:۔ تم قید کرتے ہو۔ اَسْر سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَأْسَوْا:۔ تم غم مت کرو۔ اَسیٰ سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَأْفِكَ:۔ تو منحرف کردیا۔ (بصلہ عَنْ) اَفْك سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ (دیکھو يُؤْفَكُوْنَ)

تَأْكُلُ:۔ تو کھاتا ہے۔ وہ کھاتی ہے۔ اَکْل سے مضارع واحد مذکر حاضر (پہلے معنی میں)، اور واحد مؤنث غائب (دوسرے معنے میں)،

تَأْكُلُوْنَ:۔ تم کھاتے ہو۔ اَکْل سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَأْلَمُوْنَ:۔ تم تکلیف پاتے ہو۔ اَلَم سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَالِيَات:۔ پڑھنے والیاں۔ تلاوت کرنیوالیاں۔ تِلَاوَة سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد تَالِيَة۔ (دیکھو تِلَاوَة)

تَأْمُرُ:۔ تو حکم دیتا ہے۔ وہ حکم دیتی ہے۔ اَمْر سے مضارع واحد مذکر حاضر (پہلے معنے میں) اور واحد مؤنث غائب۔ (دوسرے معنے میں)

تَأْمُرُوْنَ:۔ تم حکم دیتے ہو۔ اَمْر سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَأْمُرِيْنَ:۔ تو حکم دیتی ہے۔ اَمْر سے مضارع واحد مؤنث حاضر۔

تَأْمَنْ:۔ تو امانت رکھے۔ تو امین بنائے۔ اَمَانَة سے مضارع واحد مذکر حاضر مجزوم۔

تَأْوِيْل:۔ پھیرنا۔ درست معنی بیان کرنا۔ تعبیر بتانا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تُبْ:۔ تو معاف کر (بصلہ عَلٰی) تَوْبَة

سے امر واحد مذکر حاضر۔ دیکھو تَوْبَۃ۔

تَبَّ:۔ وہ ہلاک ہوا۔ ٹوٹ گیا۔ تَبٌّ سے ماضی واحد مذکر غائب

تَبَاب:۔ ہلاکت۔ سدا ٹوٹے میں رہنا۔ باب ضرب سے مصدر۔

تَبَار:۔ ہلاکی۔ ہلاک ہونا۔ ہلاک کرنا۔ تَبْر سے اسم مصدر۔

تَبَارَكَ:۔ بابرکت ہے۔ تَبَارُك سے ماضی واحد مذکر غائب۔

(لَا) تُبَاشِرُوْا:۔ تم مت مباشرت کرو۔ مُبَاشَرَۃ سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَبَايَعْتُمْ:۔ تم نے خرید فروخت کی۔ تَبَايُع سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

تُبْتُ:۔ میں نے توبہ کی۔ (بصلۂ الیٰ) تَوْبَۃ سے ماضی واحد متکلم۔ (دیکھو تَوْبَۃ)

تَبَّتْ:۔ ٹوٹ گئی۔ ہلاک ہوئی۔ تَبَاب سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

(لَا) تَبْتَئِسْ:۔ تو غمگین مت ہو۔ اِبْتِئَاس سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تُبْتُمْ:۔ تم نے توبہ کی۔ تَوْبَۃ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

تَبْتَغُوْنَ:۔ تم چاہتے ہو۔ تم ڈھونڈتے ہو۔ اِبْتِغَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَبْتَغِیْ:۔ تو چاہتا ہے۔ تو تلاش کرتا ہے۔ اِبْتِغَاء سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَبَتَّلْ:۔ تو کٹ جا۔ منقطع ہو جا۔ تَبَتُّلْ سے امر واحد مذکر حاضر۔

تَبْتِیْل:۔ منقطع ہو جانا۔ کٹ جانا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

(لَا) تَبْخَسُوْا:۔ تم مت گھٹاؤ۔ بَخْس سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَبْخَلُوْا:۔ تم بخیلی کرنے لگو۔ بُخْل سے مضارع جمع مذکر حاضر مجزوم (بحذف نون)

تُبْدَ:۔ وہ ظاہر کی جائے۔ اِبْدَاء سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب مجزوم۔

تَبَدَّلُ:۔ تو بدل ڈالے۔ تَبَدُّل سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ اس کے شروع سے ایک تاء حذف ہو گئی۔

تُبَدَّلُ:۔ بدل جائے گی۔ تَبْدِیْل سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

تُبْدُوْنَ:۔ تم ظاہر کرتے ہو۔ اِبْدَاء سے مضارع واحد مذکر ظاہر۔

تُبْدِیْ:۔ وہ ظاہر کرتی ہے۔ اِبْدَاء سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَبْدِیْل:۔ بدل ڈالنا۔ متغیر کر دینا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

(لَا) تُبَذِّرْ: تو فضول خرچی مت کر۔ تَبْذِیْر سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَبْذِیْر: فضول خرچی کرنا۔ بیجا خرچ کرنا۔ باب تفعیل سے مصدر (در اصل تَبْذِیْر کے معنے "بکھیرنا" ہیں) دیکھو مُبَذِّرِیْن۔

تَبَرَّأَ: وہ بیزار ہوا۔ تَبَرُّءٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تُبْرِئُ: تو چنگا کرتا ہے۔ تندرست کرتا ہے۔ اِبْرَاء سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَبَرَّأْنَا: ہم بیزار ہو گئے۔ تَبَرُّءٌ سے ماضی جمع متکلم۔

تَبَرَّأُوْا: وہ بیزار ہوئے۔ تَبَرُّءٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

تَبَرُّج: خود نمائی کرنا۔ بناؤ سنگار کر کے نکلنا باب تفعّل سے مصدر۔

(لَا) تَبَرَّجْنَ: اپنی زیب زینت ظاہر مت کرو۔ بن سنور کر مت نکلو۔ تَبَرُّج سے نہی جمع مؤنث حاضر۔ (دیکھو مُتَبَرِّجَات)

تَبَّرْنَا: ہم نے ہلاک کر دیا۔ تَتْبِیْر سے ماضی جمع متکلم۔

تَبَرُّوْا: تم بھلائی کرو۔ تم احسان کرو۔ بِرّ سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب بحذف نون۔

تَبْسُطُ: تو کھولے گا۔ کشادہ کریگا۔ بَسْط سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُبْسَلُ: وہ ہلاکت کے سپرد ہو جائے۔ اِبْسَال سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

تَبَسَّمَ: وہ مسکرایا۔ تَبَسُّم سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تُبَشِّرُ: تو خوشخبری سنا دے۔ تَبْشِیْر سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُبَشِّرُوْنَ: تم خوشخبری سناتے ہو۔ تَبْشِیْر سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَبْشِیْر: خوشخبری دینا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تُبْصِرُ: تو دیکھے گا۔ اِبْصَار سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَبْصِرَة: دکھلانا۔ سمجھانا۔ باب تفعیل سے مصدر

تُبْصِرُوْنَ: تم دیکھتے ہو۔ اِبْصَار سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تُبْطِلُوْا: تم باطل مت کرو۔ تم ضائع مت کرو۔ اِبْطَال سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تُبَّع: شاہ یمن کا لقب۔ مؤرخ خضری لکھتے ہیں: یمن کے قحطانی قبیلے ملک کے مختلف حصوں میں پھیل گئے تھے۔ اور ہر قبیلے نے جو علاقہ اپنے زیر تصرف کر لیا تھا اسے مخلاف کہتے تھے۔ ہر مخلاف کا علیحدہ رئیس ہوتا تھا جو اپنے چھوٹے سے علاقہ کا آزاد حاکم ہوتا

تھا۔ اسے قیل کہتے تھے۔ رئیس صنعاء کو امتیازی حیثیت حاصل تھی کیونکہ صنعاء کا علاقہ بڑا اور زیادہ شاداب و آباد تھا۔ رئیس صنعاء کو ملک کہا جاتا تھا۔

ملوک صنعاء میں سے کبھی کبھی کوئی ملک اپنے علاقے کے علاوہ دوسرے علاقوں پر بھی قبضہ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ جب اس کا قبضہ حضرموت اور شحر پر ہو جاتا تھا تو اسے تُبَّع کے لقب سے موسوم کرتے تھے گویا تُبَّع کی حیثیت رؤساء یمن میں شہنشاہ کی ہوتی تھی۔

رؤساء یمن میں ہی سے ایک ملکہ سبا بلقیس بھی تھی۔ جس کا ذکر توراۃ اور قرآن میں حضرت سلیمان سے نامہ و پیام کے سلسلہ میں آیا ہے۔

(تاریخ الامم الاسلامی ملخصاً ج ۱)

حافظ ابن کثیرؒ کی رائے یہ ہے کہ قرآن کریم میں جس قوم تُبَّع کا ذکر ہے وہ قوم سبا ہی تھی۔ بہرحال قرآن کریم میں قوم تُبَّع سے یمن کے ان بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کی قوم مراد ہے۔ جس نے اپنی سلطنت اور طاقت کے نشہ میں سرشار ہو کر خدا کی نافرمانی کی اور آخر تباہ و برباد ہوئی۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خود تُبَّع ان نافرمانوں میں شریک نہ تھا۔

تَبَعَ :- پیروی کرنے والے۔ واحد تابع۔

تَبِعَ :- وہ تابع ہوا۔ تَبَعٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تُبْعَثُوْنَ :- تم کھڑے کئے جاؤ گے۔ تم اٹھائے جاؤ گے۔ بَعْث سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

تَبِعُوْا :- وہ تابع ہوئے۔ انہوں نے پیروی کی۔ تَبَعٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

(لا) تَبْغِ :- تو مت چاہ۔ بُغَاءٌ سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَبْغُوْنَ :- تم چاہتے ہو۔ بُغَاءٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَبْغِيْ :- وہ سرکشی کرتی ہے۔ بَغْیٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُبْقِيْ :- باقی رکھے گی۔ اِبْقَاءٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَبْكُوْنَ :- تم روتے ہو۔ بُكَاءٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُبْلٰى :- وہ آزمائی جائے گی۔ بَلَاءٌ سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

تَبْلُغُ :- تو پہنچتا ہے تو پہنچے گا۔ بُلُوْغٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَبْلُغُوْا:۔ تم پہنچو۔ بُلُوغ سے مضارع جمع مذکر مجزوم یا منصوب بحذف نون۔

تَبْلُوْا:۔ وہ آزمائے گی۔ بَلَاء سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُبْلَوُنَّ:۔ تم ضرور آزمائے جاؤ گے۔ اصل لفظ لَتُبْلَوُوْنَ ہے۔ بَلَاء سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

تَبْنُوْنَ:۔ تم بناتے ہو۔ تعمیر کرتے ہو۔ بِنَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَبُوْءَ:۔ تو حاصل کرے۔ تو سمیٹے۔ تو کمائے۔ (بصلہ باء) بَوْء سے مضارع واحد مذکر حاضر

تُبَوِّئُ:۔ تو جگہ دیتا ہے۔ تو اتارتا ہے تَبْوِئَۃ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَبَوَّءَ:۔ اُس نے جگہ پکڑی۔ تَبَوُّء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَبَوَّآ:۔ تم دونوں جگہ بناؤ۔ تَبَوُّء سے امر تثنیہ مذکر حاضر۔

تَبَوَّءُوْا:۔ اُنہوں نے جگہ پکڑی۔ تَبَوُّء سے ماضی جمع مذکر غائب۔

تَبُوْرُ:۔ وہ ہلاک ہوگی۔ وُہ مٹے گی۔ بَوَار سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَبْهَتُ:۔ وہ ہبونچکا کردے گی۔ وہ ہوش کھو دے گی۔ بَهْت سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تِبْيَان:۔ پوری پوری وضاحت۔ پوری تفصیل۔ باب تفعیل سے مصدر برائے مبالغہ۔

تَبِيْدُ:۔ وہ خراب ہوگی۔ وہ ہلاک ہوگی۔ بُيُوْد سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَبْيَضُّ:۔ وہ سفید ہوگی۔ اِبْيِضَاض سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَبِيْع:۔ دعویٰ کرنے والا۔ پیچھا کرنے والا۔ مددگار۔ تَبْع سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

تَبَيَّنَ:۔ وہ ظاہر ہوگیا۔ تَبَيُّن سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَبَيَّنَتْ:۔ اس نے جانا۔ تَبَيُّن سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

تُبَيِّنُنَّ:۔ تم ضرور بیان کروگے۔ اصل لفظ لَتُبَيِّنُوْنَنَّ ہے۔ تَبْيِيْن سے مضارع جمع مذکر حاضر مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

تَبَيَّنُوْا:۔ تم تحقیق کرو۔ تَبَيُّن سے امر جمع مذکر حاضر۔

لَا تَتَبَدَّلُوْا:۔ تم مت بدلو۔ تَبَدُّل سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَتْبَعُ:۔ وہ پیچھے پیچھے آئے گی۔ تَبَع سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

(لا) تَتَّبِعَانِّ: تم ہرگز مت پیروی کرو۔ اِتِّبَاع
سے نہی تثنیہ مذکر حاضر مؤکد بنون ثقیلہ۔
تَتَّبِعُوْنَ: تم پیچھے چلتے ہو۔ تم پیروی کرتے ہو
اِتِّبَاع سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تَتْبِيْب: غارت کرنا۔ توڑنا۔ نقصان میں رہنا۔
باب تفعیل سے مصدر۔
تَتْبِيْر: ہلاک کرنا۔ ویران کرنا۔ باب تفعیل
سے مصدر۔
تَتَجَافَى: وہ الگ رہتی ہے۔ تَجَافِي سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔
تَتَّخِذُ: تو پکڑتا ہے۔ تو اختیار کرتا ہے۔ تو
بناتا ہے۔ اِتِّخَاذ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔
(لا) تَتَّخِذُوْا: تم مت بناؤ۔ تم مت پکڑو۔
اِتِّخَاذ سے نہی جمع مذکر حاضر۔
تَتَّخِذُوْنَ: تم پکڑتے ہو۔ تم بناتے ہو۔
اِتِّخَاذ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تَتَذَكَّرُوْنَ: تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔
تم نصیحت حاصل کرو۔ تَذَكُّر سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔
تَتْرَى: پے در پے۔ مسلسل۔ لگاتار۔ یکے بعد
دیگرے۔ اصل میں وَتْرَى تھا۔ واؤ کو
بقاعدۂ تقوی تاء سے بدل لیا گیا۔
تَتْرُكُ: تو چھوڑے گا۔ تو چھوڑے۔ تَرْك
سے مضارع واحد مذکر حاضر۔
تُتْرَكُوْنَ: تم کو چھوڑا جائے گا۔ تَرْك
سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔
(لا) تَتَفَرَّقُوْا: تم متفرق مت ہو۔ تَفَرُّق
سے نہی جمع مذکر حاضر۔
تَتَفَكَّرُوْنَ: تم فکر کرو گے۔ تم دھیان کرتے
ہو۔ تم فکر کرو۔ تم دھیان کرو۔ تَفَكُّر
سے مضارع واحد مؤنث غائب۔
تَتَقَلَّبُ: وہ پھر جائے گی۔ تَقَلُّب سے
مضارع واحد مؤنث غائب۔
تَتَّقُوْنَ: تم ڈرتے ہو۔ تم بچتے ہو۔ اِتِّقَاء
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تَتَكَبَّرُ: تو تکبر کرے گا۔ تو سرکشی کرے گا۔
تَكَبُّر سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تُتْلَى: وہ پڑھی جاتی ہے۔ تِلَاوَة سے
مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔
تَتَلَقَّى: وہ لینے آئے گی۔ وہ ملاقات کرے گی۔
تَلَقِّي سے مضارع واحد مؤنث غائب۔
تَتْلُوْا: وہ پڑھتی ہے تو پڑھتا ہے تِلَاوَة
سے مضارع واحد مؤنث غائب واحد مذکر حاضر
(كُنْتَ) تَتْلُوْ: تو پڑھتا تھا۔ تِلَاوَة سے
ماضی استمراری واحد مذکر حاضر۔
تَتْلُوْنَ: تم پڑھتے ہو۔ تم تلاوت کرتے ہو۔

تَرَدَّدَ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ دیکھو تَرَدَّدَ

تَتَمَارٰی:۔ تو شک کرتا ہے۔ تَمَارِی سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

(لَا) تَتَمَنَّوْا:۔ تم تمنا مت کرو۔ تم آرزو مت کرو۔ تَمَنِّی سے نہی جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَتَنَاجَوْا:۔ تم سرگوشی نہ کرو۔ کانا پھوسی مت کرو۔ تَنَاجِی سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَتَنَزَّلُ:۔ وہ اترتی ہے۔ تَنَزُّل سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَتُوْبَا:۔ تم دونوں توبہ کرلو۔ تَوْبَۃ سے مضارع تثنیہ مؤنث حاضر۔

تَتَوَفّٰی۔ وہ قبض کرتی ہے۔ پورا پورا لیتی ہے تَوَفِّی سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ اس کا مجرد وَفَاءٌ ہے۔ جس کے معنی ہیں پورا کرنا۔ پورا ہونا۔ وفائے عہد میں بھی یہ معنے ملحوظ ہیں۔ مجازاً تَوَفِّی کا استعمال قبض روح کے لئے ہو جاتا ہے۔

(دیکھو تَوَفِّیَت)

تَتَوَلَّوْا:۔ تم پھر گئے۔ تَوَلِّی (بصلۂ عن) سے مضارع جمع مذکر حاضر مجزوم و منصوب بحذفِ نون۔

(لَا) تَتَوَلَّوْا:۔ تم دوستی مت کرو۔ تَوَلِّی سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَثْبِیْت:۔ ثابت کرنا۔ برقرار رکھنا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تَثْوِیْب:۔ الزام۔ ملامت کرنا۔ باب افعال سے مصدر۔

تَثْقَفُ:۔ تو پائے گا۔ ثَقْف سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُثِیْرُ:۔ وہ ابھارتی ہے۔ برانگیختہ کرتی ہے جوتتی ہے۔ اِثَارَۃ سے مضارع واحد مؤنث غائب

تُجَادِلُ:۔ تو جھگڑتا ہے۔ وہ جھگڑتی ہے۔ مُجَادَلَۃ سے واحد مذکر حاضر (پہلے معنی میں) اور واحد مؤنث غائب (دوسرے معنی میں)

تُجَادِلُوْنَ:۔ تم جھگڑتے ہو۔ مُجَادَلَۃ سے جمع مذکر حاضر۔

تِجَارَۃ:۔ تجارت۔ سوداگری۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

تَجْئَرُوْنَ:۔ تم چیخنے چلاتے ہو۔ گڑگڑاتے ہو (بصلۂ الیٰ) جُؤَار سے مضارع جمع مذکر حاضر

تُجَاهِدُوْنَ:۔ مُجَاهَدَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم جہاد کرتے ہو۔ اس کا مادہ جَهْد یا جُهْد ہے جس کے معنی طاقت مشقت اور وسعت کے ہیں۔ جہاد اور مُجَاهَدَۃ کہتے ہیں۔ دشمن کی مدافعت میں پوری طاقت صرف کرنے کو۔ یہ دشمن

خواہ شیطان ہوں یا کفار ہوں۔ یا اپنی سوسائٹی ہو، یا خود اپنا نفس ہو۔ کہ یہ بھی بڑا دشمن ہے۔ بلکہ رسول اکرم صلعم نے جہادِ نفس کو جہادِ کبیر فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک غزوہ سے واپسی پر ارشاد ہوا۔ رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ (اب جہادِ اصغر سے فارغ ہو کر ہمیں جہادِ اکبر کرنا ہے)

رسول اللہ صلعم نے جہادِ نفس کو جہادِ اکبر اس لئے فرمایا کہ مومن کو کفار سے جہاد کی ضرورت تو کبھی کبھی پیش آتی ہے لیکن اپنے نفس سے جہاد وہ ہر وقت کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت اس پر ایک حق واجب کرتی ہے جس کا ادا کرنا اس کیلئے ضروری ہے۔ اس حق کی ادائیگی اللہ تعالیٰ کے شکر اور اس کے بندوں کے ساتھ احسان کے ساتھ ہی ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ کی ان بے شمار نعمتوں کے حقوق کی ادائیگی اس کے نفس پر سخت شاق گزرتی ہے۔ اس لئے اسے اپنے نفس کے ساتھ ہر وقت برسرِ جنگ رہنا پڑتا ہے +

پس جہادِ نفس کے بعد دوسرا درجہ سوسائٹی سے جہاد کرنے کا ہے۔ یعنی مردِ مومن کو کسی سُنت کو زندہ کرنے یا کسی بدعت کو مٹانے کے لئے اپنی ہی دینی بھائیوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ وہ اسے طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے ہیں اور چونکہ یہ سب تکلیفیں اسے اپنے بھائیوں کے ہاتھوں پہنچتی ہیں۔ اس لئے اس پر زیادہ سخت گزرتی ہیں +

جہاد کی یہ قسمیں تو مقابل کے لحاظ سے ہوئیں وسائل کے اعتبار سے بھی جہاد کی قسمیں کی جا سکتی ہیں۔ جہاد بالسنان جہاد باللسان جہاد بالمال یعنی ہتھیار سے جہاد، زبان سے جہاد۔ مال سے جہاد وغیرہا۔

(مفردات امام راغب و تفسیر المنار ج ۱۰ صفحہ ۱۵۹ بتصرف)

(اِنْ) تَجْتَنِبُوْا: اگر تم پرہیز کرو۔ بچو۔ اِجْتِنَابٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر مجزوم بسقوط نون۔

تَجِدُ: وہ پائے گی۔ تو پائے گا۔ تو پاتا ہے۔ وِجْدَان سے مضارع واحد مؤنث غائب (پہلے معنے میں) اور واحد مذکر حاضر (دوسرے تیسرے معنے میں)

تَجِدُوْنَ: تم پاتے ہو۔ تم پاؤ گے۔ وِجْدَان سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُجْرِمُوْنَ: تم گناہ کرتے ہو۔ تم جرم کرتے ہو۔ اِجْرَام سے جمع مذکر حاضر۔ مضارع۔

تَجْرِیْ:۔ وہ بہتی ہے جَرَیَان سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَجْرِیَانِ:۔ وہ بہتی ہیں جَرَیَان سے مضارع تثنیہ مؤنث غائب۔

تُجْزٰی:۔ اس کو بدلہ دیا جائے گا۔ جَزَاء سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

تُجْزَوْنَ:۔ تم کو جزا دی جائے گی۔ جَزَاء سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

تَجْزِیْ:۔ وہ کفایت کرے گی۔ کام آئے گی۔ جَزَاء سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

(لَا) تَجَسَّسُوْا:۔ تم عیب جوئی مت کرو۔ جاسوسی مت کرو۔ تَجَسُّس سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَجْعَلُ:۔ تو ٹھہراتا ہے۔ تو کریگا۔ تو بنائیگا۔ جَعْل سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

(لَا) تَجْعَلُوْا:۔ تم مت ٹھہراؤ۔ جَعْل سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَجْعَلُوْنَ:۔ تم ٹھہراتے ہو۔ بناتے ہو جَعْل سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَجَلّٰی:۔ وہ روشن ہوا۔ ظاہر ہوا۔ تجلی کی۔ تَجَلِّی سے واحد مذکر غائب۔

تَجْمَعُوْا:۔ تم جمع کرو۔ جَمْع سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب۔

تَجُوْعُ:۔ تو بھوکا رہے۔ جُوْع سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

(لَا) تَجْهَرْ:۔ تو جہر مت کر۔ آواز بلند مت کر۔ جَهْر سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَجْهَرُوْا:۔ تم پکارتے ہو۔ جَهْر سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب یا مجزوم بسقوط نون۔

تَجْهَلُوْنَ:۔ تم جہالت کرتے ہو۔ جَهْل سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُحَاجُّوْنَ:۔ تم جھگڑا کرتے ہو۔ حجت بازی کرتے ہو مُحَاجَّة سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَحَاضُّوْنَ:۔ تم ایک دوسرے کو نہیں ابھار رغبت نہیں دلاتے۔ تَحَاضّ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَتَحَاضُّوْنَ تھا۔ ایک تاء کو گرا دیا گیا۔ کیونکہ باب تفعل یا تفاعل یا تفعلل میں جب دو تاء جمع ہو جائیں تو ایک کا حذف کرنا جائز ہے۔

تَحَاوُر:۔ گفتگو کرنا۔ سوال و جواب کرنا۔ باب تفاعل سے مصدر۔

تُحْبَرُوْنَ:۔ تمہاری آؤ بھگت کی جائے گی۔ تمہیں آراستہ کیا جائے گا۔ حَبْر سے مضارع جمع مذکر حاضر مجہول۔

تَحْبِسُوْنَ:۔ تم روک لوگے۔ حَبْس سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَحْبَطَ: مٹ جائے۔ اکارت ہو جائے حَبْط
سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُحِبُّوْنَ: تم دوست رکھتے ہو۔ محبت کرتے ہو۔
اِحْبَاب سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَحْتَ: نیچے (اسم ظرف مکان)

تُحَدِّثُ: بتائے گی خبر دے گی۔ تَحْدِیْث
سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُحَدِّثُوْنَ: تم بیان کر دیتے ہو۔ کہہ دیتے ہو۔
تَحْدِیْث سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَحْذَرُوْنَ: تم ڈرتے ہو۔ تم بچتے ہو۔ حَذَر
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَحْرُثُوْنَ: تم بوتے ہو۔ حَرْث سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔

تَحْرِصْ: تو للچائے۔ حرص کرے۔ حِرْص
سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

(لا) تُحَرِّكْ: تو مت ہلا۔ تَحْرِیْك سے نہی
واحد مذکر حاضر۔

تُحَرِّمُ: تو حرام کرتا ہے۔ تَحْرِیْم سے
مضارع واحد مذکر حاضر۔

(لا) تُحَرِّمُوْا: تم حرام مت ٹھہراؤ۔ تَحْرِیْم
سے نہی جمع مذکر حاضر۔
قرآن کریم میں سورۂ مائدہ میں فرمایا گیا
یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا
طَیِّبٰتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ (اے
ایمان والو، اپنے اوپر مت حرام کرو۔ وہ
لذیذ چیزیں جو اللہ نے تمہارے لئے
حلال کر دی ہیں)
یہاں حرام کرنے سے مراد یہ ہے کہ قسم کھالی
جائے کہ میں فلاں چیز استعمال نہ کروں گا۔
یا زہد و ریاضت کے طور پر چھوڑ دے۔ یہ
دونوں صورتیں ناجائز ہیں۔ پہلی صورت
کفرانِ نعمت ہے اور دوسری صورت
رہبانیت اور غلو فی الدین۔ علامہ رشید
رضا مصریؒ فرماتے ہیں کہ دینداری کے
طور پر حلال چیزوں کو ترک کر دینے کا طریق
بعض فرقِ اسلامیہ میں نصاریٰ اور ہنود
کے میل جول سے آیا ہے۔ جن کا خیال یہ
ہے نفسِ انسانی کا تزکیہ و تکمیل اسی طرح ہو
سکتا ہے۔ کہ اسے لذتوں سے محروم کیا
جائے۔ چنانچہ ہندوستان میں جوگی ننگ
دھڑنگ رہتے ہیں اور اپنے جسم کو طرح طرح
کی مشقتوں میں مبتلا کرتے ہیں۔ اسلام کا
نقطۂ نظر اس سلسلہ میں یہ ہے کہ انسان جسم
و روح سے مرکب ہے۔ ضروری ہے کہ جسم
کو اس کا حق دیا جائے۔ اور روح کو اس
کا حق۔ اور دونوں کے حقوق کی ادائیگی

میں اعتدال و توسط کی راہ اختیار کی جائے یہی راہِ انسانیت کی تکمیل کی راہ ہے۔ اور اسی لئے جماعتِ مسلمہ کو "اُمۃً وَّسطاً" کے لقب سے نوازا گیا ہے۔ اور دوسری اُمتوں پر حق کی شہادت کا ذمہ دار بنایا گیا ہے +

بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے۔ کہ بعض صحابہؓ نے حضور کی بیویوں سے حضورؐ کی تنہائی کی عبادت کے متعلق معلومات کیں۔ تو بعض نے کہا میں کبھی گوشت نہ کھاؤں گا۔ اور بعض نے کہا میں شادی بیاہ نہ کروں گا۔ اور بعض نے کہا کہ میں فرش پر نہ سوؤں گا۔ حضور کو اس کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا۔ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ ایسی باتیں کہتے ہیں میں (ان سب سے افضل ہوں تاہم) روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ سوتا بھی ہوں۔ اور عبادت کیلئے کھڑا بھی ہوتا ہوں۔ اور گوشت بھی کھاتا ہوں۔ اور شادی بیاہ بھی کرتا ہوں۔ تو دُسن لو، جو شخص میری سنت سے انحراف کرے گا تو وہ مجھ سے بے تعلق ہو گا (تفسیر المنار ج ۷ ص ۲۲)

تَحَرَّوْا :- انہوں نے قصد کیا۔ اٹکل کی۔ تَحَرِّی سے ماضی جمع مذکر غائب۔

تَحْرِیْرٌ :- آزاد کرنا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

(لا) تَحْزَنْ :- تو غم نہ کھا۔ حُزْن سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَحْزَنُ :- وہ غمگین ہو۔ حُزْن سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَحْزَنُوْن :- تم غمگین ہو گے۔ حُزْن سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لا) تَحْزَنِیْ :- تو غم نہ کھا۔ حُزْن سے نہی واحد مؤنث حاضر۔

تُحِسُّ :- تو آہٹ پاتا ہے۔ تو دیکھتا ہے۔ اِحْسَاس سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَحْسَبُ :- تو سمجھتا ہے، جانتا ہے۔ حِسْبَان سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

(لا) تَحْسَبُوْا :- تم مت سمجھو۔ مت گمان کرو۔ حِسْبَان سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَحْسَبُوْنَ :- تم سمجھتے ہو۔ گمان کرتے ہو۔ حِسْبَان سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَحْسُدُوْنَ :- تم حسد کرتے ہو۔ جلتے ہو۔ حَسَد سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَحَسَّسُوْا :- تم تلاش کرو۔ جستجو کرو۔ تَحَسُّس سے امر جمع مذکر حاضر۔

(اِنْ) تُحْسِنُوْا :- اگر تم نیکی کرو۔ اِحْسَان

سے مضارع جمع مذکر حاضر مجزوم۔ (دیکھو إِحْسَان)

تَحُسُّونَ :۔ تم کاٹتے ہو۔ حَسّ مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُحْشَرُونَ :۔ تم جمع کئے جاؤ گے۔ حَشْر سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

تَحَصُّنَ :۔ پارسائی۔ پرہیزگاری۔ باب تفعّل سے مصدر۔ اس کے معنے دراصل قلعہ بند ہونا ہیں۔ مجازاً عفت و پارسائی کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

تُحْصِن :۔ وہ بچائے۔ محفوظ رکھے۔ إِحْصَان سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُحْصِنُونَ :۔ تم روک رکھو۔ بچائے رکھو۔ إِحْصَان سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تُحْصُوْا :۔ تم گن نہیں سکتے۔ شمار نہیں کر سکتے۔ إِحْصَاء سے مضارع منفی جمع مذکر حاضر مجزوم۔

لَنْ تُحْصُوْا :۔ تم ہرگز نہیں نباہ کر سکو گے۔ ضبط نہ کر سکو گے۔ إِحْصَاء سے مضارع منفی بہ لَن جمع مذکر حاضر منصوب۔

لَمْ تُحِطْ :۔ تو نے احاطہ نہیں کیا۔ گھیرا نہیں۔ اِحَاطَہ سے مضارع نفی بَلَم واحد مذکر حاضر مجزوم۔

تَحْكُمُ :۔ تو حکم کرے گا۔ تو حکم کرے۔ حُكْم سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَحْكُمُونَ :۔ تم حکم کرتے ہو۔ حُكْم سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَحِلُّ :۔ حلال ہوتی ہے۔ حِلّ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَحُلُّ :۔ اُترتی ہے۔ نازل ہو گی۔ حُلُول سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

(لَا) تَحْلِقُوْا :۔ تم سر نہ منڈاؤ۔ حَلْق سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَحِلَّةَ :۔ کھولنا۔ کھول ڈالنا۔ حلال کرنا۔ قسم کا کفارہ ادا کرنا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

(لَا) تُحِلُّوْا :۔ تم حلال مت سمجھو۔ إِحْلَال سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَحْمِلُ :۔ تو اٹھاتا ہے۔ وہ اٹھاتی ہے۔ حاملہ ہوتی ہے۔ حَمْل سے مضارع واحد مذکر حاضر (پہلے معنے میں) اور واحد مؤنث غائب (دوسرے معنے میں)

(لَا) تُحَمِّلْ :۔ تو بوجھ نہ ڈال۔ تَحْمِیل سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تُحْمَلُونَ :۔ تمہیں لادا جاتا ہے۔ تم کو سوار کیا جاتا ہے۔ حَمْل سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَحْنَثْ :- تو قسم نہ توڑ۔ حِنْث سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَحْوِيل :- تغیر۔ تبدیلی۔ بدلنا۔ باب تفعیل سے مصدر

تَحِيَّة :- دعائے خیر۔ سلام۔ باب تفعیل سے مصدر۔ دراصل اس کے معنے حَیَّاکَ اللہُ کہنا ہیں یعنی اللہ تجھ کو زندہ رکھے۔ ظہورِ اسلام سے پیشتر اہل عرب اپنے باہمی سلام میں اس لفظ کو بھی استعمال کرتے تھے۔ اَب یہ لفظ اپنے اصل لغوی معنے سے منقول ہو کر محض سلام کرنا کے معنے میں رہ گیا ہے +

تَحِيْدُ :- تو کنارہ کرتا ہے (بصلہ عن) حَیَدَان سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَحْيَوْنَ :- تم جیو گے۔ زندگی گزارو گے۔ حَیَاۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُحْيِيْ :- تو زندہ کرتا ہے۔ اِحْیَاء سے مضارع واحد مذکر حاضر +

تَخَاصُم :- باہم جھگڑنا۔ باب تفاعل سے مصدر۔

(لَا) تُخَاطِبْ :- تو مت بول۔ گفتگو مت کر۔ مُخَاطَبَۃ سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَخَافُ :- تو ڈرے گا۔ ڈرتا ہے۔ خَوْف سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

(لَا) تَخَفْ :- تم مت ڈرو۔ خَوْف سے نہی تثنیہ مذکر حاضر۔

(لَا) تُخَافِتْ :- تو آہستہ نہ پڑھ۔ مُخَافَتَۃ سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَخَافُوْنَ :- تم ڈرتے ہو۔ خَوْف سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَخَافِيْ :- تو مت ڈر۔ خَوْف سے نہی واحد مؤنث حاضر۔

(اِن) تُخَالِطُوْا :- اگر تم ملا جلا رکھو۔ شرکت رکھو۔ مُخَالَطَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ مجزوم۔

تُخْبِتُ :- عاجزی کرے۔ جھکے۔ اِخْبَات سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَخْتَانُوْنَ :- تم خیانت کرتے ہو۔ تم حق تلفی کرتے ہو۔ اِخْتِیَان سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَخْتَصِمُوْا :- تم مت جھگڑا کرو۔ اِخْتِصَام سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَخْتَصِمُوْنَ :- تم جھگڑا کرتے ہو۔ جھگڑا کرو گے اِخْتِصَام سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَخْتَلِفُوْنَ :- تم اختلاف کرتے ہو۔ اِخْتِلَاف سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَخِرُّ :- وہ گر پڑے گی۔ خُرُوْر سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَخْرُجُ: تو نکلتا ہے تو نکلے گا۔ وہ نکلتی ہے نکلے گی۔ خُرُوْج سے مضارع واحد مذکر حاضر (پہلے دو معنے میں) اور واحد مؤنث غائب (آخری دو معنے میں)

تُخْرِجُ: تو نکالتا ہے۔ نکالے گا۔ اِخْرَاج سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُخْرِجُوْنَ: تم نکالتے ہو۔ اِخْرَاج سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُخْرَجُوْنَ: تم نکالے جاؤ گے۔ اِخْرَاج سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

تَخْرُصُوْنَ: تم تخمینے کرتے ہو۔ اٹکل پچو باتیں کرتے ہو۔ خَرْص سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لَنْ) تَخْرِقَ: تو ہرگز نہ پھاڑ سکے گا۔ خَرْق سے مضارع واحد مذکر حاضر منصوب۔

(لَا) تُخْزِ: تو رسوا مت کر۔ اِخْزَاء سے نہی واحد مذکر حاضر۔

(لَا) تُخْسِرُوْا: تم مت گھٹاؤ۔ اِخْسَار سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَخْسِيْر: ذلیل کرنا۔ نقصان دینا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تَخْشٰی: تو ڈرتا ہے۔ تو ڈرے گا۔ خَشْيَة سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَخْشَعُ: وہ گڑگڑاتی ہے۔ عاجزی کرتی ہے۔ خُشُوْع سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

(لَا) تَخْشَوْا: تم مت ڈرو۔ خَشْيَة سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَخْشَوْنَ: تم ڈرتے ہو۔ خَشْيَة سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَخْضَعْنَ: تم نرمی مت کرو۔ ملائمت مت کرو۔ خُضُوْع سے نہی جمع مؤنث حاضر۔

تَخُطُّ: تو لکھتا ہے۔ خَطّ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَخْطَفُ: وہ اچک لیتی ہے۔ خَطْف سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَخْفٰى: وہ چھپے گی۔ خَفَاء سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُخْفُوْنَ: تم چھپاتے ہو۔ اِخْفَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُخْفِيْ: تو چھپاتا ہے۔ وہ چھپائے گی۔ اِخْفَاء سے مضارع واحد مذکر حاضر (معنے اول) اور واحد مؤنث غائب (معنے ثانی)

تَخْفِيْف: ہلکا کرنا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تَخَلَّتْ: خالی ہو گئی۔ تَخَلِّيْ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

تَخْلُدُوْنَ: تم ہمیشہ ہو گے۔ خُلُوْد سے

مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُخْلِفُ:۔ تو خلاف کرتا ہے۔ خلاف کرے گا۔ اِخْلَاف سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَخْلُقُ:۔ تو بناتا ہے۔ تو بنائے گا۔ پیدا کرتا ہے۔ خَلْق سے مضارع واحد مذکر حاضر (دیکھو اَخْلُقُ)

تَخْلُقُوْنَ:۔ تم پیدا کرتے ہو۔ بناتے ہو۔ خَلْق سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ دیکھو اَخْلُقُ۔

تَخَوُّف:۔ ڈرنا۔ ڈرانا۔ گھٹانا۔ باب تفعل سے مصدر۔

(لَا) تَخُوْنُوْا:۔ تم خیانت نہ کرو۔ خیانت سے نہی جمع مذکر حاضر۔

قرآن کریم سورۂ انفال میں ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ (اے ایمان والو نہ خیانت کرو اللہ سے اور رسول سے اور نہ خیانت کرو آپس کی امانتوں میں)۔ تو یہاں امانت میں خیانت سے تو بددیانتی کرنا مراد ہے۔ اور خدا اور خدا کے رسول کی خیانت سے مراد یہ ہے کہ ان کے حکموں کی خلاف ورزی کی جائے یا جس کام پر خدا اور رسول نے مامور کیا ہو اس میں دخل و فصل کیا جائے۔

تَخْوِیْف:۔ ڈرانا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تَخَیَّرُوْنَ:۔ تم پسند کرتے ہو۔ تَخَیُّر سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَتَخَیَّرُوْنَ تھا۔ ایک تا ساقط ہو گئی۔

تَدَارَكَ:۔ اس نے سنبھالا۔ اس نے پا لیا۔ تَدَارُك سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَدَایَنْتُمْ:۔ تم نے ایک دوسرے کو قرض دیا۔ تَدَایُن سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

تَدَّخِرُوْنَ:۔ تم جمع کرتے ہو۔ ذخیرہ کرتے ہو۔ اِدِّخَار سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِدِّخَار اصل میں اِذْتِخَار تھا۔ تا کو دال اور پھر ذال کو بھی دال سے بدل کر ادغام کر دیا گیا۔

تُدْخِلُ:۔ تو داخل کرتا ہے۔ تو داخل کرے۔ اِدْخَال سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَدْخُلُوْا:۔ تم داخل ہو گے۔ دُخُوْل سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب یا مجزوم۔

(لَا) تَدْخُلُوْا:۔ تم مت داخل ہو۔ دُخُوْل سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَدْرُسُوْنَ:۔ تم پڑھتے ہو۔ دَرْس سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُدْرِكُ:۔ وہ پالے۔ وہ پکڑ لے۔ اِدْرَاك سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

(لَا) تُدْرِكُ :- نہیں پا سکتی ہے۔ اِدْرَاکٌ سے مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ قرآن کریم کی آیت یوں ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (نہیں پا سکتیں اس (خدا) کو آنکھیں اور وہ پا سکتا ہے آنکھوں کو) دَرْكٌ کے معنے "سمندر کی سب سے نچلی تہ" کے ہیں۔ اسی سے قرآن کریم میں دوزخ کے سب سے نچلے درجے کے لئے دَرْك کا استعمال ہوا ہے دَرْكٌ مصدری معنی میں نیچے اُترنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور اِدْرَاكٌ کسی چیز کی انتہائی حد تک پہنچ جانے کے لئے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ کا مطلب یہ ہے۔ کہ نگاہیں جمال خداوندی کی حقیقت کو نہیں پا سکتیں یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہی ممکن نہیں جیسا کہ معتزلہ کا خیال ہے۔ علاوہ ازیں اگر اِدْرَاك سے مطلق دیکھنا بھی مراد لیا جائے۔ تب بھی حضرت شاہ عبد القادر رحؒ کی توضیح کے مطابق مطلب یہ ہوگا کہ:-

آنکھیں یہ قوت نہیں کہ اُس کو دیکھ لے۔ ہاں وہ خود از راہِ لطف و کرم اپنے کو دکھانا چاہے تو آنکھوں میں ویسی قوت بھی پیدا فرما سکتا ہے مثلاً آخرت میں مومنین کو حسب مراتب رویت ہوگی۔ جیسا کہ نصوص کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ یا بعض روایات کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لیلۃ الاسراء میں رویت ہوئی تھی۔

بعض علماء نے بَصَر سے بَصِيْرَة مراد لی ہے۔ تو اس صورت میں یہ مطلب یہ ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی کنہ اور حقیقت تک پہنچنے سے اہل عقل کی عقلیں اور اہل علم کے علوم قاصر ہیں۔ جیسا کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا يَا مَنْ غَايَةُ مَعْرِفَتِهِ الْقُصُوْرُ عَنْ مَعْرِفَتِهِ (اے وہ ذات جس کی معرفت کی آخری حد اس کی معرفت سے عاجز رہنے کا اقرار ہے (مفردات و موضح وغیرہ)

تَدْرُوْنَ :- تم جانتے ہو۔ دِرَايَةٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَدْرِيْ :- تو جانتا ہے۔ وہ جانے گی دِرَايَةٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ (بمعنی اول) اور واحد مؤنث غائب (بمعنے ثانی)

(لَا) تَدْعُ :- تو مت پکار۔ دُعَاءٌ سے نہی واحد مذکر حاضر۔

(اِنْ) تَدْعُ :- اگر پکارے۔ دُعَاءٌ سے مضارع

واحد مؤنث غائب مجزوم۔

تُدْعیٰ:۔ بلائی جائے گی۔ دُعاء سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

تَدْعُوْ:۔ تو پکارتا ہے۔ تو پکارے۔ وہ پکارتی ہے۔ دُعَاء سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ (پہلے دو معنی میں) اور واحد مؤنث غائب (تیسرے معنے میں)

تَدْعُوْنَ:۔ تم پکارتے ہو۔ دُعَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَدَّعُوْنَ:۔ تم چاہتے ہو۔ آرزو کرتے ہو۔ اِدِّعَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَدَلّٰی:۔ اتر آیا۔ تَدَلِّیْ سے واحد مذکر غائب تَدَلِّیْ کے معنے کسی کے قریب اُترنے کے ہیں قرآن کریم میں دَنیٰ فَتَدَلّٰی الآیہ میں رسول اکرم صلعم کے سامنے حضرت جبرئیل کا اصل اپنی صورت میں اُترنا مراد ہے۔ جب کہ آپ غار حرا میں مصروف عبادت تھے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جبرئیل آسمان کے کنارے پر مشرق کی طرف نمودار ہوئے۔ اور ان کے وجود سے مغرب تک تمام کنارۂ آسمان بھر گیا۔ رسول اکرم صلعم کو غشی آ گیا۔ تب حضرت جبرئیل نے حضور کو انسانی شکل میں نمودار ہو کر تسکین دی۔

جبرئیل امین حضور کے سامنے اپنی اصل شکل میں دو مرتبہ ظاہر ہوئے ہیں۔ ایک اس مرتبہ اور دوسری مرتبہ شب معراج میں سدرۃ المنتہی کے پاس۔ (جامع التفاسیر)

تُدْلُوْا:۔ تم مت پہنچاؤ۔ اِدْلَاء سے نہی جمع مذکر حاضر بحذف لائے نہی یہ آیت کریمہ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ ہے۔ پس فعل تُدْلُوْا کا عطف لائے یعنی کے تحت فعل تَاْكُلُوْا پر ہے +

تَدَمَّرُ:۔ ہلاک کرتی ہے۔ ہلاک کرے گی۔ تَدْمِیْر سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَدُوْرُ:۔ پھرتی ہے۔ گردش کرتی ہے۔ دَوَرَان سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُدْهِنُ:۔ تو نرمی کرے۔ ملائمت کرے۔ اِدْهَان سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ اِدْهَان کے اصل معنے چکنا کرنا۔ تیل لگانا ہیں۔ مجازاً اس کا اطلاق فریب کاری۔ اور چکنی چپڑی مگر اصول اور عقیدہ سے گری ہوئی باتیں کرنے پر ہوتا ہے۔ آیت کریمہ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ میں یہ ہی آخری معنی مراد ہیں۔ یعنی اے رسول کفار آپ سے یہ چاہتے ہیں کہ آپ اُن کی خاطر اپنے بعض

اصول وعقائد کو جو انہیں ناپسند ہیں چھوڑ
کر ان کے ساتھ رواداری کا برتاؤ کریں۔
(آپ کو ہرگز اس کیلئے تیار نہ ہونا چاہیئے)
اس سے معلوم ہوا کہ حق پرست انسان اور
سچے مسلمان کے لئے غیر مسلم کے ساتھ مداہنت
برتنا ناجائز اور قرآنی تعلیم کے بالکل مخالف
ہے۔ البتہ خوش اخلاقی ایک مردِ دیگر ہے
مسلم کو خوش خو ہونا چاہیئے نہ کہ مداہن۔
کیونکہ مداہنت تو درحقیقت ہی اور اپنے دین
کی شکست اور کفر کی برتری کا خود اپنی عملی
شہادت سے اعتراف ہے۔
تُدِيْرُوْنَ: تم پھراتے ہو۔ لین دین کرتے ہو۔
اِدَارَةٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
اَنْ تَذْبَحُوْا: تم ذبح کرو۔ ذَبْحٌ سے مضارع
جمع مذکر حاضر منصوب۔
تَذَرُ: تو چھوڑتا ہے۔ چھوڑے گا۔ وَذْرٌ
سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ وَذْرٌ سے
اس معنے میں مضارع اور امر و نہی کے
علاوہ کوئی اور صیغہ مستعمل نہیں ہے۔
لَا تَذَرُ: وہ نہ چھوڑے گی۔ مضارع منفی
واحد مؤنث غائب۔
لَا تَذَرْ: تو مت چھوڑ۔ نہی واحد مذکر حاضر۔
تَذْرُوْهُ: پراگندہ کرتی ہے۔ بکھیرتی ہے۔ اڑاتی

ہے ذَرْوٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔
تَذَرُوْنَ: تم چھوڑتے ہو۔ وَذْرٌ سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔
لَا تَذَرُنَّ: تم ہرگز مت چھوڑنا۔ وَذْرٌ سے نہی
جمع مذکر حاضر مؤکد بنون ثقیلہ۔
تَذْكُرُ: تو یاد کرے گا۔ تو یاد کرتا ہے۔ ذِكْرٌ
سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ دیکھو ذِكْرٌ
تَذَكَّرَ: اس نے نصیحت پکڑی۔ تَذَكُّرٌ سے
ماضی واحد مذکر غائب۔
تُذَكِّرُ: وہ یاد دلائے۔ تَذْكِيْرٌ سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔
تَذْكِرَةٌ: نصیحت۔ یاددہانی تَذْكِيْرٌ سے
اسم مصدر۔ قرآن کریم پر تَذْكِرَةٌ کا
اطلاق اس لئے کہا گیا ہے۔ کہ وہ سراپا
نصیحت ہے۔
تَذْكُرُوْنَ: تم یاد کروگے۔ ذِكْرٌ سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔
تَذَكَّرُوْا: انہوں نے یاد کیا۔ وہ چونک گئے۔
تَذَكُّرٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔
تَذْكُرُوْا: تم یاد کرو۔ ذِكْرٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تَذَكَّرُوْنَ: تم نصیحت پکڑو۔ تَذَكُّرٌ سے مضارع
جمع مذکر حاضر
تَذْكِيْرٌ: یاد دلانا۔ نصیحت کرنا۔ باب تفعیل سے مصدر

تُذِلُّ :- تو ذلیل کرتا ہے۔ ذلّت دیتا ہے۔
اِذْلَال سے مضارع واحد مذکر حاضر۔
تَذْلِیل :- جھکا دینا۔ باب تفعیل سے مصدر
تَذُوْدَانِ :- ہٹاتی ہیں۔ روکتی ہیں۔ ذَوْد
سے مضارع تثنیہ مؤنث غائب۔
تَذُوْقُوْا :- تم چکھو۔ تمہیں چکھنا پڑے۔ ذَوْق
سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب۔
تَذْهَبُ :- وہ جاتی ہے۔ ذَهَاب سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔
تَذْهَبُوْنَ :- تم چلتے ہو۔ ذَهَاب سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔
تَذْهَلُ :- وہ غافل ہو جائے گی (بصلہ عن)
ذُهُوْل سے مضارع واحد مؤنث غائب۔
تَرٰی :- تو دیکھتا ہے رُؤْیَۃ سے مضارع
واحد مذکر حاضر۔
(لَمْ) تَرَ :- تو نے نہیں دیکھا۔ رُؤْیَۃ سے
مضارع نفی جحد بہ لَمْ واحد مذکر حاضر۔
تَرَآءٰ :- ایک دوسرے کو دیکھنے لگا۔ مقابل ہوا
تَرَاءِی سے ماضی واحد مذکر غائب۔
تَرَائِبُ :- سینہ کی ہڈیاں۔ واحد تَرِیْبَہ
تَرَاءَتْ :- مقابل ہوئی۔ رو در رو ہوئی۔
تَرَاءِی سے ماضی واحد مؤنث غائب۔
تُرَاب :- مٹی۔ خاک۔

تُرَاث :- مرنے کا مال۔ ترکہ۔ میراث۔ اصل میں
یہ لفظ وُرَاث تھا۔ واؤ کو اوّل میں مضموم
ہونے کی وجہ سے تاء سے بدل لیا۔
تَرَاضٍ :- آپس کی رضامندی۔ باب تفاعل سے
مصدر۔
تَرَاضَوْا :- وہ باہم راضی ہوئے۔ تَرَاضِی سے
ماضی جمع مذکر غائب۔
تَرَاضَیْتُم :- تم باہم راضی ہوئے۔ تَرَاضِی
سے ماضی جمع مذکر حاضر۔
تَرَاقِی :- گلے کی ہنسلیاں (یعنی ہڈیاں)، واحد
تَرْقُوَۃ۔
تُرَاوِدُ :- پھسلاتی ہے۔ مُرَاوَدَۃ سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔
تَرَبُّص :- ٹھہرنا۔ انتظار کرنا۔ باب تفعّل سے مصدر۔
تَرَبَّصْتُم :- تم نے انتظار کیا۔ تَرَبُّص سے
ماضی جمع مذکر حاضر۔
تَرَبَّصُوْا :- تم انتظار کرو۔ تَرَبُّص سے امر
جمع مذکر حاضر۔
(لَا) تَرْتَابُوْا :- تم شک نہ کرو۔ تم شبہ نہ کرو۔
اِرْتِیَاب سے مضارع منفی جمع مذکر۔
(لَا) تَرْتَدُّوْا :- تم مت پھرو۔ تم مت لوٹو۔
اِرْتِدَاد سے نہی جمع مذکر حاضر۔
تَرْتِیْل :- ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا۔ واضح اور صاف

پڑھنا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تَرِثُوا:۔ تم وارث ہو جاؤ۔ وِرَاثَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَرِثُوا:۔ تم وارث مت ہو۔ وِرَاثَۃ سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تُرْجَعُ:۔ وہ پھیری جاتی ہے۔ رَجْع سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

تُرْجَعُوْنَ:۔ تم کو لوٹایا جائے گا۔ رَجْع سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

تُرْجِعُوْنَ:۔ تم پھیرتے ہو۔ تم لوٹاتے ہو۔ اِرْجَاع سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَرْجُفُ:۔ تو کانپے گی۔ رَجْف سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَرْجُمُوْنِ:۔ تم مجھے سنگسار کرو۔ تم مجھے قتل کرو۔ رَجْم سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ با نون وقایہ (اس کے آخر سے یائے متکلم حذف ہو گئی)

تَرْجُوْ:۔ تو امید رکھتا ہے۔ رَجَاء سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَرْجُوْنَ:۔ تم امید رکھتے ہو۔ رَجَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُرْجِیْ:۔ تو ڈھیل دے۔ اِرْجَاع سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

(لَمْ) تَرْحَمْ:۔ تو رحم نہ کرے۔ رَحْم سے مضارع نفی جحد واحد مذکر حاضر (حرف شرط کی وجہ سے مستقبل کے معنے ہو گئے)

تُرْحَمُوْنَ:۔ تم پر رحم کیا جائے۔ رَحْم سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

تُرَدُّ:۔ وہ رد کی جائے۔ پھیری جائے۔ رَدّ سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

تَرْدٰی:۔ تو ہلاک ہو گا۔ رَدًی سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَرَدّٰی:۔ ہلاک ہوا۔ گڑھے میں گرا۔ تَرَدِّی سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تُرِدْنَ:۔ تم چاہتی ہو۔ ارادہ کرتی ہو۔ اِرَادَۃ سے مضارع جمع مؤنث حاضر۔

تُرَدُّوْنَ:۔ تمہیں پھیرا جائے گا۔ رَدّ سے مضارع مجہول جمع مؤنث حاضر۔

تُرْدِیْنِ:۔ تو مجھ کو ہلاک کر دے۔ گڑھے میں ڈال دے۔ اِرْدَاء سے مضارع واحد مذکر حاضر با نون وقایہ و بحذف یائے متکلم۔

تَرْزُقُ:۔ تو رزق دیتا ہے۔ رِزْق سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُرْزَقَانِ:۔ تم کو رزق دیا جائے گا۔ رِزْق سے مضارع مجہول تثنیہ مذکر حاضر۔

تَرْضٰی:۔ تو راضی ہو گا۔ تو راضی ہوتا ہے۔ رِضْوَان سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُرْضِعُ:۔ دودھ پلائے۔ اِرْضَاع سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ (دیکھو رَضَاعَۃ)

تَرْضَوْنَ:۔ تم پسند کروگے۔ رِضْوَان سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَرْغَبُوْنَ:۔ تم خواہش کرتے ہو۔ (بصلۂ فِیْ) رَغْبَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُرْفَعُ:۔ بلند کی جائے گی۔ رَفْع سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

(لَا) تَرْفَعُوْا:۔ مت بلند کرو۔ رَفْع سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَرْقٰی:۔ تو چڑھ جائے۔ رُقِیّ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

(لَنْ) تَرْقُبُ:۔ تونے انتظار نہیں کیا۔ رُقُوْب سے مضارع نفی جحد واحد مذکر حاضر۔

تَرَكَ:۔ اُس نے چھوڑا۔ تَرْك سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَرْكَبُنَّ:۔ تم ضرور سوار ہوگے۔ اصل لفظ لَتَرْكَبُنَّ ہے۔ رُكُوْب سے مضارع جمع مذکر حاضر مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

تَرْكَبُوْنَ:۔ تم سوار ہوتے ہو۔ رُكُوْب سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَرَكْتُ:۔ میں نے چھوڑا۔ تَرْك سے ماضی واحد متکلم

تَرَكْتُمْ:۔ تم نے چھوڑا۔ تَرْك سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَرْكُضُوْا:۔ مت ایڑ لگاؤ۔ رَكْض سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَرَكْنَ:۔ اُنہوں نے چھوڑا۔ تَرْك سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

تَرَكْنَا:۔ ہم نے چھوڑا۔ تَرْك سے ماضی جمع متکلم۔

تَرْكَنُ:۔ تو جھکے۔ تو مائل ہو۔ (بصلۂ اِلٰی) رُكُوْن سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

(لَا) تَرْكَنُوْا:۔ مت جھکو۔ مت مائل ہو۔ رُكُوْن سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَرَكُوْا:۔ اُنہوں نے چھوڑا۔ تَرْك سے ماضی جمع مذکر غائب۔

تَرْمِیْ:۔ پھینکتی ہے۔ رَمْی سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَرَنِ:۔ تو مجھے دیکھتا ہے۔ تو مجھے سمجھتا ہے۔ رُؤْیَۃ یا رَاْی سے مضارع واحد مذکر حاضر مجزوم بازن وقایہ (بحذف یائے متکلم)

تَرَوْنَ:۔ تم دیکھتے ہو۔ رُؤْیَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَرَوُنَّ:۔ تم ضرور دیکھو گے۔ اصل لفظ لَتَرَوُنَّ ہے۔ رُؤْیَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

تُرْهِبُوْنَ: تم ڈراتے ہو۔ ڈراؤ گے۔ اِرْهَاب
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَرْهَقُ: چڑھتی ہے۔ چھا جاتی ہے۔ رَهَق
سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

(لَا) تُرْهِقْ: تو مت مسلط کر۔ مت ڈال۔
اِرْهَاق سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تُرِیْ: تو دکھلائے گا۔ اِرَاءَة سے مضارع
واحد مذکر حاضر۔

تَرٰی: تو دیکھے گا۔ تو دیکھتا ہے رُؤْیَة
سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُرِیْحُوْنَ: تم شام کو چرا کر واپس لاتے ہو۔
اِرَاحَة سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُرِیْدُ: تو چاہتا ہے۔ تو چاہے گا۔ اِرَادَة
سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُرِیْدُوْنَ: تم چاہتے ہو۔ ارادہ کرتے ہو۔
اِرَادَة سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَرَیِنَّ: تو دیکھے۔ رُؤْیَة سے مضارع واحد
مؤنث حاضر با نون ثقیلہ۔

تُرِیَنَّ: تو دکھلائے۔ اِرَاءَة سے مضارع
واحد مذکر حاضر بانون ثقیلہ

(لَا) تَزَالُ: تو ہمیشہ رہے گا۔ زَوَال سے
مضارع منفی واحد مذکر حاضر۔ چوں کہ
زَوَال کے معنے ہٹ جانا۔ مٹ جانا۔
ہیں اور نفی کی نفی اثبات ہوتا ہے لہذا حرف
نفی کے داخل ہونے کے بعد اس کے معنی دوام
و استمرار کے ہو گئے۔ البتہ اس معنی میں اس سے
اسم فاعل، مفعول، ظرف و آلہ اور اسم تفضیل نہیں
آتے۔ صرف ماضی و مضارع اور امر و نہی کے
صیغے آتے ہیں۔ مگر حرفِ نفی ہر فعل پر اسکے
مناسب ہی داخل ہوتا ہے۔ یعنی ماضی پر مَا
اور مضارع پر لَا یا لَنْ یا لَمْ۔

تَزَّاوَرُ: کترا جاتی ہے تَزَاوُر سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔ اصل میں تَتَزَاوَرُ
تھا۔ شروع سے ایک تاء ساقط ہو گیا۔

(لَا) تَزِدْ: تو مت بڑھا۔ مت زیادہ کر۔
زِیَادَة سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَزْدَادُ: زیادہ کرتی ہے۔ زیادہ ہوتی ہے
اِزْدِیَاد سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَزْدَرِیْ: حقیر جانتی ہے۔ اِزْدِرَاء سے
مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَزِرُ: بوجھ اٹھائے گی۔ وِزْر سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔

تَزْرَعُوْنَ: تم کاشت کرتے ہو۔ تم بوؤ گے۔
زَرْع سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَزْعُمُوْنَ: تم گمان کرتے ہو۔ دعویٰ کرتے
ہو زَعْم سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(کُنتُم) تَزْعُمُونَ :۔ تم گمان کرتے تھے۔ زَعْم سے ماضی استمراری جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تُزِغْ :۔ تو کج مت کر، مت پھیر۔ اِزَاغَۃ سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَزَکّٰی :۔ وہ پاک ہوا۔ سنور گیا۔ تَزَکِّی سے ماضی واحد مذکر غائب۔

(لَا) تُزَکُّوْا :۔ مت پاکیزہ بناؤ۔ مت پاکیزہ سمجھو۔ تَزْکِیَۃ سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تُزَکِّیْ :۔ تو پاکیزہ کرے۔ تَزْکِیَۃ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَزِلَّ :۔ ڈگمگا جائے۔ پھسل جائے۔ زَلّ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَزَوَّدُوْا :۔ تم زادِ راہ لو۔ توشہ لو۔ تَزَوَّد سے امر جمع مذکر حاضر۔

تَزُوْلُ :۔ وہ اپنے مقام سے ہٹ جائے۔ زَوَال سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَزُوْلَا :۔ وہ اپنے مقام سے ہٹ جائیں۔ زَوَال سے مضارع تثنیہ مؤنث غائب۔ بسقوطِ نون۔

تَزْهَقُ :۔ وہ نکلے گی۔ زُهُوْق سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَزِيْدُوْنَ :۔ تم بڑھ دوگے۔ زیادہ کروگے۔ زِيَادَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَزَيَّلُوْا :۔ وہ ایک طرف ہوئے۔ جدا ہوئے۔ تَزَيُّل سے ماضی جمع مذکر غائب۔

تَسَاءَلُوْنَ :۔ تم باہم سوال کرتے ہو۔ تَسَاءُل سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ (اس کے شروع سے ایک تا ساقط ہوگیا۔

تُسَاقِطْ :۔ وہ گرائے گی۔ مُسَاقَطَۃ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَسْأَلُ :۔ تو پوچھتا ہے۔ سُؤَال سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُسْأَلُ :۔ تجھ سے پوچھا جائیگا۔ سُؤَال سے مضارع مجہول واحد مذکر حاضر۔

تُسْأَلُوْنَ :۔ تم سے پوچھا جائیگا۔

تُسْئَلُنَّ :۔ تم سے ضرور پوچھا جائے گا۔ اصل لفظ لَتُسْئَلُنَّ ہے۔ سُؤَال سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

(لَا) تَسْئَمُوْا :۔ تم کاہل مت کرو۔ مت اکتاؤ۔ سَئَمَۃ سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تُسَبِّحُ :۔ پاکی بیان کرتی ہے۔ تَسْبِیْح سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ (دیکھو تَسْبِیْح)

تُسَبِّحُوْنَ :۔ تم پاکی بیان کرتے ہو۔ تَسْبِیْح سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَسْبِقُ :۔ وہ آگے نکلتی ہے۔ سَبْق سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

(لَا) تَسُبُّوْا:- تم گالی مت دو، بُرا بھلا مت کہو۔ سَبّ سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَسْبِیْح:- پاکی بیان کرنا۔ اس کا مادہ سَبْح ہے۔ جس کے معنی پانی یا ہوا میں تیزی سے گزرنے کے ہیں۔ اسی سے تَسْبِیْح کے معنے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں تیزی سے مصروف رہنے کے ہوئے۔ تسبیح ہر قسم کی عبادتوں کیلئے عام ہے۔ خواہ وہ "قولی" ہوں، یا "فعلی" ہوں یا "نیت" کے ساتھ پھر تسبیح اختیاری بھی ہوتی ہے۔ اور تسخیری یا حالی بھی۔ تسبیح تسخیری تو تمام مخلوقات کیلئے عام ہے۔ کہ سب جن و انس آسمانُ و زمین اور شجر و حجر تکوینی طور پر خداوند قدوس کے تابع فرمان ہیں۔ اور زبانِ حال سے اس کی قہاری و خلاقی کے اعتراف میں مشغول۔ البتہ تسبیح اختیاری بعض علماء کی رائے میں صرف ذوی العقول کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ بھی سب مخلوقات کے لئے عام ہے۔ ہاں بعض کی تسبیح ہم سمجھ سکتے ہیں۔ اور بعض کی نہیں۔ امام راغب اصفہانی نے اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ (ہر چیز خداوند قدوس کی تسبیح و تحمید کرتی ہے، مگر ان کی تسبیح سمجھ نہیں پاتے،) سے اس دوسرے قول کی صحت پر استدلال کیا ہے۔ اس لئے کہ تسبیح تسخیری کے سمجھ میں نہ آنے کے کوئی معنی نہیں۔ پھر ہندوستان کے مشہور سائنس داں ڈاکٹر بوس نے تو اپنی تحقیقات سے ثابت کر دیا ہے، کہ بے زبان مخلوق بھی اپنی ایک زبان رکھتی ہے۔ لہٰذا آج تو "اہل عقل" کے لئے کوئی شبہ کا کوئی موقعہ نہ رہا۔

تَسْتَأْخِرُوْنَ:- تم دیر کروگے۔ اِسْتِئْخَار سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(حَتّٰی) تَسْتَأْنِسُوْا:- یہاں تک کہ تم اجازت لے لو۔ اِسْتِئْنَاس سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ منصوب بسقوط نون۔ اِسْتِئْنَاس کے متعلق علامہ زمخشری نے تین احتمال لکھے ہیں (۱) اُنس سے ماخوذ ہے۔ بمعنی اُنس حاصل کرنا اور یہ کنایہ ہے۔ اجازت کے حاصل ہو جانے سے۔ کیونکہ در غیر پر جا کر وحشت سی ہوتی ہے کہ اجازت ملے یا نہ ملے پھر جب اجازت ہو جاتی ہے تو وحشت دُور ہو جاتی ہے اور ایک قسم کا سکون و اُنس حاصل ہو جاتا ہے پس لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَأْنِسُوْا کے معنے ہوئے۔ اجنبی گھروں میں داخل مت ہو، تا آنکہ تم اجازت سے کر اُنس و سکون حاصل کر لو۔ (۲) اِسْتِئْنَاس بمعنے

استعلام و استکشاف ہے (یعنی حقیقت حال
سمجھنا، اطلاع حاصل کرنا، چنانچہ کہا جاتا ہے
إِسْتَأْنَسْتُ فَلَمْ أَرَ أَحَدًا (میں نے خوب
غور کرکے دیکھا، مگر کوئی نظر نہیں آیا۔)
پس آیت کے معنی یہ ہوئے تم اجنبی گھروں
میں نہ داخل ہو۔ یہاں تک کہ یہ معلوم کرلو کہ
تمہیں اندر داخل ہونے کی اجازت ہے۔

(۲) یہ اِنس بمعنے انسان سے ماخوذ ہے۔
بمعنے انسان کا ہونا معلوم کرنا۔ بہ ایں توجیہ
آیت کے معنے یہ ہیں۔ تم اجنبی گھروں میں مت
گھسو۔ یہاں تک کہ تم یہ معلوم کرلو کہ اندر کوئی
آدمی بھی ہے (پھر اجازت پا ہو اگر اجازت
ہوجائے۔ تو داخل ہو جاؤ۔)

بہرحال کسی کے گھر جانے کے لئے اجازت
طلبی اسلامی معاشرت کا ایک محکم و غیر منسوخ
فریضہ ہے مگر افسوس کہ مسلمانوں کی عظیم
اکثریت نے اس اہم فرض کو پس پشت
ڈال رکھا ہے۔

تَسْتَبْدِلُوْنَ: تم بدلتے ہو۔ اِسْتِبْدَالٌ سے
مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَسْتَبِيْنَ: وہ ظاہر ہوجائے۔ اِسْتِبَانَةٌ
سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَسْتَتِرُوْنَ: تم چھپتے ہو۔ اِسْتِتَارٌ سے
مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَسْتَجِيْبُوْنَ: تم جواب دو گے۔ اِسْتِجَابَةٌ
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَسْتَخْرِجُوْنَ: تم نکالتے ہو۔ اِسْتِخْرَاجٌ سے
مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَسْتَخِفُّوْنَ: تم ہلکا جانتے ہو۔ اِسْتِخْفَافٌ
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَسْتَرْضِعُوْا: تم دودھ پلواؤ۔ اِسْتِرْضَاعٌ
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ (بسقوط نون)
(دیکھو رَضَاعَةٌ)

(لَمْ) تَسْتَطِعْ: تو نہ کرسکا تو نے طاقت نہ
رکھی۔ اِسْتِطَاعَةٌ سے مضارع نفی جحد
واحد مذکر حاضر۔

(لَنْ) تَسْتَطِيْعَ: تو ہرگز نہ کرسکے گا۔ تو ہرگز
طاقت نہ رکھے گا۔ اِسْتِطَاعَةٌ سے مضارع
واحد مذکر حاضر منصوب۔

(لَنْ) تَسْتَطِيْعُوْا: تم ہرگز طاقت نہ رکھو گے۔
اِسْتِطَاعَةٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب۔

تَسْتَطِيْعُوْنَ: تم طاقت رکھتے ہو۔ اِسْتِطَاعَةٌ
سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَسْتَعْجِلْ: تو جلدی نہ کر۔ اِسْتِعْجَالٌ
سے نہی واحد مذکر حاضر۔

(لَا) تَسْتَعْجِلُوْا: تم جلدی مت طلب کرو۔

اِسْتِعْجَال سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَسْتَغْفِرُ: تو بخشش چاہتا ہے۔ اِسْتِغْفَار سے مضارع واحد مذکر حاضر (دیکھو غافر)

لَا تَسْتَغْفِرْ: تو مغفرت مت چاہ۔ اِسْتِغْفَار سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَسْتَغْفِرُوْنَ: تم مغفرت چاہتے ہو۔ اِسْتِغْفَار سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَسْتَغِیْثُوْنَ: تم فریاد کرتے ہو۔ اِسْتِغَاثَة سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

لَا تَسْتَفْتِ: تو سوال نہ کر۔ مت پوچھ۔ اِسْتِفْتَاء سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَسْتَفْتِحُوْا: تم فیصلہ چاہتے ہو۔ تم فتح چاہتے ہو۔ اِسْتِفْتَاح سے مضارع جمع مذکر حاضر مجزوم۔ بانْ (بسقوط نون)

تَسْتَفْتِیَانِ: تم دونوں تحقیق چاہتے ہو۔ پوچھتے ہو۔ (بصلہ فی) اِسْتِفْتَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَسْتَقْدِمُوْنَ: تم آگے بڑھو گے۔ اِسْتِقْدَام سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَسْتَقْسِمُوْا: تم قسمت معلوم کرو۔ تقسیم چاہو۔ اِسْتِقْسَام سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ منصوب (دیکھو ازلام)

تَسْتَکْبِرُوْنَ: تم غرور کرتے ہو۔ خود کو بڑا سمجھتے ہو۔ اِسْتِکْبَار سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَسْتَکْثِرُ: تو زیادہ چاہتا ہے۔ اِسْتِکْثَار سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَسْتَمِعُوْنَ: تم کان لگا کر سنتے ہو۔ اِسْتِمَاع سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَسْتَوُوْا: تم اچھی طرح سوار ہو جاؤ (بصلہ علیٰ) اِسْتِوَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب۔

تَسْتَوِی: برابر ہوتی ہے۔ یکساں ہوتی ہے اِسْتِوَاء سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَسْتَهْزِءُوْنَ: تم ٹھٹھا کرتے ہو۔ مذاق اڑاتے ہو۔ اِسْتِهْزَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَسْجُدُ: تو سجدہ کرے۔ سُجُوْد سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ (دیکھو اُسْجُدْ)

لَا تَسْجُدُوْا: تم سجدہ مت کرو۔ سُجُوْد سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَسْجُدُوْنَ: تم سجدہ کرتے ہو۔ سُجُوْد سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَسْحَرُ: تو جادو کرے۔ سِحْر سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ (دیکھو سحر)

تُسْحَرُوْنَ: تم فریب زدہ ہو جاتے ہو۔ سِحْر سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

تَسْخَرُوْا: تم ہنستے ہو۔ مذاق اڑاتے ہو۔ (بصلہ

مِن، سُخرت مضارع جمع مذکر حاضر تسخروم تھا اِن: بسقوط نون

تَسْخَرُوْنَ: تم ہنستے ہو۔ مذاق اُڑاتے ہو۔ سُخْر سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَسُرُّ: خوش کرتی ہے۔ سُرُور سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَسْرَحُوْنَ: تم صبح کے وقت جانوروں کو جنگل میں چرانے کے لئے لے جاتے ہو۔ سَرْح سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لا) تُسْرِفُوْا: تم اسراف نہ کرو۔ اِسْرَاف سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ امام راغب لکھتے ہیں۔ اِسْرَاف کے معنے ہیں کسی کام میں حد سے تجاوز کرنا۔ اگرچہ انفاق خرچ کرنا میں حد سے تجاوز کرنے کے معنے میں زیادہ مشہور ہے۔ یہ حد سے تجاوز مقدار کے اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی ضرورت سے زیادہ خرچ کرے۔ اور کیفیت کے اعتبار سے بھی بے موقع خرچ کرے چنانچہ سفیان ثوری نے فرمایا ہے۔ کہ مَا اَنْفَقْتَ فِیْ غَیْرِ طَاعَۃِ اللّٰہِ فَھُوَ سَرَفٌ وَاِنْ کَانَ قَلِیْلًا (جو کچھ تم طاعت اللہ کے سوا دوسرے موقعوں میں صرف کرو۔ وہ اگرچہ تھوڑا ہو پھر بھی اسراف ہے۔

علامہ عثمانی لکھتے ہیں: "اسراف کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً حلال کو حرام کر لے یا حلال سے گزر کر حرام سے بھی تمتع کرنے لگے یا اناپ شناپ بے تمیزی اور حرص سے کھانے پر گر پڑے۔ یا بدون اشتہا کے کھانے لگے یا ناوقت کھائے۔ یا اس قدر کم کھائے جو صحت جسمانی اور قوت عمل کے لئے کافی نہ ہو یا مضرت چیزیں استعمال کرے وغیرہ ذالک لفظ اسراف ان سب امور کو شامل ہو سکتا ہے۔ اسی لئے بعض سلف نے فرمایا کہ خدا نے ساری طب آدھی آیت میں اکٹھی کر دی"۔

تُسِرُّوْنَ: تم چھپاتے ہو۔ پوشیدہ بات کہتے ہو۔ اِسْرَار سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَسْرِیْحٌ: رخصت کرنا۔ چھوڑ دینا۔ باب تفعیل سے مصدر۔ سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا ہے فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ یعنی اگر مرد عورت کو دو مرتبہ طلاق دیدے۔ تو اس کے لئے دو صورتیں ہیں۔ بھلائی کے ساتھ عورت کو رجعت کر کے روک لے۔ یا سہولت اور بھلائی کے ساتھ اُسے رخصت کر دے۔

اس حکم کا مقصد یہ ہے کہ عورتوں کو معلق

نہ رکھی ہے۔ جیسا کہ جاہلیت میں دستور تھا کہ مرد عورت کو جتنی مرتبہ چاہتا طلاق دے دیتا، پھر عدت ختم ہونے سے پہلے رجعت کر لیتا۔ عورت نہ اِدھر کی رہتی ور نہ اُدھر کی۔ قرآن کریم نے فیصلہ کر دیا کہ ایک یا دو مرتبہ طلاق کے بعد تو مرد کو حق ہے کہ عدت کے اندر رجعت کرلے اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرے مگر عدت گذر جانے کے بعد یا تیسری مرتبہ طلاق دینے کے بعد یہ اختیار باقی نہیں رہتا۔ جب تیسری مرتبہ طلاق دینے کے بعد تو جب تک دوسرا خاوند اس سے صحبت نہ کرلے، پہلا خاوند اس سے نکاح بھی نہیں کر سکتا۔

(تفصیل کے لئے کتب فقہ دیکھئے)

تِسْعٌ: نو (مؤنث)

تِسْعَةٌ: نو (مذکر)

تِسْعَةَ عَشَرَ: اُنیس (مذکر)

تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ: ننانوے (مؤنث)

تَسْعٰی: وہ کوشش کرتی ہے، وہ دوڑتی ہے۔ سَعْی سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَسْفِكُوْنَ: بہاؤ گے، خونریزی کروگے۔ سَفْك سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَسْقُطُ: وہ گرتی ہے۔ سُقُوط سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُسْقِطُ: تو گرا دے۔ اِسْقَاط سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُسْقٰی: وہ سیراب کی جائے گی، اس کو پلایا جائے گا۔ سَقْی سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

تَسْقِیْ: وہ پلاتی ہے، سیراب کرتی ہے۔ سَقْی سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

لَمْ تُسْكَنْ: وہ نہیں بسائی گئی، اس میں سکونت نہیں کی گئی۔ سَكَن سے مضارع مجہول نفی جحد واحد مؤنث غائب۔

تَسْكُنُوْا: تم آرام پاؤ، چین پاؤ۔ سُکُوْن سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب۔

تَسْكُنُوْنَ: تم چین پاتے ہو۔ سُکُوْن سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَسْلُكُوْا: تم چلو، پھرو۔ سُلُوْك سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب یا مجزوم۔

تُسَلِّمُوْا: تم سلام کرو۔ تَسْلِیْم سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب۔

تُسْلِمُوْنَ: تم اطاعت کرتے ہو۔ اِسْلَام سے مضارع جمع مذکر حاضر (دیکھو اِسْلَام)

تَسْلِیْمٌ: سلام کرنا، سلام بھیجنا، سونپنا، سر اطاعت

خم کرنا، بچڑانا، باب تفعیل سے مصدر۔

تَسْمَعُ:۔ تو سنتا ہے۔ سمع سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُسْمِعُ:۔ تو سناتا ہے۔ اِسْماع سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَسْمَعُنَّ:۔ تم ضرور سنو گے۔ اصل لفظ لَتَسْمَعُنَّ ہے۔ سمع سے مضارع واحد مذکر حاضر مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

تَسْمَعُوْنَ: تم سنتے ہو۔ سمع سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُسَمّٰی:۔ اُس کا نام رکھا جاتا ہے۔ اُسے کہا جاتا ہے۔ تَسْمِیَۃ سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

تَسْمِیَۃ:۔ نام رکھنا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تَسْنِیْم:۔ جنت کے ایک چشمہ کا نام۔ تسنیم کے معنی بلند کرنا ہیں، چونکہ اس چشمہ کی شراب بہت اعلیٰ درجہ کی ہوں گی۔ اس لئے اس کا نام تسنیم ہے۔

تَسُوْءُ:۔ بُری لگتی ہے۔ سَوْء سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُسَوّٰی:۔ برابر کر دی جائے۔ تَسْوِیَۃ سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

تَسْوَدُّ:۔ وہ سیاہ ہو گی۔ اِسْوِدَاد سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَسَوَّرُوْا:۔ انہوں نے دیوار پھاندی۔ تَسَوُّر سے ماضی جمع مذکر غائب۔

تَسِیْرُ:۔ وہ چلے گی۔ سَیْر سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُسِیْمُوْنَ:۔ تم چراتے ہو۔ اِسَامَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَشَآءُ: تو چاہے۔ تو چاہتا ہے۔ مَشِیْئَۃ سے واحد مذکر حاضر۔

تَشَابَہَ:۔ مشابہ ہوا۔ شبہ میں پڑا۔ تَشَابُہ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَشَابَہَتْ:۔ وہ مشابہ ہوئی۔ تَشَابُہ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

تُشَآقُّوْنَ:۔ تم مخالفت کرتے ہو۔ ضد کرتے ہو۔ مُشَاقَّۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَشَاوُر:۔ آپس میں مشورہ کرنا۔ باب تفاعل سے مصدر۔ دیکھو شُوْرٰی۔

(لا) تَشْتَرُوْا:۔ تم مت خریدو۔ مول نہ لو۔ اِشْتِرَاء سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَشْتَکِیْ:۔ وہ شکایت کرتی ہے۔ اِشْتِکَاء سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَشْتَهِیْ:۔ وہ چاہتی ہے۔ خواہش کرتی ہے۔ اِشْتِہَاء سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَشْخَصُ :۔ وہ تکٹی باندھ کر دیکھے گی شُخُوص سے مضارع واحد مؤنث غائب۔
تَشْرَبُوْنَ :۔ تم پیتے ہو۔ شُرب سے مضارع
تُشْرِكْ :۔ تو شرک کرے۔ شریک کرے۔ اِشْرَاك سے مضارع واحد مذکر حاضر (دیکھو شِرْك)
تُشْرِكُوْنَ :۔ تم شرک کرتے ہو۔ اِشْرَاك سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
(لا) تُشْرِكْ :۔ تو مت شریک ٹھہرا۔ اِشْرَاك سے نہی واحد مذکر حاضر۔ (دیکھو شِرْك)
(لا) تُشْطِطْ :۔ تو زیادتی نہ کر۔ اِشْطَاط سے نہی واحد مذکر حاضر۔
تَشْعُرُوْنَ :۔ تم شعور رکھتے ہو۔ سمجھتے ہو۔ شُعُوْر سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تَشْقٰی :۔ تو محنت میں پڑ جائے، مشقت میں مبتلا ہو جائے، بدبخت ہو جائے شَقَاوَۃ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَشَقَّقُ :۔ پھٹ جائے گی۔ تَشَقُّقٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ اصل میں تَتَشَقَّقُ تھا۔ ایک تا حذف ہو گیا۔
تَشْکُرُوْنَ :۔ تم شکر کرو، احسان مانو۔ شکر کرتے ہو۔ شُکْر سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ (دیکھو شُکْر)
(لا) تُشْمِتْ :۔ تو خوش نہ کر (دشمن کو)، اِشْمَات سے نہی واحد مذکر حاضر۔
تَشْهَدُ :۔ وہ گواہی دے، تو گواہی دے۔ شَہَادَۃ سے مضارع واحد مؤنث (بمعنی اول)، اور واحد مذکر حاضر (بمعنی ثانی) دیکھو شَہَادَۃ۔
تَشْهَدُوْنَ :۔ تم گواہی دیتے ہو، تم حاضر ہو۔ شَہَادَۃ سے (بمعنے اول) اور شُہُوْد سے (بمعنے ثانی) مضارع جمع مذکر حاضر۔ (دیکھو شَہَادَۃ)
تَشِیْعُ :۔ پھیلے، فاش ہو۔ شُیُوْع سے مضارع واحد مؤنث غائب۔
(لا) تُصَاحِبْ :۔ مت ساتھ کر۔ ساتھی مت بنا۔ مُصَاحَبَۃ سے نہی مذکر حاضر۔
تُصْبِحُ :۔ ہو جاتی ہے، ہو جائے گی۔ اِصْبَاح سے مضارع واحد مؤنث غائب
تُصْبِحُوْنَ :۔ تم صبح کرتے ہو۔ اِصْبَاح سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تَصْبِرُ :۔ تو صبر کرے گا۔ صَبْر سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ صَبْر کے معنی میں استقلال وثبات اور حبس وضبط کا مفہوم داخل ہے، اصطلاح شرع میں صَبْر اپنے نفس کو

احکامِ خداوندی پر ثابت و قائم رکھنے کو کہتے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ صَبْر انسان کے خواص میں سے ہے۔ اور یہ صفت بہائم و ملائکہ میں نہیں۔ کیونکہ بہائم (جانوروں) پر شہوات اور مادی خواہشیں مسلط ہیں اور ان کے تسلط کو دفع کرنے کے لئے وہ قوتِ عقل سے محروم ہیں۔ اور ملائکہ معصوم ہیں ان کے اندر کوئی ایسی قدرت ودیعت نہیں رکھی گئی جس کے مقتضا پر عمل کرنے سے اُن کی عصمت پر حرف آسکے۔ اور اس کے لئے انہیں صبر کی ضرورت پیش آئے مگر انسان کی حالت درمیانی ہے۔ وہ اپنی عمر کے آغاز میں محض ایک حیوان ہوتا ہے۔ اور شہوت اکل و شرب کے شکستہ نہ ہونے والے جال میں گرفتار رہتا ہے کچھ اور بڑھتا ہے تو شہوت لہو و لعب کا بری نماد یو اس پر سایہ فگن ہو جاتا ہے، کچھ عرصے کے بعد شہوت نکاح کی بنیادیں مضبوط ہونے لگتی ہیں۔ اور اس تمام عرصہ میں وہ بالکل ایک حیوان کی طرح اپنی شہوت کے تقاضوں کو پورا کرنے میں مصروف اور ان کے دفعیہ سے عاجز رہتا ہے۔

اور اس کے اندر صفتِ صبر پیدا نہیں ہوتی۔

مگر جب انسان سن بلوغ کو پہنچ جاتا ہے تو اس کے جذبات میں کش مکش برپا ہو جاتی ہے۔ شہوت اس کو فانی لذتوں کے حصول پر اُبھارتی ہے۔ اور دارِ آخرت سے اعراض کرنے پر اکساتی ہے۔ اور عقلِ سلیم شہوت کے مقابلہ میں محاذِ جنگ پیدا کر کے چاہتی ہے کہ انسان محض دنیوی لذات کا بندہ نہ بنے بلکہ ضروری ہے کہ لذاتِ روحانیہ باقیہ کی تحصیل کی طرف متوجہ ہو اور دنیوی لذات کو بھی لذاتِ آخرویہ کے حصول کا ذریعہ بنائے۔ پس عقلِ سلیم شہوت کے تقاضوں کو عمل میں لانے سے باز رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ اور انسان کا شہوت کے تقاضوں کو پورا کرنے سے باز آنا ہی صبر ہے۔

حدیث میں آیا ہے اَلصَّبْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ (صبر آدھا ایمان ہے) مطلب یہ ہے کہ کمالِ ایمان دو چیزوں سے حاصل ہوتا ہے (۱) مناسب چیزوں کا اکتساب (۲) غیر مناسب چیزوں سے اجتناب اور یہ دونوں چیزیں صبر و استقامت کی مو

ہیں۔ مگر اس کتابِ اجتناب کے بعض
جزئیات ایسے بھی ہیں جو دل کی خواہش
کے مطابق ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے
احکام پر کاربند ہونے کیلئے صبر کی ضرورت
نہیں اور بعض جزئیات ایسے ہیں جو دل
کی خواہش اور من کی چاہ کے مطابق نہیں
ہوتے۔ ظاہر ہے ان احکام پر عمل کرنے
کے لئے صبر ضروری ہے۔ لہٰذا صبر کو
نصف ایمان قرار دیا گیا۔

(ز) تَصْبِرُوْا: تم صبر کرو۔ صَبْرٌ سے
مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَصْبِرُوْنَ: تم صبر کرتے ہو۔ صبر کروگے۔
صَبْرٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَصَدَّقَ: اس نے صدقہ دیا۔ خیرات کی
تَصَدُّقٌ سے ماضی واحد مذکر غائب
(دیکھو صَدَقَۃ)

تَصَدَّقْ: تو مہربانی کر، تو صدقہ دے تَصَدُّقٌ
سے امر واحد مذکر حاضر۔ یہ قول سورۂ یوسف
میں برادران یوسف کا ہے جب وہ دوبارہ
غلہ لینے کے لئے مصر پہنچے تو حضرت یوسف
سے کہا (جنہیں انہوں نے پہچانا نہ تھا)۔
اے عزیز ہم اور ہمارے اہل و عیال مصیبت
میں مبتلا ہیں۔ ہم کھوٹی پونجی لے کر آئے
ہیں۔ لیکن آپ سے درخواست کرتے ہیں،
ہمیں پورا غلہ دیجئے۔ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا
اور ہم پر مہربانی کیجئے۔

تَصَدُّقٌ کے اصل معنی مہربانی اور احسان
کرنے کے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں نماز قصر
کے متعلق ہے هٰذِهٖ صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ
اللّٰهُ عَلَيْكُمْ بِهَا (یہ اللہ کی طرف سے
مہربانی اور کرم ہے جو تم پر کیا گیا ہے)
پھر اصطلاح شریعت میں اس مہربانی کیلئے
استعمال کیا جانے لگا جس پر اللہ تعالیٰ
سے ثواب مطلوب ہو۔

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرح دوسرے نبیوں
کو بھی صدقہ لینا حرام ہے یا نہیں۔ جو لوگ
حرمت کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک آیت
کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم پر یہ مہربانی کیجئے
کہ ہمارے بھائی بنیامین کو واپس کر دیجئے
یا ہمارے درہموں کی چھان بین نہ کیجئے
اور جو لوگ حرمت صدقہ کے قائل نہیں ہیں
ان کے نزدیک یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے
کہ ہمارے حصے کا پورا غلہ دینے کے علاوہ
کچھ ہمیں بطور خیرات بھی دیجئے۔

واللہ اعلم [illegible]

تَصَدَّقُوْا:۔ تم صدقہ دو۔ تَصَدُّق سے امر جمع مذکر حاضر۔

تُصَدِّقُوْن:۔ تم سچ مانتے ہو۔ تَصْدِیق سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَصُدُّوْنَ:۔ تم روکتے ہو۔ صَدّ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَصَدّٰی:۔ تو درپے ہوتا ہے اصل میں تَتَصَدّٰی تھی ایک تا حذف ہوگئی۔ تَصَدِّیْ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَصْدِیَة:۔ تالی بجانا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تَصْدِیق:۔ سچ ماننا۔ سچا ماننا۔ باب تفعیل سے مصدر (دیکھو صدق)

تَصْرِفُ:۔ تو پھیرے گا۔ صَرْف سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُصْرَفُوْنَ:۔ تم پھیرے جاؤگے۔ صَرْف سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

تَصْرِیْف:۔ پھیرنا۔ گردش دینا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تَصْطَلُوْنَ:۔ تم تاپو۔ اِصْطِلاء سے مضارع جمع مذکر حاضر (باب افتعال کی تا، طا سے بدل گئی)

تُصْعِدُوْنَ:۔ تم چڑھتے ہو۔ دور جاتے ہو۔ اِصْعَاد سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لا) تُصَعِّر:۔ مت چلا۔ مت پھیر۔ تَصْعِیْر سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَصْغٰی: جھکے۔ صُغِیّ سے مضارع واحد مؤنث غائب

تَصِفُ:۔ بیان کرتی ہے۔ وَصْف سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَصْفَحُوْا:۔ تم درگزر کرو۔ صَفْح سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب۔

تَصِفُوْنَ:۔ تم بیان کرتے ہو۔ وَصْف سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُصْلِحُوْا:۔ تم اصلاح کرو۔ اِصْلَاح سے مضارع جمع مذکر حاضر مخبزوم ہے اِنْ (بسقوط نون تم صلح کراؤ) اصلاح بین اِصْلَاح سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب۔

تَصْلٰی:۔ وہ (آگ میں) داخل ہوگی۔ صُلِیّ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُصْنَعَ:۔ تو تیار کیا جائے۔ تجھے تربیت دی جائے۔ صَنْع سے مضارع مجہول واحد مذکر حاضر (منصوب)

تَصْنَعُوْنَ:۔ تم بناتے ہو۔ تم تیار کرتے ہو۔ صَنْع سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَصُوْمُوا:۔ تم روزہ رکھو۔ صَوْم سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب بہ اَنْ (بسقوط نون) (دیکھو صَوْم)

تُصِیبُ: وہ پہنچتی ہے۔ اِصَابَۃ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُصِیبُوْا: تم جا پڑو۔ اِصَابَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب بہ اَنْ (بسقوط نون)

لَا تُصِیبَنَّ: ہرگز نہ پہنچے گی۔ اِصَابَۃ سے مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ مؤکد بنون ثقیلہ۔

تَصِیْرُ: پھرتی ہے۔ لوٹتی ہے۔ صَیْر سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

لَا تُضَارَّ: نقصان نہ پہنچایا جائے۔ ایذا نہ پہنچائی جائے۔ مُضَارَّۃ سے نہی واحد مؤنث غائب۔

لَا تُضَآرُّوْا: تم اذیت دو۔ مُضَارَّۃ سے نہی جمع مذکر حاضر۔

لَا تَضْحٰی: تو دھوپ نہ کھائے گا۔ ضُحٰی سے مضارع منفی واحد مذکر حاضر۔

تَضْحَكُوْنَ: تم ہنستے ہو۔ ضِحْك سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

لَا تَضْرِبُوْا: تم بیان مت کرو۔ ضَرْب سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَضَرُّع: گڑگڑانا۔ عاجزی کرنا۔ باب تفعل سے مصدر۔

تَضَرَّعُوْا: وہ گڑگڑائے۔ تَضَرُّع سے ماضی جمع مذکر غائب۔

لَنْ تَضُرُّوْا: تم نقصان نہ پہنچا سکو گے۔ ضَرّ سے مضارع منفی جمع مذکر حاضر منصوب (بہ تقدیر اَنْ) (بسقوط نون)

لَا تَضُرُّوْنَ: تم نقصان نہیں پہنچاتے۔ ضَرّ سے مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔

تَضَعُ: وہ رکھتی ہے۔ جنتی ہے۔ ڈال دے۔ وَضْع سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَضَعُوْنَ: تم رکھتے ہو۔ تم اتارتے ہو۔ وَضْع سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَضِلُّ: بھول جائے۔ بہک جائے۔ ضَلَال سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ (دیکھو ضَلَّ)

تُضِلُّ: تو گمراہ کرتا ہے۔ اِضْلَال سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَضِلُّوْا: کہیں تم بہک جاؤ۔ گمراہ ہو جاؤ۔ ضَلَال سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب بہ اَنْ (بسقوط نون، دیکھو ظلم)

تَضْلِیْل: گمراہ کرنا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تُضَیِّقُوْا: تم تنگی کرو۔ تَضْیِیْق سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب بسقوط نون۔

تَطَؤُوْا: تم کچلتے ہو۔ پامال کرتے ہو۔ وَطْأ سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب یا مجزوم

بسقوط نون۔

تَطَاوَلَ: وہ دراز ہوا۔ تَطَاوُل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

لَا تَطْرُدْ: تو مت دفع کر۔ مت دور کر۔ طَرْد سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَطْرُدُ: تو دفع کرے۔ تو ہانکے۔ طَرْد سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُطِعْ: تو کہا مانے۔ تو اطاعت کرے۔ اِطَاعَۃ سے مضارع واحد مذکر حاضر مجزوم بہ اِن

لَا تُطِعْ: مت اطاعت کر۔ اِطَاعَۃ سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تُطْعِمُوْنَ: تم کھلاتے ہو۔ اِطْعَام سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

لَا تَطْغَوْا: تم سرکشی مت کرو۔ زیادتی مت کرو۔ طُغْیَان سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَطَّلِعُ: وہ جھانکے گی۔ پہنچے گی۔ تو دیکھ لیتا ہے خبردار ہوتا ہے۔ اِطِّلَاع (بمعنٰی علیٰ) سے مضارع واحد مؤنث غائب (پہلے دو معنی میں) اور واحد مذکر حاضر (بعد کے دو معنے میں)

تَطْلُعُ: طلوع ہوتی ہے۔ نکلتی ہے طُلُوْع سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَطْمَئِنُّ: وہ آرام پاتی ہے، وہ مطمئن ہو جائے اِطْمِینَان سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَطْمَعُوْنَ: تم امید رکھتے ہو۔ توقع کرتے ہو طَمَع سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَطَوَّعَ: اس نے اپنی خوشی سے نیکی کی۔ تَطَوُّع سے ماضی واحد مذکر غائب۔ جو افعال حسنہ شرع میں واجب نہوں ان کی ادائیگی کو تَطَوُّع کہا جاتا ہے۔

تُطَهِّرُ: تو پاک کرے۔ تَطْهِیْر سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَطَهَّرْنَ: خوب پاک ہوگئیں۔ تَطَهُّر سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

تَطْهِیْر: پاک کرنا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تَطَيَّرْنَا: ہم نے بدفالی لی۔ تَطَيُّر سے ماضی جمع متکلم۔

تُطِيعُوا: تم اطاعت کرو۔ اِطَاعَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر مجزوم بہ اِن (بسقوط نون)

تَظَاهَرَا: انہوں نے ایک دوسرے کی مدد کی۔ تَظَاهُر سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

تَظَاهَرُوْنَ: تم آپس میں مدد کرتے ہو۔ تَظَاهُر سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَتَظَاهَرُوْنَ تھا۔ ایک تا گر گیا۔

تُظَاهِرُوْنَ: تم ظہار کرتے ہو۔ ظِهَار سے

مضارع جمع مذکر حاضر۔ ظِھَارٌ عربی میں کمر کو کہتے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں مرد کا بیوی سے یہ کہنا کہ "تو مجھ پر ایسی ہے جیسی ماں کی پیٹھ" یا محرمات ابدیہ یا ان کے ان اعضا سے تشبیہ دینا جن کا دیکھنا اس کو جائز نہیں۔ ظِھَار کہلاتا ہے ظہار کا حکم یہ ہے کہ شوہر کے لئے اس عورت سے صحبت کرنا یا محرکات صحبت کا ارتکاب کرنا حرام ہو جاتا ہے۔ جب تک کفارہ ادا نہ کرے۔

کفارہ ظہار یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے یہ ممکن نہ ہو تو دو مہینے کے مسلسل روزے رکھے۔ یہ بھی ممکن نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلائے یا اس کی قیمت ادا کرے۔ تفصیلات کتب فقہ میں ملاحظہ ہوں۔

تُظْلَمُ: اس پر ظلم کیا جائے گا۔ ظُلْمٌ سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

لَمْ تَظْلِمْ: اس نے نہیں گھٹایا۔ ظُلْمٌ سے مضارع نفی جحد واحد مؤنث غائب۔ (دیکھو ظُلْم)

لَا تَظْلِمُوْا: تم ظلم نہ کرو۔ ظُلْمٌ سے نہی جمع مذکر حاضر (دیکھو ظُلْم)

تَظْلِمُوْنَ: تم ظلم کرتے ہو۔ ظُلْمٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُظْلَمُوْنَ: تم پر ظلم کیا جائے گا۔ ظُلْمٌ سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

لَنْ تَظْمَأُ: تو پیاسا ہوگا۔ ظَمَأٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَظُنُّ: وہ گمان کرتی ہے۔ ظَنٌّ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ دیکھو ظَنّ۔

تَظُنُّوْنَ: تم گمان کرتے ہو۔ ظَنٌّ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُظْهِرُوْنَ: تم ظہر کا وقت پاتے ہو۔ اِظْهَار سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَعَارَفُوْا: تم باہم ایک دوسرے کو پہچانو۔ تَعَارُف سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب اصل میں تَتَعَارَفُوْا تھا۔ ایک تاء گر گئی۔

تَعَاسَرْتُمْ: تم نے آپس میں ضد کی۔ تم نے آپس میں تنگی کی۔ تَعَاسُر سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

تَعَاطٰی: اس نے ہاتھ چلایا۔ دست درازی کی۔ تَعَاطِی سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَعَالٰی: وہ اونچا ہوا۔ وہ برتر ہے۔ تَعَالِی سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَعَالَوْا: آؤ۔ تَعَالِی سے امر جمع مذکر حاضر

تَعَالَیْنَ:۔ آؤ۔ تَعَالِی سے امر جمع مؤنث حاضر۔

تَعَاوَنُوْا:۔ باہم مدد کرو۔ تَعَاوُن سے امر جمع مذکر حاضر۔

تَعْبَثُوْنَ:۔ تم کھیلتے ہو۔ بیکار مشغول ہوتے ہو۔ عَبَث سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَعْبُدُ:۔ وہ پوجتی ہے۔ تو پوجتا ہے عِبَادَۃ سے مضارع واحد مؤنث غائب (بمعنے اول) واحد مذکر حاضر (بمعنے ثانی)۔ دیکھو عِبَادَۃ۔

تَعْبُدُوْنَ:۔ تم پوجتے ہو۔ پوجو گے۔ عِبَادَۃ سے مضارع مذکر حاضر (دیکھو عِبَادَۃ۔

تَعْبُرُوْنَ:۔ تم تعبیر بیان کرتے ہو۔ عِبَادَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَعْتَدُّوْنَ:۔ تم عدت پوری کراؤ۔ اِعْتِدَاد سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ عِدَّۃ کے لغوی معنیٰ گنتی اور شمار ہیں۔ اصطلاحِ شرع میں عدت اس مدت کو کہتے ہیں۔ جو عورت شوہر کے مرنے یا طلاق دینے کے بعد سوگ اور رحم کی صفائی کے لئے گذارتی ہے۔ موت کی عدت چار ماہ دس روز اور طلاق کی عدت تین حیض یا تین مہینے ہیں۔ لیکن حاملہ کی عدت بہر حال وضع حمل ہے۔ (تفصیل کتب فقہ میں دیکھئے)

(لَا) تَعْتَذِرُوْا:۔ تم بہانہ مت کرو۔ اِعْتِذَا سے نہی جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَعْثَوْا:۔ تم فساد مت مچاؤ۔ عُثِیّ سے نہی جمع مذکر حاضر۔

(اِنْ) تَعْجَبْ:۔ اگر تو تعجب کرے۔ عَجَب سے مضارع واحد مذکر حاضر مجزوم۔

تُعْجِبُ:۔ پسند آتی ہے۔ تعجب میں ڈالتی ہے۔ اِعْجَاب سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَعْجَبُوْنَ:۔ تم تعجب کرتے ہو۔ عَجَب سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَعْجَبِیْنَ:۔ تو تعجب کرتی ہے۔ عَجَب سے مضارع واحد مؤنث حاضر۔

تَعَجَّلَ:۔ اس نے جلدی کی۔ تَعَجُّل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

(لَا) تَعْجَلْ:۔ تو جلدی مت کر۔ عَجَلَۃ سے نہی واحد مذکر حاضر۔

(لَا) تَعْدُ:۔ وہ نہ پھرے۔ نہ دوڑے۔ عَدْو سے نہی واحد مؤنث غائب۔

تَعِدُ:۔ تو وعدہ کرتا ہے۔ وَعْد سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَعِدَانِ:۔ تم وعدہ کرتے ہو۔ وَعْد سے مضارع تثنیہ مذکر حاضر۔

تَعْدِلُ:۔ وہ بدلہ دیتی ہے۔ عَدْل سے مضارع واحد مؤنث غائب (دیکھو عَدْل)

تَعْدِلُوْا:۔ تم برابر رکھو۔ تم انصاف کرو۔ عَدْل سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب۔ دیکھو عَدْل

تَعْدِلُوْنَ:۔ تم انصاف کرتے ہو۔ عَدْل سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ (دیکھو عَدْل)

لَا تَعْدُوْا:۔ تم زیادتی مت کرو۔ عُدْوَان سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَعُدُّوْنَ:۔ تم گنتے ہو۔ شمار کرتے ہو۔ عَدّ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُعَذِّبُ:۔ تو عذاب دے گا۔ تَعْذِیْب سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَعْرٰی:۔ تو ننگا ہوگا۔ عُرْی سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَعْرُجُ:۔ چڑھتی ہے۔ عُرُوْج سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُعْرِضُ:۔ تو منہ پھیرے گا۔ تو منہ پھیرتا ہے۔ عَرْض (بصلہ عن) سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُعْرِضُوْا:۔ تم منہ پھیروگے۔ اِعْرَاض سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب یا مجزوم (بسقوط نون)

تُعْرَضُوْنَ:۔ تم پیش کیے جاؤگے عَرْض سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

تَعْرِفُ:۔ تو پہچانتا ہے۔ مَعْرِفَۃ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَعْرِفُوْنَ:۔ تم پہچانوگے۔ مَعْرِفَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُعِزُّ:۔ تو عزت دیتا ہے۔ اِعْزَاز سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُعَزِّرُوْا:۔ تم مدد کرو۔ تَعْزِیْر سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب (بسقوط نون)
تَعْزِیْر کے معنے ادب اور احترام کیساتھ مدد کرنا ہیں۔ سزا دینے کو بھی تَعْزِیْر کہتے ہیں کہ وہ مجرم کی ایک قسم کی مدد ہوتی ہے جو اسے آئندہ ارتکاب جرم سے باز رکھتی ہے (مفردات)

(لَا) تَعْزِمُوْا:۔ تم قصد مت کرو۔ مضبوط مت کرو۔ عَزْم سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَعِسَ:۔ ہلاکی۔ ٹھوکر لگنا۔ اوندھے منہ گر پڑنا اور نہ سنبھلنا۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

(لَا) تَعْضُلُوْا:۔ مت روکو۔ عَضْل سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَعِظُوْنَ:۔ تم نصیحت کرتے ہو۔ وَعْظ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:۔ وعظ وہ تنبیہ ہے جس کیساتھ تخویف (ڈرانا) شامل ہو۔ اور خلیل نحوی نے کہا ہے کہ وہ بھلے کام اس طرح نصیحت

کرتا ہے کہ دل میں گداز پیدا ہو۔

تَعَفُّفٌ: سوال نہ کرنا۔ سوال سے بچنا۔ باب تَفَعُّلٌ سے مصدر۔

تَعْفُوْا: تم معاف کردو۔ عَفْوٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب (بسقوط نون)

تَعْقِلُوْنَ: تم سمجھتے ہو۔ تم عقل رکھتے ہو۔ عَقْل سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ عَقْل کے معنے لغوی باندھنے اور روکنے کے ہیں۔ اسی لئے عِقَال اس رسی کو کہا جاتا ہے جس سے اونٹ کے پاؤں باندھے جائیں۔ عقل جو ایک قوت باطنی ہے۔ اسی لئے عقل کہتے ہیں۔ کہ وہ آدمی کو برائیوں سے روکتی ہے۔ اور بھلائیوں کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں۔ عقل وہ قوت ہے جو علم کے قبول کے لئے آمادہ رہتی ہے۔ نیز جو علم اس قوت کے ذریعہ حاصل ہو اسے بھی عقل کہا جاتا ہے ارشاد نبوی مَا خَلَقَ اللّٰهُ خَلْقًا اَكْرَمَ عَلَيْهِ مِنَ الْعَقْلِ (اللہ تعالیٰ نے کوئی مخلوق عقل سے زیادہ معزز پیدا نہیں فرمائی) میں معنی اوّل مراد ہیں اور مَا كَسَبَ اَحَدٌ شَيْئًا اَفْضَلَ مِنْ عَقْلٍ يَهْدِيهِ اِلَى الْهُدَى اَوْ يَرُدُّهُ عَنْ رَدًى. ایک شخص کی سب سے بہتر کمائی وہ عقل ہے جو اسے ہدایت کا راستہ دکھاتی ہے۔ اور ہلاکت سے بچاتی ہے) میں معنیٰ دوم مراد ہیں۔ جہاں کہیں اللہ تعالے نے بے عقلی کی بنا پر کفار کی مذمت کی ہے۔ وہاں دوسرے معنے مراد ہیں۔ مثلاً صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ. کافر بہرے گونگے اور اندھے ہیں سو وہ عقل نہیں رکھتے۔ اور جہاں بندہ سے بے عقلی کی وجہ سے تکلیف شرعی کے اٹھانے کا ذکر ہے۔ وہاں پہلے معنے مراد ہیں۔ (مفردات)

تَعْلَمُ: وہ جانتی ہے تو جانتا ہے۔ عِلْمٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب (معنے اول) اور واحد مذکر حاضر (معنے ثانی)

تُعَلِّمُ: تو سکھلاتا ہے۔ تَعْلِيْمٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَعْلَمُوْا: تم جان لو۔ تم جانتے ہو۔ تم جانو گے۔ عِلْمٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب یا مجزوم

تَعْلَمُوْنَ: تم جانتے ہو۔ تم جانو گے۔ عِلْمٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُعَلِّمُوْنَ: تم سکھلاتے ہو۔ تَعْلِيْمٌ سے جمع مذکر حاضر۔

تُعْلِنُوْنَ: تم ظاہر کرتے ہو۔ اِعْلَانٌ سے

مضارع جمع مذکر حاضر۔
(لا) تَعْتُوْا:۔ تم سرکشی مت کرو۔ (بصلہ علی) عُتُوٌّ سے نہی جمع مذکر حاضر۔
تَعْمٰی:۔ اندھی ہوتی ہے عَمًی سے مضارع واحد مؤنث غائب۔
تَعَمَّدَتْ:۔ اس نے ارادہ کیا۔ اس نے قصد کیا۔ تَعَمُّدٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔
تَعْمَلُ:۔ وہ کام کرے گی۔ تو کام کرے گا۔ عَمَلٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب (بمعنے اول) اور واحد مذکر حاضر (بمعنے ثانی)
تَعْمَلُوْنَ:۔ تم کام کرتے ہو۔ عَمَلٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تَعُوْدُوْنَ:۔ تم پھر جاؤگے۔ لوٹوگے۔ عَوْدٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
(لَا) تَعُوْلُوْا:۔ تم نا انصافی نہ کرو۔ نہ جھکو۔ عَوْلٌ سے مضارع منفی جمع مذکر حاضر منصوب بانْ (بسقوط نون)
تَعِيْ:۔ یاد رکھے۔ وَعْيٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔
تَغَابُنٌ:۔ نقصان پہنچانا۔ باب تفاعل سے مصدر۔ غَبْنٌ کہتے ہیں معاملہ کرتے ہوئے کسی کو پوشیدہ طور پر نقصان پہنچانا۔ اسی سے یَوْمُ التَّغَابُنِ قیامت کو کہا گیا ہے کیونکہ اللہ اور اس کے بندوں میں جو معاملہ ہوا اور جس کا ذکر وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللهِ (اور بعض وہ لوگ ہیں جو اپنے نفس کو رضائے خداوندی کے حصول کے لئے بیچ دیتے ہیں) وغیرہ آیات میں کیا گیا۔ اس دن اس معاملہ میں ان کا غبن ظاہر ہو کر سامنے آجائے گا۔ (معزدات)
تَغْتَسِلُوْا:۔ تم غسل کرلو۔ اِغْتِسَالٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب (بسقوط نون)
تَغُرُّ:۔ وہ فریب دے۔ غُرُوْرٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔
تَغْرُبُ:۔ وہ غروب ہوتی ہے۔ چھپتی ہے۔ غُرُوْبٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔
تُغْرِقُ:۔ تو ڈبوئے گا۔ اِغْرَاقٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔
تَغْشٰى:۔ وہ ڈھانکے لیتی ہے۔ ڈھانک لیگی۔ غَشْيَانٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔
تَغَشّٰى:۔ اس نے ڈھانپ لیا (یعنی جماع کیا) تَغَشِّيْ سے ماضی واحد مذکر غائب۔
تَغْفِرْ:۔ تو معاف کرے (بصلہ لام) غُفْرَانٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَغْفِرُوْا :۔ تم بخشو۔ معاف کرو۔ غُفْرَان سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب یا مجزوم (بسقوط نون)

تَغْفُلُوْنَ :۔ تم غافل ہو۔ غَفْلَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَغْلِبُوْن :۔ تم غالب ہو جاؤ۔ غَلَبَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَغْلُوْا :۔ تم زیادتی مت کرو۔ غُلُوّ سے نہی مذکر حاضر۔

تُغْمِضُوْا :۔ تم چشم پوشی کرو۔ اِغْمَاض سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب یا مجزوم (بسقوط نون)

تُغْنِ :۔ وہ کام آئے۔ فائدہ دے (بصلۂ عن) اِغْنَاء سے مضارع واحد مؤنث غائب مجزوم (بسقوط یار)

(لَمْ) تَغْنَ :۔ وہ نہیں بسی۔ نہیں آباد ہوئی۔ غِنیً سے مضارع نفی جحد واحد مؤنث غائب۔ (بسقوط یار)

تُغْنِیْ :۔ وہ کام آئے گی۔ فائدہ دے گی (بصلہ عن) اِغْنَاء سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَغِیْضُ :۔ گھٹاتی ہے۔ کم کرتی ہے۔ غَیْض سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَغَیُّظ :۔ جھنجلانا۔ غیظ و غضب ظاہر کرنا۔ باب تفعل سے مصدر۔

تَفَاخُر :۔ ڈینگ مارنا۔ باہم فخر کرنا۔ باب تفاعل سے مصدر۔

تُفَادُوْا :۔ تم فدیہ دیتے ہو۔ مُفَادَاۃ۔ فِدَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر مجزوم (بسقوط نون)۔ (دیکھو فِدَاء)

تَفَاوُت :۔ فرق۔ بے ضابطگی۔ باب تفاعل سے مصدر۔

تَفْتَؤُ :۔ تو ہمیشہ رہے گا (کرتا رہے گا) فعل ناقص ہے۔ اصل میں لَا تَفْتَؤُ تھا۔ حرف نفی معروف قسم میں حذف ہو گیا۔

تُفَتَّحُ :۔ کھولی جائے گی۔ تَفْتِیْح سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

تَفْتَرُوْنَ :۔ تم بہتان باندھتے ہو۔ اِفْتِرَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَفْتَرِیْ :۔ تو بہتان باندھے۔ اِفْتِرَاء سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

(لَا) تَفْتِنِّیْ :۔ تو فتنہ میں نہ ڈال۔ فُتُوْن سے نہی واحد مذکر حاضر۔ (دیکھو فِتْنَۃ)

تُفْتَنُوْنَ :۔ تمہارا امتحان کیا جائے گا تمہیں آزمایا جائے گا۔ فُتُوْن سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ مجہول۔

تَفَث :۔ میل کچیل۔

تَفْجُرُ :۔ تو پہاڑ نکالے۔ چیر ڈالے۔ فَجْر سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُفَجِّرَ :۔ تو بہا نکالے۔ خوب جاری کرے۔ تَفْجِیْر سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَفْجِیْر :۔ بہانا۔ پھاڑ ڈالنا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

(لَا) تَفْرَحْ :۔ مت اترا۔ فَرَح سے نہی واحد مذکر حاضر۔

(لَا) تَفْرَحُوْا :۔ (تاکہ) تم نہ اتراؤ۔ فَرَح سے مضارع منفی جمع مذکر حاضر منصوب۔ (یہ نہی نہیں ہے) (بسقوط نون)

تَفْرِضُوْا :۔ تم مقرر کرو۔ متعین کرو۔ فَرْض سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب۔ (بسقوط نون)

تَفَرَّقَ :۔ پراگندہ ہوا۔ جدا ہوا۔ تَفَرُّق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

(لَا) تَفَرَّقُوْا :۔ تم متفرق و پراگندہ مت ہو۔ تَفَرُّق سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَفِرُّوْنَ :۔ تم بھاگتے ہو۔ فِرَار سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَفْرِیْق :۔ جدا کرنا۔ تفرقہ ڈالنا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تَفَسَّحُوْا :۔ تم کھل کر بیٹھو۔ کشادگی کرو۔ تَفَسُّح سے امر جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تُفْسِدُوْا :۔ فساد مت کرو۔ اِفْسَاد سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تُفْسِدُوْا :۔ تم فساد کرو۔ اِفْسَاد سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب بہ اَن (بسقوط نون)

تُفْسِدُنَّ :۔ تم ضرور فساد ڈالو گے۔ اصل لفظ لَتُفْسِدُنَّ ہے۔ اِفْسَاد سے مضارع جمع مذکر حاضر مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

فساد صلاح کی ضد ہے جو چیز اپنی اصل حالت پر باقی نہ رہے جس سے وہ صالح اور نافع تھی تو کہا جائے گا کہ وہ فاسد ہو گئی اور ایک شخص کا وہ عمل جو کسی چیز کو فاسد کر دے۔ اِفْسَاد کہلائے گا۔ قرآن کریم میں کئی جگہ اِفْسَاد فِی الْاَرْض (زمین میں فساد پھیلانے) کا ذکر آیا ہے۔ اِفْسَاد فِی الْاَرْض سے مراد مفسدوں کا لوگوں کی جان و مال اور عزت کو غیر محفوظ بنا دینا۔ اور شریعت عادلہ کے نظام کی مزاحمت کرنا ہے کہ ان کے اس عمل سے کاروبار معطل ہو جاتا ہے۔ یہ عمل اگر جماعتی طور پر ہو یعنی مفسدین جماعت جمع کر کے دار السلام میں فساد پھیلائیں۔ اور حکام مسلمین کی مزاحمت پر کمربستہ ہو جائیں۔ تو وہ

کافر ہوں یا مسلم اُن کا حکم یہ ہے کہ سزر کی سنگینی اور مصلحت کو دیکھتے ہوئے حاکم ان کو قتل کرے۔ یا پھانسی پر لٹکائے یا ان کے ہاتھ پاؤں قطع کرے یا انہیں جلاوطن کر دے۔ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ الآیہ (مائدہ ع ۹) میں یہی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ بعض اہل علم کی رائے ہے کہ اگر مفسدین نے صرف قتل کا ارتکاب کیا ہو تو انہیں قتل کیا جائے اور اگر قتل بھی کیا ہو اور مال بھی لوٹا ہو تو قتل کرنے کے بعد سولی پر لٹکایا جائے۔ اور اگر صرف مال چھینا ہو تو ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹے جائیں۔ اور اگر فساد کا ارادہ ہی کیا تھا کہ گرفتار ہو گئے تو صرف جلاوطن کر دیا جائے۔ یہ تفصیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت پر مبنی ہے مگر ظاہر ہے کہ قتل نفس اور اہلاک مال کے علاوہ دیگر جرائم بھی ہو سکتے ہیں اس لئے بہتر ہے کہ سزا کی تعین کو حاکم کی رائے پر محول کیا جائے۔ یہ رائے حضرت سعید بن مسیبؒ، عطاءؒ اور حسنؒ وغیرہم کی طرف منسوب ہے۔

(ملخص از تفسیر المنار ج ۶ ص ۳۵۲)

تَفْسُقُوْنَ: تم فسق کرتے ہو۔ بدکاری کرتے ہو۔ فُسُوْق سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ (دیکھو فسق)

تَفْشَلَا: بزدلی کریں۔ فَشَل سے مضارع تثنیہ مؤنث غائب منصوب بہ اَن (بسقوط نون)

تَفْشَلُوْا: تم بزدل ہو جاؤ گے سست ہو جاؤ گے فَشَل سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب بہ تقدیر اَن (بسقوط نون)

تَفْصِيْل: بیان کرنا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

(لا) تَفْضَحُوْا: مت رسوا کرو۔ فَضْح سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَفْضِيْل: بزرگی دینا۔ فضیلت دینا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تَفْعَلُوْنَ: تم کرتے ہو۔ فِعْل سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَفْعَلْ: تو کرتا ہے۔ فِعْل سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَفَقَّدَ: اس نے ڈھونڈا۔ تلاش کیا۔ تَفَقُّد سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَفْقِدُوْنَ: گم پا رہے ہو۔ فَقْد سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَفْقَهُوْنَ: تم سمجھتے ہو فِقه سے مضارع

جمع مذکر حاضر (دیکھو یُفَقِّھُہٗ)

تَفَکَّہُوْنَ:۔ تم باتیں بناؤ گے۔ تَفَکُّہٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَتَفَکَّھُوْنَ تھا۔ ایک تاء ساقط ہو گئی نُکَاھَۃٌ کہتے ہیں دوستانہ بات چیت کو۔ اسی لئے تَفَکُّہٌ کے معنے باتیں بنانے کے ہوئے۔

تُفْلِحُوْنَ:۔ تم کامیاب ہو جاؤ۔ مراد کو پہنچو۔ اِفْلَاحٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُفَنِّدُوْنَ:۔ تم سٹھیا ہوا بتاؤ گے۔ مخبوط الحواس کہو گے۔ تَفْنِیْدٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَفُوْرُ:۔ جوش مارتی ہے۔ فَوْرٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَفِیْءَ:۔ لوٹ آئے۔ پھر آئے فَیْءٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَفِیْضُ: بہہ پڑتی ہے۔ فَیْضٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُفِیْضُوْنَ:۔ (تم باتوں میں) لگتے ہو۔ مشغول ہوتے ہو۔ اِفَاضَۃٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُقَاۃٌ:۔ بچنا۔ ڈرنا۔ (دیکھو تَقْوٰی)

تُقَاتِلُ:۔ لڑتی ہے۔ جنگ کرتی ہے۔ مُقَاتَلَۃٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُقَاتِلُوْنَ:۔ تم جنگ کرتے ہو۔ جنگ کرو گے مُقَاتَلَۃٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَقَاسَمُوْا:۔ تم باہم قسم کھاؤ۔ تَقَاسُمٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

تُقْبَلُ:۔ قبول کی جائے گی۔ قُبُوْلٌ سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

تَقَبَّلَ:۔ اُس نے قبول کیا۔ تَقَبُّلٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تُقُبِّلَ:۔ وہ قبول کیا گیا۔ تَقَبُّلٌ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

تَقَبَّلْ:۔ تو قبول کر۔ تَقَبُّلٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔

(لا) تَقْبَلُوْا:۔ تم قبول نہ کرو۔ قُبُوْلٌ سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَقْتُلُ:۔ تو قتل کرے گا۔ قَتْلٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

(لا) تَقْتُلُوْا:۔ تم قتل نہ کرو۔ قَتْلٌ سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَقْتُلُوْنَ:۔ تم قتل کرتے ہو۔ قَتْلٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَقْتِیْلٌ:۔ خوب قتل کرنا۔ بہت ذلیل کرنا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تَقْدِرُوْا:۔ تم قدرت پاؤ۔ قابو پاؤ (الصلۃ علی) قُدْرَۃٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر

منسوب۔

تَقْدِیْر:۔ تقدیر۔ اندازہ کرنا۔ باب تفعیل سے مصدر۔ تقدیر کے لغوی معنی "اندازہ ٹھہرانا" ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی مصلحتوں کے مطابق اسے ایک خاص اندازہ سے جو ظاہری و باطنی قویٰ عطا فرمائے اُسے بھی تقدیر کہا گیا ہے۔ اور ہر چیز پر اسباب ظاہری و باطنی کی تاثیر سے جو نتائج مرتب ہوتے ہیں اُن پر بھی تقدیر کا اطلاق ہوتا ہے۔ پہلے معنے کی تشریح فرماتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:۔

تقدیر کے معنے اندازہ کر دینے کے ہیں یعنی کسی چیز کے لئے ایک خاص طرح کی حالت ٹھہرا دینے کے۔ خواہ یہ ٹھہراؤ کمیت میں ہو یا کیفیت میں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ فطرت نے ہر وجود کی جسمانی ساخت اور معنوی قویٰ کے لئے ایک خاص طرح کا اندازہ ٹھہرا دیا ہے جس سے وہ باہر نہیں جا سکتا۔ اور یہ اندازہ ایسا ہے جو اس کی زندگی اور نشوونما کے تمام احوال وظروف سے ٹھیک ٹھیک مناسبت رکھتا ہے۔ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيْرًا (اور اس نے تمام چیزیں پیدا کیں۔ پھر ہر چیز کے لئے اس کی حالت اور ضرورت کے مطابق ایک خاص اندازہ ٹھہرا دیا) اس کا یہ قانون تقدیر صرف حیوانات و نباتات ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ کائنات ہستی کی ہر چیز کے لئے ہے ستاروں کا یہ پورا نظام گردش بھی اسی تقدیر کی حد بندیوں پر قائم ہے۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (اور دیکھو سورج کی حرکت۔ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کے لئے ہے جو اس کیلئے ٹھہرا دی گئی ہے اور یہی عزیز و علیم کی تقدیر ہے یعنی اس کا ٹھہرایا ہوا اندازہ ہے۔

(ترجمان القرآن مقدمہ)

دوسرے معنی کی توضیح فرماتے ہوئے حضرت شاہ عبدالقادر تحریر فرماتے ہیں:۔

دنیا میں ہر چیز اسباب سے ہے۔ بعض ظاہر ہیں بعض چھپے۔ اسباب کی تاثیر کا ایک طرح اندازہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہے اُن کی تاثیر اندازہ سے کم یا زیادہ کر دے۔ جب چاہے ویسی ہی رکھے۔ چنانچہ کبھی آدمی تنکے سے مر جاتا ہے۔ گولی سے نہیں مرتا۔ اور

ایک اندازہ ہر چیز کا (ان اسباب کی تاثیر کا بھی) اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے جو ہرگز نہیں بدلتا۔ اندازہ ہی کو تقدیر کہتے ہیں۔ لہٰذا یہ دو تقدیریں ہوئیں۔ ایک بدلتی ہے دوسری نہیں بدلتی جو تقدیر بدلتی ہے اس کو معلق اور جو نہیں بدلتی اس کو مبرم کہتے ہیں۔ (موضح القرآن بتغییر یسیر)
مسئلہ تقدیر کو سمجھنے کیلئے اسقدر توضیح کافی ہے۔ زیادہ کی نہ ضرورت نہ اجازت +

تَقَدَّمَ:۔ وہ آگے ہوا۔ پہلے ہوا۔ تَقَدُّمٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تُقَدِّمُوا:۔ تم آگے بڑھو۔ آگے بھیجو۔ تَقْدِیْم سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب یا مجزوم (بسقوط نون)

تَقَرَّ:۔ وہ ٹھنڈی ہوتی ہے قُرَّۃ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَقْرَءُ:۔ تو پڑھتا ہے۔ قِرَاءَۃ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُقَرِّبُ:۔ وہ نزدیک کرے۔ تَقْرِیْب سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

(لَا) تَقْرَبَا:۔ تم پاس نہ جاؤ۔ قُرْب سے نہی تثنیہ حاضر۔

تَقْرِضُ:۔ وہ کترا جاتی ہے۔ قَرْض سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُقْرِضُوا:۔ تم قرض دو۔ اِقْرَاض سے مضارع جمع مذکر حاضر مجزوم بہ اِن (بسقوط نون)

تُقْسِطُوا:۔ تم انصاف کرو۔ اِقْسَاط سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب بہ اَن (بسقوط نون) (دیکھو قسط)

تُقْسِمُوا:۔ تم قسم کھاؤ۔ اِقْسَام سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب یا مجزوم (بسقوط نون)

تَقْشَعِرُّ:۔ کانپتی ہے۔ اِقْشِعْرَار سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَقْصُرُوا:۔ تم کم کرو۔ قَصْر سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب بہ اَن۔ بسقوط نون

(لَا) تَقْصُصْ:۔ تو بیان نہ کر۔ قَصَص سے نہی واحد مذکر حاضر۔ دیکھو قصص

تَقْضِیْ:۔ تو حکم کرے گا۔ قَضَاء سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ دیکھو قَضَیْنَا

تَقَطَّعَ:۔ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ تَقَطُّع سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَقَطَّعُ:۔ وہ پارہ پارہ ہو جائے۔ تَقَطُّع سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ اصل میں تَتَقَطَّعُ تھا۔ ایک تاء حذف ہو گئی۔

تُقَطَّعُ:۔ اس کو کاٹا جائے۔ تَقْطِیْع سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

تَقَطَّعَتْ: وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ تَقَطُّعٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

تَقَطَّعُوْا: انہوں نے کاٹ دیا۔ تَقَطُّعٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

تَقْطَعُوْنَ: تم کاٹتے ہو۔ یعنی رہزنی کرتے ہو۔ قَطْعٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُقَطِّعُوْا: تم ٹکڑے ٹکڑے کرو۔ تَقْطِیْعٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب بہ اَنْ (بسقوط نون)

تَقَعَ: وہ گر پڑے۔ وُقُوْعٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَقْعُدُ: تو بیٹھے۔ قُعُوْدٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

(لَا) تَقْعُدْ: تو مت بیٹھ۔ قُعُوْدٌ سے نہی واحد مذکر حاضر۔

(لَا) تَقْعُدُوْا: تم مت بیٹھو۔ قُعُوْدٌ سے نہی جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَقْفُ: تو پیچھے نہ پڑ۔ قَفْوٌ سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تُقَلَّبُ: اس کو اوندھا ڈالا جائے گا۔ تَقْلِیْبٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَقَلُّبٌ: الٹنا پلٹنا۔ باب تَفَعُّل سے مصدر۔

تُقْلَبُوْنَ: تم پھیرے جاؤ گے۔ قَلْبٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لِ) تَقُمْ: وہ کھڑی ہو۔ قِیَامٌ سے امر واحد مؤنث غائب۔

(لَا) تَقُمْ: تو کھڑا نہ ہو۔ قِیَامٌ سے نہی واحد مذکر حاضر۔

(لَا) تَقْنَطُوْا: تم ناامید مت ہو۔ قُنُوْطٌ سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَقْوٰی: بچنا۔ پرہیزگاری۔ اسم مصدر ہے اِتِّقَاءٌ سے۔

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں: "تقوٰی کے اصل معنے ہیں: نفس کو خوف کی چیز سے بچانا۔ پھر مجازاً کبھی خوف بول کر تقوٰی اور تقوٰی کہہ کر خوف بھی مراد لے لیا جاتا ہے۔ اصطلاح شرع میں تقوٰی کہتے ہیں۔ گناہ کی بات سے نفس کی حفاظت کو۔ اس کے حاصل کرنے کے لئے ممنوعات شرعیہ کو چھوڑنا ضروری ہے۔ اور اس کی تکمیل کے لئے احتیاطاً بعض مباحات کو بھی ترک کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ وَمَنْ وَقَعَ حَوْلَ الْحِمٰی فَحَقِیْقٌ اَنْ یَقَعَ فِیْهِ (حلال بھی کھلا ہوا ہے اور حرام

بھی (یعنی حرام کے پاس پھٹکنے سے بچنا
بہتر ہے) کیونکہ جو شخص محفوظ چراگاہ کے قریب
اپنے جانور چرائے گا وہ اس میں داخل ہو
سکتا ہے۔ (مفردات راغب)

تَقَوَّلَ :۔ وہ بنا لایا۔ اس نے گھڑ لیا۔ تَقَوُّل
سے۔ ماضی واحد مذکر غائب۔

تَقُوْلُ :۔ وہ کہتی ہے۔ تو کہتا ہے۔ قَوْل سے
مضارع واحد مؤنث غائب (بمعنے اول) اور
واحد مذکر حاضر۔ (بمعنے ثانی)

تَقُوْلُوْنَ :۔ تم کہتے ہو۔ قَوْل سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔

تَقُوْمُ :۔ تو کھڑا ہوتا ہے۔ وہ کھڑی ہوتی ہے
قِیَام سے مضارع واحد مذکر حاضر (بمعنے
اول) اور واحد مؤنث غائب (بمعنے ثانی)

تَقُوْمُوْا :۔ تم کھڑے ہو۔ قِیَام سے مضارع جمع
مذکر حاضر منصوب بہ اَن (بسقوط نون)

تَقْوِیْم :۔ سیدھا کرنا۔ درست کرنا۔ اندازہ
کے ساتھ بنانا۔ باب تفعیل سے مصدر

(لَا) تَقْهَرْ :۔ مت دبا۔ مت ستا۔ قَهْر
سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَقِیْ :۔ وہ بچاتی ہے۔ وَقَایَۃ سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔

تَقِیّ :۔ پرہیزگار۔ متقی۔ صفت مشبہ۔
ج اَتْقِیَاء (دیکھو تَقْوٰی)

تُقِیْمُوْا :۔ تم قائم رکھو۔ اِقَامَۃ سے مضارع جمع
مذکر حاضر منصوب یا مجزوم (بسقوط نون،
(اِنْ) تَکُ :۔ اگر وہ ہو۔ کَوْن سے مضارع
واحد مؤنث غائب مجزوم۔ اصل میں اِنْ
تَکُنْ تھا۔ خلاف قیاس کثرت استعمال
کی وجہ سے نون کو حذف کر دیا۔

(لَمْ) تَکُ :۔ تو نہ تھا۔ کَوْن سے مضارع نفی
جحد بہ لَمْ واحد مذکر حاضر (بسقوط نون)

(لَا) تَکُ :۔ تو نہ ہو۔ کَوْن سے نہی واحد
مذکر حاضر (بسقوط نون)

تَکَاثُر :۔ کثرت پر فخر کرنا۔ زیادہ طلبی۔ باب
تَفَاعُل سے مصدر۔

تَکَادُ :۔ وہ قریب ہے۔ کَوْد سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔

تُکَبِّرُوْا :۔ تم بڑائی بیان کرو۔ تَکْبِیْر سے
مضارع جمع مذکر حاضر منصوب۔

تَکْبِیْر :۔ بڑائی بیان کرنا۔ عظمت کا اقرار کرنا۔
تعظیم کرنا۔ تکبیر کہنا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تُکْتَبُ :۔ وہ لکھی جائے گی۔ کِتَابَۃ سے
مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

تَکْتُبُوْا :۔ تم لکھو۔ کِتَابَۃ سے مضارع جمع
مذکر حاضر منصوب (بہ اَن)

(لَا) تَکۡتُمُوْا :۔ تم مت چھپاؤ۔ کِتمان سے نہی جمع مذکر حاضر۔
تَکۡتُمُوۡنَ :۔ تم چھپاتے ہو۔ کِتمان سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تُکَذِّبَانِ :۔ تم جھٹلاتے ہو۔ تَکۡذِیب سے مضارع تثنیہ مذکر حاضر۔
تُکۡرِمُوۡنَ :۔ تم عزت کرتے ہو۔ اِکۡرَام سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تُکۡرِہُ :۔ تو زبردستی کرتا ہے۔ اِکۡرَاہ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔
(لَا) تُکۡرِھُوا :۔ تم جبر مت کرو۔ اِکۡرَاہ سے نہی جمع مذکر حاضر۔
تَکۡرَھُوۡا :۔ تم برا جانو۔ کَرَاھَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب بہ اَن (بسقوط نون)
تَکۡسِبُ :۔ وہ کماتی ہے۔ کَسۡب سے مضارع واحد مؤنث غائب۔
تَکۡسِبُوۡنَ :۔ تم کماتے ہو۔ کَسۡب سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
(لَا) تَکۡفُرۡ :۔ تو کافر نہ بن۔ کُفۡر سے نہی واحد مذکر حاضر۔ دیکھو اَکۡفُرۡ
تَکۡفُرُوۡنَ :۔ تم کفر کرتے ہو۔ منکر کرتے ہو۔ کُفۡر سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
(لَا) تُکَلَّفُ :۔ تو ذمہ دار قرار نہیں دیا جاتا۔ ذمہ دار قرار نہیں دیجاتی۔ تَکۡلِیف سے مضارع مجہول منفی واحد مذکر حاضر (بمعنے اوّل) اور واحد مؤنث غائب (بمعنی ثانی)
تَکَلَّمُ :۔ تو باتیں کرتا ہے۔ تَکَلُّم سے مضارع واحد مذکر حاضر۔
تَکَلَّمُ :۔ بات کرے گی۔ تَکَلُّم سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ اصل میں تَتَکَلَّمُ تھا ایک تاء حذف ہو گئی۔
(لَا) تُکَلِّمُوْا :۔ تم بات مت کرو۔ تَکۡلِیم سے نہی جمع مذکر حاضر۔
تَکۡلِیۡم :۔ بات کرنا۔ باب تفعیل سے مصدر۔
تُکۡمِلُوا :۔ تم پورا کرو۔ اِکۡمَال سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب۔
تُکِنُّ :۔ وہ چھپاتی ہے۔ اِکۡنَان سے مضارع واحد مؤنث غائب۔
تَکُنۡ :۔ وہ ہووے۔ کَوۡن سے مضارع واحد مؤنث غائب مجزوم۔
تَکۡنِزُوۡنَ :۔ تم گاڑتے ہو۔ ذخیرہ جمع کرتے ہو کَنۡز سے مضارع جمع مذکر حاضر (دیکھو کَنۡز)
تُکۡوٰی :۔ داغ دیا جائے گا۔ کَیّ سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔
تَکُوۡنُ :۔ تو ہوگا۔ وہ ہو گی۔ کَوۡن سے مضارع واحد مذکر حاضر (بمعنے اوّل) اور واحد مؤنث

غائب (بمعنٰے ثانی)
تَکُونَا: تم ہو جاؤ گے۔ کَوْن سے مضارع تثنیہ حاضر منصوب (بسقوط نون)
(لَا) تَکُوْنُوْا: تم مت ہو جاؤ۔ مت بنو۔ کَوْن سے نہی جمع مذکر حاضر۔
تَکُوْنُوْا: تم بنو۔ تم ہو۔ کَوْن سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب (بسقوط نون)
تَکُوْنُوْنَ: تم ہو گے۔ کَوْن سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تَلَّ: اس نے بچھاڑا۔ تَلّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔
تَلَا: وہ پیچھے ہوا۔ تُلُوّ سے ماضی واحد مذکر غائب
تِلَاوَۃ: تلاوت کرنا۔ پیروی کی نیت سے پڑھنا۔ مصدر باب نصر سے۔
تِلَاوَۃ کے لغوی معنی ہیں۔ کسی کی پیروی کرنا اصطلاح میں تلاوۃ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کتابوں کی پیروی کرنا۔ قراۃ (پڑھنے) کے ذریعہ ہو یا ان کے مضامین کو اپنے صفحۂ دل پر نقش کرنے کے ذریعہ بہرحال قرأۃ عام ہے اور تلاوۃ خاص تلاوۃ اسی قرأۃ کو کہتے ہیں جو کتب مقدسہ کی ہو اور غرض اتباع ہو یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ (وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ تلاوت کا حق ہے) میں مراد کامل پیروی ہے۔ جو علم اور عمل دونوں صورتوں میں ہو اور وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیَاطِیْنُ (اور انہوں نے پیروی کی اُن کتابوں کی جو شیاطین تلاوۃ کرتے تھے) میں کتب سحر وغیرہ کے لئے جو تلاوۃ استعمال کیا گیا ہے تو مراد یہ ہے کہ وہ شیاطین ان کتابوں کو اس انداز اور یہ سمجھ کر پڑھتے تھے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔
جب تلاوۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو نازل کرنا مراد ہوتی ہے چنانچہ فرمایا گیا۔ ذٰلِکَ نَتْلُوْہُ عَلَیْکَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّکْرِ الْحَکِیْمِ (یہ ہم تم پر آیات اور حکمت بھرا ذکر اتار رہے ہیں)۔
(مفردات بتصرف)
تَلَبُّث: ٹھیرنا۔ توقف کرنا۔ باب تفعّل سے مصدر۔
تَلَبَّثُوْا: وہ ٹھہرے۔ انہوں نے توقف کیا۔ تَلَبُّث سے ماضی جمع مذکر غائب۔
تَلْبَسُوْنَ: تم پہنتے ہو۔ لُبْس سے مضارع جمع مذکر حاضر۔
تَلْبِسُوْنَ: تم ملاتے ہو۔ مخلوط کرتے ہو۔ لَبْس سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لا) تَبْتَئِسُوْا: مت غمگین ہو۔ مت ملول ہو۔ بُؤس سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَلَذُّ: لذت پائے گی۔ لَذَاذَۃ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَلَظّٰی: وہ شعلہ زن ہے بھڑکتی ہے۔ تَلَظِّیْ سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اصل میں تَتَلَظّٰی تھا ایک تا حذف ہوگئی۔

تَلْفِتُ: تو پھیر دے۔ لَفْت سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَلْفَحُ: وہ جلائے گی۔ جھلسے گی۔ لَفْح سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تِلْقَاءَ: طرف۔ سمت۔ اصل میں یہ ملاقات کرنے کے معنیٰ میں مصدر ہے پھر معنے ظرف بھی مستعمل ہونے لگا۔

تُلْقٰی: تو ڈالا جائے گا۔ اِلْقَاء سے مضارع مجہول واحد مذکر حاضر۔

تَلَقّٰی: سیکھا۔ حاصل کیا۔ تَلَقِّیْ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تُلَقّٰی: تجھے سکھایا جاتا ہے۔ تَلْقِیَۃ سے مضارع مجہول واحد مذکر حاضر۔

تَلْقَفُ: وہ نگلتی ہے۔ لَقْف سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

(لا) تُلْقُوْا: تم مت ڈالو۔ اِلْقَاء سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تُلْقُوْنَ: تم پیغام بھیجتے ہو۔ ڈالتے ہو۔ اِلْقَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَلَقَّوْنَ: تم لیتے ہو۔ تَلَقِّیْ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَتَلَقَّوْنَ تھا۔ ایک تاء حذف ہوگئی۔

تُلْقِیْ: تو ڈالے گا۔ اِلْقَاء سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُلْقٰی: تو ڈالا جائے۔ اِلْقَاء سے مضارع مجہول واحد مذکر حاضر۔

تِلْكَ: وہ۔ یہ (اسم اشارہ مفرد مؤنث بعید کے لئے)

تِلْكُمَا تِلْكُمُ: وہ۔ یہ۔ اسم اشارہ برائے مفرد مؤنث۔ واضح رہے کہ یہ ضمیر متصل معنیٰ میں اثر انداز نہیں ہوتی بلکہ صرف خطاب کے لئے آتی ہے مثلاً دو آدمیوں سے خطاب کرتے ہوئے۔ یہ میرا قول ہے کہو تو اس کی عربی۔ ذٰلِكَ قَوْلِیْ کے علاوہ ذٰلِكُمَا قَوْلِیْ بھی ہوگی۔ اور اگر کئی مخاطب ہوں تو۔ ذٰلِكُمْ قَوْلِیْ کہا جائے گا۔ اور اس ضمیر سے اشارہ کے واحد یا تثنیہ یا جمع ہونے پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔

(لَا) تَلْمِزُوْا: مت عیب لگاؤ۔ لَمْزٌ سے نہی
جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَلُوْتُ: میں نہ پڑھتا۔ تِلَاوَةٌ سے نفی
ماضی واحد متکلم۔ (دیکھو تِلَاوَة)

(لَا) تَلُوْمُوْا: مت ملامت کرو۔ لَوْمٌ سے
نہی جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَلُوْوُنَ: تم نہیں مڑتے۔ لَیٌّ سے مضارع
منفی جمع مذکر حاضر۔

تَلَهّٰى: تو غفلت کرتا ہے (بصلہ عن) تَلَهِّي
سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ اصل میں یہ
تَتَلَهّٰى تھا۔ ایک تا حذف ہو گئی۔

(لَا) تُلْهِيْ: غافل نہیں کرتی۔ اِلْهَاء سے مضارع
منفی واحد مؤنث غائب۔

تُلِيَتْ: تلاوت کی گئی۔ تِلَاوَةٌ سے ماضی
مجہول واحد مؤنث غائب۔

تَلِيْنُ: نرم ہو جاتی ہے۔ لِيْنٌ سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔

تَمَّتْ: وہ پورا ہوا۔ تمام ہوا۔ تَمَامٌ سے ماضی
واحد مؤنث غائب۔

تَمَاثِيْل: مورتیں۔ مجسمے۔ تصویریں۔ واحد
تِمْثَال۔ یہ لفظ ایک جگہ حضرت ابراہیم
کی قوم کے تذکرہ میں آیا ہے مَا هٰذِهِ
التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ
(یہ مورتیاں کیا ہیں جن کے آگے تم جھکے
بیٹھے ہو) یہاں وہ بت مراد ہیں جن کے آگے
وہ سربسجود ہوتے تھے۔

دوسری جگہ حضرت سلیمان کے تذکرہ میں
استعمال ہوا ہے يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاءُ
مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ (یعنی
جن ان کے واسطے جو وہ چاہتے محرابیں
تصویریں بڑے بڑے لگن بناتے)

یہاں وہ تصویریں مراد ہیں جن میں انبیاء
و ملائکہ علیہم السلام کو بحالت عبادت دکھایا
جاتا تھا۔ تاکہ دیکھنے والے ان سے متاثر
ہوں اور ان کی تقلید کریں۔ یا وہ تصویریں
مراد ہیں جو اظہار شوکت و زینت کے
لئے بنائی جاتی ہیں۔ چنانچہ بیان کیا گیا
ہے حضرت سلیمان کے تخت شاہی کے
نچلے حصہ میں دو شیر بنائے گئے تھے اور
اوپر کے حصہ میں دو کرگس۔ جب حضرت
سلیمان تخت پر چڑھنے کا ارادہ کرتے تو یہ
شیر اپنے بازوؤں کو پھیلا دیتے۔ تاکہ ان پر
پاؤں رکھ کر چڑھ جائیں۔ اور جب بیٹھ جاتے
تو کرگس اپنے پروں کو پھیلا دیتے۔ تاکہ
سایہ ہو جائے۔ (بیضاوی)[1]

واضح رہے کہ عقل انسانی ابتدائی مدارج

[1] دونوں تفسیریں ممکن ہیں وہ تو بے جان چیزوں کی تصویریں تھیں جیسے درخت پہاڑ وغیرہ۔ ۱۲ منہ۔

ہیں اس درجہ کامل نہ ہوئی تھی۔ کہ وہ تشبیہ و تمثیل سے بالکل بے نیاز ہو جاتی اسی لئے پرانے نبیوں کے زمانے میں ایسی تصویریں اور مجسمے بنانے کی اجازت تھی جو شرک سے خالی ہوں۔

(لا) تُمَارِ :- تو جھگڑا نہ کر۔ مُمَارَاۃ۔ مِرَاء سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَمَارَوْا :- انہوں نے جھگڑا کیا۔ تَمَارِی سے ماضی جمع مذکر غائب۔

تُمَارُوْنَ :- تم جھگڑتے ہو۔ مِرَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَمَام :- پورا کرنا۔ پورا ہونا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

تَمَّتْ :- پوری ہوئی۔ تَمَام سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

تَمْتَرُوْنَ :- تم تردد کرتے ہو شک کرتے ہو اِمْتِرَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَمَتَّعَ :- اس نے فائدہ اٹھایا۔ تَمَتُّع سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَمَتَّعْ :- تو فائدہ اٹھا۔ تَمَتُّع سے امر واحد مذکر حاضر۔

تَمَتَّعُوْا :- تم فائدہ اٹھاؤ۔ تَمَتُّع سے امر جمع مذکر حاضر۔

تُمَتَّعُوْنَ :- تم کو فائدہ دیا جائے گا۔ تَمْتِیْع سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

تَمَثَّلَ :- اس نے صورت پکڑی۔ تَمَثُّل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

(لا) تَمُدَّنَّ :- تو ہرگز مت پھیلا۔ مَدّ سے نہی واحد مذکر حاضر۔ مؤکد بہ نون ثقیلہ۔

تُمِدُّوْنَ :- تم مدد کرو گے۔ اِمْدَاد سے مضارع مذکر حاضر۔

تَمُرُّ :- وہ چلتی ہے۔ مُرُوْر سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَمْرَحُوْنَ :- تم اتراتے ہو۔ مَرَح سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَمُرُّوْنَ :- تم گزرتے ہو۔ مُرُوْر سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَمَسُّ :- وہ چھوئے۔ مَسّ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

(لَنْ) تَمَسَّ :- ہرگز نہ چھوئے گی۔ مَسّ سے مضارع منفی بہ لَنْ واحد مؤنث غائب۔

تَمْسَسْ :- وہ چھوئے۔ مَسّ سے مضارع واحد مؤنث غائب مجزوم۔

(لا) تُمْسِكُوْا :- مت روکو۔ اِمْسَاك سے نہی جمع مذکر حاضر۔

(لا) تَمَسُّوْا :- تم مت چھوؤ۔ مَسّ سے نہی

جمع مذکر حاضر۔

تُمْسُوْنَ:۔ تم شام کرتے ہو۔ اِمْسَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَمْشُوْنَ:۔ تم چلتے ہو۔ مَشْی سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَمْشِیْ:۔ وہ چلتی ہے۔ مَشْی سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَمْکُرُوْنَ:۔ تم مکر کرتے ہو۔ مَکْر سے مضارع جمع مذکر حاضر (دیکھو مَاکِرِیْنَ)

تَمْلِكُ:۔ تم مالک ہو۔ وہ مالک ہے۔ وہ حکومت کرتی ہے۔ مِلْك سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ (بمعنے اول) اور واحد مؤنث غائب (بمعنے ثانی)

تَمْلِکُوْنَ:۔ تم مالک ہوگے۔ مِلْك سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُمْلٰی:۔ وہ لکھوائی جاتی ہے۔ اِمْلَاء سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُمْنٰی:۔ وہ ٹپکائی جاتی ہے۔ مَنْی سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔

تَمَنّٰی:۔ اس نے تمنا کی۔ تَمَنِّیْ سے ماضی واحد مذکر غائب۔ دیکھو یَنْسَخُ۔

تَمْنَعُ:۔ وہ ان کو منع کرتی ہے۔ مَنْع سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

(لَا) تَمْنُنْ:۔ تو احسان نہ کر۔ احسان نہ جتا۔ مَنّ سے نہی واحد مذکر حاضر۔

(لَا) تَمُنُّوْا:۔ تم احسان مت جتلاؤ۔ مَنّ سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَمَنَّوْا:۔ تم تمنا کرو۔ تَمَنِّیْ سے امر جمع مذکر حاضر۔

تُمْنُوْنَ:۔ تم منی ٹپکاتے ہو۔ اِمْنَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَمُوْتُ:۔ وہ مرتی ہے۔ مَوْت سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَمُوْتُوْنَ:۔ تم مروگے۔ مَوْت سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَمُوْرُ:۔ وہ کانپتی ہے پھٹتی ہے۔ پھٹ جائے گی۔ مَوْر سے مضارع واحد مؤنث غائب

تَمْہِیْد:۔ تیار کرنا۔ ہموار کرنا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تَمِیْدَ:۔ وہ جھکے۔ وہ ہلے۔ مَیْد سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَمَیَّزُ:۔ وہ پھٹ پڑے۔ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے تَمَیُّز سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ اصل میں تَتَمَیَّزُ تھا۔ ایک تاء حذف ہو گئی۔

(لَا) تَمِیْلُوْا:۔ تم مت جھک پڑو۔ مَیْل سے نہی جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَنَابَزُوْا:۔ مت پکارو۔ (برے لقب سے) تَنَابُز سے نہی جمع مذکر حاضر۔ قرآن

ئی ہے لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ یعنی ایک دوسرے
کو بُرے ناموں سے نہ پکارو۔ یہ اس طرح
کہ کسی کو "لنگڑا" یا "کانا" کہہ کر پکارا جائے
گرچہ وہ فی نفسہ ایسا ہو۔ کیونکہ یہ تلقیب دل
آزاری کے پہلو سے خالی نہیں۔ اور مومن کی
دل آزاری کسی حال میں جائز نہیں۔

تَنَاجَوْا: تم سرگوشی کرو۔ تَنَاجِی سے امر جمع
مذکر حاضر۔ دیکھو نجویٰ۔

تَنَاجَیْتُمْ: تم نے کان میں بات کہی۔ تَنَاجِی
سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

تَنَادِ: پکارنا۔ فریاد کرنا۔ باب تفاعل
سے مصدر۔

تَنَادَوْا: انہوں نے پکارا۔ تَنَادِی سے
ماضی جمع مذکر حاضر۔

تَنَازَعْتُمْ: تم نے جھگڑا کیا۔ تَنَازُع سے
ماضی جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَنَازَعُوْا: تم باہم جھگڑا مت کرو۔
تَنَازُع سے نہی جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَنَاصَرُوْنَ: تم ایک دوسرے کی مدد
نہیں کرتے۔ تَنَاصُر سے مضارع جمع مذکر
حاضر۔ اصل میں تَتَنَاصَرُوْنَ تھا ایک
تاء کو حذف کر دیا گیا۔

تَنَالُ: وہ پڑتی ہے۔ نَیْل سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔

(لَنْ) تَنَالُوْا: تم ہرگز نہ پاؤگے۔ نَیْل سے
مضارع جمع مذکر حاضر نفی مستقبل بہ لَنْ۔

تَنَاوُش: لینا۔ باب تفاعل سے مصدر۔

تَنْهَوْنَ: تم منع کرتے ہو۔ روکتے ہو نَھْی سے
مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُنَبِّئُ: تو جتائے گا۔ خبردار کرے گا تَنْبِئَة
سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُنَبِّئُوْنَ: تم جتاتے ہو۔ تَنْبِئَة سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔

تَنْبُتُ: وہ اگتی ہے (بلا صلہ)، وہ اگاتی
ہے (بصلہ باء) نَبَات سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔

تُنْبِتُ: وہ اگاتی ہے۔ اِنْبَات سے مضارع
واحد مؤنث غائب۔

تُنْبِتُوْنَ: تم اگاتے ہو۔ اِنْبَات سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔

تَنْتَشِرُوْنَ: تم پھیلتے ہو۔ اِنْتِشَار سے
مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَنْتَصِرَانِ: تم بدلہ لوگے۔ اِنْتِصَار سے
مضارع تثنیہ مذکر حاضر۔

(لَمْ) تَنْتَهِ: تو باز نہ آیا۔ اِنْتِهَاء سے
مضارع نفی جحد واحد مذکر حاضر۔

تَنْتَهُوْا: تم باز آجاؤ۔ اِنْتِهَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لَمْ) تَنْتَهُوْا: تم باز نہیں آئے۔ اِنْتِہا سے مضارع نفی جحد جمع مذکر حاضر۔

تُنْجِیْ: وہ نجات دے۔ اِنْجَاء سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَنْحِتُوْنَ: تم تراشتے ہو۔ نَحْت سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُنْذِرُ: تو ڈراتا ہے۔ اِنْذَار سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَنْزِعُ: تو چھین لیتا ہے۔ نَزْع سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَنَزَّلُ: وہ اترتی ہے۔ تَنَزُّل سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُنَزِّلُ: تو اتارتا ہے۔ تَنْزِیْل سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَنَزَّلَتْ: وہ اتری۔ تَنَزُّل سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

تَنْزِیْل: (تھوڑا تھوڑا کرکے) اتارنا۔ باب تفعیل سے مصدر۔ اِنْزَال مطلق اتارنے کے معنے میں آتا ہے۔ اور تَنْزِیْل کے معنے ہیں تھوڑا تھوڑا کرکے اتارنا۔ اسی لئے آیت کریمہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (یقیناً ہم نے ہی اس کتاب نصیحت کو نازل فرمایا ہے۔ اور ہم ہی بلا شبہ اس کی حفاظت کرنیوالے ہیں) میں ذِکر سے مراد صرف قرآن کریم ہے نہ کہ دوسری کوئی آسمانی کتاب کیونکہ قرآن کریم ہی وہ مخصوص کتاب ہے جو ۲۳ سال کے عرصہ میں حسب مصلحت ضرورت تھوڑی تھوڑی کرکے نازل کیگئی۔ اور باقی کتابیں یکدفعہ نازل ہوئی ہیں۔

(لاَ) تَنْسَ: تو نہ بھول۔ نِسْیَان سے نہی واحد مذکر حاضر (دیکھو نَسِیَ)

(لاَ) تَنْسَوُا: تم نہ بھولو۔ نِسْیَان سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَنْسٰی: تو بھولتا ہے۔ تو بھولے گا۔ نِسْیَان سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُنْسٰی: تو بھلا دیا جائے گا۔ اِنْسَاء سے مضارع مجہول واحد مذکر حاضر۔

تَنْسَوْنَ: تم بھولتے ہو۔ نِسْیَان سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَنْشَقُّ: پھٹ جائے گی۔ اِنْشِقَاق سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَنْصُرُنَّ: تم ضرور مدد کروگے۔ اصل لفظ لَتَنْصُرُنَّ ہے نَصْر سے مضارع جمع مذکر حاضر مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

تَنْصُرُوْا :- تم مدد کرو۔ نَصْر سے مضارع جمع مذکر حاضر مجزوم بہ اِن۔

(لَا) تَنْصُرُوْا :- تم مدد نہ کرو۔ نَصْر سے مضارع منفی جمع مذکر حاضر مجزوم بہ اِن

تُنْصَرُوْنَ :- تمہاری مدد کی جائے۔ نَصْر سے مضارع مجہول مذکر حاضر۔

تَنْطِقُوْنَ :- تم بولتے ہو۔ نُطْق سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَنْظُرُ :- وہ دیکھے۔ وہ دیکھ لے۔ نَظَر سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَنْظُرُوْنَ :- تم دیکھتے ہو۔ نَظَر سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُنْظِرُوْنَ :- تم مجھے ڈھیل دو۔ مجھے مہلت دو۔ اِنْظَار سے مضارع جمع مذکر حاضر مجزوم یا منصوب بنون وقایہ (بحذف یائے متکلم)

تَنْفُخُ :- تو پھونک مارتا ہے۔ نَفْخ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَنْفَدَ :- ختم ہو جائے۔ نَفَاد سے مضارع واحد مؤنث غائب منصوب بہ اَن۔

تَنْفُذُوْا :- تم نکل جاؤ۔ تم نکل بھاگو۔ نُفُوْذ سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب بہ اَن (بسقوط نون)

(لَا) تَنْفُذُوْا :- تم نہ نکلو گے۔ نُفُوْذ سے مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَنْفِرُوْا :- تم کوچ مت کرو۔ نَفَار سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَنَفَّسَ :- اس نے سانس لیا۔ تَنَفُّس سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَنْفَعُ :- وہ نفع کرے گی۔ نفع دے گی۔ نَفْع سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُنْفِقُوْنَ :- تم خرچ کرتے ہو۔ اِنْفَاق سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُنْقِذُ :- تو نجات دے گا۔ اِنْقَاذ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَنْقُصُ :- وہ گھٹاتی ہے۔ نَقْص سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

(لَا) تَنْقُصُوْا :- تم مت گھٹاؤ۔ نَقْص سے نہی جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَنْقُضُوْا :- تم مت توڑو۔ نَقْض سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَنْقَلِبُوْا :- تم پھر جاتے ہو۔ تم پلٹ جاؤ گے۔ اِنْقِلَاب سے مضارع جمع مذکر حاضر مجزوم یا منصوب۔

تَنْقِمُ :- تو برا سمجھتا ہے۔ عداوت رکھتا ہے۔ انکار کرتا ہے۔ نَقْم سے مضارع واحد مذکر حاضر

تَنْقِمُوْنَ :- تم بیر رکھتے ہو۔ برا سمجھتے ہو۔ نَقْم سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَنْكِحَ :- وہ نکاح کرے۔ وطی کرے۔ نِکَاح سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

(لَا) تَنْكِحُوْا :- تم نکاح مت کرو۔ نِکَاح سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَنْكِحُوْا :- تم نکاح میں دو۔ اِنْکَاح سے مضارع جمع مذکر حاضر مجزوم۔

تُنْكِرُوْنَ :- تم انکار کرتے ہو۔ اِنْکَار سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَنْكِصُوْنَ :- تم پھرتے ہو۔ لوٹتے ہو۔ نُکُوص سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَنْكِيْل :- عذاب دینا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تَنُوْءُ :- جھکا دیتی ہے (بصلہ باء) نَوْء سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ اصل میں نَوْء لازم ہے صلہ باء کی وجہ سے متعدی ہو گیا ہے۔

تَنُّوْر :- نان پکانے کا چولہا۔ قرآن کریم میں حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ طوفان کے ذکر میں ہے۔ حَتّٰی اِذَا جَاءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ (یہاں تک کہ ہمارا حکم پہنچا اور تنور نے جوش مارا) علامہ عثمانی اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :- تنور کے معنے میں اختلاف ہے بعض مطلق روٹی پکانے کا تنور مراد لیتے ہیں۔ گویا جب اتنا پانی برسا کہ چولہے تک پانی سے محفوظ نہ رہ سکے) بعض کہتے ہیں کہ ایک تنور حضرت حوا سے منتقل ہوتے ہوتے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس پہنچا تھا۔ وہ ان کے گھر میں طوفان کا نشان ٹھیرایا گیا تھا۔ بعض کے نزدیک تنور کوئی خاص چشمہ کوفہ یا جزیرہ میں تھا۔ بعض نے دعویٰ کیا ہے کہ تنور صبح کے اجالے اور روشنی کو کہا گیا ہے۔ یعنی جب صبح کی روشنی خوب چمکنے لگے۔ ابو حیان کہتے ہیں کہ فَارَ التَّنُّوْرُ ممکن ہے ظہور عذاب اور شدت ہول سے کنایہ ہو۔ ابن عباس رض سے منقول ہے کہ تنور کے معنے سطح ارض کے ہیں۔ (یعنی سطح زمین سے پانی چشموں کی طرح ابلنے لگا۔ ہم نے اوپر جو تفسیر کی مقدم اسی معنے کو رکھا ہے۔ حافظ ابن کثیر یہی تفسیر لکھنے کے بعد فرماتے ہیں یہی قول جمہور سلف و علماء خلف کا ہے" علامہ رشید رضا مصری لکھتے ہیں :- فَارَ التَّنُّوْرُ سے غضب خداوندی کا بھڑک اٹھنا مراد ہے۔ جیسے حمی الوطیس سے معرکۂ جنگ کا گرم ہونا۔ اس کی تفصیل میں مفسرین نے متعدد قول نقل کئے ہیں جن میں سے اکثر اسرائیلیات سے ماخوذ ہیں۔ ان میں اقرب یہ قول ہے۔ فَارَ التَّنُّوْرُ سے صبح کے اجالے کا پھیلنا

مراد ہے۔ یہ قول حضرت علیؓ کی طرف منسوب ہے۔
(تفسیر المنار ج ۱۲)

(لَا) تَنْهَرْ:۔ تو مت جھڑک۔ مت ڈانٹ۔
نَهْرٌ سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَنْهَوْنَ:۔ تم منع کرتے ہو۔ نَهْیٌ سے مضارع
جمع مذکر حاضر۔

تُنْهَوْنَ:۔ تمہیں منع کیا جاتا ہے۔ نَهْیٌ سے
مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

تَنْهٰی:۔ وہ روکتی ہے۔ نَهْیٌ سے مضارع واحد
مؤنث غائب۔

(لا) تَنِيَا:۔ تم سستی مت کرو۔ وَنْیٌ سے
نہی تثنیہ حاضر۔

تَوَّاب:۔ توبہ قبول کرنے والا۔ بہت توبہ کرنے
والا۔ تَوْبَةٌ سے مبالغہ واحد پہلے معنے میں
خداوند تعالیٰ کی صفت ہے اور دوسرے
معنٰی میں بندہ کی۔ (دیکھو تَوْبَةٌ)

تَوَّابِيْنَ:۔ بہت توبہ کرنے والے۔ تَوَّاب
کی جمع بحالت نصبی۔

(لا) تُؤَاخِذْ:۔ تو مت پکڑ۔ گرفت نہ کر۔
مُؤَاخَذَةٌ سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَوَارَتْ:۔ وہ چھپ گئی۔ تَوَارِیٌ سے ماضی
واحد مؤنث غائب۔

تَوَاصَوْا:۔ انہوں نے باہم وصیت کی۔ تَوَاصِیٌ
سے ماضی جمع مذکر غائب۔

تَوَاعَدْتُمْ:۔ تم نے باہم وعدہ کیا۔ تَوَاعُدٌ
سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تُوَاعِدُوْا:۔ تم وعدہ نہ کرو۔ مُوَاعَدَةٌ
سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَوْب:۔ توبہ باب نَصَرَ سے مصدر۔ اس کے
اصل معنے رجوع کرنا اور لوٹنا ہیں۔

تَوْبَةٌ:۔ گناہ سے باز آنا۔ توبہ کرنا۔ توبہ
علامہ راغب اصفہانی مفردات میں توبہ
کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔
توبہ کہتے ہیں۔ گناہ کو مناسب ترین طریقہ
پر چھوڑ دینے کو۔ اور وہ معذرت کی مقبول
ترین صورت ہے۔ کیونکہ معذرت کی تین
صورتیں ہو سکتی ہیں۔
(۱) گنہ گار جھوٹ بول کر گناہ کا انکار کرے
(۲) یا اپنے گناہ کی توجیہات بیان کرے
جو "عذر گناہ بدتر از گناہ" کا مصداق ہوں۔
(۳) یا صاف بیانی کے ساتھ اپنے گناہ کا
اقرار کرے۔ اپنی غلطی کا اعتراف کرے اور
آئندہ کے لئے مکمل احتراز کا عہد کرے۔
یہی تیسری صورت توبہ کہلاتی ہے اصطلاح
شریعت میں توبہ کی تعریف یہ ہے کہ۔ گناہ
کو برا سمجھ کر چھوڑ دیا جائے جو کچھ ہو چکا ہے

بِن پر شرمندگی کا اظہار کیا جائے اور آئندہ کیلئے عزم بالجزم کیا جائے کہ پھر گناہ کی طرف مائل نہ ہوگا۔ اور سابقہ گناہوں کی تلافی کرے گا۔

(مفردات امام راغب)

تُوْبُوْا: تم توبہ کرو۔ تَوْبَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تُؤْتُوْا: تم مت دو۔ اِیْتَاء سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تُؤْتُوْا: تم دو۔ اِیْتَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب بہ حتّٰی (بسقوط نون)

تُؤْتُوْنَ: تم ان کو دیتے ہو۔ اِیْتَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُؤْتِیْ: تو دیتا ہے۔ تو دے گا۔ وہ دے گی۔ اِیْتَاء سے مضارع واحد مذکر حاضر (پہلے دو معنے میں) اور واحد مؤنث غائب۔ (آخری معنے میں)

تُؤْثِرُوْنَ: تم اختیار کرتے ہو۔ ترجیح دیتے ہو۔ اِیْثَار سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

(لَا) تَوْجَلْ: تو مت ڈر۔ وَجَل سے نہی واحد مذکر حاضر۔

تَوَجَّہَ: اس نے رخ کیا۔ وہ متوجہ ہوا۔ تَوَجُّہ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَوَدُّ: وہ چاہے گی۔ وُدّ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُؤَدُّوْا: تم ادا کرو۔ تم پہنچا دو۔ تَادِیَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب بہ اَن (بسقوط نون)

تَوَدُّوْنَ: تم چاہتے ہو۔ وُدّ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُؤْذُوْنَ: تم ستاتے ہو۔ دکھ دیتے ہو۔ اِیْذَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُوْرُوْنَ: تم سلگاتے ہو۔ روشن کرتے ہو۔ اِیْرَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَوْرٰىۃ: وہ کتاب جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام پر اُتاری گئی۔ اس کا مادہ امام راغبؒ کے بقول وَرْی ہے جس کے معنے آگ روشن کرنا ہیں۔ چونکہ اس کتاب نے بنی اسرائیل کو گمراہی کے اندھیرے سے نکال کر ہدایت کی روشنی دکھائی تھی اس لئے اس کو توراۃ کہا گیا۔

مگر بیضاویؒ لکھتے ہیں کہ یہ تکلف ہے توراۃ اور انجیل دونوں عجمی نام ہیں۔

تَؤُزُّ: وہ اُبھارتی ہے۔ اَزّ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تُوَسْوِسُ: وسوسہ ڈالتی ہے۔ وَسْوَسَۃ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ وَسْوَسَہ

کہتے ہیں برے خیال کو جو دل میں آئے صحیحین کی ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ میری امت سے حدیث نفس کو معاف فرما دیا گیا ہے تو وہاں حدیث نفس سے وَسْوَسَہ ہی مراد ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے کہ واردات قلب کی چار قسمیں ہیں مثلاً یوں سمجھو کہ تم بازار میں سے گذر رہے ہو۔ یکایک تمہیں کسی وجہ سے خیال آئے کہ کوئی عورت تمہارے پیچھے آ رہی ہے۔ اگر منہ پھیر کر دیکھو تو دیکھ سکتے ہو اسے حدیث نفس کہتے ہیں۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ تمہارے دل میں اسے دیکھنے کا شوق پیدا ہو تو اسے میل طبع کہتے ہیں تیسرا درجہ یہ ہے کہ دل حکم کرے کہ دیکھنا چاہیئے اور اطمینان دلائے کہ اسمیں کوئی نقصان نہ ہوگا اسے حکم دل کہتے ہیں چوتھا درجہ یہ ہے کہ تم پختہ ارادہ دیکھنے کا کرلو۔ اسے عزم کہیں گے پہلے دو درجے معاف ہیں ان پر مواخذہ نہ ہوگا۔ کیونکہ ان میں انسان کے اختیار کو دخل نہیں اسی لئے سورۂ ناس میں اس وسوسہ کو شیاطین کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ البتہ آخری دو درجوں پر مواخذہ ہو سکتا ہے گرچہ وہ عمل میں نہ آئے (کیمیائے سعادت)

(تفصیل مزید کے لئے دیکھو وَسْوَسَہ)

تُوْصُوْنَ: تم وصیت کرتے ہو۔ اِیْصَاءٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَوْصِیَة: وصیت کرنا۔ باب تفعیل کا مصدر وَصِیَّہ: کہتے ہیں "کار خیر کی نصیحت" کو اصطلاح میں مرنے والا مرنے کے قریب پس ماندگان کو جو کچھ نصیحت یا ہدایت کرتا ہے۔ اُسے وصیت کہتے ہیں۔ اگر یہ وصیت اس کے مال سے متعلق ہے۔ تو ایک تہائی ترکہ سے زائد میں جاری نہ ہوگی کیونکہ قرآن کریم میں وَصِیَّۃ کے ساتھ غَیْرَ مُضَآرٍّ یعنی ضرر کی قید لگائی گئی ہے اور ایک تہائی سے زائد میں وارثوں کا ضرر ہے نیز حدیث سعد میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَلثُّلُثُ کَثِیْرٌ تہائی بہت ہے۔ قرآن کریم میں وَصِیَّۃ کا استعمال لغوی اور اصطلاحی دونوں معنوں میں ہوا ہے چنانچہ فرمایا تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ اور انہوں نے ایک دوسرے کو سچائی اور صبر کی نصیحت کی۔

تُوْعَدُوْنَ: تم ڈراتے ہو۔ اِیْعَادٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُوْعَدُوْنَ : تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ تمہیں ڈرایا جاتا ہے۔ وَعْد سے بمعنے اول، اور اِیْعَاد سے (بمعنے ثانی) مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

تُوْعَظُوْنَ : تمہیں نصیحت کی جاتی ہے وَعْظ سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر (دیکھو تَعِظُوْن)

تَوَفَّ : تو اٹھا لے۔ تو قبض کر لے۔ تَوَفِّي سے امر واحد مذکر حاضر۔

تُوَفّٰى : پورا دیا جائے گا۔ تَوْفِيَة سے مضارع واحد مؤنث حاضر۔

تَوَفّٰى : اس نے اٹھا لیا۔ قبض کیا۔ تَوَفِّي سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَوَفَّتْ : قبض کیا (فرشتوں نے) تَوَفِّي سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

تُؤْفَكُوْنَ : تم پھیرے جاتے ہو۔ اَفْك سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

تُوَفَّوْنَ : تم کو پورا پورا دیا جائے گا۔ تَوْفِيَة سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر

تَوَفَّيْتَ : تو نے پورا اٹھا لیا۔ تو نے پورا لیا۔ تَوَفِّي سے ماضی واحد مذکر حاضر۔ تَوَفِّي : پورا کرنے کے معنے میں اردو میں بھی مستعمل ہے۔ اسی سے تَوَفِّي کے معنے کسی چیز کو پورا لینا ہیں۔ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے سلسلہ میں ہے فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ (تو جب تو نے مجھے [illegible] لیا تو تو ہی ان [illegible] کے لوگوں کا نگران تھا) تو یہاں تَوَفِّي سے حضرت عیسیٰ [illegible] اٹھا لینا [illegible] دیئے بغیر اپنی [illegible] [illegible] صحیحہ کے موافق ہیں۔

تَوَفِّي [illegible] موت پر بھی ہوتا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ جان وجود سے پورے لیتا ہے۔ اور [illegible] نیند [illegible] کیونکہ اس میں ہوش و حواس [illegible] لیتا ہے چنانچہ فرمایا گیا وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ (اللہ ہی [illegible] تمہارے ہوش و حواس اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ کے [illegible] تم جان [illegible] [illegible]

[illegible] متوفی زمانہ وقبض [illegible] الاستیفاء [illegible] البلاغۃ توفی [illegible] موت دینے

اور زبان لینے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن بُلغا کے نزدیک اس کے معنے ہیں پورا لینا اور حق وصول کرنا۔

علامہ رشید رضا مصری لکھتے ہیں۔ توفّی کے معنے ہیں کسی چیز کو پورا پورا لے لینا۔ موت پر توفّی کا اطلاق اس لئے کیا گیا کہ اس میں روح مکمل طور پر قبض کر لی جاتی ہے۔ نوم (نیند) پر اس کا اطلاق اس لئے کیا گیا کہ اس میں بھی موت کی طرح حواس کا احساس زائل ہو جاتا ہے۔ اس اعتبار سے نوم پر توفّی کا اطلاق مجازی ہوگا مگر علمائے مغرب* کے ایک جدید گروہ کی رائے میں انسان کی دو روحیں ہیں۔ نیند کی حالت میں ان میں سے ایک سلب کر لی جاتی ہے۔ اور موت کی صورت میں دونوں۔ اس رائے کے مطابق نوم پر بھی توفّی کا اطلاق حقیقی ہوگا۔

(تفسیر المنار جلد ۷ ص ۳۰۴)

علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: موت اور نوم میں لفظ توفّی کا استعمال قرآن کریم ہی نے شروع کیا ہے۔ جاہلیت والے تو عموماً اس حقیقت سے ہی ناآشنا تھے کہ موت یا نوم میں خدا تعالیٰ کوئی چیز آدمی سے وصول کر لیتا ہے۔ اسی لئے لفظ توفّی کا استعمال موت اور نوم پر ان کے یہاں شائع نہ تھا قرآن کریم نے موت وغیرہ کی حقیقت پر روشنی ڈالنے کے لئے اول اس لفظ کا استعمال شروع کیا تو اسی کو حق ہے کہ موت و نوم کی طرح "انتزاع روح مع البدن" کے نادر مواقع میں بھی اسے استعمال کرے بہر حال آیت ما نحن فیہ میں جمہور کے نزدیک توفّی سے موت مراد نہیں اور ابن عباسؓ سے بھی صحیح ترین روایت یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ کما فی روح المعانی وغیرہ۔ زندہ اٹھائے جانے یا دوبارہ نازل ہونے کا انکار سلف میں کسی سے منقول نہیں۔ بلکہ تلخیص الحبیر میں حافظ ابن حجر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ اور ابن کثیر وغیرہ نے احادیث نزول کو متواتر کہا ہے۔ اور اکمال اکمال المعلم میں امام مالک سے اس کی تصریح نقل کی ہے۔ (فوائد القرآن)

تَوْفِیْق: موافقت کرنا۔ بن آنا۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تُوْقِدُوْنَ: تم آگ سلگاتے ہو۔ اِیْقَاد سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُوَقِّرُوْا: تم ادب کرو۔ تعظیم کرو۔ تَوْقِیْر

* علمائے مغرب کی طرف منسوب کردہ رائے درست ہے! قرآن کریم سورۂ زمر میں دونوں روحوں کا ذکر موجود ہے۔

سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب۔
تُوْقِنُوْنَ:۔ تم یقین کرتے ہو۔ یقین کرو۔
اِیْقَان سے مضارع جمع مذکر حاضر
تَوَكَّلْ:۔ تو بھروسہ کر۔ تَوَكُّل سے امر واحد
مذکر حاضر۔
تَوَكُّل کے لغوی معنی "کسی پر بھروسہ کرنا"
ہیں شریعت میں "تَوَكُّل عَلَى اللهِ" کے
معنیٰ یہ ہیں کہ بندہ کسی کام کے سلسلہ میں
جو اسباب ظاہری شرعی کو عمل میں
لا کر نتائج کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دے
اور اس کی کارسازی و کاربرآری پر پورا
اعتماد کرے۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔
"توکل احوال دل میں سے ایک حالت
ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اپنے وکیل
یعنی اللہ جل وعلیٰ پر دلی اعتماد رکھے اور
اس کی کارسازی پر پوری طرح مطمئن ہو
اور اسباب ظاہر کے شکستہ ہو جانے سے
دل شکستہ نہ ہو"

بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ توکل اسے کہتے
ہیں کہ آدمی ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے
یہ توکل نہیں تعطل ہے اور نہ [illegible] بلکہ یہ
سنت اللہ کی خلاف ورزی ہے اس کی
مثال ایسی ہے کہ کوئی کھانا سامنے رکھے ہو
کھانے کو منہ میں نہ رکھے اور یہ سوچے کہ
خود بخود حلق میں چلا جائے گا۔ یا اولاد کا
خواہشمند شادی نہ کرے اور گمان کرے
کہ بغیر نکاح و صحبت کے اس کے اولاد
پیدا ہو جائے گی۔ تو اس شخص کا یہ خیال حماقت
اور دیوانگی سے تعبیر کیا جائے گا۔ بہرحال
توکل عمل کے منافی نہیں ہے۔ توکل کا تعلق
قلب سے ہے اور عمل کا اعضاء و جوارح
سے اور دونوں اپنی اپنی جگہ ضروری ہیں۔

قرآن کریم میں سورۂ آل عمران میں رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کرتے
ہوئے فرمایا گیا ہے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ
فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ

(اے نبی اہم معاملات میں آپ کا دستور
العمل یہ ہونا چاہیئے کہ آپ صحابۂ کرام
سے مشورہ کریں۔ مشورہ کے بعد جب آپ
کسی بات کا عزم کر لیں تو اسے کر گزریئے
اور اللہ پر بھروسہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ اس پر
بھروسہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے)

ابن کثیرؒ نے حضرت علیؓ کی ایک روایت
نقل کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے پوچھا گیا کہ "عزم" کیا ہے؟ آپ نے
جواب دیا۔ مشاورۃ اهل الرّائے ثم
اتباعهم" اہل الرائے سے مشورہ کرنے
کے بعد اس کی پیروی کرنا۔ اور ان کی
رائے پر عمل کرنا۔

بہرحال اس آیت میں مہمات امور کے
متعلق یہ طریقہ کار بتایا گیا ہے کہ (۱) اصحاب
دانش و بینش سے مشورہ کیا جائے۔
(۲) مشورہ کے مطابق کام کو عمل میں لایا
جائے (۳) نتیجہ کو اللہ تعالٰے پر چھوڑ
دیا جائے۔ اور اس کی کارسازی پر اعتماد
کیا جائے۔

علامہ عبدہ نے آیۂ بالا کی تفسیر میں ارشاد
فرمایا ہے: کسی کام کا عزم اگرچہ غور و
فکر، رائے و مشورہ اور ساز و سامان کے
بعد ہو۔ تاہم یہ کامیابی کی ضمانت نہیں ہے
بلکہ اللہ تعالی کی مدد اور توفیق بہرحال
درکار ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کچھ خارجی
مواقع اور عوائق پیدا ہو جائیں اور وہ کام
پورا نہ ہو سکے۔ اس لئے مومن کیلئے ضروری
ہے۔ کہ وہ اللہ پر بھروسہ کرے اور اسی
کی طاقت اور رحمت پر اعتماد کرے۔

احادیث صحیحہ سے بھی یہی مضمون ثابت
ہوتا ہے۔

صحاح کی ایک حدیث ہے جسے ترمذی نے
"حسن صحیح" قرار دیا ہے۔ لو انکم تتوکلون
على الله حق توكله لرزقكم كما
يرزق الطير۔ تغدو خماصا و تروح
بطانا (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا۔ اگر تم اللہ پر توکل کرو۔
جیسا کہ توکل کا حق ہے تو اللہ تمہیں
اس طرح رزق دے جس طرح پرندوں
کو دیتا ہے۔ کہ صبح کو خالی پیٹ گھونسلوں
سے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے
واپس آتے ہیں)

سطحی النظر اس حدیث سے یہ استدلال
کرتے ہیں کہ توکل کرنے والوں کو اللہ تعالی
پرندوں کی طرح مفت میں غذا دے گا
مگر امام وہبی رحمہ اللہ تعالی نے لکھا ہے
کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حقیقی
توکل یہ ہے کہ اس میں اسباب ظاہری کو
ترک نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس میں پرندوں
کو رزق دینے کی صورت یہ بیان کی گئی
ہے کہ وہ صبح کو اپنے گھونسلوں سے خالی
پیٹ نکل جاتے ہیں۔ اور شام کو پیٹ
بھرے واپس آتے ہیں۔ یہ نہیں کہا گیا۔

کہ وہ اپنے گھونسلوں میں پڑے رہتے ہیں اور ان پر ان کا رزق آسمان سے برس جاتا ہے۔

ترمذی نے انسؓ سے ایک دوسری روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا "یا رسول اللہ میں اپنی اونٹنی کو باندھ دوں پھر توکل کروں یا کھلا چھوڑ کر توکل کروں" حضورؐ نے جواب دیا: اَعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ باندھ دو اور پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔ الغرض جس شخص کی قرآن وحدیث پر نظر ہے۔ ان سینکڑوں آیات پر نظر ہے جن میں عملی قوتوں کو کام میں لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ ٦٧/٥ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ ۴/۷۱ وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم وغیرہ اور ان ہزاروں حدیثوں پر نظر ہے جن میں کسب و عمل کے صحیح طریقوں کو اختیار کرنے اور غلط طریقوں سے احتراز کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ ایک منٹ کے لئے گمان نہیں کرسکتے کہ توکل اپاہج بن کر مسجدوں یا خانقاہوں میں بیٹھ جانے کا نام ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر متوکل علی اللہ کون ہوگا۔ تاہم بوریائے خلافت پر متمکن ہونے کے دوسرے ہی دن آپ اپنے کاندھوں پر کپڑے کا تھان رکھ بازار کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ اور جب حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما نے آپ سے پوچھا "اے صدیق کدھر؟" تو آپ نے جواب دیا "اپنے بال بچوں کی فکر معاش کرنے، بازار کو"۔

ایک شخص نے امام احمد سے کہا کہ میں متوکل بن کر حج کرنا چاہتا ہوں۔ امام صاحب نے فرمایا "تو قافلہ کے ساتھ نہ جانا" اس نے جواب دیا "یہ تو مشکل ہے" حضرت امام صاحب نے فرمایا "تو تمہارا توکل اللہ پر نہیں، بلکہ دوسروں کے توشہ دانوں پر ہے"۔

تَوَكَّلْتُ: میں نے بھروسہ کیا۔ تَوَكُّل سے ماضی واحد متکلم۔

تَوَكَّلْنَا: ہم نے بھروسہ کیا۔ تَوَكُّل سے ماضی جمع متکلم۔

تَوَكَّلُوْا: تم بھروسہ کرو۔ تَوَكُّل سے امر جمع مذکر حاضر۔

تَوْكِيْد: مضبوطی۔ پختگی۔ باب تفعیل سے مصدر۔

تَوَلَّ:- تو پھر جا۔ ہٹ جا۔ منہ پھیر لے۔ تَوَلِّی سے امر واحد مذکر حاضر۔

تُوْلِجُ:- تو داخل کرتا ہے۔ تو لے آتا ہے۔ اِیْلَاج سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُوَلُّوْا:- تم رخ کرو۔ تم پھر جاؤ۔ تَوْلِیَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب (بسقوط نون)

تُوَلُّوْنَ:- تم منہ موڑو گے۔ تَوْلِیَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَوَلّٰی:- اس نے منہ موڑا۔ اس نے اٹھایا۔ وہ متولی ہوا۔ وہ دوست ہوا۔ تَوَلِّیْ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَوَلَّیْتُمْ:- تم حاکم ہوئے۔ تم نے منہ موڑا۔ تَوَلِّیْ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

تُؤْمَرُ:- تجھے حکم دیا جاتا ہے۔ اَمْرٌ سے مضارع مجہول واحد مذکر حاضر۔

تُؤْمَرُوْنَ:- تمہیں حکم دیا جاتا ہے۔ اَمْرٌ سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

تُؤْمِنُ:- وہ ایمان لاتی ہے۔ اِیْمَان سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

(لَمْ) تُؤْمِنْ:- تو ایمان نہیں لایا۔ اِیْمَان سے مضارع نفی جحد واحد مذکر حاضر۔

تُؤْمِنُنَّ:- تم ضرور ایمان لانا۔ اصل لفظ لَتُؤْمِنُنَّ ہے۔ اِیْمَان سے مضارع جمع مذکر حاضر مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

تُؤْمِنُوْنَ:- تم ایمان لاتے ہو۔ اِیْمَان سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

تُؤْوِیْ:- تو جگہ دیتا ہے۔ تو جگہ دے گا۔ اِیْوَاء سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُهَاجِرُوْا:- تم ہجرت کر جاؤ۔ مُهَاجَرَۃ سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب بہ تقدیر اَنْ۔ دیکھو مُهَاجِر

تَهْتَدُوْنَ:- تم راہ پالو۔ ہدایت حاصل کر لو گے۔ اِهْتِدَاء سے مضارع جمع مذکر حاضر (دیکھو هُدًا اٰیَۃ)

تَهْتَدِیْ:- وہ راہ پاتی ہے۔ اِهْتِدَاء سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَهْتَزُّ:- وہ ہلتی ہے۔ بل کھاتی ہے۔ اِهْتِزَاز سے مضارع واحد مؤنث غائب

تَهَجَّدْ:- تو نماز تہجد پڑھ۔ تو جاگ اٹھ۔ تَهَجُّد سے امر واحد مذکر حاضر۔ هُجُود نیند کو کہتے ہیں۔ تَهَجُّد کے معنی ہیں نیند کو زائل کرنا۔ اور بیدار ہو جانا تو مُتَهَجِّد اس شخص کو کہیں گے جو نیند کو چھوڑ کر رات کے وقت نماز میں لگ جائے۔ (مفردات امام راغب)

تَهْجُرُوْنَ:- تم چھوڑتے ہو۔ هَجْرٌ سے

مضارع جمع مذکر حاضر۔

تَهْدُوْا: تم راہ پر لاؤ۔ هِدَايَة سے مضارع جمع مذکر حاضر منصوب یا مجزوم۔ (بسقوط نون) دیکھو هِدَايَة

تَهْدِىْ: تو راہ بتاتا ہے۔ تو راہ دکھائے گا۔ هِدَايَة سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُهْلِكُ: تو ہلاک کرے گا۔ اِهْلَاك سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَهْلُكَة: ہلاکت۔ تباہی۔ بربادی۔ هَلَاك سے اسم مصدر۔

(لا) تَهِنُوْا: تم سست نہ ہو۔ کمزور نہ بنو۔ وَهْن سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَهْوِىْ: مائل ہوتی ہے (متعدی بہ یا د) پھینک دیتی ہے۔ هُوِىّ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

تَهْوٰى: وہ خواہش کرتی ہے۔ هَوٰى سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

(لا) تَيْئَسُوْا: تم ناامید مت ہو۔ يَأْس سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تَيَسَّرَ: وہ آسان ہوا۔ سہل ہوا۔ تَيَسُّر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

تَيَمَّمُوْا: تم قصد کرو۔ تم تیمم کرو۔ تَيَمُّم سے امر جمع مذکر حاضر۔ تیمم سے شرعاً دونوں ہاتھ مٹی وغیرہ پر مار کر پہلے چہرہ پر پھر دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک مسح کرنا مراد ہوتا ہے۔ یہ پانی نہ ملنے کی صورت میں وضو کے قائم مقام ہوجاتا ہے۔ تفصیل کتب فقہ میں دیکھئے۔

(لا) تَيَمَّمُوْا: تم قصد مت کرو۔ تَيَمُّم سے نہی جمع مذکر حاضر۔

تِيْن: انجیر۔ سورۂ وَالتِّيْن میں خداوند تعالیٰ نے تِيْن و زَيْتُوْن کی قسم کھا کر انسان کے بہترین سانچہ میں ڈھلے ہوئے ہونے کو ثابت فرمایا ہے۔ یہ اس لئے کہ یہ دونوں پھل جامع الفوائد اور کثیر المنافع ہیں جس طرح انسان اپنی حقیقت میں جامع الکمالات اور کثیر الاوصاف ہے، بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں انجیر و زیتون سے مراد بیت المقدس کی سرزمین ہے۔ جہاں یہ دونوں درخت بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ بیت المقدس طور سینا اور بلد امین (مکہ معظمہ) کی قسم کھا کر جہاں دنیا کے تین عظیم المرتبت اور جلیل المنزلت نبی مبعوث ہوئے اور انہوں نے دنیا کو اپنی انسانیت عظمیٰ کے کمالات سے حیران کیا۔ انسان کے احسن تقویم

ہونے پر تاریخ کی وہ روشن دلیل پیش کر جاتے۔ جس سے دنیا کی کوئی متمدن قوم انکار نہیں کر سکتی۔

ث

ثَابِت:۔ استوار۔ محکم۔ مضبوط۔ ثَبَات سے اسم فاعل واحد مذکر۔

ثَاقِب:۔ چمکنے والا۔ ثَقُوب سے اسم فاعل واحد مذکر۔

ثَالِث:۔ تیسرا۔

ثَالِثَۃ:۔ تیسری۔

ثَامِن:۔ آٹھواں۔

ثَانِی:۔ دوسرا۔

ثَانِی:۔ موڑنے والا۔ مثنیٰ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

ثَاوِی:۔ رہنے والا۔ مقیم۔ ثَوَاء سے اسم فاعل واحد مذکر۔

ثُبَات:۔ گروہ گروہ۔ جدا جدا۔ واحد ثُبَۃ

ثَبِّتْ:۔ تو قائم رکھ۔ تو ٹھیرا دے۔ تَثْبِیت سے امر واحد مذکر حاضر۔

ثَبَّتْنَا:۔ ہم نے قائم رکھا تَثْبِیت سے ماضی جمع متکلم۔

ثَبِّتُوْا:۔ تم قائم رکھو۔ تم ثابت رکھو۔ تَثْبِیت سے امر جمع مذکر حاضر۔

ثَبَّطَ:۔ اس نے باز رکھا۔ روک دیا۔ تَثْبِیط سے ماضی واحد مذکر غائب۔

ثُبُوت:۔ ٹھہرنا۔ جمنا۔ استوار ہونا۔ باب نصر سے مصدر۔

ثُبُور:۔ ہلاکت۔ موت۔ تباہی۔ باب نصر سے مصدر۔

ثَجَّاج:۔ موسل دھار برسنے والا۔ ثَجّ سے صیغہ مبالغہ۔

ثَرٰی:۔ نیچے کی زمین۔ نرم نمناک۔

ثُعْبَان:۔ اژدھا۔ ج ثَعَابِین۔

ثِقَال:۔ بھاری۔ بوجھل۔ واحد ثَقِیل۔

ثَقِفْتُمْ:۔ تم نے پایا۔ ثَقْف سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

ثُقِفُوْا:۔ وہ پائے گئے۔ ثَقْف سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

ثَقَلَانِ:۔ دو بھاری چیزیں۔ یعنی انسان و جن ان کو ثَقَلَان اس لئے کہا گیا کہ یہ اپنے وجود میں بھاری بھرکم ہیں۔ میزان کی ثقل اور مرتبہ وزن والے اور ان پر تکالیف شرعیہ کا بوجھ ڈالا گیا ہے (بیضاوی)

ثَقُلَتْ:۔ وہ بھاری ہوئی۔ ثِقَل سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

ثُلٰث:۔ تین تین۔

ثَلَاث:۔ تین (مؤنث)

ثَلٰثَۃ:۔ تین (مذکر)

ثَلٰثُوْنَ۔ ثَلٰثِیْنَ:۔ تیس ۳۰۔ اوّل حالت رفعی میں اور ثانی حالت نصبی و جری میں۔

ثُلَّۃ:۔ گروہ۔ جماعت کثیر۔

ثُلُث:۔ تہائی۔ تیسرا حصہ۔

ثُلُثٰن:۔ دو تہائی۔ ثُلُث کا تثنیہ بحالت رفعی۔

ثُلُثَا:۔ دو تہائی بحالت رفعی۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

ثُلُثَیْ:۔ دو تہائی بحالت نصبی و جری اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

ثُمَّ:۔ پھر (حرف عطف ہے۔)

ثَمَّ:۔ جگہ۔ وہاں۔ وہیں (اسم ظرف مکان)

ثَمَانِی:۔ آٹھ (مؤنث)

ثَمَانِیَۃ:۔ آٹھ (مذکر)

ثَمَانِیْن:۔ اسّی۔ بحالت نصبی و جری۔

ثَمَر:۔ پھل۔ جمع اَثْمَار و ثِمَار۔

ثَمَرَۃ:۔ پھل۔ میوہ۔ جمع ثَمَرَات

ثَمَن:۔ مول۔ قیمت جمع اَثْمَان۔

ثُمُن:۔ آٹھواں حصہ

ثَمُوْد:۔ عرب بائدہ۔ (وہ قدیم عرب قومیں جو مٹ چکیں) میں سے ایک قوم کا نام؛ جو عرب کے اُس حصہ میں آباد تھی جو حجاز و شام کے درمیان وادی القریٰ تک چلا گیا ہے اس مقام کو دوسری جگہ الحِجْر کے نام سے بھی پکارا گیا ہے۔

علامہ رشید رضا وجہ تسمیہ کے متعلق لکھتے ہیں۔ یہ ثمود بن عامر بن ارم بن سام ابن نوح کی اولاد تھے۔ بزرگ قبیلہ کے نام پر ان کا نام ثمود مشہور ہوا۔ عمرو بن علاء کہتے ہیں۔ چونکہ اُن کے علاقہ میں پانی کم تھا۔ اسلئے ثمود کے نام سے موسوم ہوئے کیونکہ ثمد کے معنی قلیل کے ہیں (تفسیر المنار ج ۸)

مگر علامہ سید سلیمان ندوی کی رائے ہے عبرانی میں ایک لفظ "تامید" ہے جس کے معنی خالد (ہمیشہ رہنے والا) ہیں۔ عربی کی اور عبرانی کی ث ایک چیز ہے۔ لہٰذا یہ ثمود اس تامید کا معرب ہے (ارض القرآن ج ۱ ص ۱۲۰)

یہ قوم عاد اولیٰ کے بعد برسراقتدار آئی۔ قوم عاد کی طرح فنِ تعمیر، سنگتراشی و نقاشی میں مہارت رکھتی تھی۔ میدانوں میں سربفلک محل کھڑے کرتے تھے۔ اور پہاڑوں کو تراش تراش کر خوبصورت اور محفوظ مکانات بنا لیتے تھے۔ یہ قوم بت پرست تھی۔ حضرت صالح علیہ السلام ان کی رہنمائی کے لئے مبعوث

ہوئے۔ انہوں نے ان سے معجزہ کا مطالبہ کیا۔ خداوند تعالیٰ نے پہاڑوں میں سے ایک عجیب و غریب۔ وحشی نشان کھڑی کی۔ مگر ان ظالموں نے حضرت صالحؑ کی تصدیق کی بجائے اس اونٹنی کی ہی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ اور حضرت صالحؑ کے قتل کی سازش کی۔ آخر ہولناک زلزلہ کی صورت میں عذاب نازل ہوا اور یہ قوم تباہ و برباد ہو گئی۔

ثَوَاب :۔ بدلہ۔ نیکی کا بدلہ۔ یہ ماخوذ ہے۔ ثَوْب سے جس کے معنی لوٹنا۔ جمع ہونا ہیں کسی فعل کی جزا و سزا میں بھی چونکہ اس فعل کا نتیجہ اکثر فاعل کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ اس لئے بدلہ کو ثواب کہا گیا۔ اور عرف عام میں اس کا غالب اطلاق جزائے خیر کے لئے ہونے لگا۔

ثُوِّبَ :۔ بدلہ دیا گیا۔ تَثْوِیْب سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

ثِیَاب :۔ کپڑے۔ واحد ثَوْب۔

ثَیِّبَات :۔ بیوہ عورتیں۔ واحد ثَیِّب۔ اصل لغت میں ثَیِّب مطلقاً شوہر دیدہ اور شادی شدہ عورت کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد وہ ہیں جو باکرہ نہ ہوں۔

ج

جَآءَ :۔ وہ آیا (بلا صلہ) وہ لایا (بصلہ باء) مَجِیْئ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

جَآءَتْ :۔ وہ آئی۔ مَجِیْئ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

جَائِرٌ :۔ کج۔ ٹیڑھا۔ جَوْر سے اسم فاعل واحد مذکر۔

جَآءُوْا :۔ وہ آئے۔ مَجِیْئ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

جِئْتَ :۔ تو آیا۔ تو لایا۔ (بصلہ باء) مَجِیْئ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

جِئْتُ :۔ میں آیا۔ مَجِیْئ سے ماضی واحد متکلم

جِئْتُمْ :۔ تم آئے۔ مَجِیْئ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

جِئْنَا :۔ ہم آئے۔ ہم لائے (بصلہ باء) مَجِیْئ سے ماضی جمع متکلم۔

جَابُوْا :۔ انہوں نے تراشا۔ جَوْب سے ماضی جمع مذکر غائب۔

جَاثِمِیْنَ :۔ اوندھے گرنے والے جُثُوْم سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی۔ واحد جَاثِم۔

جَاثِیَة۔ گھٹنے کے بل بیٹھنے والی۔ جُثُوّ

سے اسم فاعل واحد مؤنث۔
جَادِلْ:۔ تو جھگڑا کر۔ بحث کر۔ مُجَادَلَۃ سے امر واحد مذکر حاضر۔
جَادَلْتَ:۔ تو نے جھگڑا کیا۔ مُجَادَلَۃ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔
جَادَلْتُمْ:۔ تم نے جھگڑا کیا۔ مُجَادَلَۃ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔
جَادَلُوْا:۔ انہوں نے جھگڑا کیا۔ مُجَادَلَۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔
جَار:۔ ہمسایہ۔ پڑوسی۔ جمع جِیْرَان۔
جَارِیَات:۔ چلنے والیاں۔ جَرْی سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد جَارِیَۃ۔
جَارِیَۃ:۔ کشتی۔ چلنے والی۔ جَرْی سے اسم فاعل واحد مؤنث۔ جمع جَوَارِی۔
جَازٍ:۔ بدلہ دینے والا۔ کام آنے والا۔ جَزَاء سے اسم فاعل واحد مذکر۔
جَاسُوْا:۔ وہ منتشر ہوئے۔ غارت گری کیلئے جَوْس سے ماضی جمع مذکر غائب۔
جَاعِل:۔ بنانے والا۔ جَعْل سے اسم فاعل واحد مذکر۔
جَاعِلُوْن:۔ بنانے والے۔ جَاعِلٌ کی جمع بحالتِ رفعی۔
جَالُوْت:۔ ایک کافر بادشاہ کا عجمی نام۔

جس سے بنی اسرائیل کی لڑائی ہوئی۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کچھ زمانے تک بنی اسرائیل عزت و حکومت کے مالک رہے۔ پھر جب ان کے اطوار بگڑے تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر ایک ظالم و کافر بادشاہ جَالُوت نامی کو مسلط کر دیا۔ جالوت نے ان کو قتل و غارت کیا۔ شہروں سے نکال دیا۔ اور کچھ کو غلام بنا لیا۔
جو باقی بچے وہ بیت المقدس میں جمع ہوئے اور اس زمانہ کے نبی حضرت شمویل سے درخواست کی کہ کوئی بادشاہ ہمارے لئے تجویز فرما دیجئے جس کی زیر کمان ہم جالوت کا مقابلہ کریں۔ اور اس سے آپ کے چھنے ہوئے ملک و مال کو واپس لیں۔
حضرت شمویل نے بحکم خداوندی طالوت کو ان کا بادشاہ بنایا۔ طالوت اگرچہ علم و فہم اور قوت و طاقت اور مہارت فنِ جنگ میں سب سے بہتر تھے۔ مگر غریب آدمی تھے۔ اور کم قوم کے سمجھے جاتے تھے بنی اسرائیل نے ان کی بادشاہی کو قبول کرنے میں حیل و حجت کی۔ آخر خداوند قدوس کی طرف سے ان کی فرمائش پر تابوت سکینہ (ایک صندوق جس میں حضرت

موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے بزرگان بنی
اسرائیل کے تبرکات تھے اور جسے جالوت
لوٹ کر لے گیا تھا۔) ان کی بادشاہی کی
دلیل کے طور پر واپس کرا دیا گیا۔ تب مجبورًا
وہ طالوت کے ساتھ ہو کر جالوت کے مقابلے
کو نکلے۔ طالوت نے ان کی بزدلی اور عدول
حکمی کو دیکھ کر صرف تین سو تیرہ وفادار،
جاں نثار اور دیندار آدمی چھانٹ لیے
جن میں حضرت داؤد علیہ السلام (جو بعد
کو پیغمبر اور بادشاہ ہوئے) اور ان کے
بھائی بھی تھے۔

آخر ان مٹھی بھر جاں بازوں کا جالوت
کے لشکرِ عظیم سے مقابلہ ہوا۔ اور جالوت
حضرت داؤدؑ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ پھر
بادشاہ نے اپنی لڑکی کا نکاح حضرت
داؤد سے کر دیا۔ اور اس کے بعد وہی
بادشاہ ہوئے۔

یہ واقعہ اختصار کے ساتھ دوسرے پارہ
کے آخر میں مذکور ہے۔

جَامِدَۃ: جمی ہوئی۔ ٹھیری ہوئی۔ جُمود
سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

جَامِع: اکٹھا کرنے والا۔ جَمع سے اسم
فاعل واحد مذکر۔

جَانّ: جن کی ایک قسم۔ باریک سانپ۔ جِنّ
سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو جِنّ)

جِئْنَا: ہم آئے۔ مَجِیْئ سے ماضی جمع متکلم۔

جَانِب: کنارہ۔ طرف۔ رُخ۔ جمع جَوَانِب۔

جَاوَزَ: وہ آگے بڑھا۔ پار ہوا۔ مُجَاوَزَۃ
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

جَاوَزَا: وہ گزرے۔ مُجَاوَزَۃ سے ماضی
تثنیہ مذکر غائب۔

جَاوَزْنَا: ہم نے گزارا۔ ہم نے پار اتارا۔
(بصلۂ با)۔ مُجَاوَزَۃ سے ماضی جمع متکلم۔

جَاهَدَ: وہ راہِ خدا میں لڑا۔ اس نے سخت
کوشش کی۔ مُجَاهَدَۃ۔ جِهَاد سے
ماضی واحد مذکر غائب۔
(دیکھو تُجَاهِدُوْنَ)

جَاهِدْ: تو جہاد کر۔ راہِ خدا میں لڑ۔ جِهَاد
سے امر واحد مذکر حاضر۔

جَاهَدَا: انتہائی کوشش کی۔ مُجَاهَدَۃ
سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

جَاهَدُوْا: وہ لڑے۔ انہوں نے جہاد کیا
جِهَاد سے ماضی جمع مذکر غائب۔

جَاهِدُوْا: تم جہاد کرو۔ جِهَاد سے امر
جمع مذکر حاضر۔

جَاهِل: نادان۔ جَہْل سے اسم فاعل واحد

مذکر۔ جمع جَھَلَۃ

جَاھِلُون:۔ نادان لوگ۔ جاہل کی جمع بحالتِ رفعی۔

جَاھِلِیَّۃ:۔ نادانی۔ کفر۔ اسلام سے پہلے کا زمانہ جبکہ ہرطرف جہالت کا دور دورہ تھا۔

جُبّ:۔ گہرا کنواں جس کی کوٹھی نہ ہو۔

جَبَّار:۔ شکستگی کو جوڑنے والا۔ جبر کرنے والا۔ زبردست۔ سرکش۔ جَبْر سے مبالغہ واحد جَبْر کے معنی زبردستی۔ ظلم۔ غلبہ اور شکستگی کو جوڑنا ہیں۔ خداوند تعالیٰ کا اسم صفت جبّار آخری دو معنی کے اعتبار سے ہے۔

جَبَّارِیْن:۔ بڑے زبردست۔ زورآور لوگ جَبّار کی جمع بحالتِ نصبی و جری۔

جِبَال:۔ پہاڑ۔ واحد جَبَل۔

جِبَاہ:۔ پیشانیاں۔ واحد جِبْھَۃ

جِبْت:۔ بُت۔ جادو۔ کاہن۔ اصل میں جبت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جسکو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بندگی و عبادت کی جائے خواہ وہ پتھر ہو یا بت یا شیطان یا کوئی آدمی۔ (کشاف)

جِبْرِیْل:۔ ایک فرشتہ کا نام۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبروں کے پاس وحی لاتے تھے۔ یہ عبرانی لفظ ہے۔ بمعنی بندۂ خدا۔ جبریل۔ میکائیل۔ اسرافیل اور عزرائیل افضل ملائکہ ہیں اور خداوند قدوس کی طرف سے اہم ترین خدمات پر مامور ہیں۔ یہ رسل ملائکہ بھی کہلاتے ہیں۔

جَبَل:۔ پہاڑ۔ جمع جِبَال۔

جِبِلّ:۔ بڑا گروہ۔

جِبِلَّۃ:۔ خلقت۔ مخلوقات۔

جَبِیْن:۔ پیشانی۔

جِثِیّ:۔ گھٹنوں کے بل گرنے والے۔ واحد جاثی

جَحَدُوْا:۔ انہوں نے انکار کیا۔ جُحُوْد سے ماضی جمع مذکر غائب۔

جَحِیْم:۔ بھڑکتی ہوئی آگ۔ دوزخ۔ جُحُوم (آگ کا مشتعل ہونا) سے صفت مشبہ واحد یا جَحْم (آگ کو بھڑکانا یا مشتعل کرنا) سے فَعِیْل بمعنے مفعول۔

جَدّ:۔ شان۔ عزت۔

جِدَار:۔ دیوار۔ جمع جُدُر۔

جِدَال:۔ جھگڑا۔ بحث بازی۔ باب مفاعلہ سے مصدر۔

جُدَد:۔ راہیں۔ گھاٹیاں۔ واحد جُدَّۃ

جُدُر:۔ دیواریں۔ واحد جِدَار

جَدَل:۔ سخت جھگڑنا۔ باب سمع سے مصدر

جَدِیْد:۔ نیا۔
جُذَاذ:۔ ٹکڑے ٹکڑے۔
جِذْع:۔ تنا شاخ۔ جمع جُذُوع
جَذْوَۃ:۔ چنگاری۔ انگارا۔ شعلہ۔
جُذُوْع:۔ تنے۔ واحد جِذْع
جَرَاد:۔ ٹڈیاں۔ واحد۔ جَرَادَۃ
جَرَحْتُمْ:۔ تم نے کمایا۔ جَرْح سے ماضی جمع مذکر حاضر۔
جُرُز:۔ چٹیل اور بنجر زمین۔
جُرُف:۔ کھائی۔ کھاڑی۔ پانی جمع ہونے کی جگہ
(لَا) جَرَم:۔ لامحالہ۔ ناچار۔
جُرُوْح:۔ زخم۔ واحد۔
جَرَیْنَ:۔ وہ بہیں۔ جاری ہوئیں۔ جَرَیَان سے ماضی جمع مونث غائب۔
جُزْء:۔ ٹکڑا حصہ۔ جمع اَجْزَاء۔
جَزَاء:۔ بدلہ۔ باب ضَرَب سے مصدر۔
جَزِعْنَا:۔ ہم بیقرار ہوئے۔ جَزَع سے ماضی جمع متکلم۔
جَزُوْع:۔ بیقرار۔ گھبرانے والا۔ جَزَع سے صفت مشبہ یا مبالغہ۔
جَزَیْتُ:۔ میں نے بدلہ دیا۔ جَزَاء سے ماضی واحد متکلم۔
جِزْیَۃ:۔ جزیہ "جزیہ" وہ رقم جو ان غیر مسلموں کو جو اسلامی حکومت میں سکونت اختیار کریں۔ سالانہ ادا کرنی پڑتی ہے۔ اس کا مادہ جَزَیٰ یَجْزِی ہے جس کے معنے ادا کرنے کے آتے ہیں۔ مولانا شبلی نعمانی کی رائے ہے کہ یہ فارسی لفظ "گزیت" سے معرب ہے یا ان لفظوں میں سے ہے۔ جو مختلف زبانوں میں لفظاً و معناً مشابہ ہیں۔
جزیہ کی حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے حکومت اسلامیہ کی حفاظت اور نظام اسلامی کی بقا کی ذمہ داری ہر مسلمانوں پہ عائد کی ہے خلیفہ اسلام بوقت ضرورت اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے ہر بالغ مرد اور عورت کو فوجی مقاصد کے لئے طلب کر سکتا ہے نیز حالت امن میں بھی نظام اسلامی کے اقتصادی و معاشی پروگرام کو بروئے کار لانے کے لئے مسلمانوں پر مختلف ٹیکس عاید کئے گئے ہیں۔ زکوٰۃ، عشر، صدقۃ الفطر وغیرہ کے علاوہ ضرورت پیش آجانے پر ان سے خصوصی امداد کا مطالبہ بھی کیا جا سکتا ہے لیکن غیر مسلموں پر جو نظام اسلامی کی حقانیت پر عقیدہ نہیں رکھتے۔ اسلام نے اس کی مدافعت کے لئے تلوار اٹھانے کی ذمہ داری عائد نہیں کی۔ لیکن جب وہ اس

نظام کے ماتحت امن واطمینان کی زندگی
بسر کریں۔ اور تقریباً ان تمام حقوق شہریت
سے استفادہ کریں۔ جن سے مسلمان استفادہ
کرتے ہیں تو لازم تھا کہ وہ اس کا کچھ معاوضہ
بھی ادا کریں۔ یہی معاوضہ جزیہ کہلاتا ہے
اگر غیر مسلم اپنی خوشی سے رضاکارانہ اپنی
فوجی خدمات پیش کریں تو پھر یہ جزیہ
کی رقم معاف کی جا سکتی ہے۔ اسلامی
فتوحات کے سلسلہ میں خلفاء راشدین
کے مختلف فرمانوں میں اس کی تصریحات
ملتی ہیں:۔

حضرت عمرؓ کے عہد میں جب مسلمانوں نے
باب الابواب پر حملہ کیا تو وہاں کے
رئیس نے اسی شرط پر صلح کی تھی۔ جزیہ
کن لوگوں سے ملحق ہو سکتی ہے۔
تمام غیر مسلموں سے یا صرف اہل کتاب سے؟
اس میں ائمہ اسلام کا اختلاف ہے۔ امام
شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ جزیہ کا معاملہ صرف
اہل کتاب کے لئے مخصوص ہے۔ مگر وہ
مجوس کو بھی اہل کتاب کے حکم میں شامل
قرار دیتے تھے۔ امام مالک کی رائے یہ ہے
کہ بجز مرتد کے ہر کافر سے جزیہ پر مصالحت
ہو سکتی ہے۔ امام اعظمؒ کا مسلک بالفاظ
شیخ آلوسی یہ ہے کہ:۔

توخذ عند ابی حنیفۃ من اھل
الکتاب مطلقاً ومن مشرکی العجم
والمجوس لا من مشرکی العرب
لان کفرھم قد تغلظ لما ان النبی
صلعم نشأ بین اظھرھم وارسل
الیھم وھو علیہ الصلوٰۃ والسلام
من انفسھم ونزل القرآن بلغتھم
وذلک من اقوی البواعث علی
ایمانھم فلا یقبل منھم الا السیف
او الاسلام (روح المعانی ج ۳ ص ۲۶۷)

ترجمہ:۔ جزیہ اہل کتاب سے تو سب سے
لیا جائیگا۔ لیکن مشرکین میں یہ تخصیص ہے
کہ مشرکین عجم اور مجوس سے تو لیا جائیگا۔
مگر عرب کے مشرکوں سے قبول نہ کیا جائے
گا کیونکہ ان کا کفر بہت سخت ہے۔ جناب
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکے درمیان
پلے بڑھے۔ آپ ان کی قوم کے ایک فرد
تھے۔ اور آپ کے مخاطب اول وہی تھے
قرآن کریم ان ہی کی زبان میں اترا۔ ان
سب امور کا یہی اقتضاء تھا کہ ایمان قبول
کرتے۔ مگر وہ اب بھی ہٹ دھرمی سے
باز نہیں آتے تو ان کے دو ہی صورتیں

ہیں، جنگ یا اسلام۔"

جزیہ کی مقدار امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق امراء کے لئے ۴۸ درہم سالانہ متوسطین کے لئے ۲۴ درہم سالانہ اور غرباء کے لئے جو کماتے ہوں ۱۲ درہم سالانہ ہے۔ بیکاروں اور محتاجوں اور فقیروں پر کچھ نہیں۔

یہ وہ "جزیہ" ہے جسے مخالفینِ اسلام نے ہوّا بنا رکھا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ جزیہ کو سب سے پہلے مشہور ایرانی شہنشاہ کسریٰ نوشیرواں نے اپنی حکومت میں جاری کیا۔ ارکانِ خاندانِ شاہی، امراء دربار اور جنگی خدمات انجام دینے والوں کو مستثنیٰ کر کے عوام پر جزیہ کی مختلف شرحیں عائد کیں۔ موصوف نے اس دعوے کی دلیل میں ابن جریر طبری اور ابو حنیفہ دینوری جیسے معتبر مورخین کی عبارتیں بھی نقل کی ہیں۔

علامہ رشید رضا مصری نے تفسیر المنار کی جلد دہم میں "فصل فی حقیقۃ الجزیۃ والمراد منہا" کے زیرِ عنوان اس موضوع پر بڑی مفصل بحث کی ہے جو لائقِ مطالعہ ہے۔

جَزَیْنَا :۔ ہم نے بدلہ دیا۔ جزاء سے ماضی جمع متکلم۔

جَسَدٌ :۔ دھڑ۔ بدن۔ جمع اَجْسَاد

جِسْمٌ :۔ جسم۔ بدن۔

جَعَلَ :۔ اس نے بنایا۔ کیا۔ جَعْل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

جُعِلَ :۔ وہ مقرر کیا گیا۔ لازم کیا گیا۔ جَعْل سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

جَعَلَا :۔ انہوں نے ٹھیرایا۔ جَعْل سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

جَعَلَتْ :۔ اس نے کیا۔ اس نے بنا دیا۔ جَعْل سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

جَعَلْتُ :۔ میں نے کیا۔ میں نے بنایا۔ جَعْل سے ماضی واحد متکلم۔

جَعَلْتُمْ :۔ تم نے ٹھیرایا۔ تم نے کیا۔ جَعْل سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

جَعَلْنَا :۔ ہم نے کیا۔ ہم نے بنایا۔ جَعْل سے ماضی جمع متکلم۔

جَعَلُوْا :۔ انہوں نے ٹھیرایا۔ انہوں نے کیا جَعْل سے ماضی جمع مذکر غائب۔

جُفَاءٌ :۔ کوڑا۔ ناکارہ۔ ناچیز۔

جِفَانٌ :۔ لگن۔ بڑے پیالے۔ واحد جَفْنَۃ

جَلَاءٌ :۔ گھر سے جلاوطنی۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

جَلّٰی: اس نے روشن کیا۔ تَجْلِیَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

جَلَابِیب: چادریں۔ واحد جِلْبَاب۔

جَلَال: بزرگی۔ عظمت۔ بلندی مرتبہ۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

جَلْدَۃ: درّہ مارنا۔ کوڑے مارنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

جُلُوْد: کھالیں۔ واحد۔ جِلْد۔

جَمّ: بہت جی بھر کر۔ کثیر۔ دراصل یہ صفت کے معنی میں مصدر ہے۔ نَصَرَ سے بمعنے پورا بھرنا۔

جَمَال: رونق۔ خوبصورتی۔ آبرو۔ باب کَرُمَ سے مصدر۔

جِمَالَات: اونٹ۔ واحد۔ جِمَالَۃ۔ جِمَالَۃ جمع ہے جَمَل کی۔

جَمَعَ: اس نے جمع کیا۔ جَمْع سے ماضی واحد مذکر غائب۔

جُمِعَ: وہ اکٹھا کیا گیا۔ جَمْع سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

جَمْعَانِ: دو فوجیں۔ جَمْع کا تثنیہ۔ اس معنی میں مصدر بمعنی مفعول ہے۔

جُمُعَۃ: جمع ہونے کا دن۔ روز جمعہ۔

جَمَعْنَا: ہم نے جمع کیا۔ جَمْع سے ماضی جمع متکلم۔

جَمَعُوْا: انہوں نے اکٹھا کیا (فوج اور سامان جنگ کو) جَمْع سے ماضی جمع مذکر غائب۔

جَمَل: اونٹ۔ جمع جِمَالَۃ۔ جِمَال۔

جُمْلَۃ: اکٹھا۔ سارا۔

جَمِیْع: سب۔ سارے۔ جَمْع سے فَعِیْل بمعنے مفعول۔

جَمِیْل: بہتر۔ خوبصورت۔ نیک۔ جَمَال سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

جَنَّ: اس نے ڈھانپا۔ جَنّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

جِنّ: جن۔ ایک مخلوق جو انسانوں کی نگاہ سے پوشیدہ رہتی ہے۔ جَنّ کے معنی ڈھانپنا اور پوشیدہ کرنا ہیں۔ لہٰذا اس مادہ سے جو لفظ آتے ہیں سب میں پوشیدگی کے معنی پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ جَنِیْن اس بچہ کو کہتے ہیں جو ماں کے پیٹ میں ہو۔ اور قبر کو بھی کہتے ہیں جَنَّۃ گھنے باغ کو کہتے ہیں جو زمین کو ڈھانپ لے۔ جُنُوْن اور جِنَّۃ اس بیماری کو کہتے ہیں جو عقل کو پوشیدہ کردے وغیرہا۔

جن کا استعمال کبھی اِنس کے مقابلہ پر ہوتا ہے اس صورت میں اس سے مراد ہر روحانی مخلوق ہوتی ہے۔ خواہ وہ فرشتے ہوں یا شیطان ہوں یا جن۔ اسی بنا پر ابو صالح نے کہا ہے کہ

تمام فرشتے جن ہیں: اور کبھی اس سے مراد روحانی فقط نہیں بلکہ جسمانی بھی ہے۔ وہ مخصوص روحانی مخلوق ہوتی ہے جو آگ سے پیدا کی گئی ہے اور عرف عام میں جن کہلاتی ہے۔
علماء نے روحانی مخلوق کی تین قسمیں کی ہیں۔
(۱) وہ جو نیک ہی نیک ہیں اور وہ فرشتے ہیں۔
(۲) وہ جو بد ہی بد ہیں اور وہ شیطان ہیں۔
(۳) وہ جن میں نیک بھی ہیں اور بد بھی وُہ جن ہیں۔ چنانچہ سورۂ جن کی تفصیل سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ (مفردات بہ تغییر)
جَنًّا:۔ میوہ چنی ہوئی چیز۔ جمع اَجْنَاء۔
جَنَّات:۔ جنتیں۔ گھنے باغات۔ واحد جَنَّة
جَنّہ اس مقام کو کہتے ہیں جو مرنے کے بعد خدا کے نیک بندوں کا ٹھکانا ہو گا۔ جنت کو جنت اس لئے کہا گیا کہ وہاں گھنے باغات ہیں۔ یا اس لئے کہ اُسے لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ تاکہ ایمان بالغیب کا منشا پورا ہو۔ وغیرہ۔ (بیضاوی)
ایک حدیث قدسی میں جنت کی لذتوں کی تشریح ان الفاظ کے ساتھ کی گئی ہے:۔
اَعْدَدْتُ لِعِبَادِی الصَّالِحِیْنَ مَالَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ (میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جسے نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا۔ اور نہ کسی انسان کے دل میں گذرا۔)
اور حقیقت یہ ہے کہ ان ظاہری حواس سے جنت کی باطنی نعمتوں کا اندازہ ہی کیا ہو سکتا ہے۔ صالحین کے درجوں کے لحاظ سے جنت کے بھی کئی درجے ہیں۔ ترمذی کی ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا:۔
"جنت کے سو درجے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کے برابر فاصلہ ہے۔ "فردوس" ان سب میں علیٰ درجہ ہے۔ یہیں سے جنت کی چاروں نہریں نکلتی ہیں۔ اس کے اوپر عرش الٰہی ہے۔ تم اللہ تعالیٰ سے اسی کو مانگو۔"
اکرمنا اللہ تعالیٰ وایاکم بنعمائها
جَنَاح:۔ بازو۔ ہاتھ۔ جمع اَجْنِحَة
جَنَاحَیْ:۔ دو بازو۔ جَنَاح کا تثنیہ بحالت جری نون اضافت کی وجہ سے ساقط ہو گیا۔
جُنُب:۔ ناپاک۔ دور۔ اجنبی۔
جَنْب:۔ پہلو۔ حق۔ جمع جُنُوب۔ جَنْب کے اصل معنی پہلو اور کنارہ ہیں۔ کنایۃً اس کا

استعمال بمعنی حق بھی ہوتا ہے جیسے یٰحَسرَتیٰ علیٰ مَا فَرَّطتُ فِی جَنبِ اللّٰہ (افسوس جو کوتاہی کی میں نے اللہ کے حق میں) اور اللہ تعالیٰ کے حق میں کوتاہی کرنے سے مراد اس کی حکم عدولی کرنا اور اس کی عبادت و طاعت میں کوتاہی برتنا ہے۔

جِنَّة: جنوں کا گروہ۔ جنون۔ دیوانگی۔ پہلے معنے میں جِنّی کی جمع ہے اور آخری دو معنے میں جُنُون کا اسم مصدر ہے۔

جُنَّة: ڈھال۔ آڑ۔ جمع۔ جُنَن

جَنَّة: باغ۔ جمع جَنّات (دیکھو جنّات)

جَنَّتَان: دو باغ۔ جَنّة کا تثنیہ بحالتِ رفعی

جَنَّتَین: دو باغ۔ جَنّة کا تثنیہ بحالتِ نصبی و جری۔

جَنَحُوا: وہ مائل ہوئے۔ جھکے۔ جُنُوح سے ماضی جمع مذکر غائب۔

جُند: فوج۔ لشکر۔ مددگار۔ جمع جُنُود

جَنَف: طرفداری۔ ظلم۔ کجی۔ باب سَمِعَ سے مصدر

جُنُوب: پہلو۔ واحد۔ جَنب

جُنُود: فوجیں۔ واحد۔ جُند

جَنِیّ: تازہ چنا ہوا میوہ۔ جَنی سے فعیل بمعنی مفعول۔

جَوّ: فضاء آسمان و زمین کا مابین۔

جَواب: جواب۔ جمع اَجوِبہ۔

جَوَاب: تالاب۔ حوض۔ واحد جَابِیَة۔

جَوَارِ: کشتیاں۔ جہاز۔ واحد جَارِیَة۔

جَوَارِح: شکاری جانور۔ زخمی کرنے والے۔ واحد جَارِحَة

جُودِی: وہ پہاڑ جس پر طوفان کے فرو ہونے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی آکر لگی تھی۔ تورات کی سفر تکوین میں اس کا نام اراراط بیان کیا گیا ہے۔ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ یہ پہاڑ موصل میں یا شام میں یا آمل میں ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں: زمانہ حال کے بعض شارحین تورات کے خیال میں جودی اس سلسلہ کوہ کا نام ہے جس نے اراراط اور جارجیا کے سلسلہ کوہ کو ملا دیا ہے وہ کہتے ہیں سکندر کے زمانہ کی یونانی تحریرات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کم از کم یہ واقعہ تاریخی ہے کہ آٹھواں صدی مسیحی تک وہاں ایک معبد موجود تھا۔ اور لوگوں نے اس کا نام کشتی کا معبد رکھ دیا تھا۔ حال ہی میں ایک مضمون نگار نے لکھا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کا ڈھانچہ بھی اس پہاڑ کی چوٹی پر اب تک موجود ہے۔ سیاح اس کو دیکھنے کے لئے جاتے رہتے

ہیں۔ کئی مرتبہ حکومت روس نے اس کشتی
کو محفوظ طور پر اُتارنے کی کوشش کی مگر
یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔
(واللہ اعلم)

جُوْع:۔ بھوک۔

جَوْف:۔ پیٹ۔ اندرونی حصہ۔ جمع اَجْوَاف

جِهَاد:۔ اللہ کی راہ میں جان و مال اور زبان
سے انتہائی کوشش کرنا۔ باب مفاعلہ سے
مصدر (دیکھو تُجَاهِدُوْنَ)

جِهَار:۔ برملا۔ پکارنا۔ بلند آواز کرنا۔ باب
مفاعلہ سے مصدر۔

جَهَاز:۔ اسباب۔ سامان۔ جمع اَجْهِزَة

جَهَالَة:۔ نادانی۔ باب سَمِعَ سے مصدر

جَهْد:۔ کوشش۔ طاقت۔ تاکید باب
فَتَحَ سے مصدر۔

جَهْر:۔ پکارنا۔ ظاہر کرنا۔ باب فَتَحَ سے
مصدر۔

جَهَرَ:۔ اُس نے پکارا۔ جَهْر سے ماضی واحد
مذکر غائب۔

جَهْرَة:۔ کھلم کھلا۔

جَهَّزَ:۔ اس نے تیار کر دیا۔ تَجْهِيْز سے
ماضی واحد مذکر غائب۔

جَهَنَّم:۔ دوزخ۔ دوزخ کا ایک طبقہ۔

(عَلَم غیر منصرف)

جَهُوْل:۔ بڑا نادان۔ جَهْل سے مبالغہ واحد۔

جِيَاد:۔ تیز رو گھوڑے۔ واحد جَوَاد

جَيْب:۔ گریبان۔ جمع جُيُوْب۔

جِيْد:۔ گردن۔ جمع جُيُوْد۔

جُيُوْب:۔ گریبان۔ واحد جَيْب۔

جِيْءَ:۔ وہ لایا گیا۔ (بصلہ بار) مَجِيْءٌ سے
ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

ح

حَاجّ:۔ حاجی۔ حج کرنے والا۔ حَجّ
سے اسم فاعل واحد مذکر۔

حَاجَّ:۔ اس نے حجت بازی کی۔ بحث
کی۔ مُحَاجَّة سے ماضی واحد مذکر
غائب۔

حَاجَة:۔ ضرورت۔ خواہش۔ جمع
حَوَائِج۔

حَاجَجْتُمْ:۔ تم نے جھگڑا کیا۔ مُحَاجَّة
سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

حَاجِز:۔ روکنے والا۔ منع کرنے والا۔ حائل
حَجْز سے اسم فاعل واحد مذکر

حَاجِزِيْنَ:۔ روکنے والے۔ حَاجِز کی
جمع بحالت نصبی و جری۔

حَاجُّوْا: انہوں نے جھگڑا کیا۔ مُحَاجَّۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

حَادَّ: اس نے مقابلہ کیا۔ مخالفت کی۔ مُحَادَّۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حَاذِرُوْنَ: ڈرنے والے۔ ہتھیار لگانے والے۔ حَذَر سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد حاذِر۔

حَارَبَ: اس نے جنگ کی۔ مُحَارَبَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حَاسَبْنَا: ہم نے حساب لیا۔ مُحَاسَبَۃ سے ماضی جمع متکلم۔

حَاسِبِیْنَ: حساب لینے والے۔ مَحْسِبَۃ سے اسم فاعل جمع مذکر واحد۔ حَاسِب (بحالت نصبی وجری)

حَاسِدٌ: بدخواہ۔ برا چاہنے والا۔ حَسَد سے اسم فاعل واحد مذکر۔

حَاشَ: پاک ہے۔ دور ہے۔ یہ کلمہ تعجب و تنزیہ کے لئے مستعمل ہے۔

حَاشَ لِلّٰہِ مَا ھٰذَا بَشَرًا۔ سبحان اللہ یہ انسان نہیں ہے۔

حَاشَ لِلّٰہِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْہِ مِنْ سُوْٓءٍ۔ توبہ توبہ! اس کے دامن پاک پر ہمارے علم میں کسی برائی کا دھبہ نہیں ہے۔

حَاشِرِیْنَ: جمع کرنے والے۔ نقیب۔ حَشْر سے اسم فاعل جمع مذکر واحد۔ حَاشِر (بحالت نصبی وجری)

حَاصِبٌ: سنگبار ہوا۔ سخت آندھی۔

حَاضِرَۃَ: کنارے۔ رو برو۔

حَاضِرِی: باشندے۔ حَضَارَۃ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ (بحالت نصبی وجری) نون اضافت کی وجہ سے گر گیا۔

حَافِرَۃ: پہلی حالت۔ قبر کی زمین حَفْر سے اسم فاعل واحد مؤنث۔ حَفْر کے معنی کھودنا ہیں۔ حَافِرہ بمعنی مَحْفُوْرَۃ ہے۔ یعنی کھدی ہوئی (زمین) قیامت کے زلزلے کے وقت کافر کہیں گے ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَۃِ۔ کیا ہم دوبارہ لوٹائے جائیں گے۔ حالانکہ ہم کھدی ہوئی زمین (قبر) میں ہیں۔ نیز رَجَعَ فُلَانٌ عَلٰی حَافِرَتِہٖ محاورہ بھی ہے جس کے معنیٰ ہیں۔ وہ اپنے پہلے راستہ پر لوٹ گیا۔ گویا حَافِرَۃ سے وہ راستہ مراد لیا جاتا ہے جو نشانات قدم سے کھد چکا ہو۔ اس صورت میں یہ معنے ہوں گے، کہ "کیا ہم کو اپنی سابقہ زندگی کی طرف

لوٹنا ہو گا"

حَافِظٌ:۔ نگہبان۔ حِفْظ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

حَافِظُوْا:۔ تم نگاہ رکھو۔ پابندی کرو۔ مُحَافَظَة سے امر جمع مذکر حاضر۔

حَافِظَات:۔ نگہبانی کرنے والیاں۔ حِفْظ سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد حَافِظَة

حَافِّيْنَ:۔ گرداگرد کھڑے ہونیوالے۔ حَفّ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد حَافّ۔

حَاقَ:۔ گھیر لیا۔ نازل ہوا (بصلۂ با) حَيْق و حُيُوق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حَاقَّة:۔ ثابت ہونے والی (قیامت) نہ ٹلنے والی مصیبت۔ حَقّ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

حَاكِمِيْنَ:۔ فیصلہ کرنے والے۔ حُكْم سے اسم فاعل جمع مذکر واحد۔ حَاكِم (بحالت نصبی وجری)۔

حَلَّ:۔ وہ حائل ہوا۔ بیچ میں آپڑا۔ (بصلۂ بَيْنَ) حَوْل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حَامٍ:۔ وہ اونٹ جس کی پشت سے دس سواری اور باربرداری کے لائق اونٹ پیدا ہو چکے تھے۔ ایسے اونٹ پر اہلِ عرب بوجھ لادنا موقوف کر دیتے۔ نہ اس پر سوار ہوتے۔ اور نہ اسے گھاس اور چارہ سے روکتے اور کہتے حَمٰى ظَهْرَهٗ اس اونٹ نے دس بچے پیدا کر کے اپنی پشت کو سواری اور باربرداری سے بچالیا۔ پس یہ حِمَايَة سے اسم فاعل واحد مذکر ہے۔

حَامِدُوْنَ:۔ تعریف کرنے والے۔ حَمْد سے اسم فاعل جمع مذکر واحد حَامِد۔ (دیکھو حَمْد)

حَامِلَات:۔ اُٹھانے والیاں۔ حَمْل سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد حَامِلَة

حَامِلِيْنَ:۔ اٹھانے والے۔ حَمْل سے اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالتِ نصبی وجری۔ واحد حَامِل۔

حَامِيَة:۔ گرم۔ دہکتی ہوئی۔ حَمْي سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

حَبّ:۔ اناج۔ دانہ۔ غلہ۔ جمع حُبُوْب

حُبّ:۔ دوستی۔ محبت۔ باب ضَرَبَ و كَرُمَ سے مصدر۔

حِبَال:۔ رسیاں۔ واحد حَبْل۔

حَبَّبَ:۔ اس نے محبوب بنادیا۔ تَحْبِيْب سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حَبَّة:۔ ایک دانہ اناج کا۔

حَبِطَ :- وہ اکارت ہو گیا حَبِطَ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حَبِطَتْ :- وہ ضائع ہوئی۔ حَبِطَ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

حُبُكٌ :- راہیں۔ راستے۔ واحد حباك یا حَبِيكَه قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:- وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ قسم ہے آسمان کی جو راہوں والا ہے تو آسمان کے راستوں سے مراد وہ راہیں ہیں جن پر ستارے گردش کرتے ہیں یا خود ستاروں سے جو مختلف شکلیں پیدا ہو جاتی ہیں وہ مراد ہیں یا اہل نظر کے لئے عجائب سماوی میں غور و فکر کی جو راہیں ہیں وہ مراد ہیں۔ (بیضاوی و مفردات)

حَبْلٌ :- رسّی۔ عہد۔ پیمان۔ جمع حِبَال۔ پہلے معنی میں حقیقت ہے۔ اور بعد کے دونوں معنی میں مجاز۔

حَبْلُ الْوَرِيدِ :- رگ جاں۔ شہ رگ۔ وہ رگ جو دل سے دماغ تک ہے اور جس کے کٹنے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔

حَتّٰى :- تک۔ جب تک۔ یہاں تک (حرف جار ہے) اور مضارع پر داخل ہوتا ہے تو تقدیر اَن کی وجہ سے مضارع منصوب ہو جاتا ہے۔

حَتْمٌ :- ضرور۔ لازم۔ قضا مقدر۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

حَثِيثٌ :- دوڑتا ہوا۔ شتاب۔ جلد۔ حَثّ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

حَجٌّ :- قصد کرنا۔ ارادہ کرنا۔

لغت میں حج کے معنے مطلقاً قصد او رارادہ کرنا ہیں۔ لیکن اصطلاح شریعت میں حج کہتے ہیں زیارت بیت اللہ کا اس کے آداب و شروط کے ساتھ ارادہ کرنے کو۔ انسان کی فطرت ہے۔ کہ وہ وعظ و نصیحت سے اتنا متاثر نہیں ہوتا۔ جتنا عملی نمونہ سے۔ اسی لئے خداوند تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ جہاں اپنے بندوں کی رہنمائی کے لئے وقتاً فوقتاً قانون بندگی آسمانی کتابوں کی صورت میں نازل فرمایا۔ وہاں ساتھ ہی ساتھ ایسے بندگانِ خاص (انبیاء علیہم السلام) کو بھی مبعوث فرمایا جو اپنے کمال بندگی کی وجہ سے عام بندوں کے لئے نمونہ اور مثال بن سکتے ہیں۔ خداوند قدوس نے قرآن کریم میں اپنے صالح بندوں کا ہماری نصیحت پذیری کے لئے جا بجا ذکر فرمایا ہے۔ ان مقدس انبیاء کرام (صلوٰۃ اللہ علیہم و سلام) میں یوں تو ہر ایک اپنی انوکھی شان

رکھتا ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ اور خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گل سرسبد کی حیثیت رکھتے ہیں۔

قرآن کریم نے ان دونوں بزرگوں کی زندگی اور زندگی کی قربانی کو خصوصیت کیساتھ مسلمانوں کے لئے نمونۂ عمل قرار دیا ہے۔

حج حضرت ابراہیم علیہ السلام کی راہِ مولیٰ میں فداکاری و جاں سپاری کے اس منظر کی یاد تازہ کرتا ہے۔ جب وہ اپنے آقا و مولیٰ کے حکم سے اپنی پیاری بیوی اور معصوم بچے کو ایک لق و دق وادی میں تن تنہا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے تھے کہ وہ سب سہاروں سے الگ ہو کر صرف اللہ کے سہارے زندگی کی منزلیں طے کریں۔ پھر جب وہ معصوم بچہ کچھ بڑا ہو تو اپنے رب کے ایک مخفی اشارہ پر مسکراتے ہوئے لبوں کیساتھ خاک و خون میں تڑپنے کیلئے تیار ہو جائے۔ پھر جب اور بڑا ہو تو اپنے باپ کیساتھ شریک ہو کر دنیا کے بتکدہ میں خدا کا پہلا گھر تعمیر کرے اور اپنی ساری عمر اللہ کی عبادت اور بیت اللہ کی خدمت میں صرف کر دے۔

"سفرِ حج" خدا کے ان اولوالعزم رسولوں کی فداکارانہ و جاں سپارانہ زندگی کے ان مناظر کی یاد تازہ کر کے ایمان کی روشنی اور محبت کی روشنی کو تیز کرتا ہے۔ اس لئے اُمتِ اسلام کا جو خدا کی کامل فرمانبرداری ہی کا نام ہے حج تھا رکن قرار دیا گیا ہے اور ہر اس مسلمان پر جو زاد و راحلہ کی قوت رکھتا ہو عمر بھر میں ایک مرتبہ اس کی ادائیگی فرض قرار دی گئی ہے۔ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا (جو شخص سفرِ حج کی طاقت رکھتا ہو۔ اس پر اللہ کے واسطے خانہ کعبہ کا حج کرنا فرض ہے۔)

حَجَّ :۔ اُس نے حج کیا۔ حَجّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حِجّ :۔ حج اسم مصدر ہے۔

حِجَاب :۔ پردہ۔ اوٹ۔ جمع حُجُب۔

حِجَارَة :۔ پتھر۔ واحد حَجَر۔

حُجَّة :۔ دلیل۔ جمع حُجَج۔ حُجَّة کے اصل معنی غلبہ کے ہیں۔ چونکہ دلیل سے آدمی مخاطب پر غالب ہو جاتا ہے۔ اس لئے دلیل کو حُجَّة کہتے ہیں۔

حِجَج :۔ برس۔ سال۔ واحد حِجَّة

حَجَر :۔ پتھر۔ جمع اَحْجَار۔ حِجَارَة۔

حِجْر :۔ ممنوع۔ عقل۔ قوم ثمود کی بستیاں

(دیکھو ثَمُود)

حُجُرات:۔ حجرے۔ کوٹھریاں۔ واحد حُجْرَۃ۔

حُجُور:۔ گودیں۔ آغوش۔ واحد حِجْر۔

حَدَائِق:۔ چہار دیواری سے گھرے ہوئے باغات۔ واحد حَدِیقَۃ۔

حِدَاد:۔ تیز۔ واحد حَدِید۔

حَدَب:۔ اونچی جگہ۔ بلندی۔

حَدِّث:۔ تو بات کہہ۔ تو بیان کر۔ تَحْدِیث سے امر واحد مذکر حاضر۔

حُدُود:۔ قاعدے۔ احکام۔ حدیں۔ واحد حَدّ۔ حُدُودُ اللہ سے مراد وہ احکام ہیں جو حق اور باطل کے درمیان حد فاصل ہیں۔ ان کو نظر انداز کرنا ایسا ہی جرم ہے جیسے کہ اپنے ملک کی سرحد کو عبور کر کے دشمن کی سرحد میں داخل ہو جانا۔

حَدِیث:۔ بات۔ جمع اَحَادِیث۔ رسولِ کریم صلعم کے قول کو بھی حدیث کہتے ہیں* مگر یہ اصطلاح بعد کی ہے۔

حَدِید:۔ لوہا۔ تیز چیز (دوسرے معنے میں حِدَّۃ۔ بمعنی تیزی سے صفت مشبہ واحد مذکر)

حَذَر:۔ ڈر۔ خوف۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

حِذْر:۔ بچاؤ جس کے ذریعہ بچاؤ ہو۔

حُرّ:۔ آزاد۔ جمع اَحْرَار

حَرّ:۔ گرمی۔ باب نَصَرَ و ضَرَبَ سے مصدر

حَرَام:۔ ناروا۔ ممنوع۔ باحرمت۔ جمع حُرُم (تیسرے معنی ہیں، (دیکھو مشعر حرام)

حَرْب:۔ لڑائی۔ جنگ۔ جمع حُرُوب۔

حَرْث:۔ کھیت۔ کھیتی۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

حَرَج:۔ تنگی۔ تکالیف۔ گناہ۔ باب نَصَرَ سے مصدر

حَرْد:۔ تیزی اور غصہ کے ساتھ روکنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

حَرَس:۔ نگہبان۔ چوکیدار۔ واحد حَارِس

حَرَصْتَ:۔ تو نے حرص کی۔ حِرْص سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

حَرَصْتُمْ:۔ تم نے حرص کی۔ حِرْص سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

حَرَض:۔ بے کار۔ بیمار۔ حَرَاضَۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

حَرِّض:۔ تو رغبت دلا۔ برانگیختہ کر (ابھار) تَحْرِیض سے امر واحد مذکر حاضر۔

حَرْف:۔ کنارہ۔ رُخ۔ طرف۔ جمع حُرُوف

حَرِّقُوا:۔ تم جلا دو۔ تَحْرِیق سے امر جمع مذکر حاضر۔

حُرُم:۔ احرام باندھنے والے۔ حرام چیزیں۔ (ادب اور حرمت والے)۔ واحد حَرَام

حَرَّمَ:۔ اس نے حرام کیا۔ تَحْرِیم سے

---

* یعنی جو عہد صحابہ کے بعد میں کہا گیا ہو

ماضی واحد مذکر غائب۔

حَرَم :۔ پناہ کی جگہ۔ مکہ مکرمہ کا وہ مخصوص علاقہ جس کی حدود میں اللہ تعالیٰ نے بعض چیزیں حرام فرمادی ہیں۔

حُرُمَات :۔ عزت کی چیزیں۔ بزرگیاں۔ واحد حُرْمَة۔

حُرِّمَتْ :۔ وہ حرام کی گئی۔ تحریم سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

حَرَّمْنَا :۔ ہم نے حرام کیا۔ روک دیا۔ تحریم سے ماضی جمع متکلم۔

حَرَّمُوْا :۔ انہوں نے حرام ٹھیرایا۔ تحریم سے ماضی جمع مذکر غائب۔

حَرُوْر :۔ لُو۔ گرم ہوا۔ حَرَارَة سے بصیغہ مبالغہ واحد۔

حَرِیْر :۔ ریشم۔

حَرِیْص :۔ لالچی۔ حِرْص سے صفت مشبہ واحد مذکر۔ جمع۔ حِرَاص۔

حَرِیْق :۔ جلانے والا۔ آتش سوزاں۔ حَرْق سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

حِزْب :۔ گروہ۔ جتھا۔ جمع اَحْزَاب۔

حِزْبَیْن :۔ دو گروہ۔ حِزْب کا تثنیہ بحالتِ نصبی و جری۔

حُزْن :۔ غم۔ رنج۔ جمع اَحْزَان۔

حِسَاب :۔ گمان۔ اندازہ۔ شمار کرنا۔ گننا۔ باب مفاعلہ سے مصدر۔ یَوْمُ الْحِسَاب سے روزِ قیامت مراد ہے کہ اس دن اعمال کا حساب ہوگا۔

حِسَابِیَہ :۔ میرا حساب۔ اس میں لفظ حساب یائے متکلم مفتوح کی طرف مضاف ہے اور آخر میں ہائے سکتہ ہے۔

حِسَان :۔ خوبصورت حسین۔ نفیس واحد حَسِیْن (مذکر) اور حَسِیْنَة (مؤنث)

حَسْبُ :۔ بس۔ کافی۔ (اسم فعل ہے)

حَسِبَ :۔ اس نے خیال کیا۔ حِسْبَان سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حَسِبَتْ :۔ وہ سمجھی۔ اس نے خیال کیا۔ حِسْبَان سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

حَسِبْتَ :۔ تو نے خیال کیا۔ حِسْبَان سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

حَسِبْتُمْ :۔ تم نے خیال کیا۔ حِسْبَان سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

حَسِبُوْا :۔ وہ سمجھے۔ حِسْبَان سے ماضی جمع مذکر غائب۔

حَسَدَ :۔ اس نے حسد کیا۔ حَسَد سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حَسَدًا :۔ حسد کرنا۔ دوسرے کو اچھی حالت

تیں دیکھ کر جلنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔
ایک شخص جب یہ دیکھتا ہے کہ مثلاً زید کسی
دینی یا دنیوی فضیلت کا حامل ہے۔ اور
میں اس سے محروم ہوں، تو اس کے دل میں
ایک رنجیدہ تکلیف اور خلش ہو جاتی ہے
اور وہ دو کیفیتوں میں سے کسی ایک کا
احساس کرتا ہے۔
(۱) یا تو وہ چاہتا ہے کہ یہ سعادت زید
سے زائل ہو جائے (۲) یا وہ زید سے اس
سعادت کے زوال کی تمنا تو نہیں کرتا بلکہ
یہ چاہتا ہے کہ مجھے بھی یہ نعمت حاصل ہو جائے
پہلی کیفیت کا نام حَسَد ہے۔ اور دوسری
غبطہ کہلاتی ہے۔ حسد نہایت قبیح و
رذیل عادت ہے۔ کیونکہ اس دنیا کے مدبر
و خالق کا مقصودِ اوّل یہ ہے کہ اپنی مخلوق
پر احسان و اکرام کرے اور اس کے دامان
جسم و روح کو اپنے جود و کرم کے بے بہا
موتیوں سے بھرے۔ مگر کم ظرف
دیتے ہیں، وہ ظرف قدرت خوار دیکھ کر
اس نے جس کسی کو جو نعمت عطا فرمائی ہے
تو اپنی حکمت و مصلحت سے ایسا کیا ہے
پس جب کسی انسان پر اس نعمت و احسان
کا اظہار ہوتا ہے۔ اور کوئی بدبخت اس

اس نعمت کے زوال و فنا کی تمنا کرتا ہے تو
گویا کہ وہ خداوند تعالیٰ کی خلق و تدبیر پر
اعتراض کرتا ہے۔ پس حَسَد ایک کافرانہ
عادت ہے۔ جو انسان کو کفر و ضلال کی تاریکی
میں ڈال سکتی۔ اور اس کے دل سے ایمان کی
روشنی زائل کر سکتی ہے۔ پھر جس طرح حَسَد
دینی خرابی کا سبب ہے اسی دنیوی فساد
کا بھی موجب ہے۔ کیونکہ اس خبیث عادت
کی وجہ سے محبت و مودت اور موالات کے
باہمی رشتے منقطع ہو جاتے ہیں۔

حَسَرَات:۔ افسوس، حسرتیں واحد حَسْرَة
حَسْرَة:۔ افسوس۔
(یا) حَسْرَتیٰ:۔ وا دریغا۔ اے میرے افسوس۔
یہ اصل میں حَسْرَتِی تھا۔ یائے متکلم کو الف
سے بدل لیا گیا۔
حُسْن:۔ خوبصورتی۔ نیکی۔ باب کَرُمَ سے
مصدر۔
حَسَن:۔ نیک۔ عمدہ۔ اچھا۔ حُسْن سے
صفت مشبہ واحد مذکر۔
حُسْنیٰ:۔ بہت اچھی۔ بہت عمدہ۔ حُسْن
سے اسم تفضیل واحد مؤنث۔
حَسَنَات:۔ نیکیاں۔ خوبیاں۔ واحد حَسَنَة
حَسَنَة:۔ نیکی۔ خوبی۔ بھلائی۔ نعمت۔

حُسْنَيَيْنِ:۔ دو خوبیاں۔ دو اچھی چیزیں۔ حُسْنٰی کا مؤنث بحالت جری۔ (اس سے مراد فتح یا شہادت ہے)

حُسُوْم:۔ نحس۔ کاٹنے والے۔ پے در پے۔ جڑ سے کاٹ دینا۔ آخری معنے میں باب نصر سے مصدر ہے۔ اور پہلے معنوں میں حاسمٌ حسم سے اسم فاعل واحد مذکر کی جمع۔

حَسِيْب:۔ حساب لینے والا۔ حِساب سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

حَسِيْر:۔ عاجز۔ تھکا ہوا۔ ماندہ۔ حسر سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

حَسِيْس:۔ آواز آہٹ۔

حَشْر:۔ جمع کرنا۔ اکٹھا کرنا۔ باب نصر سے مصدر۔ یَوْمُ الْحَشْر قیامت کے دن کو کہتے ہیں۔ کیونکہ اس دن لوگوں کو قبروں سے نکال کر ایک میدان میں اکٹھا کیا جائے گا۔ (دیکھو قیامۃ)

حَشَرَ:۔ اس نے جمع کیا۔ حشر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حُشِرَ:۔ وہ جمع کیا گیا۔ حشر سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

حَشَرْتَ:۔ تو نے اٹھایا۔ حشر سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

حُشِرَتْ:۔ وہ جمع کی گئی۔ حشر سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

حَشَرْنَا:۔ ہم نے جمع کیا۔ حشر سے ماضی جمع متکلم۔

حَصَاد:۔ کاٹنا (کھیتی کا) باب نصر سے مصدر۔

حَصَب:۔ ایندھن۔

حَصْحَصَ:۔ وہ ظاہر ہو گیا۔ حصحصۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حَصَدْتُّمْ:۔ تم نے کاٹا۔ حصاد سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

حَصِرَتْ:۔ وہ تنگ ہوئی۔ حصر سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

حُصِّلَ:۔ وہ حاصل کیا گیا۔ ظاہر کیا گیا۔ تحصیل سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

حَصُوْر:۔ پاکباز۔ عورتوں سے علیحدہ رہنے والا۔ حصر (روکنا) سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ حصور اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے نفس کو ایسی باتوں سے روکے جو فضل و کمال کے منافی ہوں۔ عورتوں سے الگ تھلگ رہنے والے کو بھی حصور کہتے ہیں اور اکثر مفسرین نے یہی معنی مراد لئے ہیں۔ یہ لفظ قرآن کریم میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

حُصُوْن :- قلعے۔ واحد۔ حِصْن۔

حَصِیْد :- کٹی ہوئی کھیتی۔ حِصَاد سے فعیل بمعنی مفعول۔

حَصِیْر :- قید خانہ۔ حَصْر سے صفت مشبہ کا صیغہ

حَضَرَ :- وہ حاضر ہوا۔ حُضُوْر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حَضَرُوْا :- وہ موجود ہوئے۔ حُضُوْر سے ماضی جمع مذکر غائب۔

حُطَام :- ریزہ ریزہ۔ روندی ہوئی۔ حَطْم سے فُعَال بمعنے مفعول۔

حَطَب :- ایندھن۔ لکڑی۔

حِطَّةٌ :- اے اللہ ہمارے گناہ ہم سے دور کر دے ہم بخشش مانگتے ہیں۔ ماخوذ ہے حَطّ سے جس کے معنی ہیں کسی چیز کو اوپر سے گرانا۔ وادیٔ تیہ سے نکلنے کے بعد بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ یہ کلمہ کہتے ہوئے بیت المقدس میں داخل ہوں۔ مگر انہوں نے اس کی بجائے حِنْطَةٌ کہا یعنی ہمیں گیہوں دے۔ اس پر وہ عذاب الٰہی میں مبتلا ہوئے۔

حُطَمَة :- روندنے والا۔ ریزہ ریزہ کر دینے والا۔ حَطْم سے صیغہ مبالغہ واحد۔ اس سے مراد دوزخ ہے۔

حَظّ :- حصہ۔ قسمت۔ نصیب۔ ج حُظُوْظ

حَفَدَة :- پوتے۔ واحد حَافِد۔

حُفْرَة :- گڑھا۔ جمع حُفَر۔

حِفْظ :- نگہبانی۔ حفاظت۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

حَفِظَ :- اس نے نگہبانی کی۔ حِفْظ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حَفَظَة :- نگہبان۔ حفاظت کرنے والے۔ واحد حَافِظ۔

حَفِظْنَا :- ہم نے محفوظ رکھا۔ حِفْظ سے ماضی جمع متکلم۔

حَفِیّ :- بڑا مہربان۔ حَفَاوَة سے صفت مشبہ

حَفِیْظ :- نگہبان۔ جمع حُفَظَاء۔

حَقّ :- ثابت۔ قائم۔ واجب۔ لازم۔ مناسب۔

مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں :-

حق اسی چیز کو کہتے ہیں جو ثابت ہو قائم و اٹل ہو۔ اور باطل کے معنی ہی یہ ہیں کہ مٹ جانا اور قائم و باقی نہ رہنا۔ پس جب وہ (قرآن) کسی بات کے لئے کہتا ہے کہ یہ حق ہے تو صرف دعویٰ نہیں ہوتا۔ بلکہ دعوے کے ساتھ اس کے جانچنے کا ایک معیار بھی پیش کر دیتا ہے۔ یہ بات حق ہے یعنی نہ ٹلنے والی اور نہ مٹنے والی بات ہے۔ یہ بات باطل ہے۔ یعنی نہ ٹک سکنے والی اور مٹ جانے والی

بات ہے۔ پس جو بات اٹل ہوگی اس کا اٹل ہونا کسی نگاہ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ جو بات مٹ جانے والی ہے اس کا مٹنا ہر آنکھ دیکھ لے گی۔

چنانچہ وہ اللہ کی نسبت بھی اَلْحَقُّ کی صفت استعمال کرتا ہے۔ کیونکہ اس کی ہستی سے بڑھ کر اور کون سی حقیقت ہے، جو ثابت اور اٹل ہوسکتی ہے فَذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمُ الْحَقُّ (پس یہ ہے تمہارا پروردگار حق) وحی تنزیل کو بھی وہ الحق کہتا ہے۔ کیونکہ وہ دنیا کی ایک قائم و ثابت حقیقت ہے۔ جن لوگوں نے اسے مٹانا چاہا وہ خود مٹ گئیں۔ حتیٰ کہ آج ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں۔ لیکن وحی و تنزیل کی حقیقت ہمیشہ قائم رہی۔ اور آج تک قائم ہے۔

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ۔ (کہہ دو کہ اے افرادِ نسلِ انسانی بلاشبہ تمہارے پروردگار کی طرف سے وہ چیز تمہارے لئے آگئی ہے جو حق ہے)

اسی طرح جب وہ مدمت تعریف کے ساتھ کسی بات کو الحق کہتا ہے اس سے یہی مقصود یہی حقیقت ہوتی ہے اور اسی لئے وہ اکثر حالتوں میں صرف اَلْحَقُّ کہنا ہوتا ہوتا ہے۔ وہ اس سے زیادہ کہنا ضروری نہیں سمجھتا۔ (مقدمہ ترجمان القرآن)

حَقَّ:۔ وہ حق ہوا۔ سچ ہوا۔ ثابت ہوا۔ حق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حُقُب:۔ مدتہائے دراز۔ سالہا سال۔ زمانہ۔ جمع اَحْقَاب۔

حَقَّتْ:۔ وہ ثابت ہوئی۔ حَقّ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

حُقَّتْ:۔ وہ اس لائق ہے۔ وہ ثابت کی گئی۔ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

حَقِیْق: سزاوار۔ لائق۔ ثابت۔ حَقّ سے صفت مشبہ۔

حُکَّام:۔ حاکم لوگ۔ واحد۔ حَاکِمٌ

حُکْم:۔ حکومت کرنا۔ حکم کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

حَکَم:۔ منصف۔ فیصلہ کرنے والا۔ حُکْم سے صفت مشبہ واحد۔

حَکَمَ:۔ اُس نے حکم کیا۔ فیصلہ کیا۔ حُکْم سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

حِکْمَة:۔ عقل مندی۔ علم۔ تدبیر۔ عقل۔ جمع حِکَم۔ حِکْمَۃ کے معنی ہیں عقل و علم

کے ذریعہ حق کو پالینا" جب حکمۃ کی اللہ تعالیٰ
کی طرف سے نسبت کی جائے تو اس سے اشیاء
کی معرفت اور ان کا بہترین طریقہ پر ایجاد
کرنا مراد ہے۔ اور جب بندہ کی طرف نسبت
کی جائے تو اس سے موجودات کی معرفت
اور نیک کاموں کا انجام دینا مقصود ہوتا ہے
لہذا حَکِیْمٌ جب اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال
ہو تو اس کے معنی اور ہوتے ہیں اور بندہ
کے لئے استعمال ہو تو اور۔ اور قرآن کریم
کو حَکِیْم اس لحاظ سے کہا گیا ہے کہ اس
میں حکمت کی باتیں ہیں۔

اور قرآن کریم میں جو فرمایا گیا ہے:۔
یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (رسول
ان کو کتاب اللہ اور حکمت کی تعلیم دے)
تو یہاں حکمت کی تفسیر میں مختلف قول ہیں۔
(۱) یہ کہ قرآن کے ناسخ و منسوخ اور محکم و
متشابہ کا علم مراد ہے (۲) یہ کہ قرآن کریم کے
دلائل اور حکمتوں کا علم مراد ہے (۳) یہ کہ
حقائق قرآنیہ کا فہم مراد ہے۔ وغیرہا۔
(مفردات ملخصاً)

حَکَمْتَ :۔ تو نے فیصلہ کیا۔ حُکْمٌ سے ماضی
واحد مذکر حاضر۔

حَکَمْتُمْ :۔ تم نے فیصلہ کیا۔ حُکْمٌ سے ماضی
جمع مذکر حاضر۔

حَکِیْمٌ :۔ دانا۔ پختہ کار۔ حکمت والا۔ جمع
حُکَمَاءُ۔ (دیکھو حِکْمَۃ)

حِلٌّ :۔ حلال۔ نازل۔ مصدر بمعنی صفت۔

حَلَائِلُ :۔ بیویاں۔ وہ عورتیں جن سے شرعاً
جماع جائز ہو۔ واحد حَلِیْلَۃٌ۔

حَلَّافٌ :۔ بہت قسمیں کھانے والا۔ حَلْفٌ
سے مبالغہ واحد۔

حَلَالٌ :۔ جائز۔ روا۔ حلال ہونا۔ اسم
مصدر و مصدر۔

حَلَفْتُمْ :۔ تم نے قسم کھائی۔ حَلْفٌ سے ماضی
جمع مذکر حاضر۔

حُلْقُوْمٌ :۔ گلا۔ حلق۔ جمع حَلَاقِیْمُ۔

حَلَلْتُمْ :۔ تم حلال ہوئے۔ (یعنی تم نے احرام
کھولا) حَلَالٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

حُلُمٌ :۔ زمانہ بلوغ۔ جمع اَحْلَامٌ

حُلُّوْا :۔ ان کو زیور پہنایا گیا۔ تَحْلِیَۃٌ سے
ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

حُلِیٌّ :۔ زیورات۔ واحد حَلْیٌ۔

حَلِیْمٌ :۔ بردبار۔ عقل مند۔ باوقار۔ حِلْمٌ
سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

حٰمٓ :۔ یہ حروف مقطعات ہیں۔

حَمَاٍ :۔ گارا۔ کیچڑ۔

حِمَار :- گدھا ۔ جمع حُمُر ۔

حَمَّالَۃ :- خوب اٹھانے والی ۔ حَمْل سے مبالغہ واحد مؤنث ۔

حَمِئَۃ :- کیچڑ والی ۔ دلدل والی ۔ حَمَأٌ سے صفت مشبہ واحد مؤنث ۔

حَمْد :- تعریف ۔ ثناء ۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں :-

حمد مدح سے خاص ہے اور شکر سے عام ہے ۔ کیونکہ مدح میں تعریف کرتے ہیں جو اوصاف اختیاری وغیرہ اختیاری دونوں پر ہو ۔ کسی شخص کے حسن و جمال کی جو تعریف کی جائے وہ بھی مدح ہے ۔ اور اس کی سخاوت و علم کی جو تعریف کی جائے وہ بھی مدح ہے لیکن حمد اسی تعریف کو کہتے ہیں جو اوصاف اختیاری پر ہو ۔ چنانچہ سخاوت و علم کی تعریف کو حمد کہہ سکتے ہیں ۔ حسن و جمال کی تعریف کو حمد نہیں کہیں گے ۔ اور شکر اس تعریف کو کہیں گے جو اوصاف اختیاری پر ہو ۔ اور ساتھ ہی نعمت کا مقابلہ بھی ہو ۔ لہٰذا ہر شکر کو حمد کہا جا سکتا ہے ۔ لیکن ہر حمد کو شکر نہیں کہا جا سکتا ۔ اور ہر حمد کو مدح کہا جا سکتا ہے لیکن ہر مدح کو حمد نہیں کہا جا سکتا ۔

(مفردات)

مگر قاضی بیضاوی لکھتے ہیں کہ :-

شکر زبان سے بھی ہو سکتا ہے ۔ عمل سے بھی ہو سکتا ہے اور دل سے بھی ۔ لہٰذا شکر کے لحاظ سے حمد و مدح سے عام ہے ۔ اور دوسرے اعتبار سے خاص ۔ پھر آگے لکھتے ہیں :-

چونکہ حمد (شکر باللسان) شکر کی دوسری صورتوں کے مقابلہ میں منعم کی نعمتوں کے اظہار کی زیادہ عام و سہل صورت ہے اس لئے اسے رأس الشکر قرار دیا گیا ۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا :-

الحمد رأس الشکر ما شکر اللہ من لم یحمدہ ۔ حمد بہترین شکر ہے ۔ جس نے اللہ کی حمد نہیں کی اس نے شکر ادا نہیں کیا ۔

حمد کی ضد ذم ہے اور شکر کی کفران ۔

(نوٹ : حمد کی تفصیل کے سلسلہ میں بعض مشہور لغات القرآن میں مفردات کی تشریح کو غلط طور پر پیش کیا گیا ہے ۔)

حُمُر :- لال چیزیں ۔ واحد اَحْمَر

حَمْل :- حمل ۔ پیٹ کا بچہ ۔ جمع اَحْمَال ۔

حِمْل :- بوجھ ۔ جمع اَحْمَال ۔

حَمَلَ :- اس نے اٹھایا ۔ حَمْل سے ماضی واحد مذکر غائب ۔

حُمِّلَ: وہ لادا گیا۔ وہ اٹھوایا گیا۔ تَحْمِیْل سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

حَمَلَتْ: اس نے اٹھایا۔ حَمْل سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

حَمَلْتَ: تو نے اٹھایا۔ حَمْل سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

حُمِلَتْ: وہ اٹھائی گئی۔ حَمْل سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

حُمِّلْتُمْ: تم لادے گئے۔ تم سے بوجھ اٹھوایا گیا۔ تَحْمِیْل سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

حَمَلْنَا: ہم نے اٹھایا۔ ہم نے سوار کرایا۔ تَحْمِیْل سے ماضی مجہول جمع متکلم

حُمِّلْنَا: ہم لادے گئے۔ ہم سے اٹھوایا گیا۔ تَحْمِیْل سے ماضی مجہول جمع متکلم۔

حُمِّلُوْا: وہ لادے گئے۔ ان پر بوجھ ڈالا گیا تَحْمِیْل سے ماضی جمع مذکر غائب مجہول۔

حَمُوْلَۃ: بار بردار جانور۔ حَمْل سے مبالغہ واحد مذکر

حَمِئَۃ: کیچڑ والی۔ حَمْأ سے صیغہ صفت مشبہ

حَمِیَّۃ: غیرت۔ پچ۔ ضد۔ حمیت۔

حَمِیْد: سراہا ہوا۔ تعریف کیا ہوا۔ تعریف کے لائق حَمْد سے فَعِیْل بمعنی مفعول۔

حَمِیْر: گدھے۔ حِمَار کا اسم جمع ہے۔

حَمِیْم: گہرا دوست۔ سخت گرم پانی حَمَم سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

حَنَاجِر: گلے۔ نرخرے۔ واحد حَنْجَرَۃ۔

حَنَان: شفقت۔ مہربانی۔ رحمت۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

حِنْث: گناہ۔ قسم توڑنا۔ باب سَمِعَ سے مصدر

حِنْطَۃ: گیہوں۔

حُنَفَاء: مسلمان لوگ۔ اللہ کی طرف رخ کرنے والے۔ واحد حَنِیْف۔

حَنِیْذ: تلا ہوا۔ بھونا ہوا۔ حَنْذ سے فعیل سے بمعنی مفعول۔

حَنِیْف: سب جھوٹے مذہبوں سے بیزار سب کی طرف سے ہٹ کر ایک اللہ کا ہو جانے والا حَنَف سے صفت مشبہ، واحد، جمع حُنَفَاء آتے ہیں۔ "جَنَف کے معنی ہیں" راہ راست کو چھوڑ کر ادھر ادھر جھک جانا" اور حَنَف کے معنی ہیں برائی کو چھوڑ کر راہ راست کو اختیار کرنا۔ اس میں سے۔ حَنِیْف وہ ہے جو ہر باطل مذہب سے روگرداں ہو جائے علامہ رشید رضا لکھتے ہیں "کسی غلط راستہ سے روگرداں ہو جانے والے کو حَنِیْف نہیں کہتے بلکہ حَنِیْف اسے کہیں گے جو اس راہ کج سے منہ پھیر کر سیدھے راستہ پر آئے جب پر ساری دنیا چل رہی ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ

وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کو اسی لئے اس
وصف سے موصوف کیا گیا کہ ان کے زمانہ میں
ساری دنیا کفر کے راستے پر دوڑ رہی تھی مگر
انہوں نے رب سے یہاں تک کہ اپنے قریب ترین
عزیزوں سے علیحدہ ہو کر راہِ حق کو اختیار کیا۔
اور ہر قسم کی ترغیب ترہیب کے باوجود اس پر
ثابت قدم رہے۔ (تفسیر المنار ج ۱)
شریعتِ محمدیہ چونکہ اصول دین توحید و
رسالت و بعث و جزا کے علاوہ ان کلیات
دین میں بھی جن سے شریعت کے احکام مرتب
مستنبط ہوتے ہیں، شریعتِ ابراہیمیہ کے موافق
ہے اس لئے اُسے "ملّۃ ابراھیم"
اور "حَنِیفِیّۃ" کہا گیا۔
ایک حدیث میں رسول اکرم صلعم نے فرمایا:
تَرَکْتُ فیکم الحنیفیۃ البیضاء السمحۃ
لیلھا کنھارھا (میں تمہارے درمیان ملّتِ
حنیفیہ کو چھوڑ رہا ہوں جو سپید اور سہل ہے
اس کی رات بھی اس کے دن کی طرح روشن ہے۔) یہاں
حَنِیفِیّۃ کی صفت بَیضاء (سپید) غالباً
اسی لئے لائی گئی کہ جس طرح سپید رنگ اصل
رنگ ہے اور اس میں کسی اور رنگ کی ملاوٹ
نہیں ہوتی۔ برخلاف دوسرے رنگوں کے
کہ وہ سپیدی پر عارضی سے بنتے ہیں نیز
ایک شے دوسرے کی آمیزش ہوتی ہے اسی
طرح ملّتِ حنیفیہ بھی فطرتِ انسانی کا اصل
مذہب ہے۔ اسکی شاہراہ تمام باطل کی پگڈنڈیوں
سے علیحدہ اور ممتاز ہے۔ واللہ اعلم۔

حُنَیْن:۔ ایک مقام جو مکہ اور طائف کے
درمیان ہے۔ شوال سنہ ۸ھ میں قبیلہ ہوازن
سے یہاں خونریز جنگ ہوئی تھی۔ جس
میں غرورِ کثرت کی وجہ سے ابتداءً مسلمانوں
کے پاؤں اکھڑ گئے تھے۔ مگر آخر کار انہیں
فتح کامل حاصل ہوئی۔

حَوَارِیُّون:۔ مخلص، ساتھی، سفید پوش۔
دھوبی۔ واحد حَوَارِی۔
حَوَارِی۔ حَوَر سے بنایا گیا جس کے
معنے ہیں خالص سپیدی کے۔ حَوَارِیُّون
قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان
بارہ ساتھیوں کے لئے استعمال کیا گیا ہے
جنہوں نے سب سے پہلے ان کی دینی دعوت
قبول کی۔
ان کو حواری کیوں کہا گیا؟ اس سلسلہ میں
مفسرین نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔
منجملہ ان کے یہ ہیں:۔
(۱) چونکہ ان کے دل کفر کی آلودگی
اور نفاق کے داغ دھبوں سے پاک صاف

تھے۔ اس لئے ان کو حواری کہا گیا۔
(۲) یہ لوگوں کے دلوں کو کفر کی آلودگی سے اپنے علمی و دینی فیوض کے ذریعہ پاک کرتے تھے۔ اسلئے ان کو حواری کہا گیا۔
(۳) یہ لوگ امراء و اشراف تھے سپید لباس استعمال کرتے تھے۔ اسلئے حواری کہا گیا۔
(۴) یہ لوگ قوم کے دھوبی تھے۔ حضرت عیسیٰ نے ان سے کہا۔ کپڑے کیا دھوتے ہو میرے پاس آؤ کہ میں تمہیں دل دھونا سکھا دوں۔
قرآن کریم کے اس استعمال کے بعد حَوَارِیّ رفیق و مددگار کے معنی میں استعمال ہونے لگا
چنانچہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
لکل نبیٍّ حواریٌّ وحَوَارِیّ الزبیر
ہر نبی کا کوئی رفیق ہوتا ہے اور میرا رفیق زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔
(مفردات بیضاوی۔ موضح وغیرہا)

حَوَارِیِّیْنَ :۔ حواری۔ حَوَارِیّ کی جمع بحالت نصبی و جری۔

حَوَایَا :۔ آنتیں۔ واحد حَوِیَّۃ۔

حُوْب :۔ گناہ۔ وبال۔

حُوْت :۔ مچھلی۔ جمع حِیْتَان۔ صَاحِبُ الْحُوت سے حضرت یونس علیہ السلام مراد ہیں۔
(دیکھو صاحبُ الحوت)

حُوْر :۔ جنت کی عورتیں۔ حوریں۔ واحد حَوْرَاء۔ حَوْرَاء وہ حسین عورت کہلاتی ہے جس کی آنکھ کی سفیدی بہت سفید اور سیاہی بہت سیاہ ہو۔

حِوَل :۔ پھرنا۔ بدلنا تغیر تبدل۔ حَوْل کا اسم مصدر۔

حَوْل :۔ برس۔ گرداگرد۔

حَوْلَیْنِ :۔ دو برس۔ حَوْل کا تثنیہ بحالتِ نصبی و جری۔

حَیّ :۔ زندہ۔ باقی۔ جمع اَحْیَاء

حَیَّ :۔ وہ زندہ رہا۔ حیٰوۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

حَیٰوۃ :۔ زندگی۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

حَیَّۃ :۔ سانپ۔ جمع حَیَّات۔

حِیْتَان :۔ مچھلیاں۔ واحد حُوْت۔

حَیْثُ :۔ جہاں۔ جس جگہ (ظرفِ مکان)

حَیْثُمَا :۔ جس جگہ۔ (اسم ظرف متضمن بمعنی شرط)

حَیْرَان :۔ پریشان۔ بہکا ہوا۔ جمع حَیَارٰی

حِیْلَ :۔ حائل کر دیا گیا۔ حَوْل سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

حِیْلَۃ :۔ تدبیر۔ بہانہ۔ جمع حِیَل۔

حِیْن :۔ وقت۔ جمع اَحْیَان۔

حِيۡنَئِذٍ :- اس وقت -

حَيُّوۡا :- تم دعا دو، سلام کرو۔ تَحِيَّة سے امر جمع مذکر حاضر۔

حَيَوَان :- زندگی۔ جینا۔ باب سَمِعَ سے مصدر

حَيُّوۡا :- انہوں نے سلام کیا۔ تَحِيَّة سے ماضی جمع مذکر غائب۔

حُيِّيۡتُمۡ :- تم کو سلام کیا گیا۔ تَحِيَّة سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

خ

خَائِبِيۡنَ :- ناکام و نامراد لوگ۔ خَيۡبَة سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری غائب۔

خَائِضِيۡنَ :- گھسنے والے۔ بحث کرنیوالے خَوۡض سے اسم فاعل جمع مذکر واحد خَائِض۔

خَائِف :- ڈرنے والا۔ خَوۡف سے اسم فاعل واحد مذکر۔

خَائِفِيۡنَ :- ڈرنے والے۔ خَائِف کی جمع بحالت نصبی و جری۔

خَائِنَة :- خیانت۔ دغا۔ باب نَصَرَ سے مصدر

خَائِنِيۡنَ :- خیانت کرنے والے۔ خِيَانَة سے اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالت نصبی و جری واحد خائن۔

خَابَ :- وہ نامراد ہوا۔ خَيۡبَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

خَاتَم :- (بفتح التاء) مہر (بکسر التاء) مہر ختم کرنے والا۔ رسول اکرم صلعم کو قرآن کریم میں خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ اسی لئے کہا گیا کہ آپ کی تشریف آوری سے سلسلۂ نبوت پر مہر لگ گئی۔ اب کسی کو یہ منصب کسی حیثیت سے نہ ملیگا۔ آپ نے اس سلسلہ کو ختم کر دیا۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:۔ وَخَاتَمُ النَّبِيِّيۡنَ لِاَنَّهٗ خَتَمَ النُّبُوَّةَ اَیۡ تَمَّمَهَا بِمَجِيۡئِهٖ (اور خاتم النبیین اس لئے کہا گیا کہ آپ نے تشریف لا کر نبوت کو ختم کر دیا)۔

رہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آخر زمانہ میں نزول (جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے) تو وہ بحیثیت نبی کے نہ ہوگا بلکہ حضور کے ایک اُمتی کی حیثیت سے ہوگا وہ آپ ہی کے دین کی تبلیغ و اشاعت فرمائینگے۔

خَادِع :- دھوکا دینے والا۔ خَدۡع سے اسم فاعل واحد مذکر۔

خَارِج :- نکلنے والا۔ خُرُوۡج سے اسم فاعل واحد مذکر۔

خَارِجِيۡنَ :- نکلنے والے۔ خارج کی جمع۔

بحالتِ نصبی و جری۔

خَازِنِیْنَ :۔ جمع کرنے والے۔ خزن سے اسم فاعل جمع مذکر، بحالت نصبی و جری، واحد خَازِن۔

خَاسِئِیْنَ :۔ دھتکار کرنیوالے۔ خوار و ذلیل لوگ۔ خاسیٔ کی جمع بحالت نصبی و جری۔

خَاسِئٌ :۔ دھتکارا ہوا۔ ذلیل و خوار۔ خسأ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

خَاسِرَۃٌ :۔ نقصان والی۔ گھاٹے والی خسر سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

خَاسِرُوْنَ :۔ نقصان پانے والے خسر سے اسم فاعل جمع مذکر واحد خاسر۔

خَاشِعٌ :۔ عاجزی کرنے والا۔ خشوع سے اسم فاعل واحد مذکر۔

خَاشِعَات :۔ عاجزی کرنے والی عورتیں۔ خشوع سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد خاشعہ۔

خَاشِعَۃٌ :۔ پست۔ جھکی ہوئی۔ خشوع سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

خَاشِعُوْنَ :۔ عاجزی کرنے والے خشوع سے اسم فاعل جمع مذکر۔

خَاصَّۃ :۔ خاص کر۔ چن کر۔ خصوص سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

خَاضِعِیْنَ :۔ جھکنے والے۔ خضوع سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی واحد خَاضِع۔

خَاضُوْا :۔ وہ گھسے۔ انہوں نے بحث کی۔ خوض سے ماضی جمع مذکر غائب۔

خَاطِئَۃ :۔ گناہ۔ گناہگار۔ پہلے معنے میں مصدر اور دوسرے میں خطأ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔ دیکھو خطأ۔

خَاطِئُوْنَ :۔ گنہگار لوگ۔ واحد۔ خاطئ

خَاطَبَ :۔ اس نے بات کی۔ مُخَاطَبَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

خَافَ :۔ وہ ڈرا۔ خوف سے ماضی واحد مذکر غائب۔

خَافَتْ :۔ وہ ڈری۔ خوف سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

خَافِضَۃٌ :۔ پست کرنے والی۔ خفض سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

خَافُوْا :۔ وہ ڈر گئے۔ تم ڈرو۔ خوف سے ماضی جمع مذکر غائب (بمعنی اول)، اور امر جمع مذکر حاضر (بمعنے ثانی)

خَافِیَۃٌ :۔ چھپنے والی۔ خفاء سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

خَال :۔ ماموں۔ جمع اَخْوَال۔

خَالَاتٌ:۔ خالائیں۔ واحد خَالَۃ
خَالِدٌ:۔ ہمیشہ رہنے والا۔ خُلُوْدٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔ جمع خَالِدُوْنَ (بحالت رفعی) اور خَالِدِیْنَ (بحالت نصبی و جری)۔
خَالِدَیْنِ:۔ ہمیشہ رہنے والے۔ خَالِدٌ کا تثنیہ بحالت نصبی۔
خَالِصٌ:۔ صاف۔ بے میل۔ خُلُوْصٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔
خَالِصَۃٌ:۔ نری۔ خالص۔ خُلُوْص سے اسم فاعل واحد مؤنث۔
خَالِفِیْنَ:۔ پیچھے رہنے والے۔ خَلْفٌ سے اسم فاعل جمع مذکر (بحالت نصبی و جری) واحد خَالِفٌ۔
خَالِقٌ:۔ پیدا کرنے والا۔ بنانے والا۔ خَلْقٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔
خَالِقُوْنَ:۔ پیدا کرنے والے۔ خَلْقٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔
خَالِیَۃٌ:۔ گذشتہ۔ گذرنے والی۔ خُلُوٌّ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔
خَامِدُوْنَ:۔ بجھے ہوئے۔ بجھنے والے۔ خُمُوْدٌ سے اسم فاعل جمع مذکر واحد خَامِدٌ۔
خَامِسَۃٌ:۔ پانچویں۔
خَانَتَا:۔ ان دونوں نے خیانت کی۔ خِیَانَۃٌ سے ماضی تثنیہ مؤنث غائب۔
خَانُوْا:۔ انہوں نے خیانت کی۔ خِیَانَۃٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔
خَاوِیَۃٌ:۔ خالی۔ کھوکھلی۔ ویران۔ خَوَاءٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔
خَبْءٌ:۔ چھپی ہوئی چیز۔ باب فَتَحَ سے مصدر۔ بمعنی مفعول۔
خَبَائِثُ:۔ گندے کام۔ واحد خَبِیْثَۃٌ۔
خَبَالٌ:۔ تباہ کرنا۔ تباہی۔ باب نَصَرَ سے مصدر و اسم مصدر۔
خَبَتْ:۔ وہ بجھی۔ خُبُوٌّ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔
خَبُثَ:۔ وہ ناپاک ہوا۔ خُبْثٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔
خَبَرٌ:۔ حال۔ خبر۔ جمع اَخْبَارٌ۔
خُبْرٌ:۔ آگاہی۔ خبرداری۔ سمجھ۔ باب کَرُمَ سے اسم مصدر۔
خُبْزٌ:۔ روٹی۔
خَبِیْثٌ:۔ ناپاک۔ پلید۔ گندی چیز۔ خُبْثٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔ جمع خُبُثٌ۔
خَبِیْثَۃٌ:۔ گندی۔ ناپاک۔ جمع خَبَائِثُ۔
خَبِیْثُوْنَ:۔ گندے۔ خُبْثٌ سے صفت مشبہ جمع مذکر بحالت رفعی۔

خَبِیْرٌ :- دانا۔ خبردار۔ خداوند تعالیٰ کا اسم صفت خُبْرٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

خَتَّارٌ :- بڑا جھوٹا۔ عہد شکن۔ خَتْرٌ سے مبالغہ واحد۔

خِتَامٌ :- مُہر بنانے کا مسالہ۔ خاتمہ۔

خَتَمَ :- اس نے مُہر لگائی۔ خَتْمٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

خَدٌّ :- گال۔ رخسار۔ جمع خُدُوْدٌ۔

خُذْ :- تو پکڑ۔ تو لے۔ اَخْذٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔

خُذُوْا :- تم لو۔ تم پکڑو۔ اَخْذٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

خَذُوْلٌ :- مصیبت میں تنہا چھوڑ دینے والا خُذْلَانٌ سے مبالغہ واحد۔

خَرَّ :- وہ گر پڑا۔ خُرُوْرٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

خَرَابٌ :- ویران ہونا۔ ویرانی۔ اُجڑنا۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

خَرَاجٌ :- رزق۔ مال۔ ہر چیز جو زمین وغیرہ سے نکلے خَرْجٌ اور خرج کہلاتی ہے۔

خَرَّاصُوْنَ :- اٹکل دوڑانے والے۔ تخمینہ کرنے والے۔ خَرْصٌ سے مبالغہ جمع مذکر۔

خَرْجٌ :- محصول۔ مال۔ باج۔

خَرَجَ :- وہ نکلا۔ خُرُوْجٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

خَرَجْتَ :- تو نکلا۔ خُرُوْجٌ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

خَرَجْتُمْ :- تم نکلے۔ خُرُوْجٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

خَرَجْنَ :- وہ نکلیں۔ خُرُوْجٌ سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

خَرَجْنَا :- ہم نکلے۔ خُرُوْجٌ سے ماضی جمع متکلم۔

خَرَجُوْا :- وہ نکلے۔ خُرُوْجٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

خَرْدَلٌ :- رائی۔ واحد۔ خَرْدَلَۃٌ

خُرْطُوْمٌ :- سونڈ۔ جمع خَرَاطِیْمُ (قرآن کریم میں تحقیراً اس لفظ کو کافر کی ناک کے لئے بطور استعارہ استعمال فرمایا گیا ہے)۔

خَرَقَ :- اس نے پھاڑا۔ خَرْقٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

خَرَقْتَ :- تو نے پھاڑا۔ خَرْقٌ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

خَرَقُوْا :- انہوں نے گھڑا۔ انہوں نے تراشا۔ خَرْقٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

خَرُّوْا :- وہ گر پڑے۔ خُرُوْرٌ سے ماضی جمع

مذکر غائب۔

خُرُوج :۔ نکلنا باب نصر سے مصدر۔

خَزَائِن :۔ خزانے۔ دفینے۔ واحد خزانۃ

خَزَنَۃ :۔ نگہبان۔ چوکیدار۔ واحد خازن

خِزْی :۔ ذلت، رسوائی۔ باب سمع سے مصدر

خَسَار :۔ ٹوٹا۔ نقصان۔ زیاں۔ باب سمع سے مصدر۔

خُسْر :۔ ٹوٹا۔ زیاں کاری۔ نقصان۔ باب سمع سے مصدر۔

خَسِرَ :۔ وہ نقصان میں پڑا۔ خُسر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

خُسْرَان :۔ ٹوٹا۔ نقصان۔ باب سمع سے مصدر

خَسِرُوا :۔ انہوں نے ٹوٹا پایا۔ خُسر سے ماضی جمع مذکر غائب۔

خَسَفَ :۔ چاند گرہن میں آیا (بلا صلہ) دھنسایا (الصلۂ با) خُسُوف سے (بمعنی اول) اور خَسف سے (بمعنی ثانی) ماضی واحد مذکر غائب۔

خَسَفْنَا :۔ ہم نے دھنسا دیا (بصلۂ با) خَسف سے ماضی جمع متکلم۔

خُشُب :۔ لکڑیاں۔ واحد خَشَب۔

خُشَّع :۔ عاجزی کرنے والے۔ واحد خاشع

خَشَعَت :۔ عاجز ہو گئی۔ دب گئی۔ خُشُوع سے ماضی واحد مؤنث غائب

خُشُوع :۔ عاجزی۔ فروتنی۔ باب فتح سے مصدر

خَشِیَ :۔ وہ ڈرا۔ خَشْیَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

خَشِیْتُ :۔ میں ڈرا۔ خَشیَۃ سے ماضی واحد متکلم

خَشْیَۃ :۔ ڈر۔ خوف۔ ہیبت۔ باب سمع سے مصدر۔ خَشْیَۃ اس خوف کو کہتے ہیں جس کے ساتھ تعظیم ملی ہوئی ہو۔ یہ اسوقت ہو سکتا ہے کہ جس سے ڈرا جائے اسکی عظمت کا علم ہو اسی لئے فرمایا گیا ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا اللہ تعالیٰ سے اس کے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں۔

خَشِیْنَا :۔ ہم ڈرے۔ خَشْیَۃ سے ماضی جمع متکلم۔

خَصَاصَۃ :۔ بھوک۔ محتاجی۔ فقر۔ باب سمع سے مصدر۔

خِصَام :۔ جھگڑا کرنا۔ جھگڑا کرنیوالے پہلے معنی میں باب مفاعلہ سے مصدر۔ اور دوسرے میں خَصِیْم کی جمع۔

خَصْم :۔ مدعی۔ دشمن۔ جھگڑنیوالا۔ جمع خُصُوم

خَصِمُوْن :۔ جھگڑالو لوگ۔ واحد خَصِم۔

خَصِیْم :۔ سخت جھگڑالو۔ جمع خِصَام۔

خُضْتُم :۔ تم گھسے۔ تم نے بحث کی خَوْض سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

خُضْر :۔ سبز، ہرے۔ واحد اَخْضَر

خَضِر :۔ سبز، سبزی۔ خُضرۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر

خَطَأٌ: چوک گناہ۔ گناہ کرنا۔ ج خطایا۔
خَطَأٌ کے معنی ہیں سیدھے رخ سے پھر جانا۔ اس کی کئی
صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) کسی برے کام کو ارادہ کرکے
کیا جائے یہ خطائے تام ہے جس پر مواخذہ ہوگا۔
اس کا مصدر خِطْءٌ و خِطْأَةٌ استعمال ہوتا ہے اور
باب سَمِعَ سے آتا ہے۔ ارشاد فرمایا گیا ہے اِنَّ
قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْأً كَبِيرًا (ان کا قتل کرنا بڑا گناہ
ہے)۔ (۲) کسی اچھے کام کا ارادہ ہو مگر غلطی سے
اس کے خلاف واقع ہو جائے۔ اس کا مصدر باب
افعال سے اِخْطَاء آتا ہے۔ رسول اللہ صلعم کے
فرمان مَنِ اجْتَهَدَ فَأَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ (جس عالم
نے اجتہاد کیا پھر غلطی کی تو اسے ایک ثواب ہے)
میں یہی مراد ہے یہ خطا معاف ہے (۳) کسی بُرے
کام کا ارادہ کرے مگر اتفاق اس کے خلاف واقع ہو
جائے۔ ایسے فعل کے صادر ہونے پر تعریف نہیں
کی جاتی بلکہ نیت کی خرابی کی وجہ سے اُسے
بُرا ہی کہا جاتا ہے۔ (مفردات ملخصاً)

خِطْأٌ: گناہ۔ چوک۔ خطا۔ خَطِئَ سے اسم مصدر۔

خِطَاب: بات۔ گفتگو۔ باب مفاعلہ سے مصدر۔

خَطَايَا: گناہ و خطائیں۔ واحد خَطِيئَةٌ۔

خَطْبٌ: حال۔ مقصد۔ کام۔ جمع خُطُوب

خِطْبَةٌ: پیغام نکاح۔ منگنی۔ نکاح کی بات چیت

خَطِفَ: اس نے اچک لیا۔ خَطْفٌ سے ماضی
واحد مذکر غائب

خِطْفَةٌ: اُچک لینا۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

خُطُوَاتٌ: قدم۔ واحد خُطْوَةٌ (اصل میں
دونوں پاؤں کے درمیان کی مسافت کو
خُطْوَةٌ کہتے ہیں)

خَطِيئَةٌ: خطا۔ قصور۔ ج خَطِيئَات خَطِيئَة
اور سَيِّئَة (برائی) دونوں کے معنی ملتے جلتے
ہیں۔ لیکن اکثر خَطِيئَة اس برائی کو کہتے ہیں
جو قصداً نہ کی جائے بلکہ ارادہ کسی اور کام کا ہو اور
وہ ارادہ اس برائی کا سبب بن جائے اب اگر
یہ ارادہ بھی برا ہے تو یہ خطا قابل معافی نہیں۔
مثلاً کسی شخص نے ارادہ کرکے شراب پی پھر نشہ
میں اس نے کسی کو گالی دی۔ تو اس گالی پر
اس سے مواخذہ ہوگا۔ لیکن اگر یہ ارادہ بھی برا
نہ تھا تو اس کے نتیجہ میں جو برائی اتفاقاً سرزد
ہوئی وہ عنداللہ قابل معافی ہوگی۔ مثلاً کسی
شخص نے شکار کے ارادہ سے گولی چلائی اور
وہ کسی جانور کے جا لگی۔ (مفردات ملخصاً)

خِفَافٌ: ہلکے۔ واحد خَفِيفٌ۔

خِفْتِ: تو ڈری۔ خَوْف سے ماضی واحد
مؤنث حاضر۔

خَفَّتْ: وہ ہلکی ہوئی۔ خِفَّةٌ سے ماضی واحد
مؤنث غائب۔

خِفْتُمْ: تم ڈرے۔ خَوْف سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

خَفَّفَ :- اس نے ہلکا کیا۔ تَخْفِیْف سے ماضی واحد مذکر غائب۔

خَفِیّ :- پوشیدہ۔ چھپی چیز۔ خِفَاء سے فَعِیْل بمعنی مفعول۔

خُفْیَۃ :- پوشیدہ ہونا۔ مصدر

خَفِیْف :- ہلکا۔ سبک۔ خِفّۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

خَلَا :- وہ گذرا۔ وہ ہو چکا۔ خُلُوّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

خَلَائِف :- جانشین۔ نائب۔ واحد خَلِیْفَۃ (دیکھو خَلِیْفَۃ)

خِلَاف :- ضد۔ الٹا۔ مخالفت۔ پیچھا۔ مفاعلہ سے مصدر۔

خَلَاق :- حصہ۔ فضیلت۔

خَلَّاق :- پیدا کرنے والا۔ خداوند تعالیٰ کا اسم صفت۔

خِلَال :- دوستی۔ باہمی محبت۔ باب مفاعلہ سے مصدر۔

خَلَتْ :- وہ گذری۔ خُلُوّ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

خُلَّۃ :- دوستی۔ باب کَرُمَ سے مصدر۔

خُلْد :- ہمیشگی۔ دوام۔ بقاء۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

خَلَصُوْا :- وہ اکیلے بیٹھے۔ خُلُوص سے ماضی جمع مذکر غائب۔

خُلَطَاء :- شریک۔ ساجھی۔ واحد خَلِیْط۔

خَلَطُوْا :- انہوں نے ملایا۔ مخلوط کیا۔ خَلْط سے ماضی جمع مذکر غائب۔

خَلَفَ :- وہ پیچھے آیا۔ جانشین ہوا۔ خِلَافَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

خَلْف :- نالائق جانشین۔ جمع اَخْلَاف (اور بالفتح۔ خَلَف لائق جانشین کو کہتے ہیں۔)

خُلَفَاء :- جانشین۔ واحد خَلِیْفَۃ (دیکھو خَلِیْفَۃ)

خِلْفَۃ :- یکے بعد دیگرے آنے والے۔ دراصل خَلْف سے مصدر برائے حالت ہے۔ جیسے رُکُوب سے رِکْبَۃ جُلُوس سے جِلْسَۃ پس خِلْفَۃ کے اصل معنی یکے بعد دیگرے آنے کی حالت ہیں۔ آیت کریمہ میں اس لفظ کا مضاف ذو محذوف ہے۔

خَلَفْتُمْ :- تم نے جانشینی کی۔ خِلَافَۃ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

خُلِّفُوْا :- وہ پیچھے چھوڑے گئے۔ تَخْلِیْف سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

خَلْق :- پیدائش۔ پیدا کرنا۔ بنانا۔ گھڑنا۔ خَلْق کے اصل معنی ہیں صحیح اندازہ کرنا۔ جب یہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو

اس کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کو بغیر نمونہ
کے عدم سے وجود میں لانا۔ چنانچہ فرمایا گیا
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (اس نے
آسمانوں اور زمین کو بنایا) کبھی ایک چیز
سے دوسری چیز کو بنانے کے لئے استعمال
ہوتا ہے جیسے خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ
(انسانوں کو اس نے نطفہ سے بنایا) جب
خلق کی نسبت غیر اللہ کی طرف ہو تو کبھی
ایک چیز کو دوسری چیز کی صورت میں تبدیل
کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے حضرت
عیسیٰؑ کے متعلق فرمایا گیا۔
وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ
بِاِذْنِیْ (اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے
پرندہ کی صورت بناتے تھے) اور کبھی جھوٹ
گھڑنے کے لئے جیسے تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا (تم
جھوٹ باتیں گھڑتے ہو) اور کبھی اندازہ کرنے
کے معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ
اسی معنے کے لحاظ سے کہا گیا۔

(مفردات ملخصاً)

خَلَقَ:۔ اس نے بنایا۔ پیدا کیا۔ خلق سے
ماضی واحد مذکر غائب۔

خُلِقَ:۔ وہ پیدا کیا گیا۔ خلق سے ماضی
مجہول واحد مذکر غائب۔

خُلُق:۔ عادت۔ چلن۔ سیرت۔ جمع اَخْلَاق

خَلَقْتَ:۔ تو نے پیدا کیا۔ خلق سے ماضی
واحد مذکر حاضر۔

خَلَقْتُ:۔ میں نے پیدا کیا۔ خلق سے ماضی
واحد متکلم۔

خُلِقَتْ:۔ وہ پیدا کی گئی۔ خلق سے ماضی
مجہول واحد مؤنث غائب۔

خَلَقْنَا:۔ ہم نے پیدا کیا۔ خلق سے ماضی
جمع متکلم۔

خَلَقُوْا:۔ انہوں نے پیدا کیا۔ انہوں نے
بنایا۔ خلق سے ماضی جمع مذکر غائب۔

خُلِقُوْا:۔ وہ پیدا کئے گئے۔ خلق سے ماضی
مجہول جمع مذکر غائب۔

خَلَوْا:۔ وہ تنہائی میں ہوئے۔ وہ گذرے۔
خَلْوَة سے (بمعنی اول) اور خُلُوّ سے
(بمعنی ثانی) ماضی جمع مذکر غائب۔

خَلُّوْا:۔ تم چھوڑ دو۔ تَخْلِيَة سے امر جمع مذکر حاضر

خُلُوْد:۔ ہمیشہ رہنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

خَلِيْفَه:۔ نائب۔ قائم مقام۔ کسی کے بعد
آنے والا۔ جمع خُلَفَاء و خَلَائِف
قرآن کریم میں سورۂ بقرہ میں دنیا کی پیدائش
کے ذکر میں فرمایا گیا۔ اِذْ قَالَ رَبُّكَ
لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِيْفَة

(جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا میں دنیا میں خلیفہ بنانا چاہتا ہوں)

یہاں "خلیفہ" سے نوعِ انسانی کو مراد لیا گیا ہے یا خاص آدم علیہ السلام کو۔ اگر نوعِ انسانی کو مراد لیا گیا ہے۔ تو اس کی خلافت کی نوعیت کیا ہے اور اگر آدم علیہ السلام کو مراد لیا گیا ہے تو ان کی خلافت کی حیثیت کیا ہے؟ اہلِ تفسیر نے طویل بحثیں کی ہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ یہاں خلیفہ سے نوعِ انسانی مراد ہے وہ کہتے ہیں کہ انسانوں سے پہلے زمین پر ایک دوسری مخلوق آباد تھی، جو حیوانِ ناطق ہی کی ایک قسم تھی۔ اور انسان سے اپنے اعضائے ظاہری و قوائے باطنی میں ملتی جلتی تھی۔ اس مخلوق نے زمین پر فساد مچایا اور خونریزی کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا اور انسان کو اس کا قائم مقام بنایا۔ علامہ عبدہ مصریؒ فرماتے ہیں کہ یہ قول اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو آدم علیہ السلام صرف حیوانِ ناطق کی اس جدید قسم کے ابو الآباء ہیں۔ بہر حال اس قول پر خلافت سے مراد ہلاک شدہ گروہ حیوانِ ناطق کی قائم مقامی ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی قائم مقامی مگر محققین کی رائے ہے کہ اس صورت میں بھی اللہ تعالیٰ کی خلافت مراد لی جا سکتی ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ:۔

انسان کے علاوہ تمام مخلوقات کو وہ فرشتے ہوں یا جن، حیوانات ہوں یا نباتات اللہ تعالیٰ نے محدود قوتیں دی ہیں۔ جن سے وہ ایک محدود دائرہ میں تصرفات کر سکتے ہیں۔ مگر انسان کو ایک خاص قوۃ عقل عطا فرمائی ہے جس سے اس کے تصرفات کے حدود بے حد وسیع ہو گئی ہیں اس قوت سے کام لیکر اس نے زمین کا سینہ چاک کر دیا ہے۔ ہوا کی گردن پر سوار ہو گیا ہے۔ سمندر کی تہوں کو کھنگال ڈالا ہے۔ بجلی کی لہروں کو تابع فرمان بنا لیا ہے اور اب ستاروں پر حملہ آور ہونے کی تیاریاں کر رہا ہے تاہم اگر انسان کو اس قوت سے استعمال کیلئے آزاد چھوڑ دیا جائے تو یہ انسانیت کے لئے پیامِ فنا بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ شانہٗ نے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا۔ جنہوں نے قوانینِ شریعت کے ذریعہ اس قوت کے استعمال کی حدود متعین فرما دیں۔ اگر انسان نوامیس فطرت سے جن کی پردہ کشائی اس نے عقل کے ذریعہ کی ہے قوانینِ شریعت کے تحت استفادہ کرے تو وہ نہ صرف انسانیت کو بلکہ کائنات کو امن و سعادت کا گہوارہ بنا سکتا ہے۔

انسان عقلِ انسانی کے ان وسیع تصرفات

اور مخلوقات کی آسودگی و بہبودی میں اپنے
عظیم انقلابات کی بنا پر بیشبہ "خلیفۃ اللہ"
کے خطاب کا مستحق ہے۔

اگر "خلیفہ" سے آیت مذکورہ بالا میں آدم علیہ
السلام مراد لئے جائیں تو پھر خلافت تشریعی مراد
ہوگی جو خلافت کا اعلیٰ درجہ ہے۔ یہ درجہ انبیاءِ
کرام اور ان کے مقدس پیروؤں کیلئے مخصوص
ہے جو کائنات میں خالق کائنات ہی کی حکومت
کو تسلیم کرتے ہیں اور اسی کے بھیجے ہوئے قانون
شریعت کے مطابق دنیا کے نظام حکومت کو چلاتے
ہیں۔ خلیفہ کے لئے اسلام، خداوند تعالیٰ کی حاکمیت
کو تسلیم کرنے کے علاوہ عاقل، بالغ، عادل اور صاحب
قوت و ہمت ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ ان
اوصاف کے بغیر وہ خلافتِ الٰہی کے مقصد کو
پورا نہیں کرسکتا۔ حضرت داؤد علیہ السلام
کے متعلق ارشاد خداوندی ہے۔ یٰدَاؤدُ
اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ
بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْہَوٰی
فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (ص ۲۶) اے
داؤد ہم نے تم کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے
تو تم خدا کی مخلوق پر انصاف کیساتھ حکومت
کرو اور اپنی خواہش کی پیروی نہ کرو، ورنہ تم
شریعتِ حق کے راستے سے ہٹ جاؤ گے۔

جہاں کہیں مسلمان مستقل جمعیت رکھتے ہوں،
ان پر خلافت کا قائم کرنا بقول حضرت شاہ
ولی اللہ دہلویؒ واجب ہے۔ کیونکہ نظام
شریعت کے ایک بہت بڑے حصہ پر (جہاد
زکوٰۃ و خیرات و حدود و قصاص وغیرہ سے متعلق
ہے) اس کے بغیر عمل ممکن نہیں۔ اور یہ مسلمہ
اصول ہے کہ واجب کا موقوف علیہ بھی واجب
ہوتا ہے۔ (تفسیر المنار ج ۱ و حجۃ اللہ
البالغہ وغیرہما)

خَلِیْل: گہرا دوست۔ خُلَّۃ سے صفت مشبہ
واحد مذکر جمع اَخِلَّاء۔ خُلَّۃ یا تو خِلَال
(درمیان) سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ یہ وہ محبت
ہے جو دل کے اندر گھس جاتی ہے یا خَلَل
سے کیونکہ ہر خلیل اپنے خلیل کی پریشانی اور
خلل کو دور کرتا ہے۔ یا خَلّ (ریگستان میں راستہ)
سے کیونکہ دونوں دوست دشوار گذار راستے
میں ایک دوسرے کے رفیق ہوتے ہیں یا خِلَّۃ
(خصلت) سے کیونکہ دونوں کی خصلتیں ملتی
جلتی ہوتی ہیں۔ روایت ہے کہ ابراہیم علیہ
السلام نے قحط کے زمانہ میں اپنے کسی دوست
سے جو مصر میں رہتا تھا غلہ منگایا۔ دوست نے
حضرت کے خادموں کو یہ کہہ کر واپس کردیا،
کہ ابراہیم تو مہمانوں کو کھلانے کے لئے مانگتے

ہیں۔ اس زمانہ میں آٹا غلہ تباہ سے پاس رہا کہ ان کے مہمانوں کی ضیافت کا انتظام کر سکیں اپنے لئے مانگتے تو وہ بھی دیتے غلام واپس لوٹے تو راستہ میں سے انہوں نے سنگریزوں اور ریت سے بورے بھر لئے تاکہ ابراہیم علیہ السلام کو دوست کے انکار سے دوسروں کے سامنے شرمندگی نہ ہو۔ ابراہیم علیہ السلام کو جب واقعہ معلوم ہوا تو رنجیدہ ہوئے اور اسی حال میں آنکھ لگ گئی۔ حضرت سارہ کو اصل واقعہ کا علم نہ ہوا تھا۔ وہ سمجھیں کہ بوروں میں اناج ہے۔ ایک بورے کا منہ کھولا تو باریک میدہ نکلا۔ انہوں نے اسے نکال کر مہمانوں کے لئے روٹی پکائی۔ حضرت ابراہیمؑ بیدار ہوئے اور روٹی کی بو آئی تو بیوی سے پوچھا آٹا کہاں سے آیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے مصری دوست کا بھیجا ہوا آٹا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا۔ نہیں بلکہ میرے خلیل اللہ عزوجل کا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو خلیل کے لقب سے ملقب فرمایا۔ (بیضاوی صفحہ ۲۰۳)

خَمْر:۔ انگوری شراب۔ نشہ آور چیز۔ جمع خُمُور

خُمُر:۔ چادریں۔ اوڑھنیاں۔ دوپٹے۔ واحد خِمَار

خُمُس:۔ پانچواں حصہ۔ جمع اَخْمَاس

خَمْسَة:۔ پانچ (مذکر)

خَمْسِیْن:۔ پچاس (بحالتِ نصبی و جری)

خَمْط:۔ کڑوا۔ کسیلا۔ بدمزہ۔

خَنَازِیْر:۔ سور۔ واحد خِنْزِیْر

خَنَّاس:۔ چھپنے والا۔ پیچھے ہٹ جانے والا۔ (شیطان، خُنُوس سے صیغہ مبالغہ) شیطان کو خَنَّاس اس لئے کہا گیا کہ یہ نگاہ سے اوجھل رہ کر آدمی کو بہکاتا پھسلاتا ہے لیکن جب آدمی اس کے دھوکہ سے واقف ہو کر اللہ کو یاد کرتا ہے تو یہ پیچھے بھاگ جاتا ہے۔

خِنْزِیْر:۔ سور۔ جمع خَنَازِیْر۔

خُنَّس:۔ چھپ جانے والے۔ پیچھے ہٹ جانے والے۔ واحد خَانِس۔ پارہ عم میں فرمایا گیا ہے فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ذکر ہے ان ستاروں کی جو چلتے چلتے پیچھے ہٹ جاتے ہیں، پھر سیدھے چلنے لگتے ہیں، پھر نگاہ سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ یہ تینوں وصف ان پانچ ستاروں کے ہیں جنہیں خمسہ متحیرہ کہتے ہیں یعنی زحل۔ مشتری۔ مریخ۔ زہرہ۔ عطارد۔ ان ستاروں کی عجیب چال ہے۔ کبھی سیدھے چلتے ہیں۔ اس لحاظ سے ان کو جوار کہتے ہیں۔ کبھی الٹے چلنے لگتے ہیں اور جدھر سے چلے تھے لوٹ کر ادھر ہی آجاتے ہیں اس لحاظ سے ان کو خُنَّس کہتے ہیں اور کبھی غائب ہو جاتے یا حرکت منقطع ہو جاتی ہے اس

لحاظ سے ان کو کُنّس کہتے ہیں۔ ان ستاروں کی یہ ہیر پھیر اس امر کی دلیل ہے کہ ان کی باگ ڈور کسی قادر مطلق و رحیم ہستی کے ہاتھ میں ہے جو انہیں حسبِ ضرورت و مصلحت حرکت دیتا رہتا ہے۔

خُوَار:۔ بچھڑے کی آواز۔ گائے بیل کی آواز۔

خَوَالِف:۔ پیچھے رہنے والیاں۔ واحد خَالِفَة

خَوَّان:۔ بڑا دغا باز۔ خیانت کرنے والا۔ خِیَانَة سے صیغہ مبالغہ واحد۔

خَوْض:۔ باتیں بنانا۔ بکواس کرنا۔ (بصلہ فی) باب نَصَرَ سے مصدر۔

خَوْف:۔ ڈر۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

خَوَّل:۔ اس نے بخشا۔ عطا فرمایا۔ تَخْوِیل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

خَوَّلْنَا:۔ ہم نے عطا فرمایا۔ تَخْوِیل سے ماضی جمع متکلم۔

خِیَاط:۔ سوئی۔

خِیَام:۔ ڈیرے۔ خیمے۔ واحد خَیْمَة

خِیَانَة:۔ دغا۔ خیانت۔ باب نَصَرَ سے مصدر

خِزْیَة:۔ محرومی۔ [illegible]۔ نامرادی۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

خَیْر:۔ نیکی۔ بھلائی۔ نیک۔ پسندیدہ۔ بہتر۔ مال۔ (آخری معنی میں اسم تفضیل ہے اور اس کی اصل اَخْیَر ہے اور پہلے معنی میں مجازی طور پر ہے)

خَیْرَات:۔ نیکیاں۔ خوبیاں۔ حسین و خوش رو عورتیں واحد خَیْرَة۔

خِیَرَة:۔ اختیار۔ اسم مصدر ہے۔

خَیْط:۔ دھاگا۔ ڈورا۔ جمع خُیُوط۔

اَلْخَیْطُ الْاَبْیَضُ:۔ سفید دھاگا۔ سفید ڈورا۔ (صبح صادق مراد ہے)

اَلْخَیْطُ الْاَسْوَدُ:۔ کالا تاگا۔ کالا ڈورا۔ (یعنی رات کی تاریکی)

خِیْفَة:۔ ڈر۔ رعب۔ خَوْف سے اسم مصدر۔

خَیْل:۔ گھوڑے۔ گھوڑوں پر سوار ہونے والے (پہلے معنی میں حقیقت ہے اور واحد کے لفظوں کے بغیر جمع ہے اور دوسرے معنی میں مجاز ہے)

د

دَائِبَیْنِ:۔ ایک دستور پر چلنے والے۔ دَاْب سے اسم فاعل تثنیہ مذکر واحد دَائِب

دَائِرَة:۔ گردش۔ چکر۔ مصیبت۔ شکست۔ عَافِیَة کے وزن پر باب نَصَرَ سے مصدر، دو آخری دو معنے میں مجازاً مستعمل ہوتا ہے۔

دَائِم:۔ ہمیشہ رہنے والا۔ دَوَام سے اسم فاعل واحد مذکر۔

دَائِمُوْنَ:۔ ہمیشہ رہنے والے۔ دَائِم کی جمع بحالتِ رفعی۔

داؤد :- بنی اسرائیل کے مشہور اور جلیل القدر نبی اور بادشاہ تھے۔
حضرت شموئیل علیہ السلام کے زمانہ میں جب جالوت نے بنی اسرائیل کو قتل و غارت کیا تو انہوں نے طالوت کو نبی اسرائیل کا بادشاہ بنا کر جالوت کا مقابلہ کرنے کے لئے بھیجا۔ طالوت کی فوج میں حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے چھ بھائی بھی تھے۔ پرانے زمانے کے قاعدہ کے مطابق جالوت نے طالوت کے لشکر میں سے ممتاز بہادروں کو مبارزت (مقابلہ) کے لئے بلایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام میدان میں نکلے۔ آپ نے تین پتھر فلاخن میں رکھ کر مارے۔ جالوت سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھا صرف ماتھا کھلا تھا۔ پتھر وہیں جا کر لگے اور اس کا کام تمام ہو گیا۔ حضرت داؤد کی یہ بہادری دیکھ کر طالوت نے ان کو اپنا داماد بنا لیا۔ اور اس کے بعد یہی بنی اسرائیل کے بادشاہ ہوئے۔ حضرت داؤد کی حکومت شام، عراق، فلسطین اور شرق اردن کے تمام ملک پر پھیلی ہوئی تھی اور خداوند تعالیٰ نے نبوت کے خلعت سے بھی سرفراز کیا تھا۔
حضرت داؤد پر اللہ تعالیٰ نے زبور اتاری تھی۔ آپ ... ایسی خوش آوازی کے ساتھ تلاوت کرتے تھے کہ پرندے اور ارد گرد کے پہاڑ آپ کے ہمنوا ہو جاتے تھے اور آپ کے ساتھ مل کر خدا کی تسبیح و تحمید کے ترانے گاتے تھے (دیکھو تسبیح)

وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فَاعِلِيْنَ - (انبیاء)

(اور ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کر دیا ہے کہ وہ داؤد کے ساتھ مل کر تسبیح پڑھتے ہیں۔ اور ہم ایسا کر سکتے ہیں) باوجود بادشاہ ہونے کے آپ محنت مشقت کرنے کو پسند کرتے تھے۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کو زرہ سازی کی صنعت میں کمال عطا فرمایا تھا لوہا آپ کے ہاتھ میں موم کر دیا گیا تھا جس طرح چاہتے اسے موڑ کر فراخ اور کشادہ زرہیں جن کے حلقے اور کڑیاں موزوں و متناسب ہوتیں تیار کر لیتے تھے۔ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ (اور ہم نے ان کے لئے لوہا نرم کر دیا کہ کشادہ زرہیں بناؤ)۔ پھر باوجود ان مشغلوں کے خداوند تعالیٰ کی عبادت کا حق بھی پورا پورا ادا کرتے تھے۔ رات کا کافی حصہ شب بیداری میں گذارتے تھے۔ اور ایک دن بیچ میں ناغہ کر کے ہر دوسرے دن روزہ رکھتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلعم نے

ارشاد فرمایا کہ:۔

"سب سے پیارا روزہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔" حضرت سلیمان علیہ السلام آپ ہی کے صاحبزادے اور جانشین تھے۔ یہودی اور عیسائی حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو نبی نہیں، بلکہ بادشاہ تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ موجودہ توریت (عہد عتیق) کے سفر شموئیل وغیرہ میں ان دونوں کے متعلق ایسی روایات ملتی ہیں جو جلالتِ نبوت اور عصمتِ رسالت کے بالکل منافی ہیں۔

ان میں سے بعض روایات بعض غیر محتاط مفسرین نے اپنی تفسیروں میں بھی نقل کر دی ہیں۔ منجملہ ان کے نعوذ باللہ آپ کا اوریا کی بیوی پر فریفتہ ہو کر اسے قتل کرا دینے اور پھر اس کی بیوی سے نکاح کر لینے کا واقعہ ہے جسے سورۂ ص میں هَلْ أَتَاكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ الآیہ کے تحت بعض مفسرین نے ذکر کر دیا ہے۔

چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے:۔

"بعض مفسرین نے یہاں ایک قصہ بیان کیا ہے جس کا بیشتر حصہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے۔ حدیث معصوم سے اس باب میں کچھ ثابت نہیں۔"

دَأْب:۔ عادت۔ رسم۔ دستور۔

دَابَّۃ:۔ زمین پر رینگنے والا۔ چلنے والا۔ حیوان۔ دبّ سے اسمِ فاعل واحد مؤنث۔ سورۂ نمل میں ہے: وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ۔ (ترجمہ) اور جب پڑ چکے گی ان پر بات نکالیں گے ہم ان کے آگے ایک جانور زمین سے جو ان سے باتیں کرے گا۔ اس واسطے کہ لوگ ہماری نشانیوں کا یقین نہیں کرتے تھے۔

یہاں دابۃ الارض سے کیا مراد ہے؟

حضرت شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں:۔

"قیامت سے پہلے مکہ کا صفا پہاڑ پھٹے گا۔ اس میں سے ایک جانور نکلے گا جو لوگوں سے باتیں کرے گا کہ اب قیامت نزدیک ہے اور سچے ایمان والوں اور چھپے منکروں (منافقوں) کو نشان دے کر جدا جدا کر دے گا۔"

علامہ عثمانی تحریر فرماتے ہیں:۔

"بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بالکل آخر زمانہ میں طلوع الشمس من المغرب (مغرب سے سورج نکلنے) کے دن ہو گا۔ قیامت تو نام ہی اس کا ہے کہ عالم کا سب موجودہ نظام درہم و برہم کر دیا جائے۔ لہٰذا اس قسم کے خوارق پر کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیے۔ جو قیامت کی علاماتِ قریبہ اور اس کے پیش خیمہ

کے طور پر ظاہر کی جائیں گی۔ شاید دَابَّۃ الارض کے ذریعہ یہ دکھانا ہو کہ جس چیز کو تم پیغمبروں کے کہنے سے نہ مانتے تھے آج وہ ایک جانور کی زبانی ماننی پڑ رہی ہے۔ مگر اس وقت کا ماننا نافع نہیں صرف مکذبین (جھٹلانے والوں) کی تحمیق و تجہیل (ان کی حماقت و جہالت کا ظاہر کرنا) مقصود ہے۔ ماننے کا وقت گزر گیا۔

دَابِر:۔ اصل جڑ۔ پچھاڑی۔ دَبْر اور دُبُور سے اسم فاعل واحد مذکر۔

دَاحِضَة:۔ ناچیز ہونے والی۔ باطل دُحُوض سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

دَاخِرُوْن:۔ ذلیل ہونے والے۔ دُخُور سے اسم فاعل جمع مذکر واحد دَاخِر۔

دَاخِلُوْن:۔ داخل ہونے والے۔ دُخُول سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد دَاخِل۔

دَار:۔ گھر۔ شہر۔ جمع دِیَار

دَاعٍ:۔ بلانے والا۔ دعا کرنے والا۔ دُعَاء سے اسم فاعل واحد مذکر۔ جمع دُعَاة۔

دَافِع:۔ ہٹانیوالا۔ دَفْع سے اسم فاعل واحد مذکر

دَافِق:۔ اچھلنے والا۔ دَفْق سے اسم فاعل واحد مذکر

(ما) دَامَتْ:۔ جب تک ہے۔ فعل ناقص ماضی واحد مؤنث غائب۔

(ما) دَامُوْا:۔ جب تک ۔۔ رہیں۔ فعل ناقص ماضی جمع مذکر غائب۔

دَانٍ:۔ جھکنے والا۔ نزدیک ہونے والا۔ دُنُوّ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

دَانِيَة:۔ جھکنے والی۔ نزدیک ہونے والی۔ دُنُوّ سے اسم فاعل واحد مؤنث

دُبُر:۔ پیٹھ۔ پشت۔ جمع اَدْبَار

دَحَا:۔ اس نے ہموار کیا۔ پھیلایا۔ دَحْو سے ماضی واحد مذکر غائب۔

دُحُور:۔ ہانکنا۔ بھگانا۔ باب نَصَرَ سے مصدر

دُخَان:۔ دھواں۔ قرآن کریم میں یہ لفظ دو جگہ آیا ہے۔ ایک سورہ حٰمٓ میں ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ (پھر اللہ تعالیٰ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جبکہ وہ دھواں تھا)، اس جگہ دُخَان سے مراد آسمان کا مادہ ہے جس کی شکل دھوئیں کی ہوگی۔

دوسری جگہ سورۂ دُخَان میں ہے:۔
فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ یَّغْشَی النَّاسَ (تو انتظار کر اس دن کا جب آسمان میں دھواں ہی دھواں پھیل جائے گا۔ جو لوگوں پر چھا جائے گا)۔
علامہ عثمانی ؒ لکھتے ہیں:۔
دھوئیں سے یہاں کیا مراد ہے۔ اس میں

سلف کے دو قول ہیں۔ ابن عباسؓ وغیرہ
کہتے ہیں کہ قیامت کے قریب ایک دھواں
اٹھے گا جو تمام لوگوں کو گھیر لیگا۔ نیک آدمی
کو اس کا اثر خفیف پہنچے گا جس سے زکام سا
ہو جائیگا۔ اور کافر و منافق کے دماغ میں گھس
کر بے ہوش کر دے گا۔ وہی یہاں مراد ہے
شاید یہ دھواں ان آسمانوں کا مادہ ہوگا
جس کا ذکر ثمّ استویٰ الیہ میں ہوا ہے
گویا آسمان تحلیل ہو کر اپنی پہلی حالت کی طرف
عود کرنے لگیں گے اور یہ اس کی ابتداء ہوگی۔
اور ابن مسعودؓ زور شور کے ساتھ دعویٰ کرتے
ہیں کہ اس آیت سے مراد وہ دھواں نہیں ہے جو
علاماتِ قیامت میں سے ہے۔ بلکہ قریش کے
تمرد و طغیان و سرکشی و نافرمانی سے تنگ آکر
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ
ان پر بھی سات سال کا قحط مسلط کر جیسے
یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مصریوں پر مسلط
ہوا تھا۔ چنانچہ قحط پڑا جس میں مکہ والوں کو مردار
اور چمڑے ہڈیاں کھانے کی نوبت آگئی۔ اور
آدمی کو شدت کی بھوک اور مسلسل خشک
سالی سے زمین تک یعنی آسمان و زمین کے
درمیان دھواں سا آنکھوں کے سامنے نظر آیا
کرتا ہے۔ اور ویسے بھی مدت دراز تک بارش
بند رہنے سے گرد و غبار وغیرہ چڑھ کر آسمان
پر دھواں سا معلوم ہونے لگتا ہے اس کو
یہاں دُخان سے تعبیر فرمایا ہے۔
(فوائد القرآن۔ علامہ عثمانیؒ)

دَخَلَ: وہ داخل ہوا۔ دُخُول سے ماضی واحد
مذکر غائب۔

دَخَل: بہانہ۔ مکر۔

دَخَلَتْ: وہ داخل ہوئی۔ دُخُول سے ماضی
واحد مؤنث غائب۔

دَخَلْتَ: تو داخل ہوا۔ دُخُول سے ماضی
واحد مذکر حاضر۔

دَخَلْتُ: میں داخل ہوا۔ دُخُول سے ماضی
واحد متکلم۔

دُخِلَتْ: داخل کیا گیا اس میں یعنی مدینہ
میں۔ دُخُول سے ماضی مجہول واحد مؤنث
غائب۔ اس فعل مجہول میں ضمیر ھی نائب
مفعول فیہ ہے اور فعل کا فاعل محذوف
ہے یعنی جنودِ قریش۔ جیسے دُخِلَ الْبَلَدُ
(شہر میں داخل کیا گیا)۔ پس گویا کہ تقدیر
عبارت وَلَوْ دَخَلَتْ فِيْهَا جُنُودُ
الْمَدِيْنَةَ (اگر وہ فوجیں مدینہ میں داخل
ہو جاتیں) ہے۔ جیسے دَخَلْتُ الْبَلَدَ
(میں شہر میں داخل ہوا)۔ (ش ا)

دَخَلْتُمْ: تم داخل ہوئے۔ (باب نصر) دُخُول سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

دَخَلُوْا: وہ داخل ہوئے۔ دُخُول سے ماضی جمع مذکر غائب۔

دُخُوْل: داخل ہونا۔ باب نصر سے مصدر

دِرَاسَة: پڑھنا۔ پڑھانا۔ باب نصر سے مصدر۔

دَرَاهِم: چاندی کے سکے۔ واحد دِرْهَم ایک درہم تقریباً چار آنہ کی برابر ہوتا ہے۔

دَرَجَات: درجے۔ مرتبے۔ واحد دَرَجَة

دَرَجَة: مرتبہ۔ پایہ۔ رتبہ (دیکھو دَرْك)

دَرَسْتَ: تو نے پڑھا۔ دِرَاسَة سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

دَرَسُوْا: انہوں نے پڑھا۔ دِرَاسَة سے ماضی جمع مذکر غائب۔

دَرَك: انجام بد۔ برا نتیجہ

دَرْك: طبقہ۔ واحد دَرَكَة۔ جمع دَرَكَات دراصل دَرَجَة سیڑھی کے بالائی پایہ اور دَرَكَة نیچے کے زیریں پایہ کو کہتے ہیں۔ پس دَرَجَة کے اطلاق میں بلندی اور دَرَكَة کے اطلاق میں پستی کا مفہوم ہوتا ہے۔ (ش ۱)

دُرِّيّ: درخشندہ۔ تابندہ۔ چمکنے والا۔ (منسوب بہ دُرّ (موتی) کی طرف) جمع دَرَارِيّ۔

دَسّٰى: اس نے خاک میں ملا دیا۔ گاڑ دیا۔ تَدْسِيَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

دُسُر: میخیں۔ کیلیں۔ واحد دِسَار۔

دَعْ: تو چھوڑ۔ وَدْع سے امر واحد مذکر حاضر۔ اس مصدر سے اکثر مضارع اور اس کے مشتقات ہی مستعمل ہوتے ہیں۔

دَعّ: دھکیلنا۔ باب نصر سے مصدر۔

دَعَا: اس نے بلایا۔ پکارا۔ دُعَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

دُعَاء: پکار۔ مانگنا۔ بلانا۔ پکارنا۔ باب نصر سے مصدر و اسم۔

دُعَاءِ: میری دعا۔ اصل میں دُعَائِي تھا آخر سے یائے متکلم حذف ہوگئی۔

دَعَوَا: انہوں نے بلایا۔ دُعَاء سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

دُعُوْا: انہیں بلایا گیا۔ وہ پکارے گئے۔ دُعَاء سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

دَعْوٰى: دعا۔ پکار۔ باب نصر سے مصدر

دَعْوَة: دعا۔ پکار۔ پکارنا۔ بلانا۔ باب نصر سے مصدر۔

دَعَوْتُ: میں نے پکارا۔ بلایا۔ دُعَاء سے

ماضی واحد متکلم۔

دَعَوْتُمْ:۔ تم نے بلایا۔ تم نے پکارا۔ دُعَاء سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

دُعِیَ:۔ وہ پکارا گیا۔ بلایا گیا۔ دُعَاء سے ماضی مجہول واحد مذکر حاضر۔

دُعِیْتُمْ:۔ تم بلائے گئے۔ تم پکارے گئے۔ دُعَاء سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

دِفْءٌ:۔ جاڑے میں پہننے کا لباس۔ جمع اَدْفَاء۔

دِفْعٌ:۔ دور کرنا۔ دفع کرنا۔ باب فَتَحَ سے مصدر۔

دَفَعْتُمْ:۔ تم نے دیدیا۔ (بصلہ لِ) دَفْع سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

دَكٌّ:۔ ڈھا کر برابر کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

دُكَّتْ:۔ وہ ریزہ ریزہ کی گئی۔ دَكّ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

دَكَّةً:۔ ایک دم ریزہ ریزہ کر دینا۔ باب نَصَرَ سے مصدر برائے مرہ۔

دُكَّتَا:۔ وہ دو پاش پاش کی گئیں۔ دَكّ سے ماضی مجہول تثنیہ مؤنث غائب۔

دَلَّ:۔ اس نے خبر دی۔ دَلَالَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

دَلّٰی:۔ اس نے گرا دیا۔ اس نے ڈھلا گیا۔ تَدْلِیَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

دَلْوٌ:۔ ڈول۔ جمع دِلَاء۔

دُلُوْكٌ:۔ سورج کا ڈھلنا۔ سورج کا غروب ہونا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

دَلِیْلٌ:۔ رہنما۔ نشانی۔ دَلَالَۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر جمع اَدِلَّۃ۔

دَمٌ:۔ خون۔ جمع دِمَاء۔

(ما) دُمْتَ:۔ تو جب تک رہا۔ فعل ناقص ماضی واحد مذکر حاضر۔

(ما) دُمْتُ:۔ میں جب تک رہا۔ فعل ناقص ماضی واحد متکلم۔

(ما) دُمْتُمْ:۔ تم جب تک رہے۔ فعل ناقص ماضی جمع مذکر حاضر۔

دَمْدَمَ:۔ اس نے ہلاکت ڈالدی۔ (بصلہ علٰی) دَمْدَمَۃ سے ماضی مذکر واحد غائب۔

دَمَّرَ:۔ اس نے تباہ کر دیا۔ اکھاڑ ڈالا۔ تَدْمِیْر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

دَمَّرْنَا:۔ ہم نے تباہ کر دیا۔ اکھاڑ ڈالا۔ تَدْمِیْر سے ماضی جمع متکلم۔

دَمْعٌ:۔ آنسو۔ جمع دُمُوْع۔

دَنَا:۔ وہ نزدیک ہوا۔ دُنُوّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

دُنیَا:۔ دنیا۔ نزدیک تر۔ ذلیل تر۔ دُنُوٌ۔ (بمعنی نزدیکی) اور دَنیٌ (بمعنے ضعف و ذلت) سے اسم تفضیل واحد مونث دنیا کو دنیا اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ آخرت کے مقابلہ میں نزدیک بھی ہے اور بے حقیقت بھی۔

دَوَائِر:۔ گردشیں مصیبتیں۔ واحد دَائِرَۃٌ (دیکھو دَائِرَۃ)

دَوَابّ:۔ جانور، چوپائے۔ واحد دَابَّۃٌ

دُوْلَت:۔ دستِ گرداں۔ جو چیز ایک ہاتھ سے نکل کر دوسرے ہاتھ میں جاتی رہے مال۔ دولت۔ قرآن کریم میں سورۂ حشر میں فَیْ (وہ مال غنیمت جو دشمنوں سے بغیر لڑے ہاتھ آجائے) میں اللہ، رسول، اہل قرابت، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے حقوق قائم فرما کر اس کی وجہ یہ بتائی گئی۔

کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَاءِ مِنْکُمْ (تاکہ مال تمہارے دولتمندوں ہی کے درمیان ہیر پھیر میں نہ رہ جائے) دراصل اس آیت میں اسلام میں دولت کے صحیح مقام کو متعین کر دیا گیا ہے۔

آج کی طرح آغازِ اسلام میں بھی انسانی سوسائٹی کی اکثریت دو طبقوں میں تقسیم تھی۔ مزدوروں اور مفلسوں کا گروہ جو نانِ شبینہ کا محتاج تھا مالداروں اور ساہوکاروں کی جماعت جو دولت جمع کر رہی تھی اور غریبوں کے خون پانی ایک کر کے جمع کئے ہوئے روپے سے گل چھرے اڑا رہی تھی۔ عرب میں طائف، مکہ اور مدینہ ان کے مرکز تھے۔ خصوصاً مدینہ کے یہودی اس درندگی میں اپنی قومی خصوصیات کی بنا پر سب سے آگے تھے۔ اسلام نے اپنے اصلاحی پیغام میں اس غیر متوازن مالی نظام کو درہم برہم کر کے جو متوازن اور عادلانہ نظام قائم کیا اس کا مقصد یہ قرار دیا کہ دولت جوئے آب کی طرح رواں دواں رہے۔ گڑھے میں گھرے ہوئے پانی کی طرح سڑ کر سوسائٹی کے دماغ کو متعفن نہ کر دے۔ صرف گنے چنے سرمایہ داروں اور ساہوکاروں کی ہمیانیاں ہی اس سے پُر نہ ہوں۔ بلکہ غریبوں اور محتاجوں کے سدِ رمق کا بھی انتظام ہو۔ دولت مندوں ہی کے درمیان ہیر پھیر میں نہ رہ جائے ضرورت مندوں کو بھی اس سے استفادہ کا حق حاصل ہو۔

اس مقصد کے حصول کے لئے جو اصول بطور طریقہ کار کے تجویز کئے ان کا ملخص یہ ہے۔

(۱) مال کو فتنہ اور آزمائش قرار دیا کہ کون

اسے مصارفِ خیر میں صرف کر کے نعمتِ خداوندی کا شکر ادا کرتا ہے اور کون اس سے روگردانی کر کے کفرانِ نعمت کا مرتکب ہوتا ہے: لَتُبْلَوُنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ (۱۸۶/۳) هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ (۴۰/۲۷)۔

(۲) "بخل" کو سخت مذموم قرار دیا اور بتایا کہ بخیلوں کا مال قیامت کے دن ان کے گلوں میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا۔

(وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۱۸/۳)

(۳) سونے اور چاندی کو دبا کر رکھنے والوں کو عذابِ الیم کی دھمکی دی گئی۔

(وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۳۴/۹)

(۴) اللہ کے رستے میں مال خرچ کرنے کو اور اپنی خواہشوں کو نظر انداز کر کے عزیزوں، غریبوں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور غلاموں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کو اعلیٰ نیکی قرار دیا گیا۔ اور اس کا درجہ ایمان باللہ اور عمل کے بعد قرار دیا گیا۔

(لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ ۲...)

(۵) سود اور اس کے متعلقات کو حرام کیا گیا۔ کیونکہ یہ روپے کی گردش کو روکنے اور ضرورتمندوں کی امداد سے باز رکھنے کا سب سے بڑا سبب ہے۔ اور بتایا گیا کہ سود خوار قیامت کے دن دیوانوں کی طرح اٹھے گا۔

(۶) ہر مالدار پر سونے چاندی اور مالِ تجارت میں سالانہ ۲½ فیصد (اڑھائی فیصد) "ٹیکس" زکوٰۃ کی دائمی فرض قرار دی گئی۔ (یہ امر قابلِ لحاظ ہے کہ بینکوں کی شرح سود کبھی اوسطاً ۲½ فیصد ہی ہوتی ہے) اسی طرح زرعی پیداوار اور جانوروں کے ریوڑوں میں لازمی خیرات کا حصہ مقرر کیا گیا۔ (تفصیل کے لئے کتب فقہ ملاحظہ ہوں۔ نیز لفظ "زکوٰۃ" دیکھیں)۔

(۷) بعض اعمالِ خیر کو نکھارنے اور بعض گناہوں کے وبال کو دور کرنے کے لئے صدقات واجب قرار دیئے گئے۔ مثلاً کفارۂ صوم، کفارۂ قتل، کفارۂ ظہار، اعمالِ حج کے سلسلہ کے کفارات، صدقۂ فطر وغیرہ۔

(۸) مرنے والے کے مال و جائیداد کو لازمی طور پر

۱۔ اگر [illegible] کو [illegible] کا وعدہ کیا گیا [illegible] سے ادنیٰ ہے۔

تقسیم کرنے کے لئے ایسا قانونِ وراثت تجویز کیا گیا کہ بڑی سے بڑی تعلقہ داری اور جاگیر داری بھی دو تین پشتوں کے بعد اپنی موت آپ ختم ہو جائے۔

اسلام کا یہ سادہ سا مالیاتی نظام اگر آج بھی دنیا کے کسی حصہ میں جاری و ساری ہو جائے تو امریکی اور برطانوی امپیریلزم اور روسی کمیونزم کے درمیان ان دونوں کی حریفانہ کشاکش سے پریشان مخلوقِ خدا کو وہ سیدھا اور صاف راستہ نظر آجائے جو اس دنیا کو صلح و آشتی و مواسات و محبت و الفت کی منزلِ مقصود تک پہنچاتا ہے۔

دُوْنَ :۔ ورے۔ سوائے۔ غیر۔ کم

دِهَاق :۔ چھلکتا ہوا۔ لبالب بھرا ہوا۔ دَهق سے فِعَال بمعنی مفعول۔

دِهَان :۔ تیل کا تلچھٹ۔ سرخ چمڑا۔ نرمی۔ جمع اَدْهِنَة۔

دَهْر :۔ زمانہ۔ جمع دُهُوْر۔ دَهْر اصل میں دنیا کی ابتدا سے اس کی انتہا تک کی مدت کا نام ہے۔ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا۔ (یقیناً انسان پر زمانہ کا ایسا حصہ بھی آیا ہے جب کہ وہ قابلِ ذکر چیز نہ تھا)

پھر دہر بول کر بڑی مدت مراد لی جانے لگی۔ برخلاف لفظ زَمَان کے کہ اس کا اطلاق تھوڑی اور بہت دونوں مدتوں پر ہوتا ہے اور حدیث میں جو آیا ہے کہ لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ۔ (زمانہ کو برا نہ کہو۔ کیونکہ اللہ ہی دہر ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اچھائی برائی خوشی اور غم جو کچھ زمانہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے دراصل اس کا فاعل اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔ تو جب تم نے اپنے مزعوم فاعل (دہر) کو برا کہا تو دراصل اللہ تعالیٰ کو برا کہا۔ ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حدیث میں دوسرا "دہر" مصدر بمعنی فاعل ہے۔ یعنی دہر کو برا نہ کہو۔ کیونکہ اللہ ہی داہر (زمانہ کو الٹنے پلٹنے والا) اور اس میں تصرفات کرنے والا ہے۔ اور قرآن کریم میں جو مشرکین عرب کا قول نقل کیا گیا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ (اور ہمیں زمانہ ہی مارتا ہے)، تو یہاں زمانہ مراد ہے یعنی جیسے بارش ہونے پر سبزہ زمین سے اگتا ہے پھر دھوپ کی تپش سے خشک ہو کر مرجھا جاتا ہے۔ یہی آدمی کا حال ہے کہ زمانہ کا چکر اسے پیدا کرتا ہے اور پھر مار دیتا ہے۔

(مفردات امام راغب اصفہانی بتغیر یسیر)

دُھن: تیل۔ چکنائی۔ جمع اِدْھَان۔

دِیَار: شہر۔ بستیاں۔ گھر۔ واحد دار۔

دَیّار: رہنے والا۔ بسنے والا۔

دِیَۃ: خونبہا۔ جمع دِیَات۔ اس کی نقد مقدار حنفیہ کے نزدیک تقریباً دو ہزار سات سو چالیس روپے ہیں۔ یہ روپیہ قاتل کی برادری کو ادا کرنا ہوتا ہے۔

دَین: اُدھار۔ قرض۔ جمع دُیُون۔

دِین: مذہب۔ جزا۔ بدلہ۔ اطاعت۔ جمع اَدْیَان۔ دین اصل لغت کے اعتبار سے اطاعت اور جزا کے معنی میں ہے پھر بطور استعارہ شریعت کے لئے استعمال ہوا کیونکہ شریعت کی روح اطاعتِ خداوندی ہی ہے۔ قرآن کریم میں مختلف مواقع پر مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام (درحقیقت دین جو اللہ کے نزدیک مقبول ہے اسلام ہے) یہاں شریعت مراد ہے وَاَخْلَصُوْا دِیْنَھُمْ لِلّٰہِ (اور انہوں نے اپنی طاعت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کردیا) میں طاعت مراد ہے۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْن (مالک ہے روزِ جزا کا) میں جزا مراد ہے۔

دِینَار: ایک سونے کا سکہ جو تقریباً دو روپیہ آٹھ آنہ کے مساوی ہے۔ جمع دَنَانِیر۔

ذ

ذَا: صاحب۔ والا۔ یہ پہلے دو معنی میں اسماء ستہ میں سے ایک اسم معرب ہے اور تیسرے معنی میں اسم اشارہ مبنی برائے واحد مذکر۔

ذَاالْکِفْل: ایک پیغمبر علیہ السلام کا نام بحالت نصبی۔ قرآن کریم میں ذوالکفل کا ذکر سورہ "انبیا" اور سورہ "ص" میں انبیاء کے تذکرہ کے ضمن میں دو جگہ آیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ بھی صالحین اور اخیار میں تھے اور انہوں نے رحمتِ الٰہی کے آغوش میں جگہ پائی۔ اس سے زائد ان کا ذکر قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں نہیں ملتا۔

علامہ عثمانی لکھتے ہیں:۔ ذوالکفل کی نسبت خلاف ہے کہ نبی تھے جیسا کہ انبیاء کے ذیل میں تذکرہ فرمانے سے ظاہر ہوتا ہے یا محض ایک مرد صالح تھے۔ کہتے ہیں ایک شخص کے ضامن ہو کر کئی برس قید میں رہے اور بڑی محنت اٹھائی۔ (تنبیہ) مسند احمد اور جامع ترمذی میں ایک شخص کا قصہ آتا ہے جو پہلے سخت بدکار فاسق و فاجر تھا۔ بعدہ تائب ہوا اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کی بشارت

اس دنیا میں لوگوں کو سنا دی۔ اس کا نام حدیث میں کِفل آیا ہے۔ بظاہر یہ وہ ذوالکفل نہیں ہے جس کا ذکر قرآن کریم نے کیا۔ ہمارے زمانہ کے بعض مصنفین کا خیال ہے کہ ذوالکفل وہی ہیں جن کو حزقیل کہا جاتا ہے۔

ذَا النُّوْنِ:۔ مچھلی والا۔ یعنی حضرت یونس علیہ السلام جو مچھلی کے پیٹ میں رہتے تھے۔ (دیکھو صاحب الحوت)

ذَائِقَة:۔ چکھنے والی۔ ذَوْق سے اسم فاعل مؤنث۔

ذَائِقُوْنَ:۔ چکھنے والے۔ ذَوْق سے اسم فاعل جمع مذکر۔

ذِئْب:۔ بھیڑیا۔ جمع ذِئَاب۔

ذَات:۔ والی۔ صاحب۔ ذُوْ کا مؤنث۔

ذَارِيَات:۔ بکھیرنے والیاں۔ پراگندہ کرنے والیاں۔ ذَرْو سے اسم فاعل جمع مؤنث۔

ذَاقَا:۔ انہوں نے چکھا۔ ذَوْق سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

ذَاقَتْ:۔ اس نے چکھا۔ ذَوْق سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

ذَاقُوْا:۔ انہوں نے چکھا۔ ذَوْق سے ماضی جمع مذکر غائب۔

ذَاكَ:۔ یہ (اسم اشارہ واحد مذکر با ضمیر برائے خطاب واحد مذکر حاضر)

ذَاكِرَات:۔ یاد کرنے والیاں۔ ذِکْر سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد ذَاكِرَة۔

ذَاكِرِيْنَ:۔ یاد کرنے والے۔ ذِکْر سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری واحد ذَاكِر۔

ذٰلِكَ:۔ یہ۔ وہ (اسم اشارہ واحد مذکر با ضمیر برائے خطاب واحد مذکر حاضر)

ذٰلِكُمَا:۔ یہ۔ وہ (اسم اشارہ واحد مذکر با ضمیر برائے خطاب تثنیہ حاضر)

ذٰلِكُنَّ:۔ یہ۔ یہی (اسم اشارہ واحد مذکر با ضمیر برائے خطاب جمع مؤنث حاضر)

ذَانِ:۔ یہ دو۔ (اسم اشارہ تثنیہ مذکر بحالت رفعی)

ذَانِكَ:۔ یہ دو۔ (اسم اشارہ تثنیہ مذکر با ضمیر خطاب برائے واحد مذکر حاضر۔

ذَاهِب:۔ جانے والا۔ ذَهَاب سے اسم فاعل واحد مذکر۔

ذُبَاب:۔ مکھی۔ جمع اَذِبَّة۔

ذِبْح:۔ ذبح کرنے کا جانور۔ قربانی۔

ذُبِحَ:۔ وہ ذبح کیا گیا۔ ذَبْح سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

ذَبَحُوْا:۔ انہوں نے ذبح کیا۔ ذَبْح سے ماضی جمع مذکر غائب۔

ذَرْ:۔ تو چھوڑ۔ وَذْر (باب فتح) سے امر واحد مذکر حاضر۔ اس مادہ سے اس معنی میں

صرف مضارع اور اس کے مشتقات ہی مستعمل ہوتے ہیں۔

ذَرَءَ:۔ اس نے بکھیرا۔ پھیلایا۔ پیدا کیا۔ ذرء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

ذِرَاعٌ:۔ ہاتھ۔ یعنی انگلیوں سے کہنی تک جمع اَذْرُعٌ۔

ذِرَاعَيْ:۔ دو ہاتھ۔ ذِرَاعٌ کا تثنیہ بحالت نصبی ذِرَاعَيْنِ تھا نون اضافت کی وجہ سے ساقط ہو گیا۔

ذَرَأْنَا:۔ ہم نے پیدا کیا۔ ذَرْءٌ سے ماضی جمع متکلم۔

ذَرَّةٌ:۔ ایک سُرخ چیونٹی۔ ریت کا ذرہ۔ جمع ذَرَّات۔

ذَرْعٌ:۔ طاقت۔ گنجائش۔ اصل معنی ناپ۔ پیمائش۔

ذَرُوْا:۔ تم چھوڑ دو۔ وَذْرٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

ذُرِّيَّةٌ:۔ اولاد۔ جمع ذَرَارِيُّ یہ لفظ جمع ہے جس کا کوئی واحد نہیں۔

ذُقْ:۔ تو چکھ۔ ذَوْقٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔

ذِكْرٌ:۔ ذکر کے اصل معنی زبان یا دل سے یاد کرنے کے ہیں۔ چنانچہ فرمایا گیا:۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ (تم اللہ کو یاد کرو جیسا کہ اپنے بزرگوں کو یاد کرتے ہو) لیکن یہ لفظ قرآن کریم کے لئے بھی استعمال ہوا ہے مثلاً اَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا۔ (کیا اس پر قرآن نازل ہوا ہم میں سے) دوسری آسمانی کتابوں کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا۔ فَاسْئَلُوْآ اَهْلَ الذِّكْرِ (تم اہلِ کتاب سے پوچھو) عزت و شرف کے معنی میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ (یہ عزت ہے تمہارے اور تمہاری قوم کے لئے) رسول اکرم صلعم کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ اس حیثیت سے کہ کتب سابقہ میں ان کا ذکر ہے۔ یعنی "مذکور" کے معنی میں۔ چنانچہ فرمایا گیا۔ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا (اللہ نے تمہاری طرف رسول بھیجا جس کا ذکر کتب سابقہ میں آچکا ہے) اور نصیحت و پند کے معنی میں بھی کئی جگہ استعمال ہوا ہے مثلاً وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔ (البتہ ہم نے آسان کیا قرآن کو نصیحت لینے کے لئے تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا)۔

ذِکروی کے معنی بھی ذکر اور نصیحت کے ہیں مگر ذکریٰ میں مبالغہ زیادہ ہے۔ (مفردات مطبوعہ)
ذَکَرٌ :۔ نر۔ مذکر۔ جمع ذُکُوْر۔
ذَکَرَ :۔ اس نے یاد کیا۔ ذِکْر سے ماضی واحد مذکر غائب۔
ذُکِرَ :۔ وہ یاد کیا گیا۔ ذِکْر سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔
ذُکِّرَ :۔ اس کو نصیحت کی گئی۔ تَذْکِیْر سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔
ذَکِّرْ :۔ تو نصیحت کر۔ تَذْکِیْر سے امر واحد مذکر حاضر۔
ذِکْریٰ :۔ نصیحت۔ موعظت۔ دیکھو ذِکْر۔
ذُکْرَان :۔ مرد۔ مذکر۔ واحد ذَکَر۔
ذَکَرْتَ :۔ تونے ذکر کیا۔ تونے یاد کیا۔ ذِکْر سے ماضی واحد مذکر حاضر۔
ذُکِّرْتُمْ :۔ تم کو نصیحت کی گئی۔ تَذْکِیْر سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔
ذَکَرُوْا :۔ انہوں نے یاد کیا۔ ذِکْر سے ماضی جمع مذکر غائب۔
ذُکِّرُوْا :۔ ان کو نصیحت کی گئی۔ تَذْکِیْر سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔
ذَکَرَیْنِ :۔ دو نر۔ ذَکَر کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔
ذُکُوْر :۔ نر۔ مذکر۔ واحد ذَکَر۔

ذَکَّیْتُمْ :۔ تم نے ذبح کیا۔ تَذْکِیَۃ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔
ذُلّ :۔ خواری۔ ذلت۔ تواضع۔ عاجزی۔ باب کَرُمَ سے مصدر۔
ذِلَّۃ :۔ ذلت۔ خواری۔ باب کَرُمَ سے مصدر
ذُلُل :۔ فرمانبردار۔ مطیع۔ واحد ذَلُوْل۔
ذُلِّلَتْ :۔ اس کو مسخر کیا گیا۔ اس کو جھکایا گیا۔ تَذْلِیْل سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔
ذَلُوْل :۔ نرم۔ فرمانبردار۔ مطیع۔ ذُلّ سے مبالغہ واحد جمع ذُلُل۔
ذِمَّۃ :۔ عہد۔ جمع ذِمَم
ذَنْب :۔ گناہ۔ جمع ذُنُوْب۔
ذَنُوْب :۔ پانی سے بھرا ہوا ڈول۔ حصہ۔ نصیب۔
ذُوْ :۔ صاحب۔ والا۔
ذَوَا :۔ والے۔ صاحب۔ ذُو کا تثنیہ بحالت رفعی۔
ذَوَاتَا :۔ والیں۔ ذات کا تثنیہ بحالت رفعی۔
ذَوَاتَیْ :۔ والیاں۔ ذات کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔
ذُوْقُوْا :۔ تم چکھو۔ ذَوْق سے امر جمع مذکر حاضر
ذَوَیْ :۔ والے۔ ذُو کا تثنیہ بحالت نصبی و جری
ذَوِیْ :۔ والے۔ صاحبان۔ ذُو کی جمع بحالت نصبی و جری۔

ذَهَاب :- لیجانا۔ دُور کر دینا۔ (بصلہ بار) باب فَتَحَ سے مصدر

ذَهَب :- سونا۔

ذَهَبَ :- وہ گیا۔ ذَهَاب سے ماضی واحد مذکر۔

ذَهَبَتْ :- وہ گئی۔ ذَهَاب سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

ذَهَبْنَا :- ہم گئے۔ ذَهَاب سے ماضی جمع متکلم۔

ذَهَبُوْا :- وہ گئے۔ ذَهَاب سے ماضی جمع مذکر غائب

ذِی :- صاحب۔ والا۔ بحالتِ جری۔

ذِی الْقَرْنَیْن :- (دیکھو قَرْنَیْن)

ر

رَأٰی :- اس نے دیکھا۔ رُؤْیَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

رَابِطُوْا :- تم لگے رہو۔ دل لگائے رہو۔ مُرَابَطَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔

رَابِع :- چوتھا۔ چہارم۔

رَابِی :- بلند ہونے والا۔ چڑھنے والا۔ رُبُوّ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

رَابِیَۃ :- سخت۔ بہت۔ رُبُوّ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

رَأَتْ :- اس نے دیکھی۔ رُؤْیَۃ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

رَاجِعُوْن :- پھرنے والے۔ لوٹنے والے۔ رُجُوْع سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد رَاجِع۔

رَاجِفَۃ :- کانپنے والی۔ رَجْف سے اسم فاعل واحد مؤنث۔ سورۂ نازعات میں رَاجِفَۃ سے وہ اجرام ساکنہ مراد ہیں جن کی قیامت کے قریب حرکت تیز ہو جائے گی اور رادفہ سے وہ اجرام متحرکہ جو پھٹ جائیں گے اور بکھر جائیں گے۔ یا راجفہ سے نفخہ اولیٰ اور رادفہ سے نفخہ ثانیہ۔ حضرت شاہ صاحب نے دونوں کو بھونچال مراد لیا ہے اور فرمایا ہے کہ "لگاتار بھونچال چلے آئیں گے" (بیضاوی و موضح)

رَاحِمِیْن :- رحم کرنے والے۔ رَحْمَۃ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد رَاحِم۔

رَادّ :- پھیرنے والا۔ رَدّ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

رَادِفَۃ :- پیچھے آنے والی۔ صور کی دوسری آواز۔ رَدْف سے اسم فاعل واحد مؤنث (دیکھو رَاجِفَۃ)

رَادُّوْ :- پھیرنے والے۔ لوٹانے والے۔ رَدّ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ نون اضافت کی وجہ سے گر گیا۔ واحد رَادّ۔

رَادِّیْ :- پھیرنے والے۔ رَدّ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ نون اضافت کی وجہ سے ساقط ہو گیا۔

رَازِقِیْن :- روزی دینے والے۔ رِزْق سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔

رَأس:۔ سر۔ جمع رُؤُس۔

رَاسِخُوْن:۔ مضبوط۔ گہرے۔ رسوخ سے اسم فاعل جمع مذکر واحد رَاسِخ۔ رَاسِخُوْنَ فِی الْعِلْم سے مراد دین کا مضبوط علم رکھنے والے ہیں جن کو وحی الٰہی کے بارہ میں کوئی شبہ پیش نہ آئے جو کچھ ادلۂ نص قطعی سے ثابت ہوتا ہو اس کو تسلیم کریں اور باقی کو اللہ پر چھوڑ دیں۔

رَاسِیَات:۔ جمی رہنے والیاں۔ رُسُوّ سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد رَاسِیَة قرآن کریم میں قدور (ہانڈیوں) کی صفت ہے۔

رَاشِدُوْنَ:۔ راہ ہدایت پانیوالے۔ رشد سے اسم فاعل جمع مذکر واحد رَاشِد امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔ رَشَد اور رُشْد (ہدایت و صلاحیت) غَیّ (گمراہی) کی ضد ہے۔ ہدایۃ کی طرح اس کا استعمال بھی (مختلف مدارج پر) ہوتا ہے (دیکھو ہدایۃ) چنانچہ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا اگر تم ان (یتیموں) میں صلاحیت پاؤ) اور لَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ (ہم نے ابراہیم کو ایسی ہدایت دی جو اس کے لائق تھی) میں بڑا فرق ہے بعض نے کہا رُشد ہدایت دنیوی و اخروی دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور رُشد صرف ہدایت اخروی کے لئے۔ اور راشد (اسم فاعل) اور رَشِید (صفت) کا استعمال بھی دونوں میں ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ (وہی دنیا و دین میں ہدایت پانے والے ہیں) (مفردات)

رَاضِیَة:۔ خوش ہونے والی پسندیدہ۔ رِضْوَان سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

رَاعِنَا:۔ ہماری رعایت کر مُرَاعَاة سے امر واحد مذکر حاضر با ضمیر منصوب متصل جمع متکلم۔ صحابہ کرام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ اپنی طرف منعطف کرانے کے لئے یہ لفظ استعمال کرتے اور یہود بھی مگر یہود "ع" کے زیر کو اتنا کھینچتے کہ رَاعِیْنَا بن جاتا۔ اس کے معنی ہوتے ہیں "ہمارا چرواہا" یہود کی اس حرکت کی وجہ سے مسلمانوں کو بھی منع کر دیا گیا۔ کہ راعنا مت کہو بلکہ اس کے بجائے "انظرنا" کہو۔

رَاعُوْنَ:۔ نباہنے والے۔ نگاہ رکھنے والے رِعَایَة سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد رَاعِی۔

رَاغَ:۔ چپکے سے چلا گیا۔ (بصلہ الی) رَوْغ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

رَاغِب:۔ رغبت کرنے والا۔ (بصلہ فی) منہ پھیرنے والا۔ (بصلہ عن) رَغْبَة سے اسم فاعل واحد مذکر۔

رَاغِبُوْنَ:۔ رغبت کرنے والے۔ رَغْبَة سے اسم فاعل جمع مذکر۔

رَأْفَۃ :۔ مہربانی۔ نرمی۔ ترس۔ باب کَرُمَ سے مصدر۔

رَافِع :۔ اُٹھانے والا۔ رَفْع سے اسم فاعل واحد مذکر۔

رَافِعَۃ :۔ اُٹھانے والی۔ بلند کرنے والی۔ رَفع سے سم فاعل واحد مؤنث۔

رَاقٍ :۔ جھاڑ پھونک کرنے والا۔ منتر پڑھنے والا رُقِیّ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

رَاکِع :۔ جھکنے والا۔ رُکوع سے اسم فاعل واحد مذکر رُکوع کے معنی جھکنا کے ہیں کبھی رکوع سے نماز کی ہیئت مخصوصہ مراد ہوتی ہے کبھی رکوع بول کر نماز مراد لیجاتی ہے کہ یہ نماز کے اہم اجزاء میں سے ہے اور کبھی محض تذلل اور عاجزی مراد ہوتی ہے خواہ وہ نماز میں ہو یا نماز سے باہر۔ (مفردات)

رَاکِعُوْنَ :۔ جھکنے والے۔ رکوع سے اسم فاعل جمع مذکر

رَانَ :۔ اس نے زنگ پکڑا۔ رَیْن سے ماضی واحد مذکر غائب۔ حدیث میں ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے اگر توبہ کر لیتا ہے تو مٹ جاتا ہے ورنہ گناہوں کے عادہ سے روز بروز بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ تب بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اور حق و باطل میں تمیز کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ قرآن کریم میں رَیْن سے مراد یہی ہے

رَاَوْا :۔ انہوں نے دیکھا۔ رُؤْیَۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

رَاوَدَتْ :۔ اس نے پھسلایا۔ مُرَاوَدَۃ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

رَاوَدْتُّ :۔ میں نے پھسلایا۔ مُرَاوَدَۃ سے ماضی واحد متکلم۔

رَاوَدْتُّنَّ :۔ تم نے پھسلایا۔ مُرَاوَدَۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

رَاوَدُوْا :۔ انہوں نے پھسلایا۔ مُرَاوَدَۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

رُءُوْس :۔ سر۔ واحد رَأْس۔

رَءُوْف :۔ بڑا مہربان۔ رَأْفَۃ سے مبالغہ واحد۔

رَاهِب :۔ تارک الدنیا زاہد۔ رَهْبَانِیَّۃ سے اسم فاعل واحد مذکر جمع رُهْبَان اہل کتاب میں سے یہ وہ لوگ ہوتے تھے جو دنیا سے بے تعلق ہو کر غاروں میں جا بیٹھتے اور ساری عمر وہیں گذار دیتے۔ اسلام نے جو مذہب فطرت ہے ایسی بے تعلقی کو جائز نہیں رکھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرما دیا۔ لَا رَهْبَانِیَّۃَ فِی الْاِسْلَامِ (اسلام میں رہبانیت نہیں ہے)

رَأْی :۔ دیکھنا۔ باب فتح سے مصدر۔

رِءْی :۔ منظر۔ نمود۔

رُؤْیَا:- خواب۔ دکھاوا۔ نظارہ۔ انبیاء علیہم السلام حالتِ بیداری میں جو "عالمِ غیب" کے مشاہدات اپنی آنکھوں سے کرتے ہیں ان کو کبھی "رُؤیا" سے اور کبھی "نوم" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ جس طرح سونے والا خواب میں دنیا بھر کے مناظر دیکھتا پھرتا ہے۔ اور پاس بیٹھنے والے کو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ اسی طرح انبیاء کرام جو مشاہدات کرتے ہیں دوسروں کو ان کا احساس نہیں ہوتا وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ میں "رؤیا" سے مراد یہی نفسی مشاہدہ ہے اسی لئے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ رُؤْيَا عَيْنٍ أُرِيَهَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم = آنکھوں کا نظارہ تھا جو حضور کو دکھایا گیا۔ حضرت شاہ صاحب نے "دکھاوا" ترجمہ کر کے اسی مفہوم کو ادا فرمایا ہے (فیض الباری ج ۱ ص ۲۱ وغیرہ)

رَأَيْتَ:- تو نے دیکھا۔ رُؤْيَت سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

رَأَيْتُ:- میں نے دیکھا۔ رُؤْيَة سے ماضی واحد متکلم۔

رَأَيْتُمْ:- تم نے دیکھا۔ رُؤْيَة سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

رَأَيْنَ:- انہوں نے دیکھا۔ رُؤْيَة سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

رَبّ:- مالک۔ پروردگار۔ حاکم۔ حاجت روا۔ جمع اَرْبَاب۔ رَبّ اصل میں مصدر ہے بمعنی تربیت۔ اور تربیت کہتے ہیں کسی چیز کو تدریجاً درجۂ کمال کو پہنچانا پھر مصدر کو بمعنی صفت استعمال کیا جانے لگا۔ جیسے رَجُلٌ عَدْلٌ بمعنے عَادِلٌ۔ بغیر اضافت کے جب استعمال ہو تو اس سے مراد ذات باری تعالیٰ ہی ہوتی ہے اور اضافت کے ساتھ غیر اللہ کے لئے بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ مَعَاذَ اللّٰهِ إِنَّهُ رَبِّي خدا کی پناہ وہ (عزیزِ مصر) میرا مربی اور آقا ہے۔ (بیضاوی)

رُبَّ:- بہت۔ کم (حرفِ جر ہے)

رَبَائِب:- بیوی کی بیٹیاں جو دوسرے خاوند سے ہوں واحد رَبِیْبَة۔

رِبَاط:- باندھنا۔ باب مفاعلہ سے مصدر۔

رُبَاع:- چار چار۔

رَبَّانِيُّوْن:- درویش۔ عابد۔ اللہ والے۔ واحد رَبَّانِی رَبّ کی طرف منسوب ہے جیسا کہ جسمانی (منسوب بہ جسم) الف نون کی افزائش کے ساتھ اس لئے رَبَّانِی کے معنی ہوئے اللہ والا۔ اسی طرح رِبِّی بھی رَبّ کی طرف منسوب ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ دونوں سریانی ہیں (مفردات)

رَبَتْ :- وہ ابھری۔ بلند ہوئی۔ پھولی۔ رُبُوّ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

رَبِحَتْ :- فائدہ مند ہوئی۔ رِبْحٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

رَبَطْنَا :- ہم نے باندھا۔ رَبْطٌ سے ماضی جمع متکلم۔

رُبُعٌ :- چوتھائی۔ جمع اَرْبَاعٌ۔

رُبَمَا :- کسی وقت۔ بسا اوقات۔ (رُبَّ حرف جر با ما کافہ)

رِبٰوا :- سود۔ یہ رَبَا یَرْبُو سے ہے جس کے معنی بڑھنا اور بلند ہونا ہیں۔ اس مادہ کے لحاظ سے رِبٰوا کے لغوی معنی "زیادتی" اور "بڑھوتری" کے ہوئے۔

مصطلح شریعت میں بقول ابوبکر ابن عربی "ربا ہر ایسی زیادتی کو کہیں گے جس کے مقابلہ میں مال کا عوض نہ ہو۔"

(احکام القرآن ج ا صفحہ ۱) شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں "ربا" وہ قرض ہے جو اس شرط پر ہو کہ مقروض قرض خواہ کو جتنا لیا ہے اس سے زیادہ یا اس سے بہتر واپس کرے۔ حقیقی ربا تو یہی ہے مگر شریعت اسلامیہ نے ناجائز فائدہ کی دوسری صورتوں کو بھی ربا قرار دیا ہے فقہ حنفی کی رو سے کیلی یا موزونی اشیاء (جو چیزیں پیمانہ یا وزن سے اندازہ کر کے بکتی ہوں) میں سے ہم جنس چیزوں کے باہمی تبادلہ میں جو زیادتی بلا عوض ہو اسے بھی ربا کہتے ہیں۔ گویا زیادتی کے ربا ہونے کی شرط یہ ہے کہ دونوں چیزیں جن کا تبادلہ کیا جا رہا ہے۔ موزون یا کیلی ہوں اور ہم جنس ہوں۔ چنانچہ ایک سیر گیہوں کا تبادلہ اگر سوا سیر گیہوں سے کیا جائے تو پاؤ سیر کی زیادتی ربا ہے۔ یہ ربا "ربا الفضل" کہلاتا ہے اسی طرح یہ تبادلہ اگر دست بدست نہ ہو تو یہ بھی ربا کی ایک قسم ہے جسے "ربا النساء" کہتے ہیں ربا النساء کے لئے صرف کیلی یا موزون ہونا یا صرف ہم جنس ہونا کافی ہے۔ دونوں شرطوں کا پایا جانا ضروری نہیں۔ مثلاً اگر ایک سیر گیہوں کا تبادلہ ایک سیر گیہوں سے کیا جائے لیکن دست بدست نہ ہو تو یہ ربا النساء ہے۔ تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ ہو۔

امام رازیؒ نے ممانعت ربا کی حکمتوں پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

(۱) سودی کاروبار کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایک انسان کی دولت بغیر کسی عوض کے دوسرے کے پاس چلی جاتی ہے۔ رسول اکرم صلعم کا ارشاد ہے کہ "انسان کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کے مانند ہے" اگر یہ شبہ کیا جائے کہ سود میں قرض دار

کو جو مہلت ملتی ہے وہ نفع سے خالی نہیں۔ وہ اس مدت میں اس کے روپے سے نفع کماتا ہے لہٰذا یہ سود اس نفع کے بدلے میں ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نفع امر موہوم ہے۔ کبھی حاصل ہوتا ہے اور کبھی نہیں اور زائد ادائگی (سود) امر یقینی ہے۔ لہٰذا ان دونوں کا مبادلہ صحیح نہیں۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ سود سود خواروں کو زندگی کی جدوجہد میں حصہ لینے سے روک دیتا ہے وہ کسب ہنر اور تجارت و صنعت سے بے تعلق اور عام لوگ ان کے فوائد سے محروم ہو جاتے ہیں۔

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ سود کی وجہ سے صلہ رحمی، ہمدردی اور احسان کے جذبات مفقود ہو جاتے ہیں (وغیرہ ملخصاً از تفسیر کبیر) سود کی حرمت کا اعلان ساڑھے تیرہ سو سال پہلے اسلام نے کیا آج کی تمدنی دنیا اس کی صحت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو رہی ہے۔ روس کی اشتراکی حکومت نے تو اسے ممنوع قرار دے ہی دیا ہے حکومت برطانیہ کے مشیر معاشیات پروفیسر کینز بھی اعلان کر رہے ہیں کہ دنیا کی تمام معاشی برائیاں حتیٰ کہ بیروزگاری بھی سود خواری کے باعث ہے۔ جس قوم میں سود کی شرح جتنی کم ہو گی اس کے تہذیب و تمدن اتنے ہی بلند و مستحکم سمجھے جائیں گے جس قوم میں سود بالکل ممنوع ہو وہ مثالی حالت کو پہنچ جائے گی۔

(اسلام کے معاشی نظریے ج ۲ ص ۱۰۱)

رَبْوَة: بلندی۔ ٹیلا۔ جمع رُبیٰ۔

رِبِّيُّوْن: درویش لوگ۔ اللہ والے۔ واحد رِبِّيّ (دیکھو رَبَّانِيُّوْن)

رَتْق: منہ بند۔ جڑا ہوا۔ مصدر بمعنی مفعول۔

رَتِّلْ: آہستہ آہستہ پڑھ۔ ترتیل سے امر واحد مذکر حاضر۔

رَتَّلْنَا: ہم نے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا۔ ترتیل سے ماضی جمع متکلم۔

رَجّ: لرزانا۔ ہلانا۔ باب نصر سے مصدر

رِجَال: مرد۔ پیادے۔ واحد رَجُل (بمعنے اول) اور رَاجِل (بمعنے ثانی)

رُجَّتْ: ہلائی گئی۔ رجّ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

رِجْز: عذاب۔ بلا۔ ناپاکی

رُجْز: بت۔ صنم۔

رِجْس: ناپاک پلید۔ (خواہ طبعی طور پر ہو یا عقلی یا شرعی طور پر)

رَجْع: بارش۔ مینہ۔ چکر۔ قرآن کریم میں ذات الرجع آسمان کی صفت آئی ہے بمعنی بارش برسانے والا یا چکر کاٹنے والا۔

رَجَعَ: وہ پھرا۔ لوٹا۔ رُجُوع سے ماضی واحد

مذکر غائب۔

رُجْعٰی :۔ رجوع۔ واپسی۔ بازگشت۔ رُجُوْع سے اسم مصدر۔

رُجِعْتُ :۔ میں پھیرا گیا۔ رَجْعٌ سے ماضی مجہول واحد متکلم۔

رَجَعْتُمْ :۔ تم پھرے۔ لوٹے۔ رُجُوْع سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

رَجَعْنَا :۔ ہم پھرے۔ رُجُوْع ماضی جمع متکلم

رَجَعُوْا :۔ وہ پھرے رُجُوْع سے ماضی جمع مذکر غائب

رَجْفَة :۔ بھونچال۔ زلزلہ۔

رِجْل :۔ پاؤں۔ جمع۔ اَرْجُل۔

رُجُل :۔ پیادہ۔ رَجْل سے صفت مشبہ واحد مذکر

رَجُل :۔ مرد۔ جمع رِجَال۔

رَجُلَانِ :۔ دو مرد۔ رَجُل کا تثنیہ بحالتِ رفعی۔

رَجُلَيْنِ :۔ دو مرد۔ رَجُل کا تثنیہ بحالتِ نصبی وجری۔

رَجْمًا بِالْغَيْبِ :۔ انکل سے کوئی بات کہنا بلا دلیل قیاس آرائی کرنا۔ رَجْم کے اصل معنے "پتھر مارنا" ہیں۔

رَجَمْنَا :۔ ہم نے سنگسار کیا۔ رَجْم سے ماضی جمع متکلم۔

رُجُوْم :۔ اسباب سنگساری۔ واحد رَجْم

رَجِيْم :۔ دھتکارا ہوا۔ مردود۔ رَجْم سے فعیل بمعنے مفعول۔

رِحَال :۔ کجاوے۔ واحد رَحْل۔

رَحُبَتْ :۔ وہ کشادہ ہوئی رَحَابَة سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

رَحْل :۔ کجاوہ۔ پالانِ شتر۔ جمع رِحَال۔

رِحْلَة :۔ کوچ۔ سفر۔ باب فتح سے مصدر اصل میں اس کے معنے اونٹ پر کجاوہ کسنا ہیں مجازاً سفر پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

رُحْم :۔ مہربانی۔ شفقت۔ رَحْم سے اسم مصدر۔

رَحِمَ :۔ اُس نے مہربانی کی۔ رَحْمَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

رُحَمَاء :۔ مہربان۔ رحم کرنے والے۔ واحد رَحِيْم

رَحْمَة :۔ مہربان۔ باب سمع سے مصدر۔

رَحْمٰن :۔ بڑا مہربان۔ رَحْمَة سے مبالغہ واحد اس مبالغہ میں "رَحِيْم" کی بہ نسبت زیادہ مبالغہ ہے چنانچہ بعض علماء کا قول ہے کہ رَحِيْم میں وہ رحمت ملحوظ ہے جو آخرت میں ہوگی صرف مومنوں کے لئے اور رحمٰن میں وہ رحمت ملحوظ ہے جو دنیا میں ہے اور مسلم و کافر سب کیلئے عام ہے

رَحِمْنَا :۔ ہم نے رحم کیا۔ رَحْمَة سے ماضی جمع متکلم۔

رَحِيْق :۔ خالص شراب۔ بادۂ ناب۔

رَحِيْم :۔ نہایت رحم والا۔ رَحْمَة سے صفت

مشبہ واحد مذکر۔ جمع رُخَاء (دیکھو رُحمٰن)

رُخَاءً:۔ نرم نرم۔ ملائم۔

رَدَّ:۔ اس نے پھیر دیا۔ رَدّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

رِدْءٌ:۔ مددگار۔ رَدْءٌ سے صفت مشبہ واحد۔

رُدَّتْ:۔ وہ پھیری گئی۔ رَدّ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

رُدِدْتُ:۔ میں پھیرا گیا۔ رَدّ سے ماضی مجہول واحد متکلم

رَدَدْنَا:۔ ہم نے پھیرا۔ رَدّ سے ماضی جمع متکلم۔

رَدِفَ:۔ وہ پیچھے ہوا۔ رَدْف سے ماضی واحد مذکر غائب۔

رَدْمٌ:۔ موٹی دیوار۔ مضبوط دیوار۔ جمع رُدُوم

رَدُّوْا:۔ انہوں نے پھیرا۔ رَدّ سے ماضی جمع مذکر غائب قرآن کریم میں ہے رَدُّوْا اَيْدِيَهُمْ فِيْ اَفْوَاهِهِمْ اس کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔ (۱) کفار فرط غیظ سے اپنے ہاتھ کاٹنے لگے (۲) انبیاء کرام کی باتیں سن کر فرط تعجب سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لئے۔ (۳) ہاتھ منہ کی طرف لیجا کر انہیں خاموش ہونے کا اشارہ کیا (۴) پیغمبروں کی باتوں پر ہنسی دبانے کے لئے منہ پر ہاتھ رکھے تھے (۵) اپنے ہاتھ یا ان کے ہاتھ پیغمبروں کے منہ میں ٹھونسنے لگے وغیرہا سب کا حاصل یہ ہے کہ کفار عاد و ثمود وغیرہ نے انبیاء کی باتیں نہ سنیں اور ان کے ساتھ گستاخی سے پیش آئے۔

رُدُّوْا:۔ تم پھیرو۔ وہ پھیرے گئے۔ رَدّ سے امر جمع مذکر حاضر۔ (بمعنے اوّل) اور ماضی مجہول جمع مذکر غائب (بمعنے ثانی)

رَزَّاق:۔ خوب روزی دینے والا۔ رِزْق سے مبالغہ واحد۔

رِزْقٌ:۔ روزی۔ خواہ دینی ہو یا دنیاوی فعل بمعنے مفعول۔

رَزَقَ:۔ اس نے روزی دی۔ رِزْق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

رَزَقْنَا:۔ ہم نے روزی دی۔ رِزْق سے ماضی جمع متکلم۔

رُزِقْنَا:۔ ہمیں روزی دی گئی۔ رِزْق سے ماضی مجہول جمع متکلم۔

رُزِقُوْا:۔ ان کو عطا کیا گیا۔ رِزْق سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

رَسٌّ:۔ ایک کنوئیں کا نام جس کے محل وقوع میں مختلف اقوال منقول ہیں۔ اَصْحَابُ الرَّسِّ وہ قوم ہے جس نے اپنے نبی کو اس کنوئیں میں ڈال دیا تھا۔ پھر ان پر عذاب نازل ہوا اور وہ اسی کنوئیں میں دھنسا دیئے گئے۔

رِسَالَةٌ:۔ پیغام۔ وحی۔ جمع رِسَالَات

رُسُلٌ:۔ خدا کا پیغام لانے والے۔ واحد رَسُوْل

رَسُوْل:۔ پیغمبر۔ خبر لانے والا۔
شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ اپنی کتاب "النبوات" میں رقمطراز ہیں۔ نبی وہ ہے جو انسانوں کو وہ چیزیں بتلائے جو اللہ تعالیٰ نے اسے بتائی ہیں۔ پھر اگر اس کی بعثت مخالفین و منکرین کی طرف ہوئی ہے۔ تو وہ بحکم قرآن کی اصطلاح میں رسول ہے ورنہ فقط نبی۔ رسول ہونے کے لئے شریعت جدیدہ کا حامل ہونا ضروری نہیں کیونکہ قرآن کریم کی تصریح کے مطابق حضرت یوسف۔ داؤد اور سلیمان علیہم السلام رسول تھے حالانکہ حضرت یوسفؑ شریعت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پیرو تھے اور یہ بزرگ کسی جدید شریعت کے حامل نہ تھے مگر قاضی بیضاوی فرماتے ہیں:۔ رسول وہ ہے جو شریعت جدیدہ لیکر آیا ہو اور نبی کے لئے یہ ضروری نہیں۔ پس نبی رسول سے عام ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ رسول کریم صلعم سے انبیاء کی تعداد پوچھی گئی تو آپ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی اور رسولوں کی تین سو تیرہ۔ بعض نے شریعت جدیدہ کی بجائے رسول کیلئے کتاب کا حامل ہونے کی قید لگائی ہے (حنفیہ)، علامہ رشید رضا لکھتے ہیں۔ کہ نبی وہ ہے جسے وحی الٰہی کے ذریعہ ان احکام و اخبارات کا علم کیا جائے جن سے آگاہی انسانی سعی سے ممکن نہیں اور اس بناء پر اسے خود بھی یقین ہو جائے کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے اور رسول وہ نبی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے تبلیغ دین اور دعوت شریعت اور اپنی ذات کو دوسروں کے لئے عملی نمونہ بنانے کا حکم دیا ہو یہ ضروری نہیں کہ شریعت جدیدہ یا کتاب جدید بھی لے کر آیا ہو (تفسیر المنار ج ۹) بہر حال ان تینوں اقوال کی روشنی میں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ باعتبار "دعوت" اور "مدعوئین" کے نبی عام ہے۔ اور رسول خاص لیکن باعتبار جنسیت ذاتی کے رسول عام ہے کہ اس کا اطلاق رسل بشر پر بھی ہوتا ہے اور رسل ملٰئکہ پر بھی اور نبی خاص کہ اس کا اطلاق رسل ملٰئکہ پر نہیں ہوتا۔

رَشَاد:۔ نیکی۔ راستی۔ باب نصر سے مصدر

رُشْدًا:۔ بھلائی۔ سمجھ بوجھ۔ نیکی۔ راستی۔ باب کرم سے مصدر (دیکھو رَاشِدُوْن)

رَشَدًا:۔ بھلائی۔ بہتری۔ نیکی (دیکھو رَاشِدُوْن)

رَشِیْدًا:۔ نیک۔ بھلا۔ اچھا۔ رشاد سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

رَصَدًا:۔ گھات لگانا۔ نگہبان۔ گھات میں بیٹھنے والا (واحد و تثنیہ و جمع اس میں یکساں ہیں) مصدر بمعنی اسم فاعل۔

رَضَاعَة:۔ دودھ پلانا۔ باب فتح سے مصدر

امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مدت رضاعت اڑھائی برس ہے۔ اس مدت کے اندر اگر کسی بچے نے کسی عورت کا دودھ پیا تو وہ اس کی رضاعی ماں بن جائے گی اور اس مدت کے بعد حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

رَضُوْا :۔ وہ خوش ہوئے۔ انہوں نے پسند کیا۔ رِضَاءٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

رِضْوَان :۔ خوشنودی۔ رضامندی۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

رَضِیَ :۔ وہ خوش ہوا۔ اس نے پسند کیا۔ رِضًا سے ماضی واحد مذکر غائب۔

رَضِیٌّ :۔ پسندیدہ۔ رِضًا سے فعیل بمعنے مفعول۔

رَضِیْتُ :۔ میں نے پسند کیا۔ رِضًا سے ماضی واحد متکلم۔

رَضِیْتُمْ :۔ تم نے پسند کیا۔ رِضًا سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

رُطَبٌ :۔ تازہ کھجوریں۔

رَطْبٌ :۔ ہرا۔ تازہ۔ رَطُوْبَۃٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

رِعَاءٌ :۔ چرواہے۔ واحد رَاعِیٌ۔

رِعَایَۃٌ :۔ نباہنا۔ حفاظت کرنا۔ باب فَتَحَ سے مصدر۔

رُعْبٌ :۔ ڈر۔ دھاک۔ ہیبت۔

رَعْدٌ :۔ بادل کی گرج۔ جمع رُعُوْدٌ

رَعَوْا :۔ انہوں نے رعایت کی۔ انہوں نے نباہا۔ رِعَایَۃٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

رَغَبٌ :۔ حرص خواہش۔ زرقہ۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔ یہ معنی اس وقت ہیں جب اس کا صلہ فی یا الی آئے جیسے اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا رَاغِبُوْنَ (ہم اپنے رب سے رغبت رکھتے ہیں) لیکن جب صلہ عن آئے تو معنی بیزاری اور اعراض کے ہو جاتے ہیں جیسے اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ (کیا تو بیزار ہے میرے معبودوں سے)

رَغَدًا :۔ خوب۔ بافراغت۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

رُفَاتٌ :۔ بوسیدہ چورا۔ ریزہ ریزہ۔ رَفْتٌ سے فعال بمعنی مفعول۔

رَفَثٌ :۔ جماع۔ عورتوں سے اختلاط۔ بے حیائی۔ فحش گفتگو۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

رِفْدٌ :۔ انعام۔ بخشش۔ رَفْدٌ سے فعل بمعنے مفعول۔

رَفْرَفٌ :۔ چاندنیاں۔ قیمتی تکیے اور بچھونے سبز کپڑے۔ واحد رَفْرَفَۃٌ۔

رَفَعَ :۔ اس نے اٹھایا۔ چڑھایا۔ رَفْعٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

رُفِعَتْ :۔ وہ اونچی کی گئی۔ رَفْعٌ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

رَفَعْنَا :۔ ہم نے اٹھایا۔ اونچا کیا۔ رَفْع سے ماضی جمع متکلم۔

رَفِیْق :۔ یار، ساتھی۔ جمع رُفَقَاء۔ رَفَاقَۃ سے صفت مشبہ۔ واحد مذکر۔

رَفِیْع :۔ بلند کرنے والا۔ بلند مرتبے والا۔ رَفْع سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

رَقّ :۔ جھلی۔ کاغذ۔ رَقّ اصل میں باریک چمڑہ یا جھلی کو کہتے ہیں۔ چونکہ پرانے زمانے میں اسی کو بطور کاغذ کے استعمال کیا جاتا تھا اس لئے رَقّ کا ترجمہ کاغذ یا ورق کیا جاتا ہے۔

رِقَاب :۔ گردنیں (باندی۔ غلام)، واحد رَقَبَۃ (دیکھو رَقَبَۃ)

رَقَبَۃ :۔ گردن (غلام۔ باندی)

رَقَبَۃ کے اصل معنی "گردن" ہیں پھر اس کو بول کر انسان مراد لیا جانے لگا۔ اور عرف میں "غلام" کا نام پڑ گیا۔ جیسا کہ رَأس اور ظَہر بول کر "مرکوب" سواری مراد لی جاتی ہے۔ (مفردات)

رُقُوْد :۔ سونے والے۔ واحد رَاقِد

رَقِیْب :۔ نگہبان۔ راہ دیکھنے والا۔ رَقَابَۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر

رَقِیْم :۔ نوشتہ۔ کتبہ۔ ایک شہر کا نام قرآن کریم میں ہے اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَہْفِ وَالرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا۔ (کیا تم نے جانا کہ غار اور رقیم والے ہماری قدرت کی ایک عجیب نشانی تھے۔)

اَصْحٰبُ الرَّقِیْم کے متعلق مفسرین کی مختلف رائیں ہیں بعض کی رائے یہ ہے کہ وہ تین شخص ہیں جو بارش سے بچنے کے لئے ایک غار میں جا چھپے تھے پھر ایک بڑا پتھر اوپر سے اگرنے سے غار کا دھانہ بند ہو گیا تھا۔ ان تینوں نے اپنے اپنے بہترین عمل کا واسطہ دیکر خدا سے دعا مانگی تھی اور وہ پتھر آہستہ آہستہ کھسک گیا تھا۔ حافظ ابن حجر نے طبرانی کی ایک حدیث نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اصحاب رقیم کا ذکر فرماتے ہوئے یہ واقعہ بیان فرمایا۔ لیکن اکثر کی رائے یہ ہے کہ اصحاب کہف ہی کو اصحاب رقیم بھی کہا گیا۔ کیوں کہا گیا اس میں بھی دو قول ہیں۔ (۱) رقیم وہ تختی ہے جس پر ان کے نام رقم کر کے غار کے دھانہ پر لگا دیا تھا اس تختی کی طرف منسوب ہو کر یہ "اصحاب رقیم" مشہور ہوئے (۲) رقیم اس وادی یا کھوہ کا نام ہے جس میں ان کا غار واقع تھا۔ پہلا قول سعید بن جبیرؓ کی طرف منسوب ہے اور دوسرا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طرف۔ اصحاب الکہف

اور اصحاب الرقیم کو ایک ماننے کے بعد ان کے محل و مقام کو متعین کرنا بہت مشکل ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے ارض القرآن میں اور مولانا ابوالکلام آزاد نے ترجمان القرآن میں رقیم کو پیٹرا (عربی میں بطرا) قرار دیا ہے۔ یہ شرق اردن کا ایک برباد شدہ شہر ہے اور جنگ عظیم اول کے بعد سے یہاں اثری تحقیقات کا کام جاری ہے۔

پیٹرا کے اکتشافات جدیدہ کے متعلق مولانا آزاد کی تصریحات تو ہم لفظ اصحاب الکہف سے متعلق نوٹ میں درج کر چکے ہیں۔ یہاں ہم مجلہ المجتمع العربی سے (جو دوران جنگ عظیم دوم میں لندن سے عربی میں شائع ہوتا تھا) مادر گرٹ میری کے ایک دلچسپ مضمون کا ملخص ترجمہ درج کرتے ہیں۔ مضمون نگار خاتون جو غالباً خود ان اثری تحقیقات میں شریک رہی ہیں لکھتی ہیں:

"بطرا اس وادی میں واقع ہے جو بحیرۂ مردار کو خلیج عقبہ سے ملاتی ہے۔ یہ ایک محفوظ شہر اور مضبوط قلعہ تھا جس کے مکانات شرق اردن کے پہاڑوں کے درمیان سخت چٹانوں کو تراش کر بنائے گئے تھے۔ تاریخ میں یہ کئی ہزار سال سے متعارف ہے۔ بنی اسرائیل جب فلسطین پر حملہ کے لئے نکلے تھے تو ایک بادشاہ سے جس کا نام رقیم تھا۔ ان کا مقابلہ ہوا تھا۔ رقیم چونکہ بطرا کا پرانا نام ہے اس لئے اس بادشاہ کا اس شہر سے تعلق مستبعد نہیں پرانے زمانہ میں بطرا یا رقیم کی تجارتی نقطہ نظر سے بہت اہم حیثیت تھی۔ بندرگاہ عقبہ سے غزہ (بندرگاہ فلسطین) کو جو سڑک جاتی۔ اور بحر احمر کو بحر ابیض متوسط سے ملاتی تھی یہ شہر اس کے بیچ میں پڑتا تھا۔ یہ سڑک اس قدیم شاہراہ عظیم کا ایک ٹکڑا تھا جس کے راستہ مشرق بعید اور ہندوستان کے تجارتی قافلے، باب المندب اور بحر احمر سے گزرتے ہوئے، بحر ابیض متوسط کے ممالک مصر، شام، ترکی، یونان اور روم تک پہنچے تھے۔

عقبہ سے اس شاہراہ کے دو حصے ہو جاتے تھے ایک دمشق کو جاتا تھا۔ یہ بے آب و گیاہ علاقہ سے گزرتا تھا۔ اور دوسرا غزہ کو۔ اس کا راستہ آب و شاداب تھا اور شہر بطرا اسی سڑک پر واقع تھا۔

بطرا کی نبطی عربی حکومت چار سو سال تک مشرق و مغرب کے درمیان تجارت کا اہم مرکز بن جانے کے سبب دولت و ثروت کی گود میں کھیلتی رہی۔ قدیم مؤرخین نے لکھا ہے کہ وہ دنیا کی متمول ترین مملکت تھی۔ قدیم ترین چینی مؤرخین نے بھی دنیا کی اہم ترین تجارتی منڈی ہونے کی حیثیت سے اس کا ذکر کیا ہے۔

امن، اطمینان اور دولت و ثروت کی کثرت کی وجہ سے بطرا اپنے زمانہ کا سب سے زیادہ حسین شہر بن گیا تھا۔

عمارتیں شاندار اور خوبصورت۔ سڑکیں پختہ اور صاف ستھری، وادیوں اور دروں پر جا بجا مضبوط پُل، اور سب سے زیادہ شیریں پانی شہر کی گلی گلی میں پہنچنے کا عمدہ انتظام۔ یہ پانی عین موسیٰ سے جو سڑک سے تین میل دور ایک چشمہ تھا، زمین دوز نالیوں کے ذریعہ شہر کے مختلف محلوں میں پہنچا لیا جاتا تھا اور وہاں حوضوں میں محفوظ کر لیا جاتا تھا تاکہ کسی موسم میں پانی کی دقت نہ ہو۔ بطرا کے سوداگروں کو اپنا قیمتی تجارتی سامان محفوظ رکھنے کے لئے گوداموں کی ضرورت تھی۔ اس مقصد کیلئے انہوں نے پہاڑوں چٹانوں کو تراش کر غار اور عمیق تہ خانے بنائے تھے۔ ان گوداموں کے علاوہ اپنے پہاڑی علاقہ میں چٹانوں ہی کو تراش کر انہوں نے خوبصورت کوٹھیاں، مقابر اور قبور نا عبادت گاہیں بھی بنائی تھیں ان عمارتوں کا بیرونی حصہ نقش و نگار سے مزین ہوتا تھا۔ مضمون نگار نے چند فوٹو بھی دیئے ہیں ان میں سے ایک فوٹو عبادت خانہ کا ہے جسے "معبد الدیر الکبیر" کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے یہ معبد ایک بڑی چٹان کو کھود کر بنایا گیا ہے اور اس کی شکل ایسی ہے جیسے کسی گھڑے پر صراحی رکھدی گئی ہو)

تقریباً پانسو سال ہجرت سے پہلے، رومیوں نے بطرا پر حملہ کیا اور اسے فتح کر لیا۔ رومیوں کے استیلاء کے بعد، تجارتی راستہ بطرا سے تدمر کو جو شمالی شام کا ایک شہر تھا منتقل ہو گیا۔ اب تدمر تجارتی قافلوں کی منڈی بنگیا اور بطرا کے بین الاقوامی تاجر بھی وہیں منتقل ہو گئے۔

اس طرح بطرا کی نہ صرف سیاسی بلکہ تجارتی حیثیت بھی ختم ہو گئی اور وہ آہستہ آہستہ بالکل ویران ہو گیا۔

آج عرب کے مسافر جب اس راستہ سے گزرتے ہیں تو بطرا کے آثار قدیمہ اپنی شکستہ گردنیں اٹھا اٹھا کر اپنے عروج و زوال کی داستان عبرت نہیں سناتے ہیں (مجلہ المجتمع العربی ج ۱۳۰۳)

بٹیرا عرب کی سرحد سے ساٹھ ستر میل کے فاصلہ پر تھا، نبطیوں کے تجارتی قافلے جو برابر حجاز آتے جاتے تھے اور اہل حجاز کے تجارتی قافلے جو ہر سال شام جایا کرتے تھے بٹیرا ہو کر ہی گزرتے تھے بلکہ بٹیرا اس نوع کی سب سے پہلی تجارتی منڈی تھا ان امور کو تو خود مولانا آزاد نے تسلیم کیا ہے علاوہ ازیں بٹیرا کا قدیم نام رقیم بھی کچھ غیر معروف نہ تھا کثیر نے یزید بن عبد الملک (متوفی سنہ ۱۰۵ھ) کی مدح میں کہا ہے۔

يَزُرْنَ عَلَى تَنَائِيهِ يَزِيْدًا
بِأَكْنَافِ الْمُوَقَّرِ وَالرَّقِيمِ
يُهَنِّئْنَهُ الْوُفُودُ إِذَا أَتَوْهُ
بِنَصْرِ اللّٰهِ وَالْمُلْكِ الْعَظِيمِ

(اونٹنیاں باوجود دوری کے یزید کے پاس موقر اور رقیم کے اطراف میں پہنچتی ہیں۔ اور مختلف قبیلوں کے وفود اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور عظیم الشان سلطنت کی مبارکباد دیتے ہیں) بلکہ ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہانِ بنی امیہ شکار یا سیر و تفریح کی غرض سے اس نواح میں مقیم ہوتے تھے تاہم یہ امر تعجب انگیز ہے کہ اصحاب کہف و رقیم کو ایک مانتے ہوئے بھی حضرت ابن عباس رقیم سے پیچھا چھڑا نہیں لیتے بلکہ ایک قول یوں فرماتے ہیں: ما ادری ما الرقیم الکتاب ام بنیان میں نہیں کہہ سکتا کہ رقیم کیا ہے؟ کتبہ کو کہا گیا ہے یا بستی مراد لی گئی ہے اور دوسرے قول یوں فرماتے ہیں۔ اسم مدینتھم التی خرجوا منہا افسوس و رستاقہ الرس واسم الکھف الرقیم۔ (جس شہر سے وہ نکلے اس کا نام افسوس ہے اور اس کے پرگنہ کا نام رس ہے۔ اور کھوہ کا نام رقیم) اور پھر تم دیکھتے ہیں کہ عبادہ بن صامت عہد صدیقی میں قسطنطنیہ کے قریب اصحاب الکہف والرقیم کے مقبرہ پر اپنی حاضری کا ذکر فرماتے ہیں اور واثق باللہ کا فرستادہ محمد بن موسیٰ بھی بلادِ روم میں اصحاب کہف کے غار کی زیارت کا دعویٰ کرتا ہے اور علی بن یحییٰ بلادِ اندلس میں اس کی نشاندہی کرتا ہے اور ان میں سے ہر ایک ان تمام عجیب و غریب تفصیلات کو بیان کرتا ہے جو اصحاب کہف کے متعلق مشہور ہیں۔ (فیض الباری ج ۴ ص۴۹) غالباً اسی لئے علامۃ العصر مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ نے اصحاب کہف کو ہی اصحاب الرقیم مانا۔ مگر ان کے مقام کی تعیین سے سکوت فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ رَبِّي أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ (میرا رب ان کی تعداد کو بہتر جانتا ہے) اور اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا (اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت غار میں مقیم رہے) کی طرح یہ اعتراف مناسب ہے کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کہاں آسودۂ خواب ہیں۔

رِكَاب:۔ اونٹ۔ سواری۔ جمع رُکُب۔

رُكُب:۔ شتر سواروں کا قافلہ۔ واحد رَاکِب۔

رَكَّبَ:۔ اس نے جوڑ دیا۔ تَرْکِیْب سے ماضی واحد مذکر غائب۔

رَكِبَا:۔ وہ دو سوار ہوئے۔ رُکُوْب سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

رَكِبُوا:۔ وہ سوار ہوئے۔ رُکُوْب سے ماضی

جمع مذکر غائب۔

رِكْزٌ :- بھنک۔ کھٹکا۔

رُكَّعٌ :- رکوع کرنے والے۔ واحد رَاكِعٌ۔

(دیکھو رُكوع)

رُكْنٌ :- زور۔ طاقت۔ سہارا۔

رَكُوبٌ :- سواری۔ کشتی۔ فَعُول بمعنے مفعول۔

رَمٰى :- تیر چلایا۔ پھینکا۔ رَمْی سے ماضی واحد مذکر غائب۔

رِمَاحٌ :- نیزے۔ واحد رُمْحٌ

رَمَادٌ :- راکھ۔ خاکستر۔

رُمَّانٌ :- انار۔ واحد رُمَّانَةٌ

رَمْزٌ :- ہاتھ یا سر یا آنکھ سے اشارہ۔

جمع رُمُوزٌ۔

رَمَضَانُ :- معروف مہینہ کا نام جس میں روزے فرض ہیں صاحب کشاف لکھتے ہیں۔ رمضان کے اصل معنے سخت گرمی میں جلنا اور تکلیف برداشت کرنا" ہیں۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینہ میں روزہ رکھنا اور بھوک کی گرمی برداشت کرنا ایک عبادت قدیمہ تھی یا یہ کہ جب اس مہینہ کا نام تجویز کیا گیا تو وہ اتفاق سے سخت گرمی کا زمانہ تھا۔ کشاف۔

رَمَيْتَ :- تو نے پھینکا۔ رَمْی سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

رَمِيمٌ :- گلی ہوئی ہڈی۔ رِمَّةٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

رَوَاحٌ :- شام۔ سہ پہر۔ شام کا چلنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

رَوَاسِی :- پہاڑ۔ واحد رَاسِيَةٌ۔

رَوَاكِدُ :- ٹھیرنے والیاں۔ واحد رَاكِدَةٌ۔

رُوْحٌ :- جان۔ فرشتہ۔ قرآن کریم۔ حضرت عیسٰی سورۂ بنی اسرائیل میں ہے وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ، قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ (کافر تم سے "روح" کے متعلق سوال کرتے ہیں کہدو کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے)۔ یہ سوال یہود نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آزمائش کیلئے کیا تھا۔ حضرت شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں "کہ حضرت کے آزمانے کو یہود نے پوچھا۔ سو اللہ نے بتایا کیونکہ ان کو سمجھنے کا حوصلہ نہ تھا اگلے پیغمبروں نے بھی مخلوق سے ایسی باریک باتیں نہیں کیں۔ اتنا جاننا کافی ہے کہ اللہ کے حکم سے ایک چیز بدن میں آپڑی۔ وہ جی اٹھا۔ جب نکل گئی مر گیا۔"

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ "حقیقت روح" اور اسی قسم کی دوسری معلومات چونکہ ضروریات دین میں سے نہیں نیز ان کی فہم سے بھی بالا تھیں اس لئے ان کی تفصیل سے اعراض فرمایا گیا۔ مگر علامہ عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اس

اجمال کے پس پردہ، اصحاب فکر و نظر کے لئے روح کی
پوری حقیقت جلوہ گر ہے۔ مولانا فرماتے ہیں دنیا
کی مثال ایک بڑے کارخانہ کی ہے جس میں مختلف
قسم کی مشینیں لگی ہوں۔ کوئی کپڑا بن رہی ہے کوئی
آٹا پیس رہی ہے۔ کوئی کتاب چھاپ رہی ہے کوئی
شہر میں روشنی پہنچا رہی ہے۔ کسی سے پنکھے چل
رہے ہیں وغیر ذالک۔ ہر ایک مشین میں بہت سے
کل پرزے ہیں جو مشین کی غرض و غایت کا لحاظ
کرکے ایک معین انداز سے ڈھالے جاتے اور
لگائے جاتے ہیں۔ پھر سب پرزے جوڑ کر مشین کو
فٹ کیا جاتا ہے۔ جب تمام مشینیں فٹ ہو کر تیار
ہو جاتی ہیں تب بجلی کے خزانہ سے ہر مشین کی
طرف جدا جدا راستے کرنٹ چھوڑ دیا جاتا ہے
آن واحد میں ساکن و خاموش مشینیں اپنی اپنی
ساخت کے موافق گھومنے اور کام کرنے لگ جاتی
ہیں۔ بجلی ہر مشین اور ہر پرزہ کو اس کی مخصوص ساخت
اور غرض کے مطابق گھماتی ہے۔ حتیٰ کہ جو تحلیل
و کثیر کہ باہر روشنی کے لیمپوں اور قمقموں میں
پہنچتی ہے۔ وہاں پہنچ کر انہی قمقموں کی ہیئت
اور رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ اس مثال سے یہ بات
واضح ہوگئی کہ مشین کا ڈھانچہ تیار کرنا اور سب
کل پرزوں کا ٹھیک اندازہ پر رکھنا پھر فٹ
کرنا ایک سلسلہ ہے اور جس کی جنس سے

بعد مشین کو چالو کرنے کے لئے ایک دوسری چیز
(بجلی) اس کے خزانہ سے لانے کی ضرورت ہے اسی
طرح سمجھو کہ حق تعالیٰ نے اول آسمان و زمین کی
تمام مشینیں بنائیں جس کو خلق کہتے ہیں۔ ہر
چھوٹا بڑا پرزہ ٹھیک اندازہ کے موافق تیار کیا جسے
تقدیر کہا گیا ہے خَلَقَہٗ فَقَدَّرَہٗ تَقْدِیْرًا اب کل پرزوں
کو جوڑ کر مشین کو فٹ کیا جسے تصویر کہتے ہیں۔
خَلَقْنٰکُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰکُمْ یہ سب افعال "خلق"
کی مد میں تھے۔ اب ضرورت تھی کہ جس مشین کو جب
کام میں لگانا ہے لگا دیا جائے۔ آخر مشین کو چالو
کرنے کے لئے "امر الٰہی" کی بجلی چھوڑ دی گئی
ادھر سے حکم ہوا چل فوراً چلنے لگی۔ اسی امر الٰہی
کو فرمایا۔ اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ
یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (اس کا حکم جب
وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے یہ ہے کہ کہے
ہو جا تب وہ ہو جاتی ہے) دوسری جگہ نہایت
وضاحت کے ساتھ امر کن کو خلق جسد پر مرتب
کرتے ہوئے ارشاد ہوا۔ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ
ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (اس کو مٹی سے
بنایا پھر اس سے کہا ہو جا تب وہ ہو گیا۔
باقی یہ امر کہ باری تعالیٰ شانہ سے صادر ہو کر
ممکن ہے جو ہر مجرد کے لباس میں [illegible]
امر و ارادہ متکلم کی صورت میں ظاہر ہو کر پھر جب

کا ذکر بعض آثار میں ہوا ہے اور جسے ہم کہہ
ذخیرۂ روحیہ کا خزانہ کہہ سکتے ہیں گویا یہیں سے
روحِ حیات کی لہریں دنیا کی ذوی الارواح
پر تقسیم کی جاتی ہیں۔ اور اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ
مُجَنَّدَۃٌ کے آلات کا یہیں کنکشن ہوتا ہے
رہی یہ بات کہ "کُن" کا حکم جو قسم کلام سے ہے
جوہر مجرد یا جسم نورانی لطیف کی شکل کیوں کر
اختیار کر سکتا ہے۔ اُسے یُوں سمجھو کہ تمام عقلا
اس پر متفق ہیں کہ ہم خواب میں جو اشکال صُور
دیکھتے ہیں۔ بعض اوقات وہ محض ہمارے خیالات
ہوتے ہیں جو دریا۔ پہاڑ۔ شیر۔ بھیڑیئے وغیرہ
کی شکلوں میں نظر آتے ہیں۔ جب ایک آدمی
کی قوت مصورہ میں اس نے اس قدر طاقت
رکھی ہے کہ وہ اپنی بساط کے موافق غیر مجسم
خیالات کو جسمی سانچہ میں ڈال لے اور ان میں
وہی خواص و آثار باذن اللہ پیدا کر لے۔
جو عالم بیداری میں اجسام سے وابستہ تھے
بعیدنا شرط یہ ہے کہ وہ خیالات خواب دیکھنے
والے کے دماغ سے ایک منٹ کو علیحدہ بھی
نہیں ہوتے۔ ان کا ذہنی وجود بدستور قائم
ہے تو کیا اس حقیر سے نمونے کو دیکھ کر ہم
اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ ممکن ہے کہ قادر مطلق
اور مختار برحق جل و علیٰ کا امر بے کیف "کن"،

باوجود صفت قدیمہ بذاتہٖ تعالےٰ ہونے کے
کسی ایک یا متعدد صورتوں میں جلوہ گر ہو
جائے۔ ان صورتوں کو ہم ارواح یا فرشتے یا کسی
اور نام سے پکاریں اور وہ ارواح و ملائکہ
وغیرہ سب حادث ہوں۔ اور امر الٰہی بحالہ
قدیم رہے۔ امکان و حدوث کے آثار و
احکام ارواح تک محدود رہیں اور امر الٰہی
ان سے پاک و برتر ہو۔ جیسے جو صورت خیالیہ
بحالت خواب آگ کی صورت میں نظر آتی ہے
اس صورت ناریہ میں احراق سوزش گرمی
وغیرہ سب آثار ہم محسوس کرتے ہیں۔ حالانکہ
اسی آگ کا تصور سالہا سال بھی دماغوں میں
رہے تو ہمیں ایک سیکنڈ کے لئے بھی آثار
محسوس نہیں ہوتے۔ پس کوئی شبہ نہیں کہ
روح انسانی (خواہ جوہر مجرد ہو یا جسم لطیف
روحانی) امر ربّی کا مظہر ہے۔ لیکن یہ ضروری
نہیں کہ مظہر کے سب احکام و آثار ظاہر
پر جاری ہوں۔ کم ہوالقول ہر بشک میں
یہ ہی سمجھتا ہوں۔ کہ ہر مخلوق کی ہر ایک
نوع کو اس کی استعداد کے موافق قوی یا
ضعیف زندگی ملی ہے۔ یعنی جس کام کے
لئے چیز پیدا کی گئی ہے۔ ڈھانچہ تیار
کر کے اس کو حکم دینا "کُن" (اس کام میں

لگ جائے، بس یہی اُس کی روحِ حیات ہے۔ جب تک اور جس حد تک یہ اپنی غرض ایجاد کو پورا کرے گی۔ اسی حد تک زندہ سمجھی جائے گی۔ اور جس قدر اُس سے بعید ہو کر معطل ہوتی جائے گی۔ اسی قدر موت کے نزدیک یا مردہ کہلائے گی۔

(ملخص از فوائد القرآن)

علامہ سید انور شاہ کاشمیری ثم دیوبندیؒ سے بھی فیض الباری (ص ۲۲۲) میں اس موضوع پر کچھ افادات منقول ہیں۔ مگر وہ عوام تو کیا خواص کی فہم سے بھی بالا ہیں چنانچہ حضرت جامع نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ من شاء فلیراجع الیہ۔

امام راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں اونچے درجے کے فرشتوں کو بھی "رُوح" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا (جس دن روح اور ملائکہ صف بستہ کھڑے ہوں گے) اور عیسیٰ علیہ السلام کو بھی "روح منہ" (روح اللہ کی طرف سے) کہا گیا ہے۔ کیونکہ ان کو مُردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ عطا کیا تھا اور قرآن کریم کے متعلق بھی فرمایا گیا وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (اور ایسے ہی ہم نے آپ کی طرف روح (قرآن کریم) کی وحی بھیجی) کیونکہ اس سے حیاتِ اُخروی حاصل ہوتی ہے۔

رُوْحُ الْقُدُسِ :۔ پاک روح۔ یعنی جبرئیل علیہ السلام۔

اَلرُّوْحُ الْاَمِيْنُ :۔ امانت دار روح یعنی جبرئیل علیہ السلام۔

رَوْحٌ :۔ آرام۔ رحمت۔ فیض۔

رَوْضَاتٌ :۔ باغات۔ واحد رَوْضَةٌ

رَوْضَةٌ :۔ باغ۔ جمع رِیَاض

رَوْعٌ :۔ خوف۔ ڈر۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

رُوْمٌ :۔ رومی لوگ۔ باشندگانِ روم۔ واحد رُوْمِیٌّ۔

رُوَیْدًا :۔ تھوڑے دن۔ تھوڑی سی مہلت۔

رِهَانٌ :۔ جو چیز گروی رکھی جائے۔ گروی رکھنا۔ پہلے معنیٰ میں فِعَالٌ بمعنے مفعول اور دوسرے معنیٰ میں باب مفاعلہ سے مصدر۔

رَهْبٌ :۔ ڈر۔ باب سَمِعَ سے اسم مصدر۔

رَهَبٌ :۔ ڈرنا۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

رُهْبَان:۔ اہلِ کتاب کے گوشہ نشین۔ واحد رَاهِب۔

رَهْبَانِيَّة:۔ ترکِ دنیا، گوشہ نشینی۔ حضرت شاہ صاحب دہلویؒ لکھتے ہیں۔ اس فقیری اور ترکِ دنیا کی رسم نصاریٰ نے نکالی۔ جنگل میں تکیہ بنا کر بیٹھتے۔ نہ بیوی رکھتے نہ بچے، نہ کماتے نہ جوڑتے۔ لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیتے۔ بس عبادت میں لگے رہتے۔ اسلام نے اس طریقہ کو باقی نہیں رکھا۔ (موضح القرآن)

اسلام نے جو دینِ فطرت ہے۔ عبادت اس کو قرار دیا کہ انسان دنیا میں رہ کر دنیا کے پیدا کرنے والے سے غافل نہ ہو۔ وہ شادی بیاہ بھی کرے اور جائز طریقہ سے روزی بھی کمائے۔ کھائے پیئے بھی مگر ہر ایک کام میں خدا کے مقرر کئے ہوئے آداب و احکام کو لحاظ رکھے۔ اس طرح اس کی دنیا بھی دین بن جائے گی۔ اس نے رَهْبَانِيَّة کو جو قانونِ قدرت کے خلاف ہے۔ دین میں بدعت (نئی راہ) قرار دیا۔ اور فرمایا رَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ۔ (رہبانیت کو انہوں نے نیا نکالا ہم نے اس کا حکم نہیں دیا تھا)۔

رَهْبَة:۔ خوف۔ ڈر۔ اندیشہ۔

رَهْط:۔ قوم۔ گروہ۔ جمع رُهُوط۔ دس سے کم کی جماعت رَهْط کہلاتی ہے۔

رَهَق:۔ سرکشی۔ ظلم۔ چھا جانا۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

رَهْو:۔ ساکن۔ تھما ہوا۔

رَهِيْن:۔ گرو کیا ہوا۔ رَهْن سے فَعِيْل بمعنی مفعول۔

رَهِيْنَة:۔ گرو رکھی ہوئی۔ رَهْن سے فَعِيْلَة بمعنی مفعولہ۔

رِئَاء:۔ نام نمود کے لئے کام کرنا۔ لوگوں کو دکھلانے کے لئے عمل کرنا۔ باب مفاعلہ سے مصدر۔

رِيَاح:۔ ہوائیں۔ واحد رِيْح (دیکھو رِيْح)

رَيْب:۔ شک۔ دھوکا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر

رَيْبُ الْمَنُوْن:۔ گردشِ زمانہ۔

رِيْبَة:۔ شک و شبہ۔ جمع رِيَب۔

رِيْح:۔ ہوا۔ بُو۔ مجازاً غلبہ۔ جمع رِيَاح۔ امام راغب لکھتے ہیں۔ عام طور پر قرآن کریم میں جہاں رِيْح مفرد استعمال ہوا ہے۔ وہاں عذاب کا جھکڑ مراد ہے۔ اور جہاں رِيَاح جمع کی صورت میں آیا ہے۔ وہاں رحمت کی ہوائیں مراد ہیں۔ مثلاً اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ

رَیحَانٌ:۔ روزی۔ خوشبودار گھاس۔ جمع رَیَاحِیْن۔

رِیْش:۔ رونق۔ آرائش۔ لباس۔ مال۔

رِیع:۔ ٹیلہ۔ بلند زمین۔ جمع رِیَاع۔

ز

زَاجِرَات:۔ ڈانٹنے والیاں۔ زَجْر سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد زَاجِرَۃ اس سے مراد فرشتے ہیں۔ جو شیطان کو ڈانٹ کر بھگاتے رہتے ہیں۔

زَاد:۔ توشہ۔ زادِ راہ۔ جمع اَزْوَاد۔

زَادَ:۔ اُس نے بڑھایا۔ زِیَادَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

زَادَتْ:۔ اس نے بڑھایا۔ زِیَادَۃ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

زَادُوْا:۔ اُنہوں نے بڑھایا۔ زِیَادَۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

زَارِعُوْنَ:۔ کھیتی کرنے والے۔ اُگانے والے۔ زَرْع سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد زَارِع۔

زَاغَ:۔ وہ ٹیڑھا ہوا۔ وہ بہکا۔ زَیْغ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

امام راغب اصفہانی نے زَیْغ کے معنے "راہِ راست سے ہٹ جانا" لکھے ہیں تو مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کا مطلب بالفاظ علامہ عثمانی یہ ہوگا:۔ "آنکھ نے جو کچھ دیکھا پورے تمکن و اتقان سے دیکھا۔ نگاہ ٹیڑھی ترچھی ہو کر دائیں بائیں ہٹی۔ نہ مُبْصَر (جسے دیکھا جا رہا ہو) سے تجاوز کر کے آگے بڑھی۔ بس اسی پر جمی رہی جس کا دکھانا منظور تھا"۔ بادشاہوں کے دربار میں جو چیز دکھلائی جائے۔ اس کو نہ دیکھنا۔ اور جو چیز نہ دکھلائی جائے۔ اس کو تاکنا دونوں عیب ہیں۔ آپ دونوں سے پاک تھے۔

زَاغَتْ:۔ وہ بہکی۔ وہ کج ہوئی۔ زَیْغ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

زَاغُوْا:۔ وہ پھر گئے۔ انہوں نے کجروی کی۔ زَیْغ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

(مَا) زَالَتْ:۔ وہ ہمیشہ رہتی۔ فعل ناقص ماضی واحد مؤنث غائب۔

زَالَتَا:۔ وہ دو سرک گئیں۔ زَوَال سے ماضی تثنیہ مؤنث غائب۔

زَانِی:۔ زنا کرنے والا۔ زِنَا سے اسم فاعل

واحد مذکر۔

زَانِیَۃٌ :۔ زنا کرنے والی۔ زِنًا سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

زَاهِدِیْنَ :۔ بیزار ہونے والے (بصلہ فی) زُهْدٌ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد زَاهِدٌ۔

زَاهِقٌ :۔ مٹ جانے والا۔ زُهُوْقٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

زَبَانِیَۃ :۔ دوزخ کے فرشتے جو عذاب پر متعین ہیں۔ یہ لفظ زَبْنٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی دھکیلنا ہیں۔ چونکہ یہ دوزخ کی طرف دھکیلیں گے۔ اس لئے زَبَانِیَہ کہلائے۔

زَبَدٌ :۔ پانی وغیرہ کے جھاگ۔

زُبَرٌ :۔ لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے۔ واحد زُبْرَۃٌ۔

زُبُرٌ :۔ تختیاں۔ اوراق۔ کتابیں۔ واحد زَبُوْرٌ۔

زَبُوْرٌ :۔ وہ کتاب آسمانی جو حضرت داؤد علیہ السلام پر اتری۔ زَبْرٌ سے (جس کے معنا ہیں لکھنا) بمعنے مَزْبُوْرٌ لکھی ہوئی امام راغب فرماتے ہیں :۔ زَبُوْر اس کتاب کو کہتے ہیں جس کی لکھائی تیز ہو، یا اس کتاب الہٰی کو جس کا مطلب آسانی سے سمجھ میں نہ آسکے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ زَبُوْر اس آسمانی کتاب کو کہتے ہیں جس میں صرف حکمتیں اور دانائی کی باتیں بیان کی گئیں ہوں۔ احکام شریعت بیان نہ ہوں۔ اور "کتاب" اسے کہتے ہیں جس میں دونوں چیزیں ہوں۔ چنانچہ زَبُوْر میں احکام شریعت نہیں ہیں۔ (مفردات امام راغبؒ)

مسند امام احمد کی ایک روایت ہے کہ زبور رمضان کے مہینے میں اتری، اور وہ نصیحتوں اور حکمتوں کا مجموعہ تھی۔ "غرض "زبور" منظوم و مسجع عبارتوں میں خداوند قدوس کی حمد و ثنا اور مضامین حکمت و موعظت کا ایک ایسا دل پذیر مجموعہ تھی کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام اپنی سُریلی آواز میں اُسے پڑھتے تو جن و انسان اور وحوش و طیور وجد میں آجاتے۔ موجودہ زبور مزبور کہلاتی ہے اور ڈیڑھ سو ابواب پر مشتمل ہے۔ مگر دیگر کتب سابقہ کی طرح محرف ہو چکی ہے۔

زُجَاجَۃٌ :۔ شیشہ۔ جمع زُجَاجٌ۔

زَجْرٌ :۔ جھڑکنا۔ ڈانٹنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر

زَجْرَۃٌ :۔ جھڑکی۔ ڈپٹ۔

زُحْزِحَ :۔ وہ دُور کیا گیا۔ ہٹایا گیا۔ زَحْزَحَۃ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔
زَحْفٌ :۔ میدانِ جنگ۔ بڑا لشکر۔
زُخْرُفٌ :۔ سونا۔ ٹیپ ٹاپ۔
زِدْ :۔ تو زیادہ دے۔ زیادہ کر۔ زِیَادَۃ سے امر واحد مذکر حاضر۔
زِدْنَاھُمْ ہم نے بڑھایا۔ زیادہ دیا۔ زِیَادَۃ سے ماضی جمع متکلم۔
زَرَابِیُّ :۔ مسندیں۔ نفیس بچھونے۔ واحد زِرْبِیٌّ
زُرَّاعٌ :۔ کھیتی والے۔ کسان لوگ۔ واحد زَارِعٌ۔
زُرْتُمْ :۔ تم نے دیکھا۔ زیارت کی۔ زِیَادَۃ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔
زُرْقٌ :۔ اندھے۔ بلی جیسی آنکھوں والے۔ واحد اَزْرَقُ۔
زَرْعٌ :۔ کھیتی۔ جمع زُرُوْعٌ۔ فعل بمعنے مفعول۔
زَعْمٌ :۔ گمان۔ دعویٰ۔ باب فَتَحَ سے مصدر
زَعَمَ :۔ اس نے گمان کیا۔ دعویٰ کیا۔ زَعْمٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔
زَعَمْتَ :۔ تو نے دعویٰ کیا۔ گمان کیا زَعْمٌ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔
زَعَمْتُمْ :۔ تم نے گمان کیا۔ زَعْمٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔
زَعِیْمٌ :۔ ضامن۔ ذمہ دار۔ کہنے والا۔ جمع زُعَمَاءُ۔
زَفِیْرٌ :۔ لمبا سانس لینا۔ چیخنا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔
زَقُّوْمٌ :۔ سینڈھ کا درخت۔ اصل میں یہ ایک درخت کا نام ہے جو دوزخیوں کا کھانا ہوگا قرآن کریم سے اس کی صفت یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ درخت دوزخ کی جڑ میں اگتا ہے اس کے خوشے سانپوں کے پھنوں کی طرح نوکدار اور تکلیف دہ ہوں گے دوزخی اس سے اپنا پیٹ بھریں گے۔ جب اسے کھا کر سخت پیاس لگے گی تو سخت جلتا پانی پلایا جائے گا۔ جس سے آنتیں کٹ کر باہر آپڑیں گی۔ اعاذنا اللہ منہ۔
زَکّٰی :۔ اس نے سنوارا۔ تَزْکِیَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔
زَکَرِیَّا :۔ بنی اسرائیل کے ایک مشہور پیغمبر کا نام نامی۔ جو حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل میں تھے ملک شام میں مبعوث ہوئے تھے اور بیت المقدس کے امام و متولی تھے حضرت مریم کی والدہ حنہ بنت فاقوذا نے جب اپنی بیٹی مریم کو اپنی نذر کے مطابق

بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کرنا چاہا۔ تو حضرت زکریا ہی کی کفالت میں دی گئیں۔ اور ان کی نگرانی اور تربیت انھی کے سپرد ہوئی۔

ابن اسحٰق اور ابن جریر کی روایت کے مطابق حضرت زکریا کی بیوی حنہ کی بہن تھیں اس طرح حضرت زکریا حضرت مریم کے خالو ہوتے تھے۔ مگر ایک حدیث صحیح سے الخ فاذا بیحیی وعیسٰی وھما ابنا الخالۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کی بیوی خود حضرت مریم کی بہن تھیں۔ اور حضرت یحییٰ و عیسٰی آپس میں خالہ زاد بھائی تھے حافظ ابن کثیر نے دونوں قول نقل کرکے اول کو ترجیح دی ہے۔ اور حدیث کے الفاظ کو توسع پر محمول کیا ہے۔

حضرت زکریا یوں تو بیت المقدس کے امام و متولی تھے۔ وہ اپنی قوم کے دینی پیشوا تھے۔ مگر مسلم کی روایت کے مطابق اپنی گزر بسر کیلئے بڑھئی کا پیشہ کرتے تھے۔

حضرت زکریا کی عمر ۹۰ سال کی ہو چکی تھی مگر بیوی کے بانجھ ہونے کی وجہ سے اولاد کی نعمت سے محروم تھے۔

جب حضرت مریم ان کی کفالت میں آئیں تو انہوں نے الطاف خداوندی کی اُن پر غیر معمولی بارش دیکھی کہ جب وہ مریم کی دیکھ بھال کے لئے اُن کی محراب میں داخل ہوتے تو وہاں تازہ بتازہ بے موسم میوے رکھے پاتے۔ یہ دیکھ کر اُن کے دل میں امنگ اُٹھی کہ میں اللہ سے دعا کروں۔ کہ وہ مجھے بھی بے موسم کا میوہ (بڑھاپے میں اولاد) عطا کرے۔ چنانچہ دُعا کی دربارگاہ خداوندی میں قبول ہوئی۔ اور حضرت زکریا کے گھر حضرت یحییٰ (علیہ السلام) پیدا ہوئے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسٰی تقریباً ہم عمر تھے مگر حضرت یحییٰ کی پیدائش کچھ پہلے ہوئی تھی حافظ ابن کثیر نے مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللہ کی تفسیر میں ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے۔ کہ حضرت یحییٰ کی والدہ حضرت مریم سے کہا کرتی تھیں کہ میں اپنے حمل کو تیرے حمل کی طرف سر جھکاتے محسوس کرتی ہوں (تفسیر ابن کثیر ص ۳۶۱) قرآن کریم نے حضرت زکریا اور ان کے اہل خانہ کو نیکی کے کاموں میں سبقت کرنے والا۔ اُمید و خوف کے ساتھ خدا سے دُعا مانگنے والا۔ اور عجز و نیاز کے ساتھ اس کے آگے جھکنے والا بتایا ہے
إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ

وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا۔ وَكَانُوْا لَنَا خَاشِعِيْنَ۔ (انبیاء)

زَکوٰۃ :۔ افزونی۔ زیادتی۔ پاکیزگی۔ اصطلاح شرعی میں مال کا وہ حصہ جسے مالدار صاحب نصاب، شریعت کے حکم کے مطابق راہ خدا میں نکالتا ہے۔ اسے زکوٰۃ اسی لئے کہتے ہیں کہ یہ مالدار کے مال میں زیادتی اور پاکیزگی پیدا کرتی ہے، نیز صاحب مال کے اخلاق میں جلا اور اس کے درجات میں اضافہ کا باعث بنتی ہے۔

"زکوٰۃ" نظام اسلامی کا جس کا مقصد انسان کو دنیا اور آخرت کی سعادت سے بہرہ اندوز کرنا اور اس کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اسے کامیاب بنانا ہے ایک اہم جزو ہے۔

(۱) انسان اپنی دنیوی زندگی میں قدم قدم پر مال کا محتاج ہے۔ مال کی یہ ضرورت اس کے دل میں مال کی طرف رغبت پیدا کرتی رہتی ہے۔ یہی رغبت جب محبت میں تبدیل ہو جائے۔ تو دو سخت قسم کے اخلاقی امراض پیدا کر دیتی ہے۔ جنہیں حرص و بخل کہتے ہیں۔

حرص و بخل یہ تو چاہتا ہے کہ ساری دنیا کی دولت اس کے گھر میں آجائے۔ مگر وہ اسے اس کے مصرف میں استعمال نہیں کرنا چاہتا۔ دولت کو اللہ تعالیٰ نے اسکی ضرورتوں کو پورا کرنے کا وسیلہ بنایا تھا۔ مگر وہ اُسے اپنی زندگی کا مقصد قرار دے لیتا ہے۔ اس طرح وہ خود بھی اس کے نفع سے محروم رہتا ہے۔ اور دوسروں کو بھی محروم رکھتا ہے۔

حرص و بخل کے امراض کو دور کرنے کیلئے زکوٰۃ و خیرات بہترین علاج ہے یہ مال کی محبت دل میں پیدا نہیں ہونے دیتا۔ اس طرح اس مرض کی جڑیں نہیں جمنے پاتیں۔

(۲) زکوٰۃ سے فقیروں کی امداد اور بیکسوں کی دستگیری ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے دولت کے حصول کے لئے بہتر ذرائع نہیں دیئے۔ جب اپنی ضرورتوں میں اصحاب خیر کو کام آتے دیکھیں گے تو قدرتی طور پر ان کے دل میں اپنے محسنوں کی محبت پیدا ہوگی۔ وہ ان کی ضرورتوں میں کام آئیں گے۔ اور کسی تکلیف کے وقت ان پر جان قربان کرنے سے بھی دریغ نہ کریں گے۔

(۳) نیز جب یہ دیکھیں گے کہ امراء

کی دولت صرف انہی کو فائدہ نہیں پہنچاتی بلکہ
ان کے دکھ درد میں بھی کام آتی ہے، تو
وہ ان کی دولت کے اضافہ میں پوری جدو
جہد کرتے رہیں گے اور ان کے نفع کو اپنا
نفع سمجھیں گے۔ اس طرح ان کی دولت
نہ صرف محفوظ رہے گی۔ بلکہ اس میں اضافہ
ہوتا رہے گا۔

(۴) زکوٰۃ کی ادائیگی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں
کا عملی شکر ہے۔ زکوٰۃ دینے والا خدا کے
اس فضل و کرم کا احسان مانتا ہے کہ اس نے
اسے اس قابل کیا کہ وہ اپنے محتاج بھائیوں
کی مدد کر سکا، اور اس لائق بنایا کہ دوسروں
کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا بلکہ انہیں کچھ
دیدیتا ہے کہ الید العُلیا خیرٌ من
الید السفلیٰ (اونچا ہاتھ نیچے ہاتھ سے
بہتر ہوتا ہے) اور اپنے منعم حقیقی کی
شکر گزاری نہ صرف آخرت کے عذاب سے
بچانے والی ہے۔ بلکہ دنیا میں بھی موجب
رحمت و برکت ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَ
زِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِيْ
لَشَدِيْدٌ ۝

(۵) زکوٰۃ کی ادائیگی مرد مسلم کو خدا کا سچا
فرمانبردار بناتی ہے۔ مال انسان کے لئے
دنیا کی عزیز ترین چیزوں میں سے ہے
بلکہ بعض اوقات وہ مال پر جان تک کو
قربان کر دینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے
مشہور ہے کہ جاں طلبی مضائقہ نیست دگر
زر طلبی سخن دریں است۔ زکوٰۃ کا ادا کرنے والا
راہ خدا میں اس عزیز ترین چیز کو قربان
کر کے تسلیم و رضا کی روح کو بیدار کرتا ہے
وہ اپنے آقا و مولیٰ کا وفادار بندہ بن جاتا
ہے اور اس کے حکم پر کسی عزیز سے عزیز
چیز کو قربان کرنے میں کوئی جھجک محسوس
نہیں کرتا۔ الغرض زکوٰۃ اگر ایک طرف انسان
کو اپنے خالق کا وفادار بندہ بناتی ہے تو
دوسری طرف مخلوق کو ایک دوسرے کے
گلے ملاتی ہے اور ان کے دلوں میں محبت
کی گنگا بہاتی ہے۔ آج بھی اگر دنیا
اسلام کے اس عادلانہ نظام کو قبول کرلے
جو اشتراکیت اور سرمایہ داری کی افراط و
تفریط کے درمیان ایک معتدل راہ ہے
اور جس کا ایک جزو زکوٰۃ بھی ہے تو وہ تباہی
و بربادی کی اس خوفناک منزل پر پہنچنے سے
محفوظ رہ سکتی ہے۔ جہاں غریب امیروں کا
خون چوسنے اور امیر غریبوں کی ہڈیاں چبانے
کیلئے تیار کھڑے ہیں۔ اسلام کے اس حیرت انگیز

انقلاب آفریں اجتماعی نظام سے مسحور ہو کر اٹلی کا مشہور مؤرخ کائتانی یہ کہنے پر مجبور ہوگیا ہے کہ اسلام کی ظاہری صورت مذہبی ہے مگر اس کی روح اقتصادی و اجتماعی ہے اور اسی طرح الحرکات الفکریۃ فی الاسلام کا روسی مصنف بندلی جوزی دعویٰ کرتا ہے کہ اسلام ایک دینی فکر نہ تھا بلکہ ایک اقتصادی و اجتماعی مسئلہ تھا۔

مگر یہ دعویٰ ان لوگوں کی کم نظری کی وجہ سے ہے اگر اسلام محض ایک اقتصادی نظام ہوتا تو خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کی جو اسلام کی چلتی پھرتی تصویر تھے یہ شان نہ ہوتی کہ فی النہار فرسان و فی اللیل رہبان دن کے وقت شہسوار ہیں اور رات کو عابد شب زندہ دار) حقیقت وہی ہے جو بیان کی جا چکی کہ اسلام انسان کی روحانی و جسمانی سعادت کا کفیل اور اس کی اجتماعی و انفرادی ضروریات کا بہترین حل ہے۔

زَكِيّ :- پاکیزہ۔ زَکَاءٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر

زَكِيَّة :- پاکیزہ۔ زَکَاءٌ سے صفت مشبہ واحد مؤنث

زِلْزَال :- ہلانا۔ جھڑجھڑانا۔ رباعی مجرد کا مصدر۔

زُلْزِلَتْ :- وہ ہلائی گئی۔ زَلْزَلَۃ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

زَلْزَلَۃ :- بھونچال۔ زلزلہ۔ رباعی مجرد کا مصدر

زُلْزِلُوْا :- وہ ہلائے گئے۔ زَلْزَلَۃ سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

زُلَف :- رات کے حصے۔ واحد زُلْفَۃ۔

زُلْفَۃ :- نزدیکی۔ رات کا ایک حصہ۔ جمع زُلَف

زَلَق :- چٹیل میدان۔

زَلَلْتُمْ :- تم پھسلے۔ تم نے ٹھوکر کھائی۔ زَلَّۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

زُمَر :- جتھے۔ گروہ گروہ۔ واحد زُمْرَۃ۔

زَمْھَرِیْر :- سخت جاڑا۔

زِنًا :- حرام کاری۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

زَنْجَبِیْل :- سونٹھ۔ جنت کے ایک چشمے کا نام۔

زِنُوْا :- تم تولو۔ وَزْن سے امر جمع مذکر حاضر۔

زَنِیْم :- زنا کار۔ حرام زادہ۔ بدذات۔ بدنام۔

زَوَال :- معدوم ہونا۔ زائل ہونا۔ باب نَصَرَ سے مصدر

زَوْج :- جوڑا۔ خاوند۔ بیوی۔ جمع اَزْوَاج

زَوْجَان :- دو جوڑے۔ زَوْج کا تثنیہ بحالت رفعی۔

زُوِّجَتْ :- وہ ملائی گئی۔ جوڑی گئی۔ تَزْوِیْج سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

زَوَّجْنَا :- ہم نے ملایا۔ ہم نے جوڑا دیا۔ تَزْوِیْج سے ماضی جمع متکلم۔

زَوْجَیْن :- میاں بیوی۔ دو قسمیں۔ زَوْج کا تثنیہ بحالت نصبی۔

زُوْر :- جھوٹ۔ غلط۔

زَھْرَۃ :- تازگی۔ آرائش۔ سرسبزی۔ باب نَصَرَ

سے مصدر۔

زَهَقَ:۔ وہ نابود ہوا۔ مٹ گیا۔ زُھُوق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

زَھُوق:۔ نابود ہونیوالا۔ زُھُوق سے مبالغہ واحد

زِیَادَۃ:۔ زیادتی۔ بڑھوتری۔ زیادہ ہونا۔ زیادہ کرنا۔ مصدر ضرب سے۔

زَیْت:۔ روغن زیتون۔

زَیْتُوْن:۔ ایک درخت کا نام جس سے روغن نکلتا ہے ایک پہاڑ بیت المقدس کے متصل (دیکھو تِیْن)

زَیْتُوْنَہ:۔ زیتون کا ایک درخت۔

زَیْد:۔ ان کے دادا کا نام حارثہ بن شرجیل ہے بنی کلب کے قبیلہ سے تھے بچپن میں غارتگروں کے ہاتھ قید ہو گئے۔ بازار عکاظ میں حضرت خدیجہؓ کے لئے خرید لئے گئے۔ انہوں نے رسولِ اکرمؐ کو ہدیہ کے طور پر پیش کر دیا۔

حضورؐ نے ان کو اپنی اولاد کی طرح پالا۔ یہاں تک کہ زید بن محمدؐ کے نام سے مشہور ہو گئے۔

اسلام نے غلاموں کو جو عزت دی تھی اس کا عملی ثبوت دینے کے لئے حضورؐ نے ان کی شادی اپنی پھوپھی کی بیٹی زینب بنت جحش کے ساتھ کر دی۔ مگر بعد میں نباہ نہ ہو سکا اور طلاق تک نوبت پہنچی چونکہ زینب نے زید کے ساتھ شادی کر کے حضورؐ کے حکم کی تعمیل میں اپنے جذبات اور قوم کے رسم و رواج کے خلاف زبردست جہاد کیا تھا۔ اس لئے حضورؐ نے بحکم خداوندی خود ان کے ساتھ شادی کر کے ان کی عزت افزائی کی۔

حضرت زید ۸ھ میں غزوۂ موتہ میں لیڈر لشکر کی حیثیت سے شریک ہوئے اور وہیں شہادت پائی۔ یہ واحد صحابی ہیں جن کا ذکر نام کے ساتھ قرآن کریم میں کیا گیا ہے۔

زَیْغ:۔ کجی۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

زَیَّلْنَا:۔ ہم نے جدا کر دیا۔ تفرقہ ڈال دی۔ تَزْیِیْل سے ماضی جمع متکلم۔

زَیَّنَ:۔ اس نے سنوارا۔ تَزْیِیْن سے ماضی واحد مذکر غائب۔

زُیِّنَ:۔ وہ سنوارا گیا۔ تَزْیِیْن سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

زَیَّنَّا:۔ ہم نے زینت دی۔ تَزْیِیْن سے ماضی جمع متکلم۔

زِیْنَۃ:۔ بناؤ سنگھار۔ گہنا۔

یَوْمُ الزِّیْنَۃ:۔ جشن کا دن۔ روز عید (دیکھو عید)

زَیَّنُوْا:۔ انہوں نے سنوارا۔ تَزْیِیْن سے ماضی جمع مذکر غائب

س

سَ:۔ عنقریب۔ جلد۔ حرفِ استقبال

ہے مضارع پر داخل ہوتا ہے جیسے سَیَصْلیٰ
نَارًا (جلد آگ میں داخل ہوگا)

سَاءَ :- بُرا ہوا۔ بُرا ہے۔ پہلے معنی میں سُوْءٌ سے ماضی
واحد مذکر غائب اور دوسرے معنی میں فعل

سَائِبَة :- وہ جانور جو بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ
دیا جاتا جیسے ہمارے زمانہ میں سانڈ چھوڑ دیتے
ہیں (بخاری) جمع سَوَائِب۔

سَاءَتْ :- بری ہے۔ فعل ذم واحد مؤنث غائب۔

سَائِحَات :- پارسا عورتیں۔ روزہ دار عورتیں۔ ہجرت
کرنے والیاں۔ سِیَاحَة سے اسم فاعل جمع مؤنث
واحد۔ سَائِحَة (دیکھو سَائِحُوْن)

سَائِحُوْن :- پارسا مرد۔ روزہ دار مرد، ہجرت اور
جہاد کرنے والے سِیَاحَة سے اسم فاعل جمع مذکر
واحد۔ سَائِحٌ۔ سائحون کے اصل معنی سِیَاحَة
کرنیوالے ہیں۔ مفسرین نے اس کی مراد کی تعیین میں
مختلف قول نقل کئے ہیں۔ بعض نے سائحون سے
روزہ دار مراد لئے ہیں کہ جس طرح سیاح حظ نفس
اور آرام بدن کو خیرباد کہہ دیتا ہے اسی طرح روزہ
دار بھی۔ بعض نے اس سے مہاجرین مراد لئے ہیں
کہ وہ بھی اپنا گھر بار چھوڑ کر راہ خدا میں غربت کی
زندگی بسر کرتے ہیں۔ بعض نے مجاہدین مراد لئے
ہیں کہ وہ بھی دشمنوں کے مقابلہ کے لئے راہ خدا میں
نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ بعض نے طلبہ علوم دینیہ مراد
لئے ہیں کہ وہ بھی اپنے گھر کے آرام و آسائش کو
چھوڑ کر طلب علم دین میں دنیا کے گوشہ گوشہ کی
خاک چھانتے پھرتے ہیں اور بعض نے زاہد اور پارسا
مراد لئے ہیں جو دنیا کی زندگی مسافرانہ طریقہ سے
گزارتے ہیں اور آخرت کی زندگی ہی کو اصل زندگی
سمجھتے ہیں اور کُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ
پر عامل ہیں یہ آخری معنی اپنے اندر جامعیت
رکھتے ہیں اسی لئے حضرت شیخ الہند نے
السائحون کا ترجمہ "بے تعلق رہنے والے"
فرما کر ان معنی کو ترجیح دی ہے۔

سَائِغٌ :- خوش ذائقہ۔ مزہ دار۔ سَوْغٌ سے اسم
فاعل واحد مذکر۔

سَائِقٌ :- پیچھے سے ہانکنے والا۔ سَوْقٌ سے اسم
فاعل واحد مذکر۔

سَائِلٌ :- پوچھنے والا۔ مانگنے والا۔ سُؤَالٌ سے
اسم فاعل واحد مذکر۔

سَائِلِيْنَ :- مانگنے والے۔ پوچھنے والے۔ سائل کی
جمع بحالت نصبی و جری۔

سَابِحَات :- تیرنے والیاں۔ کشتیاں۔ فرشتے جو
روحوں کو لے کر تیزی سے اڑتے ہیں۔ سَبْحٌ
(جس کے معنی تیزی سے تیرنا اور اڑنا ہیں) سے
اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد سَابِحَة

سَابِغَات :- کشادہ زرہیں۔ سُبُوْغٌ سے اسم

فاعل جمع مؤنث، واحد سابقۃ۔

سَابِق:۔ بڑھنے والا۔ آگے ہونے والا۔ سَبَاق سے اسم فاعل واحد مذکر۔

سَابِقَات:۔ آگے بڑھنے والیاں (فرشتے) سَبَاق سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد سابقۃ۔

سَابِقُوْا:۔ آگے بڑھو۔ سبقت کرو۔ مُسَابَقَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔

سَابِقُوْنَ:۔ آگے ہونے والے۔ سبقت کرنیوالے۔ سَبَاق سے اسم فاعل جمع مذکر واحد سابِق

سَابِقِیْنَ:۔ آگے ہونے والے۔ سابق کی جمع بحالت نصبی وجری۔

سَاجِد:۔ سجدہ کرنے والا۔ سُجُود سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو اُسْجُدُوْا)

سَاجِدُوْن:۔ سجدہ کرنے والے۔ سُجُود سے اسم فاعل جمع مذکر (دیکھو اُسْجُدُوْا)

سَاجِدِیْنَ:۔ سجدہ کرنے والے۔ سَاجِد کی جمع بحالت نصبی وجری۔ (دیکھو اُسْجُدُوْا)

سَاحَۃ:۔ آنگن یا کشادہ جگہ۔ میدان۔

سَاحِر:۔ جادوگر۔ سِحر سے اسم فاعل واحد مذکر جمع سَحَرَۃ دیکھو سِحْر

سَاحِرَانِ:۔ دو جادوگر۔ ساحر کا تثنیہ بحالت رفعی۔

سَاحِرُوْن:۔ جادوگر۔ ساحر کی جمع بحالت رفعی (دیکھو سِحْر)

سَاحِل:۔ دریا کا کنارہ۔ جمع سَوَاحِل۔

سَاخِرِیْنَ:۔ ہنسی کرنے والے۔ مذاق اڑانے والے سُخْر سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد سَاخِر۔

سَادَۃ:۔ سردار لوگ۔ واحد سَیِّد

سَادِس:۔ چھٹا۔ ششم۔

سَارَ:۔ اس نے سیر کی۔ وہ چلا۔ سَیْر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سَارِب:۔ راستوں میں پھرنے والا۔ ظاہر ہونے والا۔ سُرُوْب سے اسم فاعل واحد مذکر۔

سَارِعُوْا:۔ تم دوڑو۔ جلدی کرو۔ مُسَارَعَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔

سَارِق:۔ چور۔ چرانے والا۔ سَرِقَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

سَارِقَۃ:۔ چرانے والی۔ سَرِقَۃ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

سَارِقُوْن:۔ چور۔ سَرِقَۃ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت رفعی۔

سَارِقِیْنَ:۔ چور۔ سَرِقَۃ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔

سَاعَۃ:۔ گھڑی۔ وقت۔ یوم قیامت۔ قیامت کو ساعت اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ بندوں کا حساب اس قدر جلد لے لیگا گویا کہ ایک ساعت میں ہو گیا ہے جیسا کہ

اَسْرَعُ الْحَاسِبِیْنَ (بہت جلد حساب لینے والا) سے معلوم ہوتا ہے یا اس لئے کہ اس دن دنیا کی زندگی کی مدت دن کی ایک ساعت کے برابر معلوم ہوگی جیسا کہ ارشاد ہے لَمْ یَلْبَثُوْا اِلَّا سَاعَۃً مِّنْ نَّھَارٍ (وہ دنیا میں نہیں ٹھیرے بجز دن کی ایک ساعت کی مدت کے، راامام راغب اصفہانی)۔

سَافِل :۔ نیچے رہنے والا۔ پیچھے ہونے والا۔ سَفَل سے اسم فاعل واحد مذکر۔

سَافِلِیْن :۔ نچلے سافل کی جمع بحالت نصبی و جری۔

سَاق :۔ ٹہنی، پنڈلی۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّیُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ۔ (جس دن ساق کھول جائے گی اور کافر سجدہ کرنے کیلئے بلائے جائیں گے تو وہ سجدہ نہ کرسکیں گے) مولانا عثمانی لکھتے ہیں:۔ ساق، پنڈلی کو کہتے ہیں۔ اور یہ کوئی خاص صفت یا حقیقت ہے صفات و حقائق الٰہیہ میں سے جس کو کسی مناسبت سے "ساق" فرمایا۔ جیسے قرآن میں یَد اور وَجْہ کا لفظ آیا ہے۔ یہ مفہومات، متشابہات میں سے کہلاتے ہیں۔ ان پر اس طرح بلاکیف ایمان رکھنا چاہیے جیسے اللہ کی ذات، وجود، حیات اور سمع و بصر وغیرہ صفات پر ایمان رکھتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ میدان قیامت میں اپنی ساق ظاہر فرمائے گا اس تجلی کو دیکھ کر مومنین و مومنات سجدہ میں گر پڑیں گے مگر جو شخص ریاء سے سجدہ کرتا تھا اس کی کمر نہیں مڑیگی ۔ تم کلامہ اللہ تعالیٰ بعض علماء نے کشف الساق کے معنی مصیبت پیش آنا بھی لکھے ہیں۔ اس صورت میں معنی یہ ہونگے کہ جس دن مصیبت پیش آئے گی۔

سَاقِط :۔ گرنے والا۔ سُقُوط سے اسم فاعل واحد مذکر۔

سَاقَیْ :۔ دو پنڈلیاں۔ ساق کا تثنیہ بحالت رفعی و جری نون بوجہ اضافت ساقط ہوگیا۔

سَاکِن :۔ رہنے والا۔ ٹھیرنے والا۔ سُکُوْن سے اسم فاعل واحد مذکر۔

سَأَلَ :۔ اس نے پوچھا۔ اس نے مانگا۔ سُؤَال سے ماضی واحد مذکر غائب۔ بمعنے اول متعدی بیک مفعول ہوتا ہے اور جس امر کے متعلق سوال واقع ہو اس پر لفظ "عن" داخل ہوتا ہے جیسے سَاَلْتُ زَیْدًا عَنْ خَالِدٍ (میں نے زید سے خالد کے متعلق پوچھا) اور بمعنے ثانی متعدی مفعول ہوتا ہے۔ جیسے اَسْأَلُ اللّٰہَ الْمَغْفِرَۃَ (میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں)

سُئِلَ :۔ وہ پوچھا گیا۔ سُؤَال سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

سَأَلْتَ :۔ تونے پوچھا۔ سُؤَال سے ماضی واحد مذکر

حاضر۔

سَأَلتُ :- میں نے پوچھا۔ سُؤال سے ماضی واحد متکلم۔

سَأَلَتْ :- اس نے پوچھا۔ سُؤال سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

سُئِلَتْ :- وہ پوچھی گئی۔ سُؤال سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

سَأَلتُمْ :- تم نے پوچھا، تم نے مانگا۔ سُؤال سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

سَالِمُونَ :- صحیح، تندرست۔ سَلَامَة سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد سَالِم۔

سَأَلُوا :- انہوں نے پوچھا۔ سُؤال سے ماضی جمع مذکر غائب۔

سُئِلُوا :- وہ پوچھے گئے۔ سُؤال سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

سَامِدُونَ :- کھلاڑیاں کرنیوالے، غافل۔ سُمُود سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد سَامِد۔

سَامِر :- افسانہ گو، کہانی کہنے والا۔ سَمَر سے اسم فاعل واحد مذکر۔

سَامِرِی :- ایک شخص کا نام جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر تشریف لیجانے کے بعد ان کی قوم کو گوسالہ پرستی میں مبتلا کیا۔

سَامِری کی تحقیق کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:- قیاس کہتا ہے کہ یہاں سامری سے مقصود سمیری قوم کا فرد ہے کیونکہ جس قوم کو ہم نے سمیری کے نام سے پکارنا شروع کر دیا ہے۔ عربی میں اس کا نام قدیم سے سامری چلا آ رہا ہے۔ اور اب بھی عراق میں ان کا بقایا اسی نام پکارا جاتا ہے۔

یہاں قرآن کا "سامری" کہہ کر اسے پکارنا صاف کہہ رہا ہے کہ یہ نام نہیں ہے۔ اس کی قومیت کی طرف اشارہ ہے۔

یعنی وہ شخص اسرائیلی نہ تھا سامری تھا۔

سمیری قبائل کا اصل وطن عراق تھا۔ مگر یہ دور دور تک پھیل گئے تھے۔ مصر سے ان کے تعلقات کا سراغ ایکہزار سال قبل مسیح تک روشنی میں آ چکا ہے پس معلوم ہوتا ہے اسی قوم کا ایک فرد حضرت موسیٰ کا بھی معتقد ہو گیا اور جب بنی اسرائیل نکلے تو یہ بھی ان کے ساتھ نکل آیا۔ اسی کو قرآن نے "سامری" کے لفظ سے یاد کیا ہے۔

گائے بیل اور بچھڑے کی تقدیس کا خیال سمیریوں میں بھی تھا اور مصریوں میں بھی۔ مصری اپنے دیوتا حورس کا چہرہ گائے کی شکل کا بناتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ کرۂ زمین ایک گائے کی پشت پر قائم ہے جب سامری نے دیکھا بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کی مدتِ مہجوری سے مضطرب ہو رہے ہیں تو اس نے کہا مجھے سونے کے زیور لا دو

پھر انہیں لگا کر بچھڑے کی ایک مورتی بنا دی۔ مصری مندروں کی مخفی کاریگریاں اسے معلوم تھیں اس نے مورتی کے اندر ہوا کے نفوذ و خروج کی ایسی کل بٹھا دی کہ اس سے ایک طرح کی آواز نکلنے لگی (ترجمان القرآن ج ۲ صفحہ ۴۶۵)

مَسْئُول :۔ مانگا ہوا۔ مطلوب۔ فعل بمعنے مفعول۔

سَاوٰی :۔ برابر کیا اس نے۔ مُسَاوَاۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سَاهِرَة :۔ صاف و ہموار زمین۔ میدان قیامت۔ جمع سَوَاهِر۔

سَاهَمَ :۔ اس نے قرعہ ڈلوایا۔ مُسَاهَمَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سَاهُوْنَ :۔ بھولنے والے۔ غافل (بعد لہٗ عن) سَهْو سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد سَاهِی

سَبَأ :۔ ایک شخص کا نام جو یمن کے قبائل کا جد امجد تھا۔ یمن کی ایک قدیم قوم کا نام۔ یمن کے ایک قدیم شہر کا نام۔ مولانا سید سلیمان ندوی [illegible] کی تحقیق فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

تورات میں شبا ایک جد قبیلہ کا نام ہے عرب روایت کے مطابق اس جد قبیلہ کا نام عمرو عبد شمس اور لقب سبا تھا۔ اکثر محققین جدید بھی زیادہ تر اس کو لقب خیال کرتے ہیں۔ نحویین عرب کی رائے ہے کہ یہ سبی سے مشتق ہے جس کے معنی غلام بنانے کے ہیں چونکہ عبد شمس بہت بڑا فاتح تھا اور اس نے بہت سے لوگوں کو گرفتار کر کے غلام بنایا اس لئے اس کا لقب سبا قرار دیا گیا۔

تحقیق جدید یہ ہے کہ سبی اور سبا اس معنی سے خود ہے جس کا مفہوم تجارت ہے۔ کتبات میں عموماً سبا کا مادہ تجارتی سفر کے معنی میں استعمال ہوا ہے عربی زبان میں یہ اب تک شراب کی تجارت اور خرید و فروخت اور اس کیلئے سفر کے معنی میں مستعمل ہے۔ سبا چونکہ تاجر قوم تھی اس لئے اس لقب سے مشہور ہوئی۔ (ارض القرآن) بلقیس ملکہ سبا جس کا قرآن کریم اور تورات میں ذکر ہے۔ اسی قوم سے تھی۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ لفظ تُبَّع

سُبَات :۔ آرام۔ راحت۔

سَبَب :۔ رسی۔ حیلہ۔ ذریعہ۔ جمع اَسْبَاب

سَبْت :۔ ہفتہ کا دن۔ سنیچر۔ جمع سُبُوت۔

سَبْت کے مصدری معنے "آرام لینا، کام ختم کرنا" ہیں چونکہ موسوی شریعت میں ہفتہ کے روز دنیا کا کام کاج کرنا ممنوع اور اس دن عبادت میں مشغول رہنا ضروری تھا۔ اسلئے بنی اسرائیل کی اصطلاح میں اس کا نام سَبْت ہو گیا اور یہودیوں کے میل جول کی وجہ سے اہل عرب بھی سنیچر کو اسی نام سے پکارنے لگے۔

سَبْحًا :۔ تیرنا۔ ب فتحہ سے مصدر۔

سَبَّحَ :- اس نے پاکی بیان کی۔ پاکی سے یاد کیا
تَسْبِیْحٌ سے۔ ماضی واحد مذکر غائب۔

تَسْبِیْحٌ :- کے اصطلاحِ شرع میں معنی یہ ہیں کہ
خدا تعالیٰ کی ذات کو تمام نقائص و عیوب سے منزہ
ومقدس اور پاک یقین کیا جائے۔ حدیث میں ہے
مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ فَلَہٗ عَشْرُ حَسَنَاتٍ
جو شخص "سبحان اللہ" کہے اسے دس نیکیاں
ملتی ہیں۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ جو عقیدہ
مذکورہ کے ساتھ اپنی زبان سے یہ کلمات نکالے
اور زبان و دل کو ہم آہنگ کرے تو اسے دس
نیکیاں ملتی ہیں۔ یہ گمان کر لینا صحیح نہیں ہے کہ
محض سبحان اللہ کہنے سے یہ مرتبہ حاصل ہو جاتا
ہو۔ خواہ ان کلماتِ طیبہ کے معانی دل میں راسخ
نہ ہوں (امام غزالی) (ش ۱۰)

سَبِّحْ :- تو پاکی سے یاد کر۔ تَسْبِیْحٌ سے امر
واحد مذکر حاضر۔

سُبْحَانَ :- پاک ہے۔ مقدس ہے۔ دراصل یہ
تَسْبِیْحٌ کا اسم مصدر ہے۔

سَبَّحُوْا :- انہوں نے تسبیح کی۔ تَسْبِیْحٌ سے
ماضی جمع مذکر غائب۔

سَبِّحُوْا :- تم پاکی سے یاد کرو۔ تَسْبِیْحٌ سے
امر جمع مذکر حاضر۔

سَبُعٌ :- درندہ۔ جمع سِبَاعٌ۔

سَبْعٌ :- سات۔ (مؤنث)

سَبْعَۃٌ :- سات (مذکر)

سَبْعُوْنَ :- ستر (بحالت رفعی)

سَبْعِیْنَ :- ستر (بحالت نصبی و جری)

سَبَقَ :- وہ گذر چکا۔ آگے بڑھ گیا۔ سَبْقٌ
سے۔ ماضی واحد مذکر غائب۔

سَبْقٌ :- آگے ہونا۔ مقدم ہونا۔ باب ضَرَبَ
سے مصدر۔

سَبَقَتْ :- وہ آگے ہو چکی۔ پہلے سے ٹھہر چکی۔
سَبْقٌ سے۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔

سَبَقُوْا :- وہ آگے نکلے۔ سَبْقٌ سے۔ ماضی جمع
مذکر غائب۔

سُبُلٌ :- راہیں۔ راستے۔ واحد سَبِیْلٌ

سَبِیْلٌ :- راستہ۔ امام راغبؒ فرماتے ہیں:۔
سَبِیْلٌ "سہل راستہ" کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع
سُبُلٌ آتی ہے اور "سبیل" کو جب مطلق بولا جائے
تو اس سے مراد سبیلِ حق (صحیح راستہ) ہوتا ہے
چنانچہ فرمایا گیا ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَہٗ (پھر راہِ
حق کو اس کے لئے آسان کیا) اور ابْنُ السَّبِیْلِ
مسافر کو کہتے ہیں کیونکہ راستہ ہی سے اسے ہر
وقت لگاؤ رہتا ہے۔ (مفردات)

سِتَّۃٌ :- چھ (مذکر)۔

سِتْرٌ :- پردہ۔ جمع اَسْتَارٌ

ہ بکس شا

سِتِّیْن :۔ ساٹھ (بحالتِ نصبی و جری)۔

سَجٰی :۔ اس نے ڈھانپ لیا۔ وہ چھپا۔ سُجُوّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سَجَدَ :۔ اس نے سجدہ کیا۔ سُجُوْد سے ماضی واحد مذکر غائب۔ (دیکھو اُسْجُدُوْا)

سُجَّدًا :۔ سجدہ کرنے والے۔ واحد سَاجِد۔ (دیکھو اُسْجُدُوْا)

سَجَدُوْا :۔ انہوں نے سجدہ کیا۔ سُجُوْد سے ماضی جمع مذکر غائب۔

سُجِّرَتْ :۔ وہ جھونکی گئی۔ وہ خالی کی گئی۔ تَسْجِیْر سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

سِجِلّ :۔ طومار۔ قبالہ۔ محضر۔ نوشتہ۔ فرشتہ۔ امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ "سجل ایک پتھر کو کہتے تھے جس پر لکھا جاتا تھا۔ پھر ہر اس چیز کو جس پر لکھا جائے سجل کہا جانے لگا"۔ بعض نے کہا ہے کہ سجل رسول اکرم صلعم کے کاتب کا نام ہے۔ مگر یہ قول ضعیف ہے۔

سِجْن :۔ قید خانہ۔ جمع سُجُوْن

سُجُوْد :۔ سجدہ کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔ (دیکھو اُسْجُدُوْا)

سِجِّیْل :۔ کھنگر۔ (یہ لفظ "سنگ و گل" سے معرب ہے)۔

سَحَاب :۔ بدلیاں۔ واحد سَحَابَۃ

سَحَابَۃ :۔ بدلی۔ ابر۔

سَحَّار :۔ بڑا جادوگر۔ سِحْر سے مبالغہ۔

سُحْت :۔ رشوت۔ حرام۔

سَحَر :۔ صبح۔ جمع اَسْحَار۔

سِحْر :۔ جادو۔ لغت میں ہر اس شے کو سحر کہتے ہیں جس کا سبب پوشیدہ ہو۔ اس کا ماخذ سَحَر ہے۔ جس کے معنی "پھیپھڑا" ہیں جو ایک اندرونی عضو ہے۔ اور اپنی لطیف و نازک صنعت کے لحاظ سے حیرت انگیز ہے۔ چنانچہ دھوکہ جس کی حقیقت کچھ ہو اور نظر کچھ آئے اور عشاق کے دل میں آ بیٹھنے۔ سینوں کی نگاہ بد کی تاثیر کو، اور اہل ذوق کے دل میں فصیح و بلیغ کلام کے اثر کو جن کے اسباب نظروں سے مخفی ہوتے ہیں۔ سحر کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے عُیُون سَوَاحِر اور فرمایا گیا ہے اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا۔

سحر کیا ہے؟ اس کے متعلق علماء قدیم و جدید کی آراء مختلف ہیں۔ امام راغبؒ اصفہانی لکھتے ہیں سحر کا اطلاق چند معانی پر کیا جاتا ہے۔

(۱) دھوکہ اور تخیلات جن کی کوئی اصل و حقیقت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ شعبدہ باز لوگوں کی نگاہ سے بچا کر ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ اور فرعون کے مقابلہ کے واقعہ میں سَحَرُوْا اَعْیُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ

جادوگروں نے لوگوں کی نگاہوں کو دھوکہ دیا اور انہیں ہیبت زدہ کر دیا، یہاں یہی مراد ہے۔

(۲) شیطانوں سے تقرب پیدا کر کے ان کی مدد حاصل کرنا اور ان کی مدد سے محیر العقول کام انجام دینا۔ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ۔

(میں تم کو بتاؤں کس پر شیطان اترتے ہیں۔ ہر جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں) سے یہی مراد ہے۔

(۳) وہ جو عہد میں مشہور ہے ایسا فعل (غیر معلوم الحقیقت) جس کی قوت سے صورتوں اور طبیعتوں کو بدل دیا جاتا ہے۔ اہل علم کے نزدیک اس کی کوئی اصل نہیں۔

علامہ رشید رضا مصری لکھتے ہیں:۔

سحر کی تین قسمیں ہیں:۔

(۱) اسباب طبیعیہ کے ذریعہ سے مخفی خواص اور قوتوں اور فنون کو جو کرتب کہلاتے ہیں مثلاً جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ فرعون کے جادوگروں نے پارہ بھری ہوئی لکڑیاں اور رسیاں بنائی تھیں اور پھر زمین کے نیچے آگ دہکا کر انہیں اس پر متحرک کیا تھا۔ اگر علماء طبیعیات چاہیں تو آج وسائل فنیہ کے علاوہ بہت خود کو کامیاب جادوگر پیش کر سکتے ہیں، اور ان جاہلوں میں کرامات کا بھی دعویٰ کریں تو قبول کیا جا سکتا ہے۔

(۲) شعبدہ بازی جس میں مہارت کا دارومدار ہاتھ کی صفائی پر ہوتا ہے کہ ایک چیز کو جلدی سے چھپا کر دوسری چیز دکھا دیتے یا کسی چیز کو صورت بدل کر پیش کر دیتے ہیں۔

اس قسم کی شعبدہ بازی آجکل ہر جگہ عام ہے اور اسے اب جادو نہیں کہا جاتا۔

(۳) قوی الارادہ لوگ ضعیف الارادہ اور وہم پرست لوگوں پر مخصوص طریقوں سے اثر ڈالتے ہیں جسے جدید اصطلاح میں ہپناٹزم اور مسمریزم وغیرہ کہتے ہیں۔ یہی وہ چیز ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں شیطانوں کی طرف سے مدد دی جاتی ہے۔

حافظ ابوحیان اندلسی اور امام ابوبکر جصاص وغیرہما نے سحر کی اور بھی بہت سی قسمیں شمار کرائی ہیں۔ حتیٰ کہ چغلخوروں کی عیارانہ گفتگو اور کٹ پتلیوں کے تماشہ کو بھی ان اقسام میں شمار کرایا گیا ہے۔ اس تفصیل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سحر ایک جنس جامع ہے جس کے تحت بہت سی انواع داخل ہیں۔ جہاں تک شعبدہ بازی اور کیمیاوی عجائب آفرینی اور اس سے ملتی جلتی قسموں کا تعلق ہے کسی کو اس کے وجود سے انکار نہیں ہو سکتا۔

پہلے بھی اور آج تو شہر شہر اور قریہ قریہ

چیزیں مشاہدہ و معروف ہیں۔

البتہ وہ "سحر" جس میں شیطانوں کی مدد سے یا کلمات و نقوش کی تاثیر سے معمول کا قلب ماہیت کر دیا جائے مثلاً آدمی کو گدھا یا مکھی بنا دیا جائے یا صحت کو مرض میں اور مرض کو صحت میں تبدیل کر دیا جائے تو ایسے سحر کے وجود و ثبوت کے متعلق علماء میں اختلاف رائے ہے۔

بعض علماء "سحر" کی اس نوع کا بالکل انکار کرتے ہیں اور اسے تخیلات فاسدہ اور اوہام باطلہ سے زیادہ کوئی درجہ نہیں دیتے۔

مگر محققین کی رائے یہ ہے کہ سحر کی یہ نوع بھی اپنی جگہ ثابت ہے مگر اس کی تاثیر کا درجہ صرف یہ ہے کہ صحت کو مرض میں اور مرض کو صحت میں تبدیل کر دے باقی قلب ماہیت میں اس کو کچھ دخل نہیں۔ امام بخاریؒ زور و شور کے ساتھ اسی رائے کے مؤید ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ترجمۃ الباب میں تمام ان آیات کو جمع کر دیا ہے جو سحر پر صراحۃً یا اشارۃً دال ہیں اور مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ میں نَفّٰثٰت کا ترجمہ ساحرات (جادوگرنیاں) کیا ہے۔ پھر اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ جس میں لبید بن اعصم کے رسول اکرم صلعم پر کنگھی میں جادو کرنے، اسے بئر ذی اروان میں دفن کرنے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھولے بھولے ہو جانے کا ذکر ہے۔

علامہ انور شاہ کاشمیریؒ اس حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "سحر میں یہ تاثیر ہے کہ وہ صحت کو مرض سے اور مرض کو صحت سے بدل دیتا ہے مگر قلب ماہیت اس کے ذریعہ ممکن نہیں اور وہ جو بعض اوقات ساحروں کے عمل میں قلب ماہیت محسوس ہوتی ہے تو وہ خیال بندی کے سوا کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ساحران فرعون کے تذکرہ میں فرمایا ہے۔ فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ (موسیٰ کو ان کے جادو کے زور سے ایسا خیال ہوتا تھا کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں چل رہی ہیں)، تو درحقیقت رسیاں سانپ نہیں بن گئی تھیں۔ بلکہ موسیٰ علیہ السلام کو ایسا خیال ہونے لگا تھا۔ یہی وہ بات ہے جو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب ہے کہ سحر محض خیال بندی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ امام صاحب کو سحر کی تاثیر سے انکار ہے کہ وہ نفی سحر و ساحر ہے بلکہ وہ قلب ماہیت کی تاثیر کے منکر ہیں"۔

اس کے بعد شاہ صاحبؒ سحر اور معجزہ کا فرق بیان فرماتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

یہیں سے معجزہ اور سحر کے درمیان خطِ امتیاز کھنچتا

ہے۔ کیونکہ معجزہ میں خیال بندی بالکل نہیں ہوتی بلکہ حقیقت محضہ ہوتی ہے۔ اور واقعی انقلاب ماہیت ہو جاتا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں عصائے موسوی کے متعلق ارشاد فرمایا گیا۔ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا صَنَعُوا (جو کچھ ساحروں نے بنایا تھا اسے نگلنے لگی) یعنی فی الحقیقت اژدھا بن گئی اور وہ کام کرنے لگی جو اژدھے کرتے ہیں۔" (فیض الباری ج ۱)

امام ابوبکر جصاص نے بھی معجزہ اور سحر کے درمیان فرق پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے۔

معجزات انبیاء کرام اور تخیلات سحر کے درمیان فرق یہ ہے کہ معجزات سراسر حقیقت ہوتے ہیں ان کا ظاہر اور باطن یکساں ہوتا ہے جس قدر ان کو غور سے دیکھا جاتا ہے ان کی واقعیت اور اصلیت نمایاں ہوتی چلی جاتی ہے اور اگر ساری مخلوق بھی ان کے مقابلہ و معارضہ کی کوشش کرے تو یہ کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی برخلاف ان کے ساحرین کی عجوبہ طرازیاں حیلہ گری اور چالبازی سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ اور ذرا تامل سے ان کی بے حقیقتی اور فریب کا پردہ چاک ہو جاتا ہے۔ نیز ہر شخص اپنی ذاتی کوشش سے دوسرے علوم کی طرح اس علم میں مہارت پیدا کر سکتا ہے اور وہ سب کچھ شعبدے دکھا سکتا ہے جو ایک ماہر ساحر دکھاتا ہے (احکام القرآن)

ان فروق کے علاوہ انبیاء کرام اور ساحرین کی زندگیاں بھی دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہیں۔ انبیاء کرام کی زندگی عبودیت کاملہ اور حسن عمل کا اسوۂ حسنہ ہوتی ہے۔ اور ساحرین کی زندگی شیطنت اور بدکرداری کا بدترین نمونہ۔ ساحرین کا مقصد دنیا طلبی ہوتی ہے اور وہ اس مقصد کے حصول کے لئے ہر امیر و سلطان کے دروازے کی خاک چھانتے پھرتے ہیں۔ اور انبیاء کرام کا مقصد رضائے مولیٰ اور ہدایت خلق کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ وہ بڑی سے بڑی دنیوی دولت کو بھی إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ کہہ کر پائے استحقار سے ٹھکرا دیتے ہیں۔

اس موضوع پر اور بھی بہت کچھ لکھا جا سکتا تھا مگر افسوس کہ اس مختصر کی تنگ دامانی اس سے زیادہ کی اجازت نہیں دیتی۔ واللہ اعلم۔

سِحْرَانِ: دو جادو۔ سحر کا تثنیہ

سَحَرَةٌ: جادوگراں۔ واحد ساحر۔

سَحَرُوا: انہوں نے جادو کیا۔ انہوں نے نظر بندی کی۔ سحر سے ماضی جمع مذکر غائب۔

سُحْقٌ: دوری۔ لعنت۔ باب کرم سے مصدر

سَحِيقٌ: بہت دور۔ سحق سے صفت مشبہ واحد مذکر

سَخِرَ: اس نے ٹھٹھا کیا۔ سخر سے ماضی واحد مذکر غائب

سَخَّرَ: بس میں کیا۔ فرمانبردار بنایا۔ تسخیر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سَخَّرْنَا: ہم نے فرمانبردار بنایا۔ تسخیر سے ماضی جمع متکلم۔

سَخِرُوْا: انہوں نے ہنسی کی۔ (باب سمع سے) سُخر سے ماضی جمع مذکر غائب۔

سِخْرِیّ: ٹھٹھا۔ ہنسی۔ دل لگی۔

سُخْرِیّ: خدمتگار۔ مزدور۔ فرمانبردار۔

سَخَط: سخت غصہ۔ عذاب۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

سَدّ: روک۔ دیوار۔

قرآن کریم نے سورۂ کہف میں ایک "سد" کا ذکر کیا ہے جسے ذوالقرنین نے اپنی شمالی فتوحات کے دوران میں یاجوج ماجوج کے حملوں سے بچنے کے لئے مقامی باشندوں کی درخواست پر تعمیر کیا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اسی موضوع پر ترجمان القرآن میں ایک مفصل مضمون لکھا تھا۔ مولانا نے یہ ثابت کرتے ہوئے کہ ذوالقرنین چھٹی صدی قبل مسیح کا مشہور بادشاہ سائرس (یا خورس یا کیخسرو) تھا اور یاجوج ماجوج منگولیا (یعنی تاتارستان) کے قبائل کہے گئے ہیں"
تحریر فرمایا ہے کہ انہی قبائل کے حملوں کو روکنے کے لئے جنہوں نے چھٹی صدی قبل مسیح میں مغربی ایشیا کا تمام علاقہ پامال کر رہا تھا۔ سائرس نے یہ دیوار تعمیر کی تھی۔ اس دیوار کے محل وقوع کی مولانا ان الفاظ کے ساتھ تعیین فرماتے ہیں:۔

"بحر خزر کے مغربی ساحل پر ایک قدیم شہر دربند آباد ہے۔"

یہ ٹھیک اسی مقام پر واقع ہے جہاں کاکیشیا کا سلسلہ کوہ ختم ہوتا اور بحر خزر سے مل جاتا ہے۔ اس مقام پر قدیم زمانہ سے ایک عریض و طویل دیوار موجود ہے جو سمندر سے شروع ہو کر تقریباً تیس میل تک مغرب میں چلی گئی ہے اور اس مقام تک پہنچ گئی ہے جہاں کاکیشیا کا مشرقی حصہ بہت زیادہ بلند ہو گیا ہے۔ اس طرح اس دیوار نے ایک طرف بحر خزر کا ساحلی مقام بند کر دیا تھا، دوسری طرف پہاڑ کا تمام وہ حصہ بھی روک دیا تھا جو ڈھلواں ہونے کی وجہ سے قابل عبور ہو سکتا تھا۔ ساحل کی طرف یہ دیوار دوہری ہے ... لیکن یہ دوہری دیوار صرف دو میل تک گئی ہے۔ اس کے بعد اکہری دیوار کا سلسلہ ہے۔ دونوں دیواریں جہاں جا کر ملی ہیں وہاں ایک قلعہ ہے۔ قلعہ تک پہنچ کر دونوں کا درمیانی فاصلہ سو گز سے زیادہ نہیں رہتا لیکن ساحل کے پاس پانچسو

گزرتے ہوئے اس پانچسو گز کے عرض میں دربند آباد ہے اس دہری دیوار کو ایرانی قدیم سے دوبارہ کہتے تھے یعنی دہرا سلسلہ... مسلمانوں نے پہلی صدی ہجری میں جب یہ علاقہ فتح کیا تو ساسانیوں کی طرح انہوں نے بھی اس مقام کی اہمیت محسوس کی اور اسے "باب الابواب" اور "الباب" کے نام سے پکارنے لگے۔ کیونکہ مملکت کے لئے یہی مقام شمال کا دروازہ تھا اور ان بہت سے دروازوں میں سے آخری دروازہ جو اس دیوار کے طول میں بنائے گئے تھے (حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ۲۲ھ میں سراقہ بن عمرو نے باب پر حملہ کیا شہر براز حاکم باب نے اس شرط پر صلح کر لی کہ بجائے جزیہ کے اس سے فوجی خدمات لے لی جائیں اور حکومت اسلامیہ کی تحتی قبول کی۔ (از مرتب)

اس مقام سے جب مغرب کی طرف کاکیشیا کے اندرونی حصوں میں اور آگے بڑھتے ہیں تو ایک اور مقام ملتا ہے جو درہ داریال کے نام سے مشہور ہے اور موجودہ زمانہ کے نقشہ میں اس کا محل ولادی کیوکز اور تفلس کے درمیان دکھایا جاتا ہے۔ یہ کاکیشیا کے نہایت بلند حصوں میں سے ہو کر گزرتا ہے اور دور تک دو بلند چوٹیوں سے گھرا ہوا ہے۔ یہاں بھی قدیم زمانہ سے ایک دیوار موجود ہے اور روسی زبانوں میں اسے آہنی دروازے کے نام سے پکارا گیا ہے... یہ استحکامات سکندر سے دو برس پہلے سائرس نے تعمیر کئے تھے۔ اور درہ داریال کی سد وہی سد ہے جس کا قرآن نے ذکر کیا ہے۔ درہ داریال کا مقام ٹھیک ٹھیک قرآن کی تصریحات کے مطابق ہے۔ یہ دو پہاڑی چوٹیوں کے درمیان ہے اور جو سد تعمیر کی گئی ہے اس نے درمیان کی راہ بالکل مسدود کر دی ہے۔ چونکہ اس کی تعمیر میں آہنی سلوں سے کام لیا گیا تھا۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ بعد جیا میں "آہنی دروازہ" کا نام قدیم سے منسوب چلا آتا ہے۔ اسی کا ترجمہ ترکی میں دامر کپو مشہور ہو گیا۔ (ترجمان القرآن، جلد دوم سورۂ کہف)

سُدٰی:۔ بے کار۔ بے قید۔ (سُدیٰ، اصل میں شتر بے مہار کو کہتے ہیں جس کی کوئی رک تھام اور نگرانی کرنے والا نہ ہو۔

سِدْر:۔ بیری کا درخت۔ واحد سِدْرَۃ۔

سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی:۔ ساتویں آسمان پر ایک مقام ہے عرش اعظم کے داہنی طرف۔ ملائکہ وغیرہ کی اس سے آگے رسائی نہیں (راغب)

سُدُس:۔ چھٹا حصہ۔ جمع اَسْدَاس

سَدِیْدًا:۔ درست۔ سیدھا۔ سَدَاد سے صفت مشبہ۔ واحد مذکر۔

سَدَّیْنِ:۔ دو دیواریں۔ سَدّ کا تثنیہ بحالت

نصبی وجری۔

سِرّ:۔ چھپا ہوا۔ بھید۔ جمع اَسْرَار۔

سَرَّاءُ:۔ خوشی۔ فراخی۔ سُرُور سے اسم مصدر۔

سَرَائِر:۔ چھپے ہوئے بھید۔ واحد سَرِیْرَۃٌ

سَرَاب:۔ دھوکا۔ ریت جو میدان میں دور سے پانی کی طرح معلوم ہوتا ہے۔

سَرَابِیل:۔ کرتے۔ واحد سِرْبَال

سِرَاج:۔ چراغ۔ آفتاب۔ جمع سُرُج۔

سَرَاح:۔ رخصت کرنا۔ چھوڑ دینا۔ تَسْرِیْح سے اسم مصدر۔

سُرَادِق:۔ سراپردہ۔ شامیانہ۔ خیمہ۔

جوالیقی کہتے ہیں کہ یہ فارسی کے "سرادر" (سرا کا دروازہ) کا معرب ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ فارسی کے سراپردہ کا معرب ہے۔ (الاتقان ج ۱ ص ۱۳۵)

سِرَاع:۔ دوڑنے والے۔ واحد سَرِیْع۔

سَرَب:۔ سرنگ نشینی۔ جگہ۔

سَرِّحُوْا:۔ تم چھوڑ دو۔ رخصت کر دو۔ تَسْرِیْح سے امر جمع مذکر حاضر۔

سَرْد:۔ زرہ وغیرہ بننا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

سُرُر:۔ تخت۔ واحد سَرِیْر۔

سَرَقَ:۔ اس نے چرایا۔ سَرِقَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سَرْمَد:۔ ہمیشہ۔ دائم۔

سُرُوْر:۔ خوشی۔ خوشحالی۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

سَرِیّ:۔ جاری چشمہ۔ بزرگ و سردار۔ جمع اَسْرِیَۃ (بمعنے اول) اور سَرَاۃ (بمعنے ثانی)

سَرِیْر:۔ تخت۔ جمع سُرُر۔

سَرِیْع:۔ تیز۔ جلدی کرنے والا۔ سُرْعَۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

سُطِحَتْ:۔ وہ بچھائی گئی۔ سَطْح سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

سَعٰی:۔ وہ دوڑا۔ اس نے کوشش کی۔ سَعْی سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سَعَۃ:۔ فراخی۔ وسعت۔ مقدور۔ طاقت۔

سُعِدُوْا:۔ وہ نیکبخت بنائے گئے۔ سَعَادَۃ سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

سُعُر:۔ دیوانگی۔ جنون۔

سُعِّرَتْ:۔ وہ بھڑکائی گئی۔ تَسْعِیْر سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

سَعَوْا:۔ انہوں نے کوشش کی۔ سَعْی سے ماضی جمع مذکر غائب۔

سَعْی:۔ محنت۔ دوڑ۔ کوشش۔ کمائی۔ باب فَتَحَ سے مصدر۔

سَعِیْد:۔ نیک بخت۔ سَعَادَۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

سَعِیْر:۔ دوزخ۔ دہکتی آگ۔ سَعْر سے

فعیل بمعنے مفعول۔

سَفَاهَة :۔ بے وقوفی۔ بے عقلی۔ باب کرم سے مصدر۔

سَفَر :۔ مسافرت۔ پردیس۔ سفر حنفیہ کے نزدیک سفر شرعی کی کم از کم مقدار تین دن و تین رات کی مسافت ہے علماء نے اس کی تعیین اڑتالیس میل سے کی ہے۔ سفر کے احکام مخصوص اس مقدار پر جاری ہوتے ہیں۔

سَفَرَة :۔ لکھنے والے۔ واحد سَافِر

سُفْلیٰ :۔ بہت نیچی۔ سَفَال سے اسم تفضیل واحد مؤنث۔

سَفَه :۔ نادانی۔ بیوقوفی۔ باب سمع سے مصدر۔

سَفِهَ :۔ اس نے بیوقوف بنایا۔ سَفَه سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سُفَهَاء :۔ احمق۔ نادان۔ واحد سَفِیْه

سَفِیْنَة :۔ کشتی۔ جمع سُفُن

سَقَیٰ :۔ اس نے پلایا۔ سَقْی سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سِقَایَة :۔ پانی پلانا۔ پانی پینے کا برتن۔

سَقَر :۔ دوزخ کا نام (غیر منصرف ہے۔ ماخوذ ہے سَقْر سے جس کے معنی جھلس دینا ہیں)۔

سُقِطَ فِیْ اَیْدِیْهِمْ :۔ وہ بہت پچھتائے۔ سُقُوط سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

اور جار و مجرور بمنزلہ نائب فاعل ہیں۔ سُقُوط کے اصل معنی گرنا ہیں۔ انتہائی افسوس حسرت کے وقت آدمی اپنے ہاتھوں کو کاٹتا ہے اور اس وجہ سے اس کے ہاتھوں میں دانتوں کا نشان واقع ہوجاتا ہے پس کنایۃً سُقُوط فی الید مجہولاً انتہائی حسرت و افسوس کے معنی میں مستعمل ہونے لگا۔ (کشاف، رش-۱)

سَقَطُوْا :۔ وہ گرے۔ سُقُوط سے ماضی جمع مذکر غائب۔

سَقْف :۔ چھت۔ جمع سُقُوف۔ السَّقْف المرفوع آسمان۔

سُقْنَا :۔ ہم نے چلایا۔ سَوْق سے ماضی جمع متکلم۔

سُقُوْا :۔ وہ سیراب کئے گئے۔ سَقْی سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

سُقْیًا :۔ پانی پلانا۔ سَقْی سے اسم مصدر۔

سَقَیْتَ :۔ تونے پلایا۔ سَقْی سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

سَقِیْم :۔ بیمار۔ سَقَم سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

سُکَارٰی :۔ بیہوش۔ مست۔ واحد سَکْرَان

سَکَتَ :۔ وہ تھما۔ خاموش ہوا۔ سُکُوْت سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سَکَر :۔ نشہ کی چیز۔ شراب۔ نبیذ۔ کھانا۔ بقدرِ ضرورت کھانا۔ جمع اَسْکَار۔

قرآن کریم میں فرمایا گیا :۔ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِیْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَکَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا :۔ اور پھلتے ہیں کھجور اور انگور کے پھلوں سے، تم اس سے سکر اور اچھی روزی بناتے ہو، تو یہاں اگر "سکر" سے شراب مراد لی جائے تو اس بناء پر لی جا سکتی ہے کہ آیۃ مکی ہے حرمتِ خمر سے پہلے کی۔ یہ بھی مناسب ہو سکتا ہے کہ ہم تو یہ نعمتیں تمہیں اس لئے دیں کہ تم ان کو حلال مال کا ذریعہ بناؤ اور تمہاری [illegible] یہ ہے کہ تم ان کو معاصی کا وسیلہ بھی بنا لیتے ہو، گویا آیۃ عتاب اور منت و احسان، دونوں مضامین کو جامع ہے۔ اگر دوسرے معانی مراد لئے جائیں تو کسی توجیہ کی ضرورت ہی نہیں۔

(بیضاوی ج ۱ ص ۴۴۲)

سَکْرَۃ :۔ بیہوشی۔

سُکِّرَتْ :۔ اس کی نظر بندی کی گئی۔ تَسْکِیْر سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

سَکَن :۔ راحت۔ اطمینان۔

سَکَنَ :۔ وہ ٹھیرا۔ اس نے آرام کیا۔ سُکُوْن سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سَکَنْتُمْ :۔ تم بسے۔ سُکُوْن سے ماضی جمع مذکر غائب

سِکِّیْن :۔ چھری۔ چاقو۔ جمع سَکَاکِیْن۔

سَکِیْنَۃ :۔ تسکین۔ چین۔ آرام۔

سَلْ :۔ تو پوچھ۔ سوال کر۔ سُؤَال سے امر واحد مذکر حاضر۔

سُلٰلَۃ :۔ خلاصہ۔ نچوڑ۔

سَلَاسِل :۔ زنجیریں۔ واحد سِلْسِلَۃ۔

سَلَام :۔ سلامتی۔ دعا۔ سلام۔ امان۔ سالم۔ اللہ تعالیٰ کا نام۔ دار السلام جنت کو کہتے ہیں اس لئے کہ وہاں داخل ہو کر اہل جنت تمام کلفتوں، برائیوں، پریشانیوں، نیز دشمنیوں اور عداوتوں سے محفوظ و سلامت رہیں گے۔ یا اس لئے کہ جنت میں اہل جنت ہمیشہ ایک دوسرے کو بربنائے خلوص و محبت بار بار سلام کریں گے۔ نیز فرشتے اور خود باری تعالیٰ عز اسمہ بھی انہیں سلام فرماتے رہیں گے یا اس لئے کہ سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ میں سے ہے اور جنت کو تشریفاً و تعظیماً اللہ تعالیٰ کا گھر کہا گیا (تفسیر المنار ج ۱۱ ص ۳۵)

سَلْسَبِیْل :۔ نرم جاری پانی۔ جنت کے ایک چشمہ کا نام۔

سِلْسِلَۃ :۔ زنجیر۔ جمع سَلَاسِل

سَلَّطَ :۔ اس نے تعینات کیا۔ تَسْلِیْط سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سُلْطَانٌ :۔ دلیل۔ حجت۔ اقتدار۔ غلبہ۔

سلطان کے اصل معنی غلبہ اور اقتدار کے ہیں۔ قرآن کریم میں یہ حجت اور دلیل کے معنی میں استعمال ہوا ہے کہ اہل علم کے قلوب پر اس کا دباؤ ہوتا ہے۔ یہ استعمال سلطان بادشاہ کے معنی میں بھی اس لئے استعمال ہوا کہ وہ مظہر غلبہ و اقتدار ہوتا ہے۔

سَلَفَ :۔ گیا گذرا۔ مصدر بمعنے مفعول۔

سَلَفَ :۔ وہ آگے ہوا۔ گذرا۔ سَلَفٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سَلَقُوا :۔ انہوں نے زبان درازی کی۔ سَلْقٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

سَلَكَ :۔ وہ چلا۔ اُس نے چلایا۔ سُلُوكٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سَلَكْنَا :۔ ہم نے داخل کیا۔ سَلْكٌ سے ماضی جمع متکلم۔

سِلْمٌ :۔ اسلام۔ صلح۔

سَلْمٌ :۔ صلح۔

سَلَمٌ :۔ فرمانبرداری۔ صلح۔ عاجزی۔ پورا۔ سالم۔

سَلَّمَ :۔ اس نے حفاظت کی۔ تَسْلِيمٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سُلَّمٌ :۔ سیڑھی۔ جمع سَلَالِيمُ

سَلَّمْتُمْ :۔ تم نے سپرد کیا۔ تَسْلِيمٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

سَلِّمُوا :۔ تم سلام کرو۔ سلام بھیجو۔ تَسْلِيمٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

سَلْوٰى :۔ بٹیر۔ (ایک پرندہ)

سَلِيمٌ :۔ بے عیب۔ تندرست۔ سَلَامَةٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

سُلَيْمٰنُ :۔ بنی اسرائیل کے مشہور جلیل القدر نبی جو حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند ارجمند تھے۔ یہ بچپن سے ہی ہونہار تھے اور اپنے والد ماجد کے ساتھ فصل مقدمات کے اہم کام میں شریک رہتے تھے۔

سورۂ انبیاء میں ایک مقدمہ کا ذکر ہے جس میں یہ اپنے والد کے ساتھ شریک سماعت تھے حضرت ابن عباسؓ نے اس کی توضیح اس طرح فرمائی ہے ایک دفعہ حضرت داؤدؑ کے دربار میں دو شخص حاضر ہوئے اور ایک نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس کی بکریاں اس کے کھیت میں آگھسیں اور چر چگ کر سارا کھیت برباد کر ڈالا حضرت داؤدؑ نے فیصلہ دیا کہ "مدعی کی کھیتی کا نقصان چونکہ مدعا علیہ کے گلہ کی قیمت کے برابر ہے لہٰذا مدعا علیہ اپنا گلہ مدعی کو دیدے۔

حضرت سلیمانؑ نے فرمایا" آپ کا فیصلہ صحیح ہے مگر بہتر صورت یہ ہے کہ مدعا علیہ کا ریوڑ مدعی

کو دیدیا جائے اور اس کو اجازت دیجائے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائے اور مدعی کا کھیت مدعا علیہ کے حوالہ کر دیا جائے۔ اور اسے حکم دیا جائے کہ وہ اسے بوئے جوتے جب کھیت کی کھیتی پورے طور پر تیار ہو جائے تو مدعی کو اس کی کھیتی دلوادی جائے اور مدعا علیہ کو اس کا ریوڑ واپس کرا دیا جائے قرآن کریم نے حضرت سلیمان کے اس فیصلہ کی ان الفاظ میں توصیف فرمائی۔ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ (ہم نے سلیمان کو اس فیصلہ کی فہم عطا فرمائی)

حضرت داؤد کے انتقال کے بعد نبوت اور سلطنت کی مسند پر فائز ہوئے۔ وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ (اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے، شرف نبوت اور عظیم الشان سلطنت کے علاوہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو چند امتیازات عطا فرمائے تھے۔

(۱) انسانوں کے علاوہ جن اور جانور بھی آپ کے تابع فرمان تھے۔ جو خدمت جس طرح چاہتے ان سے لیتے چنانچہ قرآن کی تصریح کے مطابق جن آپ کے حکم پر قلعے، عبادت گاہیں، تماثیل (تصاویر و نقوش)، بڑے بڑے لگن جو حوضوں کی مانند ہوتے تھے، اور بڑی بڑی دیگیں جو زمین میں گڑی رہتی تھیں بناتے تھے (سبا) اور پرندے آپ کے حکم کے انتظار میں پرے باندھے کھڑے رہتے تھے (نمل) چنانچہ بیت المقدس کی تعمیر میں جنوں نے کام کیا اور ہُد ہُد نے ملکہ سبا کے دربار میں پیغامبری کی خدمت انجام دی۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے آپ کو جانوروں کی بولیاں سمجھنے کا علم دیا تھا۔ آپ اسی طرح جانوروں کی زبان سمجھتے تھے جس طرح انسانوں کی۔ چنانچہ جب وادی نمل میں آپ کا گزر ہوا اور چیونٹیوں کے سردار نے چیونٹیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے بلوں میں گھس جائیں ایسا نہ ہو کہ لشکر اسلام ان کو روند ڈالے، تو سلیمان علیہ السلام یہ ہدایت سن کر ہنس پڑے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے ہوا کو آپ کے لئے مسخر کر دیا حضرت سلیمان اپنے ہوائی تخت پر سوار ہو کر یمن سے شام اور شام سے یمن جاتے اور ایک مہینہ کا سفر آدھے دن میں طے کر لیتے۔

اس سلطنت و حکومت اور وسائل و دولت و ثروت کے باوجود آپ اپنی روزی ٹوکریاں بنا کر حاصل کیا کرتے تھے۔

ملک سبا کی ملکہ بلقیس آپ کی ہم عصر تھی جب آپ نے اس کو طلب فرمایا تو گراں قدر تحائف لے کر حاضر خدمت ہوئی اور مشرف باسلام ہوئی۔ قرآن کریم نے آپ

کو صاحب حکم وعلم، بیکراں علی یائے خداوندی سے بہرہ ور، بہترین بندہ اطاعت گزار قرار دیا ہے مگر یہودی اور عیسائی آپ کو صرف بادشاہ بنتے ہیں اور بہت سی لغو باتیں نعوذ باللہ آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

سَمٌّ :۔ سوراخ۔ سوئی کا ناکہ۔

سَمَاءٌ :۔ آسمان ۔ بلندی ۔ ابر ۔ بارش ۔

سَمَّاعُوْنَ :۔ خوب سننے والے ۔ جاسوس ۔ سَمْعٌ سے مبالغہ جمع مذکر۔ واحد سَمَّاعٌ

سِمَانٌ :۔ موٹی۔ واحد سَمِیْنٌ

سَمٰوٰتٌ :۔ آسمان۔ واحد سَمَاءٌ

سَمْعٌ :۔ کان۔ سننا۔ قوت سماعت۔ جمع اَسْمَاعٌ نیز سَمْعٌ بھی واحد اور جمع دونوں طرح استعمال ہوتا ہے کیونکہ اصل میں یہ مصدر ہے اور مصدر کی جمع نہیں لائی جایا کرتی۔ جیسا کہ فرمایا گیا خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ: اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا رکھی ہے۔ (تفسیر مظہری ۱، ۲)

سَمِعَ :۔ اس نے سنا۔ سَمْعٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سَمِعَتْ :۔ اس نے سنا۔ سَمْعٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

سَمِعْتُمْ :۔ تم نے سنا۔ سَمْعٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

سَمِعْنَا :۔ ہم نے سنا۔ سَمْعٌ سے ماضی جمع متکلم۔

سَمِعُوْا :۔ انہوں نے سنا۔ سَمْعٌ سے۔ ماضی جمع مذکر غائب۔

سَمْكٌ :۔ بلندی۔ چھت۔ اونچائی۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

سَمُّوْا :۔ تم نام بتاؤ۔ تَسْمِیَۃٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

سَمُوْمٌ :۔ گرم ہوا۔ لُو۔ سُمُوْمٌ سے صفت مشبہ واحد۔

سَمّٰی :۔ اس نے نام رکھا۔ تَسْمِیَۃٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سَمِیٌّ :۔ ہمنام (فعیل کا وزن شرکت کے لئے بھی آتا ہے جیسے اَکِیْلٌ ساتھ کھانے والا، شَرِیْبٌ ساتھ پینے والا۔

سَمَّیْتُ :۔ میں نے نام رکھا۔ تَسْمِیَۃٌ سے ماضی واحد متکلم۔

سَمَّیْتُمُ :۔ تم نے نام رکھا۔ تَسْمِیَۃٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

سَمِیْعٌ :۔ سننے والا۔ سَمْعٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر

سَمِیْنٌ :۔ موٹا۔ فربہ۔ جمع سِمَانٌ۔

سِنٌّ :۔ دانت۔ جمع اَسْنَانٌ۔

سَنَا :۔ روشنی۔ بجلی کی کوندے۔

سَنَابِلُ :۔ خوشے۔ بالیاں۔ واحد سُنْبُلَۃٌ

سُنْبُلَۃٌ :- ایک خوشہ۔

سِنَۃٌ :- اونگھ۔ وَسْن سے اسم مصدر۔

سَنَۃٌ :- برس۔ سال۔ قحط کا سال۔ سنہ کا کثر استعمال قحط کے سال اور عام کا فراخی کے سال کیلئے ہوتا ہے (راغب) جمع سَنَوَات

سُنَّۃٌ :- طریقہ۔ رسم۔ چلن۔ عادت۔ جمع سُنَن
سُنَّۃَ اللّٰہِ سے مراد اللہ کا دستور، حکمت اور قانونِ قدرت ہوتا ہے۔ اور سُنَّۃُ النَّبِیّ سے مراد وہ طریقہ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل پیرا ہے۔ حدیث کو سُنَّۃ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس سے اس طریقہ کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔

سُنْدُس :- باریک کپڑا۔ ریشمی۔ باریک دیبا۔

سُنَنٌ :- طریقے۔ دستور۔ واحد سُنَّۃٌ۔

سِنِیْنَ :- قحط کے برس۔ (بحالت نصبی و جری) واحد سَنَۃٌ +

سُوْءٌ :- برائی۔ عیب۔ گناہ۔
امام راغبؒ فرماتے ہیں:- سُوْءٌ ہر وہ چیز ہے جو آدمی کو رنجیدہ کرے خواہ وہ امور دنیوی میں سے ہو یا امور اخروی میں سے احوال النفیہ میں ہو یا احوال بدنیہ میں سے یا ان کیفیات میں سے ہو جو جاہ و مال اور دولت کی مہجوری کے سبب پیدا ہوتی ہیں۔

سَوّٰی :- اس نے برابر کیا۔ ٹھیک بنایا۔ تَسْوِیَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

سُوًی :- ہموار۔ بیچوں بیچ۔

سَوَاءٌ :- برابر۔ یکساں۔ بیچ۔ متفقہ۔

سَوْءٌ :- برا ہونا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

سَوْءَۃٌ :- شرمگاہ۔ جمع سَوْءَات۔

سُوَاعٌ :- ایک بت کا نام جس کی پرستش حضرت نوح کی قوم کرتی تھی۔ سورۂ نوح میں وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا (اور کفار کے سرداروں نے کہا اے لوگو تم ود، سواع یغوث یعوق نسر کی پوجا نہ چھوڑو) کی تفسیر میں حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ لکھتے ہیں:۔
یہ پانچوں حضرت ادریس علیہ السلام کے صاحبزادوں کے نام ہیں جو بہت نیک تھے۔ ان کے بہت زمانہ بعد، لوگوں نے ان کے اوصاف کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے اوصاف تراش لئے جیسا کہ بعض جہال حضرت علی کی اسد اللّٰہی کی صفت کے پیش نظر ان کی صورت شیر کی طرح بناتے ہیں۔ پھر انہوں نے ان کی پرستش شروع کر دی اس طرح یہ نام ان بتوں کے قرار پائے۔ (تفسیر عزیزی)
قرآن کریم سے معلوم ہوا کہ ان پانچوں بتوں

کی پوجا حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں ہوتی
تھی۔ عرب میں عمرو بن لحی خزاعی کے زمانہ تک
بت پرستی کا رواج نہ تھا۔ یہ شخص جب شام گیا
تو وہاں سے اس مرض کو ساتھ لایا۔ بت پرست
قوموں کے بنے بتوں کے ہم شکل بت بنا کر کعبہ
میں آویزاں کیے پھر یہ وبا سارے ملک میں پھیل
گئی۔ قوم ہذیل نے سواع کو اپنا قومی بت قرار
دیا تھا۔ ینبع کے قریب رہاط کے مقام پر ایک
مندر بنا کر اسے کھڑا کیا تھا۔ مضری جو اس کے
آس پاس بستے تھے اس کی عبادت کرتے تھے
بنی لحیان اس مندر کے مہنت تھے۔

(تاریخ الامم خضری ج ۱ ص ۸۲)

سُؤال :۔ پوچھنا۔ مانگنا۔ باب فَتَحَ سے مصدر
سُوْد :۔ کالے سیاہ۔ واحد۔ اَسْوَد۔
سُوْر :۔ شہر پناہ۔ فصیل۔ جمع اَسْوَار۔
سُوْرَۃ :۔ قرآن کریم کا مخصوص حصہ۔ جس
کے شروع میں بسم اللہ ہوتی ہے (صرف
ایک سورت یعنی سورۂ براءۃ ایسی ہے۔
جس کے شروع میں بسم اللہ نہیں ہے اس
لئے کہ نبی کریم کو یقینی طور پر یہ معلوم نہ
ہو سکا کہ سورۂ انفال اور سورۂ براءۃ دونوں
ایک ہی سورت ہیں یا علیحدہ علیحدہ دو
سورتیں)
اور جس کا مخصوص نام ہوتا ہے۔ یہ کم از کم
تین آیات کا مجموعہ ہوتا ہے یہ یا سُور مدینہ
(شہر پناہ) سے ماخوذ ہے کیونکہ یہ بھی قرآن
کریم کے ایک حصہ کو محیط ہوتی ہے۔ یا علوم
ومعارف کی مختلف انواع کو محیط ہوتی ہے
یا سورۃ بمعنی رتبہ سے ماخوذ ہے کیونکہ ہر سورت
کا فضل و شرف وغیرہ میں ایک مرتبہ ہے یا
سُؤرۃ بمعنی قطعہ اور ٹکڑے سے ماخوذ ہے کیونکہ
ہر سورت قرآن کریم کا ایک ٹکڑا ہوتی ہے

(ملخص از تفسیر کبیر)

سَوْط :۔ کوڑا۔ جمع۔ اَسْوَاط۔
سَوْف :۔ عنقریب۔ (یہ حرف مستقبل بعید کے
معنی دیتا اور مضارع پر داخل ہوتا ہے)
سُوْق :۔ پنڈلیاں۔ کھیتی کی جڑیں۔ نالیں۔
اس کا مفرد "ساق" ہے۔
سَوَّلَ :۔ اس نے فریب دیا۔ بات بنائی۔
تَسْوِیْل سے ماضی واحد مذکر غائب۔
سَوَّلَتْ :۔ اس نے فریب دیا۔ اچھا کر کے
دکھایا۔ تَسْوِیْل سے ماضی واحد مؤنث غائب
سَوِیّ :۔ سیدھا۔ برابر۔ درست۔ موزوں۔
قامت مرد۔ سَوَاء سے صفت مشبہ واحد مذکر۔
سَوَّیْتُ :۔ میں نے برابر کیا۔ درست بنایا۔
تَسْوِیَۃ سے ماضی واحد متکلم۔

سُهُوْل :۔ نرم زمینیں۔ ہموار زمینیں۔ واحد سَہْل
سِیْئَ بِہِمْ) وہ ان کی وجہ سے ناخوش ہوا۔
سَوْءٌ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔
سَیِّئَات :۔ برائیاں۔ بدیاں۔ واحد سَیِّئَۃ
سَیِّئَۃ :۔ برائی۔ گناہ۔ سَیِّئَۃ۔ اور حسنہ کی دو قسمیں ہیں۔ شرعاً ناپسندیدہ اور پسندیدہ اور طبعاً ناپسندیدہ اور پسندیدہ۔ قرآن کریم میں دونوں میں اس کا استعمال ہوا ہے۔
(مفردات)
سِیْئَتْ :۔ بدشکل کی گئی۔ سَوْءٌ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔
سَیَّارَۃ :۔ قافلہ۔ کارواں۔ سَیْر سے مبالغہ واحد
سِیْحُوْا :۔ تم پھرو۔ چلو۔ سِیَاحَت سے امر جمع مذکر حاضر۔
سَیِّد :۔ سردار۔ پیشوا۔ جمع سَادَۃ۔
سَیْر :۔ چلنا پھرنا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔
سِیْرَۃ :۔ عادت و خصلت۔ چال ڈھال جمع سِیَر۔
سُیِّرَتْ :۔ وہ چلائی گئی۔ تَسْیِیْر سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔
سِیْرُوْا :۔ تم پھرو۔ سیر کرو۔ سَیْر سے امر جمع مذکر حاضر۔
سِیْقَ :۔ وہ ہانکا گیا۔ سَوْق سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔
سَیْل :۔ بہاؤ۔ سیلاب۔ جمع سُیُوْل۔
سِیْمَا :۔ نشان۔ علامت۔ چہرہ۔
سَیْنَا :۔ (فتح سین و کسر سین) کوہ طور۔ ملک شام میں ایک پہاڑ ہے۔ جو جدہ سے مصر جاتے ہوئے راستہ میں پڑتا ہے اسی پہاڑ پر حضرت موسٰی علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہمکلام اور نبوت سے سرفراز ہو گئے۔
سِیْنِیْن :۔ سینا۔ پہاڑ کا دوسرا نام۔

ش

شَآءَ :۔ اس نے چاہا۔ ارادہ کیا۔ مَشِیْئَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔
شِئْتَ :۔ تو نے چاہا۔ مَشِیْئَۃ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔
شِئْتُمَا :۔ تم نے چاہا۔ مَشِیْئَۃ سے ماضی تثنیہ مذکر حاضر۔
شِئْتُمْ :۔ تم نے چاہا۔ مَشِیْئَۃ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔
شِئْنَا :۔ ہم نے چاہا۔ مَشِیْئَۃ سے ماضی جمع متکلم۔
شَاخِصَۃ :۔ کھلی کی کھلی رہ جانے والی۔ شُخُوْص سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

شَارِبُوْنَ : پینے والے۔ شُرب سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد شَارِب۔

شَارِكْ : تو شریک ہو۔ مُشَارَكَة سے امر واحد مذکر حاضر۔

شَاطِئ : کنارہ۔ جانب۔ جمع شَوَاطِئ

شَاعِر : شعر کہنے والا۔ جمع شُعَرَاء (دیکھو شِعر)

شَافِعِيْن : سفارش کرنے والے۔ شَفَاعَة سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد شَافِع (دیکھو شَفَاعَة)

شَاقُّوْا : انہوں نے مخالفت کی۔ مُشَاقَّة سے ماضی جمع مذکر غائب۔

شَاكِر : احسان ماننے والا۔ شکر گذار۔ شُکر سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو شُکر)

شَاكِرُوْن : شکر کرنے والے۔ شاکر کی جمع بحالت رفع

شَاكِرِيْن : شکر کرنے والے۔ شاکر کی جمع بحالت نصب

شَاكِلَة : حالت۔ روش۔ جمع شَوَاكِل۔

شَامِخَات : بلند ہونے والیاں۔ شُمُوخ سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد شَامِخَة۔

شَاْن : حال۔ امر۔ جمع شُئُوْن

شَانِئ : دشمن۔ بغض رکھنے والا۔ شَنَآن سے اسم فاعل واحد مذکر۔

شَاوِرْ : تو مشورہ کر۔ مُشَاوَرَة سے امر واحد مذکر حاضر۔

شَاهِد : گواہ۔ حاضر ہونے والا۔ شَهَادَة اور شُهُوْد سے علی الترتیب اسم فاعل واحد مذکر۔

شَاهِدُوْنَ۔ شَاهِدِيْن : گواہی دینے والے حاضر ہونے والے۔ شَاهِد کی جمع بحالت رفع و نصب و جر علی الترتیب۔

شُبِّهَ : وہ مشتبہ کیا گیا۔ مانند کیا گیا۔ تَشْبِيْه سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

شِتَاء : جاڑے کا موسم۔

شَتّٰی : پراگندہ۔ جدا جدا۔ واحد شَتِيْت

شَجَر : درخت۔ جمع اَشْجَار۔

شَجَرَ : جھگڑا ہوا۔ اختلاف ہوا۔ بصلہ بَیْن۔ شُجُوْر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

شَجَرَة : ایک درخت۔ جمع اَشْجَار

شُحّ : حرص۔ بخل۔ باب کَرُمَ سے مصدر۔

شُحُوْم : چربیاں۔ واحد شَحْم

شَدّ : زبردست۔ مضبوط۔ واحد شَدِيْد۔

شَدَدْنَا : ہم نے مضبوط کیا۔ شَدّ سے ماضی جمع متکلم۔

شُدُّوْا : تم مضبوط باندھو۔ شَدّ سے امر جمع مذکر حاضر۔

شَدِيْد : سخت۔ زور آور۔ مضبوط۔ شِدَّة سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

شَرّ : برائی۔ جمع شُرُوْر۔

شَرَاب :۔ ہر پینے کی چیز۔ جمع اَشْرِبَۃ

شِرْب :۔ پانی کی باری۔ پانی کا حصّہ۔

شَرِبَ :۔ اس نے پیا۔ شُرْب سے ماضی واحد مذکر غائب۔

شَرِبُوْا :۔ انہوں نے پیا۔ شُرْب سے ماضی جمع مذکر غائب۔

شَرَحَ :۔ اس نے کھولا۔ شَرْح سے ماضی واحد مذکر غائب۔

شَرِّدْ :۔ تو بے چینی کے ساتھ بھگا دے تَشْرِیْد سے امر واحد مذکر حاضر۔

شِرْذِمَۃ :۔ تھوڑے سے لوگ۔ جمع شَرَاذِم

شَرَر :۔ چنگاریاں۔ واحد۔ شَرَرَۃ۔

شُرَّع :۔ پانی پر ظاہر ہونے والے۔ واحد شَارِع۔

شَرَعَ :۔ اس نے راہ ڈالی۔ شَرْع سے ماضی واحد مذکر غائب۔

شِرْعَۃ :۔ دستور۔ شریعت۔ امام راغب اصفہانی کہتے ہیں۔ شرع کے معنی ہیں نہج اور کشادہ رستہ (نہج) ہیں مصدر ہے۔ پھر یہ طریق واضح کے معنی میں بطور اسم استعمال کیا گیا اور شرع شرع اور شِرْعَۃ تینوں طریقہ کو کہا گیا۔ پھر راہ خداوندی کے لئے بطور استعارہ استعمال کیا گیا۔ چنانچہ فرمایا:۔ شِرْعَۃً وَّمِنْهَاجًا

یہاں شِرْعَۃ (راہِ خداوندی) سے "راہِ فطرت" کی طرف بھی اشارہ ہے جسے اختیار کرنے کے لئے ہر انسان طبعاً مجبور ہے کیونکہ اس سے انسانوں کی مصالح اور بستیوں کی آبادی وابستہ ہے اور اس دین کی طرف بھی اشارہ ہے جسے اپنے ارادہ واختیار سے قبول کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں:۔ شرعۃ وہ احکام ہیں جو قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ اور منہاج وہ جو سنت رسول اللہ صلعم سے سمجھے گئے چنانچہ شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ میں ان اصول دین کی طرف اشارہ ہے جن میں تمام مذاہب آسمانی متفق ہیں۔ اور ان میں نسخ واقع نہیں ہوتا۔ مثلاً معرفت خداوندی ایمان بالرسل، ایمان بالکتب، روز قیامت کا یقین۔

(ملخصاً وعنہ) مفردات امام راغبؒ)

شَرَعُوْا :۔ انہوں نے مقرر کیا۔ انہوں نے راہ ڈالی۔ شَرْع سے ماضی جمع مذکر غائب۔

شَرْقِی :۔ مشرقی۔ مشرق والا۔

شَرْقِیَّۃ :۔ مشرق کی طرف والی۔

شِرْک :۔ شریک کرنا۔ خدا کے ساتھ دوسرے کو شریک سمجھنا۔ شرک کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) شرک فی الذات۔ یعنی جوہر الوہیت میں

کسی کو خداوند تعالیٰ کا شریک سمجھنا۔ کسی اور کو واجب
اور ازلی و ابدی جاننا۔
(۲) شرک فی الصفات۔ یعنی جو صفات اللہ کے لئے
مخصوص ہیں (جیسے مارنے جلانے کی قدرت۔ علم محیط
رحمت کاملہ۔ ربوبیت عامہ وغیرہ) ان میں سے کسی
صفت میں کسی کو اس کا ساجھی ٹھہرانا (۳) شرک
فی الحقوق۔ یعنی اپنی مخلوق کا خالق مالک ہونے
کی حیثیت سے جن حقوق کا تنہا وہی ہے ان
میں سے کسی حق میں کسی اور کو شریک ماننا جیسے
عبادت، سجدہ، دعا وغیرہ۔
(۴) شرک فی الاختیارات۔ یعنی خداوند تعالیٰ کو
خالق و مالک، و حاکم مقتدر ہونے کے اعتبار سے
جو اختیارات ہیں ان میں سے کسی میں کسی اور کو
اس کا حصہ دار اور سہیم خیال کرنا۔ جیسے جنت و
دوزخ میں داخل کرنے کا اختیار، انسانوں کی زندگی
کے لئے قانون ہدایت مرتب کرنے کا اختیار وغیرہ
یہ چاروں قسمیں شرک ہیں جس کے متعلق قرآن کریم
کا حتمی فیصلہ ہے کہ توبہ کے بغیر شرک کی مغفرت
نہیں ہو سکتی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں
رہے گا۔ (ش۔۱)
شُرَکَاء:۔ ساجھی۔ معبودانِ باطل۔ مشرکوں کے
گھڑے ہوئے خدا۔ واحد۔ شَرِیْک۔
شَرَوْا:۔ انہوں نے بیچا۔ شِرًی سے ماضی جمع
مذکر غائب۔
شَرِیْعَۃ:۔ سیدھی راہ۔ دین۔ جمع شَرَائِع (دیکھو شرع)
شَطْأ:۔ پٹھا۔ انکھوا۔ سوئی۔
شَطْر:۔ طرف۔ سمت۔ جانب۔
شَطَطًا:۔ جھوٹ۔ ناحق۔
شَعَائِر:۔ نشانیاں۔ واحد شِعَارٌ و شَعِیْرَۃ۔
شعائر اللہ سے مراد وہ چیزیں ہیں جو اللہ کی عظمت
کے لئے نشان قرار دی گئی ہیں جیسے خانہ کعبہ، مسجد
کتب سماویہ وغیرہ کہ ان سے بے اختیار خداوند
قدوس کی جلالت و کبریائی یاد آ جاتی ہے۔
شُعَب:۔ شاخیں۔ جماعتیں۔ واحد شُعْبَۃ
شِعْر:۔ شعر اصطلاح میں اس کلام موزوں
کو کہتے ہیں جس میں شاعر اپنے دماغی خیالات
اور قلبی احساسات کو اس انداز سے پیش کرے کہ
سننے والے کے دل و دماغ پر زیادہ سے زیادہ
اثر ہو۔ چونکہ شاعر کا مقصد سننے والے کو زیادہ
سے زیادہ متاثر کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ سچ
اور جھوٹ میں تمیز نہیں کرتا بلکہ وہ جتنا زیادہ جھوٹ
بولتا ہے اتنا ہی اپنے مقصد سے زیادہ قریب ہوتا
ہے۔ چنانچہ شعر کے متعلق کہا گیا ہے کہ بہترین شعر
وہ ہے جس میں سب سے زیادہ جھوٹ ہو۔ وہ احسن ما ہو
اس کے برخلاف پیغمبر کا مقصد حقیقت واقعیت
کی طرف رہنمائی ہوتا ہے۔ وہ اس مقصد سے

لئے صداقت کے راستہ سے ایک قدم اِدھر اُدھر نہیں
ہٹتا۔ کذب و مبالغہ اور خیالی نکتہ آفرینی و دماغی
بلند پروازی جو شاعری کی جان ہیں انہیں وہ اپنے
لئے عیب سمجھتا ہے۔ چنانچہ پیغمبر کو شاعر نہیں بنایا گیا
وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ۔ ہم نے اس کو
شعر نہیں سکھایا اور یہ اس کے لائق بھی نہیں چنانچہ
حضورؐ نے کبھی کوئی شعر موزوں نہیں کیا۔ یوں کبھی
زبان سے بلا قصد کوئی موزوں یا مقفیٰ عبارت نکل
گئی ہو تو شعر کی تعریف میں داخل نہیں۔

لیکن محض کلام موزوں و مقفیٰ کہنا ممنوع نہیں بلکہ
اگر اس کا مقصد حق و صداقت کی حمایت اور کفر و باطل
کی مخالفت ہو اور اس مقصد کے لئے اسے بطور
ایک حربہ کے استعمال کیا جائے تو انداز بیان میں
بھی صداقت کی حدود کی رعایت رکھتے ہوئے شعر
کہنا نہ صرف جائز بلکہ باعث اجر ہے۔

سورۂ شعراء میں فرمایا گیا ہے۔

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ
وَادٍ يَهِيمُونَ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ إِلَّا
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا
وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا ۔ اور شاعروں کا حال
(عام طور پر) یہ ہے کہ ان کی راہ وہی چلتے ہیں جو گمراہ
ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ تخیلات کی ہر وادی
میں سرگشتہ پھرتے ہیں۔ ان کے قول و فعل میں
مطابقت نہیں ہوتی البتہ وہ اس سے مستثنیٰ ہیں جو
ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل اختیار کئے اور
بکثرت یاد الٰہی میں مصروف رہے اور ظلم سہنے کے
بعد ظالموں سے اپنا بدلہ لیا۔

قاضی بیضاوی ان آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں:-
مستثنیٰ فرمایا گیا ہے ان ایماندار صالح شعراء مومنین
کو جو بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے
اکثر اشعار توحید الٰہی، حمد باری، اور نعت خدا
وندی پر مشتمل ہوتے ہیں اور اگر وہ ہجو بھی لکھتے
ہیں تو اس سے مقصود کافر شاعروں کی ہجو نگاری
کا بدلہ لینا ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلعم حسان بن ثابت سے فرماتے تھے:-
پڑھو روح القدس تمہارے ساتھ ہے اور کعب
بن مالک سے آپ نے فرمایا:- ان کی ہجو کرو۔
خدا کی قسم یہ تیروں سے زیادہ سخت ہے۔

(انوار التنزیل ج ۲ ص ۱۸)

تاہم پیغمبروں کے لئے اسے کبھی پسند نہیں کیا گیا کہ
ان کا کلام حقیقت الہام شاعری سے بالکل ممتاز
رہے اور کسی کو شبہ بھی نہ ہو کہ پیغمبر کی حقیقت
طرازی شاعروں کی دماغی بلند پروازی سے ذرا سا
تعلق بھی رکھتی ہے۔

شُعَرَاءُ: شعر کہنے والے۔ واحد شاعر (دیکھو شعر
شِعْرٰی: ایک ستارہ کا نام جسے مشرکین پوجتے تھے

لے دی ہے۔ سورت الشعراء میں اس کی تخصیص کی گئی ہے۔

شُعُوب :۔ جمع شَعب۔ قومیں۔ واحد شَعْب

شُعَیب :۔ ایک مشہور پیغمبر کا نام ہے۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں: یہ شعیب بن میکیل بن یشجر بن لاوی بن یعقوب ہیں ابن اسحق نے یہی کہا ہے مگر محتاج ثبوت ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ شعیب بن صفور بن ثابت بن عنقا بن مدین ہیں۔ مدین حضرت ابراہیم کے چھ بیٹوں میں سے ایک تھے۔ ابن حبان نے حضرت ابوذر سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے۔

اربعة من العرب هود وصالح وشعیب ومحمد (چار پیغمبر عرب سے ہیں ہود، صالح، شعیب اور محمد علیہم السلام)

اس حدیث کی بنیاد پر حضرت شعیب "عرب عاربہ" سے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ عنزہ بن اسد سے ہیں۔ طبرانی نے سلمہ بن سعید سے روایت نقل کی ہے کہ جب وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عنزہ کی طرف اپنی نسبت کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا:

نعم الحی عنزة مبغی علیهم منصورون رهط شعیب واختان موسیٰ (عنزہ قبیلہ کے کیا کہنے ان پر ظلم کیا گیا۔ اور اللہ کی ان کو مدد حاصل ہوئی۔ شعیب کے اہل خاندان اور موسیٰ کے سسرال) مگر اس کی سند میں مجہول راوی بھی ہیں (فتح الباری ج ۶ ص ۳۲۱)

حضرت شعیب "مدین" کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ مدین اسی قبیلہ کا نام ہے جو مدین بن ابراہیم کی نسل میں تھا۔ پھر اس بستی کا نام بھی مدین پڑ گیا جہاں یہ قبیلہ سکونت پذیر تھا۔ یہ بستی حجاز و شام کے درمیانی راستہ میں معان کے قریب تھی (ابن کثیر ج ۱ ص ۲۳۱)

مگر ڈاکٹر رابرٹ امرکانی نے لکھا ہے کہ یہ صرف کسی ایک شہر میں ہی نہیں رہتے بستے تھے۔ بلکہ ان کی بستیاں خلیج عقبہ سے موآب اور طور سینا تک پھیلی ہوئی تھیں۔

(قاموس کتاب مقدس بحوالہ المنار ج ۵ ص ۵۲۸)

قوم مدین میں بت پرستی اور رہزنی کے طور طریقوں کے علاوہ، بہت سی معاشرتی و اجتماعی برائیاں بھی پھیل گئی تھیں۔ بد دیانتی، رہزنی، دوسروں کی حق تلفی اور تجارتی امور میں بے ایمانی ان کے بنیادی مشغلے تھے۔ حضرت شعیب نے بڑی ہمدردی اور دل سوزی فصاحت و بلاغت کے ساتھ ان کو توحید کی دعوت دی۔ اور

معاشرتی و اجتماعی اصلاح کی طرف متوجہ کیا مگر انہوں نے ایک نہ سُن کر دی۔ آخر آسمان سے بجلی کے شعلے برسے اور زمین سے زلزلہ آیا۔ وہ تباہ و برباد ہو کر رہ گئے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے سورۂ اعراف)

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے اعوان کے مظالم سے بچنے کے لئے جب مصر سے مدین پہنچے تو وہاں بالفاظ قرآن ایک شیخ کبیر (بوڑھے بزرگ) نے ان کو پناہ دی۔ اور اپنی ایک صاحبزادی سے ان کی شادی بھی کر دی۔

شیخ کبیر حضرت شعیب ہی تھے یا کوئی اور حافظ ابن کثیر نے اس سلسلہ میں مختلف اقوال نقل فرمائے ہیں۔ مگر ان کا رجحان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعیب علیہ السلام نہ تھے۔

ہمارے ایک بزرگ معاصر نے بھی حافظ ابن کثیر ہی کے دلائل کی بنیاد پر اسے قول راجح قرار دیا ہے۔ مگر ہمیں راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کبیر حضرت شعیب علیہ السلام ہی تھے۔

(۱) خود حافظ ابن کثیر نے اس قول کو سب سے پہلے نقل کیا ہے اور فرمایا ھذا هو المشهور عند کثیر من العلماء۔ (بہت سے علماء کے نزدیک یہی مشہور قول ہے) پھر فرمایا ہے کہ حضرت حسن بصری اور متعدد دیگر علماء اسی کے قائل ہیں۔ نیز مالک بن انس سے روایت نقل کی ہے کہ انہیں معلوم ہوا ہے کہ شعیب ہی وہ بزرگ ہیں۔ جنہوں نے حضرت موسیٰ کی داستان سُن کر ان الفاظ میں تسلی دی۔ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ پھر طبرانی کی مسلمہ بن سعد والی روایت نقل کی ہے۔ جو اوپر مذکور ہوئی۔

(۲) جن لوگوں نے وَمَا قَوْمُ لُوطٍ مِّنْكُم بِبَعِيدٍ (اور قوم لوط تم سے کچھ دور نہیں ہے) سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت شعیب حضرت لوط علیہ السلام کے قریب زمانہ میں تھے۔ (حالانکہ حضرت موسیٰ اور حضرت لوط کے درمیان تقریباً چار سو سال کی مدت پڑتی ہے) لہٰذا وہ حضرت موسیٰ کے خسر نہیں ہو سکتے تو یہ صحیح نہیں اسلئے ہو سکتا ہے کہ یہاں بعد سے بعد زمانی نہیں بلکہ مکانی مراد ہو۔ یعنی حضرت شعیب نے اپنی قوم سے فرمایا کہ "قوم لوط کی بربادشدہ بستیاں بھی تم سے دور نہیں"

دریہ جغرافیائی حقیقت ہے کہ بحرِ میت (جہاں سدوم وعمورہ آباد تھے)، در معان (جہاں مدین کی مدنوں بستی تھیں)، بمقابلہ مساکن عاد و ثمود ایک دوسرے سے دُور نہیں۔ نیز اگر بعد زمانی بھی مراد ہو تب بھی تاریخِ ملل و اقوام میں چار سو سال کوئی بڑی مدت نہیں

(۳) بعض کتب بنی اسرائیل سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ موسیٰ یثرون یا یثریٰ تھے اور بعض مفسرین کے اقوال سے بھی (جو اسرائیلیات ہی پر مبنی ہیں اور جن کو ابن جریر و ابن کثیر نے نقل کیا ہے)، تو اس سے بھی شعیب علیہ السلام کے حضرت موسیٰ کے خسر ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں شعیب علیہ السلام ہی کے نام تھے۔ خود حافظ ابن کثیر ہی سورۂ قصص میں فرماتے ہیں اور ابن اسحٰق کا حوالہ دیتے ہیں کہ

شعیب هو ابن میکیل بن یشجر قال واسمه بالسریانیة یثرون۔

(شعیب بن میکیل ابن یشجر ہیں اور ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان کا سریانی نام یثرون ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۳۱)

شاید اسی وجہ سے ڈکشنری امریکانا لکھتا ہے یثرون مدین کا میر بزرگ تھا۔ وہ موسیٰ کا خسر تھا (خروج ۳:۱) اس کو رعوئیل بھی کہتے تھے (خروج ۲:۱۸) نیز یثر بھی۔ راجح یہ ہے کہ یہ یثرون منصب کے اعتبار سے اس کا لقب تھا (۵) ابراہیم بن قطورہ کی نسل سے تھے (ڈکشنری کتاب مقدس بحوالہ تفسیر المنار ج ۸ ص ۵۴۳)

(۴) ہمارے محترم مدرسہ کا بحوالہ ابن کثیر یہ فرمانا کہ اگر صاحب موسیٰ شعیب علیہ السلام ہوتے تو قرآن عزیز ضرور ان کے نام کی تصریح کرتا اور اس طرح مجمل و مبہم نہ چھوڑتا، تو یہ دلیل بھی کچھ قوت نہیں رکھتی۔ اس لئے کہ دوسرے صاحب موسیٰ حضرت خضر علیہ السلام کے ذکر میں بھی قرآن نے عبدًا من عبادنا (ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ) کہنے پر اکتفا کیا ہے حالانکہ محترم مدرسہ کے نزدیک بھی راجح قول یہ ہے کہ وہ نبی تھے۔ (ملخص از قصص القرآن ج اوّل از مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی)

شَغَفَ: وہ اس کے دل کے اندر اتر گیا۔ شَغْف سے ماضی واحد مذکر غائب۔

شُغُل: کام۔ دھندا۔ مصروفیت جو دوسری طرف سے غافل کردے۔ جمع اَشْغَال۔

شَغَلَتْ: اس نے مشغول کیا۔ باز رکھا۔ بصلہ عن، شُغْل سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

شَفًا: کنارہ۔

شِفَاءٌ: تندرستی۔ آرام۔ باب ضَرَبَ سے مصدر ہے۔

شَفَاعَۃ :۔ کسی صاحب عزت و حرمت کا اپنے سے کم درجہ والے کی مدد کے لئے اس کی پُشت پر سے سائل بننا۔ کسی کو بھلائی یا برائی کا راستہ دکھانا اور اس کا اسے قبول کر لینا۔

سفارش۔ (مفردات)

شَفَۃ :۔ ہونٹ۔ جمع شِفَاہ۔

شَفَتَیْن :۔ دو ہونٹ۔ شَفَۃ کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔

شَفْع :۔ جوڑا۔ جفت۔

شَفْع مصدر ہے جس کے معنی کسی چیز کا اپنے جیسے کے ساتھ ملانا ہیں۔ پھر یہ معنی مَشْفُوع (ملایا ہوا) استعمال ہونے لگا۔ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (قسم ہے شفع اور وتر کی) میں شفع سے مراد مخلوق اور وتر سے خالق ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے جوڑا جوڑا ہے اور صرف وہی وحدہٗ لاشریک لہ ہے یا شفع سے مراد یوم نحر ہے کہ اگلے دن اس کے مثل موجود ہیں اور وتر سے یوم عرفہ یا شفع سے اولاد آدم اور وتر سے خود آدم علیہ السلام مراد ہیں کیونکہ وہ بے والد کے پیدا ہوئے تھے۔

وغیر ذالک (مفردات)

شُفَعَاء :۔ سفارش کرنے والے۔ واحد شَفِیْع

شَفَق :۔ کنارہ۔ آسمان کی سرخی جو غروب آفتاب کے بعد ہوتی ہے۔ یا وہ سپیدی جو اس سرخی کے بعد نمودار ہوتی ہے۔ امام راغبؒ فرماتے ہیں :۔ سورج کے غروب کے وقت دن کی روشنی کا رات کی سیاہی سے ملنا شفق ہے۔

شَفِیْع :۔ سفارش کرنے والا۔ جمع شُفَعَاء۔

شِقّ :۔ مشقت۔ سختی۔

شَقّ :۔ پھاڑنا۔ باب نصر سے مصدر۔

شِقَاق :۔ دشمنی۔ لڑائی۔ مخالفت۔ باب مفاعلہ سے مصدر۔

شُقَّۃ :۔ سفر کی مسافت۔

شَقَقْنَا :۔ ہم نے پھاڑا۔ شَقّ سے ماضی جمع متکلم

شَقُوْا :۔ وہ بدبخت ہوئے۔ شَقَاء سے ماضی جمع مذکر غائب۔

شِقْوَۃ :۔ بدبختی (دنیوی و اخروی)

شَقِیّ :۔ بدبخت۔ جمع اَشْقِیَاء۔ شَقَاوَۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

شَکّ :۔ شبہ۔ دھوکا۔

شک ہے انسان کے نزدیک دو نقیضوں (باہم مخالف باتوں) کا برابر ہونا۔ یہ صورت کبھی تو اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ دونوں نقیضوں میں یکساں علامتیں پائی جاتی ہیں یا اسلئے کہ دونوں علامتوں سے خالی ہوتی ہیں تو اس وجہ سے انسان تمیز نہیں کر سکتا کہ

بات یہ ہے کہ (۱) شک کبھی کسی شے کے وجود ہی میں ہوتا ہے۔ کبھی اس کی جنسیت میں ہوتا ہے کبھی اس کے اوصاف میں ہوتا ہے کبھی اس کی غرض کے تعین میں ہوتا ہے۔ شک بھی جہل کی ایک قسم ہے مگر اس سے ... ہے کہ جہل میں سرے سے نقیضین کا مطلقاً علم ہی نہیں ہوتا۔

س کا اشتقاق یا شک (پھاڑنا) سے ہے گویا شک کی صورت میں انسان کی رائے کسی چیز کے بارہ میں ثابت اور راسخ نہیں ہوتی بلکہ اس کو پھاڑتی ہے یا شک (بازو کا پہلو سے ملنا) سے ہے گویا شک کی صورت میں دونوں نقیضین ایک دوسرے سے مل جل ہوتی ہیں۔

(مفردات امام راغبؒ)

شَکَرَ:۔ حق ماننا۔ شکر کرنا۔ (دیکھو اَشْکُرُ)

شَکَرَ:۔ اس نے شکر کیا۔ شُکْرٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

شَکَرْتُمْ:۔ تم نے شکر کیا۔ شُکْرٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر

شَکْلٌ:۔ مانند۔ صورت۔ جمع اَشْکَالٌ۔

شُکُوْرٌ:۔ شکر گزار ہونا۔ باب نصر سے مصدر۔

شَکُوْرٌ:۔ بڑا شکر گزار۔ بڑا قدرشناس۔ شکر سے مبالغہ کا صیغہ (دوسرے معنی کے اعتبار سے خداوند تعالیٰ کی صفت ہے۔

شِمَالٌ:۔ بائیں۔ بائیں طرف۔

شَمَائِلُ:۔ بائیں سمتیں۔ واحد شِمَالٌ۔

شَمْسٌ:۔ سورج۔ جمع شُمُوْسٌ

شَنَآنٌ:۔ دشمنی۔ عداوت۔ باب فتح سے مصدر

شَوٰی:۔ اطراف جسم۔ ہاتھ پاؤں۔ واحد شَوَاۃٌ۔

شُوَاظٌ:۔ مشتعلہ۔ بے دھوئیں کی آنچ

شَوْبٌ:۔ آمیزش۔ بے دھوئیں کی آنچ۔

شُوْرٰی:۔ مشورہ۔ مشورہ کرنا۔ مصدر از باب ... ان تمام امور میں وحی الٰہی اور سنت نبوی کی واضح تصریح موجود نہیں ہے اور وہ جماعتی اہمیت رکھتے ہیں ان کو مشورہ باہمی سے طے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

سورۂ شوریٰ میں اہل ایمان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَيْنَهُمْ (اور ان کے معاملات باہمی مشورہ سے طے ہوتے ہیں) اور آل عمران میں جناب رسول اکرم صلعم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (اور آپ اپنے صحابہ سے معاملات میں مشورہ لیتے رہیے اور جب آپ کسی بات کا فیصلہ کر لیں تو پھر اللہ پر بھروسہ کر کے اُسے کر گزریے)

مفسرین کرام نے تصریح کی ہے کہ جناب رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دینے کا مقصد امت کو مشورہ کی اہمیت جتلانا اور اجتماعی امور کی انجام دہی کا جمہوری طریقہ بتلانا تھا۔ چنانچہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اہم معاملات صلح وجنگ وغیرہ میں صحابہ کرام سے مشورہ فرماتے رہا کرتے تھے۔

مشورہ کن لوگوں سے کیا جائے؟ کیا ساری امت سے کیا جائے یا خواص امت سے؟ اس سلسلہ میں قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو معاملات اہم، پیچیدہ و رازداری کے ہوں، ان میں صرف خواص امت سے جنہیں اصطلاح میں اہل حل وعقد اور قرآن کریم کے الفاظ میں "اولوالامر" کہا گیا ہے مشورہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ ہر ایسے امور عام کر دیئے جاتے ہیں تو اس سے بجائے فائدہ کے نقصان کا سخت اندیشہ ہے۔ سورہ نساء میں فرمایا گیا۔

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ۔ (اور عام لوگوں کی حالت یہ ہے کہ جب کوئی بات امن یا خوف کی ان کو معلوم ہوتی ہے اسے شہرت دیتے ہیں اور اگر وہ اسے سونپ دیتے رسول اور اپنے اولی الامر کو تو مدبرین اور محققین اس کی حقیقت کو معلوم کر لیتے) نساء ۸۳۔

البتہ جو امور پیچیدہ اور رازداری کے نہ ہوں اور عام لوگوں کے متعلق ہوں ان میں جمہور سے رائے لی جائے۔

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوۂ بدر کے لئے نکلنے لگے تو عام صحابہ کرام سے رائے لی۔ اور مہاجرین وانصار سب سے عمومی مشورہ فرمایا۔

اسی طرح غزوۂ احد میں اس مسئلہ میں کہ آیا مدینہ میں رہ کر جنگ کرنی چاہیئے یا باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہیئے جمہور صحابہ حتی کہ منافقین تک سے مشورہ فرمایا۔ وہ اپنی ذاتی رائے کو ان کی اجتماعی رائے کے مقابلہ میں نظر انداز فرما دیا۔ لیکن بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دینے یا قتل کر دینے کے معاملہ میں جو خاص سیاسی اہمیت رکھتا تھا، صرف خصوصی جماعت سے مشورہ فرمایا اور حضرت ابوبکرؓ کی رائے پر عمل فرمایا۔

اسی طرح حضرت عائشہؓ کے معاملہ میں (حادثۂ افک کے سلسلہ میں) جو خانوادہ نبوت کی عزت وحرمت کا معاملہ تھا، حضرت علی واسامہ رضی اللہ عنہما سے مشورہ فرمایا۔ اسی

طرح مدینہ کی ہجرت کے متعلق جو تاریخ اسلام میں ایک انقلابی ورق تھا۔ خواص صحابہ اور ان میں بھی اہم ترین تفصیلات میں اخص الخواص (حضرت ابوبکر صدیق رضؓ) سے مشورہ لیا نیز بعض معاملات میں کسی فردِ واحد کی خصوصی بصیرت و واقفیت کے پیشِ نظر صرف اسی کی رائے پر عمل فرمانا پسند فرمایا۔ چنانچہ غزوہ احزاب میں حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے پر جو ایرانی طریقہ جنگ سے واقف تھے خندق کھود کر لڑنے کی تجویز کو پسند فرمایا اور بدر کے میدان میں پڑاؤ ڈالنے کے لئے حباب بن منذر بن جموح کی رائے پر عمل فرمایا۔

بہرحال ہر معاملہ کی اہمیت و حیثیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ اختیار امیر اسلام کو ہے کہ وہ جمہور سے یا نمائندگانِ جمہور سے مشورہ کرے یا کسی فرد واحد سے مشورہ پر اکتفا کر لے۔ ایک دوسری بحث یہ ہے کہ مشورہ کے بعد امیر اسلام اہل شوریٰ کی (اجتماعی یا اکثریتی) رائے کا پابند ہے یا نہیں اگرچہ یہ مسئلہ اہل علم میں مختلف فیہ ہے۔ تاہم محققین کی رائے یہ ہے کہ امیر یا خلیفہ اہل شوریٰ کی اکثریت کی رائے کا پابند ہے۔ اسے ان کی رائے کو نافذ العمل کرنا ضروری ہے حافظ ابن کثیرؒ نے آیۃ مذکورہ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ کے تحت میں لکھا ہے کہ "حضرت علیؓ نے فرمایا سُئِلَ رَسُولُ اللّٰہِ صلعم عن العزم قال مشاورۃ اهل الرای ثم اتباعهم (جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے "عزم" کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ اہل شوریٰ سے مشورہ کرنے کے بعد ان کی رائے پر عمل کرنا ہی عزم ہے) نیز حافظ صاحب نے عبدالرحمان بن غنم کی ایک روایت درج کی ہے کہ حضورؐ نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا لو اجتمعتما فی مشورۃ ما خالفتکما (اگر تم دونوں کسی رائے پر متفق ہو جاؤ گے تو میں تمہارے خلاف نہ کروں گا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ صفحہ ۴۲۰)

اور مجمع الزوائد میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ جو بات ہم کتاب و سنت میں نہ پائیں اس میں کیا طریقہ اختیار کریں آپ نے جواب دیا عبادت گزار خدا پرستوں سے مشورہ کرو۔ ولا تمضوا فیه رای خاصة (اور کسی اکیلے آدمی کی رائے جاری نہ کرو) غزوہ احد کے موقعہ پر مدینہ منورہ سے نکلنے یا نہ نکلنے کے معاملے

ہیں تھی جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے اپنی رائے کے برخلاف صحابہ کرام کی اکثریت
کی رائے پر عمل فرمایا تھا۔ (مزید تفصیل
کے لئے دیکھو لفظ عزم)

شَوْکَۃ: کانٹا۔ ہتھیار۔ سختی۔ تکلیف۔
(ذات الشوکۃ: ہتھیار والی۔ تکلیف والی۔

شِہَاب: چمکدار شعلہ۔ ٹوٹنے والا ستارا۔
جمع شُہُب۔

شَهَادَۃ: گواہی۔ خبر۔ اظہار۔ اقرار۔
امام راغبؒ فرماتے ہیں: شہادۃ وہ بیان
ہے جو اس علم کی بناء پر ہو جس کی بنیاد مشاہدہ
بصارت (آنکھوں کا دیکھنا) یا مشاہدہ بصیرت
(دل کا دیکھنا) ہو۔
کبھی شہادہ حکم اور فیصلہ کے معنی میں استعمال
ہوتا ہے جیسے شَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ اَهْلِهَا
(اور امراۃ العزیز کے رشتہ داروں میں سے
ایک نے یہ فیصلہ دیا) کبھی اقرار کے معنی میں
استعمال ہوتا ہے جیسے لَمْ یَکُنْ لَهُمْ
شُهَدَاءُ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ (ان کے نفس خود
ہی اقراری تھے) کبھی خبر دینے کے معنی میں
جیسے مَا شَهِدْنَا اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا (ہم نے اسی
بات کی خبر دی جس کا ہمیں علم ہے) قرآن
کریم میں جو فرمایا گیا شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ
لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ
(اللہ نے شہادت دی کہ اس کے سوا کوئی
معبود نہیں اور فرشتوں نے اور اہل علم
نے) تو اللہ تعالیٰ کی شہادت یہ ہے کہ
اس نے کائنات کو اس حسن و نظم کے ساتھ
بنایا کہ اس کا ذرہ ذرہ اس کی ربوبیت اور
وحدانیت کی گواہی دے رہا ہے اور فرشتوں
کی شہادت یہ ہے کہ خدا نے ان کے سپرد
جو خدمات کی ہیں وہ ان میں لگے ہوئے
ہیں اور اہل علم کی شہادت یہ ہے کہ وہ کارخانہ
عالم کے اسرار و حکم سے اچھی طرح واقف ہیں
اور اس کی صناعی اور عجوبہ کاری کا اقرار کرتے
ہیں۔ (مفردات امام راغبؒ)

شَهَادَات: گواہیاں۔ واحد شَهَادَۃ۔

شُهُب: ٹوٹنے والے ستارے۔ واحد شِہَاب

شَهِدَ: اس نے گواہی دی۔ وہ حاضر ہوا۔
شہادۃ اور شُہُود سے ماضی واحد مذکر
غائب۔

شُهَدَاءُ: گواہ۔ شہید۔ مددگار۔ واحد
شَهِیْد (دیکھو شہید)

شَهِدْتُمْ: تم نے گواہی دی۔ شہادۃ
سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

شَهِدْنَا: ہم نے گواہی دی۔ ہم حاضر ہوئے۔

شَہَادَۃ اور شُہُوْدٌ سے ماضی جمع متکلم

شَہِدُوْا :۔ انہوں نے گواہی دی۔ شَہَادَۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

شَہْرٌ :۔ مہینہ۔ جمع شُہُوْرٌ

شَہْرَیْنِ :۔ دو مہینے۔ شَہْرٌ کا تثنیہ بحالت نصبی وجری۔

شَہْوَۃٌ :۔ خواہش۔ آرزو۔ جمع شَہَوَات

شَہَوَات :۔ خواہشیں۔

شُہُوْد :۔ گواہ۔ حاضرین۔ نگراں۔ واحد شَاہِد

شُہُوْرٌ :۔ مہینے۔ واحد شَہْرٌ

شَہِیْد :۔ حق کی شہادت دینے والا۔ گواہ (فعیل بمعنی فاعل جس کے حق میں جنت کی گواہی دی گئی ہو۔ فعیل بمعنی مفعول)

شہید اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں جس نے راہ خدا میں کافروں کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جان دی ہو۔ مگر قرآن میں یہ لفظ اس سے زیادہ وسیع معنی میں استعمال ہوا ہے قرآن کریم میں سورۂ نساء میں فرمایا گیا ہے۔

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا

(اور جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ کا انعام ہوا یعنی نبیوں کے صدیقوں کے شہیدوں کے اور صالحوں کے۔ اور ان کی رفاقت کے کیا کہنے ہیں۔)

اس آیۃ میں انعام خداوندی سے سرفراز ہونے والوں کے چار درجے بیان فرمائے گئے ہیں حضرت شاہ عبدالقادرؒ ان کی تشریح میں فرماتے ہیں:۔

نبی وہ لوگ جن کو اللہ کی طرف سے وحی آئے یعنی فرشتہ ظاہر میں پیغام کہہ جاوے۔ اور صدیق وہ کہ جو وحی میں آئے اُن کا جی آپ ہی اس پر گواہی دے اور شہید وہ جن کو پیغمبر کے حکم پر ایسا صدق (یقین) آیا کہ اس پر جان دیتے ہیں اور نیک بخت (صالح) وہ جن کی طبیعت نیکی ہی پر پیدا ہوئی ہے۔

امام رازی نے لکھا ہے کہ یہاں شہید سے کافروں کے ہاتھوں سے مرنے والا مراد نہیں لیا جا سکتا کیونکہ آیۃ میں جس شہادت کا ذکر ہے وہ دین کا اعلیٰ مرتبہ ہے لیکن کفار کے ہاتھ سے قتل تو بعض اوقات فاسق بھی ہو جاتے ہیں نیز اللہ کے مومن بندے اس سے دعا کرتے ہیں کہ وہ انہیں شہادت نصیب کر

اس کا مطلب یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ یہ چاہتے
ہیں کہ خدا ان پر کافروں کو مسلط کر کے ان کے
ہاتھ سے انہیں قتل کرائے۔
بلکہ شہید سے وہ حق پرست مراد لیا جائے گا
جو اللہ تعالیٰ کے دین کی حقانیت و صداقت
کی گواہی کبھی زبان و برہان سے دے اور
کبھی شمشیر اور سنان سے دے اور اپنے دائرہ
عمل میں مرکزِ عدل سے ذرا بھی اِدھر اُدھر نہ
ہٹے چنانچہ فرمایا گیا: شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لَا
إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلٰئِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ
قَائِمًا بِالْقِسْطِ (اللہ اور فرشتے اور اہلِ
علم عدل پر قائم رہتے ہوئے گواہی دیتے
ہیں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں)۔ اللہ کے
رستے میں قتل ہونے والے کو اسی لئے شہید
کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی جان دے کر اللہ کے
دین کی حقانیت کی شہادت ادا کرتا ہے اور
جو شخص دنیا میں یہ شہادت ادا کرے گا وہ
آخرت میں بھی شہادت کے اس مرتبہ پر فائز
ہو گا۔ جس کا ذکر لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى
النَّاسِ (تاکہ تم دوسری امتوں پر اللہ کے
گواہ بنو) میں ہے۔

علامہ عبدہ المصری فرماتے ہیں:-
"شہدا" وہ جماعت ہے جس میں شامل ہے
کا ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حکم دیا ہے:
(لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ) یہ جماعت
ان اصحابِ عدل و انصاف کی جو اہلِ حق کی
صداقت کی گواہی دے کر حق کی تائید کریں
اور اہلِ باطل کے بطلان کو آشکارا کر کے
ان کے خلاف حجت قائم کریں۔ ان کا درجہ
صدیقین کے قریب قریب ہے۔ صدیقین
میں شہداء کے اوصاف بھی ہوتے ہیں اور کچھ
زیادہ بھی۔ اپنے استاد کے اس قول کو نقل
کرنے کے بعد، علامہ رشید رضا فرماتے ہیں:-
وہ شہادت جس کے ذریعہ اہلِ حق اہلِ باطل
پر حجت قائم کرتے ہیں۔ اقوال سے بھی
ہوتی ہے۔ اعمال سے بھی، اخلاق سے بھی
ہوتی ہے احوال سے بھی۔ لہٰذا شہداء اپنی
سیرۃ کی عمدگی کی بناء پر اہلِ باطل پر دنیا
اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی حجت ہوتے
ہیں۔ (تفسیر المنار ج ۵ ص ۲۴۵)

شَهِيدَيْنِ :- دو گواہ۔ شَهِيد کا تثنیہ بحالت
نصبی و جری۔

شَهِيق :- گدھے کا رینگنا۔ باب فتح سے مصدر۔

شَيْءٌ :- چیز، جمع أَشْيَاء۔
امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں۔ کہا گیا
ہے کہ شَيْءٌ ہر وہ چیز ہے جس کو بنایا جا سکے

اور اس کی خبر دی جا سکے۔ اکثر متکلمین کے نزدیک وہ اسم مشترک المعنی ہے کیونکہ اُسے اللہ تعالیٰ اور مخلوق اور دونوں کیلئے استعمال کیا جاتا ہے اور اس کا اطلاق موجود اور معدوم دونوں پر ہوتا ہے۔ مگر بعض کی رائے میں صرف موجود پر ہوتا ہے۔ یہ شَاءَ یَشَاءُ (چاہنا) کا مصدر ہے جب اس کا اطلاق اللہ پر ہوگا تو مصدر بمعنی فاعل (شَاءٍ) ہوگا اور جب مخلوق پر ہوگا تو مصدر بمعنی مفعول (مَشِیءٌ) ہوگا۔

(مفردات)

شَیَاطِیْن :۔ سرکش لوگ۔ شیاطین۔ واحد شَیْطَان (دیکھو شَیْطَان)

شَیْب :۔ بڑھاپا۔ بالوں کی سفیدی۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

شَیْبَة :۔ بڑھاپا۔

شِیْب :۔ بوڑھے۔ واحد اَشْیَب۔

شَیَة :۔ داغ۔ (اس کا مادہ وَشْیٌ ہے)

شَیْطَان :۔ خبیث۔ سرکش۔ شریر۔

شیطان شُطُوْنٌ سے بنا ہے جس کے معنی دور ہونے کے ہیں۔ چونکہ وہ خیر سے دور ہوتا ہے اس لئے اسے شیطان کہتے ہیں۔ یا شَیْطٌ سے بنا ہے جس کے معنی جلنے کے ہیں چونکہ وہ آگ سے بنا ہے اور آگ ہی پر داخل ہوگا اس لئے اسے شیطان کہا گیا۔

آگ چونکہ اس کا مادہ تخلیق ہے اسی لئے اس میں قوۃ غضبیہ اور فخر و غرور زیادہ ہے۔ یہی اوصاف آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے روکنے والے ہوئے ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ ہر شریر و سرکش جن، انسان اور حیوان کو شیطان کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔ وَکَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَیَاطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ (اور ایسے ہی ہم نے شریر جنوں اور انسانوں کو ہر نبی کا دشمن بنا دیا)۔ نیز ہر بُری عادت کو بھی شیطان کہتے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا:۔ اَلْحَسَدُ شَیْطَانٌ وَالْغَضَبُ شَیْطَانٌ (حسد شیطان ہے اور غصہ شیطان ہے)

(مفردات القرآن بتصرف)

شِیَع :۔ فرقے۔ مددگار۔ واحد شِیْعَة

شِیْعَة :۔ رفیق۔ پیرو۔ گروہ۔

شُیُوْخ :۔ بوڑھے۔ واحد شَیْخ

ص

صٓ :۔ حروف مقطعات سے ہے۔

صَائِم :۔ روزہ دار۔ صَوْمٌ سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو صَوْم)

صائمِین :- روزہ دار لوگ۔ صَائِم کی جمع بحالت نصبی۔

صَائِمات :- روزہ دار عورتیں۔ صَوْم سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد صَائِمَۃ۔

صَابِئِین :- ایک ستارہ پرست قوم۔ واحد صَابِی

امام ابوبکر جصاص احکام القرآن میں اہل بابل کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

اہل بابل "صابی" تھے۔ کواکب سبعہ کو معبود مانتے تھے۔ اور تمام حوادثِ عالم کو انہیں کی تأثیرات کا نتیجہ جانتے تھے۔ زحل۔ مشتری۔ علی ہٰذا وغیرہ ہر ہر ستارہ کے نام پر علیحدہ علیحدہ مندر بنا رکھے تھے۔

جہاں ان ستاروں کے بُت رکھے ہُوئے تھے جس ستارہ سے متعلق کام ہوتا اس کے مندر میں جاتے۔ اور اُس کے مخصوص آداب و رسوم کے مطابق اُس کی پوجا پاٹ کرتے مثلاً عافیت اور صحت درکار ہوتی تو مشتری کے مندر میں جاتے۔ دشمن کی ہلاکت و بربادی مطلوب ہوتی تو زحل کے مندر میں۔

بابل پر اہل فارس کے حملہ سے پہلے وہاں فنون شعبدہ گری طلسمات و نجوم کا بڑا چرچا تھا۔ یہودیوں نے بھی یہ فنون، سیری (اسیری) بابل کے زمانہ میں وہیں سیکھے تھے۔ اور انہیں فرشتوں کی طرف منسوب کر کے علوم سماوی قرار دیتے تھے۔ قرآنِ کریم میں وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ الآیہ میں اسی کی تردید[ہ] کی گئی ہے)

نمرود اسی قوم کا بادشاہ تھا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں کی طرف مبعوث ہُوئے تھے۔ مگر انہوں نے دعوتِ حق کو قبول نہ کیا۔ اور حضرت ابراہیم کو ان کے وطن بابل سے ہجرت کرنی پڑی۔ (اسی زمانہ سے صابئیت اور حنیفیت دو متقابل ملتیں قرار پائیں۔ جیسے آج کل اسلام اور کفر۔)

اہل بابل کے علاوہ اہل شام و مصر و روم بھی ستارہ پرست ہی تھے۔ جو دراصل بُت پرستی کی ایک صورت تھی۔

جب اہل فارس نے عراق پر قبضہ کر لیا۔ وہ صابئین ان کے محکوم ہوئے تو انہوں نے انہیں جبراً بت پرستی سے روک دیا اسی طرح قسطنطین شہنشاہ روم نے جب دینِ نصرانیت کو قبول کیا تو اس نے تلوار کے زور سے ان میں دینِ عیسوی کی اشاعت کی۔ ان حالات میں کچھ صابی

ہ یہ آیت کے سیاق و سباق اور جمہور مفسرین کی رائے کے خلاف ہے کہ "ما" کو نفی مانا جائے، "وما انزل" کو معطوفہ قرار دینا چاہیئے۔

سچے دل سے مجوسی یا مسیحی بن گئے اور کچھ
نے ظاہری طور پر اپنے فاتحین کے دین کو
قبول کر لیا اور در پردہ اپنے مذہب کی رسم
کو ادا کرتے رہے۔ انہوں نے اپنے اعتقادات
پر پردہ ڈالنے کے لئے عجب عجب حیلے تراش
رکھے تھے اور جوں ہی ان کا بچہ سن شعور کو
پہنچتا اسے یہ حیلے سکھا دیتے تھے جب عراق
و شام و مصر میں اسلام کا علم بلند ہوا تو یہ بھی
اس کے سامنے سرنگوں ہو گئے اور عیسائیوں
کے زمرہ میں شریک ہو کر انہوں نے اسلام قبول
کر لیا تاہم ان میں سے کچھ اپنے اصل مذہب
پر کھلم کھلا قائم رہے اور کچھ اپنے قدیم دستور
کے مطابق تقیہ کا پردہ ڈال کر کافرانہ اعمال
میں مصروف ہو گئے۔ فرقہ اسمٰعیلیہ کی حیلہ گری
اسی فرقہ کے تقیہ کی ایک نمود ہے (اسی
سلسلہ میں ابوبکر جصاص اپنے زمانہ کا حال
بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:)

صابئین حران اور واسط کے اطراف میں
پائے جاتے ہیں یہ وہی صنم پرست ہیں۔
اہل کتاب نہیں ہیں۔ ان کا اصل مذہب
ستارہ پرستی ہے (پھر لکھتے ہیں) میرا خیال
ہے کہ امام ابوحنیفہ نے ان کے کسی گروہ
کو یہ دیکھ کر کہ وہ انجیل کی تلاوت کرتے ہیں
اور خود کو دین مسیح کا پیرو بتاتے ہیں ان
سے جزیہ قبول کرنے کا حکم دیا ہوگا۔ ورنہ
فقہاء کی اکثریت کے قول کے مطابق جو گروہ
(جزیرۃ العرب میں) اس قسم کے اعتقادات
رکھتا ہو اس کے لئے اسلام یا تلوار کے
علاوہ تیسری چیز نہیں ہے۔

(احکام القرآن للجصاص ج ۱ ص ۴۲ و
ج ۲ ص ۲۲۵ ملخصاً)

صابئین کی اسی حیلہ گری اور منافقت شعاری
کی وجہ سے سلف میں ہم ان کی تعریف
اور ان کے متعلق احکام کے بارہ میں کافی
اختلاف پاتے ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں حضرت
عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک
صابئین اہل کتاب میں سے ہیں مگر حضرت
عمرؓ ان کا ذبیحہ حلال قرار دیتے ہیں۔ اور
ابن عباسؓ حرام۔ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ اہل
کتاب ہیں اور ان کا دین مجوسیت اور یہودیت
کے درمیان ہے۔ کلبی کہتے ہیں کہ ان کا دین
نصرانیت اور یہودیت کے درمیان ہے
قتادہ کہتے ہیں کہ یہ زبور پڑھتے ہیں فرشتوں
کی عبادت کرتے ہیں، اور کعبہ کی طرف رخ
کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ ان کا دین مختلف

قاموس ص ۲۷

ادیان کا مجموعہ مرکب ہے۔
(تفسیر مظہری سورۂ بقرہ)
حضرت الاستاذ العلامہ انور شاہ کشمیریؒ نے ابوبکر جصاصؒ کے مذکورہ بالا بیان کو قول محقق و شافی قرار دیا ہے اور حافظ ابن تیمیہؒ کے اس قول کی کہ صابی بھی یہودیوں اور نصرانیوں کی طرح اپنے زمانہ میں فرقہ ناجیہ تھے سخت تردید کی ہے۔
(فیض الباری ج ۱ ص ۱۲)

صَابِر: صبر کرنے والا۔ صَبْر سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو صَبْر)

صَابِرَۃ: صبر کرنے والی۔ صَبْر سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

صَابِرُوْا: تم مضبوطی کے ساتھ جمے رہو۔ مُصَابَرَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔

صَابِرُوْنَ: صبر کرنے والے۔ صَبْر سے اسم فاعل جمع مذکر۔

صَاحِب: رفیق۔ یار۔ ساتھی۔ جمع اَصْحَاب

صَاحِبُ الْحُوْتِ: مچھلی والا۔ مراد حضرت یونس علیہ السلام جنہیں مچھلی نگل گئی تھی۔ (دیکھو یونس)

صَاحِبْ: تو ساتھ رہ۔ رفاقت کر۔ مُصَاحَبَۃ سے امر واحد مذکر حاضر۔

صَاحِبَۃ: بیوی۔ ساتھن۔ جمع صَوَاحِب

رَبِّیْ، صَاحِبَیِ: اے میرے دو ساتھیو۔ صَاحِب کا تثنیہ مضاف بہ یائے متکلم نونِ اضافت کی وجہ سے گر گئی۔

صَاخَّۃ: سخت آواز جو کانوں کو بہرا کر دے۔ (یعنی صورِ قیامت) صَخٌّ سے اسم فاعل واحد مؤنث

صَادِق: سچا۔ صِدْق سے اسم فاعل واحد مذکر۔

صَادِقٰت: سچی عورتیں۔ صِدْق سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد صَادِقَۃ۔

صَادِقُوْن: سچے۔ صِدْق سے اسم فاعل جمع مذکر۔

صَادِقِیْن: سچے صَادِق کی جمع بحالت نصبی و جری۔

صَارِمِیْن: توڑنے والے۔ کاٹنے والے۔ صَرْم سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری واحد صَارِم۔

صَاعِقَۃ: کڑک۔ دھماکہ۔ عذاب۔ موت۔

صَاغِرُوْن: ذلیل و خوار لوگ۔ صَغَر سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد صَاغِر۔

صَافّٰت: صف باندھنے والیاں، فرشتے، صَفّ سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد صَافَّۃ۔

صَافِنٰت: گھوڑے جو تین پاؤں پر کھڑے ہونے اور ایک پاؤں کے سم پر ٹیک لگانے

والے ہوں۔ صُفُون سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد صَافِنَة۔

صَافُّونَ :۔ قطار باندھنے والے۔ صَفّ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد صَافّ۔

صَالِی :۔ آگ میں جلنے والا۔ صِلِیّ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

صَالِح :۔ نیک۔ اچھا۔ صَلاح سے اسم فاعل واحد مذکر۔ نیز۔ ایک مشہور پیغمبر علیہ السلام کا نام نامی۔ حافظ بغوی نے آپ کا نسب صالح بن عبید بن اسف بن ماشخ بن عبید بن حاذر بن ثمود بیان کیا ہے اور ثمود کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ ثمود بن عاثر بن ارم بن سام بن نوح اس سے معلوم ہوا کہ آپ حضرت نوح علیہ السلام کی دسویں پشت میں تھے۔

آپ قوم ثمود کی طرف مبعوث ہوئے۔ یہ قوم مقام حجر میں جو حجاز و شام کے درمیان وادی قریٰ تک پھیلا ہوا ہے سکونت پذیر تھی۔ زمین کی سرسبزی و شادابی، مال و دولت کی فراوانی، بلند و بالا قصور و محلات، نظر فریب و دلکش نہریں اور باغات غرض دنیا کا سب کچھ سامان عیش و راحت اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا تھا۔ مگر وہ خدا کے شکر گزار بندے بننے کی بجائے اس کی نافرمانی پر کمربستہ ہوئے۔ انہوں نے حضرت صالح کے پیغام نبوت کو رد کرتے ہوئے کہا "تم چاہتے ہو کہ ہم اپنے ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی پوجا ہمارے بزرگ کرتے چلے آئے ہیں ہم کو تمہارے پیغام کی صداقت میں بڑا شک ہے۔"

جب حضرت صالح اپنی دعوت پر اصرار کئے گئے تو انہوں نے کہا اچھا اگر تم خدا کے بھیجے ہوئے ہو تو اپنے خدا سے کہو کہ وہ اس پہاڑ کی ٹھوس چٹان میں سے ایک حاملہ اونٹنی نکال دے۔ اگر ایسا ہوا تو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے۔" حضرت صالح (علیہ السلام) نے خدا سے دعا کی اور سنت اللہ کے مطابق جو کافروں پر اتمام حجت کے لئے ہمیشہ سے جاری رہی ہے۔ ایک موٹی تازی گیابھن اونٹنی پہاڑ کی چٹان شق ہو کر نمودار ہوئی اور اس نے فوراً بچہ بھی دیدیا۔ یہ بدبخت بجز چند غریب لوگوں کے اب بھی صالح پر ایمان نہ لائے اور اپنی کافرانہ و فاسقانہ زندگی پر قائم رہے۔ حضرت صالح نے فرمایا اگر تم ایمان کی سعادت سے محروم ہی رہنا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی میں تمہیں مجبور تو نہیں کر سکتا مگر اتنا خیال رکھو کہ یہ اونٹنی جو تمہاری فرمائش پر خدا

تعالیٰ نے معجزانہ طور پر پیدا کی ہے اس کے
کھانے پینے میں آڑے نہ آنا اور اسے کسی
قسم کا نقصان نہ پہنچانا۔

یہ اونٹنی ایسی ڈیل ڈول کی تھی کہ جس جنگل
میں چرتی وہاں کے دوسرے مویشی اس
سے ڈر کر بھاگ جاتے اور جس کنوئیں سے
پانی پیتی اس کا پانی خالی کر دیتی پہلے پہل
تو قوم کے سرداروں نے اس بات کو منظور
کر لیا کہ ایک خاص کنوئیں سے ہر دوسرے
روز وہ پانی پیئے گی اور اس روز پانی
کے معاوضہ میں وہ اس کا دودھ دوھ
سکیں گے۔ مگر جلد ہی وہ اس اونٹنی کے
کھانے پینے سے اکتا گئے اور انہوں نے
آپس میں اتفاق کر کے اس کے قتل کا فیصلہ
کر لیا۔

آخر فیصلہ کے مطابق ایک دن ایک بدبخت
شخص قدار بن سالف نے جس کو ایک حسین
و جمیل عورت کا لالچ دیا گیا تھا اس کی کونچیں
کاٹ ڈالیں اور اونٹنی کا کام تمام کر دیا۔
اونٹنی کے مرنے کے بعد اس کا بچہ بھاگتا ہوا
پہاڑی میں غائب ہو گیا۔ حضرت صالح
علیہ السلام کو معلوم ہوا تو انہوں نے مڑ کر
فرمایا۔ "افسوس تم نے بہت برا کیا۔ اب
تین دن کے بعد تم سب ہلاک کر دیئے جاؤ
گے۔"

ان نابکاروں نے آپس میں حضرت صالح
کو بھی قتل کرنے کی سازش کی اور کہنے لگے
اگر صالح سچ کہتا ہے تو اپنے مرنے سے پہلے
اسے بھی کیوں ہم ٹھکانے نہ لگا دیں اور اگر
جھوٹ بولتا ہے تو اسے بھی اونٹنی کے پاس
کیوں نہ پہنچا دیں۔

مگر حضرت صالح کو قتل کرنے کے لئے جو
جماعت آئی اللہ تعالیٰ نے ان پر سنگباری کر کے
ان کو ہلاک کر دیا۔ اور پھر تیسرے روز پوری
قوم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا جس
سے سب ہلاک ہو گئے۔ سورۂ اعراف میں
اس عذاب کو رجفۃ (زلزلہ) کے لفظ سے
تعبیر کیا گیا (فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ) اور
سورۂ ہود میں صیحہ (چیخ) سے (اَخَذَ
الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ) مفسرین نے
لکھا ہے کہ یہ دونوں صورتیں واقع ہوئیں
جبرئیل علیہ السلام اس زور سے چیخے کہ ان کے
دل لرز گئے۔ نیچے سے زلزلہ آیا اور اوپر
سے ہولناک گرج۔ زمخشری نے لکھا ہے
کہ عذاب کی گرج ایسی شدید تھی کہ اس سے
زمین پر زلزلہ آ گیا۔ (تفسیر ماجدی)

اس کے بعد قومِ ثمود کا یہ شاداب آباد علاقہ بالکل برباد ہو گیا۔ حضرت صالح اپنے گنے چنے متبعین کو لے کر شام یا مکہ معظمہ کی طرف تشریف لے گئے اور زندگی کے باقی دن وہیں بسر کئے۔

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ہر نبی اپنی قوم کی بربادی کے بعد مکہ معظمہ ہی میں اقامت گزیں ہوا ہے۔

۹ھ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ سے تبوک تشریف لے گئے تو راہ میں قوم ثمود کی برباد شدہ بستیاں پڑیں۔ آپ نے سر مبارک ڈھانپ لیا۔ سواری کی رفتار تیز کر دی اور صحابہ سے فرمایا کہ جن قوموں پر خدا کا عذاب آیا ہے ان کے پاس سے خدا سے ڈرتے ہوئے گزرو۔ رونا نہ آئے تو روتے ہوؤں کی طرح صورت ہی بنا لو خدا نخواستہ ایسا نہ ہو کہ جس عذاب میں وہ مبتلا ہوئے تھے تم بھی اس میں مبتلا ہو جاؤ۔ قوم ثمود کی برباد شدہ بستیوں کے کھنڈرات آج بھی موجود ہیں اور اہل نظر کو دعوت عبرت و بصیرت دیتے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲۔ ص ۲۲۵-۲۲۹ وغیرہ)

صَالِحَات: نیک عورتیں۔ بھلے کام (یعنی وہ افعال و اعمال جو آنحضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی سنت کے مطابق ہوں)۔ صَلَاح سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد صَالِحَۃ۔

صَالِحُوْن: نیک لوگ۔ صَالِح کی جمع بحالت رفع۔

صَالِحِیْن: دو نیک مرد۔ صَالِح کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔

صَامِتُوْن: چپ رہنے والے۔ صَمْت سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد صَامِت۔

صَبّ: اوپر سے ڈالنا۔ بکھیرنا۔ باب نصر سے مصدر۔

صَبَّ: اس نے ڈالا۔ وہ برسا کرتا۔ صَبّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

صَبَح: صبح سویرے۔ دن کا ابتدائی حصہ۔

صَبَّار: بڑا صبر کرنے والا۔ صَبْر سے مبالغہ کا صیغہ۔

صَبَبْنَا: ہم نے اوپر سے ڈالا۔ برسایا۔ صَبّ سے ماضی جمع متکلم۔

صُبْح: فجر۔ صبح۔ دن کا ابتدائی حصہ۔

صَبَّحَ: وہ صبح کو آ پڑا۔ صبح کے وقت غارت کیا۔ تَصْبِیْح سے ماضی واحد مذکر غائب۔

صَبْرٌ: صبر کے معنی ہیں "سختی اور تکلیف میں رُکے رکھنا: عربی کا محاورہ ہے صَبَرْتُ الدَّابَّۃَ (میں نے جانور کو بغیر چارہ کے رُکے رکھا)۔ اصطلاحِ شریعت میں صبر کہتے ہیں عقل اور شریعت جن امور کا حکم دیتی ہیں ان پر نفس کو جمائے رکھنا اور جن سے منع کرتی ہیں ان سے باز رکھنا۔"

صبر کے مواقعِ استعمال کے لحاظ سے اس کو مختلف ناموں سے تعبیر کیا جا سکتا ہے مصیبت کے موقعہ پر صبر کو "صبر" ہی کہتے ہیں۔ جنگ کے موقع پر صبر کو "شجاعت" کہتے ہیں سخت مصیبت کے وقت صبر کو "رحب الصدر" (کشادہ دلی یا اطمینان قلب) کہتے ہیں بات کو چھپانے کے موقعہ پر صبر کو کتمان (رازداری) کہتے ہیں قرآن کریم نے ان تمام مواقع کے لیے "صبر" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ابوعبیدہ کی رائے کے مطابق جرأت بے جا کے لئے بھی "صبر" کا استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری فَمَآ اَصْبَرَھُمْ عَلَی النَّارِ۔ وہ (کافر) دوزخ پر کیسے صبر کرنے والے ہیں۔"
میں یہی مراد ہے۔ یعنی وہ دخول دوزخ پر کیسی جرأت بیجا کر رہے ہیں۔"

حدیث میں روزہ کو بھی "صبر" کہا گیا ہے کیونکہ وہ بھی گویا "صبر" کی ایک قسم ہے چنانچہ ارشاد ہے صِیَامُ شَھْرِ الصَّبْرِ (صبر کے مہینہ کے روزے)

(مفردات امام راغبؒ)

صَبَرَ:۔ اس نے صبر کیا۔ صَبْرٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

صَبَرْتُمْ:۔ تم نے صبر کیا۔ صَبْرٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

صَبَرْنَا:۔ ہم نے صبر کیا۔ صَبْرٌ سے ماضی جمع متکلم۔

صَبَرُوْا:۔ انہوں نے صبر کیا۔ صَبْرٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

صِبْغٌ:۔ سالن۔ جمع اَصْبَاغٌ

صِبْغَۃٌ:۔ رنگ۔ جمع اَصْبَاغٌ

صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً (ہم نے اللہ تعالیٰ کے رنگ کو قبول کر لیا اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ بہتر ہو سکتا ہے) اس آیت میں صبغۃ اللہ سے "دینِ خداوندی" مراد ہے کیونکہ جس طرح رنگ کپڑے پر چڑھ جاتا ہے اسی طرح دینِ حق بھی دیندار کے رگ و پے میں رچ جاتا ہے۔ نصاریٰ کے ہاں

رواج ہے کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو آٹھویں دن اسے ایک زرد رنگ میں جسے معمودیہ کہتے ہیں غوطہ دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اب یہ پکا نصرانی ہو گیا اسی رسم کو اصطباغ کہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ نصاریٰ کو یہ جواب دیں کہ تم تو مصنوعی رنگ میں رنگے ہوئے ہو اور ہم دین خداوندی کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں جو رنگ فطرت ہے۔

صُبِغُوْا :۔ وہ ڈالے گئے۔ ڈالے گئے۔ صَبَّ سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

صَبِیّ :۔ بچہ۔ جمع صِبْیَان۔

صِحَان :۔ رکابیاں۔ پیالے۔ جمع صَحْفَۃ

صُحُف :۔ اوراق۔ کتابیں۔ صحیفے صَحِیْفَۃ واحد "صحیفہ" ہر چیز کے پھیلے ہوئے حصے کو کہتے ہیں۔ چنانچہ صَحِیْفَۃُ الْوَجْہِ چہرہ کو کہتے ہیں اور صَحِیْفَۃُ الْکِتَاب کتاب کے ورق کو جس میں لکھا جاتا ہے۔ مُصْحَف اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں صحیفے لکھے ہوئے جمع کئے جائیں۔ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (یہاں تک کہ آئے ان کا رسول) تلاوت کرتا ہوا مقدس ورق جن میں مضبوط کتابیں لکھی ہوں (۹۸ : ۲، ۳) میں صُحُف مُطَهَّرَة سے مراد قرآن پاک ہے اور کُتُبٌ قَيِّمَةٌ سے مراد پرانے نبیوں کی کتابیں ہیں جن کے مضامین کو قرآن کریم جامع ہے یا قرآن کریم کی مختلف سورتیں ہیں جو اپنی اپنی جگہ مستقل کتاب ہیں یا قرآن کریم کے محکم اور ناقابلِ تردید مضامین ہیں۔

صَخْر :۔ سخت پتھر۔ جمع صُخُور۔

صَخْرَة :۔ سخت پتھر۔ جمع صَخَرَات

صَدّ :۔ روکنا۔ باز رکھنا۔ (بصلہ عن) باب نَصَرَ سے مصدر۔

صَدَّ :۔ اس نے روکا۔ صَدّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

صُدَّ :۔ وہ روکا گیا۔ صَدّ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

صَدَدْتُمْ :۔ تم نے روکا۔ صَدّ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

صَدَدْنَا :۔ ہم نے روکا۔ صَدّ سے ماضی جمع متکلم۔

صَدْر :۔ سینہ۔ جمع صُدُور

صَدْع :۔ نباتات۔ روئیدگی۔ دراڑ۔ پھاڑنا ظاہر کرنا۔ باب فَتَحَ سے مصدر پہلے دو معنی میں اس کا استعمال مجازاً ہے۔

صَدَف :۔ اس نے پہلو تہی کی۔ کترایا۔ (بصلۂ عن، صُدُوف سے ماضی واحد مذکر غائب۔

صَدَفَین :۔ دو پھانکیں (پہاڑ کی) صَدَف کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔ صَدَف دیوار وغیرہ ہر بلند چیز کو کہتے ہیں (قاموس) سورۂ کہف میں پہاڑ کی دو پھانکیں مراد ہیں۔ نیز صَدَف کنارہ کو بھی کہتے ہیں تو اس جگہ دو پہاڑوں کے دو کنارے مراد ہونگے۔

صِدْق :۔ سچائی۔ سچ۔ سچا۔ معزز۔ "صدق" اور "کذب" کا اصل استعمال تو قول (بات) میں ہوتا ہے اور قول کی قسموں میں سے بھی "خبر" میں بلاواسطہ اور امر استفہام دعا وغیرہ میں بالواسطہ مثلاً کوئی شخص کہتا ہے کہ وَاسِنِي (تو میری غمخواری کر) تو اس کے اس قول کو بھی صدق یا کذب سے موسوم کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اَنَا مُحتَاجٌ اِلٰی مُوَاسَاتِكَ (میں تیری غمخواری کا محتاج ہوں)۔ "صدق" کہتے ہیں قول کا اس کے ضمیر اور واقعہ دونوں کے مطابق ہونے کو یعنی جو بات کہنے والے کے عقیدہ کے مطابق بھی ہو اور واقعہ کے مطابق بھی اسی کو سچ کہیں گے۔ اگر وہ نہ کہنے والے کے عقیدہ کے مطابق ہو یا صرف واقعہ کے مطابق ہو تو یا تو اس پر صدق (سچ) کا اطلاق ہی نہ ہوگا یا ایک حیثیت سے اسے صدق کہا جائے گا اور دوسری حیثیت سے "کذب"۔ مثلاً کوئی کافر جب کہتا ہے:۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو اس کے اس قول کو اس حیثیت سے صدق کہیں گے کہ یہ واقعہ کے مطابق ہے لیکن اس لحاظ سے کذب کا اطلاق کیا جائے گا کہ یہ کہنے والے کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی اس آیت میں اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۔ (اے پیغمبر جب تمہارے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ تم اللہ کے رسول ہو اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹ بولتے ہیں) میں منافقین کو اس دوسری حیثیت سے کاذب کہا گیا ہے۔ قول کے علاوہ صدق و کذب کا اطلاق کبھی عقیدہ اور خیال پر بھی ہوتا ہے جیسے صَدَقَ ظَنِّی (میرا گمان صحیح ہوا)، کبھی

اعضاء کے افعال پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ جبکہ ان افعال کو اس طرح انجام دیا جائے کہ ان کا حق ادا ہو جائے اور ان میں کوئی کسر باقی نہ رہے۔ چنانچہ صَدَقَ فِی الْقِتَالِ کے معنی یہ ہیں کہ لڑنے والے نے لڑنے کا حق ادا کر دیا۔ اور رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے ان کاموں کو جن کا انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کر کے دکھا دیا اور ان کا حق ادا کر دیا۔ اسی طرح لِيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ یہ معلوم کرے گا کہ جنہوں نے زبان سے کلمہ حق کا اقرار کیا انہوں نے اپنے عمل سے بھی اس کا ثبوت دیا یا نہیں؟ کبھی ہر اس شے پر جو ظاہراً و باطناً افضل و اشرف رکھتا ہو صدق کا اطلاق کیا جاتا ہے چنانچہ "مَقْعَدِ صِدْقٍ" اور قَدَمَ صِدْقٍ سے مراد معزز مجلس اور معزز مرتبہ ہے۔ (مفردات راغب اصفہانی)

صَدَقَ: اس نے سچ کہا۔ سچ کر دکھایا۔ صِدْقٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

صَدَّقَ: اس نے سچ جانا۔ تصدیق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

صَدُقَات: مہر عورتوں کے۔ واحد صَدُقَة

صَدَقَات: خیرات۔ زکوٰۃ۔ واحد صَدَقَة

صَدَقَة: خیرات۔ اللہ کی راہ میں بغرض ثواب مال خرچ کرنا۔ اس مفہوم کے اعتبار سے یہ صدقہ واجبہ و غیر واجبہ دونوں کو شامل ہے، چنانچہ قرآن کریم میں زکوٰۃ اور نفل خیرات دونوں کے لئے اس لفظ کو استعمال فرمایا ہے لیکن جب زکوٰۃ کے مقابلہ میں اس کا استعمال ہوتا ہے تو اس سے نفل خیرات ہی مراد ہوتی ہے۔ اور یہ ماخوذ ہے "صدق" بمعنے راستی سے چونکہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے والا اپنے عمل سے سچا بندہ ہونا ثابت کر دیتا ہے اس لئے اس کا یہ عمل صدقہ کہلاتا ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ جب تک کوئی شخص خداوند تعالیٰ کی ذات و صفات اس کی الوہیت اور اپنی عبدیت و بندگی کا معتقد نہ ہوگا وہ اپنا مال اللہ کی راہ میں مخلصانہ خرچ کر ہی نہیں سکتا۔ پس جب ہم ایک شخص کو دیکھتے ہیں کہ وہ مومن ہونے کا مدعی ہے اور اپنے معبود کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جانی و مالی قربانیاں کرنے سے دریغ نہیں رکھتا۔ تو اس کا

پہ عمل ثابت کر دیتا ہے کہ وہ واقعی مومن ہے۔ اسی لئے احادیث میں بخل کو منافقین کا شیوہ اور صدقہ وانفاق کو مومن کی لازمی صفت بتلایا گیا ہے (ش ا)

صَدَقَتْ:۔ اس نے سچ کہا۔ صِدْق سے ماضی واحد مونث غائب۔

صَدَقْتَ:۔ تو نے سچ کہا۔ صِدْق سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

صَدَّقْتَ:۔ تو نے تصدیق کی۔ تَصْدِیْق سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

صَدَّقْنَا:۔ ہم نے تصدیق کی۔ تَصْدِیْق سے ماضی جمع متکلم۔

صَدَقْنَا:۔ ہم نے سچ کہا۔ صِدْق سے ماضی جمع متکلم۔

صَدَقُوْا:۔ انہوں نے سچ کہا۔ صِدْق سے ماضی جمع مذکر غائب۔

صَدُّوْا:۔ انہوں نے روکا۔ صَدّ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

صُدُّوْا:۔ وہ روکے گئے۔ صَدّ سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

صُدُوْد:۔ منہ پھیرنا۔ اعراض کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

صَدِیْد:۔ پیپ۔

صَدِیْق:۔ سچا دوست۔ جمع اَصْدِقَاء

صِدِّیْق:۔ بڑا سچا۔ سراپا صدق۔

صدّیق مبالغہ کا صیغہ ہے۔ امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ صدیق وہ ہے کہ راہِ صدق سے اس کا قدم کبھی نہ ڈگمگائے (ملاحظہ ہو لفظ صِدق) بلکہ صدق و حقانیت اس کی فطرت اور عادت بن جائے۔ سچائی اس کے دل میں جاگزیں ہو کلمہ حق اس کی زبان پہ جاری ہو اور اس کا ہر عمل اس کی صداقت کی شہادت دے۔

شیخ اسمٰعیل بروسوی صاحب روح البیان آیہ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ (جنہوں نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ کی نعمت تمام ہوئی یعنی نبیوں، صدیقوں شہیدوں اور صالحوں کے ساتھ) کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ آیۃ میں تنبیہ ہے کہ بندہ کو چاہیئے کہ وہ صلاح کے مراتب میں ترقی کرتا رہے حتیٰ کہ مرتبہ شہادت اور

پھر مرتبہ صدیقیت پر فائز ہو۔ اور مرتبہ صدیقیت وہ مرتبہ ہے کہ اس کے اور نبوت کے درمیان کوئی اور واسطہ نہیں ہے۔ رسول اکرم صلعم نے فرمایا ہے کہ بندہ صدق اختیار کرتا ہے اور اس راہ میں قدم بڑھاتا رہتا ہے حتی کہ اللہ کے ہاں اس کا نام صدیق کی حیثیت سے لکھا جاتا ہے۔ صدق کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ ظاہر و باطن یکساں ہو۔ اور صادق وہ ہے جو اپنے قول میں سچا ہو اور صدیق وہ جس کے اقوال افعال اور احوال سب صدق کے معیار پر پورے اتریں۔ (روح البیان ج ۲ ص ۲۳۵)

افضل الصدیقین حضرت صدیق اکبر تھے جیسے ہی صدق کی نمود دیکھی بے ساختہ اسے قبول کر لیا اور ہر وقت اور ہر حالت میں اس پر قائم رہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ اسی لئے فرمایا رسول اکرم صلعم نے کہ ابوبکر کی فضیلت روزہ اور نماز کی زیادتی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خاص صفت کی وجہ سے ہے جس کا تعلق ان کے قلب سے ہے۔

صِدِّیْقَۃ:۔ بہت سچی عورت۔ صِدْق سے مبالغہ واحد مؤنث۔

صِدِّیْقُوْن:۔ سچے مومن۔ ایمان والے۔ بڑے سچے۔ صِدْق سے مبالغہ۔ جمع مذکر۔

صُرَّ:۔ تو بلا لے۔ آواز دے۔ بلا۔ صَوْر سے امر واحد مذکر حاضر۔

صِرّ:۔ ٹھر۔ سردی۔

صِرَاط:۔ راہ۔ راستہ۔ جمع صُرُط۔

صَرَّۃ:۔ فریاد۔ شور۔

صَرْح:۔ محل۔ بلند مکان۔ جمع صُرُوْح۔

صَرْصَر:۔ آندھی۔ ٹھنڈی ہوا۔ سخت ہوا۔

صَرْعٰی:۔ پچھڑے ہوئے لوگ۔ واحد صَرِیع

صَرْف:۔ پھیرنا۔ دور کرنا۔ (بصلہ عن) باب ضَرَبَ سے مصدر۔

صَرَفَ:۔ اس نے پھیرا۔ صَرْف سے ماضی واحد مذکر غائب۔

صُرِفَتْ:۔ وہ پھیری گئی۔ صَرْف سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

صَرَفْنَا:۔ ہم نے پھیرا۔ متوجہ کیا (بصلہ الیٰ) صَرْف سے ماضی جمع متکلم۔

صَرَّفْنَا:۔ ہم نے طرح طرح سے بیان کیا۔ تَصْرِیْف سے ماضی جمع متکلم۔

صَرِیْخ:۔ فریاد رس۔ مددگار۔ صُرَاخ سے

صفت مشبہ واحد مذکر۔
صَدِیمٌ:۔ تاریک رات۔ کاٹی ہوئی کھیتی صَرْمٌ سے فعیل بمعنے مفعول (بمعنے ثانی)
صَعَدًا:۔ سخت۔ گھاٹی۔ امر شدید۔
صَعِقَ:۔ وہ بیہوش ہوا۔ صَعَق سے ماضی واحد مذکر غائب۔
صَعِقٌ:۔ بے ہوش آدمی۔ صَعَق سے صفت مشبہ واحد مذکر۔
صَعُودٌ:۔ بلندی۔ دشوار گذار گھاٹی۔
صَعِیدٌ:۔ روئے زمین۔ سطح زمین۔
صَغَارٌ:۔ خرابی۔ ذلت۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔
صَغَتْ:۔ وہ جھک پڑی۔ کج ہوئی۔ صَغْوٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔
صَغِیرٌ:۔ چھوٹا۔ صِغَر سے صفت مشبہ واحد مذکر۔ جمع صِغَار۔
صَغِیرَۃٌ:۔ چھوٹی۔ صِغَر سے صفت مشبہ واحد مؤنث جمع صَغَائِر۔
صَفَا:۔ صفا اور مروہ "دو پہاڑیوں کے نام ہیں مکہ معظمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بحکم خدا اپنے ننھے بچے اسمٰعیل اور ان کی ماں حضرت ہاجرہ کو مکہ کی لق ودق وادی میں، تن تنہا چھوڑ گئے۔ اور ان کا پانی کا مشکیزہ اور کھجوروں کی تھیلی خالی ہو گئی اور معصوم اسمٰعیل پیاس سے ایڑیاں رگڑنے لگا تو حضرت ہاجرہ نے مایوسی اور پریشانی کے عالم میں پانی کی تلاش میں ان پہاڑیوں کے سات چکر لگائے۔ یہ ادا ان کی اللہ تعالیٰ کو ایسی پسند آئی کہ ملت حنیفیہ کے لئے اسے ارکان حج میں سے قرار دیا گیا۔ مشرکین مکہ بھی حج کرتے تو ان دو پہاڑیوں کے درمیان چکر لگاتے مگر انہوں نے یہاں بھی ہر پہاڑی پر ایک بت رکھ دیا تھا۔ مسلمانوں کو خیال گذرا کہ جب بت پرستی قطعاً ممنوع ہے تو ان پہاڑیوں کے درمیان سعی بھی نہ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ یہ بتوں کی تعظیم کے لئے تھی۔ اس پر آیۃ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ نازل ہوئی اور ان کو بتایا گیا کہ "صفا" اور "مروہ" اللہ تعالیٰ کی عظمت و محبت کی نشانیاں ہیں۔ اور ان کے درمیان چکر لگانے عشق خدا کے جذبۂ بے اختیار کی یادگار ہے۔
صَفْحٌ:۔ کنارہ پکڑنا۔ اعراض کرنا۔ معاف کرنا۔ باب فَتَحَ سے مصدر (آخری

دو معنے میں عنؔ کے صلہ کے ساتھ۔

صُفْرٌ:۔ زرد۔ واحد اَصْفَرُ

صَفْرَاءُ:۔ زرد۔ صُفْرَۃ سے صفت مشبہ۔ واحد مؤنث۔

صَفْصَف:۔ چٹیل میدان۔ جمع صَفَاصِف

صَفْوَان:۔ ہموار، چکنے اور صاف پتھر۔ واحد صَفْوَانَۃ۔

صَکَّت:۔ اس نے پیٹ لیا، طمانچہ مارا۔ صَکٌّ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

صَلِّ:۔ تو نماز پڑھ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ (دیکھو صلوٰۃ)

صَلّٰی:۔ اس نے نماز پڑھی۔ صَلٰوۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

صَلٰوۃ:۔ نماز۔ دعا۔ استغفار۔ بزرگی بیان کرنا۔ پاکی بیان کرنا۔ پاک کرنا۔ عبادت گاہ۔ امام راغبؒ لکھتے ہیں صلوٰۃ کے معنی دعا، تبریک اور تمجید کے ہیں۔ نماز کو صلوٰۃ اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ ان امور کو شامل ہوتی ہے۔ گویا وہ از قسم تسمیۃ الشیٔ باسم بعضہٖ (کسی چیز کو اس نام سے پکارنا جو اس کے حصہ کا ہے) ہے۔

بعض اہل لغت کہتے ہیں کہ صلوٰۃ کی اصل صِلاء بمعنی آگ ہے اسی سے فعل بنا صَلَّی الرَّجُلُ (آدمی نے آگ کو اپنے نفس سے دور کیا) جیسے کہ مَرَّضَ کے معنی ہیں مرض کو دور کیا۔ چونکہ صلوٰۃ آتش جہنم سے بچاتی ہے اس لئے اسے صلوٰۃ کہا گیا۔ صلوٰۃ کی نسبت جب فرشتوں کی طرف ہو تو اس سے مراد دعا و استغفار ہی ہوتی ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو (اور مفعول عام بندے ہوں)، تو اس سے مراد گناہوں سے پاک کرنا ہوتا ہے۔

"صلوٰۃ" ان عبادتوں میں سے ہے جس کا حکم تمام شریعتوں میں دیا جاتا ہے، البتہ اس کی ظاہری صورت مختلف رہی ہے

علامہ انور شاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں:۔

ہر وہ عبادت جس میں مخلوق کی طرف سے خالق کی عظمت اور اپنی بیچارگی و خشیت کا اظہار ہوا اسے "صلوٰۃ" کہیں گے اس معنی کے لحاظ سے "صلوٰۃ" تمام مخلوق کا وظیفہ بندگی قرار پائے گا۔ اگرچہ اس کی صورتیں مختلف ہوں۔ ہر چیز کی صلوٰۃ اس کے مناسب حال ہوگی۔ اسی طرف اشارہ ہے اس آیت میں کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ سجدہ تمام مخلوق میں مشترک

ہے لیکن ہر چیز کے سجدہ کرنے کا انداز اپنی حالت کے مطابق ہے سایہ کا زمین پر پڑنا اور گھٹنا بڑھنا ہی اس کا سجدہ ہے وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اس امر میں علماء کا اختلاف ہے کہ پچھلی امتوں کی نمازوں میں رکوع تھا یا نہیں۔ بعض نے مسند ابی یعلیٰ کی ایک روایت کی بناء پر انکار کیا ہے اور بعض نے وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ سے استدلال کرتے ہوئے اس کا اثبات کیا ہے۔ میں نے ایک عیسائی کی کتاب میں دیکھا کہ ان کے ہاں منفرد کی نماز بصورت سجدہ اور جماعت کی بصورت رکوع ہے اور یہودیوں کی نماز کھڑے ہو کر ہے۔ اور بعض حالتوں میں سجدہ میں پڑ کر۔ تاہم صف بندی کا التزام اس امت کے خصائص میں سے ہے۔

(فیض الباری ج ۲ ص ۲)

نماز دین کا اصل اصول اور اس کی بنیاد ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ الصلوٰۃ عماد الدین من اقامہا اقام الدین و من ھدمہا ھدم الدین (نماز دین کا ستون ہے۔ جس نے اسے قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا۔ اور جس نے اسے گرا دیا۔ اس نے دین کو گرا دیا) بات یہ ہے کہ دین کا مفہوم اور مقصود اللہ تبارک وتعالیٰ کی کامل اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ اور نماز کا ہر قول وعمل اس کی طرف رہنمائی کرتا ہے مثلاً جب تم دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہتے ہو تو تم زبان سے اس کا اقرار اور دل میں اس کا شعور پیدا کرتے ہو کہ عظمت و کبریائی اللہ ہی کے لئے ہے اس کا حکم سب کے حکموں سے بالا اور اس کی اطاعت ہر طاقت کی اطاعت سے مقدم ہے۔ جب تم سورۃ تحریر پڑھتے ہو تو تمام محامد کا منبع اسی کی ذات والا صفات کو قرار دیتے ہو۔ سب جہانوں کا پالنہار۔ رحم و کرم کا دریائے ناپیدا کنار روز جزا کا مالک و مختار اسی کو تسلیم کرتے ہو۔ پھر عہد کرتے ہو کہ تمہاری عبادت و استعانت اسی کے لئے مخصوص ہے تمہارا سر اسی کی چوکھٹ پر جھک سکتا ہے اور تمہارا ہاتھ اسی کے آگے پھیل سکتا ہے۔ پھر ہزار عجز و انکسار کے ساتھ تم اس سے التجا کرتے ہو کہ وہ تمہیں دین کی

وہ سیدھی اور صاف راہ دکھائے جس پر چل کر تم سے پہلے اس کے نیک بندے مستحق انعام و اکرام و اجر و ثواب ہوئے اور باطل کے اس ٹیڑھے راستہ سے بچائے جس پر پڑ کر تم سے پہلے اس کے نافرمان بندے مستوجب عتاب و عذاب ہوئے۔ وغیر ذالک۔

کیا جو شخص دن میں پانچ مرتبہ اس عبادت کو اس کی اصل حقیقت پر نظر رکھتے ہوئے ادا کرے وہ خداوند قدوس کے نافرمانی کر سکتا ہے۔ ہمت سے غداری کر سکتا ہے اس کے بندوں کے حقوق تلف کر سکتا ہے زناکاری، شراب خواری، قماربازی جیسے فواحش اور ظلم، بددیانتی، سرقہ، ذخیرہ اندوزی، بلیک مارکیٹنگ، اور رشوت خواری جیسے منکرات اس سے سرزد ہو سکتے ہیں۔؟

یہی وہ عبادت ہے جسے عمادُ الدین کہا گیا ہے کہ دین کی عمارت اسی کے سہارے قائم ہے۔ یہی وہ نماز ہے جس کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ (نماز شرمناک و معیوب باتوں سے روکتی ہے) اور یہی وہ نماز ہے جس کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ نماز اس صاف و شفاف چشمہ کی طرح ہے جو کسی کے گھر کے سامنے بہہ رہا ہو۔ کیا جو شخص اس چشمہ میں دن میں پانچ مرتبہ نہائے اس کے بدن پر کسی قسم کا میل رہ سکتا ہے؟" افسوس آج ہمارا دین محض رسوم و ظواہر کا مجموعہ بن کر رہ گیا ہے اور ان رسوم پر عمل کرنے والے بھی بہت تھوڑے ہیں

بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

صُلْب:۔ پیٹھ۔ مرد کی پیٹھ کی ہڈی۔ جمع اَصْلَاب

(مَا) صَلَبُوْا:۔ انہوں نے سولی نہیں دی۔ صَلْب سے ماضی منفی جمع مذکر غائب۔ صلب کے معنی سولی دینا ہیں چونکہ سولی دیتے ہیں صُلْب (پیٹھ) کو کسی تختہ پر باندھ دیا جاتا ہے۔ اس لئے اسے صَلْب کہا گیا۔

صُلْح:۔ موافقت۔ میل ملاپ۔

صَلُحَ:۔ وہ نیک ہوا۔ صَلَاح سے ماضی واحد مذکر غائب۔

صَلْد:۔ سخت و صاف پتھر۔

صَلْصَال:۔ کھنکھناتی ہوئی مٹی۔

صَلُّوْا:۔ تم درود بھیجو۔ صلوٰۃ (بصلہ علی) سے امر جمع مذکر حاضر (دیکھو صلوٰۃ)

صَلُّوْہُ: تم آگ میں ڈالو۔ تَصْلِیَۃٌ سے امر
جمع مذکر حاضر۔

صَلَوَات: نمازیں، رحمتیں، یہود کی عبادت
گاہیں۔ واحد صلوٰۃ آخری معنی میں مجازاً
استعمال ہے۔ کیونکہ وہ مقامات مواضع صلوٰۃ
تھے اس لئے ان کو بھی صَلَوَات کے لفظ سے
تعبیر کیا گیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ صلوتا
عبرانی میں عبادت خانہ کو کہتے ہیں۔ اسی
معرب ہو کر آخری معنی میں استعمال ہُوا۔

(بیضاوی)

صِلِیّ: آگ میں داخل ہونا۔ باب سَمِعَ سے
مصدر۔

صُمٌّ: بہرے۔ واحد اَصَمّ

صُنْع: کاری گری۔ باب فَتَحَ سے مصدر۔

صَنَعُوْا: انہوں نے بنایا۔ صُنْع سے ماضی
جمع مذکر غائب۔

صِنْوَان: ایک درخت کی جڑ سے نکلی ہوئی
دو شاخیں۔ تثنیہ۔ واحد صِنْوٌ۔

صَوَاب: درست۔ ٹھیک بات۔

کسی شے پر صواب کا اطلاق دو صورتوں
سے ہوتا ہے، ایک یہ کہ وہ شے فی نفسہٖ
محمود اور پسندیدہ ہو جیسے اَلْکَرَمُ صَوَابٌ
(کرم صواب ہے)، دوسرے یہ کہ ارادہ کرنے
والے کے ارادہ کے مطابق ہو خواہ فی نفسہٖ محمود
ہو یا غیر محمود۔ چنانچہ کہا جاتا ہے فُلَانٌ
اَصَابَ کَذَا (فلاں شخص اس بات میں صواب
کو پہنچا۔) یعنی اپنی مراد کو پا لیا۔

(مفردات)

صُوَاع: ایک پیمانہ جس سے پانی وغیرہ
پینے اور ناپنے کا کام لیا جاتا ہے۔

صَوَاعِق: کڑاکیں۔ بجلیاں۔ واحد صَاعِقَۃ
امام راغب کہتے ہیں صَاعِقَہ اس سخت
آواز کو کہتے ہیں جو فضا میں پیدا ہو پھر
مجازاً اس کا استعمال کبھی بجلی اور آگ کے
لئے ہوتا ہے کبھی عذاب کے لئے اور کبھی
موت کے لئے جو اس کی تاثیرات ہیں۔

صَوَافّ: قطار باندھنے والیاں۔ واحد
صَافَّۃ۔

صَوَامِع: راہبوں کے عبادت خانے۔
واحد صَوْمَعَۃ۔

صَوْت: آواز۔ جمع اَصْوَات

صُوْر: حافظ ابن کثیر نے حضرت عبداللہ بن
عمر سے روایت نقل کی ہے کہ ایک اعرابی
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا
کہ صور کیا چیز ہے۔ حضورؐ نے جواب دیا۔
قَرْنٌ یُّنْفَخُ فِیْہِ ایک نرسنگھا ہے۔

جس میں (قیامت برپا کرنے کے لئے) پھونک ماری جائیگی۔
حضرت شاہ عبدالقادر صاحب لکھتے ہیں "ایک بار نفخ صور ہے عالم کے فنا کا، دوسرا ہے زندہ ہونے کا، تیسرا بعد حشر کے ہے بیہوشی کا، چوتھا خبردار ہونے کا۔ اس کے بعد اللہ کے ہاں سب کی پیشی ہوگی۔"
مگر علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ نے لکھا ہے کہ اکثر علماء محققین کے نزدیک دو نفخے ہوں گے پہلی مرتبہ زندہ مرجائیں گے اور مردوں کی روحوں پر بیہوشی کی کیفیت طاری ہو جائے گی اور دوسری مرتبہ مردوں کی روحیں بدن کی طرف واپس آجائیں گی۔
(واللہ اعلم)

صُوَر :۔ صورتیں۔ شکلیں۔ واحد صُوْرَۃ

صُوْرَۃ :۔ شکل۔ صورت۔ چہرہ۔

صَوَّرَ :۔ اس نے صورت بنائی۔ پیدا کیا۔ تَصْوِیْرٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

صَوَّرْنَا :۔ ہم نے شکل بنائی۔ تَصْوِیْرٌ سے ماضی جمع متکلم۔

صَوْم :۔ روزہ۔
صوم کے معنی لغت میں رکنے کے ہیں خواہ کھانے پینے سے ہو، کلام سے ہو یا کسی اور کام سے۔ اصطلاح شرعی میں خالص اللہ کے واسطے کھانے پینے جماع اور دیگر ممنوعات شرعیہ سے، فجر سے غروب آفتاب تک رکنے کو صَوْم کہتے ہیں۔"
روزہ رمضان ۲ھ میں فرض ہوا۔ فرمایا گیا یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (اے ایمان والو، روزہ تم پر فرض کیا گیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔)
اس آیت سے چند امور واضح ہوتے ہیں۔
(۱) روزہ دین کے ان بنیادی احکام میں سے ہے جو تمام امتوں میں مشترک رہے ہیں۔ اگرچہ ہر زمانہ کی مخصوص ضرورتوں کے پیش نظر اس کے آداب و شرائط میں فرق رہا ہو۔ مثلاً حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ پچھلی امتوں میں روزوں کے دنوں میں نماز عشاء کے بعد جب کوئی سو جاتا تھا تو پھر اسے کھانے پینے وغیرہ کی اجازت نہ رہتی تھی۔ یا حضرت معاذ وغیرہ سے مروی ہے کہ پچھلی امتوں میں روزہ ہر مہینہ میں تین دن کا ہوتا تھا۔ یا قرآن کریم میں حضرت مریم کے قصہ میں ان

کا قول نقل کیا گیا ہے۔
اِنِّی نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُکَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا (میں نے رحمٰن کے نام پر روزہ کی نیت کر رکھی ہے لہٰذا آج کسی سے نہ بولوں گی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں روزہ کی شرائط میں سے ایک شرط خاموشی بھی تھی۔

(۲) روزہ کوئی سزا نہیں ہے جس کا مقصد جسم کو تکلیف پہنچا کر معبود کی ناراضی کو دور کرنا ہو۔ جیسا کہ بُت پرست اقوام میں رواج تھا کہ جب وہ سمجھتے تھے کہ کسی بدعملی کی وجہ سے ان کے دیوتا ان سے ناراض ہو گئے ہیں تو وہ اس کے غیظ و غضب کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے روزہ رکھتے تھے بلکہ یہ ایک جسمانی و روحانی ریاضت ہے جس میں بہت سے منافع متصوّر ہیں۔ اپنے بے حد فوائد کی وجہ سے ہر اُمت میں یہ عبادت کے طور پر جاری رہا ہے۔

(۳) روزہ کا مخصوص اور اہم فائدہ یہ ہے کہ روزہ تقوے کی روح پھونکتا ہے۔ جب خدا کا ایک بندہ محض اپنے آقا و مولیٰ کی تعمیل حکم اور حصول رضا کے لئے ایک مہینہ تک مسلسل اپنی طبعی اور جائز خواہشوں کو ترک کے رکھتا ہے تو اس کے نفس میں یہ طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ سال کے باقی دنوں میں بھی ناجائز اور حرام خواہشوں سے پرہیز کرے اور اپنے آقا کے ان تمام احکام کی تعمیل کرے جو اس نے اپنے کرم سے اپنے بندوں کے فائدہ کیلئے اس پر لازم کئے ہیں اور اگر اس راہ میں اسے تکلیفیں اور مصیبتیں پیش آئیں تو صبر و شکر کے ساتھ انکو برداشت کرے اسی لئے ایک حدیث میں رسول کریم صلعم نے ارشاد فرمایا ہے اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ (روزہ ڈھال ہے) اور دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ اَلصِّیَامُ نِصْفُ الصَّبْرِ (روزے نصف صبر ہیں) اور جو روزہ ان مقاصد کا وسیلہ نہ بنے اس کو مردود قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔
مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَہٗ وَشَرَابَہٗ (جو شخص قول باطل اور اس پر عمل کو نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اپنے کھانے اور پینے کو چھوڑے (بخاری عن ابی ہریرۃ رض)

مجبور کیجئے روزہ ایک ایسا عمل ہے۔ جس کا نگراں صرف خداوند قدوس ہے کوئی روزہ دار کے پیچھے پیچھے لگا نہیں ہوتا اگر وہ چاہے تو تنہا مقام میں جہاں کوئی انسان اُسے نہ دیکھتا ہو سب کچھ کرسکتا ہے مگر روزہ دار محسوس کرتا ہے کہ تہ خانہ کی اندھیری میں بھی عالم الغیب و الشہادہ اس کے احوال سے بے خبر نہیں۔ یہ احساس اسے سات تالوں میں بھی ممنوعات کا ارتکاب نہیں کرنے دیتا اس طرح روزہ گناہوں سے بچنے کی جو قوت پیدا کرتا ہے اس کی حدود عمل ظاہر و باطن کو حاوی ہوتی ہیں۔

سی طرح روزہ ایک ایسا عمل ہے جس کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں ہو سکتا۔ نماز پڑھنے والے کو رکوع و سجود کرتے دیکھ کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ نماز ادا کر رہا ہے حج کرنے والے کو سعی و طواف میں مشغول دیکھ کر ہر شخص جان سکتا ہے کہ یہ حج کر رہا ہے لیکن اگر روزہ دار خود ہی ظاہر نہ کرے تو کسی کو اس کے اس عمل کا علم نہیں ہو سکتا اس لئے ایک حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ (روزہ خالص میرے ہی لئے ہے اور میں مخصوص طور پر اس کا بدلہ دوں گا) (یا میں ہی اس کا بدلہ ہوں)، تو روزہ یعنی پرہیزگارانہ زندگی کا ڈھانچہ تیار کرتا ہے جس کے رگ و ریشہ میں خلوص کی روح جاری و ساری ہے۔ آیہ مذکورہ بالا میں لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ فرما کر جو تقویٰ کو روزہ کی غرض و غایت قرار دیا گیا ہے تو وہاں یہی تقویٰ مراد ہے جو ان تمام پہلوؤں کو حاوی ہو۔

اس کے علاوہ روزہ اور متعدد معاشرتی معاشی، سیاسی اور طبی فوائد کو مشتمل ہے جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

صِهْر:۔ دامادی کا رشتہ۔ داماد۔ جمع اَصْهَار۔

صَيَاصِيْ:۔ قلعے۔ پناہ گاہیں۔ جمع صِيْصِيَة

صِيَام:۔ روزہ رکھنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

صَيِّب:۔ مینہ کی جھڑی۔ گاڑھی بدلی۔

صَيْحَة:۔ چنگھاڑ۔ چیخ۔ باب ضَرَبَ سے مصدر برائے مَرَّہ۔

صَيْد:۔ شکار۔ شکار کرنا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

صَيْف:۔ موسم گرما۔ جمع اَصْيَاف۔

ض

ضَائِق :۔ تنگ ہونے والا۔ ضِیق سے اسم فاعل واحد مذکر۔

ضَاحِك :۔ ہنسنے والا۔ ضِحْك سے اسم فاعل واحد مذکر۔

ضَاحِكَة :۔ ہنسنے والی۔ ضِحْك سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

ضَآر :۔ نقصان دینے والا۔ ضرر پہنچانے والا۔ ضَرّ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

ضَآرِیْن :۔ نقصان پہنچانے والے۔ ضَآر کی جمع بحالتِ جری۔

ضَاقَ :۔ وہ تنگ ہوا۔ ضِیْق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

ضَاقَتْ :۔ وہ تنگ ہوئی۔ ضِیْق سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

ضَالّ :۔ گمراہ۔ سرگشتہ۔ حیران۔ ضَلَال ہدایت کی ضد ہے۔ اس کے معنی ہیں۔ سیدھے راستہ (صراطِ مستقیم) سے ہٹ جانا اور پھر جانا۔ یہ ہٹ جانا خواہ تھوڑا ہو یا بہت۔ جان بوجھ کر ہو یا نادانستہ اس پر ضَلَال کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ طریق مستقیم پر قائم رہنا کوئی آسان بات نہیں۔ بلکہ بہت مشکل ہے بعض علماء نے لکھا ہے طریق مستقیم کی مثال "نشانہ" کی ہے اگر تیر ذرا اس سے ادھر اُدھر ہٹ جائے تو نشانہ بہرحال خطا ہو جائے گا۔ خواہ وہ بال برابر ہٹا ہو۔ اسی طرح طریق مستقیم سے ذرا بھی ہٹ جانا ضَلَال کہلا سکتا ہے۔

اسی لئے نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے۔ اِسْتَقِیْمُوْا وَلَنْ تُحْصُوْا۔ طریق مستقیم کو اختیار کرو۔ اگرچہ تم اس میں پورے طور پر کامیاب نہ ہو سکو گے۔

بعض صالحین سے مروی ہے کہ انہوں نے حضورؐ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ حضورؐ! آپ نے فرمایا ہے مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا۔ تو اس کی کس آیت نے بوڑھا کیا؟ آپ نے ارشاد فرمایا فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ۔ استقامت اختیار کرو ایسی جیسی تم سے مطلوب ہے۔ نیز ضَلَال کے معنی میں جو عمومیت ہے اس کے پیشِ نظر معمولی سی خطا اور لغزش پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے خواہ وہ نادانستہ ہوا ہی ہو۔ اسی لئے بعض جگہ انبیاء کرام کے لئے بھی جو گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اس لفظ کا استعمال

ہوا ہے۔ اگرچہ وہاں نسبتہً اسکی حیثیت صحرا کے مقابلہ میں ذرہ کی بھی نہیں ہوتی (مفردات امام راغب اصفہانی ملخصاً)

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق جو ارشاد فرمایا گیا ہے وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (اور اللہ نے آپ کو ضال پایا تو رہنمائی کی) تو یہاں وہ حیرانی و سرگشتگی مراد ہے جو نزول وحی سے پہلے آپکو لاحق تھی کہ کس طرح آپ مخلوق خدا کو کفر و عصیاں کی اندھیریوں سے نکال کر ایمان و عمل صالح کی روشن شاہراہ پر ڈالیں؛ آخر کار ہدایت ربانی نے آپ کی دستگیری کی وحی الٰہی اپنی پوری تابانی کے ساتھ آپ پر نازل ہوئی اور دعوت و تبلیغ امت کا مکمل لائحہ عمل آپ کو کرامت فرمایا گیا۔ علامہ عبدہ مفسرؒ نے "رسالۃ التوحید" میں اور الاستاذ العلامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے "فوائد القرآن" میں اسی تشریح کو اختیار کیا ہے اور یہی قرین حق ہے۔

ضَالِّيْنَ | بھٹکنے والے۔ بھٹکے ہوئے۔ گمراہ لوگ
ضَآلُّوْنَ | ضَالّ کی جمع اول بحالت نصبی و جری دوسری ثانی بحالت رفعی۔

ضَامِر:۔ دبلا۔ لاغر جانور۔ (جو بوجہ مشقت کے لاغر ہو) ضُمُوْر سے اسم فاعل واحد مذکر۔

ضَأْن:۔ اون والی بھیڑ۔

ضَبْح:۔ گھوڑے کا ہانپنا۔ باب فَتَحَ سے مصدر۔

ضُحٰى:۔ دن چڑھے۔ چاشت کا وقت۔

ضَحِكَتْ:۔ وہ ہنس پڑی۔ ضِحْك سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

ضِدّ:۔ مخالف۔ جمع اَضْدَاد

ضُرّ:۔ تکلیف۔ نقصان۔ ضرر۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

ضَرّ:۔ ضرر۔ نقصان پہنچانا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

ضَرَّآء:۔ سختی۔ مصیبت۔ نقصان۔

ضِرَار:۔ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانا۔ باب مفاعلہ سے مصدر۔

ضَرْب:۔ مارنا۔ بیان کرنا۔ دشل اچلنا (بصلہ فی)

ضَرَبَ:۔ اس نے مارا۔ اس نے بیان کیا۔ ضَرْب سے ماضی واحد مذکر غائب۔

ضُرِبَ:۔ وہ بیان کیا گیا۔ وہ مارا گیا۔ ضَرْب سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

ضُرِبَتْ:۔ بیان کی گئی۔ مسلط کی گئی۔ "ضَرْب" سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

ضَرَبْتُمْ :۔ (فِي الْأَرْضِ) تم زمین میں چلے۔ تم نے سفر کیا۔ ضَرْب سے جمع مذکر حاضر۔
ضَرَبْنَا :۔ ہم نے مارا۔ ضَرْب سے ماضی جمع متکلم۔
ضَرَبُوا :۔ انہوں نے مارا۔ انہوں نے بیان کیا۔ وہ چلے (فِي الْأَرْضِ) ضَرْب سے ماضی جمع مذکر غائب۔
ضُرِبُوا :۔ وہ مارے گئے۔ ضَرْب سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔
ضَرَر :۔ نقصان۔
ضَرِيع :۔ خار دار گھاس۔ دوزخ کا ایک خار دار درخت جو بہت کڑوا اور بدبو دار ہوگا۔
ضِعَاف :۔ کمزور۔ ناتواں۔ واحد ضَعِيف
ضُعْف ۔ ضَعْف :۔ کمزوری۔ سستی۔ ناتوانی۔ باب کَرُمَ سے مصدر۔
ضِعْف :۔ دو چند۔ دو مثل۔ جمع اَضْعَاف
ضَعُفَ :۔ وہ کمزور ہوا۔ ضُعْف سے ماضی واحد مذکر غائب۔
ضُعَفَاء :۔ کمزور۔ واحد ضَعِيف۔
ضَعُفُوا :۔ وہ کمزور ہوئے۔ ضُعْف سے ماضی جمع مذکر غائب۔
ضِعْفَيْنِ :۔ دو گنا۔ دونا۔ ضِعْف کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔ یہ لفظ جب بغیر اضافت کے آئے تو زَوْجَيْنِ کی طرح دوگنا کے معنی میں آتا ہے۔ اور جب کسی عدد کی طرف مضاف ہو تو اس عدد سے سہ گنا مراد ہوگا۔ جیسے ضِعْفِي الْوَاحِدِ تو اس سے مراد تین ہے۔
ضَعِيف :۔ ناتواں۔ سست۔ جمع ضِعَاف۔ ضُعَفَاء۔
ضِغْث :۔ گھاس یا شاخوں کا مٹھا۔ جمع اَضْغَاث۔
ضَفَادِع :۔ مینڈک۔ واحد۔ ضِفْدِع
ضَلَّ :۔ وہ راہ بھولا۔ بھٹکا۔ گمراہ ہوا ضَلَال سے ماضی واحد مذکر غائب۔ (دیکھو ضَالّ)
ضَلَال :۔ گمراہی۔ نافہمی۔ باب ضَرَبَ سے مصدر (دیکھو ضَالّ)
ضَلَالَت :۔ راہ بھولنا۔ گمراہ ہونا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔
ضَلَلْتُ :۔ میں گمراہ ہوا۔ ضَلَال سے ماضی واحد متکلم۔
ضَلَلْنَا :۔ ہم گمراہ ہوئے۔ ضَلَال سے ماضی جمع متکلم۔
ضَلُّوا :۔ وہ گمراہ ہوئے۔ ضَلَال سے

مَاضی جمع مذکر غائب۔

ضَنْکٌ :۔ تنگی۔ تنگ۔ باب کَرُمَ سے مصدر اور صفت مشبہ۔

ضَنِیْنٌ :۔ بخیل۔ ضَنّ سے صفت مشبہ واحد مذکر

ضِیَاءٌ :۔ روشنی۔

اسم مصدر بمعنی روشنی بھی ہے اور ضَوْءٌ کی جمع بھی جیسے سِیَاطٌ سَوْطٌ کی جمع ہے۔ قاموس وغیرہ میں ہے کہ ضَوْءٌ "نور" کو کہتے ہیں اور یہ دونوں لفظ اہل لغت کے نزدیک مترادف ہیں۔ مگر زمخشری (صاحب کشاف) نے لکھا ہے کہ ضَوْءٌ زیادہ تیز روشنی کو کہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایت کو نور سے تشبیہ دی۔ اگر ضَوْء سے تشبیہ دیجاتی تو پھر کوئی اس سے محروم نہ رہنا چاہئے تھا طیبی نے بھی اس کی تائید کی ہے اور ھُوَ الَّذِی جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَاءً وَالْقَمَرَ نُوْرًا (وہی ہے جس نے بنایا سورج کو چمک اور چاند کو چاندنا۔) سے استدلال کیا ہے اور صاحب کشف نے لکھا ہے کہ ضَوء، نور سے پھیلنے والی شعاع کو کہتے ہیں (چونکہ سورج کی شعاعیں لمبی ہوتی ہیں اس لئے اس کی روشنی کو ضیاء کہا گیا) ایک قول یہ بھی ہے کہ ضَوء اس روشنی کو کہتے ہیں جو کسی کی ذاتی ہو اور نور اس روشنی کو کہتے ہیں جو دوسرے سے مستفاد ہو۔ اور مذکورہ بالا آیت کو دلیل میں پیش کیا گیا ہے۔

بعض مفسرین نے زجاج کے اس قول کو کہ اس آیت میں ضیاء جمع ہے واحد نہیں بعید قرار دیا ہے۔ مگر یہ ان کی غلطی ہے۔ اسلئے کہ تحقیقات جدیدہ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ سورج کی شعاع سات رنگ کی روشنی سے مرکب ہے جیسا کہ قوس قزح میں ان کی نمود ہوتی ہے۔ لہذا یہ ایک روشنی نہیں بلکہ سات روشنیاں ہیں۔ اور یہ قرآن کریم کے ان دقائق میں سے ہے جو علوم جدیدہ کی روشنی میں منظر عام پر آ رہے ہیں اور اس کی صداقت و حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کر رہے ہیں۔

(تفسیر المنار ج ۱۱)

ضَیْرٌ :۔ نقصان، تنگی۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

ضِیْزٰی :۔ بھدی۔ ناقص۔ ضَیْزٌ سے اسم تفضیل واحد مؤنث۔

ضَیْفٌ :۔ مہمان۔ جمع اَضْیَاف

ضَیْقٌ :۔ تنگئ دل۔ غم۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

ضَیِّقٌ :۔ تنگ۔ صفت۔ ضَیْق سے

ط

طَائِر:۔ اڑنے والا۔ پرندہ۔ فالِ بد۔ نحوست۔ (چونکہ جاہلیت میں اہل عرب پرندوں سے بدفالی لیا کرتے تھے۔ اسلئے مجازاً "طائر" کا استعمال نحوست کے معنی میں ہونے لگا۔

طَائِعِیْنَ:۔ اپنی خوشی و رغبت سے کام کرنے والے طَوْع سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی۔ واحد طائع۔

طَائِف:۔ گھومنے والا۔ چکر لگانے والا۔ عذاب مصیبت۔ طَوَاف سے اسم فاعل واحد مذکر (پہلے دو معنی میں حقیقت ہے اور بعد کے معنی میں مجاز۔)

طَائِفَة:۔ جماعت۔ گروہ۔ طَوَاف سے اسم فاعل واحد مؤنث۔ جمع طَوَائِف

طَائِفَتَانِ:۔ دو گروہ۔ طائفہ کا تثنیہ بحالت رفعی۔

طَائِفَتَیْنِ:۔ دو گروہ۔ طائفہ کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔

طَائِفِیْنَ:۔ گھومنے والے۔ طواف کرنیوالے۔ طواف سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد طائف۔

طَابَ:۔ وہ اچھا معلوم ہوا۔ طِیب سے ماضی واحد مذکر غائب۔

طَارِد:۔ ہانکنے والا۔ دھتکارنے والا۔ طَرْد سے اسم فاعل واحد مذکر۔

طَارِق:۔ رات کو آنے والا۔ (ستارہ) طُرُوق سے اسم فاعل۔ واحد مذکر۔

طَاعَة:۔ فرمانبرداری۔

طَاعِم:۔ کھانے والا۔ طَعْم سے اسم فاعل واحد مذکر۔

طَاغُوْت:۔ شیطان۔ سرکش۔ بت۔ معبود باطل ہر وہ چیز جس کی خدا کے حکم کے برخلاف اطاعت و بندگی کی جائے۔ جمع طَوَاغِیْت۔

طَاغُوْن:۔ سرکش و شریر۔ طُغْیَان سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد طاغی۔

طَاغِیَة:۔ حد سے بڑھی ہوئی۔ سرکشی و شرارت طُغْیَان سے اسم فاعل واحد مؤنث (بمعنے اول) اور دوسرے معنی میں فَاعِلَة کے وزن پر مصدر ہے جیسے عَافِیَة سورہ "حاقہ" میں ہے وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِیَة لیکن ثمود تو وہ ہلاک کئے گئے "طاغیہ" سے) تو یہاں طاغیہ سے مراد وہ زلزلہ ہے جو شدت میں حد سے بڑھا ہوا تھا اور اگر سرکشی و شرارت کے معنی لئے جائیں تو "باء" سببیت کے لئے ہوگی اور معنی آیت کے

یہ ہوں گے" لیکن ثمود تو وہ ہلاک کئے گئے بسبب اپنی سرکشی اور شرارت کے"

امام راغب اصفہانی کو یہاں عجب مغالطہ ہوا ہے انہوں نے طَاغِیَۃ کو "طوفانِ آب" کی طرف اشارہ بتایا ہے۔ حالانکہ طوفان آب سے قوم نوح ہلاک ہوئی تھی نہ کہ قوم ثمود۔

طَاغِیْن :۔ شریر و سرکش۔ طُغْیَان سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد طَاغِی۔

طَافَ :۔ اس نے چکر لگایا۔ (بصلہ علی) طَوَاف سے ماضی واحد مذکر غائب۔

طَاقَۃ :۔ قوت۔ توانائی۔ اسم مصدر۔

طَالَ :۔ دراز ہوا۔ طُوْل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

طَالِب :۔ ڈھونڈنے والا۔ طَلَب سے اسم فاعل واحد مذکر غائب۔

طَالُوت :۔ ایک مومن بادشاہ کا نام جو حضرت داؤد علیہ السلام کے خسر تھے حضرت شموئیل علیہ السلام کے زمانہ میں جب ایک کافر جابر بادشاہ "جالوت" بنی اسرائیل پر مسلط ہو گیا۔ اور ان کو جلا وطن کر دیا تو حضرت نے طالوت کو جو ایک بہادر اور مدبر مگر غریب آدمی تھا بنی اسرائیل کا سردار بنا کر حکم دیا کہ جالوت سے لڑیں۔ اکثر بنی اسرائیل اس سردار کی اطاعت کے امتحان میں ناکام رہے مگر تین سو تیرہ صالحین نے تعمیل حکم کی۔ جنگ ہوئی اور جالوت بادشاہ حضرت داؤد کے ہاتھ سے (جو ابھی نبی نہیں ہوئے تھے) اور بنی اسرائیل کی گئی ہوئی ریاست دوبارہ حاصل ہو گئی۔ اس فتح کے بعد طالوت نے اپنی لڑکی کی شادی حضرت داؤد سے کر دی اور وہی اس کے بعد اس کے جانشین ہوئے یہ واقعہ سورۂ بقرہ میں مذکور ہے۔

طَامَّۃ :۔ غلبہ کرنے والی۔ بڑی مصیبت یعنی قیامت۔ طَمّ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

طِبَاق :۔ تہ بہ تہ۔ کئی پرت ہونا۔ باب مفاعلہ سے مصدر۔ و مصدر بمعنی صفت

طِبْتُمْ :۔ تم پاک ہوئے۔ طِیْب سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

طَبَعَ :۔ اس نے مہر کی۔ طَبْع سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر شخص کی فطرت میں قبول حق کو استعداد و صلاحیت رکھی ہے مگر جب کوئی شخص اپنی نفسانی خواہشات یا غلط ماحول کی وجہ سے

تقاضائے فطرت کے برخلاف باطل کوشی
حق فراموشی اور عناد و فساد کا طریقہ اختیار
کرنے لگتا ہے تو قانونِ قدرت یہ ہے
کہ یہ استعداد و صلاحیت گھٹتی جاتی ہے
حتیٰ کہ ایک وقت وہ آتا ہے کہ بالکل
مٹ جاتی ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ "جب کوئی
بندہ کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو ایک
سیاہ نقطہ اس کے دل میں لگ جاتا ہے
اب اگر وہ توبہ کر لیتا ہے اور آئندہ احتیاط
برتتا ہے تو وہ نقطہ صاف ہو جاتا ہے
ورنہ گناہوں کی زیادتی کے ساتھ ساتھ
وہ بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ ایک
وقت وہ آتا ہے کہ سارے قلب کو گھیر
لیتا ہے۔"

قلب کی یہی ظلمت کامل جو استعداد قبولِ
حق کے فقدان کی دوسری تعبیر ہے۔ اس
حیثیت سے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے
مطابق وجود میں آتی ہے اللہ تعالیٰ کی
طرف منسوب ہو کر طَبْع یا خَتْم کہلاتی ہے،
گویا کافر کے لفافۂ قلب پر اس مہر کے
لگ جانے کے بعد اس کا کفر محفوظ و مضبوط
ہو جاتا ہے۔ نَطْبَعَ عَلیٰ قُلُوبِهِمْ اور
خَتَمَ اللّٰهُ عَلیٰ قُلُوْبِهِمْ میں یہی مراد ہے۔

طُبِعَ :- اس پر مہر کی گئی۔ طَبْعٌ سے ماضی
مجہول واحد مذکر غائب۔

طَبَق :- درجہ۔ کھنڈ۔ سورۂ برج میں حیات
دنیوی و اخروی کے وہ مدارج مختلف مراد ہیں جن
سے انسان کو گذرنا ہے۔ واحد طَبَقَۃ

طَحیٰ :- اس نے پھیلایا۔ بچھایا۔ طَحْوٌ سے
ماضی واحد مذکر غائب۔

طَرَائِق :- راہیں۔ فرقے۔ واحد طَرِیْقَۃ

طَرَدتُّ :- میں نے دور کیا۔ ہانکا۔ طَرْد
سے ماضی واحد متکلم۔

طَرَف :- کنارہ۔ حصہ۔ جمع اَطْرَاف

طَرَفِی النَّهَار :- دن کے دو کنارے یعنی
صبح و شام۔ طَرَف کا تثنیہ بحالت نصبی
و جری۔ اصل میں طَرَفَیْنِ تھا اضافت
کی وجہ سے نون ساقط ہوا۔ پھر اجتماع
ساکنین کے باعث ی کو کسرہ دیدیا۔

طَرِیْقَۃ :- راستہ۔ جمع طَرَائِق۔

طَرِیْق :- جمع طُرُق۔

طٰسٓ :- حروف مقطعات سے ہے اس
کی مراد اللہ ہی کو معلوم ہے۔

طٰسٓمّٓ :- یہ بھی حروف مقطعات
میں سے ہے۔

طَعَام:۔ کھانا، خوراک۔ جمع اَطْعِمَة

طَعْم:۔ مزہ۔ جمع طُعُوْم

طَعِمْتُم:۔ تم نے کھایا۔ طَعْم سے ماضی جمع مذکر غائب۔

طَعِمُوْا:۔ انہوں نے کھایا۔ طَعْم سے ماضی جمع مذکر غائب۔

طَعْن:۔ عیب لگانا۔ (لبصائر فی) باب فَتَحَ سے مصدر۔

طَعَنُوْا:۔ انہوں نے عیب لگایا۔ طَعْن سے ماضی جمع مذکر غائب۔

طَغٰی:۔ وہ حد سے بڑھا۔ سرکشی کی۔ طُغْیَان سے ماضی واحد مذکر غائب۔

طَغَوْا:۔ انہوں نے سرکشی کی۔ طُغْیَان سے ماضی جمع مذکر غائب۔

طَغْوٰی:۔ شرارت۔ سرکشی۔ نافرمانی۔ طُغُوْ سے اسم مصدر۔

طُغْیَان:۔ سرکشی۔ نافرمانی میں حد سے بڑھ جانا۔ باب فَتَحَ سے مصدر۔

طَفِقَ:۔ اس نے شروع کیا۔ طُفُوْق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

طَفِقَا:۔ ان دونوں نے شروع کیا۔ طُفُوْق سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

طِفْل:۔ لڑکا۔ جمع اَطْفَال۔

طَلّ:۔ شبنم۔ خفیف۔ بارش۔ اس کی ضد۔ وابل ہے۔

طَلَاق:۔ لغت میں طلاق کے معنی ہیں "پابندی کو دور کر دینا" اور "رہائی دینا" اصطلاح شریعت میں طلاق کے معنی ہیں نکاح کی وجہ سے زوجین پر جو پابندی ایک دوسرے کے حقوق سے متعلق عائد ہو گئی تھی اس کو دور کر دینا۔ نکاح کا مقصد اسلام نے یہ قرار دیا ہے کہ میاں بیوی مل جل کر خانگی زندگی کی گاڑی کو کھینچیں معاشی الجھنوں میں پھنس کر بھی سکون و اطمینان کے کچھ سانس لیں اور دنیوی مشکلات میں گھر کر بھی آرام و راحت اور مودت و رحمت کی چند گھڑیاں پا سکیں۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً (اور اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور مہربانی کا تعلق قائم کیا) تاہم بعض اوقات بعض غلطیوں یا غلط فہمیوں کی وجہ سے یہ مقصد حاصل نہیں ہو پاتا۔ اور ازدواجی تعلقات ناخوشگوار ہو جانے کی وجہ سے خانگی زندگی کا شیرازہ بکھر کر رہ جاتا ہے ان

حالات میں اسلام نے جو مذہب فطرت ہے۔ زوجین کو یہ حق دیا ہے کہ وہ مناسب طریقہ سے ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں۔ اور نکاح کا صحیح مقصد حاصل کرنے کیلئے اپنے اپنے لئے کوئی نئی راہ نکالیں۔ اسی کا نام اصطلاح شریعت میں "طلاق" ہے۔

تاہم اسلام نے "طلاق" کے لئے جو شرائط و آداب تجویز کئے ہیں وہ ایسے ہیں کہ کوئی شخص انتہائی مجبوری ہی کے عالم میں اس کا اقدام کر سکتا ہے۔ مثلاً

(۱) طلاق کو مباحات میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ قرار دیا۔ رسول اکرم صلعم نے ارشاد فرمایا۔ اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ الطَّلَاقُ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال باتوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے)

(۲) جب زوجین کے تعلقات ناخوشگوار ہونے لگیں تو اس کا علاج یہ تجویز کیا کہ دونوں کے اقارب میں سے ایک ایک شخص کو حکم بنا کر مصالحت کی گفتگو کے لئے بھیجا جائے یہ دونوں حکم زوجین میں موافقت پیدا کرنے کی پوری جدوجہد کریں۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَا اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا۔ (اگر تم کو زوجین کی باہمی مخالفت کا خوف ہو تو مصالحت کے لئے ایک حکم مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک حکم عورت کے رشتہ داروں میں سے بھیجو۔

اگر دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ دونوں کے درمیان اصلاح کرا دے گا۔)

(۳) اگر طلاق کے سوا چارہ کار نہ رہے تو طلاق کا طریقہ یہ تجویز کیا گیا کہ مرد متفرق طور پر تین مہینوں میں ہر حیض کے بعد ایک طلاق دے۔ دو طلاقوں تک اسے رجوع کرنے کا اختیار دیا گیا۔ البتہ تیسری طلاق کے بعد مرد کا یہ حق ساقط ہو جائے گا۔ اس امہال کا مقصد یہ ہے کہ مرد کو اس سلسلہ میں آخری اقدام سے پہلے سوچنے سمجھنے کا پورا موقع مل جائے اور ناگواری یا عجلت میں سخت قدم نہ اٹھا دیا جائے۔

(۴) طلاق کے بعد مرد کے لئے پورے مہر کی عورت کو ادائیگی فوراً ضروری قرار دی گئی۔ طلاق سے پہلے مرد عورت کو جو کچھ بھی مہر یا تبرع کے طور پر دے چکا ہو اسے واپس لینا ممنوع قرار دیا گیا۔

وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا (اگر تم ایک بیوی کو چھوڑ کر دوسری سے نکاح کرنا چاہو اور تم پہلی کو بہت سامان دے چکے ہو تو اب اس میں سے کچھ واپس نہ لو)

(۵) مہر کے علاوہ زمانہ عدت کا نفقہ اور سکنیٰ (رہائش) مرد کے ذمہ لازم قرار دیا گیا

(۶) طلاق مغلظہ کے بعد مرد کو دوبارہ عورت کے نکاح میں لانے کی اس وقت تک اجازت نہیں دی گئی جب تک کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح کر کے ہم بستر نہ ہو لے۔

ظاہر ہے کہ ایک معمولی غیرت و حمیت کے انسان کے لئے بھی یہ بہت سخت چیز ہے اور طلاق کے لئے بڑی روک ہے۔

(۷) طلاق دینے کا حق مرد کو دیا گیا عورت کو نہیں دیا گیا کیونکہ عورت غیر مستقل مزاج زود رنج اور غیر مآل اندیش ہوتی ہے۔ تاہم اسے یہ حق دیا گیا کہ وہ جائز وجوہ کی بناء پر بذریعہ عدالت اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے

ان تفصیلات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ایک طرف بعض واقعی معاشرتی مجبوریوں کے پیش نظر اسلام نے طلاق کو جائز رکھا ہے اور دوسری طرف اس پر ایسی پابندیاں لگا دی ہیں کہ انتہائی مجبور کن حالات میں ہی یہ رشتہ منقطع کیا جا سکتا ہے۔

اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب و قوانین میں اس سلسلہ میں بڑی افراط و تفریط ہے۔ یورپ میں پہلے تو طلاق کی اجازت ہی نہ تھی بعد میں اجازت دی گئی تو یہ حالت ہے کہ عورتیں اس بناء پر مردوں سے طلاق لیتی نظر آتی ہیں کہ وہ سوتے ہوئے زور زور سے خراٹے لیتے ہیں یا وہ ان کے کتوں سے اچھا سلوک نہیں کرتے۔

ہندوستان میں اب تک ہندو مرد کو اپنی بیوی سے علیحدگی کا حق نہ تھا مگر اب جدید قانون میں دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ کو بھی دین فطرت کی تعلیمات کی روشنی میں حل کیا جا رہا ہے اور لطف یہ ہے کہ نام بھی "قانون طلاق" رکھا جا رہا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک

طَلْحٌ: کیلے کا درخت۔ واحد طَلْحَۃ

طَلْعٌ: گابھا۔ درخت خرما کا پہلا پھول۔

طَلَعَتْ: وہ چمکی۔ بلند ہوئی۔ طُلُوع سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

طَلَّقَ: اس نے طلاق دی۔ تَطْلِیق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

طَلَّقْتُمْ :۔ تم نے طلاق دی۔ تَطْلِیق سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

طَلِّقُوْا :۔ تم طلاق دو۔ تَطْلِیق سے امر جمع مذکر حاضر۔

طُلُوْع :۔ بلند ہونا۔ نکلنا۔ ظاہر ہونا۔ چمکنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

طُمِسَتْ :۔ وہ بے نور کی گئی۔ مٹائی گئی۔ طَمْس سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

طَمَسْنَا :۔ ہم نے مٹایا۔ طَمْس سے ماضی جمع متکلم۔

طَمَع :۔ لالچ۔ حرص۔ باب سَمِعَ سے مصدر

طُوٰی :۔ طورِ سینا کی وادی کا نام جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسالت ملی۔ اسکو "وادی مقدس" اور "وادی ایمن" بھی فرمایا گیا ہے (دیکھو طورِ سینا)

طَوَّافُوْنَ :۔ گھومنے پھرنے والے (یعنی نابالغ بچے اور غلام۔ باندی جو ہر وقت گھر میں آتے جاتے رہتے ہیں) طَوَاف سے مبالغہ جمع مذکر۔

طُوْبیٰ :۔ جنت کی لذت و خوشی۔ جنت کا ایک درخت۔

طَوْد :۔ پہاڑ۔ جمع اَطْوَاد

طُوْرِ سَیْنَا
طُوْرِ سِیْنِیْنَ } عرب اور مصر کے درمیان بحر قلزم کا جو دو شاخہ ہے اس کا درمیانی حصہ جزیرہ نمائے سینا کہلاتا ہے۔ اس جزیرہ کے جنوبی کنارہ پر طورِ سینا پھیلا ہوا ہے جو جزیرہ کی طرف منسوب ہو کر طورِ سینا کہلایا طور کے معنی پہاڑ ہیں۔ جدہ سے مصر کو براہ سمندر جاتے ہوئے یہ پہاڑ داہنے ہاتھ پڑتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین سے مصر اپنی حاملہ بیوی کو ساتھ لئے لوٹ رہے تھے تو راستہ میں ان کی بیوی کو دردِ زہ شروع ہو گیا اور راستہ بھی بھول گئے اندھیری رات تھی۔ سردی کا زمانہ تھا اور موسم کی سختی سے محفوظ رہنے کے لئے کافی کپڑے بھی موجود نہ تھے۔ چقماق سے آگ نکالنے کی کوشش کی مگر نہ نکل سکی۔

اس مایوسی کے عالم میں اس پہاڑ کی وادی میں جسے قرآن کریم میں "وادی ایمن طویٰ" کے نام سے پکارا گیا ہے۔ آگ کا شعلہ چمکتا نظر پڑا۔

بیوی سے کہا تم یہیں ٹھہرو۔ میں نے آگ دیکھی ہے۔ ممکن ہے کوئی چنگاری لا سکوں یا وہاں کوئی راستہ بتانے والا پا سکوں۔ قریب پہنچے تو دیکھا کہ آگ ایک درخت پر

شعلہ نشاں ہے مگر اس کو جلاتی نہیں بلکہ اسے اور لہلہاتی ہے اور موسیٰ جتنا اس کی طرف بڑھتے ہیں وہ پیچھے کو ہٹتی ہے اور جب ہٹنا چاہتے ہیں تو وہ پیچھا کرتی ہے حیرت اور دہشت کے عالم میں کھڑے تھے کہ آواز آئی اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی۔ وَاَنَا اخْتَرْتُکَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی (میں ہوں تیرا پروردگار تو اپنی جوتیاں اتار ڈال۔ کیونکہ تو طُوٰی کی مقدس وادی میں ہے۔ میں نے تجھے شرف نبوت سے مشرف کرنے کے لئے چُن لیا ہے لہٰذا جو کچھ تجھے حکم دیا جائے اسے کان لگا کر سن) طٰہٰ

اس طرح موسیٰ جو آگ کی چنگاری لینے کے لئے نکلے تھے نور نبوت سے مشرف کر دیئے گئے۔

خدا کے دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے۔

طَوَّعَتْ:۔ اس نے سہل بنا دیا۔ اس نے راضی کیا۔ تَطْوِیْع سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

طُوْفَان:۔ سیلاب جو ہر چیز کو غرق کر دے۔ سخت بارش۔ ہر حادثہ جو آدمی کو گھیر لے (دیکھو سورۂ نوح)

طُوْل:۔ دراز ہونا۔ لمبائی۔ باب کَرُمَ سے مصدر۔

طَوْل:۔ نفقہ۔ مہر۔ قوت۔ استطاعت۔

طَوِیْل:۔ دراز۔ لمبا۔ بہت۔ طُوْل سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

طٰہٰ:۔ حروف مقطعات میں سے ہے۔

طَهَّرَ:۔ اس نے پاک کیا۔ تَطْهِیْر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

طَهَارَة (پاکی) کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ ایمان کا نصف حصہ ہے، پاکی کے مختلف درجے ہیں۔ پاکی کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ بندہ کا دل غیر اللہ سے پاک ہو۔ اس میں سوائے ذات باری کے اور کسی کا گذر نہ ہو۔ یہ درجہ صدیقین کو حاصل ہوتا ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ دل اخلاق رذیلہ حسد، کبر، ریاء، حرص، عداوت، رعونت وغیرہ سے پاک ہو، اور اوصافِ حمیدہ جو ان کی ضد ہیں۔ ان سے آراستہ ہو۔ یہ درجہ متقین کا ہے تیسرا درجہ اعضاء بدن کا گناہوں سے پاک ہونا ہے مثلاً زبان کا غیبت اور جھوٹ سے، آنکھ کا نامحرم کو دیکھنے سے ہاتھ کا کسی کو تکلیف دینے کے لئے بڑھنے

سے پاک ہونا یہ درجہ صالحین کا ہے۔
چوتھا درجہ جسم اور لباس کا ظاہری نجاستوں سے پاک ہونا ہے تاکہ عبادت خداوندی میں خلل پیدا نہ ہو یہ درجہ عام مسلمانوں کا ہے۔ اور پاکی کا سب سے کمتر درجہ ہے اسی سے کفر و اسلام میں امتیاز کیا جا سکتا ہے (کیمیائے سعادت امام غزالیؒ ص۵۹)
تَطَهَّرَ (باب تفعل سے) کے معنی بہت زیادہ پاکی اختیار کرنے کے ہیں۔ قرآن کریم میں مسجد قبا کے متعلق فرمایا گیا ہے۔
فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا (اس مسجد کے نمازی وہ ہیں جو بہت زیادہ پاکی کو پسند کرتے ہیں۔)
سیوطیؒ نے درمنثور میں متعدد روایات ذکر کی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ "رسول اللہ صلعم نے اہل قبا سے پوچھا کہ تم طہارۃ کا کونسا طریقہ استعمال کرتے ہو جس کی اللہ تعالیٰ نے ایسی تعریف فرمائی۔ انہوں نے جواب دیا کہ پتھر سے استنجا کرنے کے بعد ہم پانی کا بھی استعمال کرتے ہیں"۔
بہرحال ان کے تطہّر کا ظاہری پہلو یہ تھا اور معنوی پہلو ان کا صدق و اخلاص ان کی عبادت و ریاضت اور اسلام اور پیغمبر اسلام کے لئے ان کا جذبہ فداکاری و جاں نثاری تھا۔ لہٰذا "يَتَطَهَّرُونَ" میں ظاہری و باطنی دونوں طرح کی طہارۃ کا کمال مراد ہے جیسا کہ اگلی آیت أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ" سے معلوم ہوتا ہے۔ (تفسیر المنار از علامہ رشید رضا ج ۱۱ ص۳۲)
طَہِّرْ:۔ تو پاک کر۔ تَطْهِيرٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔
طَہِّرَا:۔ تم دونوں پاک کرو۔ تَطْهِيرٌ سے امر تثنیہ مذکر حاضر۔
طَہُوْر:۔ بہت پاک۔ طَهَارَةٌ سے مبالغہ واحد۔
طَیّ:۔ لپیٹنا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔
طَیِّب:۔ پسندیدہ۔ لذیذ۔ پاکیزہ۔ حلال۔ خوشگوار اصل میں "طیب" وہ چیز ہے۔ جس میں حواس اور نفس لذت محسوس کریں۔
طَعَامٌ طَيِّبٌ اس کھانے کو کہا جائے گا جو جائز طریقہ سے، جائز مقدار میں جائز جگہ سے حاصل کیا جائے۔ کیونکہ ایسا کھانا نافی الحال اور نتائج کے اعتبار سے خوشگوار ہوگا۔ كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا

رَزَقۡنٰکُمۡ (تم طیب غذائیں جو تم کو دی گئی ہیں کھاؤ) میں یہی مراد ہے۔

"اِنۡسَانٌ طَیِّبٌ" سن آدمی کو کہیں گے جو بداعمالی کی گندگی سے پاک ہو اور ایمان وعلم اور نیک عمل کے محاسن سے آراستہ ہو۔ اَلَّذِیۡنَ تَتَوَفّٰہُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ طَیِّبِیۡنَ (جنہیں فرشتے اس حالت میں وفات دیتے ہیں کہ وہ "طیب" ہوتے ہیں) میں یہی مراد ہے۔

اسی طرح اَعۡمَالٌ طَیِّبَۃٌ اعمال حسنہ کو کَلِمَۃٌ طَیِّبَۃٌ سچے بول کو مَسٰکِنُ طَیِّبَۃٌ پاکیزہ وخوشگوار مقامات کو بَلۡدَۃٌ طَیِّبَۃٌ جنت اور خداوند تعالیٰ کے جوار رحمت کو کہا گیا ہے۔

(مفردات امام راغبؒ ملخص)

طَیِّبَۃٌ :۔ پاکیزہ۔ ستھری۔ حلال۔ طیب سے صفت مشبہ۔ واحد مونث۔

طَیِّبٰتٌ :۔ پاکیزہ چیزیں۔ عمدہ چیزیں۔ پاک عورتیں طَیِّبَۃٌ کی جمع۔

طَیِّبُوۡنَ :۔ بلائی سے پاک وصاف لوگ۔ نیک لوگ۔ طیب سے صفت مشبہ جمع مذکر۔ واحد طیب۔

طَیۡرٌ :۔ پرندہ۔ پرندے۔ طَیَرَان سے صفت مشبہ (واحد وجمع)

طِیۡنٌ :۔ گارا۔ مٹی پانی میں ملی ہوئی۔ سورۂ انعام میں فرمایا گیا (ھُوَ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ طِیۡنٍ (وہ خدا ہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا) تو یہ اس لئے فرمایا گیا کہ آدم علیہ السلام جن سے نسل انسانی کا سلسلہ چلا۔ ان کا پتلہ مٹی سے تیار کر کے اللہ تعالیٰ نے اس پر آثار حیات فائض کئے تھے۔ یا اس لئے کہ مٹی ہی سے غذائیں نکلتی ہیں اور غذا سے نطفہ بنتا ہے اور نطفہ سے جسم انسانی کی تخلیق عمل میں آتی ہے۔

ظ

ظَالِمٌ :۔ بے انصاف۔ بے رحم۔ ظُلۡم سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو ظُلۡم)

ظَالِمَۃٌ :۔ ظلم کرنے والی۔ ظُلۡم سے اسم فاعل واحد مونث۔

ظَالِمُوۡنَ :۔ ظلم کرنے والے۔ ظلم سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد ظَالِمٌ۔

ظَآنِّیۡنَ :۔ گمان کرنے والے۔ ظَنّ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد ظَانٌّ۔

ظَاہِر:۔ کھلا۔ اوپری۔ ظُہُور سے اسم فاعل واحد مذکر۔

ظَاہِرَۃ:۔ کھلی۔ ظُہُور سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

ظَاہَرُوْا:۔ انہوں نے مدد کی۔ پشت پناہی کی مُظَاہَرَۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

ظَاہِرِیْن:۔ غالب ہونے والے۔ ظُہُور (بصلہ علی) سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد ظَاہِر۔

ظَعْن:۔ سفر کرنا۔ کوچ کرنا۔ باب فَتَحَ سے مصدر۔

ظُفُر:۔ ناخن۔ انسان کے ہوں یا جانور کے۔ جمع اَظْفَار۔

ظِلّ:۔ سایہ۔ جمع ظِلَال

ظَلَّ:۔ وہ ہوا۔ ہو گیا۔ ظَلّ سے فعل ناقص ماضی واحد مذکر غائب۔

ظِلَال:۔ سائے۔ واحد ظِلّ۔

ظَلَّام:۔ ظالم۔ ستمگر۔ ظلم والا۔ ظُلْم سے فَعَّال کے وزن پر اسم منسوب۔ کبھی فَعَّال کا وزن بھی نسبت کے لئے آتا ہے جیسے لَبَّان دودھ والا۔ تَمَّار کھجور والا۔ اسی طرح ظَلَّام ہے۔ قرآن کریم نے جو خداوند تعالیٰ سے ظَلَّام ہونے کی نفی کی ہے جیسے وَمَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْد۔ تو یہی نسبت کے معنی مراد ہیں نہ کہ مبالغہ کے۔ دیکھو ظُلْم۔

ظُلَّۃ:۔ ابر۔ عذاب کا بادل۔ جمع ظُلَل۔

ظَلَّتْ:۔ وہ ہو گئی۔ ظَلّ سے فعل ناقص ماضی واحد مؤنث غائب۔

ظَلْتَ:۔ تو رہا۔ ظَلّ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔
اصل میں ظَلِلْتَ تھا۔ لام اول کو برائے تخفیف حذف کر دیا گیا۔

ظَلْتُمْ:۔ تم ہو گئے۔ ظَلّ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ اصل میں ظَلِلْتُمْ تھا۔ لام اول حذف ہو گیا۔

ظُلَل:۔ سائبان۔ بادل۔ واحد ظُلَّۃ

ظَلَّلْنَا:۔ ہم نے سایہ کیا۔ تَظْلِیْل سے ماضی جمع متکلم۔

ظُلْم:۔ ناانصافی۔ ظلم۔ شرک۔ نفاق۔ گناہ۔ ظلم کے اصل معنی ہیں۔ وضع الشیٔ فی غیر موضعہ المختص بہ (کسی شے کا جو اصل مقام ہے اسے وہاں سے ہٹا دینا اور دوسری جگہ رکھ دینا) اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔ کسی چیز میں کمی کر دی جائے یا زیادتی کر دی جائے یا اس کی جگہ یا وقت کو بدل دیا جائے۔ چنانچہ کوئی

بے وقت پٹنے تو عربی میں کہا جائیگا ظُلِمَتِ السقاء شریعت میں ظلم کہتے ہیں حق سے جس کی مثال دائرہ کے نقطہ کی ہوتی ہے تجاوز کرنا خواہ وہ تجاوز زیادہ ہو یا تھوڑا چنانچہ اسی لحاظ سے بعض انبیاء کرام کی نادانستہ لغزش کو بھی ظلم سے تعبیر کیا گیا ہے ظلم کی تین قسمیں ہیں (۱) وہ ظلم جو انسان اللہ تعالیٰ کے حق میں کرے۔ اس کی سب سے اہم صورتیں کفر شرک اور نفاق ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔ (در حقیقت شرک بڑا ظلم ہے)

(۲) وہ ظلم جو انسان دوسرے انسانوں کے ساتھ کرے اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ (مواخذہ ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں) میں یہی مراد ہے۔

(۳) وہ ظلم جو انسان خود اپنے نفس پر کرے فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ (ان میں سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے) میں یہی مراد ہے۔ درحقیقت یہ ہے کہ ظلم کی پہلی دو قسموں میں تیسری قسم شامل ہوتی ہے جو شخص خدا کے بندوں کے ساتھ ظلم کا ارتکاب کرتا ہے وہ خود سب سے پہلے اپنے نفس کو ظلم کا نشانہ بناتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں جابجا ایسا فرمایا گیا ہے وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ خود اپنے نفسوں پر ظلم کیا) (مفردات امام راغب ۳۱۵)

ظَلَمَ:۔ اس نے ظلم کیا۔ ظُلْمٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

ظُلِمَ:۔ اس پر ظلم کیا گیا۔ ظُلْمٌ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

ظُلُمَاتٌ:۔ اندھیریاں۔ واحد ظُلْمَةٌ

ظُلْمَةٌ:۔ اندھیری۔ تاریکی۔

ظَلَمَتْ:۔ اس نے ظلم کیا۔ ظُلْمٌ سے ماضی واحد مؤنث۔

ظَلَمْتُ:۔ میں نے ظلم کیا۔ ظُلْمٌ سے ماضی واحد متکلم۔

ظَلَمْتُمْ:۔ تم نے ظلم کیا۔ ظُلْمٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

ظَلَمْنَا:۔ ہم نے ظلم کیا۔ ظُلْمٌ سے ماضی جمع متکلم

ظَلَمُوْا:۔ انہوں نے ظلم کیا۔ ظُلْمٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

ظَلُّوْا:۔ وہ ہو گئے۔ ظَلَّ سے فعل ناقص ماضی جمع مذکر غائب۔

ظَلُوْم :۔ بڑا ظالم۔ بڑا بے انصاف۔ ظلم سے مبالغہ واحد۔

ظِلّ، ظَلِیْل :۔ گھنی چھاؤں۔

ظَمَأ :۔ پیاسا ہونا تشنگی۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

ظَمْآن :۔ پیاسا تشنہ۔ ظَمَأ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

ظَنّ :۔ گمان۔ اٹکل۔ شک۔ گمان کرنا شک کرنا۔ باب نصر سے مصدر و اسم مصدر۔ انسان کے دل میں جو بات آئے اور اس کے صحیح اور غلط ہونے کے دونوں پہلو ہوں اسے ظَنّ کہتے ہیں۔ اصول دین کا تعلق یقین سے ہے۔ ظن و تخمین پر ان کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی چونکہ کفار خواہشات نفسانیہ اور قیاسات باطلہ کی وجہ سے اوہام و ظنون کو دین بنائے ہوئے تھے اس لئے قرآن کریم میں فرمایا گیا۔

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا، اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا (کافروں میں سے اکثر گمان اور اٹکل کی پیروی کرتے ہیں اور یہ چیز بلا حق و صداقت کے معاملہ میں بیکار ہیں) (یونس ۴)

قرآن کریم میں ظَنّ کا استعمال اکثر تو حق کے مقابلہ میں ہوا ہے۔ حق وہ ہے جو ثابت و پائدار ہو۔ لہٰذا ظن وہ ہے جو مشکوک و ناپائدار ہوا ہو۔

کہیں ظَنّ کا استعمال گمانِ غالب پر بھی ہوا ہے چنانچہ فرمایا گیا۔ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ (اگر ان دونوں کو گمانِ غالب ہو کہ وہ اللہ کے احکام پر عمل کر سکیں گے)

اور کبھی یقین کے لئے بھی ظَنّ کا استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا: اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ (وہ لوگ جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں)

اور کہیں ظَنّ کا استعمال "تہمت" کے لئے ہوا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (اے ایمان والو، بہت تہمتیں لگانے سے بچو درحقیقت بعض تہمت گناہ ہے) حدیث میں آیا ہے اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ (تہمت لگانے سے بچو کیونکہ تہمت لگانا سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے) اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے مؤلف سُبُل السَّلَام نے خطابی کا قول نقل کیا ہے۔

وعمل التحذير والنهي انه هو عن التهمة التى لا سبب لها يوجبه كمن اتهم بفاحشة ولم يظهر عليه ما يقتضى ذلك (روکنا اور منع کرنا اس صورت میں ہے جبکہ اس تہمت کا کوئی سبب واضح موجود نہ ہو مثلاً کسی پر بدکاری کا الزام اٹھایا جائے اور اس پر اس الزام کے علامات نہ پائے جاتے ہوں، اور اس تقیید کی تائید میں طبرانی کی یہ حدیث نقل کی ہے اِحْتَرِسُوْا مِنَ النَّاسِ بِسُوْءِ الظَّنِّ بدگمانی کے ذریعے بُرے لوگوں سے اپنی حفاظت کرو)

(سُبُلُ السَّلام شرح بلوغ المرام ج۴، مطبوعہ مصر

ظَنَّ:۔ اس نے گمان کیا۔ ظَنّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

ظَنَّا:۔ ان دو نے گمان کیا۔ ظَنّ سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

ظَنَنَّا:۔ ہم نے گمان کیا۔ ظَنّ سے ماضی جمع متکلم

ظَنَنْتُ:۔ میں نے گمان کیا۔ ظَنّ سے ماضی واحد متکلم۔

ظَنَنْتُمْ:۔ تم نے گمان کیا۔ ظَنّ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

ظَنُّوْا:۔ انہوں نے گمان کیا۔ ظَنّ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

ظُنُوْنٌ:۔ گمان۔ واحد۔ ظَنّ

ظَهَرَ:۔ وہ ظاہر ہوا۔ ظُهُوْرٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

ظَهْرٌ:۔ پیٹھ۔ پشت۔ جمع ظُهُوْرٌ

ظُهُوْرٌ:۔ پشتیں۔

ظِهْرِيٌّ:۔ پس پشت ڈالی ہوئی چیز جو چیز فراموش کر دی گئی ہو۔

ظَهِيْرٌ:۔ پشت پناہ۔ مددگار۔ ظَهْرٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

ظَهِيْرَةٌ:۔ دوپہر کا وقت۔ جمع ظَهَائِرُ

ع

عَائِدُوْنَ:۔ لوٹنے والے۔ عَوْدٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد۔ عَائِدٌ۔

عَائِلٌ:۔ محتاج۔ عَيْلَةٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

عَابِدٌ:۔ پوجنے والا۔ عبادت کرنے والا۔ عِبَادَةٌ سے اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ جمع عُبَّادٌ (دیکھو عبادۃ)

عَابِدَاتٌ:۔ عبادت کرنیوالیاں۔ عِبَادَةٌ سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد عَابِدَةٌ۔

عَابِدُوْنَ:۔ عبادت کرنے والے۔ عِبَادَةٌ سے

اسم فاعل جمع مذکر۔

عَابِرِیْ سَبِیْل :۔ مسافر لوگ۔ راستہ میں گذرنے والے۔ عُبُور سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ اصل میں عَابِرِیْنَ تھا۔ نون اضافت کی وجہ سے گر گیا۔

عَاتِیَۃ :۔ تیز۔ حد سے گذرنیوالی۔ بے قابو۔ عُتُوّ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

عَاجِلَۃ :۔ جلد مل جانے والی چیز۔ دنیا کا ساز و سامان۔ عَجَل سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

قرآن مجید میں عَاجِلَۃ کو آخِرَۃ کے مقابلہ میں استعمال کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا۔ بَلْ تحبون العاجلۃ وتذرون الآخرۃ (پر تم پسند کرتے ہو جلد مل جانے والی چیز کو اور چھوڑتے ہو دیر میں آنے والی کو) تو یہاں عَاجِلَۃ سے مراد دنیا اور اس کا ساز و سامان ہے کہ وہ نقد ہاتھ آجاتا ہے برخلاف آخرۃ کے کہ وہ دیر میں اپنے وقت میں سامنے آئے گی۔

عَادٍ :۔ حد سے تجاوز کرنے والا مجرم۔ عدوان سے اسم فاعل واحد مذکر۔

عَاد :۔ اقوام سابقہ قدیمہ میں سے ایک قوم کا نام۔ یہ قوم عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح کی اولاد تھی۔ ان کی آبادیاں عمان سے حضرموت اور یمن تک پھیلی ہوئی تھیں قوم نوح کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ طاقتور اور متمدن قوم بنایا تھا۔ اس قوم کے بادشاہ بڑی قوت و سطوت کے مالک تھے مگر بت پرست تھے اور اپنی قوم سے بھی بتوں کی پرستش کراتے تھے۔ خداوند قدوس نے ان کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ حضرت ہود نے ان کو اللہ تعالیٰ کے احسانات یاد دلا دلا کر بہت کچھ وعظ و نصیحت کی۔ مگر انہوں نے ایک نہ سنی۔ آخر کار سنت الٰہیہ کے مطابق ان پر عذاب نازل ہوا۔ اور یہ تباہ و برباد ہو گئے۔

کچھ لوگ جو ان سے ایمان لے آئے وہ بچے اور ان کی اولاد "عاد ثانیہ" کے نام سے موسوم ہوئی۔ یہی عاد ثانیہ ثمود ہیں جو حضرت صالح کی نافرمانی پر معذب ہوئے۔ تاریخ میں یہ عرب بائدہ کہلاتے ہیں۔ کیونکہ یہ سب ہلاک ہو چکے ہیں۔

عَادَ :۔ وہ لوٹا۔ دوبارہ آیا۔ عَوْد سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عَادُوْا :۔ وہ پلٹے۔ وہ لوٹے۔ عَوْد سے ماضی

جمع مذکر غائب۔

عَادُوْنَ:۔ سرکش لوگ۔ حد سے بڑھنے والے عُدْوَان سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد عَادِی۔

عَادِیَات:۔ تیز دوڑنے والیاں۔ عَدْو سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد عَادِیَة قرآن کریم میں "عَادِیَات" سے راہِ خدا میں جہاد کرنے والوں کے تیز دوڑنے والے گھوڑے مراد ہیں۔

عَادَیْتُمْ:۔ تم نے دشمنی کی۔ مُعَادَاة سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

عَادِیْنَ:۔ گننے والے۔ شمار کرنے والے۔ عَدّ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد عَادّ۔

عَارِض:۔ وہ بادل جو آسمان کے کناروں پر پھیل جاتا ہے۔ عُرُوْض سے اسم فاعل واحد مذکر۔

عَاشِرُوْا:۔ تم معاشرت کرو۔ زندگی بسر کرو۔ مُعَاشَرَة سے امر جمع مذکر حاضر۔

عَاصِف:۔ تیز و تند ہوا۔ آندھی۔ عَصْف سے اسم فاعل واحد مؤنث (جو صفات مؤنث کے لئے مخصوص ہیں خواہ مؤنث حقیقی ہو یا سماعی تو ان میں تمیز کیلئے آخر میں ۃ لاحق نہیں کی جاتی جیسے حَائِض وطَالِق)

عَاصِفَات:۔ آندھیاں۔ تیز ہوائیں۔ عَاصِف کی جمع۔

عَاصِمٌ:۔ بچانے والا۔ بچا ہوا۔ عَصْم سے اسم فاعل واحد مذکر (اور بمعنے ثانی فاعل بمعنے مَفْعُوْل ہے جیسے کاتِم بمعنے مَکْتُوْم)

عَافِیْنَ:۔ درگذر کرنے والے (بصلۂ عَنْ) عَفْو سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد عَافِی۔

عَاقَبَ:۔ اس نے بدلہ لیا۔ مُعَاقَبَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عَاقِبَة:۔ پیچھے آنے والی۔ آخرت۔ انجام۔ عُقُوْب سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

عَاقَبْتُمْ:۔ تم نے سزا دی۔ عِقَاب و مُعَاقَبَة سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

عَاقِبُوْا:۔ تم سزا دو۔ عِقَاب سے امر جمع مذکر حاضر۔

عَاقِر:۔ بانجھ عورت۔ عُقْر سے اسم فاعل واحد مؤنث بحذف تاء۔

عَاکِف:۔ معتکف۔ مجاور۔ عُکُوْف سے اسم فاعل واحد مذکر۔

عَالِمٌ :- جاننے والا۔ عِلْمٌ سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو عِلْمٌ) جمع عُلَمَاءُ۔

عَالِمُوْنَ :- جاننے والے۔ عِلْمٌ سے اسم فاعل جمع مذکر واحد عَالِمٌ۔

عَالَمِیْنَ :- سب جہان۔ واحد عَالَمٌ۔
عَالَمٌ وزن کے لحاظ سے اس شے کو کہتے ہیں جو "علم" جاننے کا آلہ بنے۔ جیسے خَاتَمٌ اس چیز کو کہتے ہیں جو مہر کرنے کا آلہ ہوتی ہے۔ یعنی مہر۔
بہرحال جہان چونکہ خداوند جہاں آفریں کے کمال قدرت وجمال صنعت کا مظہر ہے اور اس کو دیکھنے سے اس کے بنانے والے کی عظمت وجلالت کا علم حاصل ہوتا ہے اس لئے اسے عالم کہا گیا" عالَم" کی یہی نوعیت ہے جس کی طرف اس آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (کیا انہوں نے زمین اور آسمانوں کے عجائبات میں نظر نہیں کی) عَالَم کو جمع اس لئے لایا گیا کہ اس کی ہر نوع اپنی جگہ مستقل عالم ہے۔ مثلاً عَالَمُ الْاِنْسَانِ عَالَمُ الْمَاءِ۔ عَالَمُ النَّارِ وغیرہا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے دس ہزار سے زائد عالم ہیں۔ اور "ی ن" کے ساتھ جمع جو ذوی العقول کے لئے مخصوص ہے اسلئے لائی گئی کہ "عَالَمِیْنَ" میں عالَم انسان بھی شامل ہے اور لفظ انسان جب غیر کے ساتھ شریک ہو کر آئے تو تصریفات لفظیہ میں بھی اس کے حکم کا لحاظ کیا جاتا ہے حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ عَالَمِیْن سے صرف ملائکہ، جن اور انسان ہی مراد ہیں اور امام جعفر بن محمد سے روایت ہے کہ صرف انسان ہی مراد ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک فرد اپنی جگہ ایک مستقل عالم ہے۔ عالَم کی دو قسمیں ہیں عَالَمِ کَبِیْر یعنی آسمان اور جو کچھ اس کے احاطہ میں ہے اور عَالَمِ صَغِیْر یعنی انسان فقط جو عالم کبیر کا نمونہ ہے اور اس میں وہ تمام عجائبات موجود ہیں جو عالم کبیر میں موجود ہیں۔ ان ہر دو اقوال کے پیش نظر جمع کی یہ صورت کسی تاویل کی محتاج نہیں (مفردات امام راغبؒ)

عَالِیْ :- بلند۔ سرکش۔ عُلُوٌّ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

عَالِيَةٌ :- اونچی۔ بلند۔ عُلُوٌّ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

عَالِیْنَ :- بڑے مرتبہ والے۔ سرکش لوگ۔ عُلُوٌّ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔

جمع عالی۔

عَامٌ:۔ برس۔ سال۔ جمع اَعْوَام

عَامِلٌ:۔ کام کرنے والا۔ عَمَلٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

عَامِلَۃٌ:۔ کام کرنے والی۔ محنت کرنے والی۔ عَمَلٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

عَامِلُوْنَ:۔ کام کرنے والے۔ عَمَلٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔

عَامِلِیْنَ:۔ کام کرنے والے۔ زکوٰۃ و عشر وصول کرنے والے کارندے۔ عامل کی جمع بحالت نصبی و جری۔

عَامَیْنِ:۔ دو سال۔ عام کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔

عَاھَدَ:۔ اس نے عہد کیا۔ مُعَاھَدَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عَاھَدْتَّ:۔ تو نے معاہدہ کیا۔ مُعَاھَدَۃ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

عَاھَدْتُّمْ:۔ تم نے معاہدہ کیا۔ مُعَاھَدَۃ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

عَاھَدُوْا:۔ انہوں نے عہد کیا۔ مُعَاھَدَۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

عِبَادٌ:۔ بندے۔ غلام۔ واحد۔ عَبْدٌ۔

عِبَادَۃٌ:۔ بندگی کرنا۔ پوجنا۔ فرمانبرداری کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔ لغت میں اس کے معنی ہیں انتہائی عاجزی اور ذلت کا اظہار اسی مادہ سے ہے طَرِیْقٌ مُّعَبَّدٌ" وہ راستہ جس کو خوب روندا گیا ہو۔

خالق عالم ہی کے سامنے اظہار بندگی و تذلل کو عبادت کہہ سکتے ہیں۔ کسی دوسرے کے سامنے خضوع اور عجز کو عبادت نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ انتہائی عاجزی اور ذلت کا اظہار اسی کے لئے ہو سکتا ہے اور ہونا چاہیئے جس کا انعام سب سے زیادہ ہو اور اس ذاتِ منبع الکمالات سے زیادہ انعامات کس کے ہو سکتے ہیں۔ جس نے انسان کو وجود، حیاۃ، حواس، عقل اور ایمان جیسی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔

یہی وجہ ہے کہ عبادت کی مخصوص صورۃ "سجدہ" غیر اللہ کے لئے حرام کیا گیا۔ کیونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور سر اشرف الاعضاء ہے اور زمین ارذل الاشیاء ہے کہ اسے جانور تک ہر وقت روندتے ہیں تو اشرف المخلوقات جب اپنے بہترین عضو کو ذلیل ترین چیز پر ٹیک دے تو اس صورت سے زیادہ اظہار عجز و تذلل کی اور کیا صورت ہو سکتی ہے (بیضاوی مع الحواشی)

علامہ رشید رضاؒ لکھتے ہیں۔
عبادت خضوع اور عاجزی کی وہ انتہائی کیفیت ہے جس کا منشاء اور مصدر معبود کی انتہائی عظمت کا اعتقاد اور اس کی بے پناہ طاقت و قدرت کا اعتراف ہو اس عظمت و قدرت کے متعلق وہ صرف اتنا جان سکتا ہو کہ وہ اسے ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے لیکن اس کے فہم و ادراک کی حدود سے باہر ہے۔
یہی وجہ ہے کہ کسی بادشاہ کی تعظیم و تکریم خواہ اس کے قدموں تلے کی زمین کو بوسہ ہی کیوں نہ دیا جائے عرف میں عبادت نہیں کہلاتی (اگرچہ یہ بھی اپنی جگہ ناجائز ہے) کیونکہ اس کا مقصد محض بادشاہ کے مکر و ظلم سے بچنا یا کرم سے فائدہ اٹھانا ہوتا ہے البتہ اگر اس تعظیم کے ساتھ یہ اعتقاد بھی شامل ہو جائے کہ بادشاہ غیبی قوتوں کا مظہر ہے تو یہ تعظیم عبادت کہلائے گی مختلف مذاہب حقہ میں عبادت کی مختلف صورتیں خداوند قدوس کی عظمت و قدرت کے اسی مخفی شعور کی یاد دہانی کے لئے تجویز کی جاتی رہی ہیں عبادت کی ہر صحیح صورت عبادت کرنے والے کی تہذیب نفس اور درستی اخلاق میں مؤثر رہی ہے لیکن اس تاثیر کا دارومدار سراسر خداوند قدوس کی عظمت و قدرت کے اسی شعور و احساس پر ہے جو عبادت کا منشاء و مصدر ہے۔ اگر عبادت کی ظاہری صورت اس روح و حقیقت سے خالی ہو تو اُسے عبادت ہی نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ انسان کی تصویر کو، جو بے جان ہے۔ انسان نہیں کہا جا سکتا۔ (تفسیر المنار ج۱ ص۵۶)

عَبَثَ:۔ بے فائدہ۔ لغو۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

عَبْدٌ:۔ بندہ۔ غلام۔ جمع عِبَاد (دیکھو عِبَادَۃ)

عَبَدَ:۔ اس نے عبادت کی۔ عِبَادَۃ سے ماضی واحد مذکر۔

عَبَّدْتَ:۔ تو نے غلام بنایا۔ تَعْبِيْد سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

عَبَدْتُّمْ:۔ تم نے عبادت کی۔ عِبَادَۃ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

عَبَدْنَا:۔ ہم نے عبادت کی۔ عِبَادَۃ سے ماضی جمع متکلم۔

عَبْدَيْنِ:۔ دو بندے۔ عَبْد کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔

عِبْرَۃ:۔ نصیحت۔ جمع عِبَر۔

عَبَسَ :۔ اس نے منہ بنایا۔ ترشروئی کی۔ عُبُوس سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عَبْقَرِیّ :۔ نادر و گراں بہا۔ عَبْقَر عرب میں جنوں کے مسکن کا نام مشہور تھا اسی کی طرف منسوب ہو کر نادر و عجیب چیز عَبْقَرِی کہلاتی تھی۔ قرآن کریم میں اسی محاورہ کے مطابق اس لفظ سے جنت کے قیمتی فرش مراد ہیں۔ (مفردات)

عَبُوس :۔ وہ دن جس میں چہرے اداس ہو جائیں۔ یعنی روز قیامت۔ عُبُوس سے مبالغہ واحد۔

عَبِیْد :۔ غلام۔ بندے۔ عَبْد کی اسم جمع ہے

عَتَتْ :۔ اس نے سرکشی کی۔ عُتُوّ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

عُتُلّ :۔ بدخو۔ بڑا کھاؤ۔ تندمزاج۔ عَتْل سے مبالغہ واحد۔

عُتُوّ :۔ سرکشی و نافرمانی کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

عَتَوْا :۔ انہوں نے سرکشی کی۔ عُتُوّ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

عِتِیّ :۔ سرکشی کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

عَتِیْد :۔ تیار۔ موجود۔ عَتَاد سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

عَتِیق :۔ پرانا۔ بلند مرتبہ۔ آزاد۔ عَتَاقَۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

اَلْبَیْتُ الْعَتِیْق :۔ خانہ کعبہ۔ امام راغبؒ لکھتے ہیں۔ عَتِیق وہ چیز ہے جو زمانہ یا مکان یا رتبہ کے لحاظ سے مقدم ہو خانہ کعبہ میں یہ تینوں اوصاف پائے جاتے ہیں۔ زمخشری لکھتے ہیں "بیت اللہ کو" البیتُ العتیق" اس لئے کہا گیا کہ وہ سب سے پہلا گھر ہے جو دنیا میں تعمیر کیا گیا۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ۔ اور حسن اور قتادہؒ سے مروی ہے کہ عَتِیق بمعنی آزاد ہے کہ کسی ظالم و جابر کو اس پر مسلط ہونے کا موقع نہیں دیا گیا اگر کسی نے ارادہ کیا تو وہ خائب و خاسر لوٹا جیسا کہ ابرہہ کے واقعہ سے ظاہر ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عتیق بمعنی کریم (شریف و معزز) ہے جیسا کہ عِتَاقُ الْخَیْل ان گھوڑوں کو کہتے ہیں جو اصیل ہوں۔ (کشاف ج ۲ ص ۶)

عُثِرَ :۔ خبر دی گئی۔ اطلاع دی گئی۔ (العبد علی) عُثُوْر سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

عُجَاب :۔ بہت عجیب چیز۔ عَجَب سے مبالغہ واحد۔

عِجَافٌ :- دبلے۔ (ع ز) واحد اَعْجَف
اور عَجْفَاء۔
عَجَب :- اچنبھا پیدا کرنے والی چیز، جس
چیز پر اچنبھا کیا جائے۔ مصدر معنے
فاعل ومفعول۔
عَجِبْتَ :- تو نے تعجب کیا۔ عَجَب سے
ماضی واحد مذکر حاضر۔
عَجِبْتُمْ :- تم نے تعجب کیا۔ عَجَب سے
ماضی جمع مذکر حاضر۔
عَجِبُوْا :- انہوں نے تعجب کیا۔ عَجَب
سے ماضی جمع مذکر غائب۔
عَجَزْتُ :- میں تھکا۔ عاجز ہوا۔ عَجْز سے
ماضی واحد متکلم۔
عِجْل :- گوسالہ۔ بچھڑا۔ جمع عِجْلَان
عَجَل :- جلدی۔ باب سَمِعَ سے مصدر
عَجَّلَ :- اس نے جلدی کی۔ تَعْجِیْل سے
ماضی واحد مذکر غائب۔
عَجِّلْ :- تو جلدی کر۔ جلد دے۔ تَعْجِیْل
واحد مذکر غائب۔
عَجِلْتُ :- میں نے جلدی کی۔ عَجَل سے
ماضی واحد متکلم۔
عَجِلْتُمْ :- تم نے جلدی کی۔ عَجَل سے
ماضی جمع مذکر حاضر۔

عَجَّلْنَا :- ہم نے جلد دیا۔ ہم نے جلدی کی
تَعْجِیْل سے ماضی جمع متکلم۔
عَجُوْز :- بڑھیا عورت۔ جمع عَجَائِز
عَجُوْل :- جلد باز۔ عَجَل سے صیغہ مبالغہ واحد
عَجِیْب :- نادر۔ انوکھا۔ عَجَب سے صفت
مشبہ واحد مذکر۔
عَدّ :- گننا۔ شمار کرنا۔ باب نَصَرَ سے
مصدر۔
عَدَّ :- اس نے گنا۔ عَدّ سے ماضی واحد
مذکر غائب۔
عِدْ :- تو وعدہ کر۔ وَعْد سے امر واحد
مذکر حاضر۔
عَدَاوَة :- دشمنی۔ مصدر۔ از سمع ونصر۔
عِدَّة :- گنتی۔ عورت کی عدت۔
(دیکھو تَعْتَدُّوْنَهَا)
عُدَّة :- سامان۔ اسباب۔ جمع عُدَد
عُدْتُمْ :- تم لوٹے۔ عَوْد سے ماضی جمع
مذکر حاضر۔
عَدَّدَ :- اس نے شمار کیا۔ تَعْدِیْد سے
ماضی واحد مذکر غائب۔
عَدَد :- گنتی۔ تعداد۔ گنا ہوا۔ جمع اَعْدَاد
عَدَس :- مسور۔ واحد عَدَسَة
عَدْل :- داد۔ انصاف۔ مصدر از ضَرَبَ

عدل کے اصل معنی ہیں برابر تقسیم کرنا۔ ہر شخص کو وہ جزا یا سزا دینا جس کا فی الواقع وہ مستحق ہے اور جو اس کے کردار کے مساوی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ ظلم اور رحمت کی درمیانی حالت کا نام عدل ہے کسی شخص نے تمہارا ایک روپیہ ناجائز طریقہ سے دبا لیا۔ تم نے بجائے ایک روپیہ کے اس سے دو روپے وصول کر لئے تو یہ ظلم ہے۔ کیونکہ سزا عمل سے بڑھ گئی۔ اور اگر سزا پر قدرت رکھنے کے باوجود بالقصد تم نے اس سے درگذر کی اور وہ روپیہ اسے معاف کر دیا تو یہ مغفرت اور بخشش ہے۔ لیکن اگر تم نے اس سے صرف اپنا حق واجب یعنی، ایک روپیہ بغیر کمی وبیشی کے وصول کیا تو یہ عدل ہوا۔

اسی طرح اگر کسی شخص نے تمہارے ساتھ ایک نیکی کی اور تم نے اس کے ساتھ اس کی مکافات میں اسی نوع کی ایک سے زائد نیکیاں کیں تو یہ احسان ہے اور اگر تم اس کے ساتھ برائی سے پیش آئے تو یہ ظلم ہے ہاں اگر ٹھیک اسی طرح کی نیکی اس کیساتھ تم نے بھی کی جیسی اُس نے تمہارے ساتھ کی تھی تو یہ عدل ہوا۔ لیکن یہ واضح رہے کہ پہلی صورت میں عدل کی بہ نسبت مغفرت اور دوسری صورت میں عدل کی بہ نسبت احسان پر کاربند ہونا اولی ہے اور بہر دو صورت عدل سے ظلم کی طرف تجاوز کرنا حرام (دش ۱۰)

عَدَلَ :۔ اس نے انداز کے ساتھ بنایا۔ اس نے برابر کیا۔ عَدْل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

(جَنّٰتُ) عَدْنٍ :۔ ہمیشہ رہنے کی جنتیں۔ عَدْن باب ضَرَبَ سے مصدر ہے بمعنے "مقیم ہونا"

عُدْنَا :۔ ہم لوٹے۔ عَوْد سے ماضی جمع متکلم۔

عَدْو :۔ زیادتی۔ حد سے تجاوز کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

عَدُوّ :۔ دشمن۔ عَدَاوَة سے صفت مشبہ مذکر (واحد وتثنیہ وجمع) جمع اَعْدَاء

عُدْوَان :۔ ظلم۔ زیادتی۔ حد سے تجاوز کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

عُدْوَة :۔ کنارہ۔ جمع عُدًی

عَذَاب :۔ سزا۔ دکھ۔ پاداش۔ تَعْذِیْب سے اسم مصدر۔

عَذْب :۔ شیریں پانی۔ ٹھنڈا پانی۔ عُذُوبَة سے صفت مشبہ۔

عَذَّبَ :۔ اس نے سزا دی۔ تَعْذِیْب سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عَذَّبْنَا :۔ ہم نے سزا دی۔ ہم نے عذاب دیا۔

تَعُذْ یُبْ سے، ماضی جمع متکلم۔

عُذْتُ :- میں نے پناہ لی۔ (ابصلہ با) عَوْذ سے ماضی واحد متکلم۔

عُذْر :- عذر۔ الزام۔ جمع اَعْذَار

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں۔ اپنے اُوپر سے کسی غلطی کا الزام دُور کرنے کی کوشش کو عذر کہتے ہیں۔ عذر کی تین صورتیں ہیں یا سرے سے اس غلطی کا انکار کردے یا اقرار کرے مگر اس کی کوئی تاویل کرے کہ وہ غلطی اس تاویل کے بعد غلطی نہ رہے، یا صاف طور پر غلطی کا اقرار کرے اور آئندہ کے لئے اس سے بچنے کا اقرار کرے۔ عذر کی یہ آخری صورت توبہ کہلاتی ہے۔ (مفردات)

یہ اس صورت میں ہے جب کہ عذر کی نسبت بندہ کی طرف ہو مگر جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد صرف غلط الزام دور کرنا ہوتا ہے چنانچہ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا عُذْرًا اَوْ نُذْرًا (قسم ہے وحی لانے والے فرشتوں کی کافروں کا الزام اتارنے کے لئے یا عذاب سے ڈرانے کے لئے) میں یہی آخری معنی مراد ہیں۔

عَرَاء :- چٹیل میدان جس میں گھاس نہ ہو عُرْی سے ماخوذ ہے جس کے معنی برہنہ ہونا، ننگا ہونا ہیں۔

عُرُبٌ :- وہ پارسا عورتیں جو خاوند پر عاشق ہوں۔ واحد عَرُوْبٌ۔

عَرَبِیٌّ :- عرب والا (اس میں یاء نسبت ہے)

عُرْجُوْن :- کھجور کی سوکھی اور پتلی شاخ جو ٹیڑھی ہو۔ جمع عَرَاجِیْن۔

عَرْش :- چھت۔ تخت شاہی۔ عرش دراصل "عرش" اصل میں چھت یا "چھت والی چیز" کو کہتے ہیں چنانچہ مکان کی چھت، خیمہ پرندکا گھونسلہ، انگور کی ٹٹی اور کنوئیں کی من سب کو عرش کہا جاتا ہے۔

مجلس شاہی کو اس کی بلندی و عظمت کے سبب عرش کہا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں ہے۔ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ (انہوں نے اپنے والدین کو تخت شاہی پر بٹھایا) عزت، اقتدار اور حکومت کے معنی میں بھی مجازًا عرش کا استعمال ہوتا ہے، کیونکہ یہ عرش شاہی کے لوازم میں سے ہیں چنانچہ حضرت عمرؓ کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا تمہارے ساتھ تمہارے رب نے کیا معاملہ کیا۔ انہوں نے جواب دیا، لَوْلَا اَنْ تَدَارَكَنِيْ بِرَحْمَتِهٖ

لَثُلَّ عَرْشِي (اگر خدا کی رحمت میری دستگیری
نہ کرتی تو میری عزت مجروح ہو چکی ہوتی)
"عرش" ہی کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ "فلک
الافلاک" ہے اور "کرسی" فلک کواکب اور استدلال میں
اس حدیث ہی کو پیش کیا گیا ہے کہ "ساتوں
آسمان اور ساتوں زمینیں "کرسی" میں ایسی ہیں
جیسے کوئی حلقہ (کڑا) وسیع میدان میں پڑا
ہو۔ اور کرسی عرش کے مقابلہ میں یہی حیثیت
رکھتی ہے۔" مگر ظاہر ہے کہ اس حدیث
سے صرف عرش و کرسی کی عظمت پر استدلال
کیا جا سکتا ہے ان کا افلاک مشخصہ ہونا
کسی طرح ثابت نہیں ہوتا اسی طرح در منثور
وغیرہ میں عرش کے متعلق ضعیف روایات
بیان کی گئی ہیں جو اسرائیلیات سے ماخوذ
ہیں۔ کیونکہ اگر ان روایات کو صحیح تسلیم کر
لیا جائے تو عرش ایک ایسی چیز بن جاتی
ہے جو اللہ تعالیٰ جل شانہ کو (نعوذ باللہ)
اٹھائے ہوئے ہو حالانکہ کائنات کی ہر چیز
کو اسی کی ذات سے قیام و ثبات حاصل ہے
ارشاد فرمایا ہے۔ إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا (حقیقت
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے
ہے کہ اپنی جگہ سے نہ ٹلیں) پھر "عرش"

کیا ہے؟ اور قرآن کریم میں جو آیا ہے
إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ
عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ میں اِسْتِوَاء
عَلَى الْعَرْشِ سے کیا مراد ہے؟ اس کے
جواب میں ہم آیت مذکورہ کی تفسیر میں عہد
حاضر کے دو جلیل القدر مفسرین کے اقوال
کے نقل پر اکتفاء کرتے ہیں۔

علامہ رشید رضا مصری فرماتے ہیں۔
تمہارا رب وہ ہے جس نے عالم سماویہ کو جو
تمہارے اوپر ہیں، اور اس زمین کو جس پر تم
رہتے بستے ہو چھ زمانوں میں پیدا کیا ان میں
سے ہر زمانہ میں ان کے مختلف احوال میں
سے ایک حالت کی تکمیل ہوئی۔ کیونکہ یوم
لغت میں وہ وقت ہے جس میں کوئی کام
واقع ہو، خواہ اس کی مدت نظام شمس کے
دن اور رات کے حساب سے (جن کا وجود
بہت بعد میں ہوا) ہزاروں سال ہو اور پیدا
بھی ان مخصوص اندازوں کے ساتھ کیا۔
جنہیں اس نے اپنے علم و حکمت کی بناء پر
طے کر لیا تھا۔
پھر اس نے اپنے عرش پر جسے اس نے
کائنات کے ملک عظیم کے تدبیر و انتظام کا

مرکز قرار دیا تھا استواء (استقرار) فرمایا وہ استواء جو اس کی عظمت و جلال و تنزیہ و کمال کے مناسب ہو۔ یہاں وہ اپنی عظیم الشان حکومت کا تدبیر و انتظام فرماتا ہے اس عمدہ نظام کے ماتحت جو اس کے علم کا مقتضیٰ ہے اور اس غیر متغیر آئین کی بنیاد پر جو اس کی حکمت کا لازمہ ہے الحاصل، استواء علی العرش جو آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے بعد وقوع میں آیا ہے۔ اللہ جل شانہٗ کی شانوں میں سے ایک شان ہے جس کی حقیقت و کیفیت سے ہم واقف نہیں ہو سکتے۔ کل یوم ھو فی شان۔

(تفسیر المنار ج ۱۱ ص ۲۹۵)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں:۔ عرش کے معنی تخت اور بلند مقام کے ہیں استواء کا ترجمہ اکثر محققین نے استقرار و تمکن سے کیا ہے۔ گویا یہ لفظ تخت حکومت پر اسی طرح قابض ہونے کو ظاہر کرتا ہے کہ اس کا کوئی حصہ اور گوشہ حیطۂ نفوذ و اقتدار سے باہر نہ رہے اور نہ قبضہ و تسلط میں کسی قسم کی مزاحمت اور گڑبڑ پائی جائے سب کام اور انتظام برابر ہو۔ اب دنیا میں بادشاہوں کی تخت نشینی کا ایک تو مبدا اور ظاہری صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت یا غرض و غایت یعنی ملک پر پورا تسلط و اقتدار اور نفوذ و تصرف کی قدرت حاصل ہونا۔ حق تعالیٰ کے استواء علی العرش میں یہ حقیقت اور غرض و غایت بدرجہ کمال موجود ہے یعنی آسمان و زمین (کل علویات و سفلیات) کو پیدا کرنے کے بعد ان پر کامل قبضہ و اقتدار اور مالکانہ و شہنشاہانہ تصرفات کا حق بے روک ٹوک اسی کو حاصل ہے جیسا کہ یُدَبِّرُ الامر سے متنبہ فرمایا ہے۔ رہا استواء علی العرش کا مبدا اور ظاہری صورت اس کے متعلق وہی عقیدہ رکھنا چاہیے جو ہم سمع و بصر وغیرہ صفات کے متعلق لکھ چکے ہیں کہ اس کی کوئی ایسی صورت نہیں ہو سکتی جس میں صفاتِ مخلوقین اور سمات حدوث کا ذرا بھی شائبہ ہو۔ پھر کیسی ہے؟ اس کا جواب وہی ہے کہ اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم
منزل تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم۔

(فوائد القرآن از علامہ عثمانیؒ) ص ۲۰۴

عَرْض :۔ چوڑائی۔ پیش کرنا مصدر و اسم مصدر

عَرَض :- ناپائدار چیز ۔ سامانِ دنیا ۔ جمع اَعْرَاض ۔

عُرِضَ :- پیش کیا گیا ۔ عَرْض سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب ۔

عُرْضَۃ :- نشانہ کا ہدف ۔ جمع عُرَض

عَرَّضْتُمْ :- تم نے اشارہ کنایہ میں کہا ۔ تَعْرِیْض سے ماضی جمع مذکر حاضر ۔

عَرَضْنَا :- ہم نے ظاہر کیا ۔ ہم نے پیش کیا عَرْض سے ماضی جمع متکلم ۔

عُرِضُوْا :- وہ ظاہر کیے گئے ۔ وہ پیش کیے گئے عَرْض سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب

عَرَفَ :- اس نے پہچانا ۔ عِرْفَان سے ماضی واحد مذکر غائب ۔

عَرَّفَ :- اس نے پہنچوایا ۔ مزین کیا ۔ تَعْرِیْف سے ماضی واحد مذکر غائب ۔

عُرْف :- نیکی ۔ سلوک ۔ احسان ۔ پے در پے آخری معنی میں حال بن کر استعمال ہوتا ہے چنانچہ فرمایا ۔ وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا (قسم ہے لگاتار بھیجے ہوئے فرشتوں کی)

عَرَفَات :- ایک میدان کا نام جو مکہ مکرمہ سے تقریباً نو کوس کے فاصلہ پر ہے ۔ ۹ ذی الحجہ یعنی نویں ذی الحجہ کو حاجی وہاں وقوف کرتے اور دعا و ذکر پڑھتے ہیں اور ظہر و عصر کی نماز ادا کر کے مزدلفہ کو روانہ ہوتے ہیں ۔ عرفات میں وقوف کرنا حج کا اہم ترین رکن ہے یہ فوت ہو جائے تو حج نہیں ہوتا ۔

عَرَّفْتَ :- تو نے پہنچوایا ۔ تَعْرِیْف سے ماضی واحد مذکر حاضر ۔

عَرَفْتَ :- تو نے پہچانا ۔ عِرْفَان سے ماضی واحد مذکر حاضر ۔

عَرَفُوْا :- انہوں نے پہچانا ۔ عِرْفَان سے ماضی جمع مذکر غائب ۔

عَرِم :- سخت سیلاب ۔ قرآنِ کریم میں قوم سبا کی بربادی کے واقعہ میں سَیْلُ الْعَرِم (زوردار سیلاب یا سخت عذاب کا سیلاب بتقدیر سیل الامر العرم) کا ذکر آیا ہے اس سیلاب سے ملک یمن جو نہایت شاداب و آباد علاقہ تھا تباہ و برباد ہو گیا تھا اور قوم سبا کے بہت سے قبائل کو عرب کے دوسرے علاقوں میں پناہ گزیں ہونا پڑا تھا ۔

قوم سبا علم، صنعت اور تجارت میں عرب کی دیگر اقوام سے بہت بڑھی ہوئی تھی انہوں نے یمن کے پہاڑی چشموں پر جگہ جگہ محفوظ بند بنا کر ان کا پانی محفوظ کر لیا تھا اور اس کو کھیتوں اور باغوں کی سیرابی کے کام میں

لاتے تھے۔ ان بندوں میں "مارب" کا بند سب سے زیادہ مشہور تھا۔ یہ یمن کے مرکزی شہر مارب کے مشرق میں دو بلند پہاڑوں کی درمیانی وادی کو جس کا عرض تقریباً ۲۰۰ میٹر تھا۔ ایک مضبوط دیوار سے محصور کرکے بنایا گیا۔ دیوار میں دائیں بائیں بہت سی کھڑکیاں تھیں اور حسب ضرورت ان کو کھول کر نہروں کے ذریعہ ملک کے مختلف حصوں میں پانی پہنچایا جاتا ہے اس نظام آب رسانی سے ملک کی زراعت کو بڑی ترقی ہوئی تھی اور سارا ملک لہلہاتے کھیتوں اور مہکتے باغوں کی کثرت سے نمونۂ جنت بن گیا تھا۔ مسافروں کو راستہ طے کرتے ہوئے دائیں اور بائیں حد نظر تک سبزی ہی سبزی نظر آتی تھی۔ اسی کو قرآن کریم نے "جَنَّتَانِ عَن يَمِينٍ وَشِمَالٍ" سے تعبیر کیا ہے۔

"یمن" اپنے محل وقوع کے لحاظ سے ساحل بحر احمر پر، ایک طرف ہندوستان کے اور دوسری طرف حبش و مصر کے مقابل واقع ہے۔ اس زمانہ میں ان دونوں ملکوں کی پیداوار اور مصنوعات اسی کے ساحل پر جہازوں کے ذریعہ اترتی تھیں اور پھر وہاں سے اس مشہور شاہراہ کے ذریعہ جو یمن کے شہروں سے گزرتی ہوئی اور حجاز کے میدانوں کو قطع کرتی ہوئی ساحل شام پہنچتی تھی، یورپ تک پہنچتی تھیں قرآن کریم میں اسی شاہراہ کو "امام مبین" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے تجارتی قافلوں کو یمن کی اس سرسبزی و شادابی کی وجہ سے اپنا طویل راستہ طے کرنے میں کوئی تکلیف نہ ہوتی تھی۔ کسانوں اور باغبانوں نے جابجا سڑک کے دونوں طرف بستیاں آباد کر رکھی تھیں۔ جہاں کھانے پینے کا سامان بکثرت مل جاتا تھا۔ اور مسافر بحفاظت قیام کر سکتے تھے۔ قرآن کریم نے ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ (اور ہم نے ان کے اور برکت والے (شام کے شہروں کے درمیان سر راہ آبادیاں قائم کر دی تھیں اور آنے جانے کی منزلیں مقرر کر دی تھیں کہ سفر کرو ان میں راتوں کو اور دنوں کو امن کے ساتھ)

کچھ زمانہ تک اہل یمن یہ عیش و راحت

اور امن و فراغت کی زندگی گزارتے رہے مگر پھر ان میں عیاشی اور عصیاں کاری بڑھی بادشاہوں نے ظلم و ستم پر کمر باندھی اور عوام فسق و فجور میں مبتلا ہو گئے ۔ اس کے علاوہ شاہانِ یمن میں مسلسل جنگ و جدال کا سلسلہ شروع ہو گیا کبھی ایک خاندان برسر اقتدار آتا اور کبھی دوسرا ۔ اس باہمی جنگ و پیکار میں روم کی بیز نطینی سلطنت اور ایران کی پارسی حکومت بھی دلچسپی لیتی رہیں نتیجہ یہ ہوا کہ اہل یمن ملک کے اندرونی انتظام سے غافل ہو گئے ۔ یہ بند جن پر اس ملک کی شادابی اور آبادی کا انحصار تھا مرور زمانہ کے ہاتھوں کمزور ہو گئے اور ان کی مرمت نہ ہو سکی ۔ آخر عذاب خداوندی ایک عظیم الشان سیلاب کی صورت میں نمودار ہوا ۔ "سد مارب" اور دوسرے بند ٹوٹ پھوٹ گئے ۔ زمینیں غرق آب ہو گئیں اور کھیت اور باغات تباہ و برباد ہو گئے ۔ اس پانی میں کچھ ایسی شوریت تھی کہ اس کے بعد جھاڑ، جھنکار اور پیلو اور جھاؤ کے درختوں کے سوا وہاں کچھ اور پیداوار نہ ہو سکی شاہِ روم نے بھی جو مصر پر قابض ہو چکا تھا ۔ ایک زبردست تجارتی بیڑہ بنایا جو بحر احمر کے سینہ کو چیرتا ہوا مصر اور مشرق بعید کے ملکوں کے درمیان اشیاء تجارت کو لاتا اور لے جاتا تھا اس طرح یمن کی تجارتی حیثیت بھی ختم ہو گئی اور بجائے یمن کے مصر مشرقی اور مغربی تجارت کی منڈی بن گیا ۔ ملک کی اس تباہی کے بعد یمن کے بہت سے خاندان ترک وطن کر کے ، شام ، حجاز ، تہامہ وغیرہ علاقوں میں بس گئے اور اس طرح ان کا تو رہ شیرازہ منتشر ہو گیا قرآن کریم نے اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے ۔

وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ

(اور انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا تو ہم نے انہیں کہانیاں بنا دیا اور ہم نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے بکھیر دیا)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی قوم کو پراگندہ کر دینا بھی سخت عذاب الٰہی ہے جس میں آج ہم سب گرفتار ہیں ۔

(ماخوذ از حیات محمد باب بلاد العرب قبل الاسلام از ڈاکٹر محمد حسین ہیکل مطبوعہ مصر)

عُرْوَة: قبضہ وہ چیز جس کو پکڑا جائے۔
جمع عُرىً۔

عُرُوش: چھتیں۔ واحد عَرْش

عَرِيض: وسیع۔ لمبا چوڑا۔ عَرَاضَة سے
صفت مشبہ واحد مذکر۔ اصل میں تو عریض
کا استعمال اجسام میں ہوتا ہے مگر مجازاً غیر
اجسام میں بھی ہوجاتا ہے مثلاً فرمایا گیا۔
ذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ (لمبی چوڑی دعا والا)

عِزّ: بزرگی۔ عزت۔ باب ضَرَبَ سے
مصدر و اسم مصدر۔

عَزَّ: وہ غالب ہوا۔ عِزّ سے ماضی واحد
مذکر غائب۔

عَزَّرْتُمُوْ: تم نے مدد کی۔ تَعْزِيْر سے ماضی
جمع مذکر حاضر (دیکھو تُعَزِّرُوْ)

عَزَّزْنَا: ہم نے قوت دی۔ تَعْزِيْز سے
ماضی جمع متکلم۔

عَزَّرُوْ: انہوں نے مدد دی۔ تَعْزِيْر
سے ماضی جمع مذکر غائب۔

عَزَلْتَ: تو نے کنارہ پکڑا۔ عَزْل سے
ماضی واحد مذکر حاضر۔

عَزَمَ: اس نے پختہ ارادہ کیا۔ عَزْم سے
ماضی واحد مذکر غائب۔

عَزْم: قصد۔ ارادہ کی پختگی۔
امام راغب اصفہانی کہتے ہیں: اَلْعَزْمُ
وَالْعَزِيْمَةُ عَقْدُ الْقَلْبِ عَلٰى اِمْضَاءِ
الْاَمْرِ (عزم اور عزیمۃ کسی کام کے کر
گزرنے پر دل کے ٹھکاؤ کو کہتے ہیں)
"عزم" فضائل انسانی میں سے ایک اعلیٰ
فضیلت ہے۔ دینی امور ہوں یا دنیوی
کسی میں بھی اس کے بغیر کامیابی ممکن نہیں
جو شخص اہم امور میں غور و فکر اور صلاح و
مشورہ کے بعد ایک پختہ رائے قائم کرلیتا
ہے اور پھر اپنے فیصلہ پر جما رہتا ہے
اور اسے نافذ کرکے چھوڑتا ہے کامیابی
اس کے قدم چومتی ہے اور قوم میں اسکو
سربلندی حاصل ہوتی ہے۔ برخلاف اس
کے ڈھل مل یقین آدمی کسی کام کو تکمیل
تک نہیں پہنچا سکتا اور اس کے قول و
عمل پر دوسروں کو بھی بھروسہ باقی نہیں
رہتا۔ یہ "بے عزمی" اگر کسی ایسے شخص میں
ہو جو کسی قوم کا لیڈر یا کسی حکومت کا
رئیس ہے تو اس کے اثرات تمام
قوم تک ممتد ہوتے ہیں اور حکومت
کے ضعف و انتشار کا سبب بنتے ہیں۔
بہت قوی دلیل ہوتی ہیں "عزم" کی کچھ
شرطیں ہیں اور ان میں سب سے اہم شرط استقامت

عُزّٰی:۔ ایک بت کا نام۔

یہ بت قریش کے مشہور بتوں میں سے
تھا۔ نخلہ شامیہ کی ایک وادی میں
نصب تھا۔ قریش اس پر نذریں چڑھاتے
تھے، قربانیاں کرتے تھے اور عظمت کے
ساتھ اس کی زیارت کو جاتے تھے۔

ابن حبیب لکھتا ہے۔

"عزّیٰ ایک درخت تھا تخلہ میں اس
کے قریب ایک بڑا پتھر تھا جو اسی نام
سے موسوم ہوا، غطفان اس کی پوجا
کرتے تھے۔

رسول کریم صلعم نے جب بتوں کی پرستش
کے خلاف پہلی آواز بلند کی تو ابو احیحہ
سعید بن عاص بن امیہ مرض الموت میں
مبتلا ہوا۔ ابولہب اس کی عیادت پرسی
کے لئے گیا تو دیکھا کہ وہ رو رہا ہے۔
ابولہب نے رونے کا سبب پوچھا تو
ابو احیحہ نے کہا "مجھے موت کا غم نہیں غم
یہ ہے کہ میرے بعد عزّیٰ کا حامی کوئی
نہ رہے گا، اور اس کی پوجا ختم ہو جائے
گی"۔ اس پر ابولہب بولا "عزّیٰ کی پوجا
نہ تمہاری زندگی میں تمہاری وجہ سے ہوتی
تھی اور نہ تمہارے مرنے کی وجہ سے
وہ بند ہوگی"۔

یہ جواب سنکر ابو احیحہ خوش ہو گیا
اور بولا کہ "اب مجھے اطمینان ہو گیا کہ اپنے
بعد میں خلیفہ چھوڑے جا رہا ہوں"
جب حضور نے مکہ معظمہ کو فتح کیا تو آپ نے
وہاں سے حضرت خالد بن ولید کو نخلہ
بھیجا۔ انہوں نے عزّیٰ کو توڑ پھوڑ ڈالا
اور عزّیٰ کی عزت خاک میں مل گئی۔
(معجم البلدان لفظ عزّیٰ و کتاب الاصنام
ابن کلبی ص۲۳)

عُزَیر:۔ بنی اسرائیل کے پیغمبروں میں سے
ایک پیغمبر کا نام نامی۔ حضرت ہارون
علیہ السلام کی اولاد میں تھے ان کا زمانہ بنی
اسرائیل کی قید بابل سے رہائی کے بعد
کا ہے۔ یعنی چھٹی صدی قبل مسیح۔
فخر الہند علامہ رحمت اللہ کیرانوی نے
اظہار الحق میں سفر الملوک الاول سفر
(الایام) وغیرہ اہل کتاب کی مستند دستاویزوں
کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "سلیمان علیہ السلام
کے آخر زمانہ میں اکثر بنی اسرائیل مرتد
ہو گئے تھے یہودیت کو چھوڑ کر انہوں
نے بت پرستی اختیار کر لی تھی حضرت
سلیمان کے دونوں بیٹوں نے جو دو

الگ الگ حکومتیں قائم کرلی تھیں ان میں
بت پرستی ہی رائج تھی چار قرن تک یہودیوں
میں بت پرستی ہی کا زور شور رہا لیکن اسکے
بعد جب یوشیاہ بن آمون تخت سلطنت
پر بیٹھا تو اس نے شرک سے توبہ کی اور
دین موسٰی علیہ السلام کو پھر رواج دینا
چاہا اس مقصد کے لیے اس نے تورات
پر عمل کرنی چاہی لیکن ستر سال تک اسے
تورات کا نسخہ میسر نہ آسکا اٹھارویں
سال یک کاہن نے جس کا نام حلقیاہ تھا
اس دعوی کے ساتھ کہ اسے تورات کا
نسخہ "بیت رب" میں مل گیا ہے اسے
بادشاہ کے سامنے پیش کیا بادشاہ نے
اس کے دعوٰی کو قبول کرلیا اور اس کی
حکومت کے باقی ماندہ زمانہ میں اس پر
عمل ہوتا رہا مگر اس بادشاہ کے مرنے
کے بعد اس کے جانشین پھر مرتد ہوگئے حتی
کہ تیسرے جانشین کے زمانہ میں بخت نصر
نے یروشلم پر اپنا مشہور حملہ کیا اور اس
کی اینٹ سے اینٹ بجادی تورات کا نسخہ بھی
اس عام بربادی میں کاؤ خورد ہوگیا.. ص ۲۲۵
سالہا سال کی غلامی کے بعد جب یہودی
قید بابل سے چھوٹ کر آئے تو انہیں پھر
حضرت موسیٰ کی شریعت یاد آئی مگر انکے
پاس تورات کا کوئی نسخہ موجود نہ تھا بلکہ
وہ تورات کی زبان عبرانی بھی بھلا چکے تھے
اس وقت حضرت عزرا نے بالہام خداوندی
ان کے لئے از سر نو تورات کے صحائف
لکھے ان کی زبانی عبرانی آمیز کلدانی تھی
اور رسم الخط کلدانی (یہ نئی زبان انہوں
نے اپنے فاتحین میں جذب ہوکر بابل میں
سیکھی تھی۔)

جیوز انسائیکلوپیڈیا (دائرۃ المعارف
الیہودیہ) مطبوعہ ۱۹۰۳ء میں لکھا ہے
عزرا نبی کا زمانہ یہودیوں کی قومی زندگی
کی تاریخ میں بہار کا موسم ہے جس سے انکے
جڑے دیار میں پھر سے رونق آئی اگر
موسیٰ (علیہ السلام) پر شریعت نازل نہ ہوئی
ہوتی تو عزیر کو حق تھا کہ انہیں ناشر شریعت
کہا جاتا۔ تورات بھلائی جا چکی تھی عزرا
نے اسے دوبارہ زندہ کیا اگر بنی اسرائیل
پیہم غلط کاریوں کا شکار نہ ہوتے
تو وہ عزرا کے ہاتھوں پر بھی وہی معجزے
دیکھتے جو انہوں نے موسیٰ کے ہاتھوں
پر دیکھتے تھے۔ ڈاکٹر جارج پوسٹ (قاموس الکتاب
المقدس) ڈکشنری آف ہولی بائبل میں

لکھتا ہے۔

عزرا۔ ایک یہودی عالم اور مشہور مصنف ہیں ارتخشتا بادشاہ کے زمانہ حکومت میں بابل میں رہتے تھے اس بادشاہ نے اپنی حکومت کے ساتویں سال انہیں اجازت دی کہ یہودیوں کو اپنے ساتھ یروشلم واپس لے جائیں۔ یہ واقعہ ۴۵۷ق م کا ہے یہودیوں کے عقیدہ میں عزرا کی حیثیت موسیٰ علیہ السلام جیسی ہے۔ انہوں نے ہی کتاب مقدس کے سارے صحیفوں کو کلدانی زبان میں منتقل کیا اور "سفر ایام" "سفر عزرا" اور "سفر نحمیا" لکھے"۔

جان ملز اپنی کتاب مطبوعہ ڈربی کے صفحہ ۵ میں لکھتا ہے "اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ تورات کا اصلی نسخہ اور اسی طرح کتب عہد عتیق کے نسخے بخت نصر کے حملہ میں ضائع ہو گئے تھے۔ پھر عزرا کے ذریعہ ان کی صحیح نقول میسر آئیں لیکن پھر جب انیتوکس شہنشاہ فرنگ نے بیت المقدس پر حملہ کیا تو یہ نقلیں بھی ضائع ہو گئیں تفصیل مذکورہ بالا سے یہ امر واضح ہو گیا کہ یہودیوں کے ہاں حضرت عزرا کی حیثیت ناجی قوم یہود اور مجدد دین موسوی کی تھی اور وہ ان کو موسیٰ علیہ السلام کے برابر ہمیت دیتے تھے اس لئے یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ یہودیوں کے بعض گروہوں نے ان کو "ابن اللہ" اللہ کا بیٹا کہہ دیا جو کہ قرآن کریم میں مذکور ہے اور انہی یہودیوں سے بنیت مسیح کا عقیدہ عیسائیوں میں منتقل ہوا چنانچہ سکندریہ کا یہودی فلسفی فیلو جو حضرت مسیح علیہ السلام کا معاصر تھا لکھتا ہے۔

"اللہ کا ایک بیٹا ہے وہ اس کا کلمہ جس سے اس نے ساری مخلوق کو پیدا کیا۔" چنانچہ یہود مدینہ بھی اسی عقیدہ کے تھے جیسا کہ ابن عباس رضی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں سلام بن مشکم، نعمان بن اوفی وغیرہ یہودی آئے اور اپنے اسلام قبول نہ کرنے کے عذر میں کہنے لگے "ہم کس طرح آپ کی پیروی کریں جب کہ آپ نے ہمارے قبلہ کو ترک کر دیا ہے۔ اور حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا ماننے سے آپ کو انکار ہے!"

(تفسیر المنار ج ۱۰ ص ۳۲۸-۳۳۲)

چونکہ آج کل عام طور پر یہودی اس عقیدہ کے قائل نہیں، اس لئے بعض حلقوں میں

قرآن کریم کے اس دعویٰ کی (کہ یہودیوں نے عزیر کو ابن اللہ کہا) تردید کی جاتی ہے۔ مذکورہ بالا تفصیل سے اس تردید کی تغلیط ہو جاتی ہے۔

عزیز:- عزت والا۔ سخت۔

عِزۃ انسان کی اس حالت کو کہتے ہیں جو اسے کسی سے مغلوب نہ ہونے دے یہ ارض عزاز سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں سخت زمین کے۔ لہٰذا عزیز اس ذات کو کہا جائے گا جو سب پر غالب اور قاہر ہو یا ذات ہو وہ کسی سے مغلوب نہ ہو سکے اسی معنی میں خداوند تعالیٰ پر اس کا اطلاق کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا گیا۔ اِنَّہٗ ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔

عزیز کے معنی اپنے اصل مادہ کے اعتبار سے سخت و دشوار کے بھی آئے ہیں چنانچہ فرمایا گیا عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ (یہ وہ بات سخت گراں ہے جو تمہیں مشقت میں ڈالے)

قرآن کریم میں امراۃ العزیز سے وہ عورت مراد لی گئی ہے جو اس مصری سردار کی بیوی تھی جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قافلہ والوں سے خریدا تھا اس سردار کا نام قرآن کریم میں ذکر نہیں بلکہ صرف اس کا لقب عزیز ذکر کیا گیا ہے یہ وہی لقب ہے جس سے بعد میں مصر کے مدار المہام (وزیر اعظم) بن کر حضرت یوسف ملقب ہوئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عزیز اس زمانہ کی مصری حکومت میں وزیر اعظم کو کہا جاتا ہے۔

انجیل کی "سفر التکوین" میں ہے کہ عزیز پولیس کا افسر اعلیٰ فوج کا سپہ سالار اور قیدیوں کا نگران تھا اس کا نام "فوطیفار" تھا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عزیز سے متعلق ملک کے نظم و نسق کے اہم ترین محکمے تھے اور وہ حکومت کا سب سے بڑا عہدہ دار تھا (تفسیر ماجدی + مفردات)

عِزِیْنَ:- گروہ در گروہ۔ جماعت در جماعت، عِزَۃٌ کی جمع بمعنی فرقہ

عَسٰی:- امید ہے قریب۔ شاید۔ فعل مقاربہ واحد مذکر غائب

عُسْرٌ:- تنگی۔ سختی۔ مشکل۔ باب کرم سے مصدر۔

عَسِیْرٌ:- سخت شدید۔ عُسْر سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

عُسْرٰی:- نہایت دشوار۔ سخت۔ دشواری

وسختی۔
پہلے معنی میں عُسْر سے اسم تفضیل واحد مؤنث ہے اور دوسرے معنی میں اسم مصدر ہے آیت کریمہ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى میں پہلے معنی کے اعتبار سے اس کا موصوف "الْخَلِيقَة" یا "الطَّرِيقَة" محذوف ہے۔ یعنی جس شخص نے اللہ کی راہ میں اس کے حکم کے مطابق مال خرچ کرنے سے بخل کیا اور خداوند تعالیٰ کے عذاب سے مامون ہو کر ملت اسلام کی اچھی اور سچی باتوں کو جھٹلایا تو ایسے بدبخت کیلئے ہم ایسے اسباب مہیا کر دیں گے جو اس کی بدانجامی کا باعث ہوں گے اور وہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگا۔ یعنی اسے توفیق خیر حاصل نہ ہوگی کیونکہ وہ اس کا طالب ہی نہیں ہے اور توفیق خیر اسے ہی حاصل ہوتی ہے جو اس کا طالب ہو۔
اور بمعنی ثانی یہ مطلب ہے کہ ایسے شخص کو ہم شر، برائی اور کفر و شرک کی دلدل میں ہی پھنسا رہنے دیں گے کہ وہ اپنے لئے جسقدر سختیاں اور دشواریاں فراہم کر سکتا ہے کر لے اس میں ہمارا کیا نقصان، جب وہ اپنا بھلا نہیں چاہتا تو ہمیں بھی اس کی کوئی پرواہ نہ ہوگی (ملخص از تفسیر کبیر و کشاف والتبیان فی اقسام القرآن لابن قیم) (ش۔ا)

عُسْرَة :۔ دشواری۔ مفلسی۔

عَسْعَسَ :۔ رات آئی۔ رات گئی۔ عَسْعَسَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔
عَسْعَسَة اور عَسٌّ اصل میں کم اندھیرے کو کہتے ہیں جیسا کہ رات کے ابتدائی اور آخری حصہ میں ہوتا ہے (مفردات)

عٓسٓقٓ :۔ حروف مقطعات ہیں مراد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

عَسَل :۔ شہد۔

عَسَيْتُمْ :۔ تم قریب ہوئے۔ فعل مقاربہ ماضی جمع مذکر حاضر۔

عَسِيْر :۔ مشکل، دشوار، سخت۔ عُسْر سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

عِشَاء :۔ نماز عشاء۔

عِشَار :۔ عُشَرَاء کی جمع ہے۔ عُشَرَاء اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کے حمل پر دس ماہ گذر جائیں۔ چونکہ اہل عرب کی دولت کا تنہا خزانہ اونٹ ہیں خصوصاً "عشار" اونٹنیاں تو اہل عرب کے نزدیک نہایت نفیس و عزیز دولت ہے۔ جس کی نگہداشت

سے کسی حال میں غفلت اختیار نہیں کیجا سکتی اور وہ وقت یقیناً کوئی بڑا ہی سخت ہوگا جبکہ عشار، جیسی نفیس وعزیز چیز کی بھی پروا نہ رہے۔ اس لئے قرآن کریم میں قیامت کی ہولناکیوں کا مرقع کھینچتے ہوئے۔ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (اور جب یعنی بروز قیامت" دس ماہ کی حاملہ اونٹنیوں سے بھی لوگ خوف ودہشت اور شدت ہول کی وجہ سے غافل ہوجائیں گے) فرمایا گیا ہے۔

اس آیت کریمہ میں بعض مفسرین نے عشار بمعنے سحاب" بدلیاں" بھی بیان کیا ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ عالم کا تمام نظام درہم برہم ہو جائیگا چنانچہ بادلوں کو بھی بارش برسانے سے معطل کردیا جائے گا۔ (ازافادات امام رازی رحمہ اللہ تعالے۔ ش ا)

عَشْرٌ :۔ دس (مؤنث)

عَشَرَةٌ :۔ دس (مذکر)

عِشْرُوْنَ :۔ بیس (بحالت رفعی)

عَشِیٌّ :۔ شام کا وقت۔ رات۔

عَشِیَّۃٌ :۔ ایک شام۔ ایک رات

عَشِیْرٌ :۔ رفیق۔ دوست۔

عَشِیْرَۃٌ :۔ قبیلہ۔ گھرانا۔ خاندان۔ جمع عَشَائِرُ۔

عَصًا :۔ لاٹھی۔ جمع عِصِیّ۔

عُصْبَۃٌ :۔ جماعت۔ قوت کے لوگ عَصَبٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی" باندھنا" ہیں۔ اس کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جو قول وعمل متحد اور ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔

عَصٰی :۔ اس نے نافرمانی کی۔ عِصْیَان سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عَصْرٌ :۔ زمانہ۔ جمع اَعْصُرٌ۔ عُصُوْرٌ۔ مفسرین کرام اس سلسلے میں مختلف ہیں کہ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ (قسم ہے" عصر کی بے شک انسان ٹوٹے میں ہے) میں عصر سے کیا مراد ہے۔ محققین نے یہاں زمانہ کے معنی کو ترجیح دی ہے کیونکہ مُقْسَمٌ بِہٖ (جس چیز کی قسم کھائی جائے) مُقْسَمٌ عَلَیْہِ (جس چیز پر قسم کھائی جائے) کے لئے بمنزلہ شاہد ودلیل ہوتا ہے جسے متکلم اپنے دعوی کی پختگی وتاکید کے لئے لاتا ہے۔ اس آیت میں مقسم علیہ عام انسانوں کا ٹوٹے میں ہونا اور صرف ان لوگوں کا ٹوٹے اور نقصان سے

محفوظ رہتا ہے جو ایمان و عمل صالح کی گرانبہا دولت سے مالامال ہیں اور جو صرف اپنے فائدہ اور نجات پر قانع نہیں ہوتے بلکہ دوسروں کو بھی اس عقلمندی کا رستہ دکھاتے ہیں جو خود انہیں حاصل ہے ظاہر ہے کہ ابتدائے آفرینش سے لیکر آج تک زمانہ اپنے حادثات تغیرات وانقلابات سے اس دعویٰ کی پوری پوری شہادت دیتا ہے۔ مذکورہ بالا صفات جس جماعت میں ہوں اس کی ترقی کامیابی تو یقینی ہے ہی لیکن تاریخ گواہ ہے دور زمانہ شاہد ہے کہ دنیا میں بھی کامرانی وظفر مندی انجام کار ان ہی نیک لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہود۔ حضرت صالح۔ حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور جناب رسالت مآب علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی زندگیاں اس آیت کی تفسیر میں۔ دور حاضر میں بھی کوئی جماعت پیدا ہو جائے جو اجتماعی طور پر ایمان و عمل صالح اور تبلیغ دین حق کی صفات سے آراستہ ہو تو یقیناً وہ کامیاب و فیروزمند ہوگی۔ (ع ش ا)

عَصْف:۔ بھوسا۔

عِصَم:۔ ناموس۔ عصمتیں۔ واحد عِصْمَۃ۔

عَصَوْا:۔ انہوں نے نافرمانی کی۔ عِصْیَان سے ماضی جمع مذکر غائب۔

عِصِیّ:۔ لاٹھیاں۔ واحد عَصًا

عَصِیّ:۔ نافرمان۔ گنہگار۔ عِصْیَان سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

عِصْیَان:۔ نافرمانی۔ گنہگاری۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔ یہ ماخوذ ہے عَصًا (لاٹھی) سے جس طرح ہندوستان کے دیہات میں لٹھ لے کر مارنے کو سرکشی اور نافرمانی سے کنایہ ہے ٹھیک یہی مفہوم عربی لغت میں لفظ "عصیان" کا ہے۔ چونکہ اس کا تعلق ارتکاب گناہ پر ہوتا ہے اس لئے یہ صغائر و کبائر و کفر و شرک سب کو عام ہے۔ پس کفر و شرک کی تمام انواع "معصیت" ہیں لیکن ہر معصیت کفر نہیں ہوتی۔ فسق بھی کفر سے عام ہے مگر عصیان سے خاص ہے کیونکہ فسق کا اطلاق ارتکاب کبائر پر ہوتا ہے۔ پس ہر کافر فاسق بھی ہے اور عاصی بھی اور ہر فاسق عاصی ہے مگر ضروری نہیں کہ کافر بھی ہو اور

عاصی فاسق یا کافر نہیں ہوتا۔ یہی مذہب ہے تمام علمائے اہل سنت کا۔ (ش ۱)

عَصِیبٌ:۔ سخت کٹھن۔ عَصْب سے فَعِیل بمعنے مفعول۔

عَصَیْتَ:۔ تم نے نافرمانی کی۔ عِصْیان سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

عَصَیْتُمْ:۔ تم نے نافرمانی کی۔ عِصْیان سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

عَصَیْنَا:۔ ہم نے گناہ کیا۔ عِصْیان سے ماضی جمع متکلم۔

عَضُدٌ:۔ بازو۔ قوت۔ جمع اَعْضَاد (پہلے معنی حقیقت اور دوسرے میں مجاز ہے)

عَضُّوْا:۔ انہوں نے دانتوں سے کاٹا عَضّ سے ماضی جمع مذکر غائب عَضُّوْا الْاَنَامِلَ کنایہ ہے۔ شدت افسوس، ندامت اور حسرت سے)

عِضِیْنَ:۔ پارہ پارہ۔ ٹکڑے ٹکڑے۔ واحد عِضَۃ۔

عَطَاءٌ:۔ بخشش۔ جود و سخا۔ عُطَاء سے کم مصدر۔ جمع اَعْطِیَۃ۔

عِطْفٌ:۔ پہلو۔ جمع اَعْطَاف۔

عُطِّلَتْ:۔ اس نے معطل اختیار کی گئی۔ تَعْطِیْل سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

عِظْ:۔ تو نصیحت کر۔ وَعْظ سے امر واحد مذکر حاضر۔

عِظَامٌ:۔ ہڈیاں۔ واحد عَظْم۔

عَظْمٌ:۔ ہڈی۔ جمع عِظَام۔

عِظُوْا:۔ تم نصیحت کرو۔ وَعْظ سے امر جمع مذکر حاضر۔

عَظِیْمٌ:۔ باعظمت۔ بڑے مرتبہ والا۔ خداوند تعالیٰ کا اسم صفت۔ عَظْمَۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔ جمع عُظَمَاء

عَفَا:۔ اس نے معاف کیا۔ اس نے تخفیف کی (بصلہ عن) عَفْو سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عِفْرِیْتٌ:۔ قوی۔ خبیث۔ شیطان۔ جمع عَفَارِیت

عَفْوٌ:۔ آسان و سہل چیز۔ ضروریات سے زائد مال۔ گناہ معاف کرنا۔ (بصلہ عن) باب نَصَرَ سے مصدر۔

عَفُوٌّ:۔ بہت معاف کرنے والا۔ خداوند تعالیٰ کا اسم صفت عَفْو سے مبالغہ واحد۔

عَفَوْا:۔ وہ بڑھ گئے۔ (بلا صلہ) انہوں نے

معاف کیا (بصلہ عن) عَفْو سے ماضی جمع مذکر غائب۔

عَفَوْنَا:۔ ہم نے معاف کیا۔ عَفْو سے ماضی جمع مذکر غائب۔

عُفِیَ:۔ وہ معاف کیا گیا۔ عَفْو سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

عِقَابٌ:۔ سزا۔ عذاب۔ باب مُفَاعَلَہ سے مصدر۔

عَقِبٌ:۔ ایڑی۔ اولاد۔ نسل۔ جمع اَعْقَاب

عُقُبٌ:۔ انجام۔ ثواب۔

عُقْبٰی:۔ آخرت۔ قیامت۔ ثواب عُقُوب بمعنے بعد میں آنا۔ سے اسم تفضیل واحد مؤنث

عَقَبَۃٌ:۔ پہاڑ کی گھاٹی۔ جمع عَقَبَات

عَقِبَیْ:۔ دو ایڑیاں۔ عَقِب کا تثنیہ بحالت جری۔ نون اضافت کی وجہ سے ساقط ہو گیا

عُقَدٌ:۔ گرہیں۔ واحد عُقْدَۃ

عَقْدٌ:۔ گرہ باندھنا۔ بیع یا نکاح منعقد کرنا باب نَصَرَ سے مصدر۔

عُقْدَۃٌ:۔ گرہ۔ معاملہ۔ جمع عُقَد

عَقَدَتْ:۔ اس نے باندھا۔ عَقْد سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

عَقَّدْتُمُ الْاَیْمَانَ:۔ تم نے قسموں کو مضبوط باندھا۔ تم نے قسمیں منعقد کیں۔ تَعْقِیْد سے ماضی مذکر حاضر۔ تَعْقِیْد کے اصل معنے "مضبوط گرہ باندھنا" ہیں اس سے مراد قصداً قسم کھانا ہے۔ ایسی قسم جو جان بوجھ کر کھائی گئی ہو اور آیندہ کے متعلق ہو جیسے خدا کی قسم میں کل فلاں کام ضرور کروں گا، تو اس قسم کو یمین منعقد کہتے ہیں۔ اور اس کے توڑنے سے گناہ لازم آتا ہے یعنی دس مسکینوں کو متوسط درجہ کا کھانا کھلانا یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا اور اگر ان تینوں میں سے کسی پر بھی قدرت نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھنا۔

واضح رہے کہ یمین غموس (یعنی وہ قسم جو جان بوجھ کر گذشتہ زمانہ کے متعلق جھوٹی کھائی جائے) پر امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کفارہ نہیں بلکہ یہ ایک سخت اور بڑا گناہ ہے جو صرف توبہ سے معاف ہوتا ہے۔ مگر امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ یمین غموس پر بھی کفارہ کے قائل ہیں، کیونکہ وہ بھی قصداً منعقد کی جاتی ہے اور آیت کے الفاظ اس کو متناول ہیں۔

(تفصیل کیلئے کتب فقہ ملاحظہ ہوں

(ش ا)

عَقَرَ :۔ اس نے کونچیں کاٹیں ۔ اونٹنی کے پاؤں کاٹے عَقْر سے ماضی واحد مذکر غائب ۔

عَقَرُوْا :۔ انہوں نے کوچیں کاٹیں ۔ پاؤں کاٹ ڈالے ۔ عَقْر سے ماضی جمع مذکر غائب ۔

عَقَلُوْ :۔ انہوں نے سمجھا ۔ عَقْل سے ماضی جمع مذکر غائب دیکھو تَعْقِلُوْنَ)

عُقُوْد :۔ اقرار ۔ عہد و پیمان ۔ واحد عَقْد

عَقِيْم :۔ بانجھ ۔ بے اثر ۔ نامرد ۔ عُقْم ۔ سے مشتق ہے جس کا اطلاق اس خشکی پر ہوتا ہے جو کسی اثر کو قبول نہ کرنے دے ۔ اسی سے دَاءُ عُقَام ، اس مرض کو کہتے ہیں جو صحت کو قبول نہ کرے ۔ چنانچہ اِمْرَأَة عَقِيْم اس عورت کو کہتے ہیں جس کا رحم نطفہ قبول نہ کرے اور رِیْح عَقِیْم اس ہوا کو جو بادلوں کو سیراب نہ کرے ۔ اور یَوْمٌ عَقِیْم اس دن کو جو خوشی نہ بخشے ۔ یہ دن منکرین کے لئے قیامت کا دن ہو گا ۔ قرآن کریم میں یہ تینوں استعمالات آئے ہیں ۔

عَلٰی :۔ اوپر ۔ پر (حروف جار ہے)

عُلٰی :۔ بلندیاں عُلُوّ سے اسم تفضیل جمع مؤنث واحد عُلْیٰی (مگر اس کا استعمال اسم مصدر کے معنی میں بھی ہوتا ہے ۔)

عَلَا :۔ اس نے سرکشی کی ۔ وہ بلند ہوا عُلُوّ سے ماضی واحد مذکر غائب ۔

عَلَّام :۔ بہت جاننے والا ۔ عِلْم سے صیغہ مبالغہ واحد ۔

عَلَامَات :۔ نشانیاں ۔ واحد عَلَامَة

عَلَانِيَة :۔ کھلا ہوا ۔ ظاہر ۔ آشکارا ہونا ظاہر ہونا ۔ مصدر از نصر و ضرب ۔ اس کا استعمال اکثر اعراض میں ہوتا ہے اعیان میں نہیں (مفردات)

عَلَق :۔ جمے ہوئے خون کا ٹکڑا ۔ جونک (اسم جنس ہے)

عَلَقَة :۔ جمے ہوئے خون کا ایک ٹکڑا ۔ ایک جونک ۔

عِلْم :۔ جاننا ۔ بوجھنا ۔

متکلمین اسلام (ماتریدیہ) کی رائے یہ ہے کہ عِلْم ایک صفت ہے جو دل میں ودیعت کی گئی ہے ۔ جب ضروری شرطیں پائی جائیں تو یہ انجلا و انکشاف کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے ۔ اس کی مثال قوۃ باصرہ کی سی ہے جو آنکھ میں رکھی گئی ہے ۔

فلاسفہ کا خیال یہ ہے کہ علم " حصول صورۃ " یا صورۃ حاصلہ کو کہتے ہیں ۔

متکلمین کی رائے کے مطابق علم موجود اور

(دیکھو عِلْم)

عَلِمَتْ :۔ اس نے جانا۔ عِلْم سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

عَلِمْتَ :۔ تونے جانا۔ عِلْم سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

عَلَّمْتَ :۔ تونے سکھلایا۔ تَعْلِیْم سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

عَلَّمْتُ :۔ میں نے سکھایا۔ تَعْلِیْم سے ماضی واحد متکلم۔

عَلِمْتُمْ :۔ تم نے جانا۔ عِلْم سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

عَلَّمْتُمْ :۔ تم نے سکھایا۔ تَعْلِیْم سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

عُلِّمْتُمْ :۔ تم کو سکھایا گیا۔ تَعْلِیْم سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

عَلِمْنَا :۔ ہم نے جانا۔ عِلْم سے ماضی جمع متکلم

عَلَّمْنَا :۔ ہم نے سکھایا۔ تَعْلِیْم سے ماضی جمع متکلم۔

عُلِّمْنَا :۔ ہمیں سکھایا گیا۔ تَعْلِیْم سے ماضی مجہول جمع متکلم۔

عَلِمُوْا :۔ انہوں نے جانا۔ عِلْم سے ماضی جمع مذکر غائب۔

عُلُوّ :۔ چڑھنا۔ بلند ہونا۔ سرکش ہونا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

عَلَوْا :۔ وہ غالب ہوئے۔ انہوں نے سرکشی کی۔ عُلُوّ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

عَلِیّ :۔ اللہ تعالیٰ کا اسم صفت بمعنے بلند و برتر عُلُوّ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

عُلْیَا :۔ بہت اوپر۔ اونچی جگہ۔ بلندی۔ عُلُوّ سے اسم تفضیل واحد مؤنث

عَلِیْم :۔ بہت جاننے والا۔ خداوند تعالیٰ کا اسم صفت عِلْم سے مبالغہ واحد۔

عِلِّیُّوْن۔ عِلِّیِّیْن :۔ عِلِّیّ کی جمع اول بحالت رفعی اور ثانی بحالت جری و نصبی۔ یہ جنت کے اعلیٰ ترین درجہ کا نام ہے جیسا کہ جہنم کے نچلے طبقے کا۔ سِجِّیْن۔

حافظ ابن کثیرؒ نے ابن عباسؓ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کعب احبار سے پوچھا کہ سِجِّیْن کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ زمین کا ساتواں (سب سے نچلا) طبقہ ہے جس میں کفار کی روحیں رہتی ہیں پھر عِلِّیِّیْن کے متعلق پوچھا کہ وہ کیا ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ آسمان کا ساتواں (سب سے بلند) طبقہ ہے جس میں مومنین کی روحیں رہتی ہیں۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ ظاہر ہے عِلِّیِّیْن علو سے ماخوذ

جس کے معنی بلندی کے ہیں اور قاعدہ ہے
کہ جو چیز جتنی بلند ہوتی ہے اتنی ہی وسیع
بھی ہوتی ہے اور سِجِّین سجن سے ماخوذ
ہے جس کے معنی تنگی کے ہیں اور جو چیز
جتنی نیچی ہوتی ہے اتنی ہی تنگ ہوتی
ہے، حافظ صاحب کتب مرقومہ کو علیین
اور سجین کا بیان نہیں مانتے جنہوں نے
مانا وہ کہتے ہیں کہ علیین اور سجین میں جنتیوں
اور دوزخیوں کے اعمال کے دفاتر بھی ہوں
گے۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب نے لکھا ہے
یعنی ان کے نام وہاں داخل ہوتے ہیں مرکر
وہیں پہنچیں گے۔ (موضح ۱)

مگر امام راغب کی رائے سب سے علیحدہ
ہے وہ لکھتے ہیں کہ عِلِّيِّين سے اہل جنت
مراد ہیں جو سربلند و سرفراز ہونگے کیونکہ
"ون" اور "ین" سے ذوی العقول ہی کی
جمع آتی ہے۔ اس طرح اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِي
عِلِّيِّين کے معنی یہ ہوں گے کہ نیک لوگ
اہل جنت کے زمرہ میں شامل ہونگے۔
(تفسیر ابن کثیر ص۴۸۴ و مفردات)

عَلَيْهِمْ :۔ ان پر۔ عَلٰی حرف جار باضمیر
مجرور جمع مذکر غائب۔

عَمَّ :۔ کس چیز کے متعلق ؟ کس وجہ سے ؟
یہ لفظ اصل میں عَنْ مَا تھا۔ نون کا
میم میں ادغام ہوا اور "ما" کے آخر سے
کثرت استعمال اور حرف جار کے داخل
ہونے کی وجہ سے الف گر گیا۔

عَمّ :۔ چچا۔ جمع اَعْمَام۔

عَمًى :۔ اندھاپن۔ گمراہی۔ اندھا ہونا۔
گمراہ ہونا۔ باب سمع سے مصدر۔
اس کا استعمال بصر (آنکھ کی روشنی) کے
نہ ہونے پر بھی اور بصیرت (دل کی روشنی)
کے نہ ہونے پر بھی ہوتا ہے مگر پہلی صورت
میں صفت کا صیغہ اَعْمٰی آتا ہے اور
دوسری صورت میں اَعْمٰی بھی اور عَمٍ بھی۔
(مفردات)

عَمّٰت :۔ پھوپھیاں۔ واحد عَمَّة

عِمَاد :۔ بلند عمارت۔ واحد عِمَادَة کھمبا۔
ستون۔ جمع عَمَدَ (دیکھو لفظ عاد)

عِمَارَة :۔ آبادی۔ آباد کرنا۔ باب نصر
سے مصدر۔

عَمَد :۔ کھمبے۔ ستون۔ واحد "عِمَاد"

عُمُر :۔ زندگی۔ جینا۔

عَمْر :۔ زندگی۔ عمر (مگر یہ الفتح قسم کے
ساتھ خاص ہے۔)

عِمْرَان :۔ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام

کے باپ کا نام حضرت مریم کے باپ کا نام۔

عُمْرَۃ :۔ اس کے لغوی معنی "آباد جگہ کا قصد کرنا اور زیارت کرنا" ہیں۔ اور اصطلاح شرع میں میقات سے احرام باندھ کر خانۂ کعبہ کا طواف کرنا اور اس کے بعد صفا و مروہ پر سعی کرنا "عمرہ" ہے۔ حج کی ادائیگی کے لئے تو مخصوص دن مقرر ہیں لیکن عمرہ کے لئے کوئی مخصوص وقت نہیں۔ ایام حج کے علاوہ سال بھر میں جب جی چاہے عمرہ ادا کیا جا سکتا ہے۔ نیز حج کی طرح عمرہ میں میدانِ عرفات کا وقوف۔ رمی جمار۔ قربانی۔ رات کو مزدلفہ میں ٹھیرنا وغیرہ وغیرہ بھی نہیں ہیں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک حج کی طرح عمرہ بھی فرض ہے ان ہی شرائط کے ساتھ جو وجوب حج کی شرائط ہیں۔ اور امام مالکؒ امام اعظم رحمہما اللہ کے نزدیک عمرہ صرف سنت ہے عبداللہ بن مسعودؓ۔ جابرؓ اور ابراہیم نخعی کا بھی یہ ہی مذہب ہے۔ (کذا فی الخازن)

عَمَرُوْا :۔ انہوں نے بسایا۔ عِمَارَۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

عَمَل :۔ کام۔ جمع اَعْمَال۔

عَمِلَ :۔ اس نے کام کیا۔ عَمَل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عَمِلَتْ :۔ اس نے کام کیا۔ عَمَل سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

عَمِلْتُمْ :۔ تم نے کام کیا۔ عَمَل سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

عَمِلُوْا :۔ انہوں نے کام کیا۔ عَمَل سے ماضی جمع مذکر غائب۔

عَمُوْا :۔ وہ اندھے ہو گئے۔ عَمًی سے ماضی جمع مذکر غائب۔

عَمُوْنَ :۔ دل کے اندھے۔ عَمًی سے صفت مشبہ۔ جمع مذکر۔ واحد۔ عَمٍ

عُمْیٌ :۔ اندھے۔ واحد۔ اَعْمٰی

عَمِیَ :۔ وہ دل کا اندھا ہوا۔ عَمًی سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عُمْیَانٌ :۔ اندھے۔ واحد۔ اَعْمٰی

عَمِیَتْ :۔ وہ اندھی ہوئی۔ وہ پوشیدہ ہوئی عَمًی سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

عُمِّیَتْ :۔ وہ چھپائی گئی۔ تَعْمِیَۃ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

عَمِیْقٌ :۔ گہرا دور۔ عَمْق سے صفت مشبہ۔ واحد مذکر۔

عَمِیْنَ :۔ دل کے اندھے عَمًی سے صفت مشبہ جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد عَمٍ۔

عَنْ :۔ (حرفِ جار)

عِنَب :۔ انگور۔ جمع اَعْنَاب

عَنَت :۔ مشقت۔ تباہی۔ بربادی۔ مجازاً زنا۔ باب سمعَ سے مصدر۔

عَنَتُّ :۔ اس نے عاجزی کی۔ عُنُوّ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

عَنِتُّمْ :۔ تم مشکل میں پڑے۔ عَنَت سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

عِنْدَ :۔ نزدیک۔ پاس۔ (اسم ظرف)

عُنُق :۔ گردن۔ جمع اَعْنَاق

عَنْکَبُوْت :۔ مکڑی۔ جمع عَنَاکِب۔

عَنِیْد :۔ دشمن۔ ضد کرنے والا۔ ناحق لڑنے والا۔ جان بوجھ کر حق بات کی مخالفت کرنے والا۔ عُنُوْد سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

عَوَان :۔ میانہ سال۔ ادھیڑ عمر۔ جمع عُوْن

عِوَج :۔ کجی۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

عَوْرَات :۔ شرمگاہیں۔ ننگے ہونے کے اوقات۔

عَوْرَۃ :۔ ہر وہ چیز یا جسم کا وہ حصہ جس کے کھلنے سے عار اور شرم معلوم ہو۔ اسی لئے شرمگاہ اور عورت کو بھی عَوْرَۃ کہتے ہیں۔ نیز کپڑے یا مکان کی پھٹن اور شکستگی کو بھی عَوْرَۃ کہتے ہیں اور کبھی شکستہ مکان پر بھی اس کا اطلاق آتا ہے اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَۃٌ میں یہی آخری معنی مراد ہیں یعنی ہمارے مکان شکستہ اور کھلے ہوئے ہیں کہ ان میں چور گھس سکتے ہیں۔ (مفردات وکشاف)

عُوْقِبَ :۔ اس کو سزا دی گئی۔ عِقَاب سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

عُوْقِبْتُمْ :۔ تم کو سزا دی گئی۔ عِقَاب سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

عَهْد :۔ اقرار۔ قول و قرار۔ جمع عُهُوْد

عَهِدَ :۔ اس نے عہد کیا۔ عَهْد سے ماضی واحد مذکر غائب۔

عَهِدْنَا :۔ ہم نے وصیت کی۔ (بصلہ الیٰ) عَهْد سے ماضی جمع متکلم۔

عِهْن :۔ رنگین یا بے رنگی اون۔ جمع عُهُوْن۔

عِیْد :۔ عید۔ خوشی کا دن۔ خوشی جمع اَعْیَاد عید عَوْد سے ماخوذ ہے جس کے معنے لوٹنے کے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ عید کو عید اسلئے کہتے ہیں کہ وہ ہر سال لوٹ لوٹ کر آتی ہے اور ذ مذہب یہ ہے کہ عرب ہر خوشی کے اجتماع کو عید کہتے تھے کیونکہ اس کے لوٹنے سے خوشی لوٹتی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ عید

کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مغفرت
اور رحمت کو لوٹاتا ہے اس لئے اسے عید
سے موسوم کیا گیا۔ چنانچہ حضرت علی کا ارشاد
ہے کہ لیس العید لمن لبس الجدید
انما العید لمن امن الوعید (عید
اس شخص کی نہیں ہے جسنے نئے کپڑے
پہنے عید اس کی ہے جو اللہ تعالیٰ کے
عتاب سے محفوظ رہا۔)

ہر قوم و ملت میں عید کا رواج رہا ہے اور
وہ اسے اپنے اپنے طریقہ پر مناتی رہی ہے
جب رسول کریم صلعم مدینہ منورہ تشریف
لائے تو اہل مدینہ اہل ایران کے اتباع
میں "نیروز" اور "مہرجان" کی دو عیدیں
مناتے تھے۔

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا اللہ تعالےٰ نے ان دو دنوں کے
عوض خوشی کے ان سے بہتر دو دن تجویز
کئے ہیں وہ "عید الفطر" اور "عید الاضحیٰ"
کے دو دن ہیں (ابوداؤد عن انس)

اسلام نے عیدین کو ایام اکل وشرب
وبعال قرار دے کر ایک طرف انہیں جائز
جسمانی مسرتوں کا ذریعہ بنایا تو دوسری
طرف ان دنوں میں نذر و صدقات و خیرات
کو واجب قرار دے کر روحانی برکتوں کا
وسیلہ بھی بنادیا۔

اسلام میں عیدین کی ابتدا ۲ھ میں
ہوئی۔ قرآن کریم میں "عید" کا لفظ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کی دعا میں آیا ہے جو آپ
نے اپنے حواریوں کے مطالبہ پر نزول
مائدہ (آسمانی کھانوں سے بھرا ہوا
دسترخوان) کے لئے مانگی۔ آپ نے فرمایا
اللّٰهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ
السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا (اے اللہ
ہمارے پروردگار ہمارے لئے آسمان
سے کھانے سے بھرا خوان اتار تا کہ اس کے
اترنے کے دن کو ہم عید کا دن قرار دیں)
چنانچہ اتوار کے دن "مائدہ" اترا اور وہ
نصاریٰ میں یوم عید قرار پایا۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مائدہ
سے استفادہ کی چالیس دن تک تو عام
اجازت رہی۔ پھر امراء کے لئے اسے کھانا
ممنوع قرار دیا گیا لیکن وہ نہ مانتے۔
اس پر مائدہ اترنا بند ہوگیا اور ان پر
عذاب خداوندی نازل ہوا۔

بعض روایات میں ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ
نے نزول مائدہ کو اس شرط سے مشروط

فرما دیا تھا کہ اس کے بعد بھی اگر کوئی کافر ہوا تو ہم اس پر ایسا عذاب نازل فرمائیں گے جو کسی پر نازل نہ کیا ہو گا۔ اس سے وہ ڈر گئے اور انہوں نے مطالبہ ترک کر دیا اور مائدہ نہیں اترا۔ واللہ اعلم۔

عِیر: قافلہ، کارواں۔ عِیر دراصل اُن گدھوں کو کہتے ہیں جو اونٹوں پر غلہ لادے ہوئے ہوں اور مجازاً اس کا استعمال مطلق قافلہ کے معنی میں ہوتا ہے۔ (مفردات)

عیسیٰ: عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام)، انبیاء بنی اسرائیل میں سب سے آخری نبی و رسول کا نام نامی۔ آپ حضرت مریم بنت عمران کے صاحبزادے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ آپ حضرت یحییٰ علیہ السلام سے چھ ماہ چھوٹے تھے۔ آپ کی ولادت عجیب اور غیر معمولی طریقہ سے ہوئی ہے۔ سورۂ مریم میں آپ کی ولادت کا قصہ اس طرح بیان فرمایا گیا ہے کہ جب حضرت مریم بالغ ہو گئیں تو ایک روز غسل کرنے کے لئے بیت المقدس سے مشرقی جانب ایک تنہا مکان میں تشریف لے گئیں اور پردہ کر کے غسل کا ارادہ کیا۔ اچانک حضرت جبریل علیہ السلام ایک کامل الخلقت حسین وجمیل انسان کی شکل میں نمودار ہوئے۔ مریم گھبرا کر فرمانے لگیں میں رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو پرہیزگار اور خدا ترس آدمی ہے تو یہاں سے نکل جا۔ فرشتے نے کہا میں انسان نہیں بلکہ تیرے رب کی طرف سے بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اور مجھے اس نے بھیجا ہے کہ میں تجھے ایک پاکیزہ اور ستھرا لڑکا دے جاؤں۔ مریم کو قرائن و دلائل سے یقین آ گیا کہ فی الواقع یہ فرشتہ ہی ہے کیونکہ بند مکان میں دروازہ کھولے بغیر کوئی انسان کیسے داخل ہو سکتا تھا لیکن یہ بشارت سن کر بہت متعجب ہوئیں اور کہا میرے کس طرح لڑکا پیدا ہو سکتا ہے حالانکہ مجھے کسی مرد نے چھوا تک نہیں میں کسی کی منکوحہ نہیں کہ حلال طریقہ سے اولاد حاصل ہو اور میں بدکار بھی نہیں کہ حرام طریقہ سے بچہ پیدا ہو جائے فرشتہ نے جواب دیا بہرحال ہونا یہی ہے اور تیرے رب کے لئے یہ آسان ہے۔ تقدیر الٰہی میں یہ طے شدہ امر ہے کہ بغیر مرد کے تیرے بطن سے ایک غلام زکی پیدا ہو تاکہ وہ اللہ کی طرف سے لوگوں کے لئے رحمت اور قدرت خداوندی کی نشانی ثابت ہو۔

فرشتہ نے بحکم خداوندی مریم کے گریبان میں

چونکہ ولادت قریب ہو گئی جب مدت حمل پوری ہونے کو آئی تو بیت المقدس سے ایک دور جگہ بیت اللحم چلی گئیں اور درد زہ کی تکلیف میں ایک کھجور کی جڑ کا سہارا لیا۔ درد وکرب کی شدت نیز آئندہ بدنامی کے تصور سے گھبرا گئیں۔ کہہ اٹھیں، اے کاش میں کسی طرح اس واقعہ سے قبل مر کر بھولی بسری ہو جاتی۔ یہ مقام جہاں حضرت مریم درد میں مضطرب ہو رہی تھیں ایک ٹیلہ تھا اس کے نشیب سے پھر اس فرشتہ نے پکارا کہ مریم غمگین مت ہو یقیناً تیرے رب نے تیرے قدموں تلے صاف پانی کا چشمہ جاری کر دیا ہے اور تیرے سر پر کھجور کے خشک درخت کو سرسبز و باردار بنا دیا ہے کہ جڑ ہلانے ہی سے پکی اور تازہ کھجوریں ٹوٹ کر گرنے لگیں گی۔ پکی اور تازہ کھجوریں کھا اور صاف شیریں پانی پی اور پاکیزہ بیٹے کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کر۔ پھر اگر تجھے کوئی آدمی ملے اور اس کے متعلق پوچھ گچھ کرنا چاہے تو کہہ دینا میں نے روزہ کی نیت (نذر) کر لی ہے لہذا میں آج کسی شخص سے بات چیت نہ کروں گی (شریعت موسوی میں روزہ کی شرط خاموشی بھی تھی) زچگی کے بعد مریم اس فرزند کو آغوش میں لئے ہوئے شہر پہنچیں۔ لوگوں نے یہ دیکھا تو ہوش اڑ گئے۔ کہنے لگے۔ اے تو نے بڑی غلط حرکت کی۔ اے ہارون کی بہن نہ تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی۔ پھر تجھ سے یہ گناہ کیسے سرزد ہوا (ہارون حضرت مریم کے بھائی کا نام تھا)۔ مریم نے حکم خداوندی کے مطابق ہاتھ سے لڑکے کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس سے حقیقت حال پوچھ لو۔ بولے کیا خوب۔ بھلا ہم گود کے بچے سے کس طرح بات چیت کر سکتے ہیں؟ یہ گفتگو ہو رہی تھی خود حضرت عیسیٰ ماں کی گود میں سے بول اٹھے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں (خدا یا خدا کا بیٹا نہیں) مجھے اللہ نے کتاب عطا فرمائی ہے اور خلعتِ نبوت سے سرفراز کیا ہے اور مجھے ہر جگہ اور ہر حال میں بابرکت بنایا ہے اور تا زیست نماز و زکوٰۃ کا حکم دیا ہے اور مجھے اس نے خود سر و بدبخت نہیں بلکہ اپنی والدہ کا مطیع و فرمانبردار بنایا ہے۔

(سورۃ مریم)

حضرت عیسیٰ کا نشوونما بڑھتا رہا اور بچپن سے ہی آپ سے عجیب و غریب خوارق کا

ظاہر ہونے لگا جب سن رشد کو پہنچے تو باقاعدہ دعوت و تبلیغ کا کام ہوا۔ یہ واضح رہے کہ آپ کی دعوت عمومی دعوت نہ تھی بلکہ آپ کو صرف بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا گیا تھا۔ اس لئے آپ نے کتاب موسوی "توریت" کو برقرار رکھا صرف چند احکام شدید میں جزوی ترمیم کی۔ بنی اسرائیل کی حالت دینی اعتبار سے نہایت پست اور ابتر ہو چکی تھی۔ قوم کا ہر طبقہ بگڑ چکا تھا۔ عوام کفر و جہالت میں مبتلا تھے اور خواص یعنی علماء اپنا پیٹ پالنے میں منہمک تھے۔ کتب الٰہی میں حسب منشاء تحریف کرنا، خدا کے احکام قطعیہ کو چھپانا، رشوت و سود خواری ان کے دلچسپ مشاغل تھے۔ مذہب کو انہوں نے صرف چند رسوم اور جزئیات میں منحصر کر دیا تھا اور اصول کو بالکل پس پشت ڈال چکے تھے۔ وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نیک بندے ان کو راہ راست پر لانے کے لئے جد و جہد کرتے یہ بدبخت لوگ ان کو قتل تک کر ڈالتے تھے۔ اسی بناء پر ان کی عظیم الشان سلیمانی سلطنت بھی تباہ ہو چکی تھی اور پوری قوم بت پرست رومیوں کی غلام بن گئی تھی۔ چنانچہ دعوت مسیحی کی مخالفت بت پرست رومیوں نے نہیں بلکہ خود قوم مسیح اور خصوصاً فریسیوں یعنی علماء و مشائخ یہود نے کی حتیٰ کہ رومانی حکومت سے آپ کو پھانسی دینے کیلئے ساز باز کی۔ حضرت مسیح کے ساتھی صرف چند نفوس ہوئے جو دل سے آپ پر ایمان لائے تھے اور دین حق کی مدد کے لئے اپنے تن من دھن کو قربان کرنے کیلئے آمادہ ہو گئے تھے قرآن کریم میں انہی لوگوں کو "حواری" کہا گیا ہے۔ یہ لوگ دھوبی یا نانبائی تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ کا ان پر گذر ہوا۔ انہیں کپڑے دھوتے دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ کپڑے کیا دھوتے ہو۔ میرے ساتھ آؤ تاکہ میں تمہیں دلوں کو دھونا سکھا دوں۔

مگر عام طور پر یہود آنحضرت کے مخالف اور در پے آزار رہے۔ بالآخر وہ بت پرست رومی حاکم ہیرودوس کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہو گئے کہ عیسیٰ حکومت کے خلاف عذر و بغاوت کی تیاری کر رہا ہے۔ چنانچہ فوج کا ایک دستہ حضرت عیسیٰ کی گرفتاری کے لئے روانہ کر دیا گیا۔ اور اناجیل اربعہ کی

متفقہ شہادت کے مطابق انہوں نے
آنحضرت کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد
"یہوداہ" کو تیس روپے رشوت دیکر آنحضرت
کا سراغ دینے پر راضی بھی کر لیا۔ رومی فوج
یہوداہ کو ساتھ لے کر اس مکان کی طرف گئی
جہاں حضرت عیسٰی چھپے ہوئے تھے پہلے
یہوداہ مکان میں داخل ہوا۔ اللہ تعالٰی
نے حضرت عیسٰی کو تو صحیح و سالم آسمان پر
اٹھا لیا اور یہوداہ کی صورت ان کی سی کر دی۔
یہوداہ نے مکان کا کونہ کونہ چھان مارا لیکن
آنحضرت کا سراغ نہ ملنا تھا نہ ملا۔
جب وہ باہر نکلا تو سپاہیوں نے یہوداہ
ہی کو پکڑ لیا اور اسے ہی سولی دیدی۔
اس طرح یہ معاملہ شبہ میں پڑ گیا۔
صحیح اور متواتر احادیث سے ثابت ہے
کہ حضرت عیسٰی آخر زمانہ میں آنحضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے ایک خادم کی حیثیت
میں آسمان سے نازل ہو کر دجال
اکبر اور اس کے پیروؤں تمام کو قتل کرینگے
صلیب توڑ دیں گے اور تمام دنیا کے
بسنے والے انسانوں کو شریعت محمدیہ پر
جمع کر دیں گے۔ وہ وفات پا کر آنحضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے پہلوئے مبارک میں
ہی دفن ہوں گے۔ (ش ۱)

حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارہ
میں عام طور پر بنی اسرائیل کفر و عقیدت
کے غلو میں مبتلا ہو گئے یہودیوں نے تو
آنحضرت ہمیشہ جھوٹا سمجھا اور عیسائیوں
نے آپ کو بندگی و عبدیت کی حدود سے
بالاتر گردان دیا اور آپ کے متعلق نعوذ باللہ
خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کا اعتقاد کر بیٹھے
مگر یہ منکرین مسیح اور معتقدین مسیح سب تقریباً
اس پر متفق ہیں کہ حضرت مسیح کو سولی دیدی
گئی اس پر عیسائیوں نے کفارہ کا عقیدہ
ایجاد کر لیا "اگر دل کھول کر گناہ کر سکیں
ایک طرف بے روک ٹوک دنیوی لذتوں
سے مستمتع ہوتے رہیں اور دوسری طرف
جنت بھی ہاتھ سے نہ جائے قرآن کریم
نے صراحۃً صلب مسیح کے افسانہ کی حقیقت
واشگاف کر دی۔ فرمایا۔

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ
شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا
فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ
مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا
قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ
اِلَيْهِ۔

(انہوں نے نہ مسیح کو قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا۔ بات صرف یہ ہے کہ ان پر حقیقت حال مشتبہ ہو گئی ان لوگوں کے پاس صرف شک و تردد کا سرمایا اور گمان و تخمین کی پیروی ہے یہ بالکل غلط ہے کہ انہوں نے مسیح کو قتل کر دیا بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح کو زندہ اپنی طرف اٹھا لیا۔)

عِیْشَۃ:۔ گذران۔ زندگی۔ جینا۔ عَیْش سے اسم مصدر۔

عَیْلَۃ:۔ محتاجی۔ فقر و فاقہ۔

عِیْنٌ:۔ خوبصورت آنکھوں والی عورت واحد عَیْنَاءُ۔ اصل میں جنگلی گائے اس کی آنکھوں کے حسن و خوبصورتی کی بنا پر عَیْنَاء کہا جاتا ہے۔ مجازاً خوبصورت آنکھوں والی عورت کو بھی عَیْنَاء کہدیا جاتا ہے قرآن کریم میں اسے حُوْر کی صفت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا۔ حُوْرٌ عِیْنٌ۔

(مفردات)

عَیْنٌ:۔ آنکھ۔ چشمہ۔ جمع عُیُوْن عرب میں عَیْن کا لفظ معانی کثیرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مگر قرآن کریم میں انہیں دو معنوں میں آیا ہے امام راغب اصفہانی کی رائے میں عَیْن کے اصل معنی "آنکھ" ہیں۔ دوسرے معانی میں بطور استعارہ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً چشمہ کو اس لئے عَیْن کہتے ہیں کہ اس میں سے بھی آنکھ کی طرح پانی جاری ہوتا ہے۔ اور سورج کو اس لئے کہ اس میں بھی آنکھ کی طرح چمک دمک ہوتی ہے اور سونے کو اس لئے کہ جس طرح آنکھ سب اعضاء میں بہتر ہے اسی طرح سونا تمام دھاتوں میں افضل ہے۔

(مفردات)

عَیْنَانِ:۔ دو آنکھیں۔ دو چشمے عَیْن کا تثنیہ بحالت رفعی۔

عَیْنَیْنِ:۔ دو آنکھیں عَیْن کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔

عُیُوْنٌ:۔ آنکھیں۔ چشمے۔ واحد عَیْن۔

عَیِیْنَا:۔ ہم عاجز ہو گئے۔ عَیّ سے ماضی جمع متکلم۔

غ

غَائِبَۃٌ: چھپنے والی۔ پوشیدہ۔ غَیْب سے اسم فاعل واحد مؤنث۔ جمع غَوَائِب (دیکھو غیب)

غَائِبِیْنَ: چھپنے والے۔ پوشیدہ رہنے والے۔ غَائِب کی جمع بحالت نصبی و جری۔

غَائِطٌ: قضاء حاجت کی جگہ۔ پاخانہ۔ غَائِطٌ اصل میں اس قطعہ زمین کو کہتے ہیں جو اپنے چاروں طرف کی زمین کی نسبت نشیب میں ہو۔ آبادی میں بیت الخلاء نہ ہونے کی وجہ سے ہندوستان کے دیہات والوں کی طرح اہل عرب بھی جنگل میں قضاء حاجت کیا کرتے تھے اور پردہ کی غرض سے غائط کی تلاش ہوتی تھی پھر کنایۃً اس کا استعمال حدث کے لئے ہونے لگا۔

غَائِظُوْنَ: غصہ میں ڈالنے والے غَیْظ سے اسم فاعل جمع مذکر واحد غَائِظ +

غَیْظ: اصل میں اس سوزش اور گرمی کو کہتے ہیں جو خون دل کے جوش میں آنے سے آدمی کو محسوس ہوتی ہے۔ خداوند تعالیٰ کی صفت میں اس سے مراد انتقام ہوتا ہے۔ (مفردات)

غَابِرِیْنَ: پیچھے رہنے والے۔ گذرنے والے تباہ ہونے والے غُبُوْر سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت جری۔ واحد غَابِر

غُبُوْر کے اصل معنی ہیں "ساتھیوں کے چلے جانے کے بعد رہ جانا" قرآن کریم میں کئی آیتوں میں قوم لوط کے کفار کے لئے غَابِرِیْن کا لفظ استعمال ہوا ہے اسلئے کہ حضرت لوطؑ اور ان کے اتباع کے چلے جانے کے بعد وہ لوگ ہی عذاب الٰہی بھگتنے کے لئے رہ گئے تھے (ماخوذ از مفردات)

غَارٌ: کھوہ۔ گڑھا۔ جمع اَغْوَار و غِیْرَان

غَارِمِیْنَ: تاوان زدہ لوگ۔ قرضدار۔ غُرْم سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت جری واحد غَارِم +

غُرْم دراصل اس مالی نقصان کو کہتے ہیں جو بغیر کسی خلل و قصور کے آدمی پر آپڑے اور غَرِیْم قرض خواہ و قرضدار دونوں کے لئے آتا ہے (مگر غارم کا اطلاق صرف مقروض پر ہوتا ہے) (مفردات)

غَاسِقٍ: (غَاسِق) اندھیری رات غَسْق سے اسم فاعل واحد مذکر "مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ" (اور پناہ لیتا ہوں میں اللہ کی) غاسق کی برائی سے جب کہ وہ چھا جائے۔

غاسق سے کیا مراد ہے مفسرین کے اقوال اس کی تعیین میں مختلف ہیں۔ اکثر مفسرین نے اس سے "تاریک رات" مراد لی ہے۔ کیونکہ غسق کے اصل معنے بھر جانا اور پر ہو جانا ہیں۔ کہتے ہیں۔ غَسَقَتِ الْعَیْنُ آنکھ میں آنسو بھر آئے۔ غَسَقَتِ الْجِرَاحَۃُ زخم میں خون بھر گیا اسی مناسبت سے رات کی شدید تاریکی پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور مطلق تاریکی پر بھی۔ گویا کہ رات کا وقت ایک ظرف ہے جس میں مظروف کی طرح تاریکی بھری ہوتی ہے۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ میں غسق مطلق تاریکی کے معنی میں ہے اور مشہور نحوی امام زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ یہ کہتے ہیں کہ "غسق" اصل لغت میں بمعنے بارد (سرد) ہے چونکہ دن کی نسبت رات سرد ہوتی ہے اس لئے رات کو "غاسق" کہا گیا پس آیت کریمہ کے معنی یہ ہوئے "میں پناہ لیتا ہوں اللہ کی اندھیری رات کی برائی سے جب وہ چھا جائے"۔ اور یہ اس لئے کہ رات اور خصوصاً اندھیری رات بڑی خطرناک ہوتی ہے۔ حیوانی اور انسانی درندوں (یعنی چوروں لٹیروں) کے لئے لوگوں کے جان و مال اور عزت و آبرو پر ہاتھ صاف کرنے کے مواقع اندھیری رات میں ہی زیادہ میسر آتے ہیں۔ بڑے بڑے اور حیا سوز جرائم کا ارتکاب رات میں ہی زیادہ کیا جاتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے واسطے سے تمام مسلمانوں کو حکم دیا کہ اپنے آپ کو اللہ کی حفاظت و پناہ میں دیدیں اور تمام برائیوں کے ساتھ اس برائی سے بھی جو رات کے سیاہ پردوں میں لپٹی ہوئی ہوتی ہے بچانے کی اپنے رب سے درخواست کریں جو اندھیرے کو اجالے سے، شب تاریک کو صبح روشن سے اور شر کو خیر سے بدلنے پر قادر ہے۔

غَاشِیَۃ :۔ چھا جانے والی ڈھانپ لینے والی (قیامت)، غَشْیٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

غَافِر :۔ بخشنے والا۔ غُفْرَان سے اسم فاعل واحد مذکر۔

غَفْر کے معنی کسی چیز کو میل کچیل سے محفوظ کرنے کیلئے اس پر کوئی کپڑا وغیرہ ڈالنا۔

ہیں کہتے ہیں۔ اِغْفِرْ ثَوْبَكَ فِی الْوِعَاءِ
اپنے کپڑے کو صندوق وغیرہ میں بند کردے
اللہ کی مغفرت سے مراد اس کی یہ شانِ
کریمی ہے کہ وہ اپنے بندہ کو اپنی سزا سے
محفوظ کرے۔ (مفردات)

غَافِرِیْنَ :۔ بخشنے والے۔ غُفْرَان سے اسم
فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔

غَافِلٌ :۔ بے خبر۔ غافل۔ غَفْلَة سے اسم
فاعل واحد مذکر۔

غَافِلَات :۔ بے خبر عورتیں۔ بھولی بھالی
عورتیں غَفْلَة سے اسم فاعل جمع مؤنث
واحد غَافِلَة۔

غَالِب :۔ زبردست۔ غَلَبَة سے اسم فاعل
واحد مذکر۔

غَاوُوْنَ :۔ گمراہ لوگ۔ غَوَایَة سے اسم فاعل
جمع مذکر واحد غَاوِی۔ (دیکھو غی)

غَبَرَة :۔ گرد و غبار۔ مجازاً۔ اداسی بے رونقی

غُثَاء :۔ سوکھی گھاس۔ کوڑا۔ جمع اَغْثَاء

غَدٌ :۔ آئندہ کل۔ فردا۔ (مجازاً روزِ قیامت)

غَدَاء :۔ کھانا جو صبح کے وقت کھایا جائے
جمع اَغْدِیَة۔

غَدَاة :۔ صبح کا وقت۔ تڑکا۔ جمع غَدَوَات

غَدَق :۔ بہت پانی۔ اصل میں یہ باب سَمِعَ
سے مصدر ہے بمعنے "پانی کا بہت ہونا"
مبالغۃً "بہت پانی" کے معنی میں آتا ہے

غُدُوّ :۔ صبح کے وقت سفر کرنا۔ باب نَصَرَ
سے مصدر۔

غَدَوْا :۔ وہ صبح کے وقت چلے۔ غُدُوّ
سے ماضی جمع مذکر غائب۔

غَدَوْتَ :۔ تو صبح کے وقت چلا۔ غُدُوّ
سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

غَرَّ :۔ اس نے فریب دیا۔ بہکایا۔ غُرُور
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

غُرَاب :۔ کوا۔ جمع غِرْبَان۔

غَرَابِیْب :۔ بالکل سیاہ۔ کالے بھجنگ۔
واحد غِرْبِیْب۔

غَرَام :۔ سخت مصیبت جو انسان کو پیش آئے۔

غَرَبَتْ :۔ وہ ڈوبی، وہ چھپی، وہ جھکی۔
غُرُوب سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

غَرْبِیّ :۔ مغربی۔ مغرب کی طرف والا۔
غَرْب (مغرب) + یائے نسبت۔

غَرْبِیَّة :۔ مغرب کی طرف والی۔

غَرَّتْ :۔ اس نے فریب دیا۔ غُرُور
سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

غُرَف :۔ بالاخانے۔ جھروکے۔ واحد
غُرْفَة مراد منازل جنت۔

مراد ہیں۔ جو بلند مقام و بلند مرتبہ ہیں۔

غُرُفَاتٌ :۔ بالا خانے۔ جھروکے۔ غُرْفَۃٌ کی جمع سالم۔ دیکھو غُرَف۔

غُرْفَۃٌ :۔ ایک چلو پانی۔ جھروکا۔ جمع غِرَاف و غُرَف بالترتیب۔

غَرَقٌ :۔ ڈوب جانا۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

غَرِقَ :۔ وہ ڈوب گیا۔ غَرَقٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

غُرُوْبٌ :۔ آفتاب (وغیرہ) کا چھپنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

غُرُوْرٌ :۔ فریب۔ فریب دینا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

غَرُوْرٌ :۔ بہت فریب دینے والا۔ غُرُوْرٌ سے صیغہ مبالغہ۔ واحد۔

غُزًّى :۔ مجاہدین۔ راہِ خدا میں لڑنے والے۔ واحد غَازِیٌ۔

غَازِی۔ غَزْوٌ کا اسم فاعل ہے۔ اسی سے غَزْوَۃٌ اسم مرة ہے جو جہاد کے معنے میں استعمال ہوتا ہے۔ اصحاب سیر کی اصطلاح میں غزوہ وہ لڑائی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس تشریف لے گئے ہوں اور سَرِیَّۃ وہ جس میں آپ نے صحابہ کرام کو بھیجا ہو۔ غزوات کی تعداد ستائیس ہے اور سرایا کی تقریباً ساٹھ۔ ۹ غزوات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود لڑائی میں حصہ لیا۔

غَزْلٌ :۔ سوت۔ ڈورا۔ دھاگا (مصدر بمعنے مفعول)

غَسَّاقٌ :۔ یہ غَسْق سے مبالغہ کا صیغہ ہے لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا۔ میں غَسَّاق سے کیا مراد ہے؟ مشہور قول یہ ہے کہ دوزخیوں کے زخموں کی پیپ۔ کچ لہو اور ان کی نجس و ناپاک و بدبودار رطوبات کو غَسَّاق کہا گیا ہے اور دوزخ میں دوزخیوں کو سرد پانی کے بجائے نہایت گرم کھولتا ہوا پانی اور یہ "غَسَّاق" دیا جائے گا۔ مگر اس قول کی بنا پر یہ لازم آتا ہے کہ دوزخ میں اب غَسَّاق تیار نہیں ہے بلکہ جب دوزخی جہنم رسید ہوں گے تب ہی یہ "غَسَّاق" ان کے جسموں سے کشید کیا جائے گا اور پھر سے انہی کی شراب بنایا جائے گا۔ حالانکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ دوزخ اپنے جمیع آلات و اسباب کے ساتھ مخلوق و موجود ہے اور اس غَسَّاق کے متعلق حدیث میں بھی آیا ہے: لَوْ أَنَّ دَلْوًا مِنْ غَسَّاقٍ يُهَرَاقُ فِي الدُّنْيَا لَأَنْتَنَ أَهْلَ الدُّنْيَا۔ اگر اس

غساق کا ایک ڈول بھی دنیا پر گرا دیا جائے
تو تمام اہل دنیا اس کی بدبو سے سڑ جائیں۔
اس حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ غساق
فی الحال دوزخ میں موجود ہے۔ پھر حدیث
مذکورہ میں غسّاق کو الف لام عہدی کے ساتھ
ذکر فرمایا ہے جس کا مطلب یہی ہے کہ
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی غساق
کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے جو آیت کریمہ میں
مذکور ہے نیز یہ لکھا جا چکا ہے کہ غسق بمعنے
تاریکی ظلمت ہے۔ لہٰذا اقرب ترجمہ ادا
ہوتا ہے جسے امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے
من جملہ اقوال کے نقل کیا ہے کہ غسّاق "
ایک سیاہ رنگ کی نفرت انگیز وحشت خیز
اور نہایت بدبودار پینے کی چیز ہوگی جو
دوزخیوں کو پانی کی بجائے پلائی جائیگی
نعوذ باللہ من عذاب دوزخ

غَسَق :۔ سخت اندھیرا۔ شدید تاریکی۔ باب
سَمِعَ سے مصدر۔

غِسْلِیْن :۔ دوزخیوں کا پیپ و زرد آب
دھوون (تفسیر کبیر)

غشّی :۔ اس نے خوب ڈھانپا۔ چھپایا۔ از
تَغْشِیَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

غِشَاوَة :۔ آنکھ کا پردہ۔ غشاوہ بمعنے ڈھانپ
لینا۔ سے فِعَالَة کے وزن پر آلہ ہے یعنی
وہ جس سے کسی چیز کو ڈھانپ لیا جائے
وَعَلٰی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (ان کافروں)
کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے ایک تو
یہ تعلیل پڑھی جاتی ہے۔ اس استعارہ و
تمثیل وارد ہے یعنی یہ کافر لوگ چونکہ
حق بات کو نہیں دیکھتے اور اللہ کی بینی
کی ہوئی نشانیوں اور قائم کئے ہوئے
دلائل سے اندھے بنے ہوئے ہیں۔ تو
ان کی صورت حال ایسی ہوگئی ہے جیسے
ان پر ٹنگا ہوا پردہ چڑھ گئے ہوں کہ جس
طرح اس آدمی کو جو آفتاب مانند سب
عین نصف النہار کے وقت اور ٹھیک
مطلع صاف ہونے کے باوجود بھی نظر
نہیں آتا اور ہر دن اور رات میں کوئی تمیز
نہیں ہوتی جس کی آنکھوں پر جھلی پڑھی ہوئی
ہو یا کسی نے اپنی آنکھوں پر پردہ ڈال
لیا ہو اسی طرح ان کافروں نے بھی اپنی بصیرت
کی آنکھوں پر تعصبات۔ عناد۔ عداوت و تعصب
کے پردے ڈال لئے ہیں کہ حق کا آفتاب
آفتاب اپنی انتہائی ضیا پاشیوں کے وجود
انہیں دکھائی نہیں دیتا۔ وہ سرے سے
اس کے وجود کا ہی انکار کر رہے ہیں۔

حالانکہ ۔ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

غَشِیَ :۔ اس نے ڈھانپ لیا۔ غشی سے ماضی واحد مذکر غائب۔

غَصْبٌ :۔ چھین لینا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

غُصَّۃٌ :۔ اچھو۔ پھندا۔ جمع غُصَص۔

غَضَبٌ :۔ ناراض ہونا۔ باب س۔ ح سے مصدر (بصلۂ عَلیٰ)

غَضِبَ :۔ وہ ناراض ہوا۔ غضب سے واحد مذکر غائب۔ ماضی۔

غَضْبَانُ :۔ غضبناک۔ پرغضب۔ غضب سے صفت مشبہ۔ واحد مذکر۔ جمع غِضَاب

غَضِبُوْا :۔ وہ ناراض ہوئے۔ غضب سے ماضی جمع مذکر غائب۔

غِطَآءٌ :۔ پردہ۔ جمع اَغْطِیَۃ۔

غَفَّارٌ :۔ بہت بخشنے والا۔ غُفْرَان سے مبالغہ واحد۔

غَفَرَ :۔ اس نے بخشا۔ معاف کیا۔ غفران سے ماضی واحد مذکر غائب۔

غُفْرَانٌ :۔ بخشش۔ مغفرت۔ باب ضَرَبَ سے مصدر (دیکھو غافر)

غَفَرْنَا :۔ ہم نے بخشا۔ غُفْران سے ماضی جمع متکلم۔

غَفْلَۃٌ :۔ بے خبری۔ غفلت۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

غَفُوْرٌ :۔ بہت بخشنے والا۔ غُفْرَان سے صیغہ مبالغہ۔

غِلٌّ :۔ دشمنی۔ کینہ۔ بیر (اصل میں یہ باب ضَرَبَ سے مصدر ہے بمعنی "کینہ ور ہونا" مجازاً اسم کے معنی میں مستعمل ہے)

غِلَاظٌ :۔ بے رحم۔ مضبوط۔ سخت۔ واحد غَلِیْظ۔

غُلَامٌ :۔ لڑکا۔ جمع غِلْمَان۔

غُلَامَیْنِ :۔ دو لڑکے۔ غلام کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔

غُلْبٌ :۔ گھنے (باغات) واحد۔ غَلْبَاءُ (دراصل یہ صفت مشبہ ہے۔ غَلَبٌ سے بمعنے "موٹی گردن کا ہونا" اَغْلَبُ موٹی گردن والا۔ غَلْبَاءُ موٹی گردن والی اور مجازاً غَلْبَاءُ گھنے درخت یا باغ کو کہتے ہیں۔

غَلَبٌ :۔ مغلوب ہونا۔ دبنا۔ اصل میں غَلَبَۃٌ تھا۔ آخر سے "ۃ" ساقط ہو گئی۔ "وَھُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ" (اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہوں گے) چونکہ یہ مصدر

منفول کی طرف مضاف ہے اس لئے اس کے معنی "مغلوب ہونا" ہیں یعنی اب یہ مصدر مجہول ہے۔ ورنہ مصدر معروف غَلَبَۃٌ غالب ہونے کے معنی میں آتا ہے (ش۔۱)

غَلَبَتْ:۔ وہ غالب ہوئی۔ غَلَبَۃٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

غُلِبَتْ:۔ وہ مغلوب ہوئی۔ غَلَبَۃٌ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

غَلَبُوْا:۔ وہ غالب ہوئے۔ غَلَبَۃٌ سے ماضی مذکر غائب۔

غُلِبُوْا:۔ وہ مغلوب ہوئے۔ غَلَبَۃٌ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

غُلَّتْ:۔ وہ باندھی گئی۔ غَلٌّ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

غِلْظَۃً:۔ سختی۔ درشتی۔ باب کَرُمَ سے مصدر۔

غُلْفٌ:۔ ڈھکے ہوئے۔ واحد اَغْلَفُ صفت مشبہ۔

غَلَّقَتْ:۔ اس نے خوب بند کر دیا۔ تَغْلِیْق سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

غِلْمَانٌ:۔ لڑکے۔ واحد غُلَامٌ۔

غُلُّوْہُ:۔ تم گردن میں طوق ڈالو۔ غَلٌّ سے امر جمع مذکر حاضر۔

غَلَیٰ:۔ جوش مارنا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

غَلِیْظٌ:۔ سخت۔ گاڑھا۔ غِلْظَۃٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

غَمٌّ:۔ رنج والم۔ جمع غُمُوْمٌ۔ غم دراصل مصدر ہے بمعنی چھپا جانا۔ "ڈھانپ لینا" رنج بھی چونکہ انسان کے دل پر چھا جاتا ہے اس لئے اسے "غم" کہا گیا۔

غَمْرَۃٌ:۔ سختی۔

غَمَرَاتٌ:۔ سختیاں۔ واحد۔ غَمْرَۃٌ۔

غُمَّۃٌ:۔ رنج وغم۔ جمع غُمَمٌ۔

غَمَامٌ:۔ بدلی (اسم جنس ہے) واحد غَمَامَۃٌ جمع غَمَائِمُ۔

غَنَمٌ:۔ بکریاں۔ اس جمع کا کوئی مفرد نہیں ہے۔ ایک بکری کو "شاۃ" کہتے ہیں۔

غَنِمْتُمْ:۔ تم نے (کافروں سے لڑ کر) حاصل کیا۔ غُنْمٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر وہ مال جو مسلمان مجاہدین کافروں سے جنگ کرکے حاصل کریں۔ شریعت کی اصطلاح میں "غنیمت" کہلاتا ہے۔ شریعت محمدیہ سے قبل کسی نبی کی امت کیلئے یہ مال حلال نہ تھا۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ کی ایک طویل حدیث میں ہے جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خصوصیات

ذکر فرمائی ہیں۔ یہ ارشاد ہے۔

(اُحِلَّتْ لِی الْغَنَائِمُ وَلَمْ تُحَلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِی (اموال غنیمت صرف میرے لئے ہی حلال کئے گئے ہیں اور مجھ سے پہلے کسی کے لئے مال غنیمت حلال نہ تھا) مال غنیمت کے پانچ حصے کئے جائینگے ایک حصہ بیت المال میں داخل ہو کر یتیموں مسکینوں اور مسافروں پر صرف ہو گا اور بقیہ چار حصے مجاہدین میں تقسیم کئے جائیں گے۔ (تفصیل کتب فقہ میں ملے گی)

غَنِیّ :۔ بے نیاز۔ بے پرواہ۔ غیر محتاج (خداوند تعالیٰ کا اسم صفت) مالدار۔ غِنًی سے صفت مشبہ واحد مذکر۔ جمع اَغْنِیَاء۔

غَوٰی :۔ اس نے لغزش کھائی۔ وہ گمراہ ہوا غَوَایَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

غَوَاش :۔ پردے۔ سائبان۔ واحد غَاشِیَۃ۔

غَوَّاص :۔ غوطہ خور۔ غوطہ لگانے والا۔ غَوص سے مبالغہ واحد۔

غَوْر :۔ اندر گھسا ہوا۔ گہرا۔ مصدر بمعنے فاعل۔

غَوْل :۔ سر چکر۔ شراب کا خمار۔ دردسر۔

غَوِیّ :۔ گمراہ۔ غَوَایَۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

غَوَیْنَا :۔ ہم گمراہ ہوئے۔ غَوَایَۃ سے ماضی جمع متکلم۔

غَیّ :۔ (غَیَّ) گمراہی بضلالت۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔ غَیّ اور غَوَایَۃ اس جہل و ضلالت کو کہتے ہیں جس کا منشا اعتقاد فاسد ہو۔ یعنی مطلق جہل پر غَیّ کا اطلاق نہیں ہوتا تاوقتیکہ یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اس کا سرچشمہ اعتقاد فاسد ہے۔ مثلاً ایک شخص تو وہ ہے جسے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس شخصیت کے متعلق کچھ معلوم نہیں اور ایک وہ ہے جو آنحضور کے نام اور آپ کی تاریخ سے فی الجملہ واقفیت رکھتا ہے لیکن وہ بدبخت آنجناب کے رسول اللہ ہونیکا اعتقاد نہیں رکھتا۔ تو یہ دونوں شخص جاہل ہیں مگر پہلا شخص مطلق جاہل ہے مگر غاوی نہیں اور دوسرا جہالت کے ساتھ ساتھ غوایت کے جال میں بھی گرفتار ہے کیونکہ اس کی جہالت وضلالت کی بنیاد اعتقاد کی خرابی ہے آیۃ کریمہ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا (سورۃ مریم) میں "غَیّ" سے اس کا مسبب مراد لیا گیا ہے یعنی عذاب کیونکہ "غَیّ" عذاب الٰہی کا سبب ہے جیسے رَحْمَتِ اَدْعِیَۃً

اَلْغَيْثَ (چوپایوں نے گھاس چری) کہ اس جملہ میں غَیْث بمعنے بارش سے اسکا مسبب یعنی گھاس اور سبزہ مراد ہے (مفردات مع توضیح)

غَيَابَة : کنوئیں کی گہرائی یا میدان کی انتہا جس میں آدمی نظر سے اوجھل ہو جائے۔

غَيْب :۔ (غَیْب) پوشیدگی۔ پوشیدہ دراصل یہ باب ضَرَبَ سے مصدر ہے اور مجازاً اسم فاعل یعنی غائب کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (غیب پر یقین رکھتے ہیں) میں غَیْب سے کیا مراد ہے؟ امام راغب فرماتے ہیں کہ یہاں اس سے مر وہ امور ہیں جو انسانی حواس کی دسترس سے بالا تر اور عقل کی گرفت سے خارج ہیں اور جن کا علم ہمیں صرف انبیاء کرام علیہم السلام کے ارشادات و اخبارات کی وجہ سے ہی ہوا ہے (مفردات)

(جیسے مرنے کے بعد عذاب و ثواب جنت دوزخ ، جزا و سزا ، خود کی کیفیت و عالم آخرت کے واردات۔ اس صورت میں غیب بمعنے غائب ہے اور اس پر الف لام عہدی ہے۔ بعض علماء نے يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ کے معنے یہ کئے ہیں کہ وہ نظروں سے غائب ہونے کی حالت میں بھی مومن ہوتے ہیں۔ یعنی منافقین کی طرح نہیں جنکے متعلق وَإِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قَالُوْا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِيْنِهِمْ قَالُوْا إِنَّا مَعَكُمْ (جب یہ منافقین مؤمنین سے ملتے ہیں تو انہیں اپنے مومن ہونیکا اطمینان دلاتے ہیں مگر جب اپنے شیطان صفت پیشواؤں کے پاس جاتے ہیں اور مسلمانوں کی نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں تو فوراً ایمان کا لبادہ اتار پھینکتے ہیں) وارد ہوا ہے اس صورت میں غیب مصدری معنے میں ہے اور با ظرفیہ ہے (مفردات) (ش ا)

غِيْبَة :۔ کسی مسلمان کی پیٹھ پیچھے وہ برائی کرنا جو فی الواقع اس میں ہو۔ ہے اور اگر وہ برائی اس شخص میں نہ ہو تو یہ "بہتان" ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ إِذَا ذَكَرْتَ أَخَاكَ مَا فِيْهِ فَقَدْ اغْتَبْتَهُ وَإِذَا قُلْتَ مَا لَيْسَ فِيْهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ۔

(مسلم بحوالہ مشکوٰۃ)

اگر تم اپنے مسلمان بھائی کی وہ برائی بیان کرو جو اس میں ہے تو تم نے اس کی

غیبت کی اور اگر اس کی طرف وہ برائی منسوب کرو جو فی الواقع اسمیں نہیں ہے تو تم نے اس پر بہتان لگایا۔
کسی مسلمان کی غیبت کرنا بڑا سخت گناہ ہے اور اس پر احادیث میں بڑی سخت وعیدیں وارد ہیں۔ البتہ جو علانیہ کسی برائی کا مرتکب کرتا ہے اور سمجھانے کے باوجود بھی باز نہیں آتا یا جس کی برائی متعدی ہے اور دوسروں کو اس سے نقصان پہنچتا ہے تو اس کے ضرر سے بچانے کے لئے اس کی برائی کا اظہار جائز ہے۔

غَيْثٌ :- بارش۔ مینہ۔

غَيْرُ :- سوائے۔ نہیں۔ مگر۔ نہ۔

غِيضَ :- خشک کیا گیا۔ غَيْضٌ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

غَيْظٌ :- غصہ۔ غضب۔ داصل میں باب ضَرَبَ سے مصدر ہے بمعنی "غصہ دلانا"

غُيُوْبٌ :- چھپی ہوئی چیزیں۔ واحد غیب۔

ف

فَ :- پھر۔ پس۔ تب۔ تو (حرف عطف) (حرف جزا ہے)

فَاءَتْ :- وہ پھر آئی۔ وہ لوٹی۔ وہ رجوع ہوئی۔ فَيْءٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

فَاشْرُدْ بِهِمْ :- مراد کو پہنچنے والے لوگ۔ فَوْزٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد فَائِزٌ

فَاءُوْا :- وہ پھر آئے انہوں نے رجوع کیا فَيْءٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

فَاتَ :- وہ نابود ہوا۔ مرگیا۔ فَوْتٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

فِئَةٌ :- گروہ۔ اس کا مادہ فَيْءٌ ہے جسکے معنی ہیں اچھی حالت کی طرف لوٹنا۔ مجازاً مطلق رجوع کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔
فِئَةٌ افراد انسانی کا وہ مجموعہ جن میں ہر فرد دوسرے کی مدد و اعانت کے لئے اس کی طرف رجوع کرے (مفردات بتغییر یسیر)

فِئَتَانِ :- دو گروہ۔ فِئَةٌ کا تثنیہ حالت رفع

فِئَتَيْنِ :- دو گروہ۔ فِئَةٌ کا تثنیہ حالت نصبی و جری۔

فَاتِحِيْنَ :- کھولنے والے۔ فیصلہ کرنے والے فَتْحٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ فَاتِحٌ
فَتْحٌ کے معنی ہیں بندش کو دور کرنا۔ تنگی کو زائل کر دینا۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔
(۱) محسوس۔ جیسے فَتَحَ الْبَابَ دروازہ کھولا اسی سے ہے وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ۔ یوسف۔ اور جب برادران یوسف

جمع مذکر حاضر۔

فَارِهِيْن:۔ سمجھدار اور ماہر لوگ فَرُوْهَةٌ سے اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ واحد فَارِہ

فَازَ:۔ وہ کامیاب ہوا فَوْز سے ماضی واحد مذکر غائب۔

فَاسِق:۔ بدکار۔ نافرمان۔ حد کے حکم کی بےحرمتی کرنے والا۔ فُسُوْق سے اسم فاعل واحد مذکر۔ جمع فَسَقَة

فِسق اور فُسُوْق کے معنے ہیں "میوہ کا چھلکے سے الگ ہو جانا" اسی سے شریعت کی حدود سے باہر ہو جانے کے معنی پیدا ہوئے فسق تھوڑے گناہ کے ارتکاب کو بھی کہتے ہیں اور بہت گناہ کے ارتکاب کو بھی لیکن عرف میں بہت گناہ کے ارتکاب کے لئے ہی مستعمل و متعارف ہے۔ اکثر عرف شریعت میں فاسق اس شخص کو کہتے ہیں جو اسلام کو بطور عقیدہ کے تسلیم کرے اور اسکے احکام پر عمل کرنے سے پہلوتہی کرے (مفردات) جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ (مسلمان سے گالی گلوچ کرنا فسوق ہے اور اس کی خونریزی کرنا کفر) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فسق کفر سے نیچے کے درجہ کی چیز ہے حج کے ذکر میں جو قرآن کریم میں آیا ہے فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ تو یہاں حافظ ابن کثیر نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ یہاں فسوق سے تمام گناہ مراد ہیں کوئی مخصوص گناہ مراد نہیں (تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۲۳۳)۔

فَاسِقُوْنَ۔ فَاسِقِيْنَ:۔ نافرمان لوگ۔ فاسق کی جمع (اول بحالت رفعی اور ثانی بحالت نصبی وجری)،

فَاصِل:۔ جدا کرنے والا۔ فَصْل سے اسم فاعل واحد مذکر۔

فَاصِلِيْن:۔ فیصلہ کرنے والے حق و باطل کو علیحدہ کرنے والے۔ فَصْل سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری

فَاطِر:۔ پیدا کرنے والا۔ چیرنے والا فَطْر سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو فِطْرَة)،

فَاعِل:۔ کرنے والا۔ فِعْل سے اسم فاعل واحد مذکر۔

فَاعِلُوْنَ۔ فَاعِلِيْنَ:۔ کرنے والے۔ فاعل کی جمع اول بحالت رفعی اور ثانی بحالت نصبی جری

فَاقِرَة:۔ کمر توڑ دینے والا۔ بڑا زبردست حادثہ فَقْر سے اسم فاعل واحد مؤنث جمع فَوَاقِر۔

فَاقِع:۔ خالص زرد رنگ۔ شوخ زرد۔ فَقَعَ

سے اسم فاعل واحد مذکر۔

فَاكِهَةٌ:۔ میوہ۔ جمع فَوَاكِه۔

فَاكِهُوْنَ۔ فَاكِهِيْنَ: لذت حاصل کرنے والے۔ فَكَاهَةٌ سے اسم فاعل جمع مذکر اول بحالت رفعی دوم بحالت نصبی و جری۔ واحد فَاكِه۔ فَكِه اور فَكِه اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی دل پسند چیز کے حصول کی وجہ سے خوشی میں پھولا نہ سماتا ہو۔ اسی مناسبت سے میوہ کو فَاكِهَة کہتے ہیں کیونکہ میوہ مفرح قلب ہوتا ہے اور اسی سے فُكَاهَة بمعنی خوش طبعی ماخوذ ہے۔

پس اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ کے معنی ہوئے۔ یقیناً خدا ترس اور پرہیزگار لوگ بڑی عیش و عشرت اور عظیم الشان باغات میں رہیں گے اس طرح کہ اپنے رب کی عطا کردہ نعمتوں اور آسائشوں پر انتہائی شاداں و فرحاں ہوں گے اور لذت و خوشی میں پھولے نہ سمائیں گے۔

(کذا فی زاد ابن القیم)

فَالِقٌ:۔ چیرنے والا۔ فَلْقٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

فَانٍ:۔ نابود ہونے والا۔ فنا ہونے والا۔ فَنَاءٌ سے اسم فاعل واحد مذکر

فَاهُ:۔ اس کا منہ (بحالت نصبی) فُوْ مضاف بہ ضمیر

فَتًى:۔ جوان جمع فِتْيَان۔

فَتَّاحٌ:۔ خوب فیصلہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کا اسم صفت فَتْحٌ سے مبالغہ واحد۔

فَتْحٌ:۔ کھولنا۔ نصرت۔ فیصلہ۔ کھلنا (پہلے معنی میں مصدر متعدی اور اس کے دونوں معنی میں بمعنے اسم مصدر اور آخری معنے میں مصدر لازم ہے) (دیکھو فَتَحَ)

فَتَحَ:۔ اس نے کھولا۔ فَتْحٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

فُتِحَتْ:۔ وہ کھولی گئی فَتْحٌ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب

فَتَحْنَا:۔ ہم نے کھولا۔ فَتْحٌ سے ماضی جمع متکلم۔

فَتَحُوْا:۔ انہوں نے کھولا فَتْحٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

فَتْرَةٌ:۔ سکون حال۔ نرمی۔ دو پیغمبروں کے بیچ کا زمانہ۔

فَتَقْنَا:۔ ہم نے چیرا۔ فَتْقٌ سے ماضی جمع متکلم۔

فَتَنَّا:۔ ہم نے آزمایا فُتُوْنٌ سے ماضی جمع

مسلم

فِتْنَةٌ: دراصل یہ باب ضَرَبَ سے مصدر ہے اور اس کے حقیقی معنی ہیں سونے کو آگ پر تپانا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کھرا ہے یا کھوٹا" اسی لحاظ سے قرآن کریم میں کفار کو آگ میں ڈالنے کیلئے بھی اس کو استعمال کیا گیا ہے قال اللہ تعالیٰ یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ (جس روز وہ یعنی کفار آتش دوزخ پر تپائے جائیں گے پھر مجازاً اس کا استعمال آزمائش و امتحان نیز ہر اس چیز کے لئے بھی جو امتحان و آزمائش کا ذریعہ ہو کیا جانے لگا۔ جیسے تکلیف و آرام، خیر و شر، مال و دولت، اہل و عیال یا زمانے کے انقلابات و تغیرات کما قال اللہ تعالیٰ أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ (کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ محض زبانی دعوے ایمان کافی ہے اور ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے انہیں آزمایا نہ جائے گا۔)

وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً (ہم تمہیں خیر و شر کے ذریعہ خوب آزمائیں گے) إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہاری آزمائش کا ذریعہ ہیں کہ تم حق کو زیادہ چاہتے ہو یا مال و اولاد کو؟) نیز قوت برداشت سے زیادہ بوجھ ڈالنے کو بھی فتنہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ ائْذَنْ لِي وَلَا تَفْتِنِّي (ان منافقین میں سے کچھ بیہودہ گو ایسے بھی ہیں جو جہاد کے موقعہ پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہتے ہیں مجھے جہاد میں شریک نہ ہونے اور اپنے گھر رہنے کی اجازت دے دیجئے اور میری برداشت سے زیادہ مجھ پر بوجھ نہ ڈالئے۔)

قرآن مجید کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ فتنہ کا اسناد جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہوا ہے تو اس سے امتحان و آزمائش کے معنی مراد ہیں ورنہ جب اس کا اسناد انسان کی طرف ہوا ہے تو ظلم و زیادتی کرنا۔ وطن سے ظلم کر کے نکال دینا۔ قبولِ حق سے زور کو باز رکھنے کی کوشش کرنا۔ گمراہ کرنا۔ جنگ لڑنا۔ ناحق خونریزی کرنا۔ کفر و باطل کا غلبہ ہونا" مراد ہے تفصیل سمجھنے کے لئے وہ آیات کریمہ جن میں اس لفظ کا یا اس کے مشتق کا استعمال ہوا ہے ملاحظہ کر لی جائیں۔

فَتَنْتُمْ: تم نے آزمائش میں ڈالا۔ فتنہ میں

ڈالا۔ گمراہ کیا۔ فِتْنَۃ سے ماضی جمع مذکر حاضر

فُتِنْتُمْ :۔ تم کو آزمایا گیا۔ فِتْنَۃ سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

فَتَنُوْا :۔ انہوں نے ایذا پہنچائی، گمراہ کیا۔ فِتْنَۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

فُتِنُوْا :۔ ان پر ظلم و ستم کیا گیا۔ فِتْنَۃ سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

فُتُوْنَ :۔ آزمانا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

فَتَیَات :۔ باندیاں۔ واحد فَتَاۃ اصل میں فَتَاۃ جوان عورت کو کہتے ہیں بطور مجاز عام طور پر باندی پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

فِتْیَان :۔ غلام۔ جوان مرد۔ واحد فَتًی۔ فَتًی جوان مرد کو کہتے ہیں اور مجازاً اس سے غلام مراد ہوتا ہے۔

فِتْیَۃ :۔ نوجوان لوگ۔ واحد فتًی

فَتِیْل :۔ کھجور کی گٹھلی کا ریشہ (اس کا استعمال بمعنے "ذرا بھی" ہوتا ہے جیسے وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ان پر ذرا بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔

فَجّ :۔ درہ۔ دو پہاڑوں کے بیچ کا کشادہ راستہ۔

فِجَاج :۔ کشادہ راستے۔ راہیں۔ واحد فَجّ

فُجَّار :۔ بدکار اور فاسق لوگ واحد فاجر

فَجْر :۔ صبح۔ اصل لغت میں فجر کے معنی "پھاڑنا، چیرنا، جاری کرنا" ہیں۔ صبح کو فجر اس لئے کہتے ہیں کہ پو پھٹنے کی روشنی سے رات کی تاریکی چاک ہو جاتی ہے اور اندھیرے کے بیچ میں سے نور چمکنے لگتا ہے۔ واضح رہے کہ صبح دو ہیں۔ ایک صبح کاذب اور ایک صبح صادق۔ صبح کاذب مشرق سے اوپر کی جانب اور صبح صادق افق میں پھیلی ہوئی کول سی روشنی ہوتی ہے اور آیت حَتّٰى یَتَبَیَّنَ لَكُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ میں الفجر سے مراد صبح صادق ہے۔

فَجَرَۃ :۔ بدکار لوگ۔ واحد فاجر۔

فُجِّرَتْ :۔ وہ جاری کی گئی۔ تَفْجِیْر سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

فَجَّرْنَا :۔ ہم نے پھاڑا۔ جاری کیا۔ تَفْجِیْر سے ماضی جمع متکلم۔

فَجْوَۃ :۔ میدان۔ دو چیزوں کے درمیان کشادگی۔ صحن۔

فُجُوْر :۔ نافرمانی کرنا۔ گناہ کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

اس کا مادہ فَجْر ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کو اچھی طرح پھاڑنا۔ فجور کے معنی دیانت

کے پردہ کو چاک کرتا ہے جسکی ددسری تعبیر نازیبانی اور گناہ گاری ہے۔ (مفردات)

فَحْشَاء:- بے حیائی کا کام - مجل (فُحش سے صفت مشبہ)

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ فَحشَاء اور فَاحِشَہ وہ اقوال اور افعال ہیں جنکی قباحت اور برائی بہت زیادہ ہو۔ فحشآ کا اطلاق زنا پر بھی کیا جاسکتا ہے جو قبیح ترین افعال میں سے ایک ہے (مفردات)

قاضی بیضاوی نے اِنَّمَا یَاْمُرُکُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَاءِ (شیطان تم کو برائی اور بدکاری ہی کا حکم دیتا ہے) کے ذیل میں لکھا ہے کہ سوء اور فحشار سے گناہ مراد ہیں۔ انہیں سوء اس لئے کہا گیا کہ عقلمند آدمی کو غمگین کرتے ہیں اور فحشا اس لئے کہ وہ انہیں قبیح سمجھتا ہے۔ یا شریعت انہیں قبیح سمجھتا ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ سوء تمام برائیوں کو عام ہے اور فحشاء ان کبیرہ گناہوں کو کہا جاتا ہے جو برائی میں حد سے بڑھ گئے ہوں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سوء ان گناہوں کو کہتے ہیں جن پر حد شرعی جاری نہیں ہوتی ہے اور فحشاء ان گناہوں کو جن پر حد جاری ہوتی ہے۔

(انوار التنزیل ص)

فَخَّار:- پکا ٹھیکرا۔ واحد فَخَّارَۃ۔

فَخُوْر:- ناز کرنے والا۔ اترانے والا۔ فَخْر سے مبالغہ واحد۔

فِدَاء:- فدیہ لیکر قیدی کو چھوڑ دینا۔ باب مفاعلہ سے مصدر (دیکھو فِدْیَۃ)

فِدْیَۃ:- فدیہ لغت میں اس مال وغیرہ کو کہتے ہیں جو قیدی کو قید سے چھڑانے کے عوض میں ادا کیا جائے۔ اور شریعت کی اصطلاح میں فدیہ کا اطلاق اس مال پر ہوتا ہے جسے انسان اپنی کسی اس کوتاہی کی سزا میں مسکینوں پر صرف کرے جو اس سے عبادت خداوندی میں سرزد ہوئی ہے (مفردات) معنی شرعی کی معنی لغوی سے مناسبت ظاہر ہے کہ یہ فدیہ ادا کرکے آدمی اپنے نفس کو خداوند تعالیٰ کے متوقع عذاب سے محفوظ کر لیتا ہے۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "فدیہ" سے مراد صدقۂ فطر ہے جو رمضان کے روزوں کی کوتاہیوں کا بدل قرار دیا گیا ہے اور معنی آیت کے یہ ہیں اور جو لوگ فدیہ

یعنی صدقۂ فطر ادا کرنے کی طاقت رکھتے ہیں ان کے ذمہ یہ فدیہ (ایک صاع جو یا نصف صاع گیہوں) واجب ہے (انوار الکبیر) دیگر علماء کے نزدیک فدیہ سے مراد روزہ کے بدلہ میں دو وقت ایک مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا ہے اور اکثر نے معنی "طاقت نہ رکھنا" یا "بہت کم طاقت رکھنا" ہیں۔ جو لوگ "طاقت نہ رکھنا" معنی کرتے ہیں وہ باب افعال کی خاصیت "سلب ماخذ" کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ اور جو لوگ "بہت کم طاقت رکھنا" معنی کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اَطَاقَ الشیٔ کا استعمال عرب اس صورت میں کرتے ہیں جبکہ قوت نہایت کم ہو۔ یہ رائے صاحب تفسیر المنار کی ہے۔ ان دونوں صورتوں میں آیت کا ترجمہ اس طرح ہوگا:- جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت بالکل نہیں رکھتے یا بہت کم طاقت رکھتے ہیں اور روزہ رکھنے میں انہیں سخت تکلیف پیش آتی ہے (مثلاً بہت بڑھاپا یا حاملہ) تو ان کے ذمہ روزہ نہ رکھنے کا بدلہ ہے، ایک مسکین کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا۔ (تفسیر المنار ۲/۱۵۵)

نَدَیْنٰہُ :۔ ہم نے اس کا عوض دیا۔ فَدْیٌ سے ماضی جمع متکلم با ضمیر منصوب واحد مذکر غائب

فُرَات :۔ سرد و شیریں پانی۔ ایک دریا کا بھی نام ہے جو عراق میں بہتا ہے مگر قرآن کریم میں پہلے معنی ہی میں استعمال ہوا ہے۔

فِرَار :۔ بھاگنا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر

فِرَاش :۔ بچھونا۔ جمع

فَرَاش :۔ پروانے پراغ کے پتنگے۔ واحد فَرَاشَۃ

فِرَاق :۔ جدائی۔ باب مفاعلہ سے مصدر

فَرَّتْ :۔ وہ بھاگی فِرَار سے ماضی واحد مونث غائب۔

فَرَثٌ :۔ گوبر جو اوجھ میں ہو۔

فَرْجٌ :۔ سوراخ۔ شرمگاہ۔ جمع فُرُوْج

فُرِجَتْ :۔ کھول دی گئی کشادہ کی گئی۔ فَرْج سے ماضی واحد مونث غائب

فَرِحٌ :۔ بہت اترانے والا فَرَح سے صفت مشبہ واحد مذکر

فَرِحَ :۔ وہ خوش ہوا فَرَح سے ماضی واحد مذکر غائب

فَرِحُوْا :۔ وہ خوش ہوئے فَرَح سے ماضی جمع مذکر غائب۔

فَرِحُوْن :۔ خوش ہونے والے فَرَح سے صفت مشبہ جمع مذکر۔ واحد فَرِح۔

فَرْد :۔ اکیلا۔ طاق۔ جمع اَفْرَاد۔

فِرْدَوس :۔ جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں ۔ مجاہد نے کہا کہ فردوس رومی زبان میں باغ کو کہتے ہیں اور کعب وغیرہ نے کہا ہے کہ وہ باغ ہے جس میں انگوروں کے باغ ہوں۔ اور ابو امامہ نے کہا ہے کہ وہ ناف جنت ہے اور قتادہ نے کہا ہے کہ وہ جنت کا بلند درمیانی اور افضل مقام ہے اور صحیحین کی حدیث ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کیا کرو تو فردوس کا سوال کیا کرو کیونکہ وہ جنت کا اعلیٰ اور درمیانی حصہ ہے اور وہیں سے جنت کی نہریں نکلتی پھوٹتی ہیں۔ قرآن کریم میں فردوس کی صفت میں فرمایا گیا ہے لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا کہ اہل جنت فردوس اس کو چھوڑ کر کہیں اور جانا پسند نہ کریں گے ۔ رزقنا اللہ وایاکم بفضلہ ۔ تفسیر ابن کثیر ج ۳۔

فَرَرْتُ :۔ میں بھاگا۔ فِرَار سے ماضی واحد متکلم۔

فَرَرْتُمْ :۔ تم بھاگے۔ فِرَار سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

فَرْش :۔ بچھونا۔ سواری کا جانور۔ بچھانا۔ باب نَصَرَ سے مصدر (آخری معنے میں) اور پہلے دو معنی میں مصدر بمعنے مفعول ہے۔

فَرَشْنَا :۔ ہم نے بچھایا۔ فَرْش سے ماضی جمع متکلم۔

فَرَضَ :۔ اس نے ضروری قرار دیا۔ فَرْض سے ماضی واحد مذکر غائب۔ فَرْض کے لغوی معنی کسی سخت چیز کو کاٹنا اور اس میں اثر کرنا ہیں۔ اسی مناسبت سے پھر اس کے مختلف معانی پیدا ہو گئے ہیں۔ جب اس کا صلہ علیٰ آتا ہے تو واجب کرنا ضروری قرار دینا، مراد ہوتا ہے۔ جیسے إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ (بے شک جس ذات نے کہ تجھ پر قرآن (پر عمل کرنا) واجب لازم کیا ہے) اور جب اس کا صلہ لام ہوتا ہے تو متعین کرنا مقرر کرنا، اس کے معنی ہوتے ہیں جیسے وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً (اور تم نے ان عورتوں کے لئے کچھ مہر متعین کر دیا ہے)

فقہ حنفی کی اصطلاح میں فرض اس حکم کو کہا جاتا ہے جس کا ثبوت دلیل قطعی سے ہو اور واجب وہ حکم ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو۔

فَرَضْتُمْ:۔ تم نے ٹھہرا دیا۔ تم نے متعین کر دیا

فَرْض سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

فَرَضْنَا:۔ ہم نے فرض کیا۔ ہم نے ضروری قرار دیا فَرْض سے ماضی جمع متکلم۔

فُرُطٌ:۔ ظلم حد سے تجاوز۔

"فَرْط" کے اصل معنے ہیں۔ بالقصد آگے بڑھنا" سی سے فَارِط اور فَرَط ہے جس کے معنی اس شخص کے ہیں جو کارواں سے پہلے کنویں پر پہنچکر ڈول وغیرہ ٹھیک کرے اسی لحاظ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَنَا فَرَطُكُمْ عَلَی الْحَوْضِ (میں حوض کوثر پر تمہارا فَرَط ہوں گا۔ یعنی تمہارے لئے سیرابی کا انتظام کرونگا اور اسی سے فُرُط ہے جسکے معنے ظلم میں اور حد سے تجاوز کے ہیں۔ نیز اس گھوڑے کو بھی کہتے ہیں جو دوسروں سے آگے نکل جائے قرآن کریم میں ہے وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا (اور اس شخص کی حالت یہ ہے کہ جس کا کام حد سے بڑھا ہوا ہے یعنی جو شخص حدود شریعت کی رعایت نہیں کرتا اور خواہشات نفس کے پیچھے لگ کر آگے بڑھ جاتا ہے آپ اس کا کہنا نہ مانئے۔

مفردات امام راغب۔

فَرَّطْتُ:۔ میں نے کوتاہی کی۔ تَفْرِيط سے ماضی واحد متکلم۔

فَرَّطْتُمْ:۔ تم نے کوتاہی کی تَفْرِيط سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

فَرَّطْنَا:۔ ہم نے کوتاہی کی تَفْرِيط سے ماضی جمع متکلم۔

فِرْعَوْنُ:۔ یہ قدیم مصری بادشاہوں کا لقب ہے جس طرح شاہ ایران کو کسریٰ اور شاہ روم کو قیصر اور شاہ یمن کو تبع کہا جاتا تھا اسی طرح شاہ مصر کو "فرعون" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے۔ مصری مختلف دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے بڑا دیوتا سورج جسے "رع" کہتے تھے۔ اور چونکہ بادشاہ کو اس کا اوتار سمجھتے تھے اس لئے اس کا لقب "فرع" تھا۔ یہی نام عبرانی میں "فرعو" اور عربی میں "فرعون" ہو گیا۔ قدیم مفسرین نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے فرعون کے کئی نام لکھے ہیں۔ علامہ زمخشری صاحب کشاف نے ولید اور حافظ ابن کثیر نے مصعب بن ریان یا ولید بن مصعب بن ریان بتایا ہے اور کنیت ابو مرہ لکھی ہے

حافظ ابن کثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ فرعون علیق بن اود بن ارم بن سام بن نوح کی اولاد میں تھا (ابن کثیر ص۹)

مگر جدید مصری اثری تحقیقات اور حجری کتبات سے جو انکشافات ہوئے ہیں۔ عبدالوہاب بخار صاحب قصص القرآن کی تصریح کے مطابق ان کا خلاصہ یہ ہے۔ تین ہزار سال قبل مسیح سے عہد سکندر اعظم تین سو قبل مسیح تک۔ فراعنہ کے اکتیس خاندان مصر کے حکمران رہے ہیں۔ یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں فراعنہ کے سولھویں خاندان کا بادشاہ اپاپی اول حکمران تھا اسی کے عہد میں مصر میں بنی اسرائیل داخل ہوئے اور اس نے انہیں عہدوں اور جاگیروں سے نوازا۔

لیکن حضرت موسیٰ نے جس فرعون کے محل میں پرورش پائی یہ فراعنہ کے انیسویں خاندان کا بادشاہ رعمسیس دوم تھا۔ فراعنہ کے اس خاندان کی اسیوریہ قبائل سے جو مصر کے قریب آباد تھے نو سال تک متواتر جنگ رہی۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ رعمسیس نے بنی اسرائیل کے قبیلہ کو جو اب لاکھوں نفوس پر مشتمل تھا اور مصر کے موجودہ بادشاہوں کے طرز عمل سے غیر مطمئن تھا، اندرونی بغاوت کے خوف سے ان مصائب میں مبتلا کرنا ضروری سمجھا ہو جن کا ذکر قرآن کریم اور توریت میں کیا گیا ہے۔

رعمسیس نے اپنی عمر کے آخری حصہ میں اپنے بیٹے منفتاح کو شریک حکومت کر لیا تھا رعمسیس کے مرنے کے بعد یہی تخت مصر پر متمکن ہوا اور بنی اسرائیل پر ظلم ڈھانے میں جو کسر اس کے باپ نے چھوڑی تھی، اسے پورا کیا حضرت موسیٰ و ہارون (علیہ السلام) نے اسی کے دربار میں صدائے حق بلند کی اسی کے جادوگروں سے ان کا مقابلہ ہوا اسی نے ان کا مصر سے فلسطین جاتے ہوئے تعاقب کیا۔ یہی دریا میں غرق ہو کر نامرادی کی موت مرا۔ پھر موجوں نے اس کی نعش کو ساحل پر پھینک دیا۔ یہ لاش مصری عجائب خانہ میں آج بھی موجود ہے اور زبان حال سے اہل نظر کو دعوت عبرت دے رہی ہے اور قرآن کریم کے ان الفاظ کی صداقت کا اعلان کر رہی ہے:

اَلْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً (یونس ۹۲)	آج ہم تیرے جسم کو دریا سے نجات دیں گے تاکہ وہ بعد میں آنے والوں کے لئے نشان عبرت بنے

فَرُغَتْ تو فارغ ہوا۔ فَرَاغٌ سے ماضی واحد

مذکر حاضر۔

فَرْقٌ :۔ جدا کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

فِرْقٌ :۔ پھانک۔ ٹکڑا۔ موج۔ جمع اَفْرَاق

فُرْقَان :۔ حق و باطل کو جدا جدا کرنا۔ قرآن مجید۔ توریت معجزہ۔ فُرْقَان اصل میں مصدر ہے بمعنے حق و باطل میں فیصلہ کرنا۔ فرق کرنا۔ جدا کرنا۔ نیز اس کا استعمال بمعنی فاعل "حق و باطل کے درمیان امتیاز کر دینے والی چیز" کے لئے ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اس لفظ کا استعمال مرد مومن کی روشنی قلب۔ توفیق خداوندی، کلام الٰہی اور معجزہ کے لئے ہوا ہے اور یَوْمَ الْفُرْقَان سے بدر کا دن مراد ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تائید و نصرت سے اہل حق کی قلیل تعداد کو باطل پرستوں کی کثیر تعداد پر غالب کر کے حق و باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچ دیا۔ (مفردات)

فِرْقَةٌ :۔ گروہ۔ جمع فِرَق۔

فَرَقْتَ :۔ تو نے پھوٹ ڈالی (بصلہ بَیْنَ) تَفْرِیق سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

فَرَقْنَا :۔ ہم نے پھاڑ دیا۔ فَرْق سے ماضی جمع متکلم۔

فَرَّقْنَا :۔ ہم نے تفصیل سے بیان کیا۔ تَفْرِیق سے ماضی جمع متکلم۔

فَرَّقُوا :۔ انہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ متفرق کر دیا۔ تَفْرِیق سے ماضی جمع مذکر غائب۔

فِرُّوا :۔ تم بھاگو۔ فِرَار سے امر جمع مذکر حاضر۔

فُرُوْج :۔ شرمگاہیں۔ دراڑیں۔ سوراخ۔ جمع فَرْج۔

فَرِیٌّ :۔ جھوٹ۔ بہتان۔ فَرْی سے فَعِیْل بمعنے مفعول فَرْی کے اصل معنے "گھڑنا تراشنا" ہیں۔

فَرِیْضَة :۔ خداوند تعالیٰ کا فرض کیا ہوا حکم حصہ مقررہ۔ عورت کا مہر جمع فَرَائِض فَرْض سے فعیلۃ بمعنے مَفْعُوْلَة

فَرِیْق :۔ گروہ۔ جماعت

فَرِیْقَانِ :۔ دو گروہ۔ فَرِیْق کا تثنیہ بحالت رفعی

فَرِیْقَیْنِ :۔ دو گروہ۔ فَرِیْق کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔

فَزَعٌ :۔ خوف۔ گھبراہٹ۔ باب سَمِعَ سے مصدر

فَزِعَ :۔ وہ گھبرایا۔ فَزَع سے ماضی واحد مذکر غائب۔

فَزِعُوا :۔ وہ گھبرائے۔ فَزَع سے ماضی جمع مذکر غائب۔

فُزِّعَ :۔ گھبراہٹ دور کر دی گئی۔ تَفْزِیع سے

ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

فَسَاد:۔ خرابی۔ تباہی۔ بربادی۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔ (دیکھو تُفْسِدُنَّ)

فَسَدَت:۔ وہ خراب ہوئی۔ فَسَاد سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

فَسَدَتَا:۔ وہ دونوں خراب ہوئیں۔ درہم برہم ہوگئیں۔ فَسَاد سے ماضی تثنیہ مؤنث غائب۔

فِسْق:۔ قید شریعت سے نکل جانا۔ حدودِ الٰہی سے تجاوز کرنا۔ بدکار ہونا۔ مصدر نَصَرَ اور ضَرَبَ سے (دیکھو فَسَقَ)

فَسَقَ:۔ وہ نکل گیا (حکم رب سے) اس نے نافرمانی کی۔ فِسْق سے ماضی واحد مذکر غائب۔

فَسَقُوْا:۔ انہوں نے فسق کیا۔ فِسْق سے ماضی جمع مذکر غائب۔

فُسُوْق:۔ نافرمانی کرنا۔ گناہ کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔ (دیکھو فَاسِق)

فَشِلْتُمْ:۔ تم نے کمزوری اور بزدلی دکھائی فَشَل سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

فِصَال:۔ بچّہ کا دودھ چھڑانا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر ہے۔ اس کے اصل معنے ہیں جُدا ہو جانا۔ ایک دوسرے سے علیحدہ ہونا چونکہ بچہ کا جب دودھ چھڑا دیا جاتا ہے تو وہ اپنی ماں سے اس قدر وابستہ نہیں رہتا جیسا کہ پہلے تھا اور یک گونہ ماں اور بچہ میں جدائی واقع ہو جاتی ہے۔ نیز بچہ شیرِ مادر سے اور شیرِ مادر بچہ سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ اسلئے بچہ کے دودھ چھڑانے کو "فِصَال" سے تعبیر کیا گیا (امام رازیؒ)

فَصْل:۔ جدی بات۔ دوٹوک۔ دو چیزوں کو الگ الگ کر دینا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر

فَصْلُ الْخِطَاب:۔ فیصلہ کن بات جو حق و باطل میں فرق کر دے (فَصْل بمعنے فاصل اور صفت اپنے موصوف کی طرف مضاف) معاملہ کا فیصلہ کرنا۔ یعنی قوت فیصلہ۔

(یَوْمُ) الْفَصْل:۔ جدائی کا دن۔ فیصلہ کا دن یعنی روزِ قیامت۔

فَصَلَ:۔ باہر نکلا۔ فَصْل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

فَصَلَتْ:۔ وہ جدا ہوئی۔ نکلی۔ فَصْل سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

فُصِّلَتْ:۔ وہ خوب بیان کی گئی۔ تَفْصِیْل سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

فَصَّلْنَا:۔ ہم نے خوب بیان کیا۔ تَفْصِیْل سے ماضی جمع متکلم۔

فَصِیْلَة:۔ ایک جدی گھرانا۔ ایک دادا کی اولاد۔ جمع فَصَائِل۔

نِضَّة :۔ یہ نضّ سے ماخوذ ہے جس کے معنے
ہیں "نوچنا" اور اجزاء کو جدا جدا کر دینا۔ اسی
سے اِنْفِضَاض بمعنے انتشار ماخوذ ہے چونکہ
چاندی جواہر میں سب سے گھٹیا درجہ کا جوہر ہے
اور خرید و فروخت و تعامل کے لئے اس کے
نقود اور سکے قدیم زمانہ سے مستعمل ہیں اس لئے
چاندی کو "نِضَّة" کہتے ہیں۔ (مفردات)

فَضْل :۔ بزرگی بخشش۔ جمع اَفْضَال۔ فضل
کے اصل معنے زیادتی کے ہیں۔ اسی لئے اس کا
اطلاق اس مال و دولت پر بھی ہوتا ہے جو
بطور نفع آدمی کو حاصل ہو۔ اور خداوند تعالیٰ
کے عطیہ پر بھی خواہ وہ دنیوی ہو یا اخروی
کیونکہ وہ آدمی کو اس کے استحقاق سے زیادہ
دیا جاتا ہے۔

فَضَّلَ :۔ اس نے فضیلت دی۔ تَفْضِیْل
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

فَضَّلْتُ :۔ میں نے فضیلت دی۔ تَفْضِیْل
سے ماضی واحد متکلم۔

فَضَّلْنَا :۔ ہم نے فضیلت دی۔ تَفْضِیْل
سے ماضی جمع متکلم۔

فُضِّلُوْا :۔ ان کو بڑائی دی گئی۔ تَفْضِیْل سے
ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

فَطَرَ :۔ اس نے بنایا۔ پیدا کیا۔ فَطْر سے
ماضی واحد مذکر غائب (دیکھو فِطْرَة)

فِطْرَة :۔ تخلیق آفرینش۔ بناوٹ۔ باب
نَصَرَ سے مصدر۔ آیت کریمہ فَاَقِمْ
وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ
الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (ہر طرف سے
کٹ کر اور یکسو ہو کر اپنی ذات کو دین حق
کے لئے استوار کرنے اور پیروی کر اللہ
کی اس فطرت کی جس پر اس نے انسان
کو تخلیق فرمایا ہے) میں "فِطْرَةَ اللّٰه" سے
مراد وہ میلان اور وجدان ہے جو اپنی معرفت
کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بوقت آفرینش انسان
کے دل میں پیوست کر دیا ہے اور جس کی تشریح
آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ارشاد
كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ
يُهَوِّدَانِهٖ وَيُنَصِّرَانِهٖ وَيُمَجِّسَانِهٖ
(او کما قال) میں فرمائی ہے یعنی ہر بچہ
فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے یعنی خلقۃً
انسان کی طبیعت اسلام اور اللہ کی اطاعت
سے ہم آہنگ ہوتی ہے پھر والدین کی
تربیت (یعنی خارجی اثر) اسے غلط راہ پر
ڈال دیتی ہے یعنی پیدائشی طور پر انسان
محض ایک سادہ کاغذ کی طرح نہیں ہوتا کہ
پھر بعد میں کاتب اس پر جو چاہے لکھدے بلکہ

ان ادرت دل پر سرایت، ضد او ندی اور دین حق کے پاکیزہ نقوش ثبت ہوتے ہیں پس اگر خوش قسمتی سے اسے ماحول بھی سازگار میسر آگیا تو وہ پکے نقوش گہرے ہو جاتے ہیں اور اگر وہ غلط قسم کے ماحول میں پھنس گیا تو وہ اس کے ان اصل نقوش کو مٹا دیتا ہے اور اسے اس کی فطرت کے بالکل مخالف سمت میں لیجاتا ہے۔
(مفردات مع ترضیح و تشریح)

فُطُوْر :- دراڑ۔ سوراخ۔ واحد۔ فَطْر

فَظٌّ :- سخت دل۔ بد زبان۔ فَظَاظَة سے صفت مشبہ واحد مذکر۔ فَظّ اصل میں اوجھ کے پانی کو کہتے ہیں۔ چونکہ اسکے پینے سے سب کو گھن آتی اور اس سے نفرت وکراہت محسوس کی جاتی ہے اس لئے مجازاً بداخلاق آدمی کو بھی فَظّ کہتے ہیں کہ اس سے بھی لوگ نفرت کرتے ہیں قرآن کریم میں ہے وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (۳/۱۵۹) یعنی اے نبی اگر تم تند خو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ تمہارے پاس سے چھٹ جاتے۔ (مفردات)

فَعَّال :- بہت کام کرنے والا۔ فَعْل سے مبالغہ واحد

فَعَلَ :- اس نے کیا۔ فَعْل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

فُعِلَ :- وہ کیا گیا۔ فَعْل سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

فَعْلَةٌ :- ایک کام۔ فَعْل سے مصدر برائے مرۃ۔

فَعَلْتَ :- تو نے کیا۔ فَعْل سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

فَعَلْتُ :- میں نے کیا۔ فَعْل سے ماضی واحد متکلم۔

فَعَلْتُمْ :- تم نے کیا۔ فَعْل سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

فَعَلْنَ :- انہوں نے کیا۔ فَعْل سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

فَعَلْنَا :- ہم نے کیا۔ فَعْل سے ماضی جمع متکلم

فَعَلُوْا :- انہوں نے کیا۔ فَعْل سے ماضی جمع مذکر غائب۔

فَقْرٌ :- تنگی۔ احتیاج۔ یہ اصل میں مصدر ہے بمعنے کسی کے مہرے اور منکے توڑ دینا مجازاً اس کا اطلاق مفلسی پر ہوتا ہے کیونکہ مفلسی بھی انسان کو کمر شکستہ کر دیتی ہے۔
(دیکھو فُقَرَاءُ)

فُقَرَاءُ :- محتاج۔ ضرورت مند لوگ۔ واحد

فَقِیْرٌ - فَقْرٌ واحتیاج کی چار مرتبیں ہیں
(۱) فَقْر بمعنے احتیاج طبعی یعنی ضرورت مند
ہونا خواہ رفع ضرورت کے وسائل حاصل
ہوں یا نہ ہوں۔ فقر کی یہ نوع نہ صرف تمام
انسانوں کو بلکہ تمام موجودات کو عام ہے
(اس دنیا کا ہر موجود چونکہ ممکن ہے اس
لئے اپنے وجود و بقاء و عدم میں خداوند
تعالیٰ کا محتاج ہے کہ محض اس کی مشیت
سے ہی کوئی موجود چیز وجود پذیر ہوتی ہے
اور موجود ہونے کے بعد جب تک اللہ
تعالیٰ اسے باقی رکھنا چاہتا ہے باقی
رہتی ہے اور جب وہ حاکم ازلی اس کے
حق میں فناء و عدم کا فیصلہ کر دیتا ہے فنا
ہو جاتی ہے) یَا اَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ
الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ (اے لوگو تم اللہ کی
طرف محتاج ہو) میں فقر سے یہی فقر
مراد ہے (۲) فقر شرعی یعنی نصاب زکوٰۃ
کے بقدر مال کا مالک نہ ہونا۔ اِنَّمَا
الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاکِیْنِ
(صدقات فقیروں اور مسکینوں ہی کیلئے
ہیں) میں یہی فقر مراد ہے (۳) فقر نفس
یعنی حرص و ہوس کا مسلط ہونا۔ آنحضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کَادَ الْفَقْرُ
اَنْ یَکُوْنَ کُفْرًا (فقر قریب ہے کہ کفر
بن جائے) میں یہی فقر مقصود ہے (۴)
فقر الی اللہ یعنی انسان کا خود کو اللہ تعالیٰ
کا محتاج سمجھنا اور اسے ہی اپنا کفیل و کار
ساز باور کرنا۔ دعائے نبوی۔ اَللّٰھُمَّ
اَغْنِنِیْ بِالْاِفْتِقَارِ اِلَیْکَ وَلَا
تُفْقِرْنِیْ بِالْاِسْتِغْنَاءِ عَنْکَ۔
(اے معبود مجھے صرف اپنا محتاج بنا کر
دوسروں سے بے نیاز کر دے اور اپنے سے
بے نیاز کرکے دوسروں کا محتاج نہ بنا)
میں اسی فقر کی طرف اشارہ ہے۔ یہ فقر
مطلوب و محمود اور مسلم کی لازمی صفت
ہے (مفردات راغب)

ایک دوسری نظر سے فقر کی لازمی صفت:
(۱) اختیاری یعنی غنی ہوتے ہوئے تجمل و
ترفہ سے برکنار رہنا اور سادگی کے ساتھ
زندگی بسر کرنا۔ اور اپنی ضرورتوں سے
زائد مال کو اللہ کی راہ میں صرف کرتے
ہیں یہ فقر محمود ہے اور انبیاء کرام علیہم
السلام کی قابل تقلید سنت اور جن احادیث
و روایات میں فقر کی تعریف آئی ہے
وہاں یہی فقر پر محمول ہیں (۲) فقر اضطراری
یعنی انسان کا مفلس و تنگدست

ہونا اور ضرورت کے مطابق وسائل رزق
سے محروم ہونا۔ کَادَ الفَقرُ اَن یَکُونَ کُفرًا
میں یہ ہی فقر مراد ہے۔ اور یہ فقر در اصل
ایک سخت کٹھن آزمائش اور صبر آزما فتنہ
ہے جس سے ہر وقت پناہ مانگنے کی ضرورت
ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

آنکہ شیران را کند روبہ مزاج
احتیاج است احتیاج است احتیاج

(من افادات استاذ مولانا محمد
اختر شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ)

(ش۔ا)

فَقِیرٌ:۔ درویش۔ محتاج۔ جمع فُقَرَاء
(دیکھو فُقَرَاء)

فَکّ:۔ چھڑوانا۔ آزاد کرنا۔ باب نَصَرَ
سے مصدر۔

فَکَّرَ:۔ اس نے سوچا۔ تامل کیا۔ تَفکِیرٌ
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

فَکِھِینَ:۔ نہایت مسرور و شاداں۔
اترانے والا۔ واحد فَکِہٌ

فُلَان:۔ شخص معلوم (کنایہ ہے آدمی سے)

فَلَق:۔ صبح۔ صبحدم۔ فَلْق سے ماخوذ ہے
جس کے معنی "چیرنا" ہیں۔ چونکہ صبح
کا نور رات کی تاریکی کو پھاڑ دیتا ہے
اس لئے صبح کو فَلَق کہا گیا۔

فُلْک:۔ کشتی۔ کشتیاں (واحد و جمع دونوں
پر اس کا اطلاق ہوتا ہے)

فَلَک:۔ آسمان۔ جمع اَفلَاک

فَوَاحِش:۔ بے حیائی کی باتیں۔ ناشائستہ
باتیں۔ واحد فَاحِشَۃ (دیکھو فَحشَاء)

فُؤَاد:۔ دل۔ جمع اَفئِدَۃ۔
فُؤَاد دل کو اس اعتبار سے کہتے ہیں
کہ آدمی دل کے ذریعہ کسی چیز کو سمجھتا
اور ادراک کرتا ہے اور یہ ماخوذ ہے۔
"تَفَؤُّد" سے جس کے معنی ہیں بھڑکنا۔
روشن ہونا" (مفردات)

فَوَاق:۔ دنیا کی طرف لوٹنا۔ واپس آنے
والی راحت۔ سکون مصدر و اسم مصدر۔

فَوَاکِہ:۔ میوے۔ واحد فَاکِھَۃ۔
(دیکھو فَاکِھِینَ)

فَوْت:۔ بھاگنا۔ بچنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر

فَوْج:۔ گروہ۔ لشکر۔ جمع اَفوَاج

فَوْر:۔ جلدی۔ جوش مارنا۔ باب
نَصَرَ سے مصدر۔

فَوْز:۔ کامیاب ہونا۔ باب نَصَرَ سے
مصدر۔

فَوْق:۔ اوپر (اسم ظرف ہے)

فُوم :- لہسن۔ گیہوں۔ جمع فُومَان
فَہَّمْنَا :- ہم نے سمجھایا۔ تَفْہِیم سے ماضی جمع متکلم۔
فِی :- میں۔ بیچ۔ (حرفِ جار ہے)
فَیْءٌ :- باب، ضَرَبَ سے مصدر ہے۔ اس کے اصل لغوی معنے "کسی اچھی حالت کی طرف لوٹنا" ہیں۔ کبھی مطلق رجوع کے معنی میں بھی آتا ہے۔ زوال کے وقت سے جو سایہ پڑنا شروع ہوتا ہے اُسے بھی اسی مناسبت سے "فَیْء" کہتے ہیں اس معنی میں اس کی جمع "فُیُوء" آتی ہے۔ در اصطلاحِ شرع یہ "فَیْء" وہ مال ہے جو کہ فریق سے مسلمانوں کو بغیر جنگ کئے ہوئے حاصل ہو۔ یہ مال تمام تر بیت المال میں ہوگا۔ اور یتیموں مسکینوں مسافروں اور مسلمانوں کے امور خیر و صلاح میں صرف ہوگا۔ اس مال کو "فَیْء" کیوں کہا گیا؟ اس کے متعلق بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ جس طرح سایہ زوال پذیر ہوتا ہے اسیطرح بہترین دولت بھی ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے اور کسی ایک انسان کے ہاتھ میں ہی رہنے والی نہیں ہے۔ (مفردات)
فِیْل :- ہاتھی۔ جمع فُیُول۔ اصل میں یہ لفظ "پیل" کا معرب ہے۔ (دیکھو اَصْحٰبُ الْفِیْل)

ق

قٓ :- حروفِ مقطعات میں سے ہے اور قرآن کریم کی ایک سورت کا نام۔
قِ :- تو بچا۔ حفاظت کر۔ وِقَایَۃ سے امر واحد مذکر حاضر۔
قَائِل :- کہنے والا۔ دوپہر کو سونے والا۔ قَوْل سے (بمعنے اول) اور قَیْل سے (بمعنے ثانی) اسم فاعل واحد مذکر۔
قَائِلُوْنَ :- کہنے والے۔ دوپہر کو سونے والے۔ قَائِل کی جمع بحالت رفعی۔
قَائِم :- کھڑا ہونے والا۔ حفاظت کرنے والا۔ (القیام بالشیء) قِیَام سے اسم فاعل واحد مذکر۔
قَائِمَۃ :- کھڑی ہونے والی۔ قِیَام سے اسم فاعل واحد مؤنث۔
قَائِمُوْن :- کھڑے ہونے والے۔ قِیَام سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد قَائِم۔
قَاب :- کمان کے قبضہ سے گوشہ تک کا درمیانی فاصلہ۔ مقدار۔
قَابَ قَوْسَیْنِ :- "قاب" کے اصل معنے "کمان کے قبضہ اور گوشہ کے درمیان کا فاصلہ" ہیں اور مجازاً اس کا استعمال بمعنے

مقدار ہوتا ہے اور قَوْسَيْنِ قوس بمعنے کمان کا تثنیہ ہے۔ پس قاب قوسین کے معنے ہوئے دو کمانوں کی مقدار یہ ورد نجم میں فرمایا گیا۔ فَاسْتَوٰى وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى۔ یعنی پس جبریل اپنی اصلی اور حقیقی شکل میں افق اعلیٰ پر ظاہر ہو کر سیدھے ہوئے پھر نزدیک ہونے کے قصد سے نیچے اتر آئے تاآنکہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر قریب ہو گئے کہ دونوں میں کمان سے زیادہ فاصلہ نہ رہا پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ پر یعنی آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل کرنے کا حکم دیا تھا جبریل نے وہ وحی آپ پر نازل کی۔

صحیحین میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ ہی تفسیر منقول ہے۔ نیز آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے جبریل علیہ السلام کو ان کی اصل شکل وصورت میں صرف دو مرتبہ دیکھا ایک مرتبہ ابتدا وحی کے وقت (جس کا مذکورہ بالا آیات میں بیان ہے) اور دوسری مرتبہ شب معراج میں جس کا ذکر بھی اسی صورت میں ہے۔ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى (بلاشبہ آنحضور نے جبریل کو دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا جس کے پاس جنۃ الماویٰ ہے) بعض لوگ ان آیات کو اس معنے پر حمل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ مگر نہ صرف یہ کہ یہ معنے ان آیات کے بالکل سیاق سباق کے خلاف ہیں بلکہ قرآن کریم کی آیت قطعیہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (مخلوق کی نگاہیں اس عالم میں اللہ تعالیٰ کا ادراک نہیں کر سکتیں) اور احادیث صحیحہ ثابتہ کے بھی برخلاف ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت مسروق سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا مَنْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰى رَبَّهٗ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ (جو شخص یہ گمان کرے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو اس نے خدا وند تعالیٰ پر بڑا جھوٹ اور طوفان باندھا) التبیان فی اقسام القرآن علامہ ابن القیمؒ (مزید

تفصیل کے لئے دیکھو دثدیرث

قَابِل :۔ قبول کرنے والا۔ قُبُوْل سے اسم فاعل واحد مذکر۔

قَاتَلَ :۔ اس نے جنگ کی۔ قِتَال سے ماضی واحد مذکر غائب۔

قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ :۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرے (قَاتَلَ ماضی ہے مگر دعا کے محل میں واقع ہونے کی وجہ سے اس کا ترجمہ مضارع کا ہوگا۔ عربی میں بطور تفاول دعا کے لئے ماضی کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔ جیسے غَفَرَ اللّٰهُ لَنَا (اللہ تعالیٰ ہماری مغفرت فرمائے)

قَاتِلْ :۔ تو جنگ کر۔ قِتَال سے امر واحد مذکر حاضر۔

قَاتِلَا :۔ تم دونوں جنگ کرو۔ تم دونوں جہاد کرو۔ قِتَال سے امر تثنیہ مذکر حاضر۔

قَاتِلُوْا :۔ تم جنگ کرو۔ قِتَال سے امر جمع مذکر حاضر۔

قَاتَلُوْا :۔ انہوں نے جنگ کی۔ قِتَال سے ماضی جمع مذکر غائب۔

قَادِرٌ :۔ زبردست۔ قدرت رکھنے والا۔ قُدْرَةٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔ قُدْرَةٌ کی نسبت جب انسان کی طرف کی جائے تو اس سے مراد وہ صفت ہوتی ہے جس کے ذریعہ وہ کسی فعل کو انجام دے سکے لیکن جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو اس سے مراد عجز کی نفی ہوتی ہے۔ غیر اللہ کو مطلقاً قادر کہنا جائز نہیں کیونکہ وہ اگر ایک فعل کے اعتبار سے قادر ہے تو دوسرے کے اعتبار سے عاجز بھی ہے اگر کہیں لفظاً ایسا استعمال ہو تو بھی تو معنیً اس میں تقیید و تخصیص ضرور ملحوظ ہو گی۔ (مفردات)

قَادِرُوْنَ | قَادِرِيْنَ } قدرت رکھنے والے۔ قَادِرٌ کی جمع۔ اول بحالت رفع اور ثانی بحالت نصبی و جری۔

قَادِعَةٌ :۔ کھڑکھڑا دینے والی سخت مصیبت حادثہ۔ قیامت۔ قَرْعٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث (پہلے معنی میں حقیقت اور بقیہ معانی میں مجاز ہے۔

حوادث کو قَادِعَةٌ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ دلوں کو گھبراہٹ اور دہشت سے لرزا دیتے ہیں اور قیامت کو اسلئے بھی کہ آسمان و زمین کا ٹوٹنا پھوٹنا کانوں کو کھڑکھڑا دے گا۔

قَارُوْنُ :۔ قوم موسیٰ میں سے ایک سرمایہ دار و سرکش اور مغرور و بخیل آدمی کا نام۔

یہ شخص انتہائی شریر اور گستاخ بھی تھا اس نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تہمت لگانے کی کوشش کی اور ایک عورت کو کچھ دے کر جھوٹ بولنے پر راضی کر لیا مگر اس نے صاف بتلا دیا کہ مجھے قارون نے پٹی پڑھائی تھی۔ خداوند تعالےٰ نے اس گستاخی اور کفر و بخل کی وجہ سے اسے اس کی دولت سمیت زمین میں دھنسا کر ہمیشہ کے لئے عبرت بنا دیا۔

قَاسِطُونَ :۔ ظلم کرنے والے۔ کجروی کرنیوالے قِسْطٌ و قُسُوطٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد قَاسِطٌ۔

قِسْط اس حصہ کو کہتے ہیں جو انصاف کے ساتھ کسی کو دیا جائے۔ قِسْط جب مصدر کے طور پر استعمال ہو تو ضرب سے اس کے معنی ہیں دوسرے کا حصہ مار لینا یعنی ظلم کرنا۔ لیکن جب باب افعال سے آئے تو اس کے معنی ہوتے ہیں دوسرے کا حصہ دے دینا۔ یعنی انصاف کرنا۔ لہٰذا قَاسِطٌ کے معنی ظالم اور مقسط کے معنی منصف اور عادل ہوئے۔

قَاسَمَ :۔ اس نے قسم کھائی۔ مُقَاسَمَۃٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

قَاسِيَةٌ :۔ سخت۔ قَسْوَۃٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

قَاصِدًا :۔ ارادہ کرنے والا۔ میانہ چال چلنے والا قَصْدٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ :۔ نیچی نگاہ رکھنے والی شرمیلی عورتیں جو اپنے شوہروں کے علاوہ کسی پر نگاہ نہ ڈالیں۔ قَاصِرَات قَصْرٌ سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد قَاصِرَۃٌ طَرْف نگاہ۔

قَاصِفٌ :۔ بڑی سخت ہوا۔ تیز و تند ہوا۔ قَصْفٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔ (بحذف تاء) جمع قَوَاصِف

قَاضٍ :۔ فیصلہ کرنے والا۔ حکم کرنے والا۔ قَضَاءٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔ جمع قُضَاۃٌ۔

قَاضِيَةٌ :۔ کام تمام کر دینے والی۔ خاتمہ کرنے والی۔ قَضَاءٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث جمع قَوَاضِي۔

قَاطِعَۃٌ :۔ طے کرنے والی۔ قَطْعٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

قَاعٌ :۔ ہموار زمین۔ چٹیل میدان۔ جمع قِيْعَانٌ۔

قَاعِدٌ :۔ بیٹھنے والا۔ قُعُوْدٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

قَاعِدُونَ:۔ بیٹھنے والے۔ قاعد کی جمع۔

قَالَ:۔ اس نے کہا۔ قَوْل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

قَالَا:۔ ان دونے کہا قَوْل سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

قَالَتْ:۔ اس نے کہا قَوْل سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

قَالَتَا:۔ ان دونے کہا۔ قَوْل سے ماضی تثنیہ مؤنث غائبہ۔

قَالُوْا:۔ انہوں نے کہا۔ قَوْل سے ماضی جمع مذکر غائب۔

قَالِيْنَ:۔ بیزار ہونے والے۔ دشمنی کرنے والے۔ قِلیٰ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔

قَامَ:۔ وہ کھڑا ہوا۔ قِیَام سے ماضی واحد مذکر غائب۔

قَامُوْا:۔ وہ کھڑے ہوئے قیام سے ماضی جمع مذکر غائب۔

قَانِتٌ:۔ فرمانبرداری کرنے والا۔ خشوع و خضوع کرنے والا۔ "قُنُوت" کے معنی ہیں عاجزی اور خشوع کے ساتھ فرماں برداری میں لگے رہنا، چونکہ یہ صورت غیر متعلق امور سے کامل بے تعلقی کے مقتضی ہے اس لئے اس کے لزومی معنی "سکوت" کے بھی کئے گئے ہیں چنانچہ كُلٌّ لَهٗ قَانِتُوْنَ کا ترجمہ یہ بھی کیا گیا ہے کہ سب اللہ کے سامنے خشوع و خضوع کا اظہار کرتے ہیں اور یہ بھی کہ سب اللہ کی فرمانبرداری میں لگے ہوئے ہیں اور یہ بھی کہ کوئی اس کے سامنے زبان ہلانے کی تاب نہیں رکھتا اور حدیث میں جو فرمایا گیا ہے کہ افضل نماز وہ ہے جس میں طولِ قنوت ہو تو اسکا مطلب یہ ہے کہ ماسوا سے بے تعلق ہو کر خضوع و خشوع کے ساتھ اللہ کی طرف کامل توجہ ہے۔ نیز قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ میں بھی قنوت کے یہی معنی مراد ہیں کیونکہ نماز کا جو فائدہ قرآن کریم میں بتایا گیا ہے کہ "وہ بے حیائی اور گناہ کے کاموں سے روکتی ہے" وہ اسی صورت میں مرتب ہو سکتا ہے کہ بندہ کامل توجہ کے ساتھ خداوند قدوس کی عظمت و جلالت کا استحضار کرلے، اس کی بارگاہ میں عاجزی اور فروتنی کا اظہار کرے اور اس کی طاعت اور فرماں برداری کا دل اور زبان سے اقرار کرے۔
(مفردات و تفسیر المنار جلد ۲ ص ۴۴۲)

قَانِتَات:۔ فرمانبردار عورتیں۔ خشوع و خضوع

کرنے والیاں۔ قُنُوت سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد قَانِتَۃ۔

قَانِطِیْنَ:۔ ناامید ہونے والے قُنُوط سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد قَانِط۔

قَانِع:۔ تھوڑے سامان پر اکتفا کرنے والا۔ وہ سائل جو اصرار کے ساتھ نہ مانگے اور جو اسے دیا جائے وہ ہی لیلے۔ معنی اول کیا قَنَاعَۃ سے اور معنی ثانی میں قُنُوع سے اسم فاعل واحد مذکر۔

قَاہِر:۔ غالب۔ زبردست۔ قَہْر سے اسم فاعل۔ واحد۔ قاہر اصل میں اس غالب کو جس کے مقابلہ میں اس کا حریف بیچارہ و ذلیل ہو کہتے ہیں۔

قَاہِرُوْنَ:۔ غالب۔ زبردست۔ قَاہِر کی جمع۔

قَبَائِل:۔ خاندان۔ قبیلے۔ واحد قَبِیْلَۃ

قَبْر:۔ گور۔ قبر۔ جمع قُبُوْر۔

قَبَس:۔ انگارا۔ چنگاری۔

قَبْض:۔ کھینچنا۔ مٹھی میں لینا۔ پکڑنا۔ (بصلہ علی) ضَرَبَ سے مصدر۔

قَبْضَۃ:۔ یک مشت۔ ایک مٹھی۔ اسم مرۃ۔

قَبَضْتُ:۔ میں نے پکڑا۔ قَبْض سے ماضی واحد متکلم۔

قَبَضْنَا:۔ ہم نے پکڑا۔ ہم نے کھینچا۔ قَبْض سے ماضی جمع متکلم۔

قَبْل:۔ پہلے۔ آگے۔ (اسم ظرف)

قُبُل:۔ سامنے۔ آگے۔

قِبَل:۔ طرف۔ سمت۔ مقابلہ۔ طاقت۔

قِبْلَۃ:۔ قفال رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں قِبْلَۃ وہ جہت ہے جس کی طرف آدمی اپنا رُخ کرے اور اصطلاح شرع میں خانہ کعبہ کا نام قبلہ ہے کیونکہ نماز پڑھتے ہوئے خانہ کعبہ یا اس کی سمت کی طرف منہ کرنا فرض ہے۔ ابتدائے اسلام میں اہل اسلام بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے پھر مدینہ طیبہ میں سترہ ماہ بعد خانہ کعبہ کو نماز کا قبلہ قرار دیا گیا۔

نماز میں قبلہ کا تعین کیوں ضروری ہوا اور پھر بیت الحرام کو ہی قبلہ کیوں قرار دیا گیا؟ اس کا جواب مختصراً یہ ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر دو قوتیں ودیعت فرمائی ہیں۔ قوتِ عقلیہ جو مجردات و معقولات کا ادراک کرتی ہے۔ قوتِ خیالیہ جو عالم اجسام میں تصرف کرتی ہے۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ قوت خیالیہ قوت

عقلیہ کی مقارنت و مصاحبت سے باز رہتی ہو۔ اسی لئے جب انسان کسی ایسے امر کا تصور کرنا چاہتا ہے جو محض عقلی ہو تو وہ اس بات پر مجبور ہوتا ہے کہ اپنے ذہن میں اس امر عقلی کے لئے ایک صورت خیالیہ وضع کرے تاکہ وہ صورت خیالیہ مدرکہ اس معنے عقلی کے ادراک کے لئے معین و مددگار ثابت ہو۔ خدا وند تعالیٰ نے انسان کی اس فطرت کا لحاظ فرماتے ہوئے اپنی عبادت کے لئے قبلہ متعین فرمایا اور اسے بمنزلہ دربار شاہی کے قرار دیا۔ پس نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنا گویا کہ دربار خداوندی میں حاضر ہونا ہے۔ اور قرات و تسبیحات بمنزلہ مدح و ثنائے شاہی نیز اور رکوع و سجود و قیام و قعود خدمت شاہی میں مشغول ہونے کی مانند ہے۔

(۲) نیز شریعت الٰہیہ کا منشا یہ ہے کہ مسلمانوں میں باہم کامل اتحاد و اتفاق اور الفت و موافقت ہو اور اس غرض کے لئے تمام مسلمانوں کے لئے ایک مرکز کا تعین ناگزیر تھا۔ اور قدرتی طور پر مسلمانوں کے لئے یہ مرکز بیت الحرام ہی قرار دیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وطن تھا ہے۔ خانہ کعبہ دنیا کی سب سے پہلی مسجد اور اولین عبادت خانہ ہے جسے حضرت آدم اور پھر حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہم الصلوٰۃ و السلام نے اسی مقصد کے لئے تعمیر کیا تھا پس یہ بالکل مناسب ہے کہ امت محمدیہ کے افراد اور ملت حنیفیہ کے پیروؤں کیلئے اسی کو قبلہ قرار دیا گیا (از افادات امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ)

قُبُوْر:۔ قبریں۔ واحد قَبْر

قَبُوْل:۔ قبول کر لینا۔ باب سمع سے مصدر۔

قَبِیْل:۔ گروہ۔ ضامن۔ جمع قُبُل

قِتَال:۔ جنگ کرنا (لڑنا)۔ باب مُفَاعلہ سے مصدر۔

قَتَر:۔ گرد۔ سیاہی قَتَرَۃ واحد

قَتَرَۃ:۔ گرد و غبار۔ تاریکی۔ سیاہی

قَتْل:۔ ہلاک کرنا۔ مار ڈالنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

قَتَلَ:۔ اس نے قتل کیا قَتْل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

قُتِلَ:۔ وہ قتل کیا گیا۔ وہ ہلاک ہو۔ قَتْل سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب (بمعنے ثانی دعائے بد کے لئے مستعمل ہوا ہے)

قَتْلٰی:۔ قتل کئے ہوئے واحد قَتِیْل۔

بمعنے مَقْتُوْل۔

قُتِلَتْ:۔ وہ قتل کی گئی۔ قَتْل سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

قَتَلْتَ:۔ تو نے قتل کیا۔ قَتْل سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

قَتَلْتُمْ:۔ تم نے قتل کیا۔ قَتْل سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

قُتِلْتُمْ:۔ تم قتل کئے گئے۔ قَتْل سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

قَتَلْتُمُوْھُمْ:۔ تم نے ان کو قتل کر دیا۔ قَتْل سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ ھُمْ ضمیر منصوب جمع مذکر غائب۔

قَتَلْنَا:۔ ہم نے قتل کیا۔ قَتْل سے ماضی جمع متکلم۔

قُتِلْنَا:۔ ہم قتل کیے گئے۔ قَتْل سے ماضی مجہول جمع متکلم۔

قَتَلُوْا:۔ انہوں نے قتل کیا۔ قَتْل سے ماضی جمع مذکر غائب۔

قُتِلُوْا:۔ وہ قتل کئے گئے۔ قَتْل سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

قُتِّلُوْا:۔ وہ ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے۔ تَقْتِیْل سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

قَتُوْر:۔ بخیل۔ کنجوس۔ قَتْر سے مبالغہ

قِثَّاء:۔ ککڑی۔

قَدْ:۔ بے تحقیق۔ کبھی۔ یہ حرف فعل کیساتھ مخصوص ہے۔ ماضی پر بھی داخل ہوتا ہے اور مضارع پر بھی۔ ماضی پر تحقیق و تقریب کے لئے اور مضارع پر تحقیق و تقلیل کے لئے آتا ہے۔ ماضی پر داخل ہو تو فعل کے تجدد و حدوث پر دلالت کرتا ہے۔ اور مضارع پر داخل ہو تو فعل کے کسی وقت ہونے اور کسی وقت نہ ہونے کو بتلاتا ہے اسی لئے خداوند تعالیٰ کی صفت ذاتیہ پر اس کا دخول ممنوع ہے۔ پس قَدْ کَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا میں یہ معنی نہ ہوگا۔

(مفردات)

قُدَّ:۔ پھاڑا گیا۔ قَدٌّ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ قَدٌّ اور قَطٌّ دونوں کے معنی پھاڑنا۔ چیرنا ہیں۔ مگر قَدٌّ کا استعمال طول میں ہوتا ہے اور قَطٌّ کا عرض میں۔

قَدَّتْ:۔ اس نے پھاڑ دیا۔ قَدٌّ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

قَدْحٌ:۔ چقماق جھاڑ کر آگ نکالنا۔ باب فَتَحَ سے مصدر۔

قِدْرٌ:۔ ہانڈی۔ جمع قُدُوْر۔

قَدَرٌ:۔ اندازہ کی ہوئی چیز۔ مقررہ اندازہ وہ حکم جو اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مقدر

کرچکا ہے۔ فَعَل بمعنے مفعول۔
(دیکھو تَقْدِیر)

قَدَرَ:- اس نے تنگی کی۔ قَدْر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

قُدِرَ:- وہ تنگ کیا گیا۔ اس کا اندازہ کیا گیا۔ قَدْر سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

قَدَّرَ:- اس نے اندازہ کیا۔ تَقْدِیر سے ماضی واحد مذکر واحد۔

قَدِّرْ:- تو اندازہ کر۔ تَقْدِیر سے امر واحد مذکر حاضر۔

قَدَرْنَا:- ہم قادر ہوئے قُدْرَة سے ماضی جمع متکلم۔

قَدَّرْنَا:- ہم نے اندازہ کیا۔ تَقْدِیر سے ماضی جمع متکلم۔

قَدَرُوا:- انہوں نے حق پہچانا۔ قَدْر سے ماضی جمع مذکر غائب۔

قَدَّرُوا:- انہوں نے اندازہ کیا۔ تَقْدِیر سے ماضی جمع مذکر غائب۔

قُدُس:- پاکی۔ پاک۔
قرآن کریم میں رُوْحُ الْقُدُس آیا ہے روح القدس سے یا جبریل علیہ السلام مراد ہیں جو انبیاء کرام کے پاس وحی لیکر آیا کرتے تھے اس صورت میں روح بمعنی فرشتہ ہوگا اور قدس بمعنی مقدس اور ترکیب ایسی ہوگی جیسی حاتم الجود کی یا وحی ربانی مراد ہے جو لوگوں کے دلوں میں نئی زندگی پیدا کرتی ہے اور انہیں معاصی کی آلودگی سے منزہ کر دیتی ہے اور جہاں حضرت عیسیٰ کے سلسلہ میں اس کا بھی ذکر آیا ہے وہاں روح عیسوی بھی مراد ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مخصوص طور پر شیطان کے تصرف سے محفوظ رکھا تھا جیسا بعض احادیث سے ثابت ہے (تفسیر المنار)

قَدَم:- نشان۔ پاؤں۔ جمع اَقْدَام۔

قَدَمَ صِدْقٍ:- بلند مرتبہ۔ رفعت و منزلت قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ (یونس) اے نبی آپ مومنوں کو مژدہ سنا دیجئے کہ ان کے لئے ان کے رب کے پاس بلند مرتبہ اور اونچے درجات ہیں، قَدَمِ صِدْقٍ کے لفظی معنے ہیں سچائی کا قدم جسطرح نعمت اور احسان "ید" کہتے ہیں کیونکہ بخشش و سخاوت اکثر ہاتھ سے ہی کی جاتی ہے۔

اسی طرح نیکیوں، اعمال صالحہ اور فضائل و حسنات پر قدم کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کی جدوجہد اور سعی و کوشش میں زیادہ تر قدم کو ہی دخل ہوتا ہے (کشاف) اور صدق کے اصل معنی تو سچائی کے ہیں لیکن عظمت اور فضیلت پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ سچائی کے لوازم میں سے ہیں۔ یہاں صدق بمعنی صدق ہے جیسا کہ زید عدل میں اور قدم کی اضافت صدق کی طرف اضافت توصیفی ہے لہذا قدم صدق کے معنے ہوئے بلند مرتبہ اور اعلیٰ درجات۔

قَدَّمَ :۔ اس نے آگے بھیجا، مقدم کیا، سامنے لایا۔ تَقْدِیم سے ماضی واحد مذکر غائب۔

قَدَّمَتْ :۔ اس نے آگے بھیجا۔ تَقْدِیم سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

قَدَّمْتُ :۔ میں نے آگے بھیجا۔ میں آگے بھیجتا۔ تَقْدِیم سے ماضی واحد متکلم۔

قَدَّمْتُمْ :۔ تم نے پہلے سے ذخیرہ کیا۔ تَقْدِیم سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

قَدَّمْتُمُوهُ :۔ تم اس کو سامنے لائے تَقْدِیم سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ ہٗ ضمیر منصوب واحد مذکر غائب۔

قَدَّمْنَا :۔ ہم نے آگے بھیجا۔ تَقْدِیم سے ماضی جمع متکلم۔

قَدَّمُوا :۔ انہوں نے آگے بھیجا۔ تَقْدِیم سے ماضی جمع مذکر غائب۔

قَدِّمُوا :۔ تم آگے بھیجو۔ پہلے ادا کر دو۔ تَقْدِیم سے امر جمع مذکر حاضر۔

قَدِمْنَا :۔ ہم بڑھے۔ قُدُوم سے ماضی جمع متکلم۔

قُدُورٌ :۔ دیگیں۔ واحد قِدْرٌ۔

قُدُّوسٌ :۔ بہت پاک۔ جملہ نقائص سے منزہ (خداوند تعالیٰ کا اسم صفت) قُدْس سے مبالغہ کا صیغہ۔

قَدِيرٌ :۔ قدرت والا۔ زبردست۔ (خداوند تعالیٰ کا اسم صفت) قُدْرَة سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

امام راغب لکھتے ہیں کہ قدیر اس ذات کو کہتے ہیں جو جو چاہے کرے اور جو کچھ کرے اس طرح کرے کہ تقاضائے حکمت کے بالکل مطابق ہو، اس سے ذرا ادھر ادھر نہ ہو۔ اسی لئے اس لفظ کا اطلاق بجز اللہ تعالیٰ کے کسی اور ذات پر جائز نہیں :۔ امام صاحب غالباً اسے قدر سے

مشتق قرار دیتے ہیں جس کے معنی اندازہ کرنا ہیں۔

قَدِیْم :- پرانا۔ قِدَم سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

قَذَفَ :- اس نے پھینکا۔ اُس نے ڈالا۔ قَذْف سے واحد مذکر غائب۔

قَذْف کے اصل معنے ہیں "دور پھینکنا"۔ اور چونکہ اس میں بُعد و دوری کے معنی معتبر ہیں اسی لئے کہتے ہیں مَنْزِلٌ قَذَفٌ وَقَذِیْفٌ (منزل بعید) مجازاً قَذْف کا استعمال عیب لگانے اور برا بھلا کہنے کے لئے بھی ہوتا ہے کیونکہ اس میں بھی حد سے تجاوز ہوتا ہے (مفردات)

قَذَفْنَا :- ہم نے پھینکا۔ ہم نے ڈالا۔ قَذْف سے ماضی جمع متکلم۔

قُرٰی :- بستیاں۔ آبادیاں۔ واحد قَرْیَۃٌ

قَرَءَ :- اس نے پڑھا۔ قِرَاءَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

قَرَأْتَ :- تو نے پڑھا۔ قِرَاءَۃ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

قَرَار :- ٹھیرنا۔ آرام کی جگہ باب ضَرَبَ سے مصدر اور بمعنے ثانی مصدر بمعنے ظرف بھی۔

قَرَاطِیْس :- کاغذات۔ واحد۔ قِرْطَاس۔

قُرْاٰن :- اصل میں یہ لفظ فُعْلَان کے وزن پر مصدر ہے بمعنے "ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا" قرآن کریم کا نام بھی قرآن اسی لئے ہے کہ اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جاتا ہے اور اس کا نزول تدریجاً ہوا ہے پس یہ مصدر بمعنے مفعول ہے۔ نیز "قرآن" کے معنے جمع کرنا اور ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملانا" بھی ہیں چونکہ اس مقدس کتاب میں تمام ضروری علوم جمع ہیں۔ نیز تمام آسمانی کتابوں کے اصول ثابتہ اس میں محفوظ کر دئے گئے ہیں اس لئے اس کا نام قرآن" ہوا۔ بعض لوگوں نے اسے مادہ "قَرْن" سے ماخوذ سمجھا اور بروزن فُعَال بتلایا ہے مگر تحقیق اول ہی صحیح ہے کیونکہ فُعَال کا وزن کلام عرب میں نادر ہے اور فُعْلَان شائع وذائع۔

قَرَءْنَا :- ہم نے پڑھا۔ قِرَاءَۃ سے ماضی جمع متکلم۔

قَرَّبَ :- اس نے نزدیک کیا۔ تَقْرِیْب سے ماضی واحد مذکر غائب۔

قَرَّبَا :- انہوں نے نیاز کی۔ انہوں نے قربانی کی تَقْرِیْب سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

قُرْبٰی :- نزدیکی۔ رشتہ داری۔ قَرَابَۃ سے اسم مصدر۔

ذَوِی الْقُرْبٰی :- رشتے ناتے والے۔

قُرُبَات :- نزدیکیاں۔ قربات۔ واحد قُرْبَۃ

قُرْبَةٌ :- نزدیکی۔ ثواب۔ جمع قُرُبَات۔

قُرْبَان :- قربان۔ نیاز۔ وہ چیز جسے اللہ کی راہ میں صدقہ کر کے اللہ کا قرب حاصل کیا جائے۔ مقرب پہلے معانی میں واحد ہے اور جمع قَرَابِيْن اور آخری معنی میں واحد و جمع دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔

قَرَّبْنَا :- ہم نے نزدیک کیا۔ تَقْرِيْب سے ماضی جمع متکلم۔

قُرَّةٌ :- ٹھنڈک۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

قَرْحٌ :- زخم۔ جمع قُرُوْح

قَرْح اس زخم کو کہتے ہیں جس کا سبب بیرون جسم ہو اور قُرْح وہ زخم جس کا سبب اندرون جسم ہو پس تلوار وغیرہ کا زخم قَرْح (بالفتح) ہے اور پھوڑے پھنسی وغیرہ کی وجہ سے جو زخم ہو جائے اُسے قُرْح (بالضم) کہا جائے گا۔ (مفردات راغب)

قِرَدَةٌ :- بندر۔ واحد قِرْد۔

قَرْض :- اُدھار۔ قرض۔ اصل میں قَرْض کے معنے ہیں کاٹنا۔ جدا کرنا۔ کترنا" اُدھار پر قرض کا اطلاق اس لئے ہوتا ہے کہ وہ بھی مال کا ایک حصہ ہوتا ہے جسے مالک اپنے مال سے منقطع کر کے مقروض کو دیتا ہے پس یہ مصدر بمعنے مفعول ہے۔

قِرْطَاس :- کاغذ جس پر لکھا جائے۔ جمع قَرَاطِيْس۔

قَرْنَ :- تم قرار پکڑو۔ ٹھیرو۔ قَرّ سے امر جمع مؤنث حاضر۔ اس کے مادہ اشتقاق میں مختلف توجیہات نقل کی گئی ہیں۔ اقرب توجیہ وہ ہے جسے علامہ زمخشری نے ابوالفتح ہمدانی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ یہ قَارَ يَقَارُ قَوْرًا سے امر ہے جیسے خَوْف سے خَفْنَ۔ قَوْر کے معنی سمٹنا اور اکٹھا ہونا اور منقطع ہونا ہیں اسی سے قَارَةٌ ماخوذ ہے۔ اس پہاڑی کے معنی میں جو اور پہاڑوں سے الگ تھلگ اور منقطع ہو۔ پس قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ کے معنی ہوئے "تم اپنے گھروں میں ہی رہو اور باہر مت نکلو"۔

قَرْن :- سینگ۔ ایک زمانہ کے لوگ ایک معین زمانہ جس کی مقدار بقول بعض تیس اور بقول بعض اسی اور بقول بعض سو برس کی ہوتی ہے۔ جمع قُرُوْن۔

قُرَنَاء :- ہمنشین۔ ہمزاد۔ واحد قَرِيْن

قَرْنَيْن :- دو سینگ۔ قَرْن کا تثنیہ بحالت جری (دیکھو ذوالقرنین)

قُرُوْء :- حیض۔ واحد قُرْء
قُرُوْء کا لفظ مشترک ہے۔ بمعنے طہر

رہا کی کا زمانہ یعنی جب کہ عورت کو حیض نہ آتا ہو
بھی آتا ہے اور مہینے حیض بھی۔ وَالْمُطَلَّقَاتُ
يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ
(وہ آزاد عورتیں جنہیں طلاق دیدی جائے تین
قروء تک اپنے نفسوں کو روکے رکھیں یعنی تین
قروء کی عدت گذاردیں) میں امام شافعی رحمہ
اللہ تعالیٰ "قروء" کو بمعنے اطہار لیتے ہیں پس
ان کے نزدیک مطلقہ عورت کی عدت تین
طہر ہیں۔ مثلاً ایک عورت کو محرم کے اوائل
میں حیض آیا اور جب وہ پاک ہو گئی تو اسی طہر
میں اس کے خاوند نے اسے طلاق دیدی
پھر وہ صفر میں حائضہ ہوئی اور پھر ربیع الاول
میں پس اس آخری حیض کا طہر جب ختم ہوگا تب
ہی اس کی عدت بھی ختم ہو جائے گی۔ مگر
امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس
آیت میں "قُرُوء" حیض کے معنی میں ہے۔
لہٰذا احناف کے نزدیک مذکورہ بالا صورت
میں جب تیسری مرتبہ عورت کو حیض آئیگا
یعنی ربیع الثانی میں تو اس حیض کے ختم پر
اس کی عدت تمام ہوگی۔ اس میں شک نہیں
کہ دوسرے نصوص امام اعظم کے مذہب
کے مؤید ہیں۔ مثلاً

(۱) وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ
نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ
أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ۔ اس آیت
کریمہ کی رو سے بالاتفاق آئسہ اور وہ عورت
جسے حیض نہ آتا ہو اور نابالغہ کی عدت تین
ماہ اور آیت کریمہ میں حیض کے نہ آنے یا حیض
سے مایوس ہو جانے کا ذکر اس کو مقتضی
ہے کہ اگر حیض آتا ہو تو اس وقت عدت میں
حیض کا اعتبار ہوگا نہ کہ مہینوں کا۔

(۲) حدیث صحیح میں ہے۔ طَلَاقُ الْأَمَةِ
تَطْلِيقَتَانِ وَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ۔
یعنی باندی کے لئے طلاق مغلظ دو طلاق
ہیں اور اس کی عدت دو حیض اور بالاتفاق
باندی کی طلاق مغلظ اور عدت آزاد عورت
کی طلاق و عدت کا نصف ہوتی ہے مگر چونکہ
تین کا عدد طاق عدد ہے اور اس کی تجزی
و تقسیم نہیں ہوتی لہٰذا اس صورت میں دو کو
نصف کا قائم مقام کر دیا گیا پس جب بالاتفاق
آزاد عورت تین طلاقوں سے مغلظہ ہوتی
ہے اور باندی دو طلاق سے اور باندی کی
عدت دو حیض ہے تو ضروری ہے کہ آزاد
عورت کی عدت تین حیض ہو۔
امام راغب اصفہانی رقمطراز ہیں کہ "قرء"
نام ہے طہر کے بعد حیض میں داخل ہونیکا

یہ قُرء کے حقیقی معنی ہیں اور چونکہ مشترک ہے اس کا اطلاق
کبھی محض طہر اور کبھی محض حیض پر بھی ہوتا ہے
کیونکہ وہ عورت جس کو حیض نہ آیا ہو۔
(قرء والی) نہیں کہلاتی۔ اسی طرح اس
عورت پر بھی یہ صفت اطلاق نہیں کی جاتی
جسے مسلسل خون آ رہا ہو۔ پس آیت کریمہ
يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ کے
معنے ہوئے کہ مطلقہ عورتیں عدت میں
اتنا زمانہ گذاریں کہ تین حیضوں میں داخل
ہو جائے یعنی انہیں تین مرتبہ حیض آ جائے
اس تحقیق کے لحاظ سے شوافع کے
لئے اس لفظ سے اپنے مسلک پر کوئی
جائے استدلال رہتی ہی نہیں۔

قُرُوْن:۔ زمانے۔ صدیاں۔ جماعتیں۔ قومیں
واحد۔ قَرْن

قَرِّیْ (عَیْنًا):۔ تو خنک چشم ہو جا تو ٹھنڈی کر آنکھ
کو (قُرَّة سے امر)۔ واحد مؤنث حاضر

قَرِیْب:۔ نزدیک قرب سے صفت مشبہ
واحد مذکر۔ قرب بُعد کا مقابل ہے۔ یہ
نزدیکی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ
نزدیکی کبھی زمانہ کے اعتبار سے ہوتی ہے
کبھی جگہ کے اعتبار سے کبھی تعلق کے اعتبار
سے کبھی درجہ کے اعتبار سے کبھی پاس لحاظ
کے اعتبار سے اور کبھی قدرت کے اعتبار سے
قرآن کریم میں یہ تمام استعمالات موجود ہیں
مثلاً نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ
کے معنی یہ ہیں کہ ہم (خدا) اپنی قدرت و
تصرف کے اعتبار سے بندہ سے اس کی
شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں [illegible]

قَرْیَة:۔ بستی۔ آبادی۔ جمع قُرٰی

قَرْیَتَیْن:۔ دو بستیاں۔ قریة کا تثنیہ جو حالت
نصبی و جری۔ قریتین سے مراد سورۂ
زُخرُف میں مکہ اور طائف کے شہر ہیں
کہ اپنی عظمت اور تجارت اور دولت و ثروت
و [illegible] میں حجاز کے ممتاز شہر تصور کئے
جاتے تھے۔

قُرَیْش:۔ عرب کے اس خاندان کا نام جس میں
جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے
قریش بنو اسمٰعیل بن نضر بن کنانہ کی نسل
سے ہیں۔ قریش قرش کی تصغیر ہے جو تفخیم
و بڑائی ظاہر کرنے کے لئے لائی گئی ہے
اور قرش عربی زبان میں ایک خاص قسم کی
مچھلی کو کہتے ہیں جو چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کو
اتنا کھا جاتی ہے کشتیوں کو توڑ دیتی
ہے اور آگ کے سوا کسی اور ذریعہ سے
قابو میں نہیں آتی۔

قریش چونکہ اپنی نسبی شرافت، مذہبی عظمت اور سیاسی طاقت کے اعتبار سے تمام عربی قبائل میں ممتاز و مفتخر تھے اس لئے اس نام سے موسوم ہوئے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لفظ تَقَرُّش سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں تجارت کرنا۔ چونکہ قریش کا پیشہ تجارت تھا اور وہ اس مقصد کے لئے قافلوں کی صورت میں ہر سال دو سفر کیا کرتے تھے۔ گرمیوں میں شام کا اور جاڑوں میں یمن کا۔ اس طرح اپنے مقام سکونت کی مرکزیت کی وجہ سے ہر موسم میں تجارتی فوائد سے متمتع ہوتے رہتے تھے (قرآن کریم میں بطور احسان و انعام کے ان سفروں کا ذکر فرمایا گیا ہے) اس لئے وہ قریش کے نام سے موسوم ہوئے۔

نضر بن کنانہ کی نسل میں غالب بن فہر بن مالک بن نضر کی اولاد بہت پھیلی ہوئی۔ غالب کے دس بیٹے تھے اور ان میں سے ہر ایک کی اولاد ایک مستقل خاندان بن گئی ان خاندانوں کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) بنو ہاشم (۲) بنو امیہ (۳) بنو نوفل (۴) بنو عبد الدار (۵) بنو اسد (۶) بنو تیم (۷) بنو مخزوم (۸) بنو عدی (۹) بنو جمح (۱۰) بنو سہم۔

جس طرح تمام قبائل عرب میں قریش سب سے ممتاز تھے اسی طرح قریش کے خاندانوں میں بنو ہاشم کو سب پر برتری حاصل تھی۔ خانہ کعبہ جو بنائے ابراہیمی ہونے کی وجہ سے قبائل عرب میں اسلام سے پہلے ہی مقدس و محترم سمجھا جاتا تھا اور جہاں عرب کے دور دراز گوشوں سے ہر سال حج کے لئے لاکھوں آدمیوں کا اجتماع ہوتا تھا۔ اس کی اہم خدمات کی ذمہ داری بنو ہاشم ہی کے سپرد تھی۔ ہاشم جو خاندان کے بزرگ تھے۔ مکہ کے سردار تھے اور سَیّد البَطحاء کے نام سے مشہور تھے۔ ایک سخت قحط کے موقع پر جب لوگ بھوکوں مرنے لگے انہوں نے شام کا سفر کیا اور وہاں سے سامان خوراک اونٹوں پر لاد کر لائے اور حج کے زمانہ پر تمام قبائل میں مفت تقسیم کیا۔ ان کا دسترخوان یوں بھی ہر زمانہ میں مسافر و مقیم کے لئے کھلا رہتا تھا۔ وہ ملک تجار تھے اور جاڑے اور گرمی کے تجارتی سفر کا طریقہ جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے انہوں نے ہی جاری کیا تھا ہاشم کے بعد ان کے بیٹے عبد المطلب ان کے جانشین ہوئے۔ ان کی سخاوت آدمیوں تک ہی محدود نہ رہی بلکہ پہاڑوں

کی چوٹیوں پر جانوروں کے لئے بھی دانہ پانی رکھوا دیا کرتے تھے۔ اسی لئے مُطعِم الطیر کہلاتے تھے۔

زمزم کے مقدس کنوئیں کو جو مدت دراز سے اَٹا پڑا تھا انہوں نے ہی دوبارہ کھدوایا اور اس طرح اس وادی بے آب و گیاہ میں حج کے لئے آنے والے لاکھوں حاجیوں کو تشنگی کی مصیبت سے نجات دلائی۔

انہی کے زمانہ میں حبش کے نصرانی بادشاہ ابرہہ نے ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ بیت اللہ پر حملہ کیا اور ناکام و نامراد لوٹا۔

یہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے محترم دادا تھے اور آٹھ سال کی عمر تک حضور نے انہی کے سایہ عاطفت اور دامنِ شفقت میں پرورش پائی۔

قریش اور "بنو ہاشم" کے یہی وہ فضائل و شمائل تھے جن کی بنا پر جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اَلنَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَیْشٍ فِی الْخَیْرِ وَالشَّرِ (لوگ قریش کے تابع ہیں۔ بھلائی میں بھی اور برائی میں بھی) (مسلم)

نیز فرمایا ان ھٰذا الامر فی قریش لا یعادیھم احدٌ اِلَّا کبّہ اللہ علی وجھہ ما اقاموا الدین (یہ خلافت قریش میں رہیگی جو کوئی ان کے مقابلہ کے لئے کھڑا ہوگا اللہ تعالیٰ اسے اوندھا گرا دے گا۔ جب تک کہ وہ دین کا نظام قائم رکھیں گے) (بخاری)

(بیضاوی، و محمد رسول اللہ مطبوعہ مصر و تاریخ الامم خضری)

قَرِیْن:۔ ساتھی۔ ہمنشین۔ فرشتہ جو نامہ اعمال لکھنے کے لے ہر شخص پر مقرر ہے یا شیطان جو اغواء کے لئے ہر شخص پر مسلط ہے۔ جمع قُرَنَاء۔ قَرْن سے فَعِیل بمعنے مفعول۔

قَسَتْ:۔ وہ سخت ہوئی۔ قَسْوَۃ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

قِسْط:۔ انصاف۔ عدل۔ حصہ جو انصاف کے ساتھ دیا جائے۔

قِسْطَاس:۔ ترازو۔ میزان۔

قَسَم:۔ سوگند۔ قسم۔ جمع اَقْسَام

قِسْمَۃ:۔ بانٹنا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

قَسَمْنَا:۔ ہم نے بانٹا۔ قَسْم سے ماضی جمع متکلم۔

قَسْوَةٌ :- سنگینی ۔ سختی ۔ باب نَصَرَ سے
مصدر ۔
قَسْوَرَةٌ :- شور وغل ۔ شیر ۔ تیر انداز ۔
شکاری لوگ ۔
(پہلے معنی میں رباعی مجرد کا مصدر اور دوسرے
معنی میں شیر کے لئے عکرمہ مجنس اور تیسرے
چوتھے معنی میں اسم جمع ہے)
قِسِّيسِيْنَ :- عیسائیوں کے عالم و عابد ۔
قِسِّيْس کی جمع بحالت نصبی و جری ۔
قَسّ اور قِسِّيْس نصاریٰ کے اس عالم
کو کہتے ہیں جو مبلغ بھی ہو ۔ یہ "قَسّ الحدیث"
سے ہے جس کے معنی کسی بات کو پھیلانا ہیں
جدید الفاظ میں قِسِّيْس مشنری کو کہتے ہیں
اور رَاهِب وہ عابد جو خوف خدا سے
غاروں اور صحراؤں میں گوشہ نشین ہوکر
عبادت و ریاضت میں مصروف ہو ۔ گویا
قِسِّيسِيْن اہل علم ہیں اور رُهْبَان اہل
عمل ۔ زمانہ بعثت میں ایسے لوگ نصاریٰ
میں بکثرت پائے جاتے تھے ۔ چنانچہ ان میں
سے اکثر نے دعوت اسلام کو قبول کیا اور جنہوں
نے مال و جاہ کے زوال کے خوف سے نہیں
بھی قبول کیا انہوں نے بھی معاندانہ رویہ
یہود کی طرح اختیار نہیں کیا ۔ اسی لئے
قرآن کریم میں ان کو یہود و مشرکین کے
مقابلہ میں مسلمانوں سے زیادہ قریب بتایا
گیا ہے ۔
قَصَّ :- اس نے بیان کیا (بصلہ علیٰ)
قَصَصَ سے ماضی واحد مذکر غائب ۔
قِصَاص :- قاتل یا زخمی کرنے والے سے
بدلہ لینا ۔ (دیکھو قَصَص)
قَصْدُ السَّبِيْلِ :- سیدھا راستہ ۔
قَصْر :- محل ۔ جمع قُصُوْر ۔
قَصَص :- نقش قدم پر چلنا ۔ حال بیان
کرنا ۔ باب نَصَرَ سے مصدر ۔ قِصَّہ ۔ واقعہ
مصدر بمعنی مفعول قَصَص کے اصل معنی
ہیں نقش قدم پر چلنا اسی سے ہے ۔
وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ (موسیٰ کی ماں
نے ان کی بہن سے کہا کہ تو اس تابوت
کے پیچھے پیچھے جا) گذشتہ واقعہ پر بھی
قِصَّة اور قَصَص کا اطلاق اس لئے ہوتا
ہے کہ آدمی اس کے سننے اور سنانے کے
درپے ہوتا ہے ۔ اسی سے قصاص ہے
یعنی خون کے بعد خون سے بدلہ لینا ۔
(مفردات ملخصاً ۔ ش ۱۰)
قَصَصْنَا :- ہم نے بیان کیا ۔ قَصَص سے
ماضی جمع متکلم ۔

قَصَمْنَا:۔ ہم نے توڑا۔ قَصْم سے ماضی جمع متکلم
قُصْوٰی:۔ نہایت دور۔ قُصُوّ سے اسم تفضیل واحد مؤنث۔
قُصُوْر:۔ محلات۔ واحد۔ قَصْر
قُصِّیْ:۔ تو پیچھے چل۔ قَصّ سے امر واحد مؤنث حاضر۔
قَصِیّ:۔ دور بعید۔ قُصُوّ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔
قَضٰی:۔ اس نے پورا کیا۔ اس نے فیصلہ کیا قَضَآءٌ سے واحد مذکر غائب۔ دیکھو قَضَیْنَا۔
قَضْب:۔ ترکاری شلغم۔ مولی۔ چقندر وغیرہ۔
قَضَوْا:۔ انہوں نے پورا کیا۔ قَضَاء سے ماضی جمع مذکر غائب۔
قُضِیَ:۔ فیصلہ کیا گیا۔ قَضَاء سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔
قَضَیْتَ:۔ تو نے فیصلہ کیا۔ قَضَاء سے ماضی واحد مذکر حاضر۔
قَضَیْتُ:۔ میں نے تمام کیا۔ میں نے پورا کیا۔ قَضَاء سے ماضی واحد متکلم۔
قُضِیَتْ:۔ ادا کی گئی۔ قَضَاء سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔
قَضَیْتُمْ:۔ تم نے ادا کر لیا۔ تم نے پورا کر لیا۔ قَضَاء سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

قَضَیْنَا:۔ ہم نے بتا دیا۔
ہم نے فیصلہ کی اطلاع دیدی (بصلہٗ الٰی) ہم نے حکم کر دیا۔ (بصلہٗ علٰی) قَضَاءٌ سے ماضی جمع متکلم۔
قَضَاء کے اصل معنے ہیں کسی کام کا فیصلہ کر دینا خواہ قول سے یا فعل سے۔ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہوتی ہے اور انسان کی طرف بھی وَقَضٰی رَبُّكَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ۔
(تیرا رب یہ حکم کر چکا ہے کہ تم صرف اسی کی بندگی کرو) میں قضاء خداوندی قولی مراد ہے یعنی حکم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ کر چکا تھا کہ صرف اسی کی عبادت ہونی چاہیئے۔
اور فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ (پس اللہ تعالیٰ دو دن میں سات آسمان بنا کر فارغ ہو گیا) میں قضاء خداوندی فعلی مراد ہے یعنی اس نے سات آسمان بنا کر عملاً اس کام کو ختم کر دیا (مفردات)
قِطٌّ:۔ چٹھی۔ اعمال نامہ۔ حصہ۔
قِطْر:۔ پگھلا ہوا تانبا۔
قَطِرَان:۔ ایک سیاہ دوا جو خارشی اونٹوں کو ملتے ہیں۔ گندھک۔

قِطْعٌ :۔ ٹکڑا۔ فِعل بمعنے مفعول۔

قِطَعٌ :۔ ٹکڑے۔ واحد۔ قِطْعَة

قُطِعَ :۔ وہ کاٹا گیا۔ قَطْع سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

قَطَّعَ :۔ اس نے ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ تَقْطِیْع سے ماضی واحد مذکر غائب۔

قُطِّعَتْ :۔ وہ تراشی گئی۔ قطع کی گئی۔ تَقْطِیْع سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

قَطَّعْتُمْ :۔ تم نے کاٹا۔ تَقْطِیْع سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

قَطَّعْنَ :۔ انہوں نے خوب کاٹا۔ تَقْطِیْع سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

قَطَعْنَا :۔ ہم نے کاٹ ڈالا۔ قَطْع سے ماضی جمع متکلم۔

قَطَّعْنَا :۔ ہم نے خوب کاٹا۔ پراگندہ کیا۔ تَقْطِیْع سے ماضی جمع متکلم۔

قِطْمِیْر :۔ نشان باریک سا جو کھجور کی گٹھلی کے اوپر ہوتا ہے۔ مراد شئے قلیل ہے۔

قُطُوْف :۔ میوے۔ پھل۔ خوشے۔ انگور کے گچھے۔ واحد قِطْف۔

قَعَدَ :۔ وہ بیٹھا۔ قُعُوْد سے ماضی واحد مذکر غائب۔

قَعَدُوا :۔ وہ بیٹھے۔ قُعُوْد سے ماضی جمع مذکر غائب۔

قَعُوْا :۔ تم گرو۔ وَقُوْع سے امر جمع مذکر حاضر۔

قُعُوْد :۔ بیٹھنا۔ بیٹھنے والے۔ اول معنے میں مصدر ہے باب نصر سے۔ اور دوسرے معنی میں قَاعِد کی جمع ہے۔ قُعُوْد اور جُلُوْس دونوں کے معنی "بیٹھنا" ہیں۔ مگر قُعُوْد "جُلُوْس" کی بہ نسبت خاص ہے۔ قُعُوْد کے اندر طولِ مکث کی قید معتبر ہے اور جلوس مطلق ہے۔ یعنی قُعُوْد کا اطلاق دیر تک بیٹھنے پر ہوتا ہے اور جلوس مطلق "بیٹھنا" ہے خواہ دیر تک ہو یا جلد ہی ختم ہو جائے۔ اسی وجہ سے اپاہج آدمی کو مُقْعَد کہا جاتا ہے نہ کہ مُجْلَس۔ گھر کے ستونوں اور (بوڑھی عورتوں) کو قَوَاعِد کہتے ہیں۔ نہ کہ جَوَالِس قرآن کریم میں جہاں بھی اس لفظ کا اور اس کے مشتقات کا استعمال ہوا ہے۔ یہ معنی ملحوظ ہیں (امام رازیؒ)

قَعِیْد :۔ ہم نشین۔ نگرانی کرنے والا۔ فرشتہ۔ قُعُوْد سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

قِفُوْا :۔ تم ٹھہراؤ۔ وَقْف سے امر جمع مذکر۔

حاضر۔

قَفَّيْنَا:۔ ہم نے پیچھے بھیجا۔ پے در پے بھیجا۔ تَقْفِيَت سے ماضی جمع متکلم۔

قُلْ:۔ تو کہہ۔ تو بتا۔ قَوْل سے امر واحد مذکر حاضر۔

قَلَّ:۔ وہ کم ہوا۔ قِلَّة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

قَلٰی:۔ وہ بیزار ہوا۔ قِلًی سے ماضی واحد مذکر غائب۔

قَلَائِد:۔ قربانی کے وہ جانور جن کے گلے میں بطور علامت کے پٹہ وغیرہ ڈالدیا جائے قَلَائِد اصل میں قِلَادَة کی جمع ہے اور قِلَادَة اس چیز کو کہتے ہیں جسے گلے میں ڈالا جائے جیسے جانور کا پٹہ عورت کا گلوبند اور ہار آیت کریمہ لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ میں قَلَائِد سے مراد ذوات القلائد۔ قلادہ والی اونٹنیاں ہیں یعنی مسلمانوں کو قربانی کے جانوروں سے تعرض کرنے کو منع فرمایا۔ علی الخصوص ان جانوروں سے جن کے گلوں میں قربانی کی علامتیں ہوں۔ بعض علماء کا یہ قول بھی ہے کہ قَلَائِد یہاں اپنے اصل لغوی معنی میں ہے اور تاکید و مبالغہ کے لئے یہ تعبیر اختیار فرمائی گئی ہے جیسا کہ عورتوں کو حکم دیا۔ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ یعنی عورتیں اپنی زیب زینت اور سنگھار کو جنبیوں کے سامنے ظاہر نہ کریں اور جب زینت کا اظہار بھی ممنوع ہے تو جسم کے ان حصوں کا اظہار بدرجۂ اولیٰ ممنوع و حرام ہوگا جو زینت و آرائش کی جگہ ہیں۔ اسی طرح یہاں قَلَائِد سے تعرض کرنے کی نہی کے معنی یہ ہیں کہ قلائد والے جانوروں سے تعرض بدرجہ اولیٰ ممنوع ہے (امام رازیؒ و بیضاوی)

قَلْب:۔ دل۔

"قلب" کے معنی الٹنا پلٹنا ہیں۔ علم تشریح الاعضاء میں قلب صنوبری شکل کے اس گوشت کے لوتھڑے کو کہتے ہیں جو انسان کے سینہ کے بائیں پہلو میں ہے۔ چونکہ یہ دوران خون کا آلہ ہے اور ہر وقت حرکت میں رہتا ہے اس لئے "قلب" کے نام سے موسوم ہوا۔ علم النفس کی زبان میں اور ادب کے استعمال میں قلب اس صفت نفسانی اور لطیفہ روحانی کو کہتے ہیں جو حواس کے جمع کئے ہوئے معلومات و مدرکات کو ترتیب دیکر نتائج و احکام کا استخراج کرتی ہے اور مناسب و نامناسب اور خوشگوار

ناخوشگوار امور کے مخفی احساسات کو قبول کرتی ہے دوسرے الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ قلب کا اطلاق "عقل" کے معنی میں بھی ہوتا ہے اور "وجدان روحانی" کے معنی میں بھی جسے آج کل کی زبان میں "ضمیر" کے نام سے صحیح طور پر ادا کیا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں قلب کا استعمال ان دونوں معنی میں جا بجا ملتا ہے۔

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ۔ (کیا یہ کافر لوگ ملکوں میں پھرے چلے نہیں کہ عبرت حاصل کرتے۔ ان کے پاس دل ہوتے جن سے سمجھتے، کان ہوتے جن سے سنتے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب کسی پر اندھے پن کا برا وقت آتا ہے تو آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں (حج ۴۶)

یہاں قلب سے عقل مراد ہے۔

سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ (عنقریب میں کافروں کے دل میں ہیبت ڈال دوں گا۔ (آل عمران ۵۱)

اور الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ (وہ لوگ کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل لرز اٹھتے ہیں (حج ۳۴)، اور لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ (تاکہ اللہ تعالیٰ اسے ان کے دل میں حسرت بنا دے) وغیرہ آیات میں قلب سے مراد "وجدان" ہے کہ ہیبت، خوف اور حسرت وغیرہ شعور وجدانی ہیں۔

کبھی دونوں معانی میں ایک ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا (ان کے پاس دل ہیں جن سے وہ سمجھتے بوجھتے نہیں) (الاعراف ۱۷۹) میں ایسا ہی استعمال ہے کیونکہ فقہ مطلق سمجھ کو نہیں کہتے بلکہ اس سمجھ کو کہتے ہیں جس کے ساتھ ضمیر کی پکار بھی ہو جو عمل پر آمادہ کرے اور جہاں کہیں خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ (اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے) اور أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا (یا دلوں پر تالے لگ گئے ہیں) جیسی تعبیرات استعمال کی گئی ہیں تو وہاں یہی جامع معنی مراد ہیں۔ یعنی ان کے حواس و مشاعر معطل ہو گئے ہیں اور ان کے وجدان و ضمیر کی روشنی بجھ گئی ہے۔

"قلب" کو "وجدان حسی و معنوی" کے معنے میں استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انسان...

وہیبت اور لذت و مسرت کے وقت دل میں انقباض و انشراح محسوس کرتا ہے بلکہ بعض اوقات شدت غم و فور مسرت میں حرکت قلب بند ہو جاتی ہے۔ اس لئے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وابصہ کے جواب میں فرمایا۔ اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ۔ اَلْبِرُّ مَا اطمانّتْ اِلَیْهِ النفس واطمانّ الیه القلب والاثم ما حاك فی النفس و تردد فی الصدور۔ رواہ احمد والدارمی (اپنے دل سے پوچھو، نیکی وہ ہے جس پر تیری طبیعت ٹھہرے اور دل مطمئن ہو اور بدی وہ ہے جو طبیعت میں کھٹکے اور سینہ میں الجھے) پھر انہی معانی میں مزید وسعت پیدا کی گئی اور قلب کا استعمال اس عقل و ادراک کے لئے کیا جانے لگا جو نفس انسانی میں مؤثر ہو۔ مطلق "تعقل" اور "تصدیق" کے لئے نہیں۔ اس تفصیل سے یہ بھی وضاحت ہو گئی کہ اگر آج جالینوس کے قدیم نظریہ کے برخلاف احساسات و خیالات اور جذبات و حسیات کا مرکز دل کی بجائے دماغ کو تسلیم کر لیا جائے تو بھی کچھ حرج نہیں۔ نیز لغوی استعمالات اور علمی تحقیقات میں مطابقت ضروری نہیں ہوتی۔ (تفسیر المنار جلد ۹ بتغییر یسیر)

قَلَبُوْا: انہوں نے پھیرا۔ انہوں نے پلٹا۔ تقلیب سے ماضی جمع مذکر غائب۔

قَلْبَیْنِ: دو دل۔ قَلْب کا تثنیہ نصبی و جری حالت میں۔

قُلْتَ: تو نے کہا۔ قَوْل سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

قُلْتُ: میں نے کہا۔ قَوْل سے ماضی واحد متکلم۔

قُلْتُمْ: تم نے کہا۔ قَوْل سے ماضی جمع مذکر۔

قَلَم: قلم۔ خامہ۔ فن تحریر۔ علوم تاریخ و سیر وغیرہ جو بذریعہ قلم مدون ہوئے۔ عالم غیب کا وہ قلم جس سے امور تقدیری ازل تا ابد لوح محفوظ پر لکھے گئے۔ جمع اَقْلَام۔

قُلْنَ: انہوں نے کہا۔ قَوْل سے ماضی جمع مؤنث غائب۔ تم کہو (امر جمع مؤنث حاضر)۔

قُلْنَا: ہم نے کہا۔ قَوْل سے ماضی جمع متکلم۔

قُلُوْب: دل۔ واحد قَلْب (دیکھو قلب)

قَلِیْل: کم۔ تھوڑا۔ جلد قِلَّت سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

قَلِیْلَة: تھوڑی چیز۔ قِلَّة سے صفت مشبہ واحد مؤنث۔

قَلِیۡلُوۡن:۔ تھوڑے۔ کم۔ قَلِیۡل کی جمع۔
قُمۡ:۔ تو کھڑا ہو۔ اُٹھ۔ قِیَام سے امر واحد مذکر حاضر۔
قُمۡتُمۡ:۔ تم کھڑے ہوئے۔ قِیَام سے ماضی جمع مذکر حاضر۔
قَمَر:۔ چاند۔ جمع اَقۡمَار
قَمۡطَرِیۡر:۔ سخت۔ شدید۔ قَمۡطَرَۃ سے جس کے معنے جمع ہونا اور اکٹھا ہونا ہیں
قُمَّل:۔ چیچڑیاں۔ واحد قُمَّلَۃ۔
قَمِیۡص:۔ کرتا۔ پیراہن۔ جمع قُمۡصَان
قَنَاطِیۡر:۔ سونے کے تودے۔ واحد قِنۡطَار
قِنۡطَار:۔ سونے کا تودہ۔
قَنَطُوۡا:۔ وہ ناامید ہوئے۔ مایوس ہوئے۔ قُنُوۡط سے ماضی جمع مذکر غائب۔
قِنۡوَان:۔ گچھے۔ تازہ خوشے۔ واحد قِنۡو
قَنُوۡط:۔ ناامید۔ مایوس۔ قُنُوۡط سے مبالغہ واحد۔
قُوۡا:۔ تم بچاؤ۔ حفاظت کرو۔ وِقَایَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔
قُوٰی:۔ قوتیں۔ واحد قُوَّۃ۔
قَوَارِیۡر:۔ شیشے۔ واحد قَارُوۡرَۃ۔
قَوَاعِد:۔ بوڑھی عورتیں جنہیں حیض نہ آئے نہ بچہ پیدا ہو۔ واحد قَاعِد و قَاعِدَۃ
چونکہ بوڑھی عورتیں ضعف و کمزوری کیوجہ سے کہیں آنے جانے کے قابل نہیں رہتیں۔ اور گھر ہی بیٹھی رہتی ہیں اور دنیوی امور کی انجام دہی سے عاجز ہو جاتی ہیں۔ اس لئے انہیں "قَوَاعِد" کہا گیا (دیکھو قعود)
عمارت کی بنیادیں۔ واحد قَاعِدَۃ کیونکہ یہ بھی تہ میں جمی ہوئی ہوتی ہیں۔
قَوَام:۔ میانہ۔ معتدل۔ متوسط۔
قَوَّامُوۡن:۔ محافظ۔ نگران۔ حاکم۔ قِیَام سے مبالغہ جمع مذکر۔ واحد قَوَّام۔
قرآن کریم میں مرد اور عورت کے درجہ کی تعیین کے سلسلہ میں فرمایا گیا ہے:۔
اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوۡنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعۡضَھُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ وَّ بِمَاۤ اَنۡفَقُوۡا مِنۡ اَمۡوَالِھِمۡ (مرد عورتوں کے نگران اور حاکم ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک صنف (قوی) کو دوسری صنف (ضعیف) پر بڑائی دی ہے اور اس لئے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں) نساء ع ۶
اس آیت میں مرد کو عورت پر قَوَّام بتایا گیا ہے۔ قَوَّام اسے کہتے ہیں جو کسی کی حمایت۔ حفاظت اور کفالت کا ذمہ دار

بن کر کھڑا ہو اور جو شخص ان امور کی ذمہ داری
لے گا تسلط اور حاکمیت اسی کا حق ہے۔ یہی سبب
اسی لئے حافظ ابن کثیرؒ نے اس لفظ کی
تشریح فرماتے ہوئے لکھا ہے۔
ای هو رئیسها و کبیرها والحاکم علیها
ومؤدبها اذا اعوجت "یعنی مرد عورت
کا سردار ہے، بڑا ہے، اس پر حاکم ہے
اور غلط روی کی صورت میں اس کو ادب
سکھانے والا ہے: (ابن کثیر ص ۱)
مرد کو یہ بڑا درجہ دیا گیا اس کی اللہ تعالیٰ
نے دو وجہیں بیان فرمائیں ایک وہبی،
خداداد اور دوسری کسبی، اختیاری
وہبی و فطری یہ کہ "اللہ تعالیٰ نے مرد کو
عورت پر بڑائی دی" یعنی مرد کو جسمانی و
عقلی قوتیں عورت سے زائد اور بہتر عطا
فرمائیں جس کے نتیجہ میں مرد علمی و عملی کمالات
میں عورت سے فائق ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ
علمی و عملی کمالات ہی پر ترقی درجات کا انحصار
ہے علامہ رشید رضا لکھتے ہیں:۔
مرد کے اعضاء عورت کے مقابلہ میں زیادہ
مضبوط ہیں مرد کے جسم کا تناسب عورت
کے مقابلہ میں زیادہ حسین ہے اور یہ
بات تمام حیوانات میں پائی جاتی ہے۔
مرغا مرغی سے، بھیڑ بھیڑی سے اور
شیر شیرنی سے زیادہ حسین ہوتا ہے نیز مرد
کا مزاج عورت کے مزاج سے زیادہ کامل
و معتدل ہے، اعضاء کی قوت اور مزاج
کے اعتدال پر عقلی و فکری قوتوں کا کمال
مرتب ہے۔ (بلکہ) اکثر مشہور قول ہے کہ صحیح
جسم میں ہی صحیح عقل ہوتی ہے جسمانی اور عقلی
قوتوں کے اس کمال کا قدرتی ثمرہ یہ ہے
کہ مرد زندگی کی جدوجہد میں حصہ لینے کیلئے
عورت سے زیادہ صلاحیت رکھتا ہے اور
کسب و ایجاد اور انتظام و تدبیر امور پر
بہتر طور پر قادر ہے۔ (تفسیر المنار)
کسبی و اختیاری یہ کہ مرد بہ تعمیل حکم خداوندی
عورتوں کو مہر خوراک، پوشاک وغیرہ مہیا
کرتے ہیں اور ان کی تمام خانگی و معاشی ضروریات
کے کفیل ہیں۔ اگر مرد ایسا نہ کرتے تب بھی وہ
فطرت کے تقاضوں کے مطابق عورتوں کے
نگران اور ان کے حاکم ہی رہتے۔ چنانچہ
بعض اقوام میں اب تک یہ دستور ہے کہ عورتیں
مردوں کو مہر ادا کر کے ان سے حفاظت و
نگرانی کی طلب گار ہوتی ہیں۔
بہر حال ان فطری و کسبی وجوہ فضیلت کی
بنا پر، اسلام نے مردوں کو عورتوں کی ذمہ داری

نگرانی اور سرداری کے درجہ پر فائز فرمایا، گھر کے مختصر سے معاشرہ میں بھی مرد کو ریاست کا درجہ عطا فرمایا کسب معاش کا بوجھ اس کے کاندھوں پر ڈالا اور خاندان کی صلاح و فلاح اور ان کی حفاظت و حمایت کی ذمہ داری اس کے سپرد کی، اور ملک و ملت کی وسیع سوسائٹی میں بھی دشمنوں سے حفاظت تدبیر امور مملکت اور عمومی نظم و نسق کی گران بار ذمہ داریاں مردوں کے سپرد کیں چنانچہ جس طرح امامت کبریٰ (نبوت) اور امامت صغریٰ (نماز کی امامت) مردوں سے متعلق رہی اسی طرح خلافت، امارت اور قضاء کے فرائض بھی مردوں ہی کے سپرد کئے گئے۔ حافظ ابن کثیر رح لکھتے ہیں :۔

وَلِهٰذَا كَانَتِ النُّبُوَّةُ مُخْتَصَّةً بِالرِّجَالِ وَكَذٰلِكَ الْمُلْكُ الْاَعْظَمُ لِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا اَمْرَهُمُ امْرَاَةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَكَذَا مَنْصِبُ الْقَضَاءِ وَغَيْرُ ذٰلِكَ

(اور اسی وجہ سے نبوت مردوں کے ساتھ مخصوص رہی ہے اسی طرح خلافت و امارت۔ کیونکہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ قوم ہرگز فلاح نہ پائے گی جس نے اپنے امور مملکت عورتوں کے سپرد کر دیئے (بخاری)، اور اسی طرح قضا اور عہدے کے مناصب بھی مردوں ہی سے متعلق رہے ہیں۔

(ابن کثیر ص ۴۹۱)

البتہ ملک و ملت کے وہ مسائل جو عورتوں ہی سے متعلق ہیں ان میں عورتوں کی مدد لی جا سکتی ہے اور ضرورت پڑنے پر وقتی طور پر دوسری ذمہ داریاں بھی عورتوں کی صنفی خصوصیات کو ملحوظ و محفوظ رکھتے ہوئے عورتوں کے سپرد کی جا سکتی ہیں۔

اس فرق مراتب اور تقسیم فرائض سے عورتوں کی عزت و حرمت میں کسی قسم کی کمی نہیں آتی اگر جسم انسانی میں سر کو پاؤں پر اور قلب کو معدہ پر برتری حاصل ہے اور اول الذکر کو مؤخر الذکر کے مقابلہ میں اہم فرائض سپرد کئے گئے ہیں تو وہ محض اس لئے کہ ان کی اپنی فطری ساخت اور جسم کی مجموعی مصلحت کا تقاضا ہی یہ ہے کہ ایسا کیا جائے یہ کونسی عقلمندی ہوگی کہ بوجھ سر اور کاندھوں پر نہ اٹھایا جائے بلکہ پاؤں پر اٹھایا جائے اور دماغ و دل سے سوچا سمجھا نہ جائے بلکہ معدہ سے اس کام کی توقع کی جائے تاہم جس طرح سر اور دل و دماغ جسم انسانی کا حصہ

بد تقاضی کا فرض ہے۔ نیز حضرت جناب خاتم
الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم نے ہی اس
عقیدہ کی تعلیم نہیں دی بلکہ ہمیشہ سے
تمام انبیاء کرام اس کی تبلیغ کرتے رہے
ہیں۔ فی الواقع اس عقیدہ پر کامل یقین
رکھے بغیر انسان اس زندگی کو اختیار
ہی نہیں کر سکتا جسے اختیار کرنا اللہ تعالیٰ
نے انسان پر فرض قرار دیا ہے۔ یہی
عقیدہ ہے جو انسان کو گناہوں سے
بچا سکتا ہے اور بچاتا ہے۔ اگر تمہارے
پاس کوئی آدمی آئے اور تمہارے یہاں
چھوڑ جائے اس کا جوڑا رہ جائے جس
کا نہ تم کو تمہیں خود بھی پہ پیری ضرورت
ہو کسی نے تمہیں اس جوڑے کو اٹھاتے ہوئے
دیکھا بھی نہ ہو۔ تمہیں اپنے اوپر کسی قسم کے
دعویٰ دائر ہونے کا بھی اندیشہ نہ ہو۔
نہ ہی اس شخص کو یہ یاد ہو کہ وہ تمہارے
یہاں اپنی دولت چھوڑ گیا ہے۔ الغرض
تم ہر طرح سے دنیوی خوف و نقصان اور
سرزنش سے قطعاً اپنے آپ کو محفوظ
سمجھتے ہو۔ تو اس صورت میں اگر ضرورت
پڑنے پر بھی نہیں سمجھتے کوئی وجہ نہیں کہ اس
روپیہ کو ہضم نہ کر جاؤ لیکن اگر تمہیں
مرنے کے بعد زندہ اور خدا کے سامنے
پیش ہونے کا یقین ہے تو یقیناً تم اس
وقتی و دنیوی فائدہ پر لات مار دو گے
اور اصل مالک کے پاس جا کر اس مال کو
واپس کرنے کے لئے بے چین ہو جاؤ گے
صریح عقل بھی یہی فیصلہ کرتی ہے
کہ اس دنیا کے بعد ایک اور عالم کا وجود
ضروری ہے جہاں ہر شخص اپنے کیفر کردار
کو پہنچ سکے۔ تمہارے دو غلام ہیں ایک
نکوکار امین وفادار اور مطیع ہے۔ دوسرا
بدکار خائن غدار اور نافرمان ہے۔ کیا
تمہاری عقل یہ کہہ سکتی ہے کہ ان دونوں
کے ساتھ یکساں برتاؤ کیا جائے؟ ہرگز نہیں
پس خداوند حکیم کی مسلم حکمت کاملہ و عدالت
شاملہ بھی یقیناً اس کے مقتضی ہے کہ وہ اپنے
فرمانبردار و نافرمان بندوں میں جزا و سزا
کے اعتبار سے فرق کرے مگر ہم دیکھتے ہیں
کہ ایک شخص بڑا نیک عابد زاہد ہے کہ حقیقی
دیانت داری و صداقت شعار ہے لیکن اس
دنیا کی راحتوں میں اس کے لئے کوئی حصہ
نہیں۔ اور کتنے ہی نا شکر زنا کار رشوت خور
وغیرہ اور بدکار و نافرمان اشخاص ہیں
جو یہاں ہم دنیوی زندگی بڑی شان و شوکت

اور نہایت فارغ البالی و آسودہ حالی کے ساتھ بسر کرتے ہیں اور دنیا میں اپنی برائی کی سزا نہیں پاتے تو کیا بدیہی عقل یہ نہیں بتاتی کہ اس دار العمل کے بعد ایک دار الجزاء ضرور ہونا چاہیئے۔ اور اچھے برے اعمال کی کاشت کے زمانہ کے بعد ایک ایسا وقت بھی آنا چاہیئے جب اس کاشت کے نتائج اور پیداوار کا حصول ہو؟

یہ ہی مضمون قرآن کریم کی متعدد آیات ارشاد ہوا ہے۔ مثلاً

إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ (طٰہٰ)

(بے شک قیامت جزاو سزا کی گھڑی ضرور آنے والی ہے میں اس کا وقت پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں۔ اور قیامت کا آنا اس لئے ناگزیر ہے کہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے۔

عقیدہ آخرت کے متعلق اس تفصیل و تشریح سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ قیامت اور جزا و سزا کا عقیدہ دراصل ایمان باللہ کی تکمیل ہے۔

جب ہم خداوند تعالیٰ کو تمام صفات کمال سے متصف اور تمام سمات نقص سے منزہ قرار دیتے ہیں تو لازم ہے کہ اسکا کوئی فعل بھی عبث اور فضول نہ ہو اور اس کا کوئی حکم دائرہ عدل و انصاف سے تجاوز نہ کرے۔

اگر اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی نہ ہو جس میں نکوکاروں کو اجر و ثواب سے نوازا جائے اور بدکاروں کو مستوجب عذاب قرار دیا جائے تو لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کا یہ سارا کارخانہ بیکار ہی بنایا ہے اور اس نے اپنے فادار بندوں اور گنہگار بندوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا ہے اور یہ اس کی حکمت و عدالت کے سراسر منافی ہے۔ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ (کیا تم نے یہ سمجھا ہے کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا ہے اور تمہیں اپنے اعمال کی جوابدہی کے لئے ہماری طرف لوٹنا نہیں ہے۔

یہی نہیں بلکہ انسان کی انسانیت کی تکمیل بھی اس عقیدہ کو تسلیم کئے بغیر ممکن نہیں انسان بہترین خصائل اور اعلیٰ فضائل سے اسیوقت آراستہ ہو سکتا ہے جبکہ اسے یقین ہو کہ ایسا کرنا اسکی آخرت کی زندگی

کی سلامتی و فلاح کے لئے ضروری ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۔ (درحقیقت فلاح پائی اس شخص نے جس نے اپنے نفس کو اخلاقِ حسنہ سے سنوارا اور نامراد ہوا وہ شخص جس نے اسکو بدکاری سے خاک میں ملا دیا)۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس عقیدہ کو تسلیم نہ کرنے کی صورت میں وہ اپنی انسانیت کے شرف و بزرگی کو اپنے ہاتھ سے کھو بیٹھے گا۔ یہ تخیل کہ وہ کسی بلند مقصد کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ اسکی زندگی کا ماحصل صرف یہ ہے کہ وہ کھائے پئے اور مر جائے اسے حیوانات کے درجہ سے بلند نہ کر سکے گا اور مصورِ عالم کا یہ حسین وجمیل شاہکار دنیا کے نگارخانہ میں ایک بے رنگ تصویر بن کر رہ جائے گا۔ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی تصریحات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی یہ آخرت کی زندگی جسم و روح دونوں سے مرکب ہوگی۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ اگر یہ زندگی صرف روحانی زندگی ہی ہو تو خداوند قدوس کی مملکت ایک ایسی اعلیٰ مخلوق سے خالی ہو جائے گی جو حیوانات کے تبدل جسمانی اور فرشتوں کے کمال روحانی کا ایک نادرہ عالم مجموعہ ہے اور اپنی ظاہری و باطنی عجوبہ کاریوں میں احسن تقویم کا بہترین نمونہ۔ البتہ اس دوسری زندگی میں روحانی قوتوں کا جسمانی قویٰ پر غلبہ و تفوق ہوگا۔ انسان مختلف شکلوں میں متشکل ہو سکے گا، دور دراز مسافتوں کو قلیل وقت میں طے کر سکے گا اور اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے اس کی خواہشات پوری ہو جایا کریں گی۔ عصرِ حاضر میں سائنس کی ترقی نے ان باتوں کو آج کچھ مستبعد نہیں رکھا۔

عالم آخرت کی ابتدا اس دنیا کے خاتمہ کے ساتھ ہوگی۔ قرآن کریم نے مختلف صورتوں میں اس کی جو تصویر کھینچی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی سخت دھماکے سے زمین و آسمان ٹوٹ پھوٹ جائیں گے۔ ستارے جھڑ پڑیں گے۔ سمندر ابل نکلیں گے پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح منتشر ہو جائیں گے اور انسان پروانوں کی طرح خاک سیاہ ہو کر بکھر جائیں گے۔

قرآن کریم کی یہ تصویر آج کل کے سائنسدانوں کے اس تصور سے کس قدر قریب ہے کہ ایک دن وہ آنے والا ہے جب سورج ٹھنڈا اور بے نور ہو جائے گا، نظامِ شمسی درہم برہم

ہو جائیگا۔ سات ایک دوسرے سے جا ٹکرائیں گے اور دنیا تباہ و برباد ہو جائے گی۔

قَيَّضْنَا: ہم نے پیچھے لگا دیا۔ تَقْيِيض سے ماضی جمع متکلم۔

قِيعَة: چٹیل میدان۔ واحد "قَاعٌ"

قِيلَ: کہا گیا۔ قَوْل سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

قِيل: بات۔ گفتگو۔ کہنا۔ اسم مصدر و مصدر از نصر۔

قَيِّم: قائم رکھنے والا۔ نگرانی کرنے والا۔ سیدھا۔ صحیح قِيَام سے صفت مشبہ۔ واحد مذکر۔

قَيِّمَة: مضبوط و درست مِلَّةٌ قَيِّمَةٌ۔ درست کردار اور سچے لوگ (پہلے معنی کے اعتبار سے قَيِّم کا مؤنث ہے اور دوسرے معنی میں قَيِّم کی اسم جمع ہے باضافہ تاء)

قَيُّوم: پائندہ۔ نگران۔ محافظ۔ تھامنے والا۔ (اللہ تعالیٰ کا اسم صفت) قِيَام سے مبالغہ واحد۔

ك

كَ: مثل۔ مانند۔ (حرف جر ہے)

كَ: تجھکو۔ تیرا۔ (ضمیر منصوب و مجرور متصل برائے واحد مذکر حاضر۔ جیسے أَعْطَيْتُكَ میں نے تجھ کو دیا، دِينُكَ (تیرا دین)

كِ: تجھکو۔ تیری (ضمیر منصوب و مجرور متصل برائے واحد مؤنث حاضر۔

كَاتِب: لکھنے والا۔ كِتَابَة سے اسم فاعل واحد مذکر۔

كَاتِبُوهُمْ: تم ان کو مکاتب بنا دو۔ مُكَاتَبَة سے امر جمع مذکر حاضر باضمیر منصوب جمع مذکر غائب۔

مُكَاتَبَة کے اصل معنی باہم لکھنا ہیں۔ اصطلاح شریعت میں آقا کا غلام کی آزادی کو اس شرط پر معلق کر دینا کہ اتنی مدت میں اس قدر مال اگر تو مجھے ادا کر دے تو تو آزاد ہے "مکاتبت" کہلاتا ہے۔ خواہ یک ہی قسط میں وہ مال ادا کرنا ضروری ہو یا چند قسطوں میں۔ جیسا بھی باہم طے ہو جائے وہ غلام جس کے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا ہو "مُكَاتَب" کہلاتا ہے۔ مکاتب کا حکم یہ ہے کہ مال مقررہ ادا کرنے پر وہ آزاد ہو جاتا ہے اور اس عرصہ میں آقا کو اس کے بیچ دینے کا اختیار نہیں رہتا۔ البتہ اگر وہ پورا مال اس مدت

متعینہ میں ادا نہ کر سکے تو آقا اس کی مکاتبت فسخ کر سکتا ہے۔

کَاتِبُوْنَ:۔ لکھنے والے۔ کِتَابَۃ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت رفعی۔ واحد کاتِب۔

کَاتِبِیْنَ:۔ لکھنے والے۔ کاتب کی جمع بحالت نصبی و جری۔ (دیکھو کِرَامًا کَاتِبِیْنَ)

کَادَ:۔ وہ قریب ہوا۔ کَوْدٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

کَادَتْ:۔ وہ قریب ہوئی۔ کَوْدٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

کَادِحٌ:۔ کوشش کرنے والا۔ مشقت اٹھانے والا۔ کَدْحٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

(مَا) کَادُوْا:۔ وہ نزدیک نہ تھے۔ کَوْدٌ سے ماضی منفی جمع مذکر غائب۔

کَادُوْا:۔ وہ قریب ہوئے۔ کَوْدٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

کَاذِبٌ:۔ جھوٹا۔ کِذْبٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

کَاذِبَۃٌ:۔ جھوٹی۔ کِذْبٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔ قرآن کریم میں نَاصِیَۃٌ (پیشانی) کی صفت کَاذِبَۃٌ بطور اسناد مجازی کے مبالغہ کے لئے آئی ہے گویا وہ پیشانی جس کا ذب کا کذب جھلک

رہا ہے۔ (بیضاوی)

کَاذِبُوْنَ۔ کَاذِبِیْنَ:۔ جھوٹے۔ کِذْبٌ سے اسم فاعل جمع مذکر اول بحالت رفعی اور ثانی بحالت نصبی و جری۔

کِذْب صدق کی نقیض ہے۔ اس کا استعمال بھی صدق کی طرح اقوال اور اعمال دونوں میں ہوتا ہے۔ قول میں صدق یہ ہے کہ وہ واقعہ کے بھی مطابق ہو اور کہنے والے کے اعتقاد کے بھی۔ اگر واقعہ کے مطابق ہو اور اعتقاد کے مطابق نہ ہو یا اس کے برعکس تو ایک حیثیت سے اس پر صدق کا اطلاق ہوگا اور دوسری حیثیت سے کذب کا۔ تو "کذب" قول میں یہ ہوا کہ وہ واقعہ کے مطابق نہ ہو یا اعتقاد کے مطابق نہ ہو یا دونوں کے مطابق نہ ہو۔ فعل میں صدق یہ ہے کہ اس کا حق ادا کیا جائے اور کذب یہ کہ اس کا حق ادا نہ کیا جائے (تفصیل کے لئے دیکھو لفظ صدق)

کَارِھُوْنَ۔ کَارِھِیْنَ:۔ بُرا سمجھنے والے بیزار ہونے والے۔ کَرَاھَۃ سے اسم فاعل جمع مذکر اول بحالت رفعی و دوم بحالت نصبی و جری، واحد کارہ۔

كَأْس :- جامِ شراب - جمع كُؤُوْس -
كَاشِف :- کھولنے والا - دُور کرنے والا -
كَشْف سے اسمِ فاعل واحد مذکر -
كَاشِفَة :- کھولنے والی - كَشْف سے اسم
فاعل واحد مؤنث -
كَاشِفُوْا :- کھولنے والے - دُور کرنے والے -
كَشْف سے اسمِ فاعل جمع مذکر - اصل میں
كَاشِفُوْن تھا - اضافت کی وجہ سے
نون گر گیا -
كَاظِمِيْن :- غصہ پی جانے والے - كَظْم
سے اسمِ فاعل جمع مذکر بحالتِ نصبی واحد
كَاظِم -
كَافٍ :- کفایت کرنے والا - كِفَايَة سے
اسمِ فاعل واحد مذکر -
كَافَّة :- سب - کل - تمام - اکٹھے - (یہ اسم
جَمِيْعًا کے معنی میں آتا ہے اور دراصل
كَفّ بمعنے روکنا سے اسمِ فاعل واحد
مؤنث ہے -
كَافِر :- ناشکرا - خدا یا رسول کا منکر
بے ایمان - جمع كَفَرَة (دیکھو كُفْر)
كَافِرَة :- انکار کرنے والی - بے ایمان -
كُفْر سے اسمِ فاعل واحد مؤنث -
جمع كَوَافِر -

كَافِرُوْن - كَافِرِيْن :- منکرین - بے ایمان
لوگ - كُفْر سے اسمِ فاعل - جمع مذکر - اوّل
بحالتِ رفعی اور ثانی بحالتِ نصبی و جری -
كَافُوْر :- جنت کے ایک چشمہ کا نام - جو
ٹھنڈا خوشبودار مفرح اور سفید رنگ
ہونے کی وجہ سے "کافور" کے نام سے موسوم
ہوا - یہ چشمہ جنتیوں کے اشارہ پر رواں ہوگا -
جدھر اشارہ کر دیں گے اُدھر ہی بہتا ہوا آ
جائے گا - اس کا منبع جناب رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنتی محل میں ہوگا -
كَالِحُوْن :- بدشکل و بدوضع لوگ - منہ بسورنے
والے - كُلُوْح سے اسمِ فاعل جمع مذکر -
واحد كَالِح -
كُلُوْح کے اصل معنی ہیں "ہونٹوں کا دانتوں
پر سے ہٹ جانا" (بیضاوی)
كَالُوْا :- انہوں نے ناپا - ناپ کر دیا -
كَيْل سے ماضی جمع مذکر غائب -
كَامِلَة :- پوری - كَمَال سے اسمِ فاعل واحد
مؤنث -
كَامِلَيْن :- پورے دو - كَمَال سے اسم
فاعل تثنیہ مذکر - واحد كَامِل -
كَأَنَّ :- گویا کہ (حرفِ تشبیہ مشبہ
بفعل)

كَأَنَّمَا:۔ گویا کہ (کَأَنَّ حرف تشبیہ با ماکافہ)

كَانَ:۔ وہ تھا۔ وہ ہو گیا۔ وہ ہے۔ کَوْن سے ماضی واحد مذکر غائب۔

كَانَا:۔ وہ دونوں تھے۔ کَوْن سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

كَانَتْ:۔ وہ تھی۔ وہ ہو گئی۔ کَوْن سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

كَانَتَا:۔ وہ دو تھیں۔ کَوْن سے ماضی تثنیہ مؤنث غائب۔

كَانُوْا:۔ وہ تھے وہ ہو گئے۔ وہ ہوں۔ کَوْن سے ماضی جمع مذکر غائب۔

كَاهِنٌ:۔ فال کہنے والا۔ اٹکل سے آیندہ باتوں کی خبر دینے والا۔ کَہَانَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

كَأَيِّنْ:۔ بہت۔ کتنی۔ (اسم تکثیر ہے)

كَبَائِرُ:۔ بڑے بڑے گناہ۔ واحد کَبِیْرَۃ

قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، کہ جملہ گناہ دو قسم پر ہیں۔ صَغَائِرُ کَبَائِرُ لیکن صغیرہ اور کبیرہ گناہ کی حد و تعریف میں بہت اختلاف ہے اور علماء امت سے ان کی مختلف تشریحات منقول ہیں۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر احیاء العلوم میں بڑی سیر حاصل بحث فرمائی ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

انسان کا مقصد تخلیق خداوند تعالیٰ کی مکمل اطاعت و فرمانبرداری اور عبادت ہے۔ اسی مقصد کے لیے انبیاء کرام مبعوث ہوئے اور آسمانی کتابیں نازل ہوئیں۔ اور ظاہر ہے کہ عبادت و اطاعت کا محل دنیوی زندگی ہی ہے۔ اسی کا رگاہ میں ہر شخص اپنے عمل سے ثابت کر دیتا ہے کہ وہ اپنا مقصدِ تخلیق کس حد تک پورا کر رہا ہے۔ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکیمانہ ارشاد۔ اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃ اسی حقیقت کی طرف مشیر ہے۔ اور زندگی کا قیام مال پر موقوف ہے۔ یعنی زندگی عبادت کا محل اور وسیلہ ہے اور مال زندگی کا وسیلہ اور اس واسطے سے مال بھی عبادت کا وسیلہ ہوا۔ قرآن و حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ "کبیرہ" کا اطلاق اس گناہ پر کیا گیا ہے جس کا مرتکب ہو کر انسان خود کو یا کسی غیر کو اپنے اصل مقصد تخلیق (عبادت خداوندی) یا اس مقصد کے وسیلہ سے باز رکھے اس اعتبار سے کبائر کی تین قسم ہیں۔

(۱) وہ گناہ جو انسان کو اصل مقصد سے ہی منحرف کر دیں۔ (۲) وہ جو اس مقصد کے وسیلہ یعنی زندگی کو ختم کر ڈالیں (۳) وہ جو اہم

جو زندگی کے وسیلہ یعنی مال کے لئے مہلک و
تباہ کن ثابت ہوں۔
پہلی قسم کا جرم اکبر الکبائر (کبیرہ گناہوں میں
سب سے بڑا) ہے یعنی کفر و شرک کہ اس جرم
کا مرتکب ہو کر انسان اپنے اصل مقصدِ تخلیق
کو فوت کر دیتا ہے۔ نیز وہ عقائد و بدعات اور
گمراہیاں بھی اس نوع میں شمار ہیں جو ایمانیات
سے متضاد اور معرفتِ الٰہی سے مانع ہوں۔
اگرچہ ان تمام جرائم میں باہم تفاوت ہے۔
مگر اکبر الکبائر ہونے میں سب مشترک ہیں۔
اس کے بعد کبائر کی دوسری قسم وہ جرائم
ہیں جو حیاتِ نفوس کے لئے خطرہ ہوں۔
جیسے قتل ناحق۔ نیز ہر وہ گناہ جس کے نتیجہ
میں زندگی تباہ و برباد ہو جائے اس قسم میں
داخل ہے جیسے زنا و لواطت۔
اس کے بعد کبائر کی تیسری قسم وہ جرائم
ہیں جو ہلاکتِ اموال کا باعث ہوں۔ جیسے
سود۔ چوری۔ رشوت۔ ڈاکہ۔ غصب وغیرہ وغیرہ
اور جو جرائم ان تینوں قسموں میں سے کسی قسم
میں نہ آتے ہوں وہ صغائر ہیں۔ لیکن بعض
اوقات صغیرہ گناہ بھی کبیرہ بن جاتا ہے۔
صحیحین کی حدیث ہے کہ جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کبیرہ
گناہ یہ ہیں:۔
اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کو شریک
ٹھہرانا۔ والدین کی نافرمانی کرنا۔ کسی کے
نفس کو ہلاک کرنا۔ جھوٹی قسم کھانا۔ اس
حدیث میں گناہوں کی یہ تینوں اقسام
مذکور ہیں۔
اللّٰھم وفقنا للحسنات وقنا جمیع
السیئات۔

کُبّار:۔ بہت بڑا۔ کِبر سے مبالغہ کا صیغہ۔
کُبِتَتْ:۔ وہ اوندھی کی گئی۔ ڈالی گئی۔ کَبت
سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔
کُبِتَ:۔ ہلاک کیا گیا۔ ذلیل کیا گیا۔ کَبت
سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔
کَبت کے اصل معنی اوندھا کر دینے ہیں پھر
مجازاً ذلیل کرنا اور ہلاک کرنا کے معنی میں
استعمال ہوا۔
کُبِتُوْا:۔ وہ ہلاک کئے گئے۔ ذلیل کئے گئے
کَبت سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔
کَبَد:۔ محنت۔ سختی۔ مشقت
کَبَد۔ کَبِد سے ہے جس کے معنی درد جگر
میں مبتلا ہونے کے ہیں پھر مطلق سختی اور
مشقت کے معنی میں استعمال ہوا۔ فرمایا گیا لَقَدْ
خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ (ہم نے آدمی کو

محنت و مشقت میں پیدا کیا) تو اس سے اس حقیقت کا اظہار مقصود ہے کہ انسان کی خلقت اور فطرت ہی ایسی ہے کہ وہ پیدائش سے موت تک رنج و غم اور پریشانی میں مبتلا رہے۔ انسان کی زندگی غذا پر منحصر ہے۔ اس کی تحصیل میں طرح طرح کی تکلیفیں اٹھانا ہے۔ مزاج کی ساخت ایسی ہے کہ اس کے اعتدال میں ذرا فرق آیا اور بیمار پڑا۔ پھر مدنی الطبع ہے میل جول پر زندگی کا بنا ہے مگر اکثر اوقات جن لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے وہ انسان کو آرام و اطمینان دینے کی بجائے اور تکلیفوں اور الجھنوں میں پھنسا دیتے ہیں۔ نیکی کا بدلہ بدی سے اور محبت کا صلہ عداوت سے دیتے ہیں۔ وغیرٰ ذالک

مِنَ المصائب والنوائب

کِبْرٌ:۔ بڑائی۔ تکبر۔

کِبَرٌ:۔ بڑا ہونا۔ بوڑھا ہونا۔ بڑھاپا۔ باب کَرُمَ سے مصدر و اسم مصدر۔

کُبْرٰی:۔ بہت بڑی۔ کِبَرٌ سے اسم تفضیل واحد مؤنث۔

کَبُرَ:۔ وہ بہت بڑا۔ بزرگ ہوا۔ کِبَرٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

کَبِّرْ:۔ تو بڑائی بیان کر۔ تَکْبِیْرٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔

کُبَرٌ:۔ بہت بڑی۔ کِبَرٌ سے اسم تفضیل جمع مؤنث۔

کُبَرَاءُ:۔ بڑے لوگ۔ واحد کَبِیْرٌ۔

کِبْرِیَاءُ:۔ بزرگی۔ عظمت۔ قہر و غلبہ۔ (خداوند تعالیٰ کی مخصوص صفت)

کُبْکِبُوْا:۔ وہ اوندھے کئے گئے۔ کَبْکَبَۃٌ سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

کَبِیْرٌ:۔ بزرگ۔ بڑا۔ کِبَرٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔ (خداوند تعالےٰ کا اسم صفت)

کَبِیْرَۃٌ:۔ بڑی۔ بڑا گناہ۔ کِبَرٌ سے صفت مشبہ واحد مؤنث۔ جمع کَبَائِرُ (دیکھو کَبَائِرُ۔)

کِتَابٌ:۔ لکھنا۔ لکھی ہوا۔ خط۔ مضمون۔ نامۂ اعمال۔ صحیفہ آسمانی (پہلے معنی میں مصدر اور دوسرے معانی میں فِعَال بمعنے مفعول۔ جمع کُتُبٌ۔

(اُمُّ) الْکِتَابِ:۔ کتاب کی اصل۔ علوم کی اصل۔

اُمّ کے حقیقی معنے "ماں" ہیں اور مجازاً اس کا اطلاق۔ اصل چیز۔ جامعیت اور مرکزیت رکھنے والی چیز پر ہوتا ہے۔ اُمُّ الکتاب

اور اُمُّ القرآن سورۂ فاتحہ کا لقب ہے کیونکہ قرآن کریم میں جو علوم بیان فرمائے گئے ہیں سورۂ فاتحہ ان کو جامع ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ سورۂ فاتحہ ایک متن ہے اور بقیہ قرآن کریم اس کی شرح۔ اس معنی کے لحاظ سے اُمّ الکتاب میں الکتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔

نیز اُمّ الکتاب لوحِ محفوظ کو بھی کہتے ہیں جو عالمِ بالا میں ہے اور جس میں تمام حوادث و مقدرات اور جملہ احکام و علوم ثبت ہیں اس معنے میں۔ الکتاب سے مراد علوم و احکام ہیں۔ چونکہ لوحِ محفوظ ان سب کی اصل اور مرکز ہے اس لئے اُسے "اُمّ الکتاب" کہا گیا۔

کِتَابِیَہ :- میری کتاب۔ میرا اعمال نامہ۔ اصل میں کِتَابِی تھا۔ رعایت فواصل اور وقف کی وجہ سے آخر میں ہائے سکتہ لاحق ہوئی اور یائے متکلم مفتوح ہو گئی۔

کُتُبٌ :- کتابیں۔ مضامین۔ علوم۔ واحد کِتَاب۔

کَتَبَ :- اس نے لکھا (علیٰ) فرض کیا۔ کِتَابَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

کُتِبَ :- وہ لکھا گیا (علیٰ) فرض کیا گیا۔ کِتَابَۃ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

کَتَبَتْ :- اس نے لکھا۔ کِتَابَۃ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

کَتَبْتَ :- (علیٰ) تو نے فرض کیا۔ کِتَابَۃ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

کَتَبْنَا :- ہم نے لکھا (علیٰ) ہم نے فرض کیا۔ کِتَابَۃ سے ماضی جمع متکلم۔

کَتَمَ :- اس نے چھپایا۔ کِتْمَان سے ماضی واحد مذکر غائب۔

کَتْمٌ و کِتْمَانٌ :- دراصل بات چھپانے کو کہتے ہیں پھر مجازاً ہر چیز کے چھپانے کیلئے اس کا استعمال ہونے لگا۔

کَثَّرَ :- اس نے بہت کیا۔ تَکْثِیْر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

کَثَّرَ :- اس نے بہت کیا۔ تَکْثِیْر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

کَثْرَۃ :- بہتات۔ بہت ہونا۔ باب کَرُمَ سے مصدر۔

کَثُرَتْ :- وہ بہت ہوئی۔ کَثْرَۃ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

کَثِیْبٌ :- ریت۔ بالو کا ٹیلا۔ کَثْب بمعنے جمع کرنا۔ سے فَعِیْل بمعنے مفعول

جمع كُثْبَان۔

كَثِيْرٌ:۔ بہت۔ زیادہ۔ كَثْرَةٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

كَثِيْرَةٌ:۔ بہت۔ زیادہ۔ كَثْرَةٌ سے صفت مشبہ واحد مؤنث۔

كِدْتَ:۔ تو نزدیک تھا۔ كَوْد سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

كَدْحٌ:۔ مشقت اٹھانا۔ کوشش کرنا۔ باب فَتَحَ سے مصدر۔

كِدْنَا:۔ ہم نے خفیہ تدبیر کی۔ كَيْد سے ماضی جمع متکلم۔ (دیکھو اَكِيْدُ)

كَذَّابٌ:۔ بڑا جھوٹا۔ كَذِب سے مبالغہ کا صیغہ۔

كِذَّابٌ:۔ جھٹلانا۔ انکار کرنا۔ باب تَفْعِيْل سے مصدر۔

كَذَالِكَ:۔ اسی طرح (کاف حرف تشبیہ اور ذَالِكَ اسم اشارہ)

كَذَالِكُمْ:۔ اسی طرح (کاف حرف تشبیہ اور ذَالِكُمْ اسم اشارہ)

كَذَالِكِ:۔ اسی طرح (کاف حرف تشبیہ اور ذَالِكِ اسم اشارہ (دیکھو ذَالِكِ)

كَذِبٌ:۔ جھوٹ۔ جھوٹ بولنا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر (دیکھو كَاذِبٌ اور صِدْقٌ)

كَذَبَ:۔ اس نے جھوٹ بولا۔ غلطی کی۔ جھٹلایا۔ كَذِب سے ماضی واحد مذکر غائب سورۂ نجم میں فرمایا گیا ہے۔ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں نے صورۃ جبریلیہ یا جمال خداوندی جو کچھ دیکھا آپ کے دل نے اس کا انکار نہیں کیا یہ اسلئے کہ عالم قدس کے مشاہدات کا ادراک پہلے دل سے کیا جاتا ہے پھر وہ آنکھوں کی طرف منتقل ہوتے۔ یا یہ مطلب ہے کہ جو کچھ آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا آپکے دل نے اسکی تصدیق میں غلط بیانی نہیں کی کیونکہ جسطرح اسے آپنے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اسی طرح دل سے بھی پہچانا تھا یا یہ مطلب ہے کہ آپکے دل نے جو کچھ دیکھا اس میں اسے کوئی دھوکا نہیں لگا یعنی جو کچھ دیکھا وہ امر واقعی تھا کوئی تخیل فاسد نہ تھا اسکی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سوال رویت کے جواب میں فرمایا رَأَيْتُهُ بِفُؤَادِي میں نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا ہے۔ (بیضاوی)

كَذَّبَ:۔ اس نے جھٹلایا تَكْذِيْب سے ماضی واحد مذکر غائب۔

كَذَبَتْ :۔ اس نے جھوٹ بولا۔ كَذِب سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

كَذَّبَتْ :۔ اس نے جھٹلایا۔ تَكْذِيب سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

كُذِبَتْ :۔ وہ جھٹلائی گئی۔ تَكْذِيب سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب

كَذَّبْتُمْ :۔ تم نے جھٹلایا۔ تَكْذِيب سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

كَذَّبْنَا :۔ ہم نے جھٹلایا۔ تَكْذِيب سے ماضی جمع متکلم۔

كَذَبُوْا :۔ انہوں نے جھوٹ کہا۔ كَذِب سے ماضی جمع مذکر غائب۔

كُذِبُوْا :۔ وہ جھٹلائے گئے۔ ان سے جھوٹ بولا گیا۔ كَذِب سے ماضی جمع مذکر غائب حَتّٰى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا اس آیت کریمہ سے كُذِبُوْا کی چند توجیہات ہیں۔ (۱) "ظَنُّوْا" "أَنَّهُمْ" اور "كُذِبُوْا" ان تینوں کی ضمیریں "الرسل" کی طرف راجع ہیں اور كُذِبُوْا بمعنے كُذِّبُوْا ہے۔ جس طرح "وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ" میں۔

بدایں توجیہ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں۔ (کافروں نے پیغمبران خدا اور ان کے اتباع کو انتہائی آزار پہنچایا اور خداوند تعالیٰ قانون امہال کے تحت ان کو ڈھیل دیتا رہا) یہاں تک کہ پیغمبران خدا (دنیا میں اپنی ظاہری فتح و ظفر سے) مایوس ہو گئے اور یہ محسوس کرنے لگے کہ فتح و ظفر کے حاصل نہ ہونے کی وجہ سے انہیں (کافروں کی طرف سے یا عام مسلمانوں کی طرف سے) جھٹلایا گیا ہے تو اچانک ہماری مدد آگئی۔

(۲) كُذِبُوْا اپنے معروف معنی میں ہی ہے اور ظَنُّوْا اور أَنَّهُمْ اور كُذِبُوْا کی ضمیریں کفار کی طرف راجع ہیں۔ بدایں توجیہ یہ معنے ہیں۔ یہاں تک کہ جب پیغمبران خدا مایوس ہو گئے اور کفار نے یہ سمجھ لیا کہ (پیغمبروں نے ان کو جو عذاب الٰہی کی دھمکیاں دی تھیں وہ غلط تھیں اور اس بارہ میں ان سے جھوٹ بولا گیا ہے تو اچانک پیغمبروں کے پاس ہماری مدد آگئی۔ وغیرہا۔

كُذِّبُوْا :۔ ان کو جھٹلایا گیا۔ تَكْذِيب سے ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب

كَذَّبُوْا :۔ انہوں نے جھٹلایا۔ تَكْذِيب سے ماضی جمع مذکر غائب۔

كِرَامٌ :۔ بزرگ۔ عزت والے۔ باوقار

لوگ۔ واحد۔ کَرِیْم۔

کِرَامًا کَاتِبِیْنَ:۔ بزرگ، معزز لکھنے والے اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو خداوند تعالٰی کی طرف سے انسان کی حفاظت، ور اسکے اعمال و اقوال کی کتابت پر مامور ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ کتابت اعمال کے لئے ہر انسان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو فرشتے متعین ہیں۔ ایک داہنی طرف اور ایک بائیں طرف۔

داہنی طرف والا فرشتہ انسان کی نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں طرف کا فرشتہ برائیاں۔

اس تقرر اور تعین کی حکمت یہ ہے کہ جب آدمی کو اس کا یقین ہوگا کہ نہ صرف یہ کہ خداوند تعالیٰ ہی ہمارے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور ہماری حرکات و اعمال سے آگاہ ہے بلکہ اس نے اپنی طرف سے ہمارے پیچھے پولیس بھی لگا رکھی ہے جو ہمارے ہر عمل کو اپنے مخصوص رجسٹر میں درج کرتی ہے تو اس یقین کی وجہ سے اس کے دل میں خدا ترسی زیادہ سے زیادہ بڑھے اور وہ ہر وقت محتاط رہنے کی کوشش کرے گا۔ (کذا فی الخازن)

کَرْب:۔ سخت غم۔ جمع کُرُوْب اصل میں "کَرْب" کے معنی ہیں "زمین کو کھود کر پلٹ دینا یعنی نیچے کی مٹی اوپر اور اوپر کی نیچے کر دینا۔ چونکہ سخت غم بھی دل کی حالت میں انقلاب پیدا کر دیتا ہے اس لئے غم پر کَرْب کا اطلاق کیا گیا (مفردات)

کَرَّة:۔ غلبہ۔ ایک بار پھر نا، لوٹنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر برائے مرۃ

کَرَّتَیْنِ:۔ دو بار کَرَّة کا تثنیہ بحالت نصبی۔

کُرْسِیّ:۔ کرسی جس پر بیٹھتے ہیں یہ ماخوذ ہے کَرْس سے جس کے معنی "جمع کرنا اور بعض اجزاء کو بعض کے ساتھ ملانا" ہیں جمع کَرَاسِیّ۔

وَسِعَ کُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (اللہ تعالیٰ کی کرسی آسمانوں اور زمین کو محیط ہے) میں کُرْسِی سے کیا مراد ہے، محققین نے دو توجیہیں اختیار فرمائی ہیں۔

(۱) کرسی سے مراد یہاں اللہ تعالیٰ کا علم ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ ہی منقول ہے۔ اور یہ اس لئے کہ جس طرح "کرسی" اعتماد اور سہارے کی چیز ہوتی ہے اسی طرح علم پر اعتماد کیا جاتا ہے

کرسی پر جسمانی اعتماد ہوتا ہے۔ علم پر بھی
دلالت کرتی ہے اس اعتبار سے علماء کو "کراسی"
کہا جاتا ہے۔

(۲) کرسی سے مراد حکومت و سلطنت
اور غلبہ و اقتدار ہے۔ کیونکہ بادشاہ و
حاکم کرسی پر بیٹھتا ہے اس اعتبار سے
کنایۃ کرسی بمعنے حکومت و سلطنت ہوا
یعنی خداوند تعالیٰ کے غلبہ و اقتدار سے
کائنات کی کوئی چیز باہر نہیں اسکی حکومت
کی کرسی آسمان و زمین سب پر محیط
ہے دیکھو عرش (لغات القرآن و تفسیر کبیر)

كَرَّمْتَ :۔ تو نے بڑائی دی۔ تو نے فوقیت
دی۔ تکریم سے ماضی واحد مذکر حاضر

كَرَّمْنَا :۔ ہم نے عزت دی تکریم سے
ماضی جمع متکلم۔

كُرْهٌ :۔ مشقت۔ ناگوار چیز
کُرْہ اور کَرْہ کو بعض نے مترادف بتلایا
ہے اور بعض علماء نے یہ فرق کیا ہے کہ
"کَرْہ" بالفتح وہ مشقت ہے جسکا سبب
خارج میں ہو جیسے بالجبر کوئی کام کرایا جائے
تو مجبور کو اس فعل کی انجام دہی میں جو
طبعی مشقت لاحق ہوگی وہ کَرْہ ہے اور کُرْہ
بالضم اس طبعی یا عقلی یا شرعی ناگواری کا نام ہے
جیسے آدمی خود محسوس کرے۔ (مفردات)

كَرْهٌ :۔ مشقت۔ ناگوار چیز۔

كَرِهَ :۔ اس نے برا جانا۔ نفرت کی۔ كَرَاهَةٌ
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

كَرَّهَ :۔ اس نے ناپسند بنا دیا۔ تَكْرِيهٌ
سے ماضی واحد مذکر غائب۔

كَرِهْتُمُوْهُ :۔ تم نے اس کو برا جانا۔ كَرَاهَةٌ
سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ ہ ضمیر منصوب
واحد مذکر غائب۔

كَرِهُوْا :۔ انہوں نے برا سمجھا۔ كَرَاهَةٌ
سے ماضی جمع مذکر غائب۔

كَرِيْمٌ : بزرگ۔ بڑا۔ عزت والا۔ شائستہ
کَرَمٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

كَسَادٌ :۔ ناروائی۔ ٹوٹا۔ باب نَصَرَ سے مصدر

كُسَالٰى :۔ جی ہارے۔ سست لوگ۔ واحد
كَسْلَانُ۔

كَسَبَ :۔ اس نے کمایا۔ ارادہ سے کام کیا
كَسْبٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

كَسَبَا :۔ انہوں نے کیا۔ ارتکاب کیا۔
كَسْبٌ سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

كَسَبَتْ :۔ اس نے کمایا۔ ارادہ سے کام کیا
كَسْبٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب

كَسَبْتُمْ :۔ تم نے کمایا۔ كَسْبٌ۔

سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

كَسَبُوْا :۔ انہوں نے کمایا۔ انہوں نے ارادہ سے کام کیا۔ کَسْب سے ماضی جمع مذکر غائب۔

كِسَف :۔ ٹکڑے۔ واحد۔ كِسْفَةٌ

كِسْفَةٌ ہر بُھس جیسے اور ہلکے پھلکے جسم کے ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ جیسے بدلی۔ رُئی کا گالا وغیرہ (مفردات)

كِسْف :۔ ٹکڑا۔ اسم جنس۔

كِسْوَةٌ :۔ پوشاک۔ لباس۔

كَسَوْنَا :۔ ہم نے پہنایا۔ کَسْو سے ماضی جمع متکلم۔

كُشِطَتْ :۔ اس کی کھال کھینچی گئی۔ کَشْط سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

كَشْف :۔ کھولنا۔ اٹھانا۔ دُور کرنا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

كَشَفَ :۔ اس نے دُور کیا۔ کَشْف سے ماضی واحد مذکر غائب۔

كَشَفَتْ :۔ اس نے کھولا۔ کَشْف سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

كَشَفْنَا :۔ ہم نے دُور کر دیا۔ کَشْف سے ماضی جمع متکلم۔

كَظِيْم :۔ دل میں گھٹنے والا۔ رنجیدہ۔ كَظْم سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

كَعْبَةٌ :۔ بیت اللہ جو مکہ معظمہ میں واقع ہے کعبہ مربع مکان کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ مربع ہے اس لئے اس نام سے مشہور ہوا۔ یا كَعْب : ٹخنہ کی ہڈی، سے ماخوذ ہے جو ابھری ہوتی ہے۔ چونکہ اپنی بھی اپنی عظمت وشہرت کے لحاظ سے سربلند ہے اسلئے اس نام سے موسوم ہوا۔ مزید تفصیل کیلئے دیکھو (البیت العتیق و ابراھیم)

كَعْبَيْن :۔ دو ٹخنے۔ كَعْب کا تثنیہ بحالت جری

كَفَّ :۔ اس نے باز رکھا۔ روکا۔ کَفّ سے ماضی واحد مذکر غائب

كَفّ (مصدر) کے معنی اصل میں "ہتھیلی سے دفع کرنا" ہیں۔ لیکن اس کا استعمال مجاز مستعار کے طور پر مطلقاً دفع کرنے اور روکنے کے معنی میں ہوتا ہے۔ ہتھیلی سے ہو یا کسی اور چیز سے۔ چنانچہ مَكْفُوْف نابینا کو کہتے ہیں کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے بصارت زائل کر کے دیکھنے سے روک دیا ہے (مفردات)

كَفّ :۔ ہتھیلی۔ جمع اَكُفّ۔

كَفٰى :۔ وہ کافی ہوا۔ وہ کافی ہے۔ كِفَايَةٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

كِفَايَةٌ کے معنی ہیں کسی کی ضرورت کو پورا کرنے کے ہیں جس پر کسی

کی حاجت روائی اور مقصد رسائی کی گئی ہو اس کا استعمال متعدی بھی ہوتا ہے اور لازم بھی کبھی متعدی بیک مفعول ہوتا ہے جیسے كَفَانِي قَلِيلٌ مِنَ الْمَالِ (مجھے تھوڑا سا مال کافی ہو گیا) اور کبھی متعدی بدو مفعول جیسے وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ (اور اللہ اپنے اوپر لے لی اللہ نے مومنوں کی جنگ، یعنی مسلمانوں کو غزوہ احزاب میں مشرکین کے مقابلہ میں عمومی طور پر جنگ کرنے کی نوبت نہیں آئی اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے فضل و کرم سے ایسے اسباب پیدا کر دیئے جو کفار کی ہزیمت اور بے نیل مرام بازگشت کا باعث بنے۔ اور جب لازم مستعمل ہو تو خلاف قیاس فاعل پر تاکید اتصال اسنادی کے لئے باء کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور یک اسم صفت فاعل سے حال کے طور پر اس عمل سے مشتق کر کے جس کے متعلق کفایت کا اثبات مقصود ہوتا ہے آ جاتا ہے۔ خواہ وہ اس خالق ہو یا مخلوق جیسے كَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا (اور اللہ کی گواہی کافی ہے)، اور كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا (آج تو اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے)

كِفَاتٌ: جمع کرنے والی۔ سمیٹنے والی۔ كَفْتٌ سے قرآن کریم میں ہے:

كِفَاتًا۔ (کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والا نہیں بنایا) كَفْتٌ کے معنی ہیں سمیٹنا۔ جمع کرنا۔ كِفَات فِعَال بمعنے فاعل ہے جیسے جِمَاع بمعنے جامع۔ پس کفات کے معنی ہوئے اکٹھا کرنے والی۔ سمیٹنے والی یا كِفَات مصدر ہے جسے بطور مبالغہ بمعنے فاعل کے لیا جاتا ہے۔ یا كَافِت (اسم فاعل) جمع کرنے اور سمیٹنے والا) کی جمع ہے جیسے صَائم کی جمع صِيَام آتی ہے یا كِفْت (چھوٹی ہانڈی) کی جمع ہے۔ اور زمین (أَرْض) کے وصف میں اسم جمع باعتبار مختلف الطرف و اقطار کے لایا گیا ہے (بیضاوی)

كُفُور: ناشکرے۔ کافر لوگ یعنی کفر کرنے والے واحد كَافِر

كَفَّار: بڑا کافر۔ صیغہ مبالغہ۔

كَفَّارَة: اس کے لغوی معنی "بہت چھپانے والی چیز" ہیں كُفْر سے ماخوذ ہے جس کے اصل معنے چھپانا ہیں۔ اور اصطلاح شرع میں کفارہ وہ سزا اور عقوبت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی جرم کے ارتکاب پر دنیا میں مسلمان پر عائد ہوتی ہے اور جس کے بعد وہ گناہ معاف ہو جاتا ہے

بخلاف حد کے کہ حد میں مسلم و غیر مسلم کی تخصیص
نہیں بلکہ وہ دار الاسلام کے ہر فرد پر جاری
ہوتی ہے نیز کفّارہ ایک انفرادی معاملہ
ہے اور حد اجتماعی یعنی کفّارہ تو ہر شخص اپنا
آپ ادا کریگا۔ لیکن حد کا جاری کرنا امام
پر موقوف ہے۔ کفّارہ سے گناہ معاف ہو
جاتا ہے اور اس کے ساتھ مستقل توبہ کی
ضرورت نہیں۔ لیکن محض حد سے گناہ معاف
نہیں ہوتا جب تک کہ اس گناہ سے توبہ
نہ کی جائے۔ مثلاً ایک شخص نے قسم
کھا کر توڑ دی۔ پھر اس نے کفارہ ادا کر
دیا تو قسم توڑنے کا جو گناہ تھا وہ معاف
ہو گیا اور آخرت میں وہ ماخوذ نہ ہوگا
لیکن اگر کسی نے چوری کی اور امام نے
اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ مگر وہ اس فعل سے
تائب نہیں ہوا تو چوری کا جو گناہ ہے
وہ اس پر بدستور قائم ہے اور آخرت
میں اس پر گرفت بھی ہوگی۔ اسی طرح اگر
کوئی غیر مسلم قسم کھا کر توڑ دے تو اس کے
ذمہ کفارہ نہ ہوگا۔ لیکن اگر دار الاسلام
میں رہتے ہوئے چوری کرے۔ تو ہاتھ
ضرور کاٹا جائے گا۔

(دش۔۱)

کُفْر:۔ انکار کرنا۔ ایمان نہ لانا۔ ناشکری کرنا۔
باب نَصَرَ سے مصدر (دیکھو اَکْفُرُ)

کَفَرَ:۔ اس نے کفر کیا۔ ناشکری کی۔ انکار کیا۔
کُفْرٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

کُفِرَ:۔ اس کا انکار کیا گیا۔ کُفْرٌ سے ماضی
مجہول واحد مذکر حاضر۔

کَفِّرْ:۔ تو دور کر۔ مٹا دے۔ تَکْفِیْرٌ سے
امر واحد مذکر حاضر۔

کُفْرَان:۔ ناشکری۔ احسان نہ ماننا۔
نعمت کا انکار کرنا۔
امام راغبؒ رقمطراز ہیں۔ کُفْرَان کا استعمال
اکثر ناشکری کے معنی میں ہوتا ہے اور
کُفْر کا اکثر خدا یا ایمانیات میں سے کسی
ایمانی و اعتقادی چیز کے انکار پر اطلاق
کیا جاتا ہے اور کُفُوْر مذہب و نعمت
دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے (مفردات)
باب نَصَرَ سے مصدر۔

کَفَرَةٌ:۔ ناشکرے۔ کافر لوگ۔ واحد
کَافِرٌ۔

کَفَرَتْ:۔ اس نے ناشکری کی۔ کُفْرٌ
سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

کَفَرْتُمْ:۔ تم نے کفر کیا۔ کُفْرٌ سے ماضی
جمع مذکر حاضر۔

کَفَرُوْا:۔ وہ کافر ہوئے۔ انہوں نے ناشکری کی۔ انہوں نے انکار کیا۔ کُفْر سے ماضی جمع مذکر غائب۔

کَفَرْتَ:۔ تو نے کفر کیا۔ کُفْر سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

کَفَرْنَا:۔ ہم نے انکار کیا۔ کُفْر سے ماضی جمع متکلم۔

کَفَفْتُ:۔ میں نے روکا۔ باز رکھا۔ کَفّ سے ماضی واحد متکلم۔

کِفْل:۔ حصہ۔ جمع اَکْفَال (دیکھو کِفْلَیْنِ)

(ذُو) الکِفْل:۔ ایک پیغمبر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب (دیکھو ذَا الکِفْل)

کَفَّلَ:۔ کفیل بنایا۔ سونپ دیا (اللہ نے)۔ تَکْفِیْل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

کِفْلَیْنِ:۔ دو حصے کِفْل کا تثنیہ بحالت نصبی کِفْل اس حصہ اور نصیب کو کہتے ہیں جو کافی ہو یعنی ماسوا سے بے نیاز کر دے۔ آیت کریمہ یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِہٖ یُؤْتِکُمْ کِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِہٖ (الحدید) میں کِفْلَیْن سے مراد دنیا و آخرت کی نعمت و کامیابی ہے جسکے طلب کرنے کی تعلیم آیت کریمہ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً (اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی) میں دی گئی ہے۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ کِفْلَیْن سے تثنیہ مقصود نہیں بلکہ یہ محض تتابع و تسلسل کا مفہوم ظاہر کرنے کیلئے لایا گیا ہے۔ پس آیت مذکورہ بالا کے معنی یہ ہوئے۔ اے مدعیان ایمان خدا ترسی اختیار کرو اور اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی پر کامل یقین رکھو اور اس ایمان و یقین پر ثابت رہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا و آخرت دونوں مقاموں میں اپنے انعامات و اکرامات سے نوازے گا۔ یا تم پر مسلسل اور پے در پے نعمتوں اور رحمتوں کی بارش کرے گا۔ (مفردات) (ش۔ا)

کُفُوٌ:۔ ہمسر۔ برابر والا۔ مثل۔ جمع اَکْفَاء

کُفُّوْا:۔ تم روکو۔ وہ روکے گئے۔ کَفّ سے امر جمع مذکر حاضر (معنے اول)، و ماضی مجہول جمع مذکر غائب (معنے ثانی)۔

کُفُوْر:۔ ناشکری کرنا۔ ناشکری۔ کَفَرَ باب نَصَرَ سے مصدر۔

کَفُوْر:۔ بڑا ناشکرا۔ کُفْر سے مبالغہ کا صیغہ

کَفَّیْ:۔ دو ہتھیلیاں۔ کَفّ کا تثنیہ بحالت جر و نصبی

كُنْ فرمایا اور وہ پیدا ہو گئے۔

(۲) فیصلہ، حکم۔ جیسے وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا (تیرے رب کا صدق و عدل سے بھرا ہوا حکم کامل ہو گیا، یعنی دین اور اس کے احکام مکمل و محکم کر دیئے گئے جو قیامت تک منسوخ نہ ہوں گے۔

اور تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ۔ تیرے رب کا عمدہ فیصلہ بنی اسرائیل کے حق میں پورا ہو گیا یعنی بنی اسرائیل جیسے کمزور و ضعیف قوم کو امامت و حکومت اور وراثتِ ارضی کا نظام سونپا گیا۔

(۳) عذاب و ثواب کا وعدہ جیسے وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ اور لیکن کافروں پر عذاب کی وعید پوری ہوئی۔)

مگر یہاں کلمہ سے مراد وعید عذاب ہے (مفردات مع تغیر یسیر)

كُلُوْا:۔ تم کھاؤ۔ اَكْلٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

كُلِیْ:۔ تو کھا۔ اَكْلٌ سے امر واحد مؤنث حاضر۔

كَمْ:۔ کتنے؟ کتنے ہی (پہلے معنی میں كَمْ استفہامیہ ہے اور اس کی تمیز منصوب ہوتی ہے۔ جیسے كَمْ رَجُلًا عِنْدَكَ (تیرے پاس کتنے مرد ہیں) اور دوسرے معنے میں خبریہ ہے اور اس کی تمیز مفرد مجرور ہوتی ہے جیسے كَمْ رَجُلٍ عِنْدَكَ (تیرے پاس کتنے ہی مرد ہیں۔ كَمْ خبریہ کے بعد مِنْ بھی آ جاتا ہے جیسے كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِی السَّمَآءِ (آسمان میں کتنے ہی فرشتے ہیں)

كُمْ:۔ تم کو۔ تمہارا۔ ضمیر منصوب و مجرور متصل جمع مذکر حاضر۔

كُمَا:۔ تم کو۔ تمہارا۔ ضمیر منصوب و مجرور متصل تثنیہ مذکر حاضر۔

كُنْ:۔ تو ہو جا۔ كَوْنٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔

كُنَّ:۔ وہ تھیں۔ وہ ہیں۔ كَوْنٌ سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

كُنَّ:۔ تم کو۔ تمہارا۔ ضمیر منصوب متصل و مجرور جمع مؤنث حاضر۔

كُنَّا:۔ ہم تھے۔ ہم ہیں۔ كَوْنٌ سے ماضی جمع متکلم۔

كُنْتِ:۔ تو تھی۔ تو ہے۔ كَوْنٌ سے ماضی واحد مؤنث حاضر۔

كُنْتَ:۔ تو تھا۔ تو ہے۔ كَوْنٌ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

كُنْتُ :- میں تھا۔ میں ہوں۔ کَونَ سے ماضی واحد متکلم

كُنْتُمْ :- تم تھے۔ تم ہو۔ کَونَ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

كُنْتُنَّ :- تم تھیں۔ تم ہو کَوْن سے ماضی جمع مؤنث حاضر۔

كَنْز :- خزانہ۔ جمع كُنُوْز یہ اصل میں مصدر ہے۔ اور اس کے معنی ہیں کسی چیز کو اکٹھا کر کے اوپر تلے رکھنا جیسے كَنَزْتُ التَّمْرَ فِي الْوِعَاءِ میں نے کھجوروں کو برتن میں اوپر تلے کر کے بھر دیا۔ اسی مناسبت سے اکٹھا کیا ہوا مال کَنْز کہلاتا ہے یعنی مصدر بمعنے مفعول ہے لغوی کَنْز کی دو قسمیں ہیں ایک حرام طریقہ سے جمع کیا ہوا۔ اور ایک وہ جسے حلال اور جائز آمدنی سے جمع کیا جائے چنانچہ رشوت سود اور چوری وغیرہ کے طریقوں میں سے کسی ایک سے بھی حاصل کیا ہوا مال حرام محض ہے۔ اور ایسے مال کا رکھنا۔ استعمال کرنا۔ حاصل کرنا سب ناجائز اور حرام ہے۔ اور شریعت کے مطابق جائز کاروبار اور صنعت وحرفت سے پیدا کیا ہوا مال حلال ہے

پھر اس مال حلال فی الاصل کی دو صورتیں ہیں نصاب کے مطابق یا اس سے زائد ہونے کی صورت میں اگر اس کی زکوٰۃ مقررہ ادا کر دی گئی تو یہ پاک و طیب ہے اور اس طرح خواہ کسی قدر بھی دولت اکھٹی کی جائے شریعت کی نگاہ میں وہ طیب اور اللہ کا فضل ہے لیکن اگر یہ زکوٰۃ واجب ہونے کے باوجود زکوٰۃ ادا نہ کی گئی تو یہ مال ہی وہ کنز ہے جس پر قرآن و احادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ الغرض زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد کنز کنز ممنوع نہیں رہتا خواہ اسکو زمین میں گاڑ کر رکھو یا کسی اور طرح طبری میں حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے۔

مَا أُدِّيَتْ زَكَاتُهُ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ وان كان مدفونا وكل مال لو تُؤَدّ زكاته فهو الكنز الذى ذكره الله فى القرآن يكوى به صاحبه وان لم يكن مدفونا

اس روایت کا ماحصل وہی ہے جو اوپر تحریر کیا گیا۔ اور یہ ہی تمام علمائے امت کا مذہب ہے۔

(ش ۱)

آفتاب اور تمام ستاروں کی مانند ہیں۔ جیسا کہ صحیح اور مشہور حدیث میں وارد ہے یعنی گویا ترکی جزئیات میں سے ہیں کہ ان کا جنتوں میں مستقر ہیں۔ الخ۔

کُوِّرَتْ :- اس کو لپیٹا گیا۔ تَکْوِیْر سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

کَوْکَبٌ :- ستارہ۔ جمع کَوَاکِبُ۔

کَوْن :- ہونا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

کُوْنُوْا :- تم ہو جاؤ۔ کَوْن سے امر جمع مذکر حاضر۔

کُوْنِیْ :- تو ہو۔ کَوْن سے امر واحد مؤنث حاضر۔

کَہْف :- غار۔ پہاڑ میں پناہ کی جگہ۔ (دیکھو اَصْحٰبُ الْکَہْفِ)

کَہْل :- ادھیڑ عمر کا آدمی۔ تیس اور پچاس سال کے درمیانی عمر کا آدمی کَہْل کہلاتا ہے۔ جمع کُہُوْل

کٓہٰیٰعٓصٓ :- حروفِ مقطعات ہیں جن کی مراد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

کَیْفَ :- کیسے۔ کیونکر۔ کس طرح۔ (حرف استفہام)

کَیْ :- تاکہ (حرف ناصب ہے مضارع پر داخل ہوتا ہے)

کَیْد :- مکر و فریب۔ تدبیر۔ خفیہ حیلہ۔ تدبیر کرنا۔ مکر و فریب کرنا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر (دیکھو یَکِیْدُوْنَ)

کِیْدُوْا :- تم مکر و فریب کرو۔ کَیْد سے امر جمع مذکر حاضر۔

کِیْل :- ناپ۔ پیمانہ۔ ناپ کر دینا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

ل

لِ :- واسطے۔ لئے۔ تاکہ (حرف جر ہے) چاہیئے کہ (علامت امر ہے)

لَ :- البتہ۔ بیشک (حرفِ تاکید ہے)

لَا :- نہیں۔ (حرف نفی ہے)

لَا اُقْسِمُ :- میں قسم کھاتا ہوں۔ اس میں لا تاکید قسم کے لئے زائد ہے۔

لَابِثِیْنَ :- رہنے والے۔ ٹھہرنے والے۔ لُبْث سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد لَابِث۔

لَاتَ :- خلیل و سیبویہ کے نزدیک یہ لا مشبہ بلیس ہے جس کے آخر میں ت کا اضافہ ہو گیا ہے جیسے رُبَّ اور ثُمَّ کے آخر میں ہو جاتا ہے اور یہ اضافہ تاکید کلام کا فائدہ دیتا ہے۔ نیز اس اضافہ کی وجہ سے اس لَا کے حکم میں بھی تغیر آگیا ہے بدو وجہ ایک تو یہ کہ لَا کے خلاف اس کا دخول

صرف اوقات وادیان پر ہوتا ہے دوسرے یہ کہ اسم و خبر میں سے صرف ایک کا ذکر کرنا اور ایک کا حذف کرنا واجب ہے اور اخفش کی تحقیق میں یہ لَا نفی جنس کا ہے جس پر تا کا اضافہ ہو گیا ہے اور نفی اوقات کیلئے مخصوص ہے۔ بہر تقدیر لَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ کے معنی ہیں وہ وقت چھٹکارا اور مخلصی ہرگز نہیں (کذا فی الکشاف)

لَات:۔ یہ ایک بت کا نام ہے جسے اہل عرب خصوصاً قبیلہ ثقیف کے افراد پوجتے اور اس کے گرد گھومتے تھے۔ یہ اصل میں لَوَیَۃ تھا۔ واؤ کو الف سے بدلا اور یا حذف کر دی گئی۔ ماخوذ ہے لَوٰی یَلْوِیْ لَیٌّ سے جس کے معنے لپٹنا۔ چمٹانا ہیں چونکہ اس بت سے مشرکین لپٹتے اور اس کا طواف کرتے تھے اس لئے اس کا نام لات پڑ گیا تھا۔ (الکشاف)

لَازِب:۔ لازم۔ چپکنے والا۔ لُزُوْب سے اسم فاعل واحد مذکر۔

لَاعِبِیْن:۔ کھیلنے والے بے فائدہ کام کرنے والے لَعِب سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد لَاعِب وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ (ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ اس کے درمیان ہے اسے فضول کھیل کے طور پر نہیں بنایا) سے مطلب یہ ہے کہ دنیا کا موجد چونکہ ایک صانع حکیم ہے اسلئے اس کا یہ فعل حکمت اور مقصد صحیح سے خالی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ دنیا کو آخرت کی کھیتی بنایا گیا ہے اور انسان جن کو اسلئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ دنیوی زندگی میں احکام خداوندی پر عمل کر کے خود کو اسکا فرمانبردار بندہ ثابت کریں اور آخرت میں اس کی رضا و خوشنودی کی دولت سے شادکام ہوں۔ بصورت دیگر اس کی سخت پکڑ کے لئے تیار رہیں۔

لَاعِنُوْنَ:۔ لعنت کرنے والے۔ لَعْن سے اسم فاعل جمع مذکر واحد لَاعِن

لَاغِیَۃ:۔ بیہودہ بات۔ بکواس۔ بیہودہ بات کرنا لَغْو سے اسم فاعل واحد مؤنث در آخری معنے میں عَاقِبَۃ کے وزن پر مصدر

لَاقِی:۔ ملاقات کرنے والا۔ ملنے والا۔ لُقِیّ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

لٰکِنْ:۔ مگر لیکن۔ یہ حرف عطف ہے کلام سابق سے پیدا شدہ وہم کو دور کرنے کے لئے آتا ہے)

لٰكِنَّا:۔ لیکن ہم۔ حرف مشبہ بفعل ضمیر جمع متکلم۔

لٰكِنَّ:۔ لیکن میں (یہ اصل میں لٰكِنْ اَنَا تھا ہمزہ کی حرکت ماقبل یعنی نون کو دے کر ہمزہ کو گرا دیا پھر نونوں کا ادغام کر دیا۔ (اس کا الف پڑھا ہے اور پہلے لٰكِنَّا کا کھڑا)

لٰمَسْتُمْ:۔ تم نے صحبت کی۔ مُلَامَسَۃ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

مُلَامَسَۃ کے اصل معنی باہم ایکدوسرے کی کھال کو چھونا ہیں۔ بطور کنایہ قرآن کریم نے لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ الایۃ میں عورت سے جماع کرنے کے معنے میں استعمال کیا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی یہی تفسیر منقول ہے۔ نیز حضرت علی، حسن بصری، مجاہد اور قتادہؓ سے بھی یہی مروی ہے۔ اور یہی احناف کا مذہب ہے۔

لیکن عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمر رضی اور ابراہیم نخعی یہاں مُلَامَسَۃ کو محض چھونے کے معنی میں لیتے ہیں اور یہی شوافع کا مذہب ہے کہ انکے نزدیک عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے عورت کا بھی اور مرد کا بھی۔ اور اہل ظاہر کے نزدیک صرف مرد کا وضو ٹوٹتا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اسی کے قائل ہیں مگر وہ شہوت کی شرط لگاتے ہیں۔ اور احناف کے نزدیک عورت کا چھونا ناقض وضو نہیں ہے جب کہ مذی خارج نہ ہو۔ ظاہر آیت احناف کے حق میں ہے کیونکہ مفاعلہ شرکت کے لئے آتا ہے اور اس میں قصد و ارادہ کے معنی ملحوظ ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جانبین سے بقصد ملامست جماع میں تو ہوتی ہے نہ کہ مطلق چھونے میں۔ (کشاف۔ ۱)

لُؤْلُؤٌ: موتی۔ جمع لَآلِي۔

لَاهِيَۃ:۔ غفلت میں پڑی ہوئی۔ غافل۔ لَهْوٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

لِبَاسٌ:۔ پوشاک۔ لباس۔ جمع اَلْبِسَۃ

لباس اصل لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جو جسم کو ڈھانپ دے۔ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (تم اپنی بیویوں کے لئے لباس ہو اور بیویاں تمہارے لئے لباس ہیں) یہاں اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی میں سے ہر ایک کو دوسرے کا لباس قرار دیا ہے کیونکہ جس طرح لباس آدمی کے جسم کو چھپاتا ہے اسی طرح زوجین میں سے ہر ایک دوسرے کا رازدار ہوتا ہے

لِسَانَ صِدْقٍ :۔ حقیقی تعریف۔ ذکرِ خیر۔
لِسان بول کر مجازاً ذکر اور تعریف مراد لی گئی ہے اور صِدق بمعنی صدق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ تعریف ایسی ہو کہ کوئی اُسے غلط بیانی پر محمول نہ کر سکے بلکہ ہر شخص اسے واقعہ کے مطابق بتائے (مفردات)

لَسْتَ :۔ تو نہیں ہے۔ فعل ناقص ماضی واحد مذکر حاضر۔

لَسْتُ :۔ میں نہیں ہوں۔ فعل ناقص ماضی واحد متکلم۔

لَسْتُمْ :۔ تم نہیں ہو۔ فعل ناقص جمع مذکر حاضر۔

لَسْتُنَّ :۔ تم نہیں ہو۔ فعل ناقص جمع مؤنث حاضر۔

لَطِيفٌ :۔ مہربان۔ نکتہ رس۔
لُطف کے معنی ہیں قریب ہونا۔ نکتہ رس ہونا، دقیق امور کی تہ تک پہنچنا۔ نرمی کرنا مہربانی کرنا۔ لَطِیف اسی سے صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حُسنیٰ کے طور پر اسی لئے استعمال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے قریب ہے کائنات کی کوئی مخفی سے مخفی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ اس کی شان لطف و رحمت کے آثار قدم قدم پر موجود ہیں۔

لَظٰى :۔ دہکتی ہوئی آگ۔ دوزخ کا نام۔

(اعاذنا اللہ منہا)
اصل میں یہ سَمِعَ سے مصدر ہے۔ بمعنے دہکنا شعلہ زن ہونا۔ مبالغہ کے طور پر صفت کیلئے استعمال ہوتا ہے اور اسی سے منقول ہو کر دوزخ کا عَلَم ہو گیا (کتب لغت و مفردات)

لَعِبٌ :۔ کھیل۔ کود۔ بازی۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔ اس کا ماخذ لُعَاب ہے۔ بمعنے "بہتا ہوا تھوک یعنی رال"۔ لَعَبَ کے معنی ہیں "رال ٹپک پڑنا"۔ اکثر کھیلنے کودنے والے اور بے شعور بچوں کی رال بہا کرتی ہے نیز رال کے بہنے میں قصد و ارادہ کو دخل نہیں ہوتا۔ اس لئے بیہودہ کام۔ بے مقصد حرکت اور کھیل کود پر "لَعِب" کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ (مفردات مع توضیح)

لَعَلَّ :۔ شاید۔ تاکہ (لَعَلَّ اصل میں حرف ترجّی ہے بمعنے شاید کہ۔ امید ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حاکمانہ و شاہانہ طرزِ کلام کے مطابق یہ لفظ تعلیل و تحقیق کے لئے استعمال فرمایا ہے۔

لَعَنَ :۔ اس نے لعنت کی۔ لَعْن سے ماضی واحد مذکر غائب۔
لَعْن کے معنی ہیں ناراض ہو کر کسی کو نکال دینا۔ دھتکار دینا۔ اللہ تعالیٰ کی لعنت

کافروں پر دنیا میں بھی ہوتی ہے اور آخرت میں بھی۔ اخروی لعنت کا مطلب جوار رحمت سے دور کر کے عذاب و سزا میں مبتلا رکھنا ہے اور دنیوی لعنت کا مفہوم اپنے رحم و کرم اور توفیقِ خیر کو منقطع کر لینا ہے۔ لعنت کی اسناد اگر بندہ اور مخلوق کی طرف ہو تو بددعا کے معنی ہوتے ہیں۔

(مفردات)

لُعِنَ:۔ اس پر لعنت کی گئی۔ لَعْن سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

لَعَنَّا:۔ ہم نے لعنت کی۔ لَعْن سے جمع متکلم

لَعْنَۃٌ۔ لَعْن:۔ لعنت۔ پھٹکار۔ لعنت کرنا۔ باب فَتَحَ سے مصدر۔

لُعِنُوْا:۔ ان پر لعنت کی گئی۔ لَعْن سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

لَعِیْن:۔ لعنت کیا ہوا۔ لَعْن سے فَعِیْل بمعنے مفعول۔

لَغْو:۔ بیہودہ۔ فضول۔ لغو۔ بیکار۔ یہ ماخوذ ہے لَغَاءٌ سے جس کے معنے چڑیوں کی چہچہاہٹ اور بے معنی آواز کے ہیں۔ پھر ہر اس چیز پر جس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو اور جس پر کوئی اثر مرتب نہ ہو لَغْو کا اطلاق کیا جانے لگا۔ خواہ قول ہو یا فعل ہو۔

قول لغو اور کلام لغو وہ ہے جو بے سوچے سمجھے اور بیہودہ زبان سے نکال دیا جائے چنانچہ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْہُ میں لَغْو سے اسی قسم کی بیہودہ باتیں مراد ہیں، اور اسی سے یَمِیْنِ لَغْو ہے۔ یعنی وہ قسم جو ماضی کے متعلق کسی فعل پر اپنے کو سچا سمجھتے ہوئے کھائی جائے۔ اس قسم کو "لغو" اس لئے کہا گیا کہ اس پر نہ کفارۂ قسم مرتب ہوتا ہے نہ عند اللہ اس پہ گرفت ہوگی۔ قَالَ اللّٰہ تعالیٰ۔ لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ (خداوند تعالیٰ لغو قسموں میں تمہاری گرفت نہیں کرتا)، عبد اللہ بن عباس۔ حسن بصری۔ مجاہد۔ نخعی۔ ابن شہاب زہری۔ سلیمان بن یسار۔ قتادہ۔ مکحول اور امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہم یمین لغو کی یہی تفسیر فرماتے ہیں۔

اور امام شافعی۔ شعبی۔ عکرمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وعنہم کے نزدیک "یمین لغو" وہ قسم ہے جو بلا قصد زبان پر جاری ہو جائے۔

(تفسیر الخازن)

لُغُوب:۔ ماندگی۔ تھکن۔ ضعیف ہونا۔

سے روایت ہے کہ لوح محفوظ ایک سفید و تابدار موتی سے بنائی ہوئی ہے اس کا طول اتنا ہے جتنا آسمان و زمین کا فاصلہ اور عرض اتنا جتنا مشرق و مغرب کا درمیانی۔ محمد ابن عباس سے ہی مرفوعاً یہ روایت بھی ہے کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ ایک سفید و تابدار موتی سے بنایا ہے۔ اس کے صفحات سرخ یاقوت کے ہیں۔ اس کا قلم بھی نورانی ہے اور لکھائی بھی نورانی (ابن کثیر)

چونکہ لوح محفوظ کا تعلق عالم غیب سے ہے اس لئے صحیح نقول سے جیسا ثابت ہے ویسا ہی تسلیم کرنا چاہیئے۔ باقی اس کی کیفیت و حقیقت تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

لُوط۔ ایک نبی کا نام نامی ہے۔ یہ حضرت ابراہیم کے بھائی حاران کے بیٹے تھے۔ حضرت ابراہیم نے جب کلدانیوں کے کفر و ظلم سے مجبور ہو کر عراق سے فلسطین کی طرف ہجرت کی تو یہ بھی ان کے ساتھ ہجرت کر آئے تھے اور نبی کی صحبت و رفاقت میں رہتے سہتے تھے۔ فلسطین سے متصل ہی شرق اردن کے علاقہ میں سدوم عمورہ ادمہ اور ضبوئیم کی سرسبز و شاداب بستیاں تھیں جو زراعت و تجارت کا مرکز تھیں حضرت ابراہیم نے حضرت لوط کو تعلیم و تبلیغ کے لئے ان بستیوں کی طرف بھیجا اور خود بھی ان کی رہنمائی اور مدد کے لئے کبھی کبھی وہاں تشریف لیجاتے رہتے۔ حضرت لوط نے مرکزی شہر سدوم میں قیام کیا اور اس علاقہ میں دعوت و اصلاح کا کام شروع کر دیا۔ محمد بن اسحٰق نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ ان دنوں میں سخت قحط پڑا۔ اہل سدوم کے باغات سڑک کے کنارے تھے اور بکثرت تھے۔ آس پاس کی بستیوں کے لوگ ادھر سے گذرتے تو کچھ پھل توڑ لیتے اہل سدوم نے آپس میں مشورہ کیا کہ دوسرے شہروں کے لوگ یوں ہی لوٹتے رہے تو یہ ہمیں مفلس بنا دیں گے لہٰذا ان کو اس طرح روکا جائے کہ جو شخص باہر سے آئے اس سے خلاف وضع فطری حرکت زبردستی کی جائے اور چار درہم جرمانہ وصول کیا جائے چنانچہ اس تجویز کے مطابق یہ لوگ شہر کے ناکوں پر بیٹھے رہتے اور جو مسافر باہر سے آتا اس کو تختہ مشق بناتے۔ شروع شروع میں تو انہوں نے یہ حرکت صرف مسافروں اور فقیروں کو زچ کرنے کیلئے کی مگر کچھ عرصہ بعد وہ اس فعل شنیع کے عادی بن گئے اور اس حد تک بڑھے کہ اپنی عورتوں سے بے تعلق ہو گئے (تفسیر منار ۸، ۵۰)۔ حضرت لوط نے اس بدکار و بدبخت قوم کو جس نے دنیا میں سب سے پہلے اس رسم قبیح کی بنیاد ڈالی تھی ہر طرح سمجھایا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا مگر انہوں نے ایک نہ سنی بلکہ الٹا حضرت لوط پر پھبتیاں کسنے لگے۔

آخر جب کوئی نصیحت کارگر نہ ہوئی اور قوم لوط کا یہ مرض ترقی ہی کرتا چلا گیا تو اللہ تعالیٰ نے عذاب کے فرشتے اس قوم کو ہلاک کرنے کے لئے بھیجے، یہ فرشتے حسین و جمیل بے ریش و بروت لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط کے مکان پر مہمان بن کر پہنچے حضرت لوط انہیں دیکھ کر فکر و رنج میں پڑ گئے کہ دیکھئے میری بدبخت قوم میرے مہمانوں پر کیسا دھاوا بولتی ہے۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ ان کی قوم کے کچھ لوگوں کو خبر لگ گئی، اور اپنی عادت شنیعہ سے مجبور ہو کر دوڑتے ہوئے در آمد ہوئے اور حضرت لوط سے نوجوان مہمانوں کا مطالبہ کرنے لگے حضرت لوط نے انتہائی دلسوزی اور لجاجت سے کہا

يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ

(اے میری قوم یہ میری بیٹیاں موجود ہیں ان سے جائز طور پر متمتع ہو وہ تمہارے لئے جائز و پاک ہیں۔ جس بے حیائی کا تم قصد رکھتے ہو اس کا ارتکاب کرتے ہوئے اللہ سے ڈرو اور مہمانوں کے سامنے اسی معاملہ میں مجھے ذلیل نہ کرو کیا تم میں کوئی ایک بھی بھلا آدمی نہیں، مگر بدمعاشوں نے ڈھٹائی کے ساتھ جواب دیا

لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ (تم جانتے ہو کہ ہمیں تمہاری بیٹیوں کی ضرورت نہیں اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہم کیا کرنا چاہتے ہیں)

یہاں مفسرین نے اس پر بحث کی ہے کہ لوط کی هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ (یہ میری بیٹیاں موجود ہیں) سے کیا مراد تھی۔؟

(۱) ہو سکتا ہے کہ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ سے قوم کی عورتیں مراد ہوں اور حضرت لوط کا مقصد یہ ہو کہ بدبختو تم نے اپنی عورتوں کو تو معلق چھوڑ رکھا ہے اور لڑکوں کے پیچھے بھاگتے پھرتے ہو، اور یہ اس لئے کہ قوم کا پیغمبر اس کا روحانی باپ ہوتا ہے اور ساری قوم اس کے بیٹے اور بیٹیاں

(۲) اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے اپنی صاحبزادیوں کو ہی مراد لیا ہو اور مقصد یہ ہو کہ تم میں سے جو میری بیٹیوں سے نکاح کرنا چاہے تو مجھے اس کی اس خواہش کو پورا کرنے میں بھی تامل نہیں ہے۔ اور یہ اس لئے کہ اس زمانہ میں کافر و مسلم کے درمیان مناکحت ممنوع نہ تھی جیسا کہ ابتدائے اسلام میں۔ بہرحال هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ کی قید کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

فرشتوں نے حضرت لوط کی اس پریشانی کو دیکھا تو ان کو تسلی دی کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں یہ بدمعاش تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، کل صبح کا وقت عذاب الٰہی کے نزول کے لئے مقرر ہو چکا ہے جو قریب ہی ہے آپ تھوڑی رات رہے اپنے متعلقین کو ساتھ لے کر یہاں سے نکل جائیے اور سب کو ہدایت کر دیجئے کہ کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے، ہاں تمہاری بیوی تمہارے ساتھ نہ جائے گی اور وہ قوم کے ساتھ ان کے عذاب میں شامل ہوگی کیونکہ وہ کمینہ حرکات میں ان کی مددگار رہی ہے۔

مَا۔ نہیں (حرف نفی) کیا (حرف استفہام) وہ چیز جو کچھ، جس کو (اسم موصول)

مَاءٌ۔ پانی۔ جمع مِیَاہ۔

مَاءٍ مَّہِیْنٍ:۔ حقیر پانی۔ یعنی نطفہ۔

مِائَۃ:۔ سو۔

مِائَتَیْنِ:۔ دو سو۔ مِائَۃ کا تثنیہ۔ بحالتِ نصبی و جری۔

مَائِدَۃ:۔ خوانِ طعام۔ مَائِدہ لغت میں اس خوان کو کہتے ہیں جس پہ کھانا رکھا ہوا ہو۔ خالی خوان کو مَائِدہ نہیں کہا جاتا کبھی مجازًا باعتبار اطلاقِ محل و ارادۂ حال مائدہ سے طعام بھی مراد لیا جاتا ہے۔ اور اصل میں لفظ مَائِدہ "مَیْد" (بمعنی حرکت کرنا۔ ہلنا) سے اسم فاعل واحد مؤنث کا صیغہ ہے۔

(تفسیر المنار) ج ۷، ص ۲۵۲ قرآن کریم میں مَائِدہ کا اطلاق اس آسمانی غذا پر آیا ہے جسے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حواریین نے بطور خرق عادت طلب کیا تھا اسکی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لفظِ "عِید"۔

مَآب:۔ واپس ہونے اور لوٹنے کی جگہ اَوْب سے اسم ظرف واحد۔

مَاتَ:۔ وہ مرگیا۔ مَوْت سے ماضی واحد مذکر غائب۔

مَاتُوْا:۔ وہ مرگئے۔ مَوْت سے ماضی جمع مذکر غائب۔

مَاْتِیًّا:۔ حتمی۔ یقینی۔ اِتْیَان سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَاجُوْجَ:۔ (دیکھو یاجوج)

مَادُمْتَ:۔ جب تک تو رہے۔ جب تک تو رہا۔ فعل ناقص واحد مذکر حاضر

مَادُمْتُ:۔ میں جب تک رہا۔ میں جب تک رہوں فعل ناقص ماضی واحد متکلم

مَادُمْتُمْ:۔ تم جب تک رہے فعل ناقص جمع مذکر حاضر۔

مَاذَا:۔ کیا چیز کیا ہے (مَا حرف استفہام ہے اور ذا فصل کے لئے تاکہ مَا نافیہ اور مَا استفہامیہ میں امتیاز ہو جائے۔

مَآرِبُ:۔ حاجتیں، ضرورتیں۔ واحد مَأْرَبَۃ مَأْرُبَۃ اور اَرَبٌ اس حاجت کو کہتے ہیں جسکو پورا کرنے کے لئے کسی حیلہ یا تدبیر کی ضرورت پڑے۔

مَارِجٍ:۔ شعلہ، انگارا جسمیں دھواں نہ ہو

مَارِدٍ:۔ سرکش۔ مُرُوْد سے اسم فاعل واحد مذکر کبھی مُرُدٌ

مَارُوْتَ:۔ ہَارُوْت کی طرح بعض اسے

فرشتے بتلاتے ہیں اور بعض جادوگر (دیکھو هَارُوْت)

مَاعُوْن :- معمولی چیز۔ ماخوذ ہے مَعْن سے جسکے معنی تھوڑی سی چیز کے ہیں۔ کہا جاتا ہے مَالَهٗ سَعْنَةٌ وَلَا مَعْنَةٌ یعنی لَا كَثِيْرٌ وَّ لَا قَلِيْل۔ آیہ کریمہ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ میں مَاعُوْن سے وہ چیزیں مراد ہیں جن سے عادتاً منع بھی نہیں کیا جاتا اور نہ انکے مانگنے میں کسی فقیر و امیر کو تامل ہوتا ہے۔ جیسے آگ، پانی، نمک وغیرہ۔ آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے لئے بڑی خرابی اور تباہی ہے۔ جو نہ حقوق اللہ ادا کرتے ہیں نہ حقوق العباد۔ نماز جو خاص اللہ تعالیٰ کا حق ہے گو اسے ادا کرتے ہیں تو ریاکاری کی غرض سے۔ اور معمولی معمولی چیزیں کہ باہمی اعانت جو انسانیت کا تقاضا ہے اور انسانی بھائیوں کا حق ہے اسکی ادائگی سے باز رہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا حق تھا اسمیں تو دوسروں کو شریک کر لیا اور جو دوسروں کا حق تھا اُسے پس پشت ڈال دیا۔ (امام رازی)

مَاكِثُوْن :- ٹھیرنے والے، دیر کرنے والے مَكْث سے اسم فاعل جمع مذکر واحد مَاكِث۔

مَاكِرِيْن :- خفیہ تدبیر کرنے والے (دیکھو مَكْر)

مَاكُوْل :- کھایا ہوا، کھانے کی چیز۔ اَكْل سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَال :- دولت، سونا، چاندی وغیرہ جمع اَمْوَال۔ یہ مَيْل سے ماخوذ ہے جسکے معنی (بصلہ الیٰ) کسی کی طرف بڑھنا اور جھکنا۔ اور (بصلہ عن) کسی کو چھوڑنا اور اس سے ہٹنا ہیں مَال کو اسی لئے مال کہا جاتا ہے کہ وہ پھرتی چھاؤں ہے۔ آج ایک کے پاس ہے کل دوسرے کے پاس۔

مَالِئُوْن :- بھرنے والے مَلْأ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مَالِئ۔

مَالِك :- مالک، حاکم، بادشاہ، آقا۔ اللہ تعالیٰ کا اسم صفت۔ داروغۂ دوزخ کا نام۔ مِلْك سے اسم فاعل واحد۔

مَالِكُوْنَ :- مالک و متصرف لوگ مَالِك کی جمع بحالت رفعی۔

مَاْمَن :- امن کی جگہ، جائے پناہ۔ اَمْن سے اسم ظرف۔

مَاْمُوْن :- بے ڈر، نڈر کیا ہوا۔ بے خوف کیا ہوا۔ اَمْن سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَانِعَة :- بچانے والی۔ حفاظت کرنے والی مَنْع سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

مَاْوٰی :- ٹھکانا، رہنے کی جگہ۔ اُوِی سے اسم ظرف

مَاهِدُوْن:۔ بچھانے والے۔ مَهْدٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مَاهِدٌ۔

مَاهِيَهْ:۔ وہ کیا ہے (اصل میں مَاهِيَ تھا) وقف کی وجہ سے آخر میں ہائے سکتہ لاحق کر دی گئی۔

مُبَارَكٌ:۔ برکت والا۔ مُبَارَكَةٌ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

بَرْكٌ:۔ اصل میں اُونٹ کے سینہ کو کہتے ہیں اور بُرُوْكٌ (مصدر از نصر) کے معنی ہیں اُونٹ کا اپنے گھٹنوں کو زمین پر ٹیک کر بیٹھنا۔ (بیٹھنے میں اونٹ پہلے اگلے پاؤں کے گھٹنے رکھتا اور سینہ کو زمین سے ملا دیتا ہے۔ اس اعتبار سے اس کے بیٹھنے کو بُرُوْكٌ کہا گیا) پھر اس کا استعمال ثبوت و لزوم کے مفہوم میں کیا جانے لگا۔ چنانچہ اس جگہ کو بِرْكَة کہتے ہیں جہاں پانی جمع ہو کر رک جائے۔ جیسے حوض۔ تالاب۔ اسی سے "بَرَكَة" ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں۔ "خداوندی بخشش و نعمت اور خیر و خوبی کا کسی چیز میں ثابت ہونا" پس "مُبَارَك" وہ چیز ہوئی جسے اللہ تعالیٰ نے خیر و خوبی و بخشش و نعمت سے نوازا ہو۔ کہ جس طرح حوض و تالاب میں پانی جمع ہوتا ہے اسی طرح وہ چیز (یعنی جس کو مبارک کہا جائے) بھی خیر و خوبی کا مخزن اور بخشش و نعمت کا مرکز ہے

اسی معنی کے اعتبار سے قرآن کریم میں نصیحت حق اور پانی کو۔ مُبَارَك کہا گیا ہے۔ پھر چونکہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے مبذول فرمائی ہوئی خیر و بخشش کا صدور غیر محسوس اور اس کا دور و دورہ غیر محدود ہوتا ہے اسلئے ہر اس چیز پر مُبَارَك کا لفظ اطلاق کیا جانے لگا۔ جسمیں غیر محسوس ذریعہ سے زیادتی اور اضافہ کا مشاہدہ کیا جائے (مفردات راغب)

مُبَارَكَةٌ۔ برکت والی مُبَارَكَةٌ سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مُبْتَلِيْ:۔ آزمانے والا (اِبْتِلَاء سے اسم فاعل واحد مذکر۔ اصل میں بَلَاءٌ کے معنی ہیں "کپڑے کا بوسیدہ و پرانا ہو جانا" آزمائش اور امتحان کے لئے بھی چونکہ ایک مدت درکار ہوتی ہے اس لئے امتحان کے معنی میں اسکا استعمال ہوا مصائب و تکالیف بھی انسان کے امتحان کا ذریعہ ہیں جن سے اس کی قوت صبر کو آزمایا جاتا ہے۔

انعامات و اکرامات خداوندی بھی بَلَاءٌ ہیں کیونکہ وہ بھی جذبہ شکر کی آزمائش کا ذریعہ ہیں وَبَلَوْنَاهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ۔ (اور ہم نے ان کو اچھائیوں اور برائیوں سے آزمایا) قرآن کریم میں دونوں کے لئے

بلاء کا استعمال ہوا ہے (مفردات بیضاوی)

مُبْتَلِيْنَ:۔ آزمانے والے۔ اِبْتِلَاءٌ سے اسم فاعل
جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔

مَبْثُوْثٌ:۔ پراگندہ۔ بکھرا ہوا۔ بَثٌّ سے اسم
مفعول واحد مذکر۔

مَبْثُوْثَةٌ:۔ بکھری ہوئی۔ بَثٌّ سے اسم مفعول
واحد مؤنث۔

مُبَدِّل:۔ بدلنے والے۔ تَبْدِیْل سے اسم
فاعل واحد مذکر۔

مُبْدِئُ:۔ ایجاد کرنے والا۔ شروع کرنے والا۔
اِبْدَاءٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُبَذِّرِيْنَ:۔ فضول خرچی کرنے والے۔ تَبْذِيْر
سے اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالت نصبی۔ واحد
مُبَذِّر۔ تَبْذِيْر کے اصل معنی "زمین میں دانے
بکھیرنا" ہیں اور مجازاً مطلق بکھیرنے کے
معنی میں آتا ہے۔

اصطلاح شریعت میں تَبْذِيْر کے معنی یہ ہیں
کہ معاصی اور لغویات میں خرچ کیا جائے یا مباحات
بلکہ واجبات میں ضرورت سے زیادہ اتنا خرچ کر دیا
جائے کہ آئندہ اہل حق کے حقوق کے فوت ہونے
کا سبب بنے اور ارتکاب حرام کا موجب ہو۔
قرآن کریم میں سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا
ہے وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَ
ابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ
كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ
لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا (اور تم قرابت والوں کو اُن
کا حق دو اور محتاج اور مسافر کو اُس کا حق
اور فضول مت اڑاؤ۔ درحقیقت فضول خرچی
کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان
اپنے رب کا ناشکرا ہے)

حافظ ابن کثیر اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں۔
مال خرچ کرنے کا حکم دینے کے بعد اب اسراف
سے منع فرمایا اور میانہ روی اور اعتدال کا حکم دیا
گیا جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا:۔

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ
يَقْتُرُوْا (اور وہ لوگ جو خرچ کرنے پر آتے
ہیں تو اس میں نہ زیادتی کرتے ہیں نہ تنگی)

بخاری کی حدیث ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے:۔ خیر الصدقة ما کان عن
ظہر غنی وابدأ بمن تعول (بہترین صدقہ
وہ ہے جس کے بعد غنیٰ باقی رہے اور مال خرچ
کرنے میں جن کا نفقہ تم پر واجب ہے ان کو مقدم کرو)

حاصل یہ ہے کہ مال اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس کی
قدر کرنی چاہیے۔ نہ اسے غلط موقعوں پر صرف کرنا
چاہیے اور نہ اسے ضرورت سے زائد خرچ کرنا چاہیے
بے محل صرف کرنا یا محل پر صرف کرنا مگر ضرورت سے زائد

صرف کرنا. دونوں صورتیں تبذیر میں داخل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری ہے اس ناشکری کا ارتکاب کرکے آدمی شیطان کی برادری کا فرد بن جاتا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرتابی کرکے اس کے انعام واکرام کی ناشکری کی۔

رہیں صحابہ کرام اور دیگر فدایان دین کی وہ قربانیاں کہ انہوں نے اپنی جان اور مال و دولت اور گھر بار سب کچھ لٹا دیا اور اپنے لئے ایک ذرہ باقی نہ رکھا تو یہ ایسے پاک نہاد اور نیک نفس بزرگوں ہی کی شان تھی جنہوں نے اپنے آپ کو راہ خدا میں مٹا دیا تھا اور دنیا کی کوئی تکلیف ان کے نفوس مطمئنہ کی سکینت و طمانینت میں خلل نہیں ڈال سکتی تھی. یعنی یہ درجہ اصحاب عزیمت کا ہے عام حالات میں عام لوگوں سے یہ مطالبہ شریعت کا نہیں. چنانچہ امام بخاریؒ نے لَاصَدَقَةَ اِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًی کو ترجمۃ الباب قرار دیتے ہوئے اس میں سے اس صورت کو مستثنیٰ کیا ہے کہ اَنْ يَكُوْنَ مَعْرُوْفًا بِالصَّبْرِ فيؤثر على نفسه ولو كان بخصاصة كفعل ابي بكر حين تصدق بماله۔ (صدقہ کرنے والا صبر میں معروف ہو اور وہ باوجود حاجت کے دوسروں کی ضرورت کو مقدم رکھے جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنا تمام مال راہ خدا میں دیدیا) بخاری ج۱ ص۱۹۲)

مُتَبَرَّءُوْنَ :۔ پاک دامان تَبَرُّءٌ سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مُتَبَرَّءٌ

مُبْرِمُوْنَ :۔ پختہ کرنے والے ٹھیرانے اور طے کرنے والے (اِبْرَام سے اسم فاعل جمع مذکر. واحد مُبْرِمٌ۔

مَبْسُوْطَتَانِ :۔ کھلے ہوئے. کشادہ. بَسْط سے اسم مفعول تثنیہ مؤنث۔ واحد مَبْسُوْطَةٌ

مُبَشِّرٌ :۔ خوشخبری دینے والا تَبْشِیْر سے اسم فاعل واحد مذکر اس کا اصل ماخذ بَشَرَة ہے جس کے معنی ہیں کھال کی بالائی سطح. اور اندرونی سطح کو "اَدَمَة" کہتے ہیں۔ انسان کو "بشر" اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اسکی کھال ظاہر ہوتی ہے یعنی دوسرے حیوانات کیطرح اون یا بالوں میں چھپی ہوئی نہیں ہوتی. اسی سے بِشَارَة اور بُشْرٰی بمعنے مژدہ و خوشخبری ماخوذ ہے کیونکہ دل خوش کن خبر سننے سے انسان کے جسم میں خون کا دوران ہوتا ہے اور خصوصیت کے ساتھ اس کا اثر چہرہ پر پڑتا ہے اور چہرہ کی جلد چمکنے لگتی ہے پس بَشَّرْتُ زَيْدًا کے معنی ہوئے میں نے زید کو ایسی خوشی کی خبر سنائی جسکے سننے سے اس کے چہرہ کی کھال چمک گئی۔

(ملخص از مفردات)

مُبَشِّرَاتٌ :۔ خوشخبری دینے والیاں. تَبْشِیْر

سے اسم فاعل جمع مؤنث، واحد مُبَشِّرَۃٌ

مُبَشِّرِیْنَ :۔ خوشخبری دینے والے۔ تَبْشِیْر سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد مُبَشِّرٌ۔

مُبْصِرٌ :۔ دیکھنے والا۔ روشنی والا۔ اِبْصَار سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُبْصِرَۃٌ :۔ روشن۔ واضح۔ دکھانے والی۔ اِبْصَار سے اسم فاعل واحد مؤنث اِبْصَار لازم اور متعدی دونوں طرح آتا ہے۔

مُبْصِرُوْنَ :۔ دیکھنے والے۔ اِبْصَار سے اسم فاعل جمع مذکر۔

مُبْطِلُوْنَ :۔ بے حقیقت بات کرنے والے۔ حق کو مٹانے والے۔ اِبْطَال سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُبْطِلٌ۔

مُبْعَدُوْنَ :۔ دور کئے ہوئے۔ اِبْعَاد سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مُبْعَدٌ۔

مَبْعُوْثُوْنَ :۔ اٹھائے ہوئے۔ زندہ کئے ہوئے بَعْث سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مَبْعُوْث۔ دیکھو قِیَامَۃ۔

مُبْلِسُوْنَ :۔ بہت زیادہ رنجیدہ ہونیوالے۔ آس توڑنے والے۔ اِبْلَاس سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُبْلِسٌ۔

مَبْلَغٌ :۔ پہنچنا۔ پہنچنے کی جگہ۔ بُلُوْغ سے مصدر میمی و اسم ظرف۔

مُبَوَّءٍ :۔ ٹھکانا دینا۔ ٹھکانا۔ تَبْوِئَۃ سے مصدر میمی و اسم ظرف۔

مُبِیْنٌ :۔ کھلا ہوا۔ ظاہر۔ ظاہر کرنے والا۔ اِبَانَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُبَیِّنَات :۔ تفصیل کرنے والی۔ بہت زیادہ روشن نشانیاں۔ تَبْیِیْن سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد مُبَیِّنَۃ۔

مِتَّ :۔ تو مرا۔ مَوْت سے ماضی واحد مذکر حاضر

مِتُّ :۔ میں مرگیا۔ مَوْت سے ماضی واحد متکلم۔

مَتٰی :۔ کب (اسم ظرف)

مَتَاب :۔ پھرنے کی جگہ۔ توبہ کرنا۔ لوٹنا۔ تَوْب سے اسم ظرف و مصدر میمی (دیکھو تَوْبَۃ)

مَتَاع :۔ پونجی۔ اسباب خانہ۔ جمع اَمْتِعَۃ۔ بہرہ مند ہونا۔ کلام کے وزن پر باب تفعیل سے مصدر۔

مُتَبَّرٌ :۔ ہلاک کیا ہوا۔ تَتْبِیْر سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُتَبَرِّجَات :۔ آراستہ ہونیوالی عورتیں۔ اپنی زیبائش اور سنگھار ظاہر کرنیوالی عورتیں۔ تَبَرُّج سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ امام راغبؒ لکھتے ہیں۔ ثَوْبٌ مُبَرَّجٌ کے معنی ہیں منقش و نگارین کپڑا جس میں برج بنا

وغیرہ کے نقوش بنے ہوئے ہوں۔ اسی سے تبرجہ ماخوذ ہو جس کے معنی ہوئے "عورت کا اظہار حسن کرنا"

قاموس میں ہے تبرجت المرءۃ۔ اظہرت زینتہا للرجال، عورت نے اپنا سنگار مردوں پر ظاہر کیا۔

عورت کو اللہ تعالیٰ نے حسین و جمیل بنایا ہے اس کے اعضا میں ایک مقناطیسی کشش رکھی ہے جو مرد کو اپنی طرف کھینچتی ہے یہ کشش ازدواجی تعلقات کی بہتری و شگفتگی میں بڑی معاون ہے مگر اسے اگر بے محل استعمال کیا جائے تو دنیا کا سب سے بڑا فتنہ بھی یہی ہے۔

اسی فتنے کے سد باب کیلئے اسلام نے تبرجہ یعنی حسن و کسبی زینت کے غیر مردوں پر اظہار کو ممنوع قرار دیا اور اسے زمانہ جاہلیت کا شیطانی فعل قرار دیا ہے اور عورت کو حکم دیا ہے کہ وہ چراغ خانہ بن کر اپنے شوہر کے قلب کا سکون اور گھر کی زینت اور راحت کا سامان بنے، شمع محفل بن کر خلائق و معاشرہ کو تباہ کرنے کی کوشش نہ کرے۔ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ (اور تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور پچھلے جاہلیت کے زمانہ کی طرح اپنے حسن و آرائش کی نمائش کرتی نہ پھرو۔)

نماز با جماعت میں شرکت سے زیادہ کیا چیز اہم ہو سکتی ہے مگر خود عہد رسالت میں جو باتفاق امت خیر القرون تھا عورتوں کو جماعت میں شریک ہونے کی ترغیب نہیں دی گئی۔ اور فرمایا گیا:۔

صلوٰۃ المرأۃ فی بیتہا افضل من صلاتہا فی حجرتہا و صلاتہا فی مخدعہا افضل من صلاتہا فی بیتہا (عورت کی نماز گھر کے اندرونی حصہ میں افضل ہے بیرونی حصہ میں نماز پڑھنے سے اور کوٹھری میں افضل ہے اندرونی حصہ میں نماز پڑھنے سے (ابوداؤد ص۸۴)

نیز ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا:۔

نماز با جماعت میں مردوں کی صفوں میں افضل سب سے اگلی صف ہے اور بدتر پچھلی، اور عورتوں کی صفوں میں افضل سب سے پچھلی اور بدتر اگلی۔ (ترمذی ج۳)

تاہم جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عہد مبارک میں کہ تقوی و طہارت اور خیر و برکت کے لحاظ سے مثالی عہد تھا، عورتوں کو جماعت میں حاضر ہونے کی ممانعت نہیں فرمائی۔ مگر وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ ہی عرصہ بعد، جب دائرہ اسلام کی وسعت و دیگر ممالک کی فتوحات کے باعث ہر قسم کے لوگ مساجد میں آنے لگے اور عورتوں میں بھی تہذیب

تمدن کے شائستہ زوال ہونے لگے تو خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔
لَوْ اَدْرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا اَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي اِسْرَائِيْلَ۔ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے اس زمانہ کے حالات کو دیکھتے تو انہیں اسی طرح مسجدوں میں آنے سے منع فرما دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا تھا (ابوداؤد ص ۸۴) چنانچہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے اپنے عہد خلافت میں عورتوں کو تمام دینی اجتماعات میں شریک ہونے سے روک دیا۔

بہرحال اسلام کا منشا یہ ہے کہ عورتوں اور مردوں کے اختلاط کو روکا جائے اور عورت کی نمائش حسن و زیبائش سے معاشرہ میں جن مفاسد کا دروازہ کھلتا ہے اس کو بند کیا جائے۔

قرآن کریم میں اس سلسلہ میں جو احکام ملتے ہیں وہ یہ ہیں:۔

(۱) وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ (اور مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اور اپنی ستر کی حفاظت کریں اور اپنی زینت و زیبائش غیر محرم مردوں پر ظاہر نہ کریں بجز اس قدر کے جس کا ظہور ناگزیر ہے اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈال لیں (النور ع ۴)

(۲) يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ (اے نبی کہہ دیجئے اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مومنین کی عورتوں سے کہ بدن ڈھانپنے کے ساتھ چادر کا کچھ حصہ اپنے چہرے پر گھونگھٹ کے طور پر بھی لٹکا لیا کریں اس طرح وہ بآسانی پہچانی جائیں گی کہ مومن عورتیں ہیں اور بدقماش لوگوں کی چھیڑ چھاڑ سے محفوظ رہیں گی) (الاحزاب ع ۷)

(۳) وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ۔ (اور وہ بوڑھی عورتیں جن کو نکاح میں آنے کی امید نہ رہی ہو اس میں ان کو گناہ نہیں کہ وہ اپنے کپڑے جدا کر دیں بشرطیکہ زیبائش کا اظہار نہ ہو اور اس میں بھی احتیاط برتیں تو ان کے لئے زیادہ اچھا ہے) (النور ع ۸)

(۴) وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ

مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ
وَقُلُوْبِهِنَّ (اور جب تم کو پیغمبر کی بیبیوں سے کوئی
چیز مانگنی ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو یہ بات تمہارے
اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے زیادہ مناسب ہے
(احزاب ع ۷) آیت ۳۱ میں اگر زینۃ کو سجاوٹ
اور خارجی زیبائش کے لئے عام قرار دیا جائے
اور اسمیں زیور اور مہندی کاجل وغیرہ کیساتھ وہ
اعضاء بھی داخل قرار دیئے جائیں جنکا ان سے
تعلق ہے اور الا ما ظہر منہا سے چہرہ اور ہتھیلیاں
جیسا کہ بروایت سعید بن جبیر حضرت ابن عباس سے
منقول ہے اور پاؤں جیسا کہ بعض فقہاء کا قیاس
ہے مراد لئے جائیں تو آیت کا مطلب ہوتا ہے کہ اگر
عورتوں کو دینی و دنیوی ضروریات مجبور کرتی ہوں تو آداب
عصمت وعفت اور شروط شرم وحیا کا پورا پورا لحاظ رکھتے
ہوئے اس کی اجازت ہے کہ وہ حسب ضرورت ہاتھ پاؤں
اور چہرہ اور وہ سنگار جو ان سے متعلق ہے مثلاً انگوٹھی چھلا
یا مہندی غیر محرم مردوں کے سامنے ظاہر کرسکتی ہیں۔
کیونکہ اگر ان کو چھپانے کا حکم دیا جائے تو عورتوں کیلئے
کاروبار اور ضروریات میں سخت تنگی اور پریشانی پیش آتی
خصوصاً ان عورتوں کو جن کے مرد مزدوری وغیرہ ضروریات
کے لئے صبح ہی نکل جاتے اور شام ہوتے واپس آتے
ہیں لیکن اگر ما ظہر منہا سے صرف اوپر کے کپڑوں
کے اوپر کی چادر یا کپڑوں کے باہر نکلتے ہوئے کنارے جنکا
چھپانا مشکل ہے مراد لئے جائیں جیسا کہ ابن مسعود
کا قول ہے یا انگوٹھی اور پازیب مراد لئے جائیں جیسا
کہ امام زہریؒ کی تفسیر ہے تو چہرہ اور ہاتھ پاؤں
کھولنے کی یہ اجازت بھی باقی نہیں رہتی (ابن کثیر تفسیر)
مگر یہ اجازت بھی اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ
فتنہ کا اندیشہ نہ ہو لیکن اگر فتنہ کا اندیشہ ہو شدہ معاشرہ
اسقدر پست ہو چکا ہو کہ اہل عصمت وعفت کی حفاظت
کو کوئی اہمیت نہ دی جاتی ہو اور بدمعاش و بدقماش لوگ
آزاد و بے مہار ہوں یا ملک غیر مسلموں کا ہو اور وہاں مسلمانوں
کی عزت وحرمت کی ضمانت کا معقول انتظام نہ ہو تو
ایسی صورت میں چہرہ اور ہاتھ پاؤں کھول کر نکلنے کی
بھی اجازت نہیں بلکہ ضرورت کیوقت نکلتے ہیں، اچھی
طرح ملفوف ہو کر لمبی چادر میں لپٹ کر جس کا کچھ حصہ
گھونگھٹ کے طور پر منہ کے آگے لٹکا ہوا ہو باہر نکلا
جائے جیسا کہ آیت ۵۹ میں ہدایت فرمائی گئی ہے اس
آیت کے شان نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ مدنی زندگی
کے ابتدائی زمانہ میں جبکہ مسلمانوں کو وہاں مکمل اقتدار حاصل
نہیں ہوا تھا مسلمان عورتیں ضروریات کے لئے باہر نکلتیں
تو منافق ان سے چھیڑ چھاڑ کرتے جب ان سے باز
پرس کی جاتی تو کہہ دیتے کہ ہم نے لونڈی باندی سمجھا تھا
یہ نہیں معلوم تھا کہ کوئی شریف مسلمان عورت ہے اسپر
اس آیت میں حکم دیا گیا کہ مسلمان عورتیں باہر نکلیں تو وہ
اپنی چادروں میں اچھی طرح لپٹ کر اور گھونگھٹ

نکال کر نکلا کریں تاکہ منافقوں کو کسی بہانہ سازی کا
موقع نہ رہے۔ اور انہیں بدنگاہی کی ترغیب نہ ہو۔
البتہ وہ عورتیں جو عمر کی اس منزل سے گزر چکی ہوں جہاں
مرد کا اس کی طرف میلان ہوتا ہے تو انکے لئے گھر میں
یہ اجازت برقرار ہے کہ وہ اپنے زائد کپڑے جنسے جسم چھپا
رہتا ہے علیحدہ کر دیں اور اپنی ضروریات پوری کرنے کے
لئے چہرہ، اور ہاتھ پاؤں کو کھول کر باہر نکل جائیں۔
مگر شرط یہ ہے کہ وہ بھی ان اعضاء کے علاوہ دوسرے
مواقع زینت اعضاء کی آرائش و زیبائش کا اظہار نہ
کریں کہ یہ غیر محرم ہیں اور شرم و حیا در حقیقت
ان کا جوہر و زیور ہے۔ اور اسی لئے بہتر ہے کہ اگرچہ انہیں
رخصت دی گئی ہے اس سے فائدہ اٹھانے میں بھی
احتیاط وہ پرہیز کریں۔ آیت ۶۰ کا مفہوم یہی ہے
یہ احکام تو اس صورت میں تھے کہ عورتوں کو ضرورت
مجبور کرے تو وہ باہر نکلیں۔ لیکن اگر یہ ضرورت نہ ہو
تو پھر حکم رب ہے کہ وَقَرْنَ فِی بُیُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ
تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَ
آتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔
(اور اپنے گھروں کی چہار دیواری میں بیٹھی رہو اور
زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگار دکھاتی نہ پھرو نماز
پڑھو زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی
اطاعت میں سرگرم رہو۔) (الاحزاب ع ۴)
وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن
وَّرَاءِ حِجَابٍ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ
وَقُلُوبِهِنَّ۔ (اور اے مسلمانو! جب تم کو پیغمبر
کی بیبیوں سے کوئی چیز مانگنی ہو تو پردہ کے پیچھے سے
مانگو۔ یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے
لئے زیادہ مناسب ہے) (الاحزاب ع ۷)
یہ شبہ نہ ہو کہ یہ دونوں آیتیں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کیلئے اتری تھیں پھر عام
مسلمان عورتوں پر اس حکم کا اطلاق کیوں کیا جاتا
ہے۔ اسلئے کہ دونوں آیتوں میں اس حکم حجاب کا
مقصد طہارت قلب، پاکیزگی اخلاق و رفعت جسم
قرار دیا گیا ہے اور یہ ایک ایسی صفت ہے جو ہر ایک سے
مطلوب و محبوب ہے، وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ۔
کچھ ازواج مطہرات کے ساتھ خاص نہیں نیز
ازواج مطہرات تو بہر حال امت کی مائیں تھیں
ان سے نکاح کرنا حرام قرار دیا گیا تھا اور انکے متعلق
ادنیٰ بدنیتی رسول اللہ کی شان میں گستاخی اور اللہ کی
سخت نافرمانی تھی۔ پھر جب ان سے اسقدر احتیاط
کا حکم دیا گیا تو عام عورتوں سے اختلاط میں یہ احتیاط
بدرجہ اولیٰ ہوگی۔

واللہ اعلم وعلمہ اکمل واتم

مُتَّبَعُونَ:۔ مقتدا لوگ، جنکی پیروی کیجائے
اِتِّبَاع سے اسم مفعول جمع مذکر واحد مُتَّبَع

مُتَتَابِعَيْنِ:۔ پے در پے، لگاتار تَتَابُع سے

اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری واحد مُتَشَابِہ

مُتَجَاوِرَات:۔ ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی سے اسم فاعل جمع مونث۔ واحد مُتَجَاوِرَۃٌ

مُتَجَانِفٌ:۔ مائل ہونے والا تَجَانُفٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُتَحَرِّف:۔ کترانے والا، ہنر کرنے والا۔ تَحَرُّف سے اسم فاعل واحد مذکر۔ بمعنی اول حرف بمعنی کنارہ اور بمعنی ثانی حرفۃ بمعنی ہنر و پیشہ سے ماخوذ ہے

قال اللہ تعالیٰ۔ وَمَنْ یُّوَلِّھِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَہٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَۃٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَمَاْوٰىہُ جَہَنَّمُ۔

(الانفال) یعنی جنگ کے دن جو مسلمان کافروں کے مقابلہ سے منہ پھیرے گا تو وہ اللہ کے عذاب کا مستحق ہو گیا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے البتہ دو شخص غضب الٰہی سے مستثنیٰ ہیں ایک وہ جو دشمن کو دھوکا دینے کیواسطے مقابلہ سے کترائے اور بظاہر پیچھے ہٹے تاکہ جب دشمن اس کا تعاقب کرے تو وہ اچانک پلٹ کر اسے جہنم رسید کرے اور دوسرے وہ شخص یا گروہ جو دوسرے مجاہدین سے جنہیں دشمنوں کے ہجوم کیوجہ سے کمک کی زیادہ ضرورت ہو اپنے مقابل تعداد سے بظاہر پسپائی اختیار کر کے جا ملنا چاہتا ہو۔

آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ میدان جہاد سے جان کے خوف کیوجہ سے بھاگ نکلنا شدید جرم اور گناہ کبیرہ ہے لہٰذا میدان میں بھی اسکی تصریح آئی ہے۔ یہ اسوقت ہے جب کہ مجاہدین اور کافرین میں ایک اور دو کی نسبت ہو یا دونوں مساوی ہوں مثلاً مسلمان سو ہوں تو انکے مقابلہ میں کفار دو سو سے کم ہوں۔ لیکن اگر کفار کی تعداد دو سو یا اس سے متجاوز ہو تو انکے مقابلہ سے سو مسلمانوں کا پسپا ہونا مستوجب غضب و عذاب نہیں ہے۔ اگرچہ عزیمت اب بھی اسی میں ہے کہ پسپا نہ ہوں (تفسیر المنار ملخصاً)

مُتَحَیِّز:۔ جگہ لینے والا، منتقل ہونے والا۔ تَحَیُّزٌ سے اسم فاعل واحد مذکر تَحَیُّزٌ کے معنی ہیں ایک جگہ سے دوسرے مقام کیطرف منتقل ہونا۔ بعض اوقات منضم ہونا آملنا۔ اس کا ماخذ حَیِّز بمعنی مقام ہے (المنار)

مُتَّخِذٌ:۔ اختیار کرنے والا۔ اِتِّخَاذ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُتَّخِذَات:۔ اختیار کرنے والیاں اِتِّخَاذ سے اسم فاعل جمع مونث۔ واحد مُتَّخِذَۃ۔

مُتَرَاکِب:۔ ایک پر ایک چڑھا ہوا۔ تَرَاکُب سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مَتْرَبَۃ:۔ محتاجی، مفلسی، ذلت، فقر و فاقہ اس کا ماخذ تُرَاب بمعنی خاک ہے چونکہ افلاس آدمی کو خاک کی طرح پامال کر دیتا اور اسے ہر آرام و آسائش سے محروم کر کے مرغ بسمل کی طرح خاک پر تڑپاتا ہے اسلئے فقر و افلاس کو مَتْرَبَۃ کہا گیا ہے۔

آنکہ شیر ان را کند روبہ مزاج ؛ احتیاج است احتیاج است احتیاج

مُتَرَبِّصٌ: انتظار کرنے والا۔ تَرَبُّص سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُتَرَبِّصُوْنَ، مُتَرَبِّصِيْنَ: انتظار کرنے والے۔ مُتَرَبِّص کی جمع اول بحالت رفعی اور ثانی بحالت نصبی وجری۔

مُتَرَدِّيَةٌ: گر کر ہلاک ہونے والی۔ وہ جانور جو اوپر سے گر کر ہلاک ہو جائے تَرَدِّی سے اسم فاعل واحد مؤنث، اس کا ماخذ رَدٰی بمعنی ہلاکت ہے۔ (مفردات)

مُتْرَفُوْا: آسودہ حال لوگ اِتْرَاف سے اسم مفعول جمع مذکر۔ اصل میں مُتْرَفُوْنَ تھا اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔ واحد مُتْرَفٌ۔

مُتْرَفِيْنَ: سرمایہ دار، نازپروردہ، آسودہ حال لوگ اِتْرَاف سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد مُتْرَفٌ۔

مُتَشَابِہٌ: باہم ملتا جلتا، ایک دوسرے کی مانند تَشَابُہ سے اسم فاعل واحد مذکر۔ قرآن کریم میں ثمرات جنت کے متعلق۔ وَاُتُوْا بِہٖ مُتَشَابِهًا فرمایا ہے (البقرہ) اہل جنت کے حضور جنت کا رزق (ثمرات) ملتا جلتا لایا جائیگا (یعنی جیسے میوے اور پھل وہ جنت میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلی مرتبہ تناول کرینگے، صورت و شکل کے اعتبار سے ہمیشہ انہیں اسی قسم کے رزق سے نوازا جاتا رہیگا مگر مزہ اور کیفیت ہر مرتبہ بالکل الگ اور جدا ہوگی اور یہ چیز جس قدر حصول فرحت و انبساط کا باعث ہوگی ظاہر ہے نیز تمام قرآن کریم کو بھی مُتَشَابِہ بتلایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا۔ (الزمر)

(خداوند تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا وہ کتاب جسکے مضامین فصاحت و بلاغت، صحت و معقولیت اور ہدایت و صداقت میں یکساں اور ملتے جلتے ہیں) یعنی امور بالا میں کوئی آیت دوسری آیت سے فروتر نہیں ہے

مُتَشَابِهَاتٌ: تَشَابُہ سے اسم فاعل جمع مؤنث آل عمران کے شروع میں ہے هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ۔ آیۂ کریمہ میں آیات قرآنیہ کی دو قسمیں کی گئی ہیں۔ ایک محکمات، دوسرے متشابہات۔ "مُحْكَمٰتٌ" سے مراد وہ آیات قرآنیہ ہیں جن کی تفسیر لفظاً و معنیً آسان ہو یعنی اُن کے معنی مراد بہ آسانی متعین ہو جائیں۔ اس کے مقابلہ میں آیات "مُتَشٰبِهٰتٌ" ہیں یعنی وہ آیتیں جن کی تفسیر مشکل ہو اور آسانی سے ان کے معنے مراد متعین نہ کئے جائیں۔ آیات قرآنیہ اصولاً انہیں دو قسموں پر منقسم ہیں۔ پھر مُتَشَابِہ کی تین قسمیں ہیں (۱) مُتَشَابِہ لفظ۔ یعنی جسمیں اشکال و تشابہ کا منشاء صرف الفاظ ہوں

جیسے وَفَاكِهَةً وَّاَبًّا (ہم نے زمین میں تمہارے لئے میوہ اور گھاس اُگائی) پس جن لوگوں کو لفظ اَبّ کے معنی معلوم نہیں ہیں ان کے حق میں یہ متشابہ ہے اور علم کے بعد تشابہ بھی زائل ہو جائیگا

یا نظم کلام میں تقدیم و تاخیر تشابہ کا منشاء ہو جیسے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا قَیِّمًا۔

کہ اس کی اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتَابَ قَیِّمًا ہے۔ یعنی ترکیب نحوی کے اعتبار سے قَیِّمًا الکتاب سے حال واقع ہے۔ مگر حال و ذو الحال میں فاصلہ ہو جانے کی وجہ سے جو شخص قَیِّمًا کا جوڑ عِوَجًا کے ساتھ لگانا چاہیے گا ظاہر ہے کہ وہ صحیح معنے نہیں سمجھ سکتا۔ آیت مذکورہ کا ترجمہ یہ ہے کہ تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب نازل فرمائی جو راہ راست پر قائم رکھنے والی ہے (قَیِّمًا) اور اس میں اللہ نے کوئی کجی نہیں رکھی۔

(۲) مُتَشَابِه معنیً۔ وہ آیت ہے جس کا مدلول الفاظ ایسی معانی پر مشتمل ہو جو ہمارے حواس کی گرفت سے بالاتر ہوں۔ جیسے آخرت و قیامت کے واردات جنت و دوزخ کے ثواب و عذاب کے بیانات

(۳) مُتَشَابِه لفظاً و معنیً جیسے اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ (الصلوٰۃ کو قائم کرو) کہ جب تک الصلوٰۃ کے شرعی اصطلاحی معنے اور اس کی ضروری تفصیل معلوم نہ ہوگی اس کا مطلب سمجھ میں نہ آئے گا (ملخص از مفردات)

اس تفصیل سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن کریم میں مُتَشَابِهَات سے مراد وہ مُتَشَابِه نہیں جو علماء اصول کی ایک خاص اصطلاح ہے یعنی جس کی مراد کسی طرح سمجھی ہی نہ جا سکے۔

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فوائد میں رقمطراز ہیں :-

قرآن کریم بلکہ تمام کتب الٰہیہ میں دو قسم کی آیات پائی جاتی ہیں۔ ایک وہ کہ جن کی مراد معلوم و متعین ہو خواہ اس لئے کہ لغت و ترکیب وغیرہ کے لحاظ سے الفاظ میں کوئی ابہام و اجمال نہیں نہ عبارت کئی معنی کا احتمال رکھتی ہے، نہ جو مدلول سمجھا گیا وہ عام قواعد مسلمہ کے مخالف ہے، اور یا اس لئے کہ عبارت و الفاظ میں گو لغۃً کئی معنی کا احتمال ہو سکتا تھا لیکن شارع کی نصوص مستفیضہ یا اجماع معلوم، یا مذہب کے عام اصول مسلمہ سے قطعاً متعین ہو چکا کہ متکلم کی مراد وہ معنی نہیں، یہ سب ایسی آیات کو محکمات کہتے ہیں۔ اور فی الحقیقت کتاب کی ساری تعلیمات کی جڑ اور اصل اصول یہی آیات ہوتی ہیں، دوسری قسم آیات کی مُتَشَابِهَات کہلاتی ہے یعنی جن کی مراد معلوم و متعین کرنے میں کچھ اشتباہ و التباس واقع ہو جائے صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس دوسری قسم کی آیا

کو پہلی قسم کی آیات کیطرف راجع کرکے دیکھنا چاہیئے جو معنی اسکے خلاف پڑیں انکی قطعاً نفی کیجائے اور متکلم کی مراد وہ بھی سمجھی جائے جو آیات محکمات کے مخالف نہو اگر باوجود سعی بلیغ کے متکلم کی مراد کی پوری پوری تعیین نہ کرسکیں تو دعویٰ ہمہ دانی کرکے ٹھوکر کھاتے نہ پھرنا چاہیئے جہاں تک علم اور قصور استعداد کیوجہ سے بہت سے حقائق پر ہم دسترس نہیں پاسکتے اس کو بھی اس فہرست میں شامل کرلیں۔ زبان سے ایسی تاویلات اور تعبیر نہ کریں جو مذہب کے اصول مسلمہ اور آیات محکمہ کے خلاف ہوں۔

انتہی بلفظہ (فوائد علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ)

مُتَشَاکِسُوْن :- بد خلق، مخالفت کرنے والے، ضدی۔ تَشَاکُس سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُتَشَاکِس

مُتَصَدِّع :- پراگندہ ہوجانے والا، ٹکڑے ٹکڑے ہوجانے والا۔ تَصَدُّع سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُتَصَدِّقَات :- خیرات کرنے والیاں۔ تَصَدُّق سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد مُتَصَدِّقَة۔ دیکھو صَدَقَة۔

مُتَصَدِّقِیْن :- خیرات کرنے والے۔ تَصَدُّق سے اسم فاعل جمع مذکر حالت نصبی و جری۔ واحد مُتَصَدِّق۔

مُتَطَهِّرِیْن :- بہت پاک صاف رہنے والے۔ تَطَهُّر سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُتَطَهِّر۔ تَطَهُّر کے معنی طہارت میں مبالغہ کرنے کے ہیں اور طہارت نفسانی بھی ہوسکتی ہے اور جسمانی بھی لہٰذا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ کے معنی یہ ہوں گے کہ "اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اللہ کی طرف بہت رجوع ہونے والے ہیں۔ جو جسمانی پاکیزگی کا خیال رکھتے ہیں مثلاً حالت حیض میں صحبت نہیں کرتے اور اخلاق پاکیزگی بھی انہیں ملحوظ رہتی ہے مثلاً زنا و لواطت وغیرہ کا ارتکاب نہیں کرتے"

مُتَعَالِ :- بلند و برتر۔ تَعَالِیْ سے اسم فاعل واحد مذکر

مُتِّعْتُ :- میں نے بہرہ مند کیا، فائدہ پہنچایا۔ تَمْتِیْع سے ماضی واحد متکلم۔

مُتَعَمِّدًا :- قصداً، جان بوجھ کر، ارادہ کرکے۔ تَعَمُّد سے اسم فاعل واحد مذکر۔ تَعَمُّد کہتے ہیں کسی کام کو نیت اور ارادہ کیساتھ عمل میں لانا۔ سہو کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے

مَتَّعْنَا :- ہم نے بہرہ مند کیا، ہم نے فائدہ پہنچایا۔ تَمْتِیْع سے ماضی جمع متکلم۔

مَتِّعُوْهُنَّ :- تم انہیں کچھ دو۔ تَمْتِیْع سے امر جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب منصوب۔ یہاں مُتْعَۃ طلاق کا ذکر ہے یعنی وہ نقد سامان یا جوڑا جو مہر کے علاوہ مطلقہ عورت کو شوہر عطا کرے۔ اسکی کوئی مقدار شریعت نے متعین نہیں کی بلکہ شوہر کی حیثیت پر چھوڑ دیا ہے۔ مالدار اپنی وسعت کے مطابق اور غریب اپنی حیثیت کے موافق ادا کرے۔ جمہور کے نزدیک اس مطلقہ کیلئے متعہ طلاق واجب ہے جسکا عقد نکاح میں کوئی مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور ہاتھ لگانے سے پہلے ہی شوہر نے اسے طلاق دیدی ہو۔ اور بقیہ مطلقات کیلئے مستحب ہے۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور دیگر صحابہ و فقہاء کے نزدیک مستحب ہے۔ عمر ابن عمر، ابن عباس، حسن بصری رضی اللہ عنہم اور بعض دیگر علماء کے نزدیک ہر مطلقہ کیلئے

قرآنِ کریم میں سورۂ البقرہ رکوع ۳۰ میں فرمایا گیا ہے: لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ ط تمہارے لئے جائز ہے کہ تم بیوی کو چھونے اور مہر مقرر کرنے سے پیشتر ہی طلاق دیدو۔ اور اس صورت میں مسلمانو! ان مطلقات کو مُتعہ یعنی کچھ عطا کرو۔ یہ تمہاری حیثیت پر موقوف ہے۔ (البقرہ ۱۲)

مُتَفَرِّقَۃٌ:۔ جُدا جُدا۔ تَفَرُّق سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

مُتَفَرِّقُوْنَ:۔ جُدا جُدا بہت سے۔ تَفَرُّق سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُتَفَرِّق۔

مُتَقَابِلِيْنَ:۔ آمنے سامنے۔ تَقَابُل سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُتَقَابِل۔

مُتَقَلَّبٌ:۔ آمد و رفت کی جگہ، مقامِ بازگشت۔ تَقَلُّب سے اسم ظرف۔

مُتَّقُوْنَ۔ مُتَّقِيْنَ:۔ پرہیزگار لوگ۔ اِتِّقَاء سے اسم فاعل جمع مذکر۔ اول بحالت رفعی اور ثانی بحالت نصبی و جری۔ واحد مُتَّقِی۔ (دیکھو تقویٰ)

مُتَّكَأٌ:۔ تکیہ لگانے کی جگہ، مسند۔ اِتِّكَاء سے اسم ظرف۔

مُتَّكِئُوْنَ۔ مُتَّكِئِيْنَ:۔ تکیہ لگانے والے۔ اِتِّكَاء سے اسم فاعل جمع مذکر۔ اول بحالت رفعی اور ثانی بحالت نصبی و جری۔ واحد مُتَّكِی۔

مُتَكَبِّرٌ:۔ بزرگ، بڑائی جتلانے والا۔ اللہ تعالیٰ کا اسم صفت۔ تَكَبُّر سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُتَكَبِّرِيْنَ:۔ تکبر کرنے والے۔ تَكَبُّر سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُتَكَبِّر۔

مُتَكَلِّفِيْنَ:۔ بناوٹ کرنے والے۔ تَكَلُّف سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُتَكَلِّف۔ كُلْفَة کے معنی ہیں محنت و مشقت کے۔ اور تَكَلُّف کہتے ہیں کسی کام کو محنت و مشقت برداشت کرکے انجام دینا۔ چونکہ بناوٹی بات میں بھی مشقت برداشت کرکے اصل حقیقت کو چھپانا پڑتا ہے اس لئے مُتَكَلِّف بناوٹ کرنے والے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔

مُتَلَقِّيَانِ:۔ دو ملنے والے۔ دو لینے والے۔ تَلَقِّي سے اسم فاعل تثنیہ مذکر۔ واحد مُتَلَقِّي۔ تَلَقِّي کے معنی ملنا اور ملاقات کرنا ہیں اور جب اس کا صلہ مِنْ آتا ہے تو کسی بات کو کسی سے سمجھ لینا اور حاصل کر لینا اس کے معنی ہیں جیسے تَلَقَّيْتُ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةَ مِنْهُ

ذٰلِکَ الْعِلْمَ (میں نے یہ مسئلہ اس عالم سے سیکھا ہے)۔
آیت کریمہ اِذْ یَتَلَقَّی الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ - میں اکثر مفسرین کے نزدیک الْمُتَلَقِّیٰنِ سے لکھنے والے دو فرشتے مراد ہیں جن میں سے ایک یعنی کاتب حسنات داہنی طرف اور دوسرا یعنی کاتب سیئات بائیں جانب رہتا ہے۔ اور اِذْ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ کے ساتھ متعلق ہے آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں (ہم انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں جبکہ دو فرشتے اعمالِ انسانی کو، لینے والے (اعمال کو) لیتے ہیں (یعنی نامۂ اعمال میں درج کرتے ہیں) ایک داہنی طرف (انسان کا) ہمنشین ہے اور ایک بائیں جانب۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس آیت کی تفسیر حدیث صحیح مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهٖ قَرِیْنُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَقَرِیْنُهٗ مِنَ الْمَلَائِكَةِ (رواہ مسلم عن ابن مسعودؓ) سے کی جائے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان پر ایک فرشتہ مقرر اور ایک شیطان مسلط ہے فرشتہ اس کے دل میں نیکی کا القاء کرتا ہے، اور شیطان برائی کا وسوسہ ڈالتا ہے۔ اس صورت میں تلقی بمعنے ملاقات ہوگا یعنی جبکہ انسان کے دل میں نیکی اور بدی کے جذبات میں کشمکش برپا ہوتی ہے۔ ایمان فطرت صحیحہ اور متنبہ فرشتہ کا ربانی الہام اسے نیکی پر برانگیختہ کرتا ہے اور اس کے برخلاف نفس امارہ اور شیطان اسے بدی پر ابھارتے اور نیکی سے ہٹاتے ہیں تو ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ ابن کثیرؒ کی تشریح میں اس طرف اشارہ موجود ہے۔

مُتِمّ :- پورا کرنے والا۔ اِتْمَام سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مِتُّمْ :- تم مرے۔ مَوْت سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

مِتْنَا :- ہم مر گئے۔ مَوْت سے ماضی جمع متکلم۔

مُتَنَافِسُوْنَ :- بڑھ چڑھ کر خواہش کرنے والے۔ تَنَافُس سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُتَنَافِس۔

مُتَوَسِّمِیْنَ :- اہل بصیرت۔ تاڑنے والے پہچان کرنے والے۔ تَوَسُّم سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت جری۔ واحد مُتَوَسِّم۔

مُتَوَفِّی :- پورا پورا لینے والا۔ قبض کرنے والا تَوَفِّی سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو تَوَفَّیْتَ)

مُتَوَكِّلُوْنَ بھروسہ کرنے والے۔ مُتَوَكِّل کی جمع۔
مُتَوَكِّلِیْنَ اول بحالت رفعی اور ثانی بحالت نصبی و جری (دیکھو تَوَكُّل)

مَتِیْنٌ :- سخت۔ مضبوط۔ مستحکم۔ مَتَانَة سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

مَثَانِي: بار بار ذکر کئے ہوئے مضامین و آیات۔ مَثَانِي۔ تَثْنِيَة (مکرر کرنا) یا ثَنَاء (تعریف) سے ماخوذ ہے۔ اس کا مفرد مَثْنَاة یا مُثْنِيَة ہے۔ سورۃ الزمر میں تمام قرآن کی صفت "مَثَانِي" ذکر فرمائی گئی ہے۔ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ (اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا یعنی وہ کتاب جو مُتَشَابِہ اور مَثَانِي ہے) اور یہ اس لئے کہ قرآن کریم میں اکثر مضامین و مباحث بہ تکرار واقع ہوئے ہیں اور پورا قرآن خداوند تعالیٰ کی ستائش پر مشتمل ہے۔ اور سورۃ الحجر کی آیت کریمہ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ (اے نبی ہم نے تم کو سات آیات یا سورتیں جو مثانی ہیں اور قرآن عظیم عطا فرمایا) میں "سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ" سے مراد کی تعیین میں دو قول مشہور ہیں (۱) اس سے قرآن کریم کی شروع کی سات بڑی بڑی سورتیں مراد ہیں۔ (۲) اس سے سورۂ فاتحہ مراد ہے جو سات آیات پر مشتمل ہے۔ اس لئے کہ یہ سورت ہر نماز میں دوہرائی جاتی اور خداوند تعالیٰ کی حمد و ثنا پر مشتمل ہے۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ان دونوں قولوں میں کوئی منافات نہیں کیونکہ کسی شے کی کوئی صفت ذکر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ صفت دوسری چیز میں نہ ہو۔

(ماخوذ از کشاف و ابن کثیر)

مَثْبُوْر: ہلاک کیا ہوا۔ ثَبُوْر سے اسم مفعول۔

مِثْقَال: ہم وزن، برابر۔ جمع مَثَاقِيْل۔

مُثْقَلَة: لدی ہوئی، [illegible]۔ اِثْقَال سے اسم مفعول [illegible]۔

مُثْقَلُوْن: گرانبار، [illegible]۔ اِثْقَال سے اسم مفعول [illegible]۔

مِثْل: مانند، مشابہ۔ جمع اَمْثَال۔

مَثَل: کہاوت، مثال، قصہ۔ جمع اَمْثَال۔

مُثْلٰى: بہترین، پسندیدہ۔ اَمْثَل کا مؤنث۔ اسم تفضیل [illegible]۔ جمع مُثُل۔

مَثُلَات: عبرت انگیز سزائیں۔ واحد مَثُلَة۔

مَثُلَة۔ ایسا عذاب و سزا [illegible] سے آدمی دوسروں کے لئے مثال بن جائے کہ اس کے انجام کو دیکھ کر لوگ [illegible] جرم [illegible] مختصر یہ کہ عبرت کی [illegible] ہے۔

مِثْلَيْ: دو مانند، دو مثل۔ مِثْل کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔ اصل میں مِثْلَيْنِ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

مَثْنٰى: دو، دو۔

مَثْوٰی :- ٹھکانا۔ منزل۔ ثَوَاءٌ سے اسم ظرف۔

مَثُوْبَۃٌ :- جزا۔ بدلہ۔ ثواب۔

مَجَالِسُ :- محفلیں۔ واحد مَجْلِسٌ۔ جُلُوْس سے اسم ظرف جمع۔

مُجَاهِدُوْنَ۔ مُجَاهِدِیْنَ :- جہاد کرنے والے۔ مُجَاهِد کی جمع۔ جِهَاد سے اسم فاعل جمع مذکر۔ اول بحالت رفعی و ثانی بحالت نصبی و جری۔ دیکھو مُجَاهِدُوْن۔

مُجْتَمِعُوْنَ :- جمع ہونے والے۔ اِجْتِمَاع سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُجْتَمِعٌ۔

مَجْذُوْذٌ :- کٹا ہوا۔ جَذٌّ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَجْرٰی :- بہنے کی جگہ۔ جَرَیَان سے اسم ظرف۔

مُجْرِمٌ :- گنہگار۔ اِجْرَام سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُجْرِمُوْنَ } گنہگار لوگ۔ مُجْرِم کی جمع اول
مُجْرِمِیْنَ } بحالت رفعی اور ثانی بحالت نصبی و جری۔

مَجْمَعٌ :- جمع ہونے کی جگہ۔ جمع ہونے کا وقت۔ جَمْعٌ سے اسم ظرف۔ مَجْمَعُ الْبَحْرَیْن وہ جگہ جہاں دو سمندروں کا اتصال ہوتا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت موسیٰ نے عرض کیا اے خدا اگر تیرے بندوں میں سے کوئی مجھ سے زیادہ علم والا ہو تو مجھے بتائیے کہ اس سے استفادہ کروں۔ وحی آئی کہ ہاں مجمع البحرین، جہاں دو سمندر ایک دوسرے سے ملتے ہیں وہاں ہمارا ایک بندہ ہے جو تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ پوری تعیین کیلئے یہ نشان مقرر کی گئی کہ جس جگہ تمہاری تلی ہوئی مچھلی زندہ ہو جائے وہاں سے تلاش کرنا۔ موسیٰ علیہ السلام اپنے خادم یوشع بن نون کو ساتھ لیکر سفر کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے۔ حضرت موسیٰ نے توشہ دان یوشع کے سپرد کر دیا تھا اس میں سے مچھلی نکل کر دریا میں چلتی ہوئی چلی گئی موسیٰ کو خبر نہ ہوئی۔ آگے چل کر جب بھوک لگی اور توشہ دان مانگا تو یوشع نے سب واقعہ سنایا۔ موسیٰ علیہ السلام اس مقام کی طرف واپس ہوئے۔ دونوں نے اس بزرگ عالم بندہ کی تلاش شروع کی یہ بزرگ ایک چٹان پر چادر لپیٹے بیٹھے ہوئے تھے موسیٰ علیہ السلام نے انکو سلام کیا اور ان سے انکے مخصوص علم سے استفادہ کی درخواست کی۔ یہ بزرگ خضر علیہ السلام تھے اس امر میں اختلاف ہے کہ حضرت خضر نبی تھے یا ولی۔ صحیح یہی ہے کہ وہ نبی تھے کیونکہ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ

لَدُنَّا عِلْمًا۔ ہم نے انھیں اپنی رحمت خصوصی سے نوازا تھا اور اپنے پاس سے علم کا بڑا حصہ عطا کیا تھا، ایک نبی ہی کی شان میں فرمایا جا سکتا ہے "مجمع البحرین" کونسا مقام ہے، حافظ ابن کثیرؒ نے قتادہ کا قول نقل کیا ہے کہ بحر فارس کے مشرقی اور بحر روم کے مغربی کناروں کا درمیانی علاقہ ہے اور محمد بن کعب قرظی کا قول نقل کیا ہے کہ وہ بلاد مغرب میں طنجہ کے قریب کا مقام ہے۔ (ابن کثیر)

مَجْمُوْع :۔ جمع کیا ہوا۔ جَمْع سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَجْمُوْعُوْنَ :۔ جمع کئے ہوئے۔ جَمْع سے اسم مفعول جمع مذکر۔

مَجْنُوْن :۔ دیوانہ۔ جُنُوْن سے اسم مفعول واحد مذکر۔ جمع مَجَانِیْن۔

مَجُوْس :۔ مجوسی۔ آتش پرست۔

یہ ایران کا قدیم مذہبی فرقہ ہے جو دو خداؤں کو مانتا ہے یزداں اور اہرمن۔ یزداں کو خالق خیر قرار دیتا ہے اور اہرمن کو خالق شر۔ وہ آگ کو مظہر نور قرار دیتا ہے اور آتش کدہ کی آگ کو اور سورج کی پرستش کرتا ہے۔

اس امر میں علماء متقدمین و متاخرین میں اختلاف ہے کہ مجوس اہل کتاب میں سے ہیں یا مشرکین میں سے، امام شافعیؒ اور ان کے متبعین ان کو اہل کتاب میں داخل قرار دیتے ہیں۔

نیل الاوطار میں بروایت امام شافعیؒ و عبدالرزاق حضرت علی سے مروی ہے کہ:۔

مجوس کتاب اور علم والے تھے جس کو وہ پڑھتے اور تلاوت کرتے تھے ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ان کے بادشاہ نے شراب کی بیخودی میں اپنی بہن سے زنا کر لیا پھر اس نے اپنے آپ کو رسوائی سے بچانے کے لئے یہ دلیل دی کہ اپنے امراء کو بلا کر سمجھایا کہ حضرت آدمؑ بھی تو اپنے لڑکوں کی شادیاں اپنی لڑکیوں سے کر دیا کرتے تھے لہذا تم بھی ایسا ہی کرو۔ چنانچہ ان کے ہاں محرمات پر ہاتھ ڈالنے کی رسم شنیع پڑ گئی جس نے مخالفت کی اسے اس نے قتل کر دیا ان کی اس حرکت کی پاداش میں کتاب الہی ان کے درمیان سے اٹھا لی گئی اور ان کے قلوب سے محو کر دی گئی۔ ان کے پاس اس میں سے کچھ بھی باقی نہ رہا۔

نیز بروایت امام شافعی حضرت عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ عجم کی فتوحات کے بعد انہوں نے مجوس کے متعلق صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا اور فرمایا میں نہیں سمجھ پاتا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کروں یہ اہل کتاب تو ہیں نہیں؟ تو حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوس سے جزیہ لیا ہے اور فرمایا ہے کہ

سُنُّوا بِهِمْ سُنَّةَ اَهْلِ الْكِتَابِ۔
ان سے اہل کتاب کے طریقہ پر برتاؤ کرو۔
چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس حدیث کے مطابق عمل کیا۔ مگر امام ابوحنیفہؒ اور دوسرے ائمہ مجوس کو اہل کتاب میں سے نہیں شمار کرتے۔
حضرت علیؓ سے جو اثر مروی ہے اسکی سند میں کلام کیا گیا ہے۔ علامہ ماردینی نے لکھا ہے کہ اس میں ابوسعید بقال ضعیف راوی ہے اور تمہید کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اکثر اہل علم اس اثر کو صحیح نہیں سمجھتے۔ رہی دوسری حدیث تو اس سے صرف رسول کریم صلعم کا اور ان کے بعد حضرت عمرؓ کا مجوس سے جزیہ قبول کرنا ثابت ہوتا ہے ان کا اہل کتاب ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے مسالک کے مطابق جزیہ مشرکین عجم سے بھی قبول کیا جا سکتا ہے صرف مشرکین عرب سے قبول نہیں کیا جاتا بلکہ حدیث کے الفاظ کہ "ان سے اہل کتاب کے طریقہ پر (جزیہ کے معاملہ میں) برتاؤ کرو" خود اشارہ کرتے ہیں کہ وہ اہل کتاب نہ تھے۔
علاوہ ازیں اگر مجوس اہل کتاب ہوتے تو ان کا ذبیحہ بھی حلال ہوتا اور ان کی عورتوں سے شادی کرنے کی بھی اجازت ہوتی۔ حسن بن محمد سے روایت ہے کہ حضور صلعم نے مجوس ہجر کے متعلق فرمایا۔ ان من ابی منهم الاسلام ضربت علیه الجزیة ولا تؤکل لهم ذبیحة ولا تنکح لهم امرأة (ان میں سے جو کوئی اسلام سے انکار کرے اس پر جزیہ لگا دیا جائے گا ان کا ذبح کیا ہوا کھایا نہ جائے اور ان کی عورتوں سے نکاح نہ کیا جائے۔
(فیض الباری ج ۳ ص ۴۶۱)

مُجِیْب: قبول کرنے والا۔ اجابت سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُجِیْبُوْنَ: قبول کرنے والے۔ مُجِیْب کی جمع بحالت رفعی۔

مَجِیْد: بزرگ، عظمت والا۔ مجد سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

مَحَارِیْب: مسجد کے در یعنی محراب واحد مِحْرَاب (دیکھو محراب)

مُحَاسَبَة: حساب کرنا۔ باب مفاعلہ سے مصدر

مِحَال: حیلہ کرنا۔ داؤ کرنا۔ باب [illegible] سے مصدر

مَحَبَّة: دوستی۔ محبت۔

مُحْتَضَر: جس کے پاس حاضر ہوں۔ احتضار سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُحْتَظِر: باڑ لگانے والا۔ احاطہ بنانے والا۔ خطیرہ بنانے والا۔ احتظار سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مَحْجُوْبُوْنَ :- روکے ہوئے، منع کئے ہوئے حَجْب سے اسم مفعول جمع مذکر، واحد مَحْجُوْب

مَحْجُوْر :- روکا ہوا، ممنوع حَجْر سے اسم مفعول واحد مذکر حَجْر کے اصل معنی ہیں کسی جگہ کے گرد اگرد بطور فصیل کے پتھر لگانا ایسی جگہ کو حِجْر کہتے ہیں۔ (مفردات)

مُحْدَث :- نیا، جدید، اِحْدَاث سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَحْذُوْر :- خوفناک، پرخوف، حَذَر سے اسم مفعول واحد مذکر حَذَر کے اصل معنی ہیں کسی خوفناک چیز سے بچنا جیسے حَذِرْتُ اَسَدًا مِنْ اَسَدٍ "میں شیر سے بچا" پس مَحْذُوْر وہ خوفناک چیز ہوئی جس سے حذر و پرہیز کیا جائے۔ قرآن کریم میں صلہ کے حذف کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔

مِحْرَاب :- محراب بقول ابن جریر مسجد کے سامنے کی جگہ کو کہتے ہیں اور کبھی مجلس اور بیٹھک کی بیٹھنے کی جگہ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے بعض نے کہا ہے کہ محراب اس کمرہ یا حجرہ کو ہی کہتے ہیں جس میں سیڑھیوں کے ذریعہ پہنچیں آیت کریمہ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا (آل عمران) جب بھی حضرت زکریا مریم کے حجرۂ عبادت میں پہنچے تو ان کے پاس رزق (بے موسم پھل) پاتے میں محراب سے مراد وہ کمرہ ہے جو عبادت گاہ کے سامنے بنایا جاتا ہے۔ اسکا ایک دروازہ ہوتا ہے اور چند سیڑھیاں۔ محراب میں بیٹھنے والا عبادت گاہ کے لوگوں کی نگاہ سے مستور رہتا ہے۔ (تفسیر المنار ج ۳ ص ۲۹۲) اس کی جمع مَحَارِیْب آئی ہے۔

مُحَرَّر :- آزاد کیا ہوا تَحْرِیْر سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُحَرَّم :- حرام کیا ہوا تَحْرِیْم سے اسم مفعول واحد مذکر۔ ماہ محرم کو "محرم" اسی لئے کہتے تھے کہ اس میں جنگ و جدال ممنوع تھی۔

مُحَرَّمَۃ :- حرام کی ہوئی، تَحْرِیْم سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مَحْرُوْم :- محروم حِرْمَان سے اسم مفعول واحد مذکر۔ قرآن کریم میں وَفِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (اور ان کے مالوں میں حق ہے سائل اور محروم کا) میں محروم سے وہ محتاج مراد ہے جو مانگتا نہیں اور لوگ اسے غنی سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ (بیضاوی ص ۳۲۲ ج ۲)

مَحْرُوْمُوْنَ :- محروم، بے نصیب حِرْمَان سے

اسم مفعول جمع مذکر۔

مُحْسِنْ: بھلائی کرنے والا۔ نیکی کرنے والا۔ سنوارنے والا۔ اِحْسَان سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو اِحْسَان)۔

مُحْسِنُوْن } نیکی کرنے والے۔ سنوارنے والے
مُحْسِنِیْن } اِحْسَان سے اسم فاعل جمع مذکر اول بحالت رفعی و دوم بحالت نصبی و جری واحد مُحْسِن۔

مُحْسِنَات: نیکی کرنے والیاں۔ سنوارنے والیاں اِحْسَان سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد مُحْسِنَة۔

مَحْشُوْر: جمع کیا ہوا۔ اٹھایا ہوا۔ حَشْر سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَحْشُوْرَة: جمع کی ہوئی۔ اکٹھی۔ حَشْر سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مُحْصَنَات: شوہر والی عورتیں۔ آزاد عورتیں۔ پارسا عورتیں۔ اِحْصَان سے اسم مفعول جمع مؤنث، واحد مُحْصَنَة۔ اِحْصَان کے اصل معنی ہیں حصن یعنی قلعہ میں داخل کرنا۔ شادی شدہ ہو کر چونکہ عورت اپنی عصمت و عفت کو محفوظ کر لیتی ہے۔ اسی طرح آزاد عورت بھی اپنے شرف حریت کی بنا پر اور پارسا عورت اپنے تقویٰ و طہارت کی وجہ سے بدمعاش لوگوں کے دست تطاول سے محفوظ ہو جاتی ہیں۔ اسلئے مُحْصَنَات کا اطلاق مذکورہ بالا تینوں قسم کی عورتوں پر ہوتا ہے اور قرینہ کی مدد سے کسی ایک معنے کا تعین ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ میں الْمُحْصَنٰت سے شوہر والی عورتیں مراد ہیں۔ یعنی شوہر والی عورت سے اس کے شوہر کے ہوتے ہوئے نکاح کرنا حرام ہے البتہ وہ عورتیں جو دارالحرب سے قید ہو کر آئیں اور دارالحرب میں ان کے شوہر موجود ہوں اور ان میں سے کوئی تمہارے حصہ غنیمت میں آئے یا تم اسے اس کے مالک سے خرید لو تو وہ تمہارے لئے حلال ہیں اور وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ۔ یعنی جو مسلمان مفلسی کی وجہ سے آزاد مسلمان عورت سے نکاح نہ کر سکتا ہو تو وہ مسلمان باندی سے نکاح کر لے، اور فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ (یعنی اگر وہ باندی بدکاری کرے تو آزاد عورت کی بہ نسبت نصف حد زنا جاری ہوگی) ان دونوں آیتوں میں الْمُحْصَنٰت سے مراد آزاد عورتیں ہیں۔ اور وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ (تمہارے لئے شریف و پارسا مسلمان اور کتابیہ

کو دوبارہ رکھتے۔ ہر قبیلہ یہ فخر اپنے آپ حاصل کرنا چاہتا تھا اور اس کے لئے ہر قربانی پیش کرنے کے لئے تیار تھا۔ آخر یہ طے پایا کہ دوسرے دن سب سے پہلے جو شخص کعبہ میں آئے وہی اس جھگڑے کو چکائے۔

دوسرے روز پہنچتے ہی لوگوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ میں داخل ہوتے دیکھا تو بے ساختہ پکار اٹھے، "یہ تو محمد امین ہیں" ہم سب ان کے فیصلے پر قطعاً راضی ہیں۔ محمد امین آگے بڑھے۔ ایک بڑی چادر بچھوا کر حجر اسود کو رکھا اور ہر قبیلے کے سردار سے کہا کہ وہ اس چادر کے ایک ایک کونے کو تھام لے۔ جب حجر اسود اپنی جگہ پہنچ گیا تو محمد امین نے اسے اپنے مقدس ہاتھوں سے اٹھا کر اس کی جگہ نصب کر دیا۔

مکہ کی ایک دولتمند بیوہ خاتون خدیجہؓ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت و امانت کی بہت شہرت سنی تو انھیں بلا بھیجا اور ان سے درخواست کی کہ وہ ان کا سامان تجارت لے کر شام کا سفر کریں۔ آپ نے اس درخواست کو منظور کر لیا۔ اور خدیجہؓ کے غلام میسرہ کے ساتھ شام روانہ ہوئے اور وہاں سے معقول نفع کما کر واپس ہوئے۔ خدیجہؓ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت و امانت کے علاوہ ان کے دوسرے شمائل و فضائل بھی میسرہ کی زبانی سنے اور آخر انھیں نکاح کا پیغام بھیج دیا۔ جسے انھوں نے قبول کر لیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پہلی شادی کے وقت ان کی عمر پچیس سال اور ان کی بیوی خدیجہؓ کی چالیس سال تھی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بیوی آپ کی بڑی وفادار اور جان نثار تھیں اور آپ بھی ان سے بڑی محبت کرتے تھے۔ جب تک وہ زندہ رہیں آپ نے کوئی دوسری شادی نہ کی اور مرنے کے بعد بھی ان کو عزت و محبت کے ساتھ یاد کرتے رہے۔

نبوت: جب آپ نے عمر کی چالیس منزلیں طے کر لیں تو خداوند قدوس نے آپ کو نبوت سے سرفراز کیا۔ ایک دن آپ حسب معمول آبادی کے ہنگاموں سے دور غار حرا کی تنہائی میں اپنے معبود سے لو لگائے ہوئے تھے کہ جبریل امین آئے اور خدا کا پیغام لائے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اب خدا کے رسول تھے سب سے پہلے اپنے قریب ترین عزیزوں اور دوستوں کو خدا شناسی و خدا پرستی کی دعوت دی۔ چنانچہ مردوں میں سب سے پہلے آپ کے دوست ابوبکر صدیقؓ اور عورتوں میں آپ کی بیوی خدیجۃ الکبریٰؓ اور بچوں میں چچا زاد بھائی حضرت علیؓ اور غلاموں میں آپ کے غلام حضرت

سال ([illegible]) کا نام عام حزن پڑ گیا۔

اب کافروں نے آپ کو اور زیادہ تکلیفیں پہنچانی شروع کر دیں۔ راستہ چلتے ہوئے آپ کے سر پر مٹی ڈال دی جاتی، نماز پڑھتے ہوئے آپ کی پشت پر غلاظت کا ڈھیر لگا دیا جاتا، آپکی گردن میں پھندا ڈال کر گلا گھونٹنے کی کوشش کی جاتی، مگر اس پر بھی آپ کے پائے استقامت کو لغزش نہ ہوئی، آپ کی دعوت و تبلیغ پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ جاری رہی اور آپ کے متبعین کا حلقہ آہستہ آہستہ وسیع ہی ہوتا رہا۔ یثرب (مدینہ) کے دو قبیلوں کے کچھ آدمی حج کے لئے آئے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کا پیام لیکر ان کے پاس پہنچے۔ ان کو اپنے ہموطن یہودیوں سے ان کی مذہبی کتابوں کی پیشین گوئیوں کی بنا پر پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ نبی آخر زمان کے ظہور کا وقت آ گیا ہے۔ انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نورانی چہرہ دیکھا اور آپ کی پیاری باتیں سنیں تو یقین کر لیا کہ وہ نبی منتظر یہی ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ مشرف باسلام ہو گئے اور مدینہ منورہ واپس جا کر اپنے عزیزوں اور دوستوں کو بھی اس سادہ اور سچے مذہب کی طرف دعوت دی۔ مدینہ کے یہ نومسلم بڑے جوشیلے اور مخلص تھے انہوں نے بڑے جوش و خروش سے وہاں تبلیغ اسلام کا کام شروع کر دیا۔ اس لئے یہاں اسلام بڑی تیزی کے ساتھ پھیلنے لگا۔ اور دو تین سال میں ہی سینکڑوں آدمی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

ہجرت مدینہ اب آپ نے اپنے مکہ کے ساتھیوں کو اجازت دی کہ وہ اپنے مدینہ کے بھائیوں کے پاس جا رہیں۔ اور وہاں کی پر امن فضا میں اطمینان کے ساتھ خود نماز پڑھیں اور اس دین کا کام کریں۔ چنانچہ آہستہ آہستہ مسلمان مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرنے لگے۔

جب قریش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس غیر متوقع کامیابی کے نقشہ کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے فیصلہ کیا کہ رات کے اندھیرے میں مختلف قبیلوں کے کچھ لوگ جمع ہو کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کو گھیر لیں اور انہیں سوتے ہوئے قتل کر دیں۔

پیغمبر خدا کو وحی خداوندی سے ان کی اس سازش کا علم ہو گیا۔ وہ باشارۂ خداوندی (سورۂ یٰسین کی آیتیں پڑھتے ہوئے) شمشیر بکف دشمنوں کے حلقے سے باہر نکل گئے۔ اور اپنے عزیز ترین ساتھی ابوبکر صدیقؓ کو ساتھ لے کر دن کو چھپتے اور رات کو سفر کرتے، اپنے نئے جاں نثاروں کے پاس یثرب (مدینہ) پہنچ گئے

مدنی مسلمانوں نے اپنے محبوب رہنما کو ہاتھوں

ہاتھ لیا۔ وہ آپ کے اشارہ ابرو پر خون بہانے اور مال لٹا دینے کو اپنی خوش قسمتی سمجھتے تھے۔

انہوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کے ساتھ بھی وہ سلوک کیا جو حقیقی بھائیوں کے ساتھ بھی کرنا مشکل ہے۔ انہوں نے انہیں اپنے گھروں میں اتارا۔ اپنی جائدادوں میں شریک کیا اور اپنی تجارتوں میں حصہ دار بنایا۔ اسی وقت سے مدینہ کے مسلمان انصار (مددگار) اور مکہ کے مہاجر (راہ خدا میں گھر بار چھوڑنے والے) کہلائے۔

نظام اسلامی کا قیام

مدینہ کی آزاد فضا میں اسلام کو پھولنے پھلنے کے پورے مواقع حاصل تھے۔ چنانچہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کا وہ حصہ اترا جس پر عمل سے اسلام ایک جامع دینی و دنیوی نظام اور مسلمانوں نے ایک ملت کی شکل اختیار کی۔ ہجرت کے بعد ہی مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی تعمیر کی گئی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مقدس ساتھیوں کے ساتھ پہلے مٹی کی دیواریں اٹھائیں پھر ان پر کھجوروں کے تنوں کی چھت پاٹ دی گئی۔ مسجد کے گرد و پیش پیغمبر اسلام اور آپ کی ازواج مطہرات کے رہنے کے لئے کچی کوٹھریاں بنائی گئیں۔ مسجد کے صحن میں ایک چبوترہ (صفہ) بنایا گیا جو غربا اسلام کا مہمان خانہ بھی تھا اور مبلغین دین کا مدرسہ بھی۔ یہ تھا مدینہ جو اسلام کا پہلا دارالامارہ۔

نماز باجماعت کی ادائگی کے لئے اذان کا طریقہ جاری کیا گیا۔ جمعہ اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے اجتماعات قائم کئے گئے۔ رمضان کے روزے قربانی، زکوٰۃ، صدقہ، شراب کی حرمت اور بدکاروں کے رجم کے احکام جاری ہوئے اور سب سے اہم بات یہ کہ ظالموں کے ظلم سے محفوظ رہنے کے لئے مسلمانوں کو تلوار کے مقابلہ میں تلوار سے کام لینے کی اجازت دی گئی۔

غزوات

مکہ کے کافر خاموش بیٹھنے والے نہ تھے۔ انہوں نے اسلام کی روشنی قبول کرنے سے انکار ہی نہیں کیا بلکہ اس پر حملہ کیا۔ وہ اس روشنی کو بجھا کر رہیں گے۔

مدینہ منورہ میں بھی انہوں نے سازشوں کا جال بچھایا۔ مدینہ میں اور اس پاس کی بستیوں میں یہودیوں کی بڑی تعداد آباد تھی۔ یہ زیادہ تر سودی کاروبار کرتے تھے اور اپنے سرمایہ کے بل بوتے پر انہوں نے پورے علاقہ کو اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ اسلام کی تعلیمات اس کے خلاف تھیں اس لئے یہودی اور دوسرے قبائل میں بھی بعض سازشی فطرت کے لوگ خفیہ طور پر مسلمانوں کے مخالفین سے مل گئے۔

یہودیوں اور منافقوں کی مدد سے مکہ کے کافروں نے مدینہ کے مسلمانوں پر بار بار حملے کئے۔ مسلمانوں نے بھی بڑے جوش و خروش کے ساتھ ان کو روکا اور بعض اوقات آگے بڑھ کر ان پر جوابی حملے کئے۔ ان میں بدر، احد اور خندق کے معرکے بہت مشہور ہیں۔

ان معرکوں میں بہادرانِ اسلام نے اپنے سے کئی گنے دشمنوں کا مقابلہ کیا اور جوش اسلامی اور حرارت ایمانی سے دشمنوں کے چھکے چھڑا دیئے۔

صلح حدیبیہ

مکہ مسلمانوں کا پیارا وطن تھا اور کعبہ خدا کا وہ مقدس گھر تھا جس کی طرف رخ کر کے مسلمان پانچ وقت نمازیں ادا کرتے تھے۔ ان کی بڑی تمنا تھی کہ وہ اپنے وطن کی دید اور خانہ کعبہ کی زیارت سے اپنے دل کی آنکھیں ٹھنڈی کریں۔ چنانچہ سنہ ۶ھ میں رسول اکرم صلعم چودہ سو رفقاء کو ساتھ لے کر طواف اور زیارت کعبہ کے ارادہ سے مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے مگر سردارانِ مکہ نے آپ کو صلح کے ساتھ شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی اور جنگ کرنے کیلئے آپ تیار نہ ہوئے۔ تاہم ایک خوشگوار نتیجہ اس معرکہ میں یہ نکل آیا کہ کفار مکہ اور مسلمانوں کے درمیان صلح کا ایک دس سالہ معاہدہ ہو گیا اور یہ بھی اجازت مل گئی کہ ہر سال تین دن کیلئے مکہ میں آ کر طواف و زیارت کے مراسم انجام دے سکتے ہیں۔

اشاعتِ اسلام

اس صلح سے مسلمانوں کو بڑا فائدہ ہوا۔ مسلمانوں کا یہ حق کافروں نے آخرکار تسلیم کر لیا کہ وہ امن و اطمینان کے ساتھ اپنے سچے مذہب پر عمل کر سکتے ہیں اور دوسروں کو بھی اسکی سچائی سے آگاہ کر سکتے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اب اطمینان کے ساتھ اشاعت اسلام کا کام انجام دینا شروع کر دیا۔ حبش، ایران، مصر، روم وغیرہ کے بادشاہوں کو آپ نے اسلام کی دعوت خطوط کے ذریعہ دی اور ان خطوط کو پہنچانے کے لئے ذی عقل و علم مبلغین کو مختلف ملکوں میں بھیجا۔ بادشاہ حبش نے اسلام قبول کر لیا، مصر اور روم کے بادشاہوں نے شائستگی کے ساتھ جواب دیدیا۔ مگر ایران کے شہنشاہ نے دریدہ دہنی سے کام لیا اور حضور کے مکتوب گرامی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حضور نے اسے بددعا دی اور چند ہی سال بعد اس کی وسیع سلطنت بھی پارہ پارہ ہو گئی۔

مدینہ کے مسلمانوں سے عرب کے مختلف قبیلوں کو بھی ملنے جلنے اور ان کی باتیں سننے کا موقعہ ملا۔ چنانچہ ان کے اعلیٰ خصائل اور پاکیزہ شمائل دیکھ کر بہت سے سعادت مند دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ قریش کے دو بڑے سرداروں

خالد بن ولید اور عمرو بن العاص کو بھی اسی زمانہ
میں یہ سعادت نصیب ہوئی۔

فتح مکہ

مگر قریش کے کافروں نے دو ہی سال بعد
۸ھ میں صلح کی شرائط کو توڑ دیا۔ خدا کے
پیغمبرؐ نے فیصلہ کیا کہ خدا کے پہلے مقدس گھر کعبہ کو
بتوں کی نجاست اور بت پرستوں کی سیادت سے
پاک کر دیں۔ اور اسلام کے پرانے مرکز میں اسلام
کے جھنڈے کو دوبارہ لہرائیں۔

رمضان ۸ھ میں، خدا کا وہ مقدس نبیؐ، جو
اپنے ایک رفیق طریق ابوبکر صدیقؓ کو ساتھ لے
کر رات کی تاریکی میں سفر کرتا ہوا اور دن کی روشنی
میں چھپتا ہوا، مکہ کے ظالموں کے پنجۂ ظلم سے نجات
پانے کے لئے مدینہ منورہ میں پناہ گزیں ہوا تھا
اس شان سے دوبارہ مکہ میں داخل ہوا کہ دس ہزار
قدسیوں کا جیش عظیم سمندر کی موجوں کی طرح
اردگرد رواں دواں تھا۔ اسلامی جھنڈے بادلوں
کی طرح سروں پہ چھائے ہوئے تھے اور نعرہ ہائے
تکبیر کی مسلسل گونج سے فضا مرتعش ہو رہی تھی
رحمۃ للعالمین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے
کعبہ میں داخل ہو کر اسے بتوں کی آلودگی سے
پاک کیا۔ خداوند قدوس کے سامنے سجدۂ شکر ادا
کرنے کیلئے سر بسجود ہوئے پھر صحن کعبہ میں مجلس
آراستہ فرمائی۔ سرداران مکہ آج غلامانِ محمدؐ کے
ہاتھوں میں اسیر تھے۔ شدت خوف سے ان کے
پتے پانی ہو رہے تھے اور فرطِ حیرت سے انکی
نگاہیں پتھرا گئی تھیں۔ وہ ایک بدترین مجرم کی
حیثیت سے اس دربار کے شہنشاہ کی زبان سے اپنی
قسمتوں کا آخری فیصلہ سننے کے منتظر تھے۔

رحمت عالم کی شان رحمت

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی
جبین مبین پہ مسکراہٹ کی لہریں
دوڑیں اور آپؐ نے محبت کے لہجہ میں فرمایا: اے
سردارانِ قریش! آج تم مجھ سے کس برتاؤ کی امید
رکھتے ہو؟ ۔ انہوں نے یک زبان ہو کر کہا آپ ہمارے
شریف بھائی اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں ہم آپ سے
حسن سلوک کے امیدوار ہیں۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔
لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ
(آج تم پر کوئی ملامت نہیں تم سب آزاد ہو)
اس پولیس ایکشن میں صرف چار انسانوں کا خون
بہا۔ یہ وہ تھے جو قتل وغیرہ کے سلسلے میں پہلے ہی
مفرور ملزم کی حیثیت رکھتے تھے۔

رحمۃ للعالمین کی اس شان رحمت کو دیکھ کر
سرداران مکہ آپؐ کے غلام بے دام بن گئے۔ مکہ کے
سب سے بڑے سردار ابوسفیان نے عہد غلامی
کو استوار کیا اور مشرف باسلام ہوا۔ اور اسکی
بیوی ہندہ جس نے رسول اللہ کے چچا کا جگر چبایا

تھا۔ اور خون پیاسے بے اختیار پکار اٹھی کہ واللہ مجھے محمدؐ کی جان سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں ہے۔

ان نئے پیروؤں کو ساتھ لے کر حضور نبوت آگے بڑھے اور مکہ کے اردگرد کے قبائل ہوازن و ثقیف میں کفر کی اندھیاریوں کو دور کیا۔ کفر کے ستونوں کے منہدم ہو جانے اور مکہ پر اسلام کا جھنڈا بلند ہو جانے کے بعد عرب کے جملہ قبائل جو اپنے پرانے بتوں کی وجہ سے اسلام کو قبول کرنے میں متذبذب تھے، دھڑا دھڑ جمعیت اسلامی میں داخل ہونے لگے۔ ہر خطے سے وہاں کے سربرآوردہ لوگ وفود کی شکل میں مدینہ منورہ آنے لگے اور اللہ کے رسول کی غلامی کا اقرار کر کے واپس جانے لگے۔

رومیوں سے مقابلہ

اسلام کی اس بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر قیصر میں بھی زلزلہ آنے لگا مدینہ منورہ میں خبریں پہنچیں کہ رومیوں نے شام میں بڑی بھاری فوج جمع کی ہے جو مدینہ منورہ پر حملہ کے لئے بڑھنے والی ہے۔

فدایان اسلام، جذبۂ جاں فروشی و ولولہ جاں سپاری کی نیتیں دلوں میں چھپائے وقت کی سب سے بڑی طاقت سے ٹکر لینے کے لئے مستانہ وار عازم شام ہوئے۔ مگر رومی سرداروں نے مقابلہ کی ہمت نہ کی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیس روز تبوک میں قیام فرما کر اور اسلام کا پیغام سنا کر مدینہ منورہ لوٹ آئے۔

آفتاب نبوت کا غروب

اب عرب کا ذرہ ذرہ نیر اسلام کی روشنی سے منور ہو چکا تھا وادی و صحرا نعرہ ہائے تکبیر سے گونج رہے تھے اور جو قوم سب سے زیادہ خدا سے بیگانی تھی وہ محمد رسول اللہ صلعم کے فیض صحبت سے سب سے زیادہ خدا شناس اور خدا پرست بن چکی تھی اور اس قدر تبدیل ہو گئی تھی کہ دور حاضر میں روحانیت و شائستگی کی معراج بنی اس لئے وقت آگیا کہ یہ رسول اعظم اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اب دنیا سے رخصت ہونے کی تیاریاں شروع فرما دیں۔ ۱۰ھ میں آپ نے آخری حج کا ارادہ فرمایا۔

ارکان حج سے فراغت کے بعد ایک لاکھ چوبیس ہزار فدائیوں کے مجمع میں آپ نے آخری ہدایات دیں۔ یہ ہدایات آج بھی کائنات کے دینی و دنیوی امراض کے لئے بہترین نسخۂ شفا ہیں اور تاریخ میں "خطبۃ الوداع" کے نام سے مشہور ہیں اس خطبہ کے دوران آپ بار بار حاضرین سے پوچھتے تھے کہ بتاؤ میں نے خدا کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانے میں کوئی کوتاہی تو نہیں کی میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا یا نہیں؟

حاضرین جواب دیتے تھے کہ اے پیغمبر خدا بیشک آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔

عین اسی وقت یہ وحی ربانی نازل ہوئی:۔
اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (اے لوگو آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔)
رسالت کے فرائض کی بہترین ادائیگی، دین خداوندی کی اعلیٰ تکمیل اور رضائے خداوندی کے مکمل حصول کے بعد سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو دوشنبہ کے دن تریسٹھ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں حضرت عائشہؓ کے حجرۂ مبارکہ میں وفات پائی اور وہیں یہ بہترین امانت خداوندی سپرد زمین ہو گئے۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔
مَحْمُوْد:۔ سراہا ہوا۔ تعریف کیا ہوا۔ حمد سے اسم مفعول واحد مذکر۔
مَقَامِ مَحْمُوْد:۔ مَحْمُوْد سراہا ہوا۔ تعریف کیا ہوا۔ مقام محمود سراہا ہوا مقام، تعریف کی ہوئی جگہ۔ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ میں اللہ تعالیٰ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وصحبہ وسلم سے آپ کو مقام محمود پر کھڑا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ مقام محمود کیا چیز ہے؟ احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مقام محمود عرش الٰہی کی داہنی جانب ایک مخصوص مقام ہوگا۔ جہاں قیامت کے روز آپ رونق افروز ہوں گے۔ چنانچہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے روز میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں گا۔ سب سے پہلے میرا جسم مبارک زمین سے برآمد ہوگا۔ سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت جناب باری میں مقبول ہوگی۔ پھر جنت کے حلوں میں سے ایک نفیس حلہ میرے زیب تن کیا جائے گا۔ پھر میں عرش کے داہنی طرف کھڑا ہوں گا۔ اور تمام مخلوق میں سے کسی کو بھی میرے سوا یہ مقام نصیب نہ ہوگا۔ (ترمذی شریف)

عبداللہ بن عمرؓ سے ایک روایت کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے روز جب تمام لوگ پریشان ہو جائیں گے اور گرمی و تشنگی کی شدت انہیں حواس باختہ کر دے گی تو سب مل کر انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے درخواست کریں گے کہ جناب باری میں عرض

مُختَلِف :- طرح طرح۔ گوناگوں۔ بوقلموں۔ اِختلاف سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُختَلِفُونَ / مُختَلِفِینَ } اختلاف کرنے والے۔ مُختَلِف جمع اوّل بحالتِ رفعی اور ثانی بحالت نصبی وجری۔

مَختُوم :- مہر کیا ہوا۔ خَتم سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَخذُول :- وہ جس کی مدد چھوڑ دی جائے۔ بے یار و مددگار۔ خِذلان سے اسم مفعول واحد مذکر

مَخرَج :- نکلنے کی جگہ۔ خُروج سے اسم ظرف۔

مُخرَج :- نکالا ہوا۔ نکالنا۔ اِخراج سے اسم مفعول واحد مذکر و مصدر میمی۔

مُخرِجُونَ :- نکالنے والے۔ اِخراج سے اسم فاعل جمع مذکر۔

مُخرَجُونَ / مُخرَجِینَ } نکالے ہوئے۔ اِخراج سے اسم مفعول جمع مذکر اول بحالت رفعی و ثانی بحالت جری۔

مُخزِی :- رسوا کرنے والا۔ اِخزاء سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُخسِرِینَ :- کم کرنے والے۔ اِخسار سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُخسِر

مُخضَرَّۃ :- سرسبز و شاداب۔ اِخضِرار سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

مَخضُود :- کانٹا دور کیا ہوا۔ بے خار۔ خَضد سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُخَلَّدُونَ :- ہمیشہ رکھے ہوئے۔ سدا رہنے والے۔ کانوں میں بال پہنے ہوئے (لڑکے)۔ تَخلِید سے اسم مفعول جمع مذکر واحد مُخَلَّد۔

مُخلِص :- خالص کرنے والا۔ اِخلاص سے اسم فاعل واحد مذکر۔ اخلاص کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو ہر ممکن ملاوٹ سے پاک و صاف کر دینا۔ اور یہ خلوص کا متعدی ہے جس کے معنی "آمیزش سے صاف و خالی ہونا" ہیں۔ اصطلاح شریعت میں اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ محض خداوند تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے داعیہ سے عمل کیا جائے اور اس کے ملاوہ کسی اور جذبہ کی اسمیں آمیزش نہ ہو (امام غزالی)۔ اخلاص جانِ عبادت ہے۔ اخلاص کے بغیر عبادت میں عبادت کا مفہوم پیدا ہی نہیں ہوتا حتی کہ ہجرت در راہ خدا میں ترک وطن کرنا، جیسا اہم عمل بھی بیکار و رائیگاں ہو جاتا ہے چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث ہے:- من کانت هجرته الی دنیا یصیبها او امرأة یتزوجها فهجرته الی ما هاجر الیه (جس کا مقصد ہجرت سے طلب دنیا یا کسی عورت سے شادی کرنا ہو تو اس کو ہجرت سے دین کا فائدہ حاصل نہ ہوگا)۔

اس کے برخلاف اخلاص و حسن نیت کی بدولت معاشرت و معیشت بھی عبادت بن جاتی ہے۔ چنانچہ اسی باب کی دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے (۱) اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰی اَھْلِہٖ یَحْتَسِبُھَا فَھِیَ لَہٗ صَدَقَۃٌ (اگر کوئی شخص طلب ثواب کی نیت سے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے تو وہ بھی اس کے لئے صدقہ بن جاتا ہے۔)

اخلاص کے ساتھ ایک مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ لینا بھی بہت کچھ ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میری شفاعت سے سب سے زیادہ کامیاب روز قیامت وہ ہو گا جو خلوص دل سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے" (بخاری)

مُخْلِصُوْنَ
مُخْلِصِیْنَ } خالص کرنے والے مُخْلِص کی جمع اول بحالت رفعی اور ثانی بحالت نصبی و جری۔

مُخْلَصِیْنَ :۔ خالص کئے ہوئے مخصوص لوگ۔ اِخْلَاص سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُخْلَص۔

مُخْلِف :۔ وعدہ خلافی کرنے والا۔ اِخْلَاف سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُخَلَّفُوْنَ :۔ پیچھے رہے ہوئے۔ تَخْلِیْف سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مُخَلَّف

مُخَلَّقَۃٌ :۔ بصورت بنائی ہوئی۔ تَخْلِیْق سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مَخْمَصَۃٌ :۔ سخت بھوک۔

مَدّ :۔ کھینچنا۔ پھیلانا۔ ڈھیل دینا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

مَدَّ :۔ اس نے پھیلایا۔ مَدّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

مَدَائِن :۔ بستیاں۔ شہر۔ واحد مَدِیْنَۃ

مِدَاد :۔ سیاہی۔ روشنائی۔

مُدْبِر :۔ پیچھے پھیرنے والا۔ پیٹھ موڑنے والا۔ اِدْبَار سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُدَبِّرَات :۔ تدبیر کرنے والے فرشتے۔ تَدْبِیْر سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد مُدَبِّرَۃ۔ آیت کریمہ فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا (پھر قسم ہے تدبیر و انتظام کرنے والے فرشتوں کی)، میں جمہور مفسرین کے نزدیک فرشتے مراد ہیں مقاتل اور عبدالرحمان بن سابط نے اس سے مراد ملائکہ اربعہ یعنی جبرئیل و میکائیل و اسرافیل اور عزرائیل (ملک الموت) کو لیا ہے مگر ابن عباسؓ نے کوئی تخصیص نہیں کی بلکہ تمام وہ فرشتے جن کے ذمہ اللہ تعالیٰ نے مختلف امور کی انجام دہی کا تدبر رکھی ہے مراد لئے ہیں اور یہی صحیح و اوفق ہے کیونکہ صحیح روایات و احادیث سے ثابت ہے کہ بعض فرشتے انسان کی حفاظت پر

مامور ہیں بعض اس کے اصول لکھتے ہیں
بعض باد و باران پر متعین ہیں بعض عورت
کے رحم پر۔ بعض جنت پر اور بعض دوزخ
پر۔ وغیرہ ذلک۔ یہ تمام فرشتے اللہ تعالیٰ
کی طرف سے ان تمام امور کی انجام دہی کیلئے
اس کی ہدایات کے مطابق مامور ہیں اور اس
کے حکم کی سرتابی کی مجال نہیں رکھتے۔
اگرچہ ہم ان فرشتوں کو اپنی نظر سے نہیں دیکھتے
لیکن چونکہ حضرت صادق و مصدوق صلی اللہ
علیہ وسلم نے ان کے وجود کی خبر دی ہے اسلئے
ان پر ایمان لانا ضروری ہے اور ان کے اوپر
ایمان رکھنا شرعی ایمان کا وہ ضروری رکن ہے
جس کے بغیر ایمان معتبر نہیں ہوتا۔ بعض
ہیئت زدہ لوگوں نے یہاں "مُدَبِّرَات"
سے ستارے مراد لئے ہیں مگر یہ قول بالکل غلط
اور یہ عقیدہ کفر ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ نے
کسی ستارے میں تدبیر و تصرف کی طاقت نہیں
رکھی۔ (البیان فی اقسام القرآن)

مُدْبِرِیْن :۔ پیٹھ پھیرنے والے۔ اِدْبَار سے
اسم فاعل جمع مذکر حالت نصبی و جری۔
واحد مُدْبِر۔

مُدَّۃ :۔ زمانہ۔ مدت۔ وقت مقرر۔

مُدَّتْ :۔ وہ پھیلائی گئی۔ لمبی کی گئی۔
مَدّ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

مُدَّثِّر :۔ چادر میں لپٹنے والا۔ تَدَثُّر سے
اسم فاعل واحد مذکر۔ مُدَّثِّر میں مُتَدَثِّر
تھا۔ تاء کو دال سے بدل کر دال میں ادغام
کر دیا گیا۔

مُدَّثِّر سے بالاتفاق جناب رسول اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ مگر آپ کو اس لقب
سے کیوں ملقب کیا گیا اس کے جواب میں
مفسرین نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔
(۱) شروع شروع میں جب آپ نے حضرت
جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت
میں دیکھا تو حضور پر ہیبت طاری ہوگئی اور
آپ گھبرائے ہوئے گھر تشریف لائے اور حضرت
خدیجہ سے فرمایا۔ دَثِّرُوْنِیْ دَثِّرُوْنِیْ وَصُبُّوْا
عَلَیَّ مَاءً بَارِدًا۔ مجھے کپڑا اوڑھا دو مجھے
کپڑا اوڑھا دو اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو چنانچہ
حضرت خدیجہ نے کپڑا اوڑھا دیا اسکے بعد جب
نزول ہوا تو اس میں آپ کی اسی حالت
کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ کو مدثر
کے لقب سے ملقب کیا گیا۔
(۲) رؤسائے کفار نے آپ [illegible] مشورہ کیا کہ سر
[illegible] نے والے لقب [illegible] علیہ وسلم کے نام
آپ سے سخن کرتے ہیں [illegible] محسن [illegible]

دیتے ہیں کوئی کاہن، کوئی مجنون اور کوئی شاعر بتاتا ہے۔ چونکہ مختلف ہونے کے باعث ان کی صحت مشکوک ہوتی ہے۔ لہٰذا کسی ایک بات پر اتفاق کرلیا جائے۔ چنانچہ بحث وگفتگو کے بعد طے پایا کہ سحر کہا جائے۔ کیونکہ یہ امر واقعہ ہے کہ جس طرح جادوگر عزیز و اقارب میں جدائی ڈال دیتے ہیں اس طرح آپ نے بھی ہم میں تفرقہ پیدا کر دیا ہے حضور کو ان کی اس اسکیم کا جب علم ہوا تو بہت رنجیدہ ہوئے اور رنج و فکر میں چادر منہ لپیٹ کر لیٹ گئے بس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مُدَّثِّر کے لقب سے خطاب کیا اور تبلیغ جاری رکھنے کا حکم دیا۔

(۳) مُدَّثِّر سے مراد جامۂ نبوت میں ملبوس شخصیت ہے۔ (ملخص از تفسیر کبیر امام رازیؒ)

مُدْحَضِيْنَ :۔ مغلوب۔ شکست خوردہ لوگ۔ دُحْضٌ سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُدْحَضٌ

مَدْحُوْرٌ :۔ دور کیا ہوا۔ دُحُوْرٌ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُدْخَلٌ :۔ مکان۔ داخل کرنے کی جگہ۔ داخل کرنا۔ اِدْخَال سے اسم ظرف و مصدر میمی۔

مُدَّخَلٌ :۔ کوشش سے داخل ہونے کی جگہ۔ سر گھسانے کی جگہ۔ اِدِّخَال سے اسم ظرف۔

مَدَدٌ :۔ یاری۔ مدد۔

مَدَدْنَا :۔ ہم نے دراز کیا۔ ہم نے پھیلایا۔ مَدٌّ سے ماضی جمع متکلم۔

مِدْرَارٌ :۔ مینہ برسانے والا بادل۔ دَرٌّ سے مبالغہ کا صیغہ۔

مُدْرَكُوْنَ :۔ پکڑے ہوئے۔ اِدْرَاک سے اسم مفعول جمع مذکر واحد مُدْرَكٌ

مُدَّكِرٌ :۔ نصیحت حاصل کرنے والا۔ عبرت پکڑنے والا۔ اِدِّكَار سے اسم فاعل واحد مذکر اِدِّكَار باب افتعال سے مصدر ہے اور اس کا ماخذ ذِكْرٌ ہے۔ اصل میں اِذْتِكَار تھا۔ افتعال کے فاء کلمہ میں جب ذال واقع ہوتو تاء کو دال سے بدل لینا واجب ہے۔ پس ذ ت ک ر سے اِذْدِكَار بنا اور اسم فاعل مُذْدَكِرٌ۔ تاء کو دال سے بدل لینے کے علاوہ دو صورتیں یہ بھی جائز ہیں کہ ذال کو دال سے بدل کر ادغام کر دیا جائے۔ بہ اس صورت اِدِّكَار مصدر اور مُدَّكِرٌ اسم فاعل ہوگا۔ یا دال کو ذال سے بدل کر ادغام ہو اس صورت میں مصدر اِذِّكَار اور اسم فاعل مُذَّكِر ہوگا۔

(کذا فی کتب اللغات کا لثانیۃ)

مُدْهَامَّتَانِ :- دو گہری سبز (جنتیں) (دُهْمَة) سے اسم فاعل تثنیہ مؤنث۔ واحد مُدْهَامَّة۔ دُهْمَة کے اصل معنی "بہت زیادہ سیاہ ہونا" ہیں۔ چونکہ انتہائی سرسبز و شاداب باغ سیاہی مائل ہوتا ہے اس لئے یہ تعبیر اختیار فرمائی گئی۔

مُدْهِنُوْنَ :- سستی کرنے والے۔ (دہن بیٹ) اِدْهَان سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُدْهِنٌ (دیکھو تُدْهِنُ)

مَدْيَنُ :- ایک بستی کا نام جس کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے (دیکھو شُعَیْبٌ)

مَدِیْنَة :- بستی۔ شہر۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دار الہجرۃ جہاں نبوت کے تیرھویں سال حضور نے مکہ سے ہجرت فرما کر سکونت اختیار فرمائی۔ یہ شہر پہلے مَدِیْنَةُ النَّبِیِّ کے نام سے موسوم ہوا۔ پھر مَدِیْنَة کے نام سے شہرت پائی۔ (تفصیل کے لئے دیکھو یثرب)۔

مَدِیْنُوْنَ تابعدار، غلام۔ بدلہ دئے ہوئے
مَدِیْنِیْنَ دِیْن سے اسم مفعول جمع مذکر واحد مَدِیْنٌ (اول بحالت رفعی اور ثانی بحالت نصبی وجری۔

مَذْءُوْم :- مذمت کیا ہوا۔ برا کہا ہوا۔ ذَءْمٌ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُذَبْذَبِیْنَ :- شک و شبہ میں پڑے ہوئے ذَبْذَبَةٌ سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مُذَبْذَبٌ۔

مُذْعِنِیْنَ :- یقین کرنے والے۔ اِذْعَانٌ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری واحد مُذْعِنٌ۔

مُذَكِّرٌ :- یاد دلانے والا۔ نصیحت کرنے والا۔ تَذْكِیْرٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مَذْكُوْر :- ذکر کیا ہوا۔ ذِكْرٌ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَذْمُوْم :- مذمت کیا ہوا۔ ذَمٌّ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَرٌّ :- وہ گذرا۔ مُرُوْرٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

مَرْءٌ :- مرد، انسان، آدمی۔

مِرَاءٌ :- شک کرنا، جھگڑا کرنا۔ باب مفاعلہ سے مصدر۔

مَرَّات :- کئی بار۔ واحد مَرَّةٌ۔

مَرَاضِع :- دودھ پلانے والی عورتیں۔ واحد مُرْضِعٌ۔

مُرَاغَم :- بھاگنے کی جگہ۔ مُرَاغَمَة سے

اسم ظرف واحد مذکر۔

مَرَافِقُ:- کہنیاں۔ واحد مِرْفَق۔

مِرَّۃٌ:- خوش منظری و خوبصورتی و بزرگی۔ آیت کریمہ عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ذُوْ مِرَّۃٍ فَاسْتَوٰی میں ذُو مِرَّۃٍ سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ اور جسطرح رسول بشری، جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اعلی انسانی قوتوں کے حامل، انتہائی حسین و جمیل اور بہترین علوم و کمالات کے ساتھ متصف تھے اسی طرح اس آیت میں رسول ملکی (جبریل) کو بھی ایسی صفات کا حامل فرمایا گیا ہے کہ وہ خوش منظر و خوبصورت و بزرگ اور شدید القوی فرشتہ ہے جس نے بحکم الٰہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دی۔ (کذا حقق ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ)

مَرَّۃٌ:- ایک بار۔ جمع مِرَار۔

مَرَّتْ:- وہ گذری۔ مَرٌّ و مُرُوْرٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

مُرْتَابٌ:- شک کرنے والا اِرْتِیَاب سے اسم فاعل واحد مذکر آیت کریمہ ہے کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰہُ مَنْ ھُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ (سورۃ المؤمن) جسطرح آل فرعون گمراہ ہوتے اسی طرح اللہ تعالی ان لوگوں کو بھٹکا دیتا ہے جو حد سے گذرنے والے دین حق میں شک کرنے والے ہوتے ہیں، یعنی جو بزرگ انبیاء کرام علیہم السلام کے پیش کردہ نظام حیات اور دین حق کو اندھی تقلید اور جاہلانہ عصبیت کی بنا پر شک و شبہ کی نظر سے دیکھتے اور طریق حق کو اختیار نہ کرنے کی وجہ سے ان حدود سے تجاوز کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسان کیلئے متعین کی ہیں تو توفیق الٰہی بھی ان سے کنارہ کش ہو جاتی اور انکو وہم و ظن کی بھول بھلیوں میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتی ہے۔ آخر جب وہ خدا کی طرف نہیں جھکتے تو خدائے بے نیاز کو ان کی پروا کیوں ہو؟ وہ معبود حقیقی کی درگاہ سے روگرداں ہوکر در در کے آستانوں کیلئے اپنی پیشانیوں کو وقف کردیں تو پھر خداوند غیور ہی اپنے حریم کرم میں انھیں گھسنے کی توفیق کیوں دے؟۔

مَرَّتَانِ:- دو بار۔ مَرَّۃٌ کا تثنیہ بحالت رفعی

مُرْتَفَقٌ:- تکیہ گاہ، آرام گاہ، منزل۔ اِرْتِفَاق سے اسم ظرف۔

مُرْتَقِبُوْنَ:- انتظار کرنے والے اِرْتِقَاب۔ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُرْتَقِبٌ

مَرَّتَیْنِ:- دو مرتبہ۔ دو بار۔ مَرَّۃٌ کا تثنیہ بحالت نصبی۔

مَرَجَ:- اس نے چھوڑا، خلط ملط کیا۔ مَرْجٌ سے ماضی واحد مذکر غائب (دیکھو بحرین)

مَرْجَان :۔ مونگا۔

مَرْجِع :۔ لوٹنا۔ رجوع کرنا۔ رُجُوْع سے مصدر میمی۔

مُرْجِفُوْنَ :۔ فساد کرنے والے۔ غلط خبریں اُڑانے والے۔ اِرْجَاف سے۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُرْجِفٌ۔

مَرْجُوّ :۔ اُمید کیا ہوا۔ رَجَاء سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَرْجُوْمِیْنَ :۔ سنگسار کئے ہوئے۔ رَجْم سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مَرْجُوْم۔

مُرْجَوْنَ :۔ دیر کئے ہوئے۔ ڈھیل میں رکھے ہوئے۔ اِرْجَاء سے اسم مفعول جمع مذکر واحد مُرْجَی۔

مَرَح :۔ اترانا۔ اکڑنا۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

مَرْحَب :۔ کشادہ ہونا۔ آرام پانا۔ رُحْب سے مصدر میمی۔ لَا مَرْحَبًا دور ہو جاؤ۔

مَرْحَمَة :۔ مہربانی کرنا۔ باب سَمِعَ سے مصدر

مَرْحُوْمِیْنَ :۔ رحم کئے ہوئے۔ رَحْم سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مَرْحُوْم۔

مَرَدّ :۔ پھیرنا۔ لوٹنا۔ رَدّ سے مصدر میمی۔

مُرْدِفِیْنَ :۔ پیچھے سے آنے والے۔ اِرْدَاف سے اسم فاعل جمع مذکر بحالتِ نصبی و جری۔ واحد مُرْدِفٌ۔

مَرَدُوْا :۔ انہوں نے سرکشی کی۔ ضد کی۔ مُرُوْدَة سے ماضی جمع مذکر غائب۔

مَرْدُوْدًا :۔ پھیرا ہوا۔ رَدّ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَرْدُوْدُوْنَ :۔ رد کئے ہوئے۔ رَدّ سے اسم مفعول جمع مذکر۔

مُرْسٰی :۔ ٹھیرنا۔ اِرْسَاء سے مصدر میمی۔

مُرْسِلُ :۔ بھیجنے والا۔ اِرْسَال سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُرْسَلُ :۔ بھیجا ہوا۔ اِرْسَال سے۔ اسم مفعول واحد مذکر۔

مُرْسَلَات :۔ بھیجی ہوئیں۔ (ہوائیں یا فرشتے) اِرْسَال سے اسم مفعول جمع مؤنث۔ واحد مُرْسَلَة۔

مُرْسِلَة :۔ بھیجنے والی۔ اِرْسَال سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

مُرْسِلُوْا :۔ بھیجنے والے۔ اِرْسَال سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُرْسِل۔ اصل میں مُرْسِلُوْنَ تھا اضافت کی وجہ سے نون گر گئی۔

مُرْسَلُوْنَ :۔ بھیجے ہوئے۔ فرستادگان۔ اِرْسَال سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت رفعی۔

مُرْسَلِیْنَ :۔ بھیجے ہوئے۔ اِرْسَال سے

اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔

مُرْسِلِیْنَ:۔ بھیجنے والے۔ اِرْسَال سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی۔

مُرْشِدٌ:۔ رہبر۔ سیدھی راہ دکھانے والا۔ رُشْد سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو راشدون)

مِرْصَاد:۔ گھات میں لگانے والا۔ کمین گاہ۔ مِرْصَاد، رَصَد سے جس کے معنی گھات لگانے کے ہیں۔ یہ مبالغہ کا صیغہ ہے جیسا کہ مِطْعَان (بہت زیادہ نیزہ مارنے والا) اور اسم ظرف ہے بروزن اسم آلہ جیسا کہ مِضْمَار (وہ جگہ جہاں گھوڑوں کو تھوڑی گھاس دیکر دبلا کیا جائے۔) (بیضاوی ص۲۰۹)

مَرْصَد:۔ تاک کی جگہ۔ گھات کی جگہ۔ رُصُوْد سے اسم ظرف۔

مَرْصُوْص:۔ مضبوط۔ سیسہ پلایا ہوا۔ رَصّ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَرَضٌ:۔ بیماری۔ بیمار ہونا۔ باب سَمِعَ سے مصدر

مَرْضٰی:۔ بیمار لوگ۔ واحد مَرِیْض۔

مَرْضَاۃ:۔ رضامندی۔ خوشنودی۔

مَرِضْتُ:۔ میں بیمار ہوا۔ مَرَض سے ماضی واحد متکلم۔

مُرْضِعَۃ:۔ دودھ پلانے والی۔ رَضْع سے اسم فاعل واحد مؤنث۔ جمع۔ مَرَاضِع۔

مَرْضِیٌّ:۔ پسندیدہ۔ رِضَا سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَرْضِیَّۃ:۔ پسندیدہ۔ رِضَا سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مَرْعٰی:۔ چارہ۔ سبزی۔ چراگاہ بمعنی ثانی اسم ظرف رَعْی سے۔

مِرْفَق:۔ وہ کام جس سے نفع حاصل ہو۔

مَرْفُوْد:۔ انعام دیا ہوا۔ رَفْد سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَرْفُوْع:۔ بلند۔ اٹھایا ہوا۔ رَفْع سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَرْقَد:۔ خوابگاہ۔ قبر۔ رُقُوْد سے اسم ظرف۔

مَرْقُوْم:۔ درج کیا ہوا۔ لکھا ہوا۔ رَقْم سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَرْکُوْم:۔ تہ بتہ جما ہوا۔ گاڑھا (بادل) رَکْم سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَرُّوْا:۔ وہ گزرے۔ مُرُوْر سے ماضی جمع مذکر غائب۔

مَرْوَۃ:۔ مکہ مکرمہ میں ایک پہاڑ کا نام۔ طواف کعبہ کے بعد اس پر اور دوسرے پہاڑ صفا پر سعی ہوتی ہے اب یہ دونوں ہموار ہو چکے ہیں اور وہاں بازار قائم ہے، اسی بازار میں سعی کی جاتی ہے۔

مُرُوْد :- گندنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر

مَرِیْ :- خوش گوار۔ سریع الہضم۔ مَرُوْءَۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

مُرِیْب :- اضطراب و تردد پیدا کرنے والا۔ اِرَابَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مِرْیَۃ :- شک، شبہ، دھوکا۔

مَرِیْج :- الجھا ہوا۔ مختلط۔ مَرْج سے بمعنی مفعول۔

مَرِیْد :- سرکش۔ متمرد۔ نافرمان۔ مُرُوْدَۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر جمع۔

مَرِیْض :- بیمار۔ مَرَض سے صفت مشبہ واحد مذکر۔ جمع مَرْضٰی۔

مَرْیَم :- حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا نام نامی۔

انکے والد ماجد کا نام عمران بن ماثان اور والدہ محترمہ کا حنہ بنت فاقوذ تھا۔ یہ دونوں میاں بیوی خدا پرست خدا رسیدہ تھے اور بیت المقدس کے شہر میں پاکبازانہ زندگی بسر کرتے تھے اولاد سے محروم تھے اور خدا کی مرضی پر راضی برضا تھے۔

ایکدن حنہ نے ایک پرندہ کو دیکھا کہ اپنے بچہ کو چوگا دے رہا ہے۔ دل میں بے اختیار خواہش پیدا ہوئی کہ "کاش میری گود بھی بھری ہوتی۔" اور اللہ تعالیٰ سے بیٹے کی دعا مانگی۔ دعا قبول ہوئی اور نخل امید بار آور ہوا۔

حالت حمل میں منت مانی کہ "اے خدا جو بچہ میرے پیٹ میں ہے میں نے تیرے لئے محرر کرتی ہوں دنیا کے تمام جھگڑوں سے الگ فقط وہ تیری عبادت اور تیرے مقدس گھر مسجد اقصیٰ کی خدمت میں رہے گا۔ تو میری منت قبول فرما" گویا اسطرح بیٹے کے لئے حسین طلب کا اظہار کیا مگر جب ایام حمل تمام ہوئے تو خلاف امید بچی پاکر مایوسی کے انداز میں کہا۔

رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی "اے میرے پروردگار میرے تو لڑکی ہوئی۔" مطلب یہ تھا کہ اب میں اپنی نذر کیسے پوری کر سکوں گی۔ لڑکی کو مسجد اقصیٰ کی خدمت کے لئے قبول کرنے کا تو دستور نہیں۔ حنہ کے ان کلمات حسرت کے ذکر کے بعد قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی "اللہ ہی کو بہتر معلوم تھا کہ کیسی دولت اسے ملی ہے۔ اور کیسی مقدس بچی وہ جنی ہے۔ جیسا بیٹا وہ چاہتی تھی وہ اس بیٹی کو کہاں پہنچ سکتا تھا۔" بہرحال حنہ نے اس لڑکی کا نام مریم رکھا اور دعا مانگی۔ اِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ "اے خدا میں اسے اور اسکی اولاد کو مردود شیطان سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔"

خداوند تعالیٰ نے حنہ کی اس دعا کو بھی قبول فرمایا چنانچہ اسی آیت کی تفسیر میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ :-

"جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اسے ولادت کے وقت شیطان مس کرتا ہے اور وہ اسکے مس کرنے سے چیختا ہے مگر مریم و عیسیٰ اس سے مستثنیٰ رکھے گئے" (ابن کثیر ج ۱ ص ۱۹)

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو مقبول بارگاہ بنایا جمال صورت و کمال سیرت سے نوازا اور انکی اخلاقی و دینی و علمی تربیت کا بہترین سر و سامان کیا۔ اسکی صورت یہ ہوئی کہ مجاورین مسجد اقصیٰ کے دل میں یہ بات ڈالدی کہ وہ عام دستور کیخلاف اس پیاری بچی کو مسجد کی خدمت کیلئے قبول کرلیں۔ پھر اس قبول کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ یہ کس کی کفالت میں رکھی جائیں کیونکہ سب مجاور چاہتے تھے کہ یہ دولت انکے حصہ میں آئے تو آخر قرعہ اندازی ہوئی اور قرعہ حضرت زکریا جیسے مقدس انسان کے نام نکلا جو بہترین معلم اخلاق و پیشوائے دین ہونے کے علاوہ حضرت مریمؑ کے خالو بھی تھے۔ چنانچہ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

وانما قدر الله كون زكريا كفلها لسعادتها ليقتبس منه علما جما نافعا وعملا صالحا ولانه كان زوج خالتها على ما ذكره ابن اسحاق (ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۰)

"اللہ تعالیٰ نے زکریا کو مریم کا کفیل اس لئے بنایا تاکہ وہ سعادت سے بہرہ یاب ہوں ان سے علم کامل و نافع و عمل صالح کریں۔ اور اسلئے کہ وہ بقول ابن اسحاق مریم کے خالو ہوتے تھے"۔

جب مریم ذرا سیانی ہوئیں تو حضرت زکریا نے مسجد کے متصل ان کے لئے ایک حجرہ (محراب) مخصوص کر دیا کہ ایک گونہ مسجد سے علیحدہ بھی رہیں اور مسجد کی خدمات بھی انجام دیتی رہیں۔

حضرت زکریا وقتاً فوقتاً مریم کی دیکھ بھال و تعلیم و تربیت کیلئے آتے رہتے تھے۔ جب وہ آتے تو یہ دیکھ کر حیران رہجاتے کہ مادی و روحانی غذا کیلئے مریم کے پاس بے موسم کے پھل اور عجیب و غریب معلومات سے پر علمی صحیفے رکھے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں نے مریم کو یہ بشارت بھی سنائی کہ :-

يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ (اے مریم تجھکو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا۔ نیک طینت و پاکیزہ طبیعت بنایا اور تجھ کو سب جہان کی عورتوں پر فضیلت دی)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مریم من کل الوجوہ

سب عورتوں سے افضل ہیں؟
تحقیق یہ ہے کہ یہاں مریم کی وہ فضیلت جزوی
مراد ہے جو ان کو بغیر مس بشر عیسیٰ علیہ السلام
جیسا بیٹا پاکر حاصل ہوئی اور جس کا ذکر متصلاً
ہی واقع ہے اس اعتبار سے وہ تمام عورتوں
سے افضل ہیں۔ اور دیگر اعتبارات سے وہ
بنی اسرائیل کی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔
چنانچہ ایک حدیث میں حضرت فاطمہ کے متعلق
حضور نے فرمایا:۔ الحمد للہ الذی جعلکِ
یا بُنَیَّۃُ شبیھۃ بسیدۃ نساء بنی
اسرائیل۔ (تمام تعریف اس اللہ کیلئے
ہے جس نے اے بیٹی تجھے بنی اسرائیل کی عورتوں
کی سردار (مریم) کے مشابہ بنایا) مزید تفصیل
کے لئے دیکھئے عیسیٰ و زکریا۔

مِزَاجٌ:۔ آمیزش۔ ملاوٹ۔

مُزْجَاۃٌ:۔ تھوڑی۔ ناقص۔ بے اعتبار۔ اِزْجَاءٌ
سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مُزَحْزِحٌ:۔ سرکانے والا۔ دور کرنے والا۔ زَحْزَحَۃٌ
سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُزْدَجَرٌ:۔ ڈانٹ ڈپٹ۔ نصیحت۔ اِزْدِجَارٌ
سے مصدر میمی۔

مُزِّقْتُمْ:۔ تم ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے۔
تَمْزِیْق سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

مَزَّقْنَا:۔ ہم نے ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ تَمْزِیْق
سے ماضی جمع متکلم۔

مُزَّمِّلٌ:۔ کپڑے میں لپٹنے والا۔ تَزَمُّل سے
اسم فاعل واحد مذکر۔ یہ اصل میں مُتَزَمِّل
تھا۔ تا کو ز سے بدل کر ادغام کردیا گیا۔
بالاتفاق اس سے یہی مراد جناب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کو اس لقب سے
کیوں مخاطب کیا گیا؟ اس کے متعلق بھی مفسرین
کے کئی اقوال ہیں:۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے
یہ کہا ہے کہ چونکہ ابتداء نبوت میں آنحضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام گھبرائے ہوئے گھر تشریف لائے اور
آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے زَمِّلُوْنِی
زَمِّلُوْنِی (مجھے کپڑا اوڑھا دو مجھے کپڑا اوڑھا دو)
فرمایا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اے مُزَّمِّل
کہہ کر آپ کو مخاطب فرمایا۔
فراء یہ کہتے ہیں کہ اس سورت کے نزول کے
وقت آپ نماز کے ارادہ سے کپڑا اوڑھے ہوئے تھے
عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ زمل بمعنی بار بردن سے
ماخوذ ہے۔ کہتے ہیں تَزَمَّلَ فلان۔ فلاں شخص
نے بھاری بوجھ اٹھا لیا۔ پس یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ
کے معنی ہیں اے وہ ہستی کہ جس پر بڑی ذمہ
داری آپڑی ہے اور تبلیغ و ہدایت کا بار
جس پر ڈالا گیا ہے (تفسیر کبیر)

اسم فاعل واحد مذکر۔

مُسْتَخْلَفِیْنَ: جانشین بنائے ہوئے۔ اِسْتِخْلَاف سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُسْتَخْلَف۔

مُسْتَسْلِمُوْنَ: اطاعت کرنے والے، سپرد کرنے والے۔ اِسْتِسْلَام سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُسْتَسْلِمٌ۔

مُسْتَضْعَفُوْنَ / **مُسْتَضْعَفِیْنَ**: کمزور ناتوان لوگ اِسْتِضْعَاف سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مُسْتَضْعَف اول بحالت رفعی و ثانی بحالت نصبی و جری۔

مُسْتَطَرٌ: لکھا ہوا۔ اِسْتِطَار سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُسْتَطِیْرٌ: پھیلنے والا پراگندہ۔ اِسْتِطَارَة سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُسْتَعَانُ: جس سے مدد مانگی جائے۔ اِسْتِعَانَة اسم مفعول واحد مذکر۔

مُسْتَغْفِرِیْنَ: مغفرت چاہنے والے۔ اِسْتِغْفَار سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری واحد مُسْتَغْفِر۔

مُسْتَقْبِلُ: آگے ہوتے والا، سامنے آنے والا۔ اِسْتِقْبَال سے ہے۔ اسم فاعل واحد مذکر۔

مُسْتَقْدِمِیْنَ: آگے ہونے والے۔ اِسْتِقْدَام سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد مُسْتَقْدِمٌ۔

مُسْتَقِرٌّ: ٹھیرنے والا۔ اِسْتِقْرَار سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُسْتَقَرٌّ: ٹھیرایا ہوا۔ ٹھیرنے کی جگہ۔ اِسْتِقْرَار سے اسم مفعول واحد مذکر و اسم ظرف واحد۔ آیت کریمہ: وَهُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ میں مُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ کی تفسیر میں چند توجیہات ذکر کی گئی ہیں:

(۱) یہ دونوں لفظ اسم ظرف ہیں اور گویا کہ تقدیر عبارت لکم مکان استقرار و مکان استیداع ہے۔ اوّل سے باپ کی پیٹھ اور ثانی سے ماں کا پیٹ مراد ہے۔ یعنی خداوند تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے تمہیں ایک جان یعنی آدم سے پیدا فرمایا (اور) تمہارے لئے ایک قرار کی جگہ (باپ کی پشت) اور ایک بطور امانت رہنے کی جگہ (بطن مادر) متعین فرمائی۔

(۲) مُسْتَقَرٌّ سے مراد بطن مادر ہے اور مُسْتَوْدَعٌ سے مراد پشت پدر۔ باقی معنی وہی ہیں۔

(۳) عبد اللہ بن مسعود سے یہ مروی ہے کہ

مُسْتَقَرٌّ عبارت ہے ماں کے پیٹ سے
اور مُسْتَوْدَعٌ سے مراد قبر ہے۔ اور آیت
میں انسان کا آغاز و انجام بتلایا ہے یعنی قرار
لئے بطن مادر میں قرار کی جگہ ہے جہاں تم جنین
کی شکل میں رہتے ہو اور ایک امانت کی جگہ
ہے جہاں بالآخر زندگی کے سانس پورے
کرکے سب کو جانا ہے یعنی قبر۔ آخر کو لفظ
مُسْتَوْدَعٌ سے تعبیر کرنے میں حشر و معاد کیطرف
لطیف اشارہ ہے کیونکہ امانت ہمیشہ نہیں رکھی
جاتی بلکہ اسکو ایک مدت کے بعد واپس لے لیا
جاتا ہے۔ اسیطرح انسان یہ نہ سمجھے کہ دنیوی
زندگی کے بعد دائمی موت آجائے گی اور بس
وہ قبر میں ہی رہے گا۔ نہیں قبر تو صرف امانت
کی جگہ ہے اور انسان اس میں بطور امانت
رکھا جاتا ہے۔ جب امانت اس کے واپس لینے
کا ایک مقررہ وقت اجل مسمی آئیگا تو زمین
کے مخزن سے تمام امانتیں واپس کرلی جائینگی
وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا۔

(۴) مُسْتَوْدَعٌ سے مراد قبر ہے اور مُسْتَقَرٌّ
سے انسان کا آخری و دائمی ٹھکانا یعنی جنت یا
دوزخ اور تنبیہ کی غرض سے مُسْتَقَرٌّ کو
ذکر میں مقدم کیا گیا ہے تاکہ دل کو اپنے مُسْتَقَرّ
کی ہر وقت فکر رہے۔

یہ توجیہات اس صورت میں ہیں جبکہ دونوں
کلموں کو ظرف کے معنی میں لیا جائے۔
(الخازن مع تغیر یسیر و توضیح جلیل)

(۵) یہ دونوں لفظ اسم مفعول ہیں اور تقدیر
عبارت فَمِنْكُمْ مُسْتَقَرٌّ وَمِنْكُمْ مُسْتَوْدَعٌ
ہے یعنی تم انسانوں میں سے کچھ تو اس دنیا میں
ٹھیرے ہوئے ہیں، اور کچھ اپنی حیات مستعار
کی مدت پورا کرنے کے بعد بطور امانت زمین
کے حوالہ کر دیے گئے۔

عربی ذوق کے لحاظ سے یہ آخری توجیہ قریب
معلوم ہوتی ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

(ش۔ ا)

مُسْتَقِيْمٌ :۔ سیدھا۔ درست۔ اِسْتِقَامَةٌ
سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُسْتَكْبِرٌ۔ غرور کرنے والا۔ اِسْتِكْبَارٌ سے
اسم فاعل واحد مذکر۔

مُسْتَكْبِرُوْنَ
مُسْتَكْبِرِيْنَ } غرور کرنے والے۔ اِستکبار سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد
مُسْتَكْبِرٌ اوّل بحالت رفعی و ثانی بحالت
نصبی وجری۔

مُسْتَمِرٌّ :۔ پہلے سے چلا آنے والا۔ جاری
اِسْتِمْرَارٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُسْتَمْسِكُوْنَ :۔ مضبوط پکڑنے والے۔

اضافہ کیا جائے گا۔

(۲) مَسْجُوْر بمعنی خشک ہے یعنی جس کا پانی سوکھ گیا ہو۔

(۳) ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ مَسْجُوْر بمعنے مَحْبُوْس (روکا ہوا) ہے بنا بریں بَحْر کی صفت مَسْجُوْر اس لئے لائی گئی کہ سمندر کو قدرت خداوندی نے روک رکھا ہے کہ وہ تمام زمین پر انہیں بہا دے اور سب کو غرق کر ڈالتا اس لئے کہ پانی کی طبیعت کا تقاضا ہی یہ ہے کہ وہ زمین پر بہے جس طرح کہ ہوا کی طبیعت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ پانی کے اوپر رہے چنانچہ حدیث میں بھی ہے مَا مِنْ یَوْمٍ اِلَّا وَالْبَحْرُ یَسْتَاذِنُ رَبَّہٗ اَنْ یُغْرِقَ بَنِیْ اٰدَمَ (کوئی دن بھی ایسا نہیں آتا جبکہ سمندر اپنے رب سے بنی آدم کو غرق کر دینے کی اجازت نہ چاہتا ہو) فی الواقع سمندر کا اپنی طبیعت کے اس تقاضے سے باز رہنا وہ چیز ہے جس نے دہریوں، و فلسفہ زدہ لوگوں کے اصول و قواعد کا استیصال کر کے رکھ دیا ہے۔

اقوال مذکورہ میں سب سے زیادہ قوی قول یہ ہے کہ مَسْجُوْر بمعنے مُوْقَد (بھڑکایا ہوا) ہے لغت بھی اس پر شاہد ہے اور آیت کریمہ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ بھی اس پر دلیل ہے چنانچہ سُجِّرَتْ کی تفسیر میں حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ سے منقول ہے:۔ اُوْقِدَتْ فصارت نارا۔ (ملخص من "التبیان" للعلامۃ ابن القیم رحمۃ اللہ تعالیٰ)

مَسْجُوْنِیْنَ :۔ قیدی لوگ۔ سَجْن سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مَسْجُوْن

مَسْح :۔ ہاتھ پھیرنا باب فَتَحَ سے مصدر ہے یہ معنی ہی مَسْح کے لغوی اور اصلی معنی ہیں اور یہ ہی آیت کریمہ رُدُّوْهَا عَلَیَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ میں مراد ہیں بعض ضعیف روایات کی بناء پر اکثر مفسرین نے یہاں مَسْح کو قَطْع (کاٹنا) کے معنی میں لیا ہے۔ اور قصہ کچھ ایسا بتلایا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کا جائزہ لیا اور ان میں کچھ ایسے مصروف ہوگئے کہ نماز عصر فوت ہوگئی اور سورج غروب ہوگیا اس پر آپ بہت رنجیدہ ہوئے کہ میں مال کی محبت میں خدا کی یاد سے غافل ہوگیا پھر آپ نے بطور توبہ کے ان گھوڑوں کی گردنیں اور پنڈلیاں کاٹ ڈالیں اور اللہ نے آپ کے لئے دوبارہ سورج کو واپس کر دیا۔ آیات کریمہ کو اس قصہ پر حمل کرنا لفظی اعتبار سے تاویلات بعیدہ کو مستلزم ہونے کے علاوہ معنوی اعتبار سے

ایک پیغمبر کی شان رفیع کے بھی خلاف ہے۔
ان آیتوں کے سیدھے سادے معنی یہ ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے شام کے وقت گھوڑوں کا جائزہ لیا اور اللہ کی یہ نعمت دیکھ کر جذبۂ شکر سے بے اختیار ہو کر فرمایا۔ اِنِّی اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّی۔ یعنی یہ مال کی محبت جو مجھے ہے تو ذکر رب اور یاد الٰہی کی وجہ سے ہے۔ کہ حقیقت شناس لوگ نعمت پر نہیں بلکہ مُنْعِم پر نظر رکھتے ہیں۔ اور چونکہ آپ ایک زبردست بادشاہ ہونے کے ساتھ ہی ساتھ نبی بھی تھے اس لئے آپ نے لوگوں کے سامنے اس چیز کا اظہار فرمایا تاکہ وہ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں اور ان ہی کی طرح اللہ کی شکر گزاری سیکھیں آپ اللہ کی حمد و شکر میں ایسے مصروف ہوئے کہ وہ گھوڑے نگاہوں سے اوجھل ہو گئے یعنی چلے گئے۔ جب کیفیت شکر کی شدت کم ہوئی اور آپ نے وہاں گھوڑوں کو نہ پایا تو خدام کو حکم دیا کہ گھوڑے واپس لاؤ حسب الحکم گھوڑے واپس لائے گئے اور آپ پیار اور فرط عنایت سے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے یہ تفسیر ہے جو خود آیت کے لفظوں سے صراحۃً حاصل ہوتی ہے اور یہ درست ہے (ش)۔

مُسَحَّرِیْنَ: جادو کئے ہوئے تَسْحِیْرٌ سے اسم مفعول جمع مذکر۔ بحالت نصبی و جری۔ واحد مُسَحَّرٌ (دیکھو سِحْرٌ)

مَسْحُوْرًا: جادو کیا ہوا۔ سِحْرٌ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَسْحُوْرُوْنَ: جادو کئے ہوئے مَسْحُوْرٌ کی جمع۔

مُسَخَّرٌ: فرمانبردار کیا ہوا۔ تابعدار تَسْخِیْرٌ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُسَخَّرَاتٌ: مطیع و فرمانبردار بنائے ہوئے تابع بنائے ہوئے۔ تَسْخِیْرٌ سے اسم مفعول جمع مؤنث۔ واحد مُسَخَّرَةٌ اس کا ماخذ سُخْرِیٌّ ہے جس کے معنے بیگاری خادم کے ہیں یعنی وہ خادم جو خدمت کرے اور اپنی خدمت کے بالعوض محروم سے کچھ نہ پائے پس تَسْخِیْرٌ کے اصل معنی ہوئے بے اجرت خادم بنانا بیگاری بنانا قرآن کریم میں آسمان و زمین شمس و قمر دریاؤں پہاڑوں اور ستاروں وغیرہ کیلئے تَسْخِیْرٌ کا استعمال ہوا ہے یعنی خداوند تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کو انسان کا بندۂ بے درم اور بے اجرت کا خادم۔ بیگاری۔ بنایا ہے کہ انسان ان تمام چیزوں سے مختلف قسم کے فوائد و منافع حاصل کرتا ہے لیکن ان چیزوں میں سے کسی چیز کو انسان سے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ جب تمام

مخلوق اپنے وجود کا کوئی نہ کوئی مقصود اور غرض و غایت رکھتی ہے اور سب کے سب انسان کے خادم و مطیع ہیں تو کیا اس انسان کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں کیا یہ کسی کی خدمت و بندگی کی فطری ذمہ داری لئے بغیر اس خاکدان عالم میں آیا ہے اسکا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ اور میں نے انسانوں اور جنوں کو عبادت ہی کیلئے پیدا کیا ہے۔

تَسْخِیر کے تین ارکان ہیں۔

(۱) مُسَخِّر۔ یعنی خداوند تعالیٰ۔

(۲) مُسَخَّر۔ یعنی مخلوقات مذکور رد۔

(۳) مُسَخَّرلَہٗ۔ یعنی انسان۔

در فعل اطاعت صرف دو رکن رکھتا ہے:۔

مُطِیع:۔ جیسے یہ مخلوقات۔

مُطَاع:۔ جیسے باری تعالیٰ (ش)

سَخَّرْنَا:۔ ہم نے صورت بگاڑ دی مسخ سے ماضی جمع متکلم

مَسَدٌ:۔ خوب بٹی ہوئی رسی کھجور کی چھال کی یا چمڑے کی۔

مُسْرِف:۔ حد سے بڑھنے والا۔ اِسْرَاف سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو لَا تُسْرِفُوْا)

مُسْرِفُوْنَ | مُسْرِفِيْنَ: حد سے بڑھنے والے مُسْرِف کی جمع اول بحالت رفعی و ثانی بحالت نصبی و جری۔

مَسْرُوْر:۔ خوش، خوش کیا ہوا۔ سُرُوْر سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَسْطُوْر:۔ لکھا ہوا۔ سَطْر سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَسْغَبَة:۔ بھوک، کھانے کی خواہش معدہ میں

مُسْفِرَة:۔ روشن، تابناک، چمکنے والی۔ اِسْفَار سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مَسْفُوْح:۔ بہایا ہوا سَفْح سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مِسْک:۔ مشک (یہ لفظ معرب ہے)

مَسْکَن:۔ رہنے کی جگہ، مکان سُکُوْن سے اسم ظرف

مَسْکَنَة:۔ محتاجی، ضرورت مندی۔ (دیکھو مِسْکِیْن)

مَسْکُوْب:۔ بکھیرا ہوا، بہایا ہوا۔ سَکْب سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَسْکُوْنَة:۔ بسی ہوئی آباد۔ سُکُوْن سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مِسْکِیْن:۔ فقیر۔ محتاج۔ نادار۔ قرآن کریم میں زکوٰۃ کے مصارف کے بیان میں فرمایا گیا ہے:۔ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ۔ "یہ صدقات فقیروں اور

مسکینوں وغیرہ کے لئے ہی کافی ہیں)
یہاں فقیر اور مسکین کی تعریف میں اختلاف ہوا ہے کہا گیا ہے کہ فقیر وہ ہے جس کے پاس اپنے اور متعلقین کے گزارہ کے لئے ایک دن کی خوراک ہو یا وہ اس کے حاصل کرنے پر قادر ہو۔ ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے مگر اسے مانگنا جائز نہیں اور مسکین وہ ہے جس کے پاس ایک دن کے گزارہ کے لئے بھی نہ ہو اور نہ وہ اس کے حاصل کرنے پر قادر ہو۔ ایسے شخص کو بقدر ضرورت مانگنا جائز ہے (لمعات) یہ قول امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ (یا کھانا کھلانا محتاج کو جو خاک میں مل رہا ہے۔
تو ذَا مَتْرَبَةٍ مسکین کی صفت لانے سے معلوم ہوا ہے کہ مسکنت فقر کا انتہائی درجہ ہے جبکہ آدمی بالکل مٹی میں مل جاتا ہے اور بقول ابن کثیر جمہور کا مذہب اس کے برعکس ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ و خضر علیہم السلام کے واقعہ کے ضمن میں فرمایا گیا ہے۔ أَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِيْنَ۔ (وہ کشتی جس میں خضر نے سوراخ کر دیا مسکینوں کی تھی) تو اس سے معلوم ہوا کہ کشتی کے مالک ہوتے ہوئے بھی وہ مسکین ہو سکتے تھے۔

مگر اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ لام تملیک کا نہیں بلکہ تخصیص کا ہے اور معنی یہ ہیں کہ کشتیوں کے ذریعہ وہ مسکین روزی کماتے تھے۔ یا کشتیوں کے بیکار ہو جانے کے بعد انہیں مسکین کہا گیا۔ (مفردات)
نیز حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے ان الفقیر لیس بالذی لا مال له ولکن الفقیر الاخلق الکسب۔ (فقیر وہ نہیں ہے جس کے پاس بالکل مال ہی نہ ہو بلکہ فقیر وہ ہے جو پیشہ ورانہ کمانے پر قادر ہو) اس کے علاوہ دیگر اقوال بھی ہیں:۔
ابن جریر کا مختار یہ ہے کہ فقیر وہ شخص ہے جو سوال سے پرہیز کرے اور مسکین وہ ہے جو لوگوں کے پیچھے پھرے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ فقیر وہ ہے جو دائم المرض ہو اور مسکین وہ جو قوی تندرست ہو۔ سفیان ثوری کا قول ہے کہ مساکین سے فقراء اہل کتاب مراد ہیں۔ (ابن کثیر ج ۲ ص ۳۶۴)

مُسْلِمٌ:۔ اللہ کا فرمانبردار، مسلمان۔ اِسْلَامٌ سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھئے سلم)

مُسْلِمَاتٌ:۔ اللہ کی فرمانبردار عورتیں۔ مسلمان عورتیں۔ اسلام سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد مُسْلِمَةٌ

مُسَلَّمَةٌ:۔ صحیح و سالم، تندرست۔ سونپی ہوئی۔ تَسْلِيْمٌ سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مُسْلِمَۃٌ :۔ فرمانبرداری کرنے والی اللہ تعالیٰ کی۔ اِسْلَام سے اسم فاعل واحد مؤنث

مُسْلِمُوْنَ ۔ مُسْلِمِیْنَ } مسلمان لوگ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے والے اِسْلَام سے اسم فاعل جمع مذکر ۔ اول بحالت رفعی اور ثانی بحالت نصبی وجری ۔ واحد مُسْلِمٌ۔

مُسْلِمَیْنِ :۔ فرمانبرداری کرنے والے مُسْلِمٌ کا تثنیہ بحالت نصبی۔

مَسَسْنَا :۔ ہم نے چھوا ۔ مَسّ سے ماضی جمع متکلم۔

مُسَنَّدَۃٌ :۔ دیوار سے لگائی ہوئی تَسْنِیْد سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَسْنُوْنٌ :۔ متغیر جس کا رنگ دیر بدل جائے۔ سَنّ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُسَمًّی :۔ نام رکھا ہوا ۔ مقرر ۔ متعین تَسْمِیَۃ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُسْمِعٌ :۔ سنانے والا ۔ اِسْمَاع سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُسْمَعٌ :۔ سنایا ہوا ۔ اِسْمَاع سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُسْوَدٌّ :۔ سیاہ ۔ کالا ۔ اِسْوِدَاد سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُسْوَدَّۃٌ :۔ سیاہ ۔ کالی ۔ اِسْوِدَاد سے اسم فاعل واحد مؤنث ۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے :۔ وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تَرَی الَّذِیْنَ کَذَبُوْا عَلَی اللّٰہِ وُجُوْہُھُمْ مُّسْوَدَّۃٌ ۔ (اور قیامت کے دن تو دیکھے گا ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ پر جھوٹ بولا چہرے ان کے سیاہ ہیں ۔ چہرے کی سیاہی باطن کی ظلمت کا انعکاس ہوگی یا پیش آنے والے عذاب کی شدت کے احساس سے ان کے چہرے بدصورت اور بے رونق ہو جائیں گے۔

مُسَوَّمَۃٌ :۔ نشانی کی ہوئی ۔ علامت دی ہوئی تَسْوِیْم سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مُسَوِّمِیْنَ :۔ علامت لگانے والے ۔ تَسْوِیْم سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری ۔ واحد مُسَوِّمٌ۔

مُسَوَّمِیْنَ :۔ علامت دئے ہوئے ۔ تَسْوِیْم سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصبی وجری ۔ واحد مُسَوَّمٌ ۔ قرآن کریم میں اصحاب بدر کے متعلق فرمایا گیا ہے :۔ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْکُمْ مِّنْ فَوْرِھِمْ ھٰذَا یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ بِخَمْسَۃِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُسَوِّمِیْنَ ۔ اگر تم صبر و تقوی اختیار کرو گے وہ کافر ...

نازل ہوں گے تو تمہارا پروردگار پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا جو اپنے گھوڑوں پر علامت لگانے والے ہوں گے یا جن پر خود علامت لگی ہوگی، پہلے معنی مُسَوِّمِیْنَ پڑھنے کی صورت میں ہیں اور دوسرے مُسَوَّمِیْنَ پڑھنے کی صورت میں۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر نے اس آیت کے ذیل میں جو روایات نقل کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ معرکہ بدر میں جو فرشتے مدد کیلئے بھیجے گئے وہ مخصوص رنگ کے عمامے باندھے ہوئے تھے اور ان کے گھوڑوں پر بھی امتیازی علامات تھیں۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۴۰۲)

مُسِیْءٌ: بدکار، گنہگار۔ اِسَاءَۃٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مَسِیْحٌ: حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کا لقب۔ مَسْحٌ سے جس کے معنی چلنا، پھرنا ہیں صفت کا صیغہ بمعنی فاعل یا مفعول۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مَسِیْح اس لئے کہا گیا کہ انہوں نے ساری زندگی چلتے پھرتے مسافرانہ حالات میں گزاری، نہ مکان بنایا اور نہ شادی کی۔ یا اس لئے کہ وہ بیماروں پر ہاتھ پھیر کر ان کو تندرست کر دیتے تھے (جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے)۔ یا اس لئے کہ جب ان کی ولادت ہوئی تو ان کے بدن پر تیل ملا ہوا تھا۔ یا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اخلاق ذمیمہ و قوائے رذیلہ آپ میں سے دور کر دیئے تھے۔

پہلی دو صورتوں میں مَسِیْحٌ بمعنی مَاسِحٌ ہے اور آخری دو صورتوں میں بمعنی مَمْسُوْحٌ ہے یہ تفصیل اس صورت میں ہے کہ مَسِیْحٌ کو عربی الاصل قرار دیا جائے ورنہ بعض محققین کی رائے ہے کہ یہ عبرانی لفظ مَشُوْخَا کا معرب ہے، حالات کی تفصیل کیلئے دیکھو "عیسیٰ"۔

حدیث میں لفظ مسیح کا اطلاق دجال پر بھی ہوا ہے وہ اس لئے کہ دجال کی داہنی آنکھ مٹی ہوئی ہوگی یعنی کانا ہوگا۔ یا اس لئے کہ وہ بڑی تیزی سے زمین کو طے کر جائے گا۔ (مفردات)

مُسَیْطِرٌ: داروغہ، نگہبان، تعینات کیا ہوا۔ سَیْطَرَۃٌ سے اسم فاعل واحد مذکر دیکھو مُصَیْطِرٌ۔

مُسَیْطِرُوْنَ: نگہبان۔ محافظ لوگ مُسَیْطِرٌ کی جمع بحالت رفعی۔

مَشَّاءٌ: بہت چلنے والا مَشْیٌ سے مبالغہ کا صیغہ قرآن کریم میں مَشَّاءٍ بِنَمِیْمٍ آیا ہے نمیم کے معنی ہیں چغلی یہاں وہ شخص مراد ہے جو چغلی کی باتیں نقل کرتا پھرے۔

مَشَارِبُ: گھاٹ شُرْبٌ سے اسم ظرف جمع واحد مَشْرَبٌ۔

مَشَارِقُ: مشرقین۔ سورج کے نکلنے کے مقامات

واحد مَشْرِق ہر روز آفتاب نکلنے کی جگہ علیٰحدہ ہے اس لئے جمع لائی گئی۔

مَشْئَمَۃ:۔ کم بختی، بائیں طرف۔ اَصْحَابُ الْمَشْئَمَۃِ دوزخی لوگ ہیں کیونکہ وہ بدبخت بھی ہیں نیز ان کا نامہ اعمال بھی قیامت کے روز بائیں ہاتھ میں آئے گا۔

مُشْتَبِہ:۔ ایک دوسرے کے مشابہ۔ اِشْتِبَاہ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُشْتَرِكُوْنَ:۔ شریک ہونے والے۔ اِشْتِرَاك سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُشْتَرِك

مَشْحُوْن:۔ بھرا ہوا شَحْن سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَشْرَب:۔ گھاٹ، پینے کی جگہ، پینا شُرْب سے اسم ظرف و مصدر میمی۔

مَشْرِق:۔ سورج نکلنے کی جگہ۔ شُرُوْق سے اسم ظرف۔

مَشْرِقَیْن:۔ دو مشرق ایک جاڑے کی اور ایک گرمی کی، مَشْرِق کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔

بُعْدَ الْمَشْرِقَیْن:۔ مشرق مغرب کی دوری یہاں تغلیباً مغرب پر بھی مشرق کا اطلاق کیا گیا

مُشْرِقِیْنَ:۔ چمکنے والے، اجالے میں ہونیوالے شُرُوق سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُشْرِق۔

مُشْرِك:۔ شرک کرنے والا۔ کافر جو عبادت میں خدا کے ساتھ دوسرے کو شریک کرے سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو

مُشْرِكَات:۔ شرک کرنیوالیاں، کافر عورتیں اِشْرَاك سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد مُشْرِكَۃ۔

مُشْرِكَۃ:۔ شرک کرنے والی، اِشْرَاك سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

مُشْرِكُوْنَ، مُشْرِكِیْنَ: مشرک لوگ اِشْرَاك سے اسم فاعل جمع مذکر اول بحالت رفعی۔ ثانی بحالت نصبی و جری۔

مَشْعَر:۔ قربانی درج کی جگہ جمع مَشَاعِر

اَلْمَشْعَرُ الْحَرَام:۔ مزدلفہ یا کوہ قزح لغت میں مَشْعَر نشانی اور علامت کے معنی میں آتا ہے۔ مفسرین اَلْمَشْعَرُ الْحَرَام کی تعیین میں مختلف ہیں۔ صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ اصح یہ ہے کہ "اَلْمَشْعَرُ الْحَرَام سے مراد کوہ قزح ہے جو "منیٰ" سے متصل "مزدلفہ کی انتہائی حد ہے اور حاج جب مزدلفہ سے منیٰ کو روانہ ہوتے ہیں تو راستہ میں یہ پہاڑ پڑتا ہے۔ اس کے پاس اللہ کا ذکر کرنا چاہئے علامہ واحدی نے اپنی کتاب "البسیط"

میں اس سے مراد مزدلفہ بتلایا ہے جہاں عرفات سے واپسی میں مغرب و عشاء کی نماز جمع کی جاتی ہے اور رات گذار کر نماز فجر اندھیرے میں ادا کر کے منیٰ کو روانہ ہوتے ہیں۔ امام رازیؒ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

مُشْفِقُوْنَ / مُشْفِقِیْنَ: ڈرنے والے، اِشْفَاق سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُشْفِق۔ اول بحالت رفعی، ثانی بحالت نصبی و جری۔

مِشْکٰوۃ: طاق، چراغ رکھنے کا۔

مَشْکُوْر: مقبول، قدر کیا ہوا۔ شُکْر سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَشَوْا: وہ چلے۔ مَشْیٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

مَشْهَد: حاضر ہونے کی جگہ۔ گواہی دینے کی جگہ۔ شُهُوْد و شَهَادَة سے اسم ظرف۔ جمع مَشَاهِد۔

مَشْهُوْد: وہ جگہ جہاں حاضر ہوں جس کی گواہی دی جائے۔ شُهُوْد و شَهَادَة سے اسم مفعول واحد مذکر۔ قرآن کریم (سورۂ بروج) میں فرمایا گیا ہے وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ (قسم ہے شاہد و مشہود کی)، تو یہاں اس کی تفسیر میں مختلف اقوال نقل کیے گئے ہیں:

(۱) مَشْهُوْد سے مراد قیامت کا دن ہے اور شَاهِد سے اہل محشر جو اس دن حاضر ہوں گے جیسا کہ دوسری جگہ روز قیامت ہی کے متعلق فرمایا گیا، وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ابن عباسؓ مجاہدؒ وغیرہما کا یہی قول ہے۔ (۲) شَاهِد سے مراد نمازی اور فرشتے ہیں اور مَشْهُوْد سے روز جمعہ کیونکہ اس دن فرشتے آتے ہیں اور نمازیوں کے نام نوٹ کرتے ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور خود حضور صلعم نے فرمایا ہے "جمعہ کے روز بکثرت مجھ پر درود پڑھا کرو فَاِنَّهٗ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ (کیونکہ یہ یوم مشہود ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں)"۔

(۳) مَشْهُوْد سے مراد یوم عرفہ ہے اور شَاهِد سے مراد حجاج ہیں۔ (۴) شَاهِدٌ وَّمَشْهُوْد دونوں لفظ عام ہیں۔ شاہد سے ہر حاضر اور گواہی دینے والا مراد ہے فرشتے ہوں یا انبیاء کرام یا نمازی۔ اور مشہود سے مراد ہر وہ چیز یا جگہ جس پر گواہی یا حاضری دی جائے جن و انس ہوں یا روز عرفہ یا یوم جمعہ (ھذا اختیار الرازی و حققہ ابن القیم رحمہ اللہ)۔

مُشَیَّد: گچ کیا ہوا، مضبوط بنایا ہوا۔ شَیْد سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُشَیَّدَة: مضبوط و مستحکم۔ تَشْیِیْد سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مَصَانِع: [illegible]، حوض، تالاب۔ واحد مَصْنَع۔

اول الذکر معنے مجاہد سے منقول ہیں اور آخر الذکر قتادہ سے۔ (ابن کثیر)

مَصَابِیْح :۔ چراغ۔ واحد مِصْبَاح

مِصْبَاح :۔ چراغ صبح سے اسم آلہ واحد جمع مَصَابِیْح

مُصْبِحِیْن :۔ صبح کرنے والے صبح کے وقت کرانے والے اِصْبَاح سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد مُصْبِح

مُصَدِّق :۔ تصدیق کرنیوالا۔ سچا بتانیوالا تَصْدِیْق سے اسم فاعل واحد مذکر اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم دونوں کے لئے مُصَدِّق کی صفت ثابت کی ہے یعنی آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ پر اتاری ہوئی کتاب "قرآن" دونوں کتب الٰہیہ سابقہ کی تصدیق کرنے والے ہیں یعنی جو بنیادی عقائد واصول پہلی آسمانی کتابوں میں ثبت تھی اور ایمان وتوحید کی جسطرح پہلے نبی تعلیم دیتے رہے ہیں اسی طرح آنحضور اور قرآن بھی ایمان وتوحید کا سبق سکھلاتے ہیں اور ان ہی مسلمہ عقائد بنیادی کی طرف دعوت دیتے ہیں پس اگر وہ کتابیں سچی تھیں تو ضروری ہے کہ یہ کتاب بھی سچی ہو اور تورات وانجیل کی پیش کردہ دعوت ایمان وتوحید کو قبول کرنا ضروری تھا تو خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کردہ دعوت کو قبول کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ حق بہر حال حق ہے اور محل کے اختلاف سے حق کی حقانیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

مُصَّدِّقَات :۔ صدقہ کرنے والیاں تَصَدُّق سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ اصل میں مُتَصَدِّقَات تھا۔ تاء کو صاد سے بدل کر ادغام کر دیا گیا۔

مُصَّدِّقِیْن :۔ صدقہ کرنیوالے۔ تَصَدُّق سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد مُصَّدِّق یہ بھی اصل میں مُتَصَدِّقِیْن تھا

مُصَدِّقِیْن :۔ تصدیق کرنے والے سچ ماننے والے تَصْدِیْق سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔

مِصْر :۔ ہر وہ شہر جس کی حد بندی ہو ایک معروف شہر کا نام۔ جمع اَمْصَار (بمعنی اول منصرف ہے اور بمعنی ثانی صرف وعدم صرف دونوں جائز ہیں مگر قرآن کریم میں غیر منصرف استعمال ہوا ہے)

مُصْرِخ :۔ فریادرس اِصْرَاخ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُصْرِخِیَّ :۔ میری فریاد کو پہنچنے والے میرے فریادرس۔ یہ لفظ مرکب ہے مُصْرِخ کی جمع

مُصْرِخِیْنَ اور یائے متکلم سے۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گئی اور دونوں یاؤں میں ادغام ہو گیا

مَصْرِف: پھرنے کی جگہ۔ صَرْف سے اسم ظرف جمع مَصَارِف۔

مَصْرُوْف: پھرا ہوا۔ لوٹا ہوا۔ صَرْف سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُصْطَفَیْنَ: پسند کئے ہوئے اور منتخب لوگ اِصْطِفَاء سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت جری واحد مُصْطَفیٰ۔

مُصَفًّی: صاف کیا ہوا تَصْفِیَہ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُصْفَرٌّ: زرد۔ اِصْفِرَار سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مَصْفُوْفَۃ: صف بستہ، قطار در قطار صَفّ سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مُصَلًّی: نماز کی جگہ صلوٰۃ (باب تفعیل) سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُصْلِح: سنوارنے والا۔ اصلاح کرنیوالا اِصْلَاح سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُصْلِحُوْنَ / مُصْلِحِیْنَ } اصلاح کرنیوالے اِصْلَاح سے اسم فاعل جمع مذکر اول بحالتِ رفعی، ثانی بحالت نصبی و جری۔

مُصَلِّیْنَ: نماز پڑھنے والے مُصَلِّی کی جمع بحالت نصبی و جری۔ (دیکھو صلوٰۃ)

مُصَوِّر: تصویر بنانے والا، نقشہ بنانیوالا۔ تَصْوِیْر سے اسم فاعل واحد مذکر (اللہ تعالٰے کا اسم صفت ہے تَصْوِیْر کے معنی ہیں صورت بنا) اور صورت اس مخصوص نقشہ کو کہتے ہیں جس سے ایک شے دوسری سے ممتاز ہو اور الگ پہچان لی جائے۔ یہ محسوسات اور معقولات دونوں کو شامل ہے۔ مثلاً انسان کی صورت صرف اس کا ڈھانچہ اور رنگ روپ ہی نہیں ہے، بلکہ اس کی وہ معنوی خصوصیات بھی اس میں داخل ہیں جن کی وجہ سے وہ اشرف المخلوقات ہے۔ چنانچہ صَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ (اللہ نے تمہاری تصویر بنائی تو بہترین صورتیں بنائیں، یہاں جمال ظاہری و کمال باطنی دونوں مراد ہیں)، مُصَوِّر جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس میں بھی یہی جامع معنی ملحوظ ہیں (مفردات)

مُصِیْب: درست بات کہنے والا، پہنچنے والا اِصَابَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُصِیْبَۃ: تکلیف، غم، مصیبت، پہنچنے والی۔ اِصَابَۃ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔ جمع مَصَائِب۔

مَصِیْر: لوٹنے کی جگہ۔ لوٹنا صَیْر سے۔ اسم ظرف و مصدر میمی۔

مُصَيْطِر :۔ جم کر کھڑا ہو جانے والا۔ مسلط۔ داروغہ سَیْطَرَۃ سے جس کے معنی سطر کی طرح جم کر کھڑا ہو جانے کے ہیں۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ یہ سین اور صاد دونوں سے آتا ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔ فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے پیغمبر آپ مُذَكِّر نصیحت و فہمائش کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہیں لہذا اپنے اس فرض کو آپ ہر حالت میں ادا کرتے رہئیے۔ کہ فرمائیں یا نہ مانیں۔ اگر نہ مانیں تو کبیدہ خاطر نہ ہوجئے کہ آپ نے اپنے فرض کو ادا کر دیا۔ یہ ان کی بدعملی و بدبختی ہے کہ انہوں نے آپ کی نصیحت پر کان نہ دھرا اور ہدایت قبول نہ کی۔ آپ کو داروغہ بنا کر ان پر مسلط نہیں کر دیا گیا ہے کہ زبردستی ان کو مسلمان بنائیں۔ اسلام و ایمان کا تعلق تو دل کی خوشی سے ہے اور دل کی باگیں اس مقلب القلوب کے ہی ہاتھ میں ہیں۔

مَضٰی :۔ وہ گذرا۔ مُضِیّ سے ماضی واحد مذکر غائب

مَضَاجِعَ :۔ بچھونے خواب گاہیں ضُجُوْع سے اسم ظرف جمع۔ واحد مَضْجَعٌ۔

مُضَآرّ :۔ نقصان زدہ۔ ضَرَار سے فاعل سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُضَاعَفَة :۔ دوگنا کرنا، بڑھانا، بڑھائی ہوئی دوگنی کی ہوئی۔ باب مفاعلہ سے مصدر و اسم مفعول واحد مؤنث۔

مَضَت :۔ وہ گذری۔ مُضِیّ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

مُضْطَرّ :۔ بےچارہ۔ بےاختیار۔ اِضْطِرَار سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُضْعِفُوْن :۔ دوگنا کرنے والے، دوگنا لینے والے اِضْعَاف سے اسم فاعل جمع مذکر، واحد مُضْعِف

مُضْغَة :۔ گوشت کی بوٹی۔ جمع مُضَغٌ۔

مُضِلّ :۔ بہکانے والا۔ گمراہ کن۔ اِضْلَال سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو ضَالّ)

مُضِلِّيْن :۔ بہکانے والے۔ مُضِلّ کی جمع بحالت نصبی و جری۔

مُضِيّ :۔ گذرنا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

مُطَاع :۔ پیشوا جس کی اطاعت کی جائے۔ اِطَاعَة سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَطَر :۔ بارش جمع اَمْطَار

مُطَفِّفِيْن :۔ ناپ تول میں گھٹانے والے تَطْفِيْف سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ناپ تول میں گھٹانے والوں کے لئے خرابی ہے کہ جب دوسروں سے ناپ لیں تو پورا لے لیں

اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیں گھٹا دیں،
اس آیت میں اصل مقصود ناپ تول میں خصوصاً
اور دیگر معاملات میں عموماً بددیانتی کی مذمت کرنا
ہے۔ اپنا حق پورا لینا مذموم نہیں مگر یہاں
اس کے ذکر سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ان
بددیانتوں کی ناپ تول میں ہیرا پھیری سے تو ہیں
ہوتی اگر قصداً ارادے سے ہوتی ہے کہ لیتے وقت
ذرا کمی نہیں چھوڑتے اور دیتے وقت گھٹا دیتے ہیں
جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
پانچ باتیں پانچ باتوں کے ساتھ ہیں جو قوم بدعہدی
میں مبتلا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر اس کے
دشمن کو مسلط کر دیتا ہے جو قوم قانون شریعت
کے مطابق اپنے معاملات کا فیصلہ نہیں کرتی اللہ
تعالیٰ اس میں فقر کو عام کر دیتا ہے جس قوم میں
بدکاری پھیل جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس میں موت
کو مسلط کر دیتا ہے جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی
ہے اللہ تعالیٰ اسے خشک سالی اور قحط میں مبتلا
کر دیتا ہے اور جو قوم زکوٰۃ کو روک لیتی ہے اللہ تعالیٰ اس سے
بارش کو روک دیتا ہے۔ (بیضاوی ص ۲۰۰ ج ۳)

مَطْلِع: سورج نکلنے کی جگہ۔ مشرق۔ طلوع
سے اسم ظرف۔ جمع مَطَالِع۔

مَطْلَع: نکلنا۔ طلوع ہونا۔ طلوع سے
مصدر میمی۔

مُطَّلِعُوْنَ: جھانکنے والے۔ واقف ہونے والے۔
اِطِّلَاعٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُطَّلِعٌ

مُطَلَّقَات: طلاق دی ہوئی عورتیں۔ تَطْلِیْق سے اسم
مفعول جمع مؤنث۔ واحد مُطَلَّقَة (دیکھو طلاق)

مَطْلُوْب: چاہا ہوا۔ طلب کیا ہوا۔ طَلَب سے
اسم مفعول واحد مذکر۔

مُطْمَئِن: پرسکون۔ برقرار۔ اِطْمِئْنَان سے
اسم فاعل واحد مذکر

مُطْمَئِنَّة: چین و سکون والی۔ اطمینان
سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

اَلنَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّة: سکون اور چین والا
نفس۔ اطمینان اور طمانینت کے معنی ہیں
دل کا سکون اور چین سے ہونا اور قلق و
اضطراب سے دور رہنا۔ آیت کریمہ:
یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی
رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً (اے نفس
مطمئنہ اپنے رب کی طرف خوش و خرم اور
محبوب اور پسندیدہ ہو کر لوٹ۔ یہاں "نفس
مطمئنہ" سے مومن صالح کی روح یا اس
کا نفس مراد ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ کی محبت
اور دین حق کی راہ پر چل کر ہی انسان کو
سکون قلب اور اطمینان روح حاصل ہوتا
ہے اور جو آدمی معاصی کی دلدل اور فسق و فجور

کی خود مختاری میں پھنسا رہتا ہے وہ ہمیشہ قلق و اضطراب میں گرفتار رہتا ہے اور سکون دل اسکے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی اصل فطرت اسلام و اطاعت ہے وہ اللہ کا بندہ ہی پیدا ہوا ہے اور اس کی فطرت کا کام اللہ کی بندگی و غلامی ہی ہے۔ اس لئے جو شخص اپنی فطرت کے اس ذہنی تقاضہ کو پورا کر کے اپنے حقیقی مالک کی اطاعت میں لگ جاتا ہے تو اس کو دلی اطمینان و سکون کی دولت میسر ہوتی ہے جس طرح کہ فطرت کا کام انجام دینے میں آدمی کو سکون محسوس ہوتا ہے اور جو شخص اپنی فطرت بندگی کے تقاضا کو پامال کرتا اور راہ ہدایت کے سوا دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے تو چونکہ وہ ایک غیر فطری عمل کا مرتکب ہے اس لئے سکون قلب کی دولت سے وہ ناکام اور محروم ہو جاتا ہے اور خواہشات نفسانی کی پیروی جو اندھی جب اترتی ہے تو اس کا ضمیر خود اسے ملامت کرتا ہے۔ نفس انسانی کی اس حالت کو نفس لوامہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ البتہ جو لوگ اپنی فطرت کو پامال کرتے کرتے اسے بالکل مسخ کر دیتے ہیں ان کے ضمیر کی روشنی بجھ جاتی ہے اور ان کے دل پر کفر و شرک کی مہر لگ جاتی ہے تو ان کے اطمینان و بے اطمینانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مُطْمَئِنِّيْنَ: قرار والے۔ اِطْمِئْنَان سے اسم فاعل جمع مذکر باب افتعال نصبی و جری۔ واحد مُطْمَئِنٌّ۔

مُطَّوِّعِيْنَ: نفل صدقات ادا کرنے والے جی کھول کر خرچ کرنے والے تَطَوُّعٌ سے۔ اسم فاعل جمع مذکر باب تفعّل نصبی و جری۔ واحد مُطَّوِّعٌ یہ اصل میں مُتَطَوِّعِيْنَ تھا۔ تا کو طا سے بدل کر ادغام کر دیا گیا۔ تطوّع کے معنی ہیں نفل عبادت کرنا۔ واجب سے زائد صدقہ کرنا، نماز پڑھنا، روزے رکھنا۔ یہاں مُطَّوِّعِيْنَ سے بڑھ چڑھ کر راہ خدا میں روپیہ خرچ کرنے والے مراد ہیں۔

ایک مرتبہ حضور نے صحابہ کرام کو صدقہ کرنے کی ترغیب دی تو حضرت عبدالرحمن بن عوف نے چار ہزار دینار پیش کئے۔ عاصم بن عدی نے سو وسق کھجوریں حاضر کیں۔ ایک غریب صحابی ابو عقیل نے اپنی محنت مشقت کی کمائی میں سے ایک صاع چھوارے صدقہ کئے۔ منافقین نے ان کا مذاق اڑایا اور ان کے صدقات کو نام و نمود پر مبنی قرار دیا تو قرآن کریم نے ان کو اَلْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقَاتِ (وہ مسلمان جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں) کے لقب سے نوازا۔ (کشاف وغیرہ)۔

مَطْوِیَّاتٌ :۔ لپٹی ہوئیں (آسمان) طَیّ سے اسم مفعول جمع مؤنث واحد مَطْوِیَّۃٌ ۔

مُطَہِّرٌ :۔ پاک کرنے والا۔ تَطْہِیْرٌ سے اسم فاعل واحد۔ مذکر۔

مُطَہَّرَۃٌ :۔ پاک کی ہوئی۔ تَطْہِیْرٌ سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مُطَہَّرُوْنَ :۔ پاک کئے ہوئے۔ تَطْہِیْرٌ سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مُطَہَّرٌ۔

مُطَّہِّرِیْنَ :۔ خوب پاک وصاف رہنے والے تَطَہُّرٌ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی واحد مُطَّہِّرٌ یہ اصل میں مُتَطَہِّرِیْنَ تھا تاء کو طاء سے بدل کر ادغام کر دیا گیا۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے :۔ فِیْہِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَہَّرُوْا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّہِّرِیْنَ (اس مسجد میں وہ لوگ ہیں جو بہت زیادہ پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت زیادہ پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے) (توبہ ۲)

سیوطی نے درمنثور میں متعدد روایات نقل کی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ حضور نے اہل قبا سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تمہاری ایسی تعریف کس وجہ سے کی ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم ڈھیلے سے استنجا کے بعد پانی سے بھی طہارت کرتے ہیں۔

مُظْلِمٌ :۔ تاریک۔ اِظْلَامٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُظْلِمُوْنَ :۔ اندھیرے میں داخل ہونے والے اِظْلَامٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔

مَظْلُوْمٌ :۔ ستایا ہوا۔ ظلم کیا ہوا۔ ظُلْمٌ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَعَ :۔ ساتھ (اسم ظرف ہے) (دیکھو ظُلْمٌ)

مُعَاجِزِیْنَ :۔ ہرا دینے والے۔ مُعَاجَزَۃٌ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری واحد مُعَاجِزٌ

مَعَادٌ :۔ لوٹنے کی جگہ۔ عالم آخرت۔ عَوْدٌ سے اسم ظرف (دیکھو قیامۃ)

مَعَاذٌ :۔ پناہ۔ عَوْذٌ سے مصدر میمی۔

مَعَاذِیْرُ :۔ بہانے۔ واحد مِعْذَارٌ۔

مَعَارِجُ :۔ سیڑھیاں، درجے۔ واحد مِعْرَاجٌ اللہ تعالیٰ شانہٗ کو "ذِی الْمَعَارِجِ" (درجوں والا) اس لئے کہا گیا کہ اس کی بارگاہ قرب تک پہنچنے کے لئے انسانوں اور فرشتوں کو بہت درجات طے کرنے پڑتے ہیں۔

مَعَاشٌ :۔ زندگی بسر کرنا۔ کمائی کرنا۔ روزی۔ روزی حاصل کرنے کا زمانہ۔ عَیْشٌ سے مصدر میمی و اسم ظرف۔ جمع مَعَایِشُ۔

مَعَایِشُ :۔ روزیاں۔ واحد مَعِیْشَۃٌ

مُعْتَبِیْنَ :۔ منائے ہوئے۔ خوش کئے ہوئے

اِعْتَاب سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد مُعْتَب۔

مُعْتَدٍ:۔ حد سے بڑھنے والا۔ اِعْتِدَاء سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُعْتَدُوْنَ:۔ } حد سے گذرنے والے۔ سرکش لوگ
مُعْتَدِیْنَ:۔ } مُعْتَدِی کی جمع اوّل بحالت رفعی وثانی بحالت نصبی وجری۔

مُعْتَرّ:۔ بے قرار۔ محتاج۔ سائل۔ اِعْتِرَار سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُعْجِزٌ:۔ عاجز کرنے والا۔ تھکانے والا۔ اِعْجَاز سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُعْجِزِیْ اللّٰہِ:۔ اللہ کو ہرانے والے۔ اصل میں مُعْجِزِیْنَ تھا۔ اِعْجَاز سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت جری۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

مُعْجِزِیْنَ:۔ عاجز کرنے والے۔ مُعْجِز کی جمع بحالت نصبی وجری۔

مَعْدُوْد:۔ گنا ہوا۔ متعین۔ مقرر۔ عَدّ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَعْدُوْدَات:۔ گنی ہوئی چیزیں۔ عَدّ سے اسم مفعول جمع مؤنث واحد مَعْدُوْدَۃ۔

اَیَّامٌ مَعْدُوْدَاتٌ:۔ گنے چنے دن، چند روز مخصوص ایام۔ آیت کریمہ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ (مسلمانو۔ تم پر چند گنے چنے دنوں میں روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر فرض تھا) میں "اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ" سے رمضان المبارک کے ایام مراد ہیں۔ اور یہ تعبیر تشویق وترغیب اور تسہیل کے لئے اختیار فرمائی گئی ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندو، یہ میری تم پر رحمت وعنایت ہے کہ محض چند گنے چنے دنوں میں تم پر روزہ فرض کیا۔ حالانکہ اگر میں چاہتا تو تمام عمر کے لئے یا ایک ماہ سے زائد بھی روزے تم پر فرض کر سکتا تھا۔ (امام رازی)

اور "وَاذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ" (مخصوص دنوں میں اللہ کو یاد کرو) میں ایام منیٰ (منیٰ میں ٹھیرنے کے دن یعنی گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں ذالحجہ کے دن مراد ہیں اور ذکر سے مراد تکبیر ہے جو رمی جمار کے وقت کہی جاتی ہے۔ پس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ ان تین تاریخوں میں اللہ کا ذکر کرو (یعنی تکبیر کے ساتھ رمی جمار کرو) اور یہ ذکر واجب ہے۔ اسکے علاوہ ذکر میں مشغول رہنا ان دنوں میں مسنون مستحب ہے۔ پھر جو شخص منیٰ میں دو روز ہی ٹھیرے اور مکہ مکرمہ واپس آجائے تو یہ بھی جائز ہے اور تین روز توقف کرے تو بھی

درست یعنی گیارھویں اور بارھویں تاریخ کا
دونوں دنوں کو سب پر ضروری ہے مگر تیرھویں تاریخ
میں اختیار ہے اگر کوئی شخص تیرھویں تاریخ کو بھی منیٰ
میں رہے تو اس پر رمی واجب ہے ورنہ نہیں (ش ا)

مَعْدُوْدَةٌ:- گنی ہوئی۔ شمار کی ہوئی۔ عَدّ سے
اسم مفعول واحد مؤنث۔

مُعَذِّب:- عذاب دینے والا۔ تَعْذِیْب سے اسم
فاعل واحد مذکر۔

مُعَذِّبُوْنَ } عذاب دینے والے۔ مُعَذِّب کی جمع
مُعَذِّبِیْنَ } اول بحالتِ رفع اور ثانی بحالت نصب و جر۔

مُعَذَّبُوْنَ:- عذاب دیئے ہوئے۔ تَعْذِیْب سے
اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مُعَذَّب۔

مَعْذِرَةٌ:- بہانہ۔ عذر۔ مصدر میمی۔

مُعَذِّرُوْنَ:- بہانہ تراشنے والے۔ تَعْذِیْر سے
اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُعَذِّر۔

مَعَرَّةٌ:- خرابی، مضرت، شر و فساد۔

مُعْرِضُوْنَ } منہ پھیرنے والے۔ کنارہ کش لوگ۔
مُعْرِضِیْنَ } اِعْرَاض سے اسم فاعل جمع مذکر۔ اول
بحالت رفع ثانی بحالت نصب و جر۔ واحد مُعْرِض۔

مَعْرُوْشَات:- اونچی کی ہوئیں۔ چھتری پر بلند ہوئیں
ٹٹیوں پر چڑھائی ہوئیں۔ تَعْرِیْش سے اسم
مفعول جمع مؤنث۔ واحد مَعْرُوْشَة۔ قرآن
کریم میں مَعْرُوْشَات و غیر مَعْرُوْشَات
جَنّٰت (باغوں) کی صفت واقع ہوئی ہے۔
مَعْرُوْشَات سے انگور وغیرہ کے باغ مراد ہیں
جن کی ٹٹیاں چڑھائی جاتی ہیں۔ اور غیر مَعْرُوْشَات
سے آم کھجور وغیرہ کے جن کی ٹٹیاں نہیں چڑھائی جاتیں

مَعْرُوْف:- نیکی بھلائی، دستور، اسم مفعول واحد
مذکر عِرْفَان و مَعْرِفَت سے معروف کے لغوی معنی
ہوئے "پہچانی ہوئی بات"۔ اصطلاح میں
معروف ہر اس بات کو کہتے ہیں جس کا مستحسن ہونا
نقل صحیح یا عقل سلیم سے جانا گیا ہو۔
امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔

(المعروف اسم لکل فعل یعرف بالعقل
او الشرع حسنہ والمنکر ما ینکر بہما)

معروف ہر اس فعل کو کہیں گے جس کی بھلائی عقل
یا شرع سے معلوم ہو۔ اور منکر اس فعل کو جس کا یہ انکار
کریں۔ خالق عالم جو ہر شے کو عدم سے وجود میں لانے
والا ہے اس کے حکم سے جس چیز کا بھلا یا برا ہونا معلوم
ہو جائے۔ اس کے معروف یا منکر ہونے
میں تو کسی شبہ کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مگر
ان جزئیات امور میں بھی جن کے متعلق کوئی نص
شارع موجود نہیں ہے۔ ہر زمانہ و ہر ملک کے
اہل عقل و فہم جن امور کو پسند یا ناپسند کرتے ہیں
اسلام نے ان کو بھی معروف و منکر کے
ضمن میں شامل کیا ہے بشرطیکہ ان کی عقل سلیم

ہمارے زمانہ کے ایک فاضل اہلِ قلم مفسر نے
مَعْرُوف و مُنْکَر کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے
"قرآن کہتا ہے۔ یہ اعمال جن کی اچھائی بنی
نوعِ انسان نے جانی بوجھی ہوئی ہے دینِ
الٰہی کے مطلوبہ اعمال ہیں۔ اسی طرح وہ سوال
جن سے عام طور پر انکار کیا گیا ہے۔ جن کی
برائی پر تمام مذہب متفق ہیں دینِ الٰہی کے
ممنوعہ اعمال ہیں۔ یہ بات چونکہ دین کی اصل
حقیقت تھی۔ اس لئے اس میں اختلاف نہ
ہو سکا۔ اور مذہبی گروہوں کے بیشمار گمراہیوں
اور حقیقت فراموشیوں پر بھی ہمیشہ معلوم و
مسلم رہی۔ ان اعمال کی اچھائی برائی پر نوعِ
انسانی کے تمام عہدوں تمام مذہبوں اور
تمام قوموں کا عالمگیر اتفاق ان کی الہامی
اصلیت پر ایک بہت بڑی دلیل ہے پس
جہانتک اعمال کا تعلق ہے میں انہی باتوں کے
کرنے کا حکم دیتا ہوں جن کی اچھائی عام طور
پر جانی بوجھی ہوئی ہے اور انہی باتوں سے
روکتا ہوں۔ جن سے عام طور پر بنی نوع
انسان نے انکار کیا ہے۔ یہی میں معروف
کا حکم دیتا ہوں۔ اور منکر سے روکتا ہوں
پس جب میری دعوت کا یہ حال ہے تو پھر
کس انسان کو بھی جسے نیکی اور راستی سے خلاف
نہیں کیوں مجھ سے اختلاف ہو؟" (ترجمان القرآن
جلد ۱) تفصیل بالا سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ
فاضل مفسر کی یہ تعریف جامع و مانع نہیں بلکہ
معروف و منکر کے اولین مصداق (جس کا
اچھا یا برا ہونا شریعت سے معلوم ہو) کو تو
شامل نہیں ہے۔ علاوہ ازیں "وحدتِ الادیان"
کے عقیدہ باطل کی بھی موہم ہے۔

مَعْرُوفَة: پہچانی ہوئی۔ عِرْفَان سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مَعْز: بکری۔ بکریاں۔ (اسم جنس ہے)

مَعْزِل: کنارہ۔ علیحدگی۔ عَزْل سے اسم ظرف و مصدر میمی۔

مَعْزُولُون: برطرف کئے ہوئے۔ الگ کئے ہوئے۔ عَزْل سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مَعْزُول۔

مِعْشَار: دسواں حصہ۔

مَعْشَر: گروہ۔ جماعت جو باہم زندگی بسر کرے۔ جمع مَعَاشِر

مُعْصِرَات: نچوڑنے والیاں۔ یعنی برسنے والے بادل۔ اِعْصَار سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد مُعْصِرَة۔

مَعْصِيَة: گناہ۔ نافرمانی۔ جمع مَعَاصِی (دیکھو عِصْیَان)

مُعَطَّلَة: نکمی۔ بیکار۔ تَعْطِیل سے اسم مفعول

واحد مؤنث۔

مُعَقِّبٌ :- پیچھے ڈالنے والا۔ تَعْقِیب سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُعَقِّبَات :- پہرے دار۔ یکے بعد دیگرے آنے والے فرشتے۔ تَعْقِیب سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد مُعَقِّبَۃ لَہٗ مُعَقِّبَاتٌ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ یَحْفَظُوْنَہٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ اس کے پہرے دار ہیں بندے کے آگے اور پیچھے جو اللہ کے حکم سے اسکی حفاظت کرتے ہیں۔ سورۂ رعد میں مُعَقِّبَات سے وہ فرشتے مراد ہیں جو اپنی اپنی ڈیوٹی پر دن رات انسانوں اور ان کے اعمال کی حفاظت و نگرانی کیلئے اللہ کی طرف متعین ہیں۔

بعض لوگوں نے مُعَقِّبَات" سے وہ فرشتے مراد لئے ہیں جو خاص جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت پر مامور تھے اس صورت میں لَہٗ کی ضمیر مجرور آنحضرت کیطرف ہوئے گی۔ اور بعض لوگ مُعَقِّبَات سے اعمال انسانی لکھنے والے فرشتے یعنی کتبۂ اعمال مراد لیتے ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

(کذا فی الخازن) (ش۔ و)

مَعْکُوْف :- باندھا ہوا۔ روکا ہوا۔ عَکْف سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُعَلَّقَۃ :- لٹکائی ہوئی۔ تَعْلِیق سے اسم مفعول واحد مؤنث۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَلَا تَمِیْلُوْا کُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْھَا کَالْمُعَلَّقَۃِ۔ یعنی کسی ایک بیوی کی طرف ہی پورے مت جھک جاؤ کہ دوسری بیوی کو معلقہ کی طرح چھوڑ دو۔ مُعَلَّقَۃ کی تفسیر میں بعض نے کہا ہے کہ یہ مَسْجُوْنَۃ قید میں پڑی ہوئی عورت۔ کے معنے میں ہے۔ اور اکثر مفسرین نے مُعَلَّقَۃ کے معنی اس عورت کے بتائے ہیں۔ جو نہ بیوہ ہو نہ شوہر والی لیکن پہلے معنے لغۃً غیر ظاہر ہیں اور دوسرے معنے میں کاف تشبیہ کا فائدہ واضح نہیں ہوتا پس اقرب یہ معلوم ہوتا ہے کہ المعلقہ کا موصوف اَلْاَشْیَاء مقدر مانا جائے۔ یعنی تم ایک بیوی کی طرف پورے مائل ہو کر دوسری کو ان چیزوں کی مانند مت چھوڑ دو جو زمین و آسمان کے مابین لٹکی ہوئی ہوں نہ ادھر کی ہوں نہ اُدھر کی کہ تمہارے نکاح میں ہونے اور طلاق نہ دینے کی وجہ سے کسی اور جگہ بھی اپنا بندوبست نہ کر سکے۔ اور تمہارے اس کی طرف مائل نہ ہونے کے باعث اپنے حقوق واجبہ سے بھی محروم رہے۔

مُعَلَّم :- سکھایا ہوا۔ تَعْلِیم سے اسم مفعول

اسم ظرف۔ جمع مَغَارِب

مَغْرِبَیْن:۔ دو مغرب (ایک جاڑے کی اور ایک گرمی کی، مَغرِب کا تثنیہ بحالت نصبی وجری)

مُغْرَقُوْنَ۔ مُغْرَقِیْنَ:۔ ڈبوئے ہوئے۔ غرق کئے ہوئے۔ اِغْرَاق سے اسم مفعول جمع مذکر واحد مُغْرَق۔ اول بحالت رفعی ثانی بحالت نصبی وجری۔

مَغْرَم:۔ تاوان۔ ڈنڈ۔ غُرْم سے مصدر میمی۔

مُغْرَمُوْن:۔ قرضدار۔ تاوان زدہ لوگ۔ اِغْرَام سے اسم مفعول جمع مذکر واحد مُغْرَم۔

مَغْشِی:۔ بیہوشی۔ غشی سے، اسم مفعول واحد مذکر

مَغْضُوْب:۔ غضب کیا ہوا۔ غَضَب سے اسم مفعول واحد مذکر غَضَب کے اصل معنی ہیں دشمن سے انتقام لینے کے لئے خون دل کا جوش میں آنا۔ اور جب اس کا اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے۔ تو نتیجہ مذکور کا نتیجہ اور ثمرہ یعنی انتقام مراد ہوتا ہے۔ سورۂ فاتحہ میں اَلْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ سے ہر وہ قوم مراد ہے جس نے جہالت ونادانی کی وجہ سے نہیں بلکہ ضد وعناد کے باعث باطل کو حق پر، کفر کو ایمان پر اور نافرمانی کو اطاعت پر ترجیح دی اور غضب خداوندی کا سزاوار ہوا احادیث میں جو اَلْمَغْضُوْب عَلَیْہِمْ کی تفسیر قوم یہود سے فرمائی گئی ہے۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا میں بس یہی قوم ہے جو غضب خداوندی میں گرفتار ہوئی ہے۔ بلکہ ان کا ذکر بطور تمثیل کیا گیا ہے کیونکہ وہ حق کو جانتے اور سمجھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر انہیں کامل یقین تھا۔ لیکن محض عناد وتعصب کی وجہ سے وہ اسلام نہیں لاتے تھے۔ اور یہ طریقہ ان بدبختوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی اختیار کیا تھا۔ پس جو قوم بھی کفر وعناد میں یہودیوں کی راہ پر گامزن ہوگی۔ وہ لامحالہ غضب خداوندی کا شکار بن کر رہے گی۔

(نعوذ باللہ من غضبہ)

مَغْفِرَۃ:۔ بخشش۔ معافی۔ باب ضَرَب سے مصدر۔ دیکھو غفر۔

مَغْلُوْب:۔ عاجز۔ دبایا ہوا۔ غَلَبَۃ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَغْلُوْلَۃ:۔ بندھی ہوئی۔ غَلّ سے اسم مفعول واحد مؤنث۔ وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُوْلَۃً اِلٰی عُنُقِکَ (اور نہ رکھو اپنا ہاتھ بندھا ہوا اپنی گردن کے ساتھ) یہاں ہاتھ گردن سے باندھنے سے کنجوسی مراد ہے کہ کسی کو دینے کے لئے ہاتھ کھولے ہی نہیں گویا کہ اس کا ہاتھ گردن سے

بند ہا ہوا ہے۔ اور قالت الیھود ید اللہ مَغْلُولَۃ یہودیوں نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے (میں یا تو بد بخت یہودیوں کی یہی مراد تھی کہ نعوذ باللہ اللہ بخیل ہو گیا ہے کہ وہ ہمارے دلدر یعقوب ہونے کے اور ہزہم خود اس کے مقرب بارگاہ ہونے کے اس نے ہم پر دینی و دنیوی برکتوں کا دروازہ بند کر دیا ہے یا مقصود تھا وہ تقدیر کے مسئلہ میں مسلمانوں کو رد کرنا تھا کہ جب اللہ تعالے لوح محفوظ میں سب مقدرات لکھ چکا تو اب تو اس کے ہاتھ بند گئے۔ اور وہ مجبور محض ہو گیا۔

(نعوذ باللہ من ذالک)

مَغْنَم:۔ مال غنیمت۔ جمع مَغَانِم (دیکھو غَنِمْتُمْ)

مُغْنُوْن:۔ فائدہ دینے والے (بصلہ من) اِغْنَاءٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُغْنِی۔

مُغَیِّر:۔ بدلنے والا۔ تَغْیِیْر سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُغِیْرَات:۔ لوٹنے والیاں۔ غارت ڈالنے والیاں (یعنی گھوڑے) اِغَارَۃ سے اسم فاعل جمع مؤنث۔

مَفَاتِح:۔ کنجیاں۔ واحد مِفْتَاح۔

مَفَاتِیح:۔ کنجیاں۔ واحد مِفْتَاح۔

مفاز:۔ کامیابی۔ فَوْز سے مصدر میمی۔

مَفَازَۃ:۔ چھٹکارا۔ نجات۔ مصدر۔ یا چھٹکارا پانے کی جگہ۔ اسم ظرف فوز سے۔

مُفَتَّحَۃ:۔ خوب کھولی ہوئی۔ تَفْتِیْح سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مُفْتَرِی:۔ بہتان تراشنے والا۔ اِفْتِرَاء سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُفْتَرًی:۔ جھوٹ گھڑا ہوا۔ اِفْتِرَاء سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُفْتَرُوْنَ:۔ جھوٹ گھڑنے والے۔ اِفْتِرَاء سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد۔ مُفْتَرِی

مُفْتَرَیَات:۔ بنائی ہوئی۔ گھڑی ہوئی (سورتیں) اِفْتِرَاء سے اسم مفعول جمع مؤنث۔ واحد مُفْتَرَاۃ۔

مَفْتُوْن:۔ فتنہ۔ جنون۔ جھوں۔ فُتُوْن سے اسم مفعول و مصدر۔ بروزن مفعول۔

مَفَرّ:۔ بھاگنا۔ فِرَار سے مصدر میمی بھاگنے کا وقت یا جگہ فرار سے اسم ظرف۔

مُفْرَطُوْنَ:۔ بڑھائے ہوئے۔ اِفْرَاط سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مُفْرَط۔

مَفْرُوْض:۔ مقرر۔ فرض کیا ہوا۔ فرض سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُفْسِد:۔ بگاڑنے والا۔ فساد پھیلانے والا۔ اِفْسَاد سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُفْسِدُوْنَ۔ مُفْسِدِیْنَ :۔ بگاڑنے والے
فساد پھیلانے والے مُفْسِد کی جمع اول
بحالت رفعی ثانی بحالت نصبی وجری۔

مُفَصَّل :۔ بیان کیا ہوا۔ تفصیل کیا ہوا تفصیل
سے اسم مفعول واحد مذکر (دیکھو مُفَصَّلَاتٍ)

مُفَصَّلَاتٌ :۔ روشن۔ واضح۔ جدا جدا کی ہوئیں
تَفْصِیْل سے اسم مفعول۔ جمع مونث۔ واحد
مُفَصَّلَة۔ تَفْصِیْل کے لغوی معنی جدا جدا کرنے
ہیں چونکہ جن چیزوں کو ایک دوسرے سے جدا
کر دیا جاتا ہے۔ وہ ایک دوسرے سے ممتاز ہو جاتی
ہیں۔ اور ان کا ادراک آسانی سے کیا جا سکتا
ہے اس لئے تفصیل بمعنی توضیح و تبیین بھی استعمال
ہونے لگا۔ کِتَابٌ اُحْكِمَتْ اٰيَاتُهٗ ثُمَّ
فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ کی تفسیر
میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے آیات قرآنیہ کے
مفصل ہونے کے مختلف پہلوؤں پر بایں الفاظ
روشنی ڈالی ہے۔

ان تمام حکیمانہ خوبیوں کے باوجود جن کا
ذکر ہوا، یہ نہیں کہ کتاب اجمال و ابہام کی وجہ
سے معمہ و چیستان بن کر رہ جاتی بلکہ معاش
و معاد کی تمام مہمات کو خوب کھول کر سمجھایا ہے
اور موقع بموقع دلائل توحید، احکام، مواعظ
قصص ہر چیز بڑی خوبصورتی اور قرینہ سے
الگ الگ رکھی ہے اور تمام ضروریات کا
کافی تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ نزولی حیثیت
میں بھی یہ حکمت مرعی رہی ہے۔ کہ پورا قرآن
یکدم نہیں اتارا بلکہ وقتاً فوقتاً موقع و مصلحت
کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ آیات کا نزول ہوتا
رہا (فوائد القرآن) قوم فرعون کے ذکر میں جہاں فرمایا ہے
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ
وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيَاتٍ
مُّفَصَّلَاتٍ پس ہم نے ان پر بھیجا طوفان اور
ٹڈی اور چیچڑی۔ اور مینڈک اور خون بہت سی
عذاب کی نشانیاں جدی جدی) تو وہاں
مُفَصَّلَاتٍ سے یہ مراد ہے کہ وہ نشانیاں
تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد اترتی رہیں کہ
شاید اب باز آجائیں۔ اب سمجھ جائیں۔

مَفْعُوْل :۔ کیا ہوا فعل سے اسم مفعول واحد مذکر

مُفْلِحُوْنَ :۔ کامیاب لوگ اِفْلَاحٌ سے اسم فاعل
جمع مذکر۔ واحد مُفْلِحٌ

مَقَابِرُ :۔ قبرستان۔ واحد مَقْبَرَةٌ۔

مَقَاعِدُ :۔ بیٹھنے کی جگہ۔ واحد مَقْعَدٌ
قُعُوْد سے اسم ظرف۔

مَقَالِيْدُ :۔ کنجیاں۔ خزانے گھیرنے والی
چیز واحد مِقْلَدٌ۔

مَقَامٌ :۔ کھڑا ہونا۔ کھڑا ہونے کی جگہ قیام سے

مصدر میمی و اسم ظرف۔

مَقَامِ اِبْرَاهِیْم:۔ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ۔ مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر آپ نے اپنے صاحبزادہ حضرت اسمٰعیل کی مدد سے خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھائیں تعمیل اور خلق خدا کو حج بیت اللہ کی طرف دعوت دی تھی یا وہ جگہ ہے جس پر وہ پتھر تھا۔ چنانچہ آج بھی وہ اسی طرح پرانی جگہ پر ہے طواف کعبہ کے بعد یہاں دو رکعت نماز ادا کرنا مستحب ہے۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلًّی (اور مقام ابراہیم کو سجدہ گاہ بناؤ) میں امر استحباب ہی کے لئے ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مقام ابراہیم سے کل حرم مراد ہے اور اسکو مصلے بنانے کے حکم سے مقصود یہ ہے کہ نمازوں دعاؤں اور اذکار و اشغال سے آباد رکھو (بیضاوی ملخص)۔ مقام محمود (دیکھو محمود)

مُقَام:۔ کھڑا ہونا۔ کھڑا ہونیکی جگہ۔ اِقَامَۃ سے مصدر میمی و اسم ظرف۔

مُقَامَۃ:۔ کھڑا ہونا۔ رہنا۔

(دَارُ) الْمُقَامَۃ:۔ قیام گاہ (بہشت)

مَقَامِع:۔ بڑے بڑے ہتھوڑے۔ گرز۔ موگریاں۔ واحد مِقْمَعَۃ

مَقْبُوْحِیْنَ:۔ بڑے بنے ہوئے۔ خیر سے ہٹائے ہوئے۔ قَبْح سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مَقْبُوْح

مَقْبُوْضَۃ:۔ قبضہ کی ہوئی۔ قَبْض سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مَقْت:۔ بغض و عناد۔ غصہ و بیزاری۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔ سورۂ نساء میں اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَّمَقْتًا۔ (سو نکاح اس سے ناجائز ہے کہ یہ بے حیائی کی بات اور سخت ناپسندیدہ ہے) میں مَقْت بمعنی مَمْقُوت (مصدر بمعنی مفعول) ہے۔

مُقْتَحِم:۔ گھسنے والا۔ خطروں میں پڑنے والا۔ اِقْتِحَام سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُقْتَدِر:۔ قدرت والا۔ قابو والا۔ اِقْتِدَار سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُقْتَدِرُوْنَ:۔ قدرت والے۔ مُقْتَدِر کی جمع بحالت رفع۔

مُقْتَدُوْنَ:۔ پیروی کرنے والے۔ اِقْتِدَاء سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُقْتَدِی۔

مُقْتِر:۔ فقیر و محتاج۔ اِقْتَار سے اسم فاعل واحد مذکر

مُقْتَرِفُوْنَ:۔ کمانے والے۔ اِقْتِرَاف سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُقْتَرِف۔

مُقْتَرِنِیْنَ:۔ ملنے والے۔ اِقْتِرَان سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُقْتَرِن

مُقْتَسِمِیْنَ:۔ بانٹنے والے۔ اِقْتِسَام سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُقْتَسِم

مُقْتَصِد:۔ متوسط۔ درمیانی راہ چلنے والا۔

اِقْتِصَاد سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُقْتَصِدَة۔ راہِ راست پر چلنے والی۔ اعتدال کی راہ چلنے والی۔ اِقْتِصَاد سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

مِقْدَار۔ اندازہ۔ جمع مَقَادِیر۔

(وادی) مُقَدَّس۔ مقدس پاک کیا ہوا۔ تَقْدِیس سے اسم مفعول واحد مذکر۔ الوادی المقدس سے کوہ طور کی وہ وادی مراد ہے جہاں مدین سے مصر کو جاتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جلوۂ خداوندی نظر آیا اور حضرت باری عزّ اسمہ سے شرف ہمکلامی نصیب ہوا یہ وادی یا تو پہلے ہی مقدس تھی یا اب مقدس ہو گئی۔ اس لئے حضرت موسیٰ کو حکم ہوا کہ اپنی جوتیاں اتار کر اس میں داخل ہوں اس وادی کا نام قرآن کریم میں طُوٰی بتایا گیا ہے۔ (دیکھو طُوٰی)

(اَرْض) مُقَدَّسَة۔ پاکیزہ زمین۔ بابرکت زمین۔ سوال یہ ہے کہ اس زمین سے کونسی زمین مراد ہے؟ بعض نے تمام ملک شام مراد لیا ہے اور عکرمہ سدی اور ابن زید کے نزدیک ارض مقدس شہر اریحا ہے بعض کوہ طور بتاتے ہیں۔ اور کلبی نے دمشق، فلسطین اور کچھ اردن کا حصہ اس کا مصداق سمجھا ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ اس سرزمین کے مقدس ہونے کا کیا مطلب ہے؟ بہت سے مفسرین نے مُقَدَّسَة کی تفسیر مُطَهَّرَة عَنِ الشِّرْك (وہ زمین جو شرک کی نجاست سے پاک ہے) کی ہے لیکن امام رازی کی نظر میں یہ قول محل نظر ہے کیونکہ جس وقت بنی اسرائیل کو اس سرزمین میں داخل ہونے اور جہاد کا حکم ہوا تھا یقیناً وہاں مشرکین جبابرہ آباد تھے۔ نیز بعد میں خود بنی اسرائیل بھی وہاں آباد ہو کر کفر و شرک کی آلودگیوں میں ملوث ہو گئے تھے۔

اقرب یہ ہے کہ مقدس بمعنی مبارک اور اس سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) اور اس کے آس پاس کا علاقہ مراد ہے۔ کما قال تعالیٰ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ (۱۷:۱) پاک ہے وہ خدا جو راتوں رات اپنے بندہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے گرد و نواح مبارک ہے۔ اس سرزمین کو مقدس اور بابرکت اس لئے فرمایا کہ یہ سرسبز و شاداب علاقہ ہے۔ نیز مسجد حرام کے بعد سب سے زیادہ بلند مرتبہ مسجد اقصیٰ کو مشتمل ہے جیسا کہ احادیث

میں ان کی تصریح ہے۔ پس یہ ملک ظاہری
و معنوی خوبیوں اور برکتوں سے معمور و پر نور
ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ
نے وعدہ فرمایا تھا کہ میں تیری اولاد میں برکت
دونگا اور اسے ملک شام کی حکومت دونگا
جب حضرت موسیٰ فرعونیوں سے بنی اسرائیل
کو نجات دلا کر ملک شام کی حدود میں داخل
ہوئے تو اس وعدہ کے پورا ہونے کا وقت
آیا۔ اس وقت اس ملک میں عمالقہ کی قوم
آباد تھی۔ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا
ہمت کر کے آگے بڑھو اور ارض مقدس میں
داخل ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ
ہوگی اور تم مظفر و منصور ہوگے مگر بنی اسرائیل
نہ مانے اور طرح طرح کے حیلے تراشنے لگے۔
آخر ان کو چالیس برس میدان تیہ میں مقید رکھا
گیا اس دوران میں پرانی نسل ختم ہو گئی۔ اور
نئی نسل کے ہاتھوں خدا کا وعدہ پورا ہوا۔

مَقْدُوْر:۔ ٹھیرا ہوا۔ اندازہ کیا ہوا۔ قَدْر
سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَقْرَبَة:۔ قرابت۔ رشتہ۔ ناتا۔

مُقَرَّبُوْنَ / **مُقَرَّبِيْنَ** } نزدیک کئے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے
نزدیک بڑے مرتبوں والے۔
تَقْرِيْب سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مُقَرَّب۔

اول بحالت رفعی۔ دوم بحالت نصبی و جری۔

مُقْرِنِيْن:۔ قوت والے۔ توانا۔ اِقْرَان سے اسم
فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُقْرِن

مُقَرَّنِيْنَ:۔ جکڑے ہوئے تَقْرِيْن سے۔ اسم
مفعول جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد
مُقَرَّن۔

مُقْسِطُوْنَ۔ مُقْسِطِيْنَ:۔ عدل انصاف
کرنے والے۔ اِقْسَاط سے اسم فاعل جمع مذکر
واحد مُقْسِط۔ اول بحالت رفعی دوسرا بحالت
نصبی و جری۔

علامہ راغب رحمہ فرماتے ہیں کہ قسط کے اصل معنی
حصہ اور نصیب کے ہیں چونکہ باب نصر مغالبہ
کے لئے آتا ہے۔ اس لئے قَسَطَ زَيْدٌ عَمْرًا کے
معنے ہوئے زید نے عمرو کا حصہ دبا لیا۔ اور اس کا
مفہوم ہے ظلم و جور کا پس قُسُوْط مجرد سے ظلم
کے معنی میں آیا ہے اور باب افعال صیرورت
کے لئے آتا ہے۔ اس لئے اَقْسَطَ زَيْدٌ کے
معنی ہوئے صار زید ذا قسط یعنی زید قسط
و عدل و انصاف والا ہو گیا۔ (تفسیر کبیر ج ۲۰
ص ۹۹) یا یوں کہئے کہ یہاں ہمزہ افعال سلب
کے لئے ہے جب قُسُوْط بمعنے ظلم ہے تو
اقساط کے معنے ہوئے ظلم دور کر دینا یعنی
عدل و انصاف کرنا۔

مُقَسِّمٰت :- تقسیم کرنے والیاں۔ تقسیم سے
اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد مُقَسِّمَۃ۔
سورۂ ذاریات میں مُقَسِّمٰت سے وہ ہوائیں
مراد ہیں جو بادلوں کو پھیلا کر بحکم خداوندی
بارش کو زمین کے مختلف حصوں پر حصہ رسد تقسیم
کر دیتی ہیں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک
روایت ہے کہ امرًا سے وہ فرشتے مراد ہیں
جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقسیم رزق پر مقرر
ہیں پہلی صورت میں المُقَسِّمٰت ریح کی صفت
ہے۔ اور دوسری صورت میں ملائکہ کی۔

مَقْسُوْم :- حصہ کیا ہوا۔ بانٹا ہوا۔ قسم سے
اسم مفعول واحد مذکر۔

مُقَصِّرِیْن :- بال کتروانے والے تقصیر سے
اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری واحد مُقَصِّر

مَقْصُوْرَات :- چھپائی ہوئی عورتیں۔ قصر
سے اسم مفعول جمع مؤنث واحد مَقْصُوْرَۃ

مَقْضِی :- طے شدہ۔ پورا کیا ہوا۔ قضاء سے
اسم مفعول واحد مذکر۔

مَقْطُوْع :- کاٹا ہوا۔ قَطْع سے اسم مفعول واحد مذکر

مَقْطُوْعَۃ :- کاٹی ہوئی۔ قَطْع سے اسم مفعول
واحد مؤنث۔

مَقْعَد :- بیٹھنے کی جگہ۔ مجلس۔ بیٹھنا قعود
سے اسم ظرف ومصدر میمی۔ جمع مَقَاعِد

مُقْمَحُوْن :- سر اوپر کیے ہوئے۔ پشت کی طرف
سر بندھے ہوئے۔ اِقْمَاح سے اسم مفعول جمع مذکر
واحد مُقْمَح کہا جاتا ہے قَمَحَ الْبَعِیْر جب کہ
اونٹ پانی سے سیراب ہو کر اپنا سر دیر کو اٹھالے
اور اَقْمَحَ الْغُلُّ الْبَعِیْر جب کہ گلے کا طوق
قیدی کی گردن کو اٹھا دے کہ وہ ادھر ادھر نہ
ہو سکے۔ مگر امام راغب نے کہا ہے کہ قُمِحَتْ بَعِیْر
کے معنے ہیں کہ میں نے اونٹ کی گردن کو پیچھے
کی طرف باندھ دیا۔ بہرحال سورہ یٰس میں فَهُمْ
مُقْمَحُوْن کا مطلب یہ ہے کہ جاہلانہ عادات
واطوار اور رسم ورواج کے طوق کافروں
کی گردنوں کو اس طرح جکڑے ہوئے ہیں کہ وہ
حق وصداقت کی طرف نگاہ نہیں پھیر سکتے اور
نہ احکام خداوندی کے آگے اپنی گردن جھکا سکتے ہیں

مُقَنْطَرَۃ :- ڈھیر کی ہوئی۔ انبار لگائی ہوئی۔
قَنْطَرَۃ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُقْنِعِیْ :- اٹھانے والے سروں کو۔ اِقْنَاع
سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی۔ اصل میں
مُقْنِعِیْنَ تھا اضافت کی وجہ سے نون گر
گیا۔ واحد مُقْنِع

مُقْوِیْن :- جنگل کے رہنے والے۔ مسافر لوگ
غریب اِقْوَاء سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی
وجری۔ واحد مُقْوِی۔

مُقِیْت:۔ روزی دینے والا۔ نگران۔ قادر۔ اِقَاتَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مَقِیْل:۔ آرام گاہ۔ دوپہر کو سونے کی جگہ قَیْلُوْلَۃ سے اسم ظرف۔

مُقِیْم:۔ قائم کرنے والا۔ سیدھا کرنے والا۔ دائمی۔ ابدی۔ ہمیشہ۔ اِقَامَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر

مُقِیْمِیْنَ:۔ قائم کرنے والے اِقَامَۃ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُقِیْم۔ دیکھو اِقَامَۃ

مُقِیْمِیْ:۔ قائم کرنے والے مُقِیْم کی جمع۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔ (دیکھو اِقَامَۃ)

مُکَاءً:۔ منہ سے سیٹی بجانا۔ مصدر باب نصر سے

مَکَان:۔ جگہ۔ مرتبہ کَوْن سے اسم ظرف جمع اَمْکِنَۃ

مَکَانَۃ:۔ مرتبہ۔ درجہ۔ جگہ۔

مَکَانَکُمْ:۔ تم ٹھیرو۔ اسم فعل بمعنی اُمْکُثُوا اس سے پہلے فعل حذف ہے یعنی اِلْزَمُوْا محذوف ہے اگر فی کتب التفسیر

مُکِبّ:۔ اوندھا۔ سرنگوں۔ اِکْبَاب سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مَکَّۃ:۔ حجاز کا صدر مقام اور عالم اسلامی کا دینی مرکز۔ جہاں خدا کا مقدس گھر کعبہ ہے اور جسے خاتم النبیین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت گاہ ہونے کا شرف حاصل ہے زمانہ قدیم میں ہندوستان و یمن سے یمن و شام و فلسطین ہوتی ہوئی جو شاہراہ عظیم افریقہ اور یورپ کے ملکوں کو جاتی تھی اور جس پر گزرتے ہوئے مشرقی مصنوعات سے لدے ہوئے قافلے مغرب کی منڈیوں میں پہنچتے تھے اسکے وسط میں مکہ حجاز میں بحر قلزم سے چند کلو میٹر کے فاصلے پر ایک وادی تھی جو بجز یمن والوں کے ہر طرف سے پہاڑیوں سے گھری ہوئی تھی۔ یہ وادی ایک محفوظ تجارتی حیثیت رکھتی تھی۔ اور یہاں قدیم ترین زمانہ کے ایک مقدس معبد کے آثار بھی تھے۔ مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق کو جانے والے قافلے یہاں ٹھہر کر اپنے سفر کی تکان کم کیا کرتے تھے۔ اور معبد قدیم کی زیارت سے بھی مشرف ہو لیتے تھے۔

یہ وادی وادی غیر ذی زرع و بے آب و گیاہ میدان تھی جہاں خداوند قدوس کے حکم سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اپنی پیاری بیوی ہاجرہ اور اپنے محبوب بیٹے اسماعیل علیہم السلام کو کھجوروں کی ایک تھیلی اور پانی کا ایک مشکیزہ دے کر اپنے پروردگار کے حکم کی تعمیل اور اس کی مخفی مصلحتوں کی تکمیل کے لئے تن تنہا چھوڑا۔

جب یہ مختصر سا زاد ختم ہو گیا تو [illegible] نے

تھے۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۳۰۲)

تاہم اس کی معنوی طہارت و پاکیزگی زیادہ عرصہ تک باقی نہ رہ سکی۔ جب دین ابراہیمی کی اصلی تعلیمات پر شرک کا پردہ پڑ گیا تو کعبہ میں بھی بت رکھ دیئے تھے۔

خاتم الانبیاء رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ہجری میں فتح مکہ کے بعد اسے پھر شرک کی نجاست سے پاک کیا اور اعلان فرمایا۔ إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْضِدُ بِهَا شَجَرَةً۔ درحقیقت مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرام بنایا ہے۔ انسانوں نے نہیں لہٰذا کسی شخص کو جو اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے یہ جائز نہیں کہ وہاں کسی کا خون بہائے یا کوئی درخت بھی کاٹے (رواہ الشیخان)

آپ نے اس مقدس شہر سے جو آپ کا وطن مبارک بھی ہے اپنی محبت کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا۔

وَاللهِ إِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللهِ وَأَحَبُّ أَرْضِ اللهِ إِلَى اللهِ وَلَوْلَا أَنِّي أُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ۔ اللہ کی قسم تو اللہ کی زمین کا بہترین حصہ ہے۔ اور اسے زمین کے سب حصوں میں سب سے زیادہ محبوب ہے اور اگر مجھے تجھ میں سے زبردستی نہ نکالا جاتا تو نہ نکلتا۔ (ترمذی)

اس شہر کی عظمت و جلالت اس سے ظاہر ہے کہ خداوند قدوس نے انسان کے جمال و کمال کے بہترین سانچہ میں ڈھلے ہونے پر انجیر، زیتون کے مرغزار (ارض مقدس) اور طور سینا کے ساتھ ساتھ اس شہر کی بھی قسم کھائی ہے۔

وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ وَطُورِ سِينِينَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ. لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ۔

مَكْتُوبٌ: لکھا ہوا۔ كِتَابَةٌ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُكْثٌ: ٹھیرنا۔ دیر کرنا۔ وقفہ۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

مَكَثَ: وہ ٹھیرا۔ اس نے انتظار کیا۔ مُكْثٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

مُكَذِّبُونَ۔ مُكَذِّبِينَ: جھٹلانے والے تَكْذِيبٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُكَذِّبٌ اول بحالت رفعی۔ ثانی بحالت نصبی و جری

مَكْذُوبٌ: جھوٹ۔ جھوٹا۔ كَذِبٌ سے اسم مفعول و مصدر بروزن مفعول۔

مَكْرٌ: حیلہ کرنا۔ داؤ کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر

مَکْر کے معنے ہیں کسی کو آزار پہنچانے کیلئے یا آزار سے بچانے کیلئے اسطرح مخفی تدبیر کرنا کہ بے ساختہ اس کا نتیجہ ظاہر ہو جائے۔ پس مکر کی دو قسمیں ہیں۔ مکر حسن " پسندیدہ مکر اور مکر سیّئ " ناپسندیدہ مکر۔ قرآن کریم میں ہے وَلَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَھْلِہٖ (برے مکر کی سزا مکر کرنے والے ہی پر پڑتی ہے)۔ یہاں مکر کو اسی لئے سیّئ (برے) کی قید میں مقید کیا گیا۔ جہاں تک اللہ تبارک وتعالیٰ کا تعلق ہے اس کا مکر بہرحال حسن ہی ہوتا ہے کیونکہ اس مدبر وحکیم کا کوئی فعل حکمت مصلحت اور کائنات کے عمومی فائدے سے خالی نہیں ہوتا ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی تدبیر بظاہر کسی فرد یا گروہ کے لئے نقصان رساں ہو مگر جمعیت انسانی کے لئے بہرحال اس میں ہزاروں فوائد پوشیدہ ہوتے ہیں۔

قرآن کریم میں دو مقام پر اللہ تعالیٰ کو خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ فرمایا گیا ہے۔ ایک سورۂ آل عمران میں جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قاتلوں کے پھندے سے بچانے اور خود قاتلوں کو اسی پراسرار طریقہ پر پھنسا دینے کا ذکر ہے اور دوسرے سورۂ انفال میں جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قتل یا گرفتاری یا جلا وطنی کی سازش کرنے والوں کو ناکام بنانے اور آپ کو مدینہ منورہ کے دارالامن میں عزت وکرامت کے ساتھ پہنچانے کا ذکر ہے تو ان دونوں جگہ جہاں خیر الماکرین سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر کافروں کی تدبیر سے بہتر کامیاب اور غالب تھی۔ وہاں اس طرف بھی اشارہ کرنا ہے کہ وہ خیر اور پسندیدہ بھی تھی۔

ابوداؤد کی ایک حدیث میں جو دعا تلقین فرمائی گئی ہے اس کا ایک جملہ یہ ہے وَامْکُرْ لِیْ وَلَا تَمْکُرْ عَلَیَّ (اے اللہ) وہ تدبیر کیجئے جو میرے حق میں ہو اور وہ تدبیر نہ کیجئے جو میرے حق میں نہ ہو یعنی اے مدبر کائنات تو جو تدبیر وتصرف عمل میں لاتا ہے وہ تو سراسر حق ہوتا ہے مگر صورت حال ایسی کر دے کہ کوئی بات میرے خلاف نہ پڑے (تفسیر [illegible] پ۹، ۱۵۶)۔

مَکَرَ: اس نے پوشیدہ تدبیر کی۔ مَکْر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

مَکَرْتُمْ: تم نے پوشیدہ تدبیر کی۔ مَکْر سے ماضی جمع مذکر غائب۔

مُکْرِمٌ: نوازنے والا، عزت دینے والا۔ اِکْرَام سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُکَرَّمَۃٌ: بزرگ قدر۔ عزت دی ہوئی۔ تَکْرِیْم سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

کا قول نقل کیا ہے کہ مَلَائِکَہ عام ہے و مَلَک خاص۔ مَلَائِکَہ کا اطلاق تمام فرشتوں پر ہوتا ہے لیکن مَلَک صرف اس فرشتے کو کہیں گے جسے اللہ تعالیٰ نے کچھ سیاسی و انتظامی اختیار عطا فرمائے ہوں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک نورانی معصوم اور سب سے زیادہ طاقتور مخلوق ہیں۔ جن کا کام صرف اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور تعمیل حکم کرنا ہے۔ ان میں نافرمانی اور سرکشی کا مادہ ودیعت ہی نہیں کیا گیا۔ قرآن کریم اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مختلف قسمیں ہیں۔ اور ہر قسم کے ذمے مخصوص فرائض چنانچہ بعض حاملانِ عرشِ الٰہی ہیں۔ بعض رکوع یا سجود یا قیام یا قعود ہی میں مصروف ہیں۔ بعض منتظمانِ جنت اور بعض کارکنانِ دوزخ ہیں۔ کچھ کاتبانِ اعمال ہیں۔ اور کچھ انسان کے محافظ و نگران۔

الغرض فرشتے خداوند جل و علیٰ کی عظیم الشان سلطنت کے غیبی کارکن ہیں اور اس کے بے حد فرمانبردار خادم۔ ان کے وجود کو تسلیم کرنا دراصل خداوند قدوس کی بیکراں غیبی قوتوں پر ایمان لانا ہے۔ اسی لئے ایمان بالملائکہ کو اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل کیا گیا ہے نیز اگر مشرک قوموں نے ان کو خدا کی خدائی میں شریک گردانا تھا۔ اور ان کی خیالی صورتیں بنا کر ان کی پرستش کیا کرتے تھے۔ ملائکہ کی اصل حقیقت قرآن کریم کی روشنی میں جاننے اور ماننے کے بعد شرک کا یہ غبار بھی توحید کے راستے سے صاف ہو جاتا ہے۔

مُلَاقِی:۔ ملاقات کرنے والے۔ ملنے والے۔ مُلَاقَاۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُلَاقُوْا:۔ دیکھنے والے۔ ملنے والے۔ مُلَاقَاۃ سے اسم فاعل جمع مذکر واحد۔ مُلَاقِی۔ یہ اصل میں مُلَاقُوْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

مِلَّۃ:۔ مذہب۔ مشرب۔ دین۔ جمع مِلَل

مُلْتَحَد:۔ پناہ۔ پناہ کی جگہ۔ التحاد سے مصدر میمی و اسم ظرف۔

مَلْجَأ:۔ پناہ کی جگہ۔ لَجْءٌ سے اسم ظرف۔

مِلْح:۔ کھاری پانی۔ صفت مشبہ۔

مَلْعُوْنَۃ:۔ لعنت کی ہوئی۔ لَعْن سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مَلْعُوْنِیْن:۔ لعنت کئے ہوئے۔ پھٹکارے ہوئے۔ لَعْن سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مَلْعُوْن۔

مُلْقُوْن۔ مُلْقِیْن:۔ ڈالنے والے۔ اِلْقَاء سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُلْقِی اول بحالت رفعی و ثانی بحالت نصبی و جری۔

ہے کہ آزاد قوم کا ہر فرد اپنی اپنی جگہ بادشاہ ہی ہوتا ہے۔

مَلُوْم :۔ ملامت کیا ہوا۔ لَوْم سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَلُوْمِیْن :۔ ملامت کئے ہوئے۔ لَوْم سے اسم مفعول جمع مذکر۔ بحالت نصبی و جری۔

مَلِیّ :۔ مدت۔ عرصہ۔

مَلِیْك :۔ بادشاہ۔ شہنشاہ۔

مُلِیْم :۔ سزاوار ملامت۔ اِلَامَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مِمَّ :۔ کس چیز سے؛ اصل میں مِنْ مَا تھا (مِنْ جارہ و مَا استفہامیہ سے مرکب)

مِمَّا :۔ اس چیز سے (مِنْ جارہ اور مَا موصولہ سے مرکب)

مَمَات :۔ مرنا۔ مَوْت سے مصدر میمی۔

مُمْتَرِیْنَ :۔ شک کرنے والے جھگڑا کرنے والے۔ اِمْتِرَاء سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد مُمْتَرِی۔ اِمْتِرَاء کے معنی جھگڑا کرنے کو کہتے ہیں جس کی بنیاد تردد پر

مُمِدّ :۔ مدد دینے والا۔ اِمْدَاد سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مَمْدُوْد :۔ کھینچا ہوا۔ دراز۔ کثیر۔ مَدّ سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُمَدَّدَۃ :۔ کھینچی ہوئی۔ دراز کی ہوئی۔ تَمْدِیْد سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مُمَرَّد :۔ چکنا کیا ہوا۔ بنایا ہوا۔ تَمْرِیْد سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُمَزَّق :۔ ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ تَمْزِیْق سے مصدر میمی۔

مُمْسِك :۔ روکنے والا۔ اِمْسَاك سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُمْسِكَات :۔ روکنے والیاں۔ اِمْسَاك سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد مُمْسِكَۃ

مُمْطِر :۔ برسنے والا۔ اِمْطَار سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مَمْلُوْك :۔ ملکیت میں آیا ہوا۔ غلام۔ جمع مَمَالِیْك

مِمَّنْ :۔ کس شخص سے؛ مِنْ و مَنْ سے مرکب

مَمْنُوْعَۃ :۔ روکی ہوئی۔ مَنْع سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مَمْنُوْن :۔ احسان جتایا ہوا۔ قطع کیا ہوا۔ وزن کیا ہوا منت سے جس کے معنی احسان جتانے کاٹنے اور وزن کرنے کے آتے ہیں۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْن سے یہ دونوں تفسیریں مراد ہیں جو بے حساب ہوگا۔ ہمیشہ رہنے والا ہوگا۔ اور احسان جتا کر اس کا مزہ بھی کرکرا نہ کیا جائے گا۔

مَنْ :۔ کون۔ کلمہ استفہام۔ جو شخص کہ۔ اسم موصول

مِنْ :- سے، حرفِ جار ہے۔

مَنّ :- احسان کرنا۔ احسان جتلانا۔ بعلاؤ علی (مصدر از نصر)۔ دراصل مَنّ کے معنی ہیں کسی کے ساتھ بڑا احسان کرنا اور مِنّۃ کے معنی ہیں بھاری نعمت۔ پس لفظ مِنّۃ نعمۃ سے اور مَنّ انعام سے خاص ہے کہ ہر مِنّۃ نعمت ہے اور ہر مَنّ انعام لیکن ضروری نہیں کہ ہر نعمت مِنّۃ ہو یا ہر انعام مَنّ کا مصداق ہو۔ پھر مَنّ کی دو صورتیں ہیں (۱) محمود جبکہ مَنّ صرف بالفعل ہو یعنی تم کسی کے ساتھ واقعی احسان کرو اور زبان پر اس کا ذکر بھی نہ لاؤ (۲) مذموم جب کہ مَنّ بالاحسان ہو یعنی احسان کرنے کے بعد تم اسے جتلاتے پھرو۔ و زبان سے اس کا اظہار کرو۔ یہ چیز ممنوع ہے۔ البتہ اگر کوئی ناشکری اختیار کرے اور تمہاری بھلائی کا بدلہ برائی سے دے تو پھر مَنّ بالاحسان قبیح و ناجائز نہیں رہتا۔ مَنّ کے ایک معنی قطع کر دینا بھی ہیں۔ چنانچہ بعض مفسرین نے لَہُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ میں یہی معنے مراد لئے ہیں یعنی نیک لوگوں کو غیر منقطع و دائمی اجر ملے گا۔ (مفردات)

مَنّ :- ایک آسمانی غذا جو صحرائے سینا میں بنی اسرائیل پر اتری۔

جب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رہنمائی میں فرعون کی غلامی سے نجات پائی۔ اور معجزانہ طور پر سمندر کو پار کر کے شام کی طرف بڑھے تو سامنے سیناء کا لق و دق اور بے آب و گیاہ صحرا تھا۔ یہاں نہ دھوپ کی تیز گرمی سے بچنے کا کوئی انتظام تھا اور نہ کھانے پینے کا کوئی سامان۔ مگر چونکہ یہ اللہ کے حکم سے اپنے گھر بار کو چھوڑ کر نکلے تھے اسلئے ان کے واسطے پردۂ غیب سے یہ انتظام ہوا کہ دن بھر ہلکا سا ابر کا سایہ سروں پر چھایا رہتا جس سے ضروری روشنی اور گرمی دونوں کا فائدہ اٹھاتے اور آسمان سے مَنّ اور سلویٰ کھانے کے لئے اترتے اور پینے کے لئے حضرت موسیٰ کی لاٹھی کی ضرب سے ایک چٹان سے پانی کے بارہ چشمے جاری ہو گئے یوں اس میدان میں ان خدائی مہمانوں کے لئے قیام و طعام کی تمام ضروریات مہیا کر دی گئیں۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :-

قتادہ فرماتے ہیں کہ مَنّ دودھ سے زیادہ سپید اور شہد سے زیادہ شیریں ایک غذا تھی جو خود فجر سے سورج نکلنے تک آسمان سے برف کی طرح برستی رہتی تھی۔ ہر شخص ایک دن کی ضرورت کے مطابق اسے جمع کر لیتا تھا۔

کیونکہ دوسرے دن وہ سڑ جاتی تھی۔ البتہ ہفتہ کے چھٹے دن دو دن کی جمع کی جا سکتی کیونکہ ساتواں دن عید کا دن ہوتا تھا۔ اور سلویٰ بقول ابن عباسؓ لوا وہ بقول قتادہ ایک سُرخی مائل پرندہ تھا جس کے جھنڈ کے جھنڈ جنوبی ہوائیں اڑا لاتی تھیں۔ وہب کہتے ہیں کہ یہ جھنڈ ایک میل کے طول و عرض میں صرف ایک نیزہ کی بلندی پر بنی اسرائیل کے سروں پر پھیل جاتے تھے۔ مولانا عبدہ مصریؒ فرماتے ہیں کہ:۔

مَنّ ایک سفید مادہ ہے شہد کی مانند شیریں جو شبنم کی طرح فضا سے برستا ہے خشک ہونے کے بعد گوند کی طرح جم جاتا ہے۔ میدان تیہ (سینا) میں وہ بنی اسرائیل پر بکثرت نازل ہوا تھا۔ تورات میں اس کی صفت بیان کی گئی ہے کہ اس کا مزہ زیتون میں پنے ہوئے قطائف (ایک قسم کا حلوہ آٹے سے بنا ہوا) کا سا تھا اور اس کی صورت گوند کی سی تھی اور اسے آسمانی روٹی کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے مفسرین کی ایک بڑی جماعت کہتی ہے کہ یہ وہی چیز ہے جو اطباء کے ہاں ترنجبین کے نام سے معروف ہے۔ ڈاکٹر پوسٹ نے قاموس کتاب مقدس میں لکھا ہے کہ:۔

یہ مَنّ جو بنی اسرائیل پر اتاری گئی اطباء کی وہ مَن نہ تھی جو درخت دار دار کا شیرہ ہوتا ہے اور گوند کی طرح جم جاتا ہے اور نہ وہ مَن ہے جو جھاؤ کے درخت سے حاصل ہوتی ہے وہ اس وجہ سے کہ ان پر بیان کئے ہیں (۱) بنی اسرائیل نے اس مَن کو جزائر پر نیدان سینا میں اتری پہلے نہ دیکھا تھا (۲) مَنّ عربی معروف صرف موسم گرما میں پائی جاتی ہے اور صرف درخت کے نیچے (۳) اسے مدت تک رکھا جا سکتا ہے بگڑتی نہیں (۴) اس کو پیسنا چبانا ممکن نہیں (۵) وہ پورے فصل ہفتہ کے تمام دنوں میں حاصل ہوتی ہے۔ (تفسیر المنار ص ۹/۳۲۸)

(ڈاکٹر پوسٹ کے اس قول کے بیان کے بعد علامہ موصوف فرماتے ہیں۔ و فی قوله نظر لاحاجة الی شرحه (حالانکہ علامہ موصوف کو ڈاکٹر پوسٹ کے ان دلائل کا جواب دینا ضروری تھا)

مولانا ابوالکلام آزاد مدظلہ ترجمان القرآن کے ایک نوٹ میں فرماتے ہیں۔

مَنّ درخت کا شیرہ ہے جو گوند کی طرح جم جاتا ہے۔ اور خوش ذائقہ و مقوی ہوتا ہے سلویٰ ایک پرند ہے۔ یہ دونوں چیزیں کوہ طور کے اطراف و جوانب میں بکثرت ہوتی ہیں (مَنّ

کا حلوا میں نے خود کھایا ہے جو فلسطین کے یہودی بنایا کرتے ہیں۔

علامہ عبدہ اور مولانا آزاد کے بیانات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مَنّ کے نام سے کئی چیزیں اطراف شام و فلسطین میں آج بھی معروف ہیں اور بطور غذا استعمال کی جاتی ہیں۔ اور ان کا رجحان یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا مَنّ ان سے جداگانہ کوئی چیز نہ تھی۔

مگر قرآن کریم کا ارشاد ہے:

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ إِذِ اسْتَسْقَاهُ قَوْمُهُ أَنِ اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ

اور جب موسیٰ کی قوم نے ان سے پانی طلب کیا تو ہم نے ان کو حکم بھیجا کہ تم اپنی لاٹھی اس پتھر پر مارو (لاٹھی پتھر پر مارتے ہی) اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے ہر قبیلہ نے اپنے اپنے پینے کی جگہ معلوم کر لی۔ اور ہم نے ان پر ابر کا سایہ پھیلایا اور ان پر مَنّ اور سلویٰ نازل کیا اور کہا کہ کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تم کو روزی میں دیں اور ہمارے احکام کی خلاف ورزی کر کے انہوں نے ہمارا کچھ نہ بگاڑا بلکہ وہ اپنا ہی نقصان کرتے رہے۔

صاف صاف پکار کر کہہ رہا ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی سے چٹان کا پھٹ کر بارہ چشموں کا ابل پڑنا اور دن میں بادل کے شامیانوں کا تن جانا معجزہ تھا اسی طرح "مَنّ و سلویٰ" کا نزول بھی معجزانہ حیثیت رکھتا تھا اور یہ دونوں رزقی طور پر معجزانہ غذا کی حیثیت رکھتی تھیں۔ نیز اگر مفسرین کے اقوال کو بالکل ہی نظر انداز نہ کر دیا جائے تو مذکورہ بحث کے دلائل بھی خاصے وزنی ہیں۔

مَنّ اور سلویٰ کو معجزانہ غذا تسلیم کرنے کے بعد ان کی صورت و کیفیت کے متعلق مختلف رائے ظاہر کی جا سکتی ہیں۔ جیسا کہ مفسرین کے مختلف اقوال سے معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک اس سلسلہ میں قول جامع مفسر جلیل حافظ ابن کثیر کا یہ قول ہے کہ:

والغرض واللہ اعلم انہ کل ما امتن اللہ بہ علیہم من طعام وشراب وغیر ذالک مما لیس لہم فیہ عمل

وَلَا كَدّ (ابن کثیر ص۱۵۶)

(ترجمہ) اور واللہ اعلم ظاہر یہ ہے کہ مَنّ وہ تمام کھانے پینے کی اور دوسری چیزیں ہیں جو بنی اسرائیل کو بغیر محنت و کوشش کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور منت و احسان کے حاصل ہوتی تھیں۔

امام راغب اصفہانیؒ بھی یہی فرما گئے ہیں و معنے زائد فرما گئے ہیں۔ لکھتے ہیں:۔

اَلْمَنّ وَالسَّلْوٰی کلاهما اشارۃٌ الی ما انعم اللہ بہ علیہم وھما بالذات شیئٌ واحد لکن سماہ منا بحیث انہ امتن بہ علیہم وسماہ سلوی من حیث انہ کان لھم بہ التسلی۔ من اور سلوی دونوں سے ان نعمتوں کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر نازل کیں دونوں کا مفہوم ایک ہے مگر مَن ان کو اسلئے کہا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور منت و احسان تھیں اور سلوی اسلئے نام رکھا گیا کہ وہ ان کیلئے باعث تسلی و اطمینان تھیں۔ (مفردات)

مَنَّ :۔ اس نے احسان کیا۔ مَنّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

مَنَاۃ :۔ ایک بُت کا نام جسے ایام جاہلیت میں بنو ہذیل اور بنو خزاعہ وغیرہ پوجتے تھے اور اس پر جانوروں کو ذبح کرکے بھینٹ چڑھائی جاتی اور بارش کی دعا کی جاتی تھی۔ (کشاف)

مُنَادٍ :۔ پکارنے والا۔ مُنَادَاۃ (مفاعلہ) سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مَنَازِل :۔ اترنے کی جگہیں، منزلیں۔ واحد مَنْزِل۔

قرآن کریم میں سورۂ یونس کے آغاز میں فرمایا گیا ہے هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَہٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ (وہی وہ ذات ہے جس نے سورج کو چمکیلا بنایا اور چاند کو روشن اور چاند کی منزلیں مقرر کیں۔ تاکہ تم پہچانو برسوں کی گنتی اور مہینوں اور دنوں کے حساب) منازل القمر سے اس آیت میں اور سورۂ یٰسین کی دوسری آیت میں چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کے وہ مختلف احوال مراد ہیں جن سے وہ مہینوں کے مختلف دنوں میں گزرتا ہے حافظ ابن کثیر کی یہی رائے ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

وقدر القمر منازل اول ما یبدو صغیرا ثم یتزاید نورہ وجرمہ حتی یستوسق ویکمل ابدارہ ثم یشرع فی النقص حتی یرجع الی حالتہ الاولی فی تمام شھر (اور چاند کی

منزلیں ہیں قمر گویا کہ پہلے وہ چھوٹا ظاہر ہوتا ہے پھر اس کا حجم اور روشنی بڑھتی رہتی ہے حتیٰ کہ وہ بدر کامل بن جاتا ہے پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے حتیٰ کہ آخر مہینے میں اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹ جاتا ہے (ابن کثیر ص ۲۱۹)

مگر علامہ عبدہ اور بعض دوسرے مفسرین نے اس سے چاند کی گردش کی وہ اٹھائیس منزلیں مراد لی ہیں جن میں سے ہر منزل میں وہ اپنے فلک کی گردش میں دورہ کرتے ہوئے ہر روز گزرتا ہے اور دیکھا جاسکتا ہے۔ مہینے کے باقیماندہ ایک یا دو دن وہ نظروں سے اوجھل رہتا ہے اہل عرب نے ان منزلوں کے نام ان ستاروں کے نام پر جو ان کے محاذات میں ہیں یہ رکھے تھے

الشرطان۔ البطین۔ الثُریا۔ الدَبَران الهَقعَه۔ الهَنعَه۔ الذِرَاع۔ النَثرہ الطَرف۔ الجَبهة۔ الزُبرَه۔ الصَرفَه العَوّاء۔ السِمَاك الاعزَل۔ الغَفر الزُبانی۔ الاِکلِیل۔ القَلب۔ الشَوْلَة النعائم۔ البَلدَة۔ سَعدُ الذابح سعد بُلع۔ سعد السعود۔ سَعد الاخبیه فرغ الدلو المقدم۔ فرغ الدلو المؤخر۔ الرِشَاء۔

علامہ موصوف کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ نزول قرآن کے زمانہ میں اہل ہند اور اہل چین کی طرح اہل عرب بھی چاند کی منزلوں سے اچھی طرح واقف تھے بہرحال آیت مذکورہ بالا میں سالوں اور مہینوں کی حساب فہمی میں ذریعہ منازل قمر کو قرار دے کر ان منازل کی تقدیر و تعیین کو اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم قرار دیا گیا ہے۔

یوں تو دورہ شمس اور دورہ قمر دونوں ہی سے مہینوں اور سالوں کا حساب لگایا جا سکتا ہے۔ مگر حساب شمسی ایک فن کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس کا سمجھنا بغیر تعلیم و تعلم کے ممکن نہیں۔ اور حساب قمری ایک سیدھا سادہ حساب ہے جسے علوم و فنون سے بے بہرہ لوگ بھی صرف مشاہدہ سے جان سکتے ہیں اور اپنی اپنی دینی و دنیوی ضرورتوں میں اس سے مدد لے سکتے ہیں۔ چنانچہ اسلام کے احکام جو شہری و دیہاتی، متمدن و غیر متمدن ساری دنیا کے لئے ہیں۔ حساب قمری پر مبنی قرار دیئے گئے ہیں غالباً اسی وجہ سے اس آیت میں محل احسان منازل قمر کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے۔

مَنَاسِك : حج کے اعمال۔ قربانی کے مقامات۔ واحد مَنسَك۔ نُسُك سے مصدر میمی ذم

ظرف۔ مَنْسَکْ اس عبادت کو کہتے ہیں جس میں انتہائی تعبد ہو اور نسیک عابد مرتاض کو کہتے ہیں۔ حج کے اعمال چونکہ بدنی و مالی عبادتوں کے جامع ہیں۔ اس لئے مَنْسَکْ کا استعمال اعمال حج کے لئے مخصوص ہو گیا۔ اور مَنَاسِکْ (مصدر میمی، اعمال حج اور اسم ظرف) ان مقامات کو کہا گیا۔ جہاں یہ اعمال ادا کئے جائیں۔

مَنَاص۔ مخلصی۔ چھٹکارا۔ نَوْص سے مصدر میمی

مَنَّاع۔ بہت منع کرنے والا مَنْع سے مبالغہ کا صیغہ۔

مَنَافِع۔ فوائد۔ واحد مَنْفَعَة

مُنَافِقَات:۔ منافق عورتیں۔ واحد۔ مُنَافِقَة (دیکھو مُنَافِقُون)

مُنَافِقُون: مُنَافِقِين:۔ منافق جو بظاہر مسلمان اور بہ باطن کافر ہوں۔ نفاق والے اول بحالت رفعی و ثانی بحالت نصبی و جری۔ واحد مُنَافِق۔

نَفَق کہتے ہیں اس سرنگ کو جس کے دو دہانے ہوں۔ اور نَافِقَاء جنگلی چوہے کے بل کو کہتے ہیں جس میں وہ ایک طرف سے داخل ہوتا ہے اور دوسری طرف سے نکل جاتا ہے اسی سے نفاق ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں دین میں ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے نکل جانا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ معظمہ میں رہے مسلم کمزور تعداد میں قلیل تھے اور مسلمانوں کو طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں۔ اس لئے وہاں صرف دو ہی جماعتیں تھیں مسلمان اور کافر لیکن آپ کے مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بعد اسلام کو غلبہ و اقتدار حاصل ہونے لگا۔ اور مسلمانوں کو فتوحات نصیب ہونے لگیں۔ ان حالات میں ایک تیسرا گروہ نمودار ہوا۔ یہ وہ لوگ تھے۔ جن کو اسلام کی حقانیت پر اعتقاد نہ تھا۔ تاہم ان کی جرأت بھی نہ تھی کہ اس بڑھتی ہوئی طاقت کے مقابل بن کر میدان میں آئیں۔ انہوں نے یہ پالیسی اختیار کی کہ بظاہر مسلمانوں میں شامل رہیں۔ اور در پردہ کافروں سے ساز باز رکھیں۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قَالُوْا آمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيَاطِيْنِهِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ (اور منافق جب مسلمانوں سے ملتے تو کہتے ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب اپنے سرداروں کے پاس تنہائی میں جاتے تو کہتے کہ ہم تو تمہارے ہی آدمی ہیں، ور مسلمانوں سے جب ملتے ہیں تو ان کو بے وقوف بنانے کے لئے۔)

ان میں سے بعض تو وہ تھے جو پکے کافر تھے۔

اسلام کے زبانی دعوے سے ان کا مقصد صرف
یہ تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے اپنے جان و مال
کو محفوظ رکھیں۔ اور جب مسلمانوں کو فتح حاصل
ہو تو مال غنیمت میں بھی ان کے شریک ہو جائیں
نیز جب موقعہ ملے تو دشمنان اسلام کو مسلمانوں
کے رازوں سے آگاہ کریں اور بعض وہ تھے جو
نہ کفر پر رسوخ رکھتے تھے اور نہ اسلام پر ان
کو یقین تھا۔ جب صداقت اسلام کے دلائل
اور مسلمانوں کی فتوحات سامنے آئیں تو اسلام
کی طرف جھکنے لگتے۔ اور جب ایثار و قربانی کا
مطالبہ ہوتا، اور مسلمانوں پر سخت وقت آ کر پڑتا
تو کفر کی طرف لپکنے لگتے۔
سورۂ بقر کے رکوع ۲ میں مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ
الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا الخ میں پہلی قسم کے
منافقین کی اور أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ
الخ میں دوسری قسم کے منافقین کی ذہنیت
کی تصویر کھینچی گئی ہے۔
مسلمانوں کو ان بغلی گھونسوں سے سخت تکلیف
پہنچتی رہی۔ خصوصاً قسم اول کے منافقوں سے
چنانچہ احد اور احزاب کے غزوات میں انہوں نے
عین وقت پر مسلمانوں کو دغا دی اور کافروں
کی جمعیت کو تقویت پہنچائی۔
غزوۂ تبوک کے موقع پر جو مسلمانوں کے لئے
سخت پریشانی کا زمانہ تھا اور فدایان اسلام
اپنے جان و مال کی بازی لگا رہے تھے یہ گروہ
اسلام میں سازشوں کا جال بچھا رہے تھے اور
ابو عامر یہودی کے اشارہ پر مسجد ضرار کی بنیاد ڈال
رہے تھے۔ چونکہ ان بدبختوں نے اسلام کی
جڑوں پر تیشہ لگایا۔ اس لئے ان کے متعلق فرمایا
گیا:- اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ
الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ (در حقیقت منافقین
دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ڈالے جائیں گے)
جو لوگ خدا سے عہد باندھ کر توڑیں اور دین
کے معاملہ میں جھوٹ بولیں وہ معاشرتی و تمدنی
زندگی میں کب صادق القول اور وفادار عہد
ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ افترا پردازی، دشنام
طرازی، بدعہدی، بے ایمانی کو پیغمبر نے بیا
نفاق صحیحین کی حدیث ہے کہ فرمایا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے۔
اربعٌ من كن فيه كان منافقاً خالصاً
ومن كانت فيه خصلةٌ منهن كانت
فيه خصلة من النفاق حتى يدعها
اذا اؤتمن خان واذا حدث كذب
واذا عاهد غدر واذا خاصم
فجر۔ (چار خصلتیں ہیں جس میں وہ ہوں
خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے

کوئی ایک ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی۔ جب تک کہ وہ اسے نہ چھوڑے۔ جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے جب کوئی عہد کرے تو اسے توڑے۔ اور جب جھگڑنے پر آئے تو بد زبانی کرے،

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہر وہ شخص جس میں یہ خصائل پائی جاتی ہیں منافق ہوگا اگر ایسا ہے تو مسلمانوں کی اخلاقی پستی کے اس زمانہ میں شاذ و نادر ہی کوئی اس حدیث کی زد سے بچ سکتا ہے وہ مسلمان کہلا سکتا ہے اس کا جواب عام طور پر یہ دیا جاتا ہے کہ منافق تو اصل وہی شخص ہوگا جو ان خصائل کو جائز بھی سمجھتا ہو جو شخص ان حرکات کو ناجائز سمجھتے ہوئے ان کا مرتکب ہو اسے منافق عمل کہہ سکیں گے۔ منافق اعتقادی نہیں جو کفر کا بدترین درجہ ہے۔ الاستاذ امام علامہ انور شاہ کاشمیریؒ نے اس حدیث کی تحقیق فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ:-

"یہ خصلتیں نفاق کی علامت ہیں، چنانچہ امام بخاریؒ نے ترجمہ باب عَلَامَةُ الْمُنَافِق قرار دیا ہے، اور علامات کسی چیز کی پہچان کا ذریعہ ہوتی ہیں اس کے لئے علت اور سبب نہیں ہوتیں کہ جب علت پائی جائے تو معلول کا پایا جانا ضروری ہو۔ بلکہ اصل شے کا وجود پہلے ہوتا ہے اور علامات بعد میں متحقق ہوتی ہیں۔ لہٰذا جس شخص میں یہ علامات پائی جائیں گی اگر وہ عقیدۃً بھی اصول اسلام کا منکر ہوگا اور ان خصائل کو حلال سمجھتا ہوگا تو وہ واقعی منافق ہوگا ورنہ کہا جائے گا کہ اس میں نفاق کے اوصاف ہیں اس کا طرز عمل منافقانہ ہے تاہم اسے منافق نہ کہا جائے گا۔ چنانچہ حافظ ابن تیمیہؒ کی تحقیق کے مطابق نفاق کی خصلتیں ہی نہیں کفر کی خصلتیں بھی مسلمان میں پائی جا سکتی ہیں +

(فیض الباری ج۱ ص۱۲۴)

مَنَاکِب: کندھے۔ واحد مَنْکِب۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وہی وہ ذات ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے پست کر دیا پس چلو پھرو تم اس کے کندھوں پر۔ تو یہاں مشی فی المناکب سے زمین کی انتہائی پستی و تذلل کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی کے کندھوں پر چلنا آسان نہیں۔ اور جب یہ ممکن ہو تو پھر کسی حصہ پر چلنا مشکل نہیں زجاج کا قول ہے کہ مناکب سے یہاں پہاڑ مراد ہیں۔ اور ایک قول ہے کہ اطراف و جوانب مراد ہیں +

(کشاف ج۴)

مَنَام ۔ خواب۔ سونا۔ نَوْم سے مصدر میمی
خواب کی حقیقت کیا ہے؟ ابن عربی کہتے ہیں خواب ان عوارض اور حالات سے ہے جو انسان کے سونے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ سچے خواب کی صورت میں، یا شیطان جھوٹے خواب بصورت میں، کئے: یعنی القاء کئے جاتے ہیں۔ اگر خواب سچے ہوں تو بیداری میں کبھی تو من و عن ایسا ہی ہوتا ہے، جیسا کہ بعض اوقات ہوبہو پورا ہوتا ہے۔ اور کبھی حقیقت کی طرف اشارات اور کنایے ہوتے ہیں، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ غلط و صحیح، دروغ، صدق و کذب کی آمیزش ہوتی ہے

علامہ مازری کہتے ہیں:-
اطباء خواب کو اخلاط اربعہ کی طرف منسوب کرتے ہیں مگر یہ بے دلیل بات ہے۔ اور فلاسفہ یہ کہتے ہیں کہ زمینی مخلوقات کی صورتیں عالم بالا میں نقوش کی طرح ہوتی ہیں۔ سوتے ہوئے انسان کے نفس میں کسی نقش کا حصول ہو جاتا ہے اور اسی کا نام خواب ہے مگر یہ قول پہلے کی بہ نسبت زیادہ نحیف ہے۔ صحیح قول اہل سنت کا ہے کہ اللہ تعالیٰ سونے والے کے دل میں اسی طرح کچھ احساسات پیدا کر دیتا ہے، جیسے بیدار آدمی کے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ یہ احساسات دوسرے امور کے لئے علامت ہوتے ہیں۔

(ملخص از حواشی صحیح بخاری)

سچا خواب بحکم حدیث نبوت کا چھیالیسواں جزو ہے۔ (بخاری) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ یعنی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نبوت تو مجھ پر ختم ہو چکی ہے۔ اب دنیا میں صرف یہ حصہ یعنی مُبَشِّرَات باقی رہ گئے ہیں صحابہؓ کرام نے عرض کیا مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا عمدہ خواب۔ اور چونکہ انبیاء کرام معصوم ہوتے ہیں اور شیطان ان پر اثر انداز نہیں ہو سکتا اس لئے نبی کا خواب ہمیشہ صحیح اور سچا اور وحی کی صورتوں میں سے ایک صورت ہوتی ہے۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے اسی ذریعہ سے وحی نازل کی گئی (بخاری وغیرہ) (ش۔ ل)

مُنْبَثّ ۔ پراگندہ۔ اِنْبِثَاث سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُنْتَشِر ۔ پراگندہ، بکھرنے والا۔ اِنْتِشَار سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُنْتَصِر ۔ بدلہ لینے والا۔ اِنْتِصَار سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُنتَصِرِینَ :- بدلہ لینے والے۔ اِنتِصَار سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد مُنتَصِر۔

مُنتَظِرُونَ۔ مُنتَظِرِینَ :- انتظار کرنے والے۔ اِنتِظَار سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُنتَظِر۔ اول بحالت رفعی و ثانی بحالت نصبی وجری۔

مُنتَقِمُونَ :- بدلہ لینے والے۔ اِنتِقَام سے اسم فاعل جمع مذکر واحد مُنتَقِم۔

مُنتَهیٰ :- انتہا۔ اختتام۔ اِنتِہَاء سے مصدر میمی

مُنتَهُونَ :- باز رہنے والے۔ اِنتِہَاء سے اسم فاعل جمع مذکر واحد مُنتَہِی۔

مَنثُور :- بکھرا ہوا۔ پراگندہ۔ نَثر سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُنَجُّوا :- نجات دینے والے۔ تَنجِیَة سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت رفعی۔ اصل میں مُنَجُّونَ تھا اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

مُنخَنِقَة :- گلا گھٹنے سے مرنے والی۔ اِنخِنَاق سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

مُنخَنِقَة اور دوسرے ایسے جانور جو بغیر ذبح کئے مر جائیں۔ شریعت سلامیہ نے حرام کئے ہیں۔ حافظ ابن کثیر نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ ایسے جانوروں کی حرارت غریزیہ اور خون گوشت میں جذب ہو کر رہ جانے کی وجہ سے گوشت میں ایک قسم کی سمیت اور گندگی پیدا ہو جاتی ہے جو دینی و دنیوی نقصانات کا سبب ہو سکتی ہے۔ (ابن کثیر باضافہ علامہ عثمانی ؒ ص ۲)

مَن ذَا :- کون ہے۔

مُنذِر :- ڈرانے والا۔ اِنذَار سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُنذِرُونَ :- ڈرانے والے۔ اِنذَار سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت رفعی۔

مُنذِرِینَ :- ڈرانے والے۔ مُنذِر کی جمع بحالت نصبی وجری۔

مُنذَرِینَ :- ڈرائے ہوئے۔ اِنذَار سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد مُنذَر

مُنَزِّل :- تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنے والا۔ تَنزِیل سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو تنزیل)

مُنَزَّل :- تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہوا۔ تَنزِیل سے اسم مفعول واحد مذکر (دیکھو تنزیل)

مُنزِل :- اتارنے والا۔ اِنزَال سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُنزِلُونَ۔ مُنزِلِینَ :- اتارنے والے مُنزِل کی جمع۔ اول بحالت رفعی و ثانی بحالت نصبی وجری۔ سورۂ یوسف میں خَیرُ المُنزِلِینَ

معجزہ کے عطا فرمایا گیا تھا اور انہوں نے
لوگوں کے سامنے تحدیث کے طور پر ذکر فرماتے
ہوئے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا واضح فضل قرار
دیا ورنہ یہ قیاس و ظن کی بات تو ایک ادنیٰ
درجہ کے جاہل دہقان کو بھی حاصل ہوتی ہے
پس اقرب یہی ہے کہ "منطق الطیر" بغیر
کسی تاویل کے اپنے حقیقی معنیٰ میں ہے۔
اور یہ معجزات سلیمان میں سے ایک معجزہ ہے نیز
الطیر پر الف لام مفید استغراق یا جنس ہے۔
حضرت سلیمان علیہ السلام کو تمام پرندوں کی بولی
کا علم عطا فرمایا گیا تھا۔ (دیکھو سلیمان)

مُنْظَرُوْنَ۔ مُنْظَرِیْنَ :۔ مہلت دیئے ہوئے
انظار سے اسم مفعول جمع مذکر واحد مُنْظَر
اول حالت رفعی و ثانی حالت نصبی و جری۔

مَنَعَ :۔ اس نے روکا۔ مَنْع سے ماضی واحد
مذکر غائب۔

مُنْفَطِرٌ :۔ پھٹ جانے والا۔ اِنْفِطَار سے اسم
فاعل واحد مذکر۔

مُنْفِقُوْنَ۔ مُنْفِقِیْنَ :۔ خرچ کرنے والے۔
انفاق سے اسم فاعل جمع مذکر واحد مُنْفِق۔
اول حالت رفعی و ثانی حالت نصبی و جری

مُنْفَکِّیْنَ :۔ جدا ہونے والے۔ باز آنے والے۔
انفکاک سے اسم فاعل جمع مذکر حالت نصبی
وجری۔ واحد مُنْفَکّ۔

مَنْفُوْشٌ :۔ دھنا ہوا۔ پراگندہ۔ نَفْش سے
اسم مفعول واحد مذکر۔

مُنْقَعِرٌ :۔ جڑ سے اکھڑا ہوا۔ اِنْقِعَار سے
اسم فاعل واحد مذکر۔

مُنْقَلَبٌ :۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا۔
اِنْقِلَاب سے اسم ظرف۔

مُنْقَلِبُوْنَ :۔ لوٹنے والے۔ اِنْقِلَاب سے
اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُنْقَلِب۔

مَنْقُوْصٌ :۔ کم کیا ہوا۔ نَقْص سے اسم مفعول
واحد مذکر۔

مُنْکَرٌ :۔ بری بات۔ برا کام۔ برائی۔ خلاف
شرع۔ خلاف عقل۔ اِنْکَار سے اسم مفعول واحد
مذکر (دیکھو معروف)

مُنْکِرَۃٌ :۔ انکار کرنے والی۔ اِنْکَار سے اسم
فاعل واحد مؤنث۔

مُنْکِرُوْنَ :۔ انکار کرنے والے۔ نہ ماننے والے
اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُنْکِر

مُنْکَرُوْنَ :۔ غیر معروف۔ نہ پہچانے ہوئے
اجنبی لوگ۔ انکار سے اسم مفعول جمع مذکر
واحد مُنْکَر

مَنَنَّا :۔ ہم نے احسان کیا۔ مَنّ سے ماضی
جمع متکلم۔

مَنُوْع :- بہت منع کرنے والا۔ نادہند۔ بخیل مَنْع سے مبالغہ کا صیغہ۔

مَنُوْن :- زمانہ۔ موت۔ مَنّ (بمعنی قطع) سے مبالغہ کا صیغہ اور رَیْبُ الْمَنُوْن (حوادث موت اور گردش روزگار) کو کہتے ہیں کیونکہ یہ چیزیں یکایک نمودار ہوتی ہیں اور انسان حیران و پریشان رہ جاتا ہے۔ دوسرے معنی مراد لینے کی صورت میں یہ ملحوظ رہے کہ نَتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ (ہم اس پیغمبر کے لئے گردش روزگار کے منتظر ہیں) کفار کا قول ہے۔ ورنہ اس کی اسلام میں کوئی حقیقت نہیں۔

مِنْهَاج :- صاف کشادہ راستہ۔
قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا (اور تم میں سے (اے اہل ملل مختلفہ) ہر ایک کو ہم نے دیا ایک دستور اور ایک راہ)
اس آیت میں اس امر کی وضاحت مقصود ہے کہ اگرچہ تمام آسمانی مذاہب مقاصد و اصول میں متفق ہیں۔ اور تمام پیغمبر ایک ہی حقیقت کے ترجمان رہے ہیں۔ اور ایک ہی مقصد کی طرف دعوت دیتے رہے ہیں۔ تاہم ہر اُمت کے احوال وظروف اور ہر زمانہ کی فکری و عملی صلاحیتوں کے اعتبار سے دستور العمل اور طریق کار مختلف رہا ہے۔
یہ مقاصد و اصول جن میں کبھی اختلاف نہیں ہوا "دین" کے لفظ سے تعبیر کئے گئے ہیں اور وہ دستور العمل اور طریق کار جسمیں حسب ضرورت و مصلحت تغیر ہوتا رہا ہے۔ شِرْعَةً وَّمِنْهَاج کے نام سے پکارا گیا ہے۔
چنانچہ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ۔ (مقرر کیا تمہارے لئے وہ دین جس کی وصیت کی نوح کو اور اے پیغمبر جس کی وحی بھیجی تمہاری طرف اور جس کی وصیت کی ہم نے ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ کو، یہ کہ دین کو قائم کرو اور اس میں اختلاف نہ ڈالو۔)
(شوریٰ ۲)
میں مذاہب کے انہی بنیادی اصول کی طرف اشارہ ہے اور آیۂ مذکورۂ بالا میں ان جزوی یا فروعی مسائل کی طرف جو مختلف شریعتوں میں بدلتے رہے ہیں۔
اب شرعۃ اور منہاج جو ہر اُمت کو الگ الگ دی گئی ہے۔ کیا وہ ایک چیز ہی ہے یا مختلف؟ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :-

حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ شِرْعَۃ کے معنی ہیں سَبِیْل (راستہ) اور مِنْہَاج کے سُنَّۃ مجاہد عکرمہ حسن بصری قتادہ ضحاک وغیرہم کا بھی یہی قول ہے اور حضرت ابن عباس اور مجاہد کا ایک دوسرا قول یہ بھی ہے کہ شِرْعَۃ سے مراد سُنَّۃ ہے اور مِنْہَاج سے سبیل۔ پھر فرماتے ہیں کہ پہلا قول زیادہ مناسب ہے اس لئے کہ شِرْعَۃ (اور وہ شریعت ہی ہے) وہ ہے جس کسی بات کی شروعات کی جائے کہا جاتا ہے شَرَعَ فی کذا یعنی اس کام کی ابتدا کی اور اسی طرح شَرِیْعَۃ وہ راستہ جو پانی کی طرف لے جائے (گھاٹ) اور مِنْہَاج کے معنی ہیں الطریق الواضح السھل کھلا آسان راستہ اور سُنَن کے معنی ہیں راہیں۔ لہذا شِرْعَۃً وَمِنْہَاجًا کی تفسیر علی الترتیب سَبِیْل اور سُنَّۃ سے کرنی زیادہ ظاہر ہے۔ مناسبت میں (تفسیر ابن کثیر (ج۲))

حافظ ابن کثیر کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ شِرْعَۃ سے وہ آئین شریعت مراد ہے جس کو کتاب اللہ حاوی ہے اور مِنْہَاج سے وہ راستہ مراد ہے جس پر پیغمبران کرام سنتین کی رہنمائی میں گزرے۔ کما ھو المعروف واللہ اعلم بالصواب ٭

مُنْہَمِر :۔ موسلا دھار برسنے والا۔ اِنْہِمَار سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مَنِیّ :۔ مادہ انسانی۔ نطفہ۔ مَنْی بمعنے لَدَر) سے فعیل بمعنے مفعول۔

مُنِیْب :۔ اللہ کی طرف رجوع ہونے والا۔ گڑگڑانے والا۔ توبہ کرنے والا۔ اِنَابَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُنِیْبِیْنَ :۔ رجوع کرنے والے۔ اِنَابَۃ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالت نصبی و جری۔

مُنِیْر :۔ روشن۔ چمکنے والا۔ تابناک۔ اِنَارَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مَوَاخِر :۔ پانی پھاڑنے والیاں۔ واحد مَاخِرَۃ

مَوَازِیْن :۔ وزن کے آلات۔ ترازوئیں۔ وَزْن سے اسم آلہ جمع واحد مِیْزَان وزن کئے ہوئے (اعمال) وزن سے اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مَوْزُوْن (دیکھو مِیْزَان)

مَوَاضِع :۔ ٹھکانے۔ جگہیں۔ وَضْع سے اسم ظرف جمع مَوْضِع۔ سورۂ مائدہ میں یہود کے متعلق فرمایا گیا ہے یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ (بدلتے ہیں کلام (الٰہی) کو اپنے ٹھکانے سے) تو یہاں علمائے یہود کی ان تحریفات کا ذکر مقصود ہے جو انہوں نے توریت میں کیں۔ کہ کبھی تو الفاظ ہی بدل ڈالے۔ اور کبھی معانی

و مطالب ہیں ایسی تاویلات کیں جن سے منشاء خداوندی باطل ہو گیا اور الفاظ اپنے معانی مقصودہ پر دال نہ رہے۔ گویا تحریف تحریف لفظی و معنوی دونوں کو شامل ہے۔ اس مفہوم کے اظہار کے لئے حضرت شاہ صاحب نے مَوَاضِع کا جو ترجمہ "ٹھکانے" کیا ہے وہ بہترین ترجمہ ہے کمالا یخفیٰ علیٰ من لہٗ فہم سلیم۔

مُوَاطِن :۔ مقامات۔ اسم ظرف جمع۔ واحد مَوْطِن۔

مَوَاقِع :۔ اترنے کی جگہیں۔ ڈوبنے کی جگہیں۔ وَقْع سے اسم ظرف جمع۔ واحد مَوْقِع اترنے۔ ڈوبنے۔ واحد مَوْقَعَ مصدر میمی۔ سورہ واقعہ میں فرمایا گیا ہے فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ (پس قسم کھاتا ہوں نجوم کے مواقع کی) تو یہاں یا تو ان اوقات کی قسم کھائی گئی ہے جب پچھلی رات ستارے گوشہ مغرب میں اترتے ہیں کہ یہ وقت عبادت گزاروں کے لئے ایک خاص لذت کیفیت کا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے، محبت و برکت کا خصوصی نزول ہوتا ہے۔ یا ستاروں کی منزلوں کی قسم کھائی ہے (یہاں مصطلح منزلیں مراد لیتی منزدری) کہ ان سے بھی اللہ تعالیٰ کی تدبیر کامل اور قدرت عظیمہ کا اظہار ہوتا ہے۔ اور اگر نجوم سے آیات اللہ مراد لی جائیں۔ تو مَوَاقِع النجوم سے انبیاء علیہم السلام کے قلوب صافیہ مراد ہوں گے۔ یا ان کے قلوب پر آیات کلام الٰہی کا اترنا مراد ہوگا۔ (کشاف بیضاوی بتصرف)

مَوَاقِعُوْ :۔ گرنے والے۔ مُوَاقَعَۃ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد مُوَاقِع اصل میں مُوَاقِعُوْن تھا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا۔

مَوَاقِیْت :۔ اوقات۔ واحد مِیْقَات۔ میقات اس وقت کو کہتے ہیں۔ جو کسی کام کے لئے مقرر کیا گیا ہو۔

مَوْئِل :۔ جائے پناہ۔ وَاْل سے اسم مصدر۔

مَوَالِی :۔ آزاد شدہ غلام، دوست۔ ورثہ۔ واحد مَوْلیٰ (دیکھو مَوْلیٰ)

مَوْءُوْدَۃ :۔ زندہ درگور کی ہوئی۔ وَاْدٌ سے اسم مفعول واحد مؤنث منجملہ دیگر مراسم قبیحہ کے عہد جاہلیت میں عرب میں یہ رسم بھی جاری تھی کہ اگر کسی کے گھر لڑکی پیدا ہوتی تو اسے زندہ درگور کر دیا جاتا اس کی دو وجوہ تھیں ایک تو یہ کہ لڑکے کی طرح لڑکی سے دشمنوں کی حفاظت اور کسب معاش وغیرہ کے فائدے حاصل نہ ہو سکتے تھے، بلکہ الٹی ان کی حفاظت کرنی پڑتی تھی۔ اور شادی وغیرہ کے مواقع پر روپیہ خرچ کرنا پڑتا تھا۔ دوسری یہ کہ کسی کو داماد بنانا پڑتا تھا۔

جوان کے ہاں ننگ و عار کی بات سمجھی جاتی
تھی۔ نیز اسلام کے طلوع ہوتے ہی اس
ظلم کی ظلمت بھی کافور ہو گئی۔

مَوْبِق :۔ ہلاکت کی جگہ۔ ہلاکت۔ وُبُوق
سے اسم ظرف۔ جمع مَوَابِق و مصدر میمی۔

مَوْت :۔ مرنا۔ موت۔ باب نَصَرَ سے مصدر

مَوْتَة :۔ ایک بار مرنا۔ مَوْت سے مصدر
برائے مَرَّۃ۔

مَوْتٰی :۔ مردے۔ واحد مَیِّت۔

مُؤْتَفِكَات :۔ الٹ جانے والی بستیاں۔ اِئْتِفَاک
سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد مُؤْتَفِكَة
اس سے مراد قوم لوط کی بستیاں ہیں جو عذاب
الٰہی کی وجہ سے الٹ دی گئی تھیں۔ یا قوم لوط
و ہود و صالح علیہم السلام کی بستیاں جن کے
راحت و آرام کے حالات تباہی و بربادی
کے مصائب میں بدل گئے۔ مُؤْتَفِكَة الٹ
جانے والی بستی۔

مُوْتُوْا :۔ تم مر جاؤ۔ مَوْت سے امر جمع مذکر حاضر۔

مُؤْتُوْنَ :۔ دینے والے۔ اِیتَاء سے اسم فاعل
جمع مذکر۔ واحد مُؤْتِی۔

مَوْثِق :۔ عہد و پیمان۔ وُثُوق سے مصدر میمی

مَوْج :۔ پانی کی لہر۔ موج۔ جمع اَمْوَاج۔

مُؤَجَّل :۔ وعدہ کیا ہوا۔ وقت مقرر کیا ہوا۔
تاجیل سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَوَدَّة :۔ دوستی۔ محبت۔ کسی چیز کی تمنا کرنا۔

مُؤَذِّن :۔ اعلان کرنے والا۔ تَأْذِین سے
اسم فاعل واحد مذکر۔

مَوْر :۔ ہلنا۔ کانپنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

مَوْرُوْد :۔ وہ چیز جس پر وارد ہوں۔ وُرُوْد
سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُوْرِيَات :۔ پتھر پر ٹاپ مار کر آگ نکالنے
والے گھوڑے۔ اِیْرَاء سے اسم فاعل جمع
مؤنث۔ واحد مُوْرِيَة۔

مَوْزُوْن :۔ اندازہ کیا ہوا۔ وَزْن سے
اسم مفعول واحد مذکر۔
قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے وَ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا
مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ (اور اگا دی اس
میں ہر چیز اندازے سے۔ یعنی زمین اور پہاڑوں
میں ہر چیز مناسب اور معتدل پیدا کی جو جو اوصاف
جس جس چیز کے لئے ضروری تھے وہ اسے عطا کئے
اور جس مقدار میں سے پیدا کرنا مقصود تھی اس
مقدار میں اسے پیدا کیا۔ یا ہر وہ چیز جس کی نعمت
و منفعت کے لحاظ سے کچھ اہمیت تھی پیدا کی
یہ معانی اس صورت میں ہیں جبکہ وزن سے وزن
معنوی مراد لیا جائے اور اگر وزن سے وزن
مادی مراد ہو تو وہ چیزیں مراد ہوں گی جن کا.

وزن کیا جاتا ہے۔ مثلاً سونا چاندی وغیرہ۔
(دیکھئے نادری صفحہ ۴۳۹)

مُوسٰی:۔ بنی اسرائیل کے عظیم رجلیل پیغمبر کا نام نامی۔ حضرت موسٰی کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ موسٰی بن عمران (یا عمرام) بن قاہت بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام۔ گویا آپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پوتے کے پوتے تھے آپ کے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے درمیان تقریباً چار سو سال کی مدت تھی۔

موسٰی کے معنے عبرانی زبان میں پانی سے نکالے ہوئے کے ہیں۔ اور ایک دوسرا قول یہ ہے کہ مو قبطی زبان میں پانی کو کہتے ہیں۔ اور سٰی درخت کو، چونکہ حضرت موسٰی کو فرعون کے ڈر سے ایک تابوت میں رکھ کر درختوں کے نیچے پانی کی موجوں میں بہا دیا گیا تھا۔ اور پھر خدا کے حکم سے ان کو زندہ اور سلامت نکال لیا گیا تھا۔ اس لئے ان کا نام موسٰی پڑ گیا۔

حضرت موسٰی علیٰ نبینا و علیہ السلام شریعت و حکومت دونوں کے جامع تھے آپ نے ایک ظالم و متکبر قوم کے مقابلہ میں ایک ہتی اور ضعیف جماعت کو ساتھ لے کر حق صداقت کو غالب و منصور کیا اور وقت کی سب سے بڑی طاقت کا تخت اُلٹ کر حکومت الٰہی کا پرچم لہرایا۔ ان وجوہ سے آپ کی زندگی سید المرسلین خاتم النبیین علیہما الصلوٰۃ والسلام کی زندگی سے بہت کچھ مشابہت رکھتی ہے۔ اور اس لئے امت محمدیہ کے لئے بہت کچھ مواعظ و عبر پنہاں ہیں لہٰذا آپ کا ذکر مفصلاً و مجملاً قرآن کریم میں جابجا آیا ہے۔ اور آپ کا نام قرآن کریم میں ۱۳۰ جگہ مذکور ہے۔

(۱) حضرت یوسف علیہ السلام جس زمانہ میں عزیز مصر تھے اپنے خاندان کو ارض کنعان سے مصر ہی لے آئے تھے۔ اور اس زمانہ کے فرعون نے جاشان کا علاقہ ان کو بطور جاگیر کے دیدیا تھا۔ کچھ عرصہ تک مصر میں ان کی عزت و حرمت قائم رہی۔ لیکن حضرت یوسف کے بعد جب اُن کی آبادی بڑھی تو ان کو ایک مشتبہ اقلیت قرار دے دیا گیا۔ رفتہ رفتہ ان کی مذہبی آزادی بھی سلب کر لی گئی۔ اور شہری زندگی کے حقوق سے بھی محروم کر دیا گیا۔

موسٰی علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے اس وقت کے فرعون رعمسیس (فرعون بادشاہ مصر کا لقب تھا) نے ایک خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر یہ دی گئی تھی کہ بنی اسرائیل میں عنقریب ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو اس کی حکومت کا تختہ الٹ دے گا۔ اور بنی اسرائیل کو اسکے پنجہ

استبداد سے چھٹکارا دے گا۔ اس خواب سے
ڈر کر رعمسیس نے حکم جاری کیا کہ بنی اسرائیل میں
جو لڑکا پیدا ہو اسے فوراً قتل کر دیا جائے۔
حضرت موسیٰ پیدا ہوئے تو ان کی ماں کچھ دن
تک تو اُن کو چھپاتی رہیں۔ مگر جب پوشیدہ رکھنا
ممکن نہ رہا تو باشارۂ خداوندی ان کو ایک
تابوت میں بند کرکے دریائے نیل کے بہاؤ
پر بہا دیا۔ تابوت بہتا ہوا قصر فرعون کے کنارے
آ لگا۔ فرعون کی بیوی آسیہ نے اسکو نکلوایا
تو دیکھا کہ ایک چاند سا مکھڑا لیٹا ہوا ہے۔
بے اختیار اسے سینہ سے لگایا۔ اور متبنیٰ بنانے
کا فیصلہ کر لیا۔ فرعون کو خبر ہوئی تو اس نے
قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر آسیہ آڑے آئیں۔
اور بچا لیا۔

اب بچے کے لئے دایہ تلاش ہونے لگی۔ کئی عورتیں
آئیں مگر بچہ نے کسی کے پستان کو منہ نہ لگایا۔
موسیٰ کی بہن اپنی ماں کی ہدایت کے مطابق
پیچھے لگی ہوئی تھیں۔ اور تمام واقعات دیکھ رہی
تھیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو
ایک مناسب دایہ میں لاؤں۔ اجازت ہوئی
اور وہ اپنی ماں کو جو بیٹے کی مفارقت میں بے چین
تھیں لے آئیں۔ بچہ نے فوراً اُن کا دودھ پینا
شروع کر دیا۔ اور وہ ان کے حوالے کر دئیے گئے۔

(۲) حضرت موسیٰ بڑے ہوئے تو جسمانی طاقت
کے ساتھ ساتھ علم و حکمت سے بھی حصہ پایا۔
فطرتاً انکو بنی اسرائیل کے مظلوموں سے ہمدردی
تھی موقعہ بہ موقعہ ان کی مدد بھی کرتے رہتے تھے
سردارانِ فرعون کو یہ بات سخت ناگوار تھی اور
وہ ان سے انتقام لینے کے لئے موقعہ کی تلاش
میں تھے۔

اتفاق ایسا ہوا کہ ایک دن موسیٰ شہر سے
باہر گھوم رہے تھے دیکھا کہ ایک قبطی (فرعون
کی قوم کا آدمی) ایک اسرائیلی کو مار رہا ہے اسرائیلی
نے حضرت موسیٰ کو دیکھا تو انہیں مدد کیلئے بلایا
موسیٰ نے جوانی کے جوش میں قبطی کے ایک گھونسہ
رسید کیا۔ گھونسا اتفاقاً کسی نازک جگہ لگا۔ اور
قبطی نے وہیں دم توڑ دیا۔ حضرت موسیٰ کو اس
اتفاقی قتل پر افسوس ہوا۔ اور اللہ سے اپنے
گناہ کی معافی چاہی جو عطا کر دی گئی۔

دوسرے دن صبح کو محل سے نکلے تو دیکھا کہ
کل والا مظلوم اسرائیلی آج پھر کسی دوسرے
قبطی کا تختہ مشق بن رہا ہے اسرائیلی نے پھر انہیں
مدد کیلئے پکارا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ایک طرف
اسرائیلی کو ڈانٹا کہ تو روز کسی نہ کسی سے جھگڑا
کرتا ہے۔ اس میں تیرا بھی قصور معلوم ہوتا
ہے۔ اور دوسری طرف قبطی پر حملہ کرنے کیلئے

آگے بڑھے۔ اسرائیلی سمجھا کہ انہوں نے مجھے بُرا بھلا کہا ہے مجھ پر ہی حملہ کریں گے۔ چیخنے لگا کہ اے موسیٰ ایک کو تو کل قتل کر چکے ہو کیا آج مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔

حکام شہر کو کل کے مقتول کے قاتل کا کھوج نہ لگا تھا۔ اسرائیلی کے اس کہنے سے بھید افشاء ہو گیا۔ فرعون کے سرداروں کو موقعہ ہاتھ آ گیا انہوں نے تمام واقعات رنگ دے کر فرعون کے گوش گزار کئے۔ اور حضرت موسیٰ کے قتل کے مشورے ہونے لگے۔

ان سرداروں میں ایک حضرت موسیٰ کا خیر خواہ تھا۔ اس نے حضرت موسیٰ کو حالات کی نزاکت کی خبر کی۔ اور انہیں فوراً ملک سے باہر نکل جانے کا مشورہ دیا۔

(۲) موسیٰ نے مصر سے "مدین" کا راستہ لیا۔ مدین کے لوگ حضرت موسیٰ کے رشتہ دار ہوتے تھے اور یہ شہر مصر سے دس دن کی راہ تھا۔

وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک بڑے کنوئیں پر لوگوں کی بھیڑ لگی ہے۔ سب اپنے اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے ہیں۔ مگر دو لڑکیاں نگاہیں نیچی کئے اپنے مویشیوں کو روکے ہوئے ایک طرف کھڑی ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ان کا بوڑھا باپ تو یہاں آنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور ان لڑکیوں کو جب تک سب قوم اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر واپس نہ ہو جائے پانی پلانے کا موقعہ نہیں دیا جاتا۔

موسیٰ علیہ السّلام کا جذبہ حمیت و خدمت پھر جوش میں آیا وہ مجمع کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے۔ اور دوسروں سے ڈول لے کر ان لڑکیوں کے مویشیوں کو پانی پلایا اور ستانے کے لئے ایک پتھر کے نیچے لیٹ گئے۔

لڑکیاں اپنے گھر کو گئیں تو بوڑھے باپ سے سارا قصہ بیان کیا۔ باپ شعیب علیہ السلام صاحب مدین تھے۔ انہوں نے لڑکیوں سے کہا کہ یہ تمہارا محسن مسافر معلوم ہوتا ہے ہمیں بھی اس کے احسان کا بدلہ احسان سے دینا چاہیئے اسے بلالاؤ۔

ایک لڑکی عفیفانہ انداز سے ان کے پاس گئی اور لجاتے ہوئے کہا: "میرے والد آپ کو بلاتے ہیں۔ اور اس احسان کا جو آپ نے ہمارے ساتھ کیا آپ کو بدلہ دینا چاہتے ہیں"!

حضرت موسیٰ چلے آئے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو ساری سرگزشت سنائی انہوں نے حضرت موسیٰ کو تسلی دی۔ اور یہ دیکھ کر کہ اپنے ہی خاندان کا لڑکا ہے۔ صحت مند اور نیک بھلا ہے۔ اپنی ایک لڑکی کی ان سے شادی

کردی۔ پھر یہ قرار پایا کہ وہ آٹھ سال تک ان کی بکریاں چرائیں۔ اس طرح حضرت موسیٰ مدین میں رہنے بسنے لگے (دیکھو شُعَیبؑ)

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے جب مقررہ مدت پوری کرلی تو انہیں اپنے گھر والے یاد آئے خصوصاً بوڑھی ماں جس کے دل کی بیقراری نے دشمن کے گھر میں بھی اپنے بچے سے آنکھیں ٹھنڈی کرنیکے لئے راہ نکال لی تھی۔ حضرت شعیبؑ سے اجازت لے کر اپنی بیوی کو ساتھ لے کر مدین سے مصر روانہ ہو گئے۔

طورِ سینا کے دامن میں پہنچے تو راستہ بھول گئے دوسرے بیوی کو دردِ زہ شروع ہو گیا۔ سردی کا موسم سنسناتی ہوا، رات کا وقت، روشنی اور گرمی حاصل کرنے کے لئے آگ کی ضرورت تھی۔ وادیٔ ایمن کی طرف نظر اٹھائی تو وہاں ایک شعلہ چمکتا ہوا دکھائی دیا۔ بیوی سے کہا تم یہاں ٹھہرو۔ میں نے سامنے آگ دیکھی ہے۔ اسمیں سے ایک چنگاری لے آؤں اور ممکن ہے کہ وہاں کوئی راستہ بتانے والا بھی مل جائے جب قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک سرسبز درخت پر آگ زور شور سے بھڑک رہی ہے آگے بڑھتے ہیں تو آگ پیچھے ہٹتی ہے۔ اور پیچھے ہٹتے ہیں تو آگ آگے بڑھتی ہے۔ ابھی حیرت ہی میں تھے۔ کہ آواز آئی۔

إِنِّيٓ أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى وَأَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَىٰ - (اے موسیٰ میں ہوں تیرا رب تو اپنی جوتیاں اتار ڈال کیونکہ تو وادیٔ مقدس "طویٰ" میں ہے اور دیکھ میں نے تجھے نبوت کے لئے چن لیا ہے۔ اس لئے میری وحی کو کان لگا کر سن)

اس طرح موسیٰ جو آگ لینے گئے تھے نورِ نبوت سے سرفراز کئے گئے۔ اور جو وادیٔ سینا میں مصر کا راستہ بھول گئے تھے، گمشتگانِ وادیٔ ضلالت کے راہنما بنائے گئے + ؎

خدا کے دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

سلام و کلام کے بعد یہ حکم ملا "اے موسیٰ اب تک تو گھر والوں سے ملنے مصر جا رہے تھے۔ اب سرکاری مشن پر مصر جاؤ گے، دیکھو فرعون نے بہت زور باندھ رکھا ہے اسکے دربار میں جاؤ اگر ممکن ہو تو اسے راہِ ہدایت دکھاؤ" اس حکم کے ساتھ عصائے موسوی و یدِ بیضا کے دو معجزے بھی کرامت فرمائے گئے

(۵) حضرت موسیٰ حضرت ہارون اپنے بھائی کو ساتھ لے کر فرعون کے دربار میں پہنچے۔ اور

باطل کے ایوان میں حق کی صدا اس طرح بلند کی :- اے فرعون ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے "رسول" ہیں لہٰذا بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے آزاد کر دے اور ہمیں انہیں مصر سے لے جانے دے اور انہیں عذاب میں مبتلا نہ کر ہمارا رسالت کا دعویٰ ہوائی بات نہیں ہے ہم خدا کی طرف سے اپنی صداقت کی نشانی لے کر آئے ہیں" اس کے بعد حضرت موسیٰ نے فرعون کے مطالبہ پر اسے "عصا" اور "ید بیضا" وغیرہ کے معجزات دکھائے۔ مگر فرعون معاملہ کو سیاسی رنگ دینے اور موسیٰ علیہ السلام کے خلاف قبیلوں کی رائے عامہ کو منظم کرنے کے لئے کہنے لگا اے موسیٰ تم اپنے جادو کے زور سے ہمیں ہمارے ملک سے نکالنا اور اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہو۔ اگر جادو ہی سے ذریعہ فیصلہ کرنا ہے تو ایک دن مقرر کرو جس میں کھلے میدان میں میرے جادوگروں کا تم سے مقابلہ ہو جائے"۔

حضرت موسیٰ کو یقین تھا کہ اللہ کی نشانیوں کا جادوگروں کے شعبدوں سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ فوراً چیلنج قبول کر لیا۔ اور تہوار قومی کا دن اس مقابلہ کے لئے تجویز ہوا۔ مصر کے گوشہ گوشہ سے جو اس زمانے میں جادوگروں کا مرکز تھا۔ بہترین جادوگر بلائے گئے۔ اور انہیں کامیاب ہونے کی صورت میں گراں قدر اور بیش بہا انعامات کے لالچ دیئے گئے مقابلہ شروع ہوا۔

جادوگروں نے میدان میں اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں جو ان کے جادو کی وجہ سے سانپوں کی طرح دوڑتی نظر آتی تھیں۔ علامہ رشید رضا نے بحوالہ حافظ ابن حجر لکھا ہے کہ یہ شعبدہ گری تھی لاٹھیوں اور رسیوں میں پارہ بھرا ہوا تھا اور جس زمین پر ان کو ڈالا گیا اس کو نیچے سے کھود کر آگ دہکا دی گئی تھی۔ تماشبین حسب قاعدہ دور کھڑے تھے ان کو اصل حقیقت کا اندازہ نہ ہو سکتا تھا۔

(دیکھو سحر)

اب حضرت موسیٰ کی باری آئی۔ انہوں نے اپنی لاٹھی (عصائے موسوی) کو زمین پر ڈالا تو وہ اژدھا بن گئی اور ان مصنوعی سانپوں کو چٹ کر گئی۔ جادوگروں نے جو اپنے فن کے ماہر تھے فوراً سمجھ لیا کہ یہ جادو نہیں ہو سکتا یہ سحر سے بلند کوئی چیز ہے۔ وہیں سجدے میں گر گئے اور کہنے لگے کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے خدا پر ایمان لائے۔

فرعون شرمندہ تو پہلے ہی تھا اب غصہ سے بے قابو ہو گیا اور کہنے لگا کہ تم سب نے مجھے نیچا دکھانے اور ملک میں اقتدار حاصل کرنے کے

لئے آپس میں سازش کی ہے موسیٰ تمہارا استاد معلوم ہوتا ہے اور تم اس کے شاگرد ہو۔ اور انہیں سولی پر لٹکانے کی دھمکی دی۔ مگر یہ :-

"وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے"۔

کل کے ساحرین نے اور آج کے مومنین نے آخرت کے عذاب شدید کے مقابلہ میں دنیا کی ہر تکلیف کو برداشت کرنے اور حق و صداقت پر جمے رہنے کا اعلان کر دیا۔

۶۔ اس فیصلہ کن معرکہ کے بعد بھی فرعون اور اس کی قوم پر تو کوئی خاص اثر نہ ہوا البتہ بنی اسرائیل کا ایک گروہ حضرت موسیٰ پر ایمان لے آیا۔

حضرت موسیٰ کی طاقت بڑھتی ہوئی دیکھ کر فرعون نے سختیوں میں اضافہ کر دیا۔ بنی اسرائیل کے بچوں کو دوبارہ قتل کرنے کی مہم جاری کی، مومنین بنی اسرائیل کو طرح طرح ستایا جانے لگا۔ اور خود حضرت موسیٰ کو قتل کرنے کے مشورے ہونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور فرعونیوں کی تنبیہ کے لئے چھوٹے چھوٹے مختلف قسم کے عذاب بھیجے مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا +

آخر اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت جاریہ کے مطابق آخری عذاب نازل کرنے کا حکم فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ وہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر راتوں رات مصر کی سرحد کو پار کر جائیں۔ حضرت موسیٰ بہ تعمیل حکم خداوندی گئی اکھ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر بحر قلزم کے راستہ پر ہو لئے۔ فرعون کو پتہ چلا تو اس نے ایک لشکر جرار لیکر پیچھا کیا۔ بنی اسرائیل جب سمندر کے کنارے پہنچے تو سخت پریشان ہوئے۔ آگے سمندر کی موجیں اور پیچھے فرعون کی فوجیں۔ حضرت موسیٰ نے تسلی دی اور بحکم خداوندی سمندر میں لاٹھی ماری اور فوراً سمندر کا پانی پھٹ گیا۔ اور درمیان میں بارہ خشک راستے نکل آئے۔ بنی اسرائیل کے بارہ خاندان صحیح و سالم ان راستوں سے سمندر پار کر گئے۔ ادھر فرعون بھی اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ سمندر کے کنارے پہنچ گیا تھا اس نے بھی خشکی دیکھ کر سمندر میں گھوڑے ڈال دیئے جوں ہی فرعون اور اس کا لشکر بیچ سمندر میں پہنچا پانی کے طبقے باشارۂ خداوندی ایک دوسرے سے مل گئے۔ اور فرعون اور اس کا لشکر غرق آب ہو گیا +

سمندر کی موجوں میں جب فرعون نے آخری جھکولے لینے شروع کئے اور موت کا بھیانک چہرہ سامنے نظر آنے لگا تو چیخنے لگا۔

میں یقین کرتا ہوں کہ اس ہستی کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان رکھتے ہیں اور میں بھی اس کی فرمانبرداری کے لئے آمادہ ہوں

ارشاد باری ہوا:۔

آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَکُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ۔ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ۔ آیَۃً۔

(اب ایمان لاتا ہے۔ حالانکہ پہلے ساری عمر نافرمانی میں گزار دی۔ اور برابر فساد کرتا رہا تاہم آج ہم تیرے جسم کو سمندر کی موجوں کا لقمہ بننے سے بچالیں گے۔ تاکہ بعد میں آنے والوں کیلئے قدرت خداوندی کی ایک نشانی ہو) یونس ۱۴

علامہ رشید رضا لکھتے ہیں۔

جس طرح نبض روح کے وقت ایمان لانا معتبر نہیں کہ وہ شخصی موت کا وقت ہوتا ہے اسی طرح عذاب استیصال کے نزول کے وقت ایمان لانا بھی مفید نہیں ہے کہ وہ قوم کی موت کا وقت ہوتا ہے۔ یہ ایمان اس لئے مقبول نہیں ہوتا کہ اضطراری ہوتا ہے۔ خارجی تاثیرات کی بنا پر ایک انفعالی کیفیت ہوتی ہے فعل نہیں ہوتا۔ حالانکہ ایمان میں فعل مطلوب ہے ایمان لانے والے کا۔ (المنار ص ۴۷۹)

الغرض فرعون کا ایمان رد کر دیا گیا۔ فرشتہ موت نے اس کی روح کو جسم سے کھینچ لیا۔ مگر طوفانی موجوں نے اس کی لاش کو ساحل پر لا پھینکا۔ کہ دوسروں کے لئے عبرت و نصیحت ہو۔ قرآن کریم نے اس صورت حال کو "بدن کی نجات" سے تعبیر کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:۔

"جیسا بے فائدہ ایمان تھا ویسی ہی بے فائدہ نجات مل گئی۔ کہ بنی اسرائیل دیکھ کر شکر کریں اور پیچھے آنے والے اس کے حال سے عبرت پکڑیں"۔ (موضح القرآن)

یہ فرعون جدید اثری تحقیقات کے پیش نظر رعمسیس دوم کا بیٹا منفتاح تھا۔ اس کی مجسمہ لعنت لاش مصر کے عجائب خانہ میں آج بھی اہل بصیرت کے لئے نمونہ عبرت بنی ہوئی ہے (دیکھو فرعون)

(۷) فرعون کی غرقابی کے بعد حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر بحر قلزم کے اس پار اترے تو اس پار وہ میدان تھا جو میدان سینا کے نام سے مشہور ہے۔ مصر اور فلسطین کے درمیان واقع ہے۔

یہ سرزمین بے آب و گیاہ ہے۔ اور یہاں شدید گرمی پڑتی ہے۔ بنی اسرائیل گرمی اور بھوک کی تاب نہ لا سکے۔ اور بے قراری کا اظہار کیا خداوند قدوس نے اپنے فضل و کرم سے

بدلوں کا شامیانہ، مستقل طور پر سروں پر تان دیا حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ چٹان پر لاٹھی ماریں. لاٹھی کی ضرب پڑتے ہی پانی کے بارہ ۱۲ چشمے بنی اسرائیل کے بارہ ۱۲ قبیلوں کے لئے جاری ہو گئے اور غذا کے لئے من وسلویٰ اتارا۔ (دیکھو مَنّ)

مگر بنی اسرائیل نے خدا کی اس نعمت کی قدر نہ کی اور جلد ہی اناج اور ترکاریوں کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا۔

(۸) حضرت موسیٰ کی کوہِ طور پر طلب ہوئی کہ اپنی قوم کے لئے "خدا کی کتاب ہدایت" لیجاؤ۔ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو اپنے بھائی حضرت ہارون کی نگرانی میں دے کر طور پر پہنچے چالیس روز کی ریاضت کے بعد خداوند قدوس سے شرف ہمکلامی حاصل ہوا۔ لذت مکالمہ سے ایسے بے خود ہوئے کہ مشاہدۂ محبوب کا مطالبہ کرنے لگے۔ حکم ہوا کہ پہاڑ کو دیکھو، ہم اس پر اپنے جلوے کی ایک کرن ڈالتے ہیں، اگر وہ یہ جگہ قائم رہا تو سمجھنا کہ تم بھی اس کی تاب لاسکو گے +

جب اللہ تعالیٰ کی تجلی کی نمود پہاڑ پر ہوئی تو پہاڑ کا وہ حصہ ریزہ ریزہ ہو گیا، اور موسیٰ غش کھا کر گر پڑے + ہوش میں آئے تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس اور توبہ استغفار میں مصروف ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے توریت جو تختیوں پر لکھی ہوئی تھی عطا فرمائی اور حکم دیا کہ اس پر خود بھی پوری طاقت سے عمل کرو اور قوم کو بھی عمل کا حکم دو +

(۹) حضرت موسیٰ توریت لے کر طور سے واپس آئے تو دیکھا کہ بنی اسرائیل کے ایک گروہ نے سامری کے بہکانے سے گوسالہ پرستی شروع کر دی ہے سخت ناراض ہوئے خداوند قدوس کی طرف سے حکم ہوا کہ قوم کے وہ لوگ جنہوں نے گوسالہ پرستی نہیں کی گوسالہ پرستوں کو قتل کریں اور یہی ان کی توبہ قرار دی گئی۔

بنی اسرائیل کے ہزاروں آدمی جب اسطرح ہو چکے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عفو و رحمت کا حکم صادر ہوا (دیکھو سامری)

اب حضرت موسیٰ نے قوم کو طور کی سرگزشت سنائی، توریت پیش کی اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی تاکید کی مگر بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم تمہاری بات اسوقت مان سکتے ہیں جب خدا تعالیٰ سے خود سن لیں حضرت موسیٰ ان میں سے ستر سرداروں کو انکا نمایندہ بنا کر طور پر لے گئے، اللہ تعالیٰ نے

ان کو نیا کلام سنایا۔ مگر یہ مطمئن نہ ہوئے کہنے لگے کہ جب تک ہم خدا کو بے حجاب نہ دیکھ لیں ہم کو یقین نہیں آسکتا۔ اس گستاخی پر نیچے سے بھونچال آیا اور اوپر سے بجلی کڑکی اور سب وہیں ڈھیر ہو گئے +

حضرت موسیٰ نے ان گستاخوں کو دوبارہ زندگی کی دعا فرمائی۔ دعا قبول ہوئی اور انہوں نے اپنی قوم کے پاس واپس آکر موسیٰ علیہ السلام کے بیان کی تصدیق کی۔ مگر بنی اسرائیل خدا کی نافرمانی پر اس قدر جری ہو گئے تھے کہ انہوں نے اب بھی احکام الٰہی کو قبول کرنے میں پس و پیش جاری رکھی +

آخر اللہ تعالےٰ نے کوہ طور کو ان کے سروں پر معلق کر دیا۔ عذاب کو سر پر مسلط دیکھ کر تعمیل احکام خداوندی پر آمادہ ہو گئے تاہم وہ زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکے

(۱۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ تمہاری اولاد کو زمین فلسطین کا وارث بنایا جائے گا۔ اس وعدہ کے پورا ہونے کا اب وقت آچکا تھا۔ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وادی سینا سے نکل کر بے جھجک فلسطین کی حدود میں قدم رکھو۔ اور سرحدی شہر اریحا میں داخل ہو جاؤ۔

مگر مصر کی مسلسل غلامی نے بنی اسرائیل کے حوصلے پست کر دیئے تھے۔ اور فرعونیوں کے میل جول سے صحیح راہ خالق کو قبول کرنے کی صلاحیت ان میں تقریباً مفقود ہو چکی تھی۔ حضرت موسیٰ کی مسلسل تبلیغی و تعلیمی جدوجہد اور خداوند قدوس کی آیات بینات کے متواتر مشاہدہ کے بعد بھی ایمان واذعان کی خو ان میں پیدا نہ ہو سکی۔ اور یہ کہہ کر حضرت موسیٰ کے حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا۔

"اے موسیٰ فلسطین میں تو بڑے طاقتور لوگ (عمالقہ) رہتے ہیں۔ ان کے مقابلہ کی ہم میں طاقت نہیں اگر وہ وہاں سے نکل گئیں تو ہم داخل ہو جائیں گے۔ انہیں سمجھایا گیا کہ ارض فلسطین تمہارے لئے مقدر ہو چکی ہے۔ خدا کی مدد تمہارے قدم اٹھانے کی منتظر ہے ہمت کرو اور شہر کے دروازے تک تو پہنچو۔

مگر وہ بدنصیب بولے ہ

"اے موسیٰ جب تک عمالقہ فلسطین میں ہیں ہم تو اس کی حدود میں داخل ہونگے نہیں۔ اگر تمہیں اپنے رب کے حکم کی تعمیل کا ایسا ہی شوق اور اس کی مدد پر ایسا ہی بھروسہ ہے تو تم اپنے رب کو ساتھ لے کر وہاں چلے جاؤ۔ ہم تو یہاں ہی بیٹھے ہیں۔

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا۔ آپ نے دعا فرمائی "اے خدا مجھے اپنے اور اپنے بھائی پر تو اختیار ہے اس بدبخت قوم پر قابو نہیں۔ لہٰذا تو ہم میں اور اس نافرمان قوم میں فیصلہ کر دے"۔

اس پر حکم ہوا کہ فلسطین کی سرزمین ان کی موجودہ نسل پر حرام کر دی گئی ہے۔ یہ لوگ چالیس سال تک اس میدان "تیہ" میں خاک چھانتے پھریں گے"۔

چنانچہ یہ لوگ چالیس سال تک وادی تیہ میں ناکامی و نامرادی کی حالت میں بھٹکتے پھرتے رہے۔ اور اس دوران میں ایک روایت کے موافق یوشع بن نون اور کالب کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔

حضرت ہارون (موسیٰ علیہما السلام) بھی یکے بعد دیگرے تین سال کے فرق سے یہیں واصل حق ہوئے۔

چالیس سال بعد، جب یہ نسل ختم ہو گئی اور نئی نسل جس نے آزادی کی فضا میں سانس لیا تھا اور بچپن ہی سے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے آغوش تربیت میں پرورش پائی تھی۔ ظہور پذیر ہوئی تو حضرت یوشع بن نون (جو حضرت موسیٰ کے بعد خلعت نبوت سے سرفراز کر دیئے گئے تھے۔) نہیں لے کر میدان سینا سے نکلے اور فاتحانہ طور پر موعودہ سرزمین فلسطین میں داخل ہو گئے (تفسیر ابن کثیر ج۳)

مُوْسِع :۔ وسعت والا۔ صاحب مقدور إِیْسَاع سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُوْسِعُوْنَ :۔ مقدور والے۔ وسعت والے مُوْسِع کی جمع بحالت رفعی۔

مُوْصٍ :۔ وصیت کرنے والا۔ إِیْصَاء سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُوْصَدَةٌ :۔ موندی ہوئی۔ بند کی ہوئی۔ إِیْصَاد سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مَوْضُوْعَةٌ :۔ قرینے سے رکھی ہوئی۔ وَضْع سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مَوْضُوْنَةٌ :۔ سونے کے تاروں سے بنی ہوئی جن میں موتی ٹنکے ہوں۔ مضبوط بنی ہوئی۔ وَضْن سے اسم مفعول واحد مؤنث۔

مَوْطِئٌ :۔ پامال کرنے کی جگہ۔ وَطْءٌ سے اسم ظرف

مَوْعِدٌ :۔ وعدہ کا مقام۔ وعدہ کا وقت، وعدہ وَعْد سے اسم ظرف و مصدر میمی۔ جمع مَوَاعِد۔

مَوْعِدَةٌ :۔ وعدہ۔

مَوْعِظَةٌ :۔ نصیحت کرنا۔ نصیحت۔ جمع مَوَاعِظ وَعْظ و مَوْعِظَة اس نصیحت کو کہتے ہیں جس میں مخاطب کو ڈرایا جائے۔

خلیل نحوی کا قول یہ ہے کہ کسی شخص کو بھلائی
کی یاد دہانی کرنا اس طرح کہ اس کے دل پر
اثر ہو مَوْعِظَۃ اور وَعْظ کہلاتا ہے۔ اور
بقول بعض مَوْعِظَۃ وہ کلام ہے جس میں ترغیب
و ترہیب کے ذریعہ خیر و صلاح کی دعوت
دی گئی ہو۔ (تفسیر خازن)
علامہ عبد اللہ بن احمد نسفی لکھتے ہیں:۔
مَوْعِظَۃ وہ نصیحت ہے جس میں ہر محبوب
و مرغوب چیز کی طرف دعوت دی جائے اور
ہر مکروہ و ناپسند چیز سے روکا جائے۔ اللہ
تعالیٰ نے قرآن کریم کی صفت مَوْعِظَۃ بیان
فرمائی ہے قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ:۔ یٰاَیُّھَا
النَّاسُ قَدْ جَآءَتْکُمْ مَّوْعِظَۃٌ مِّنْ
رَّبِّکُمْ (اے لوگو تمہارے پاس تمہارے
رب کی طرف سے نصیحت آچکی ہے) (یونس)
قرآن کریم سرتاپا موعظت ہے کیونکہ قرآن
اوامر و نواہی پر مشتمل ہے اور امر مامور بہ کے
حسن اور نہی منہی عنہ کے قبح کو مقتضی ہوتے
ہیں کیونکہ حکیم ہے۔ یعنی خدائے حکیم نے جس چیز
کا حکم دیا ہے ضروری ہے کہ وہ اچھی اور حسن ہو
اور جس چیز سے اس نے منع فرمایا ہے ضروری
ہے کہ وہ بری اور قبیح ہو۔ اور کوئی بھلائی
ایسی نہیں جس کا قرآن میں حکم نہ ہو۔ نہ کوئی
ایسی برائی ہی ہے جس سے قرآن میں نہ روکا گیا
ہو۔ پس مَوْعِظَۃ کا پورا پورا اور صحیح مصداق
قرآن کریم ہی ہے (تفسیر مدارک التنزیل، ش ا)

مَوْعُوْد:۔ وعدہ کیا ہوا۔ وَعْد سے اسم مفعول
واحد۔ اَلْیَوْمُ الْمَوْعُوْد سے مراد قیامت کا
دن ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہوا ہے،
کہ وہ آکر رہیگا۔ اور اس دن نیکوکاروں کو
اعمال نیک کا اور بدکاروں کو ان کے اعمال
بد کا بدلہ مل کر رہے گا۔

مُوَفُّوْ:۔ پورا پورا دینے والے۔ تَوْفِیَۃ سے اسم
فاعل جمع مذکر۔ واحد مُوَفِّی۔ اصل میں مُوَفُّوْنَ
تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

مَوْفُوْر:۔ پورا کیا ہوا۔ مکمل۔ وَفْر سے اسم
مفعول واحد مذکر۔

مُوْفُوْنَ:۔ پورا کرنے والے۔ اِیْفَاء سے اسم
فاعل جمع مذکر واحد مُوْفِی۔

مُوْقَدَۃ:۔ بھڑکائی ہوئی۔ اِیْقَاد سے اسم مفعول
واحد مؤنث۔ سورۂ ہمزہ میں دوزخ کی آگ کے
متعلق فرمایا گیا ہے۔ نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ
الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ (ایک آگ ہے
اللہ کی سلگائی ہوئی وہ جھانک لیتی ہے دلوں
کو) مطلب یہ ہے کہ دنیا کی آگ کی تاثیر تو پہلے
بدن پر ہوتی ہے پھر بدن کی اندرونی چیزوں

کو درجہ بدرجہ جلاتی ہے، یہاں تک کہ اخلاط
اور ارواح تک پہنچتی ہے۔ اور دوزخ کی آگ
قہرِ الٰہی کی آگ ہے کہ پہلے نفسِ ناطقہ کو صدمہ
پہنچاتی ہے۔ اور وہاں سے دل کو (کہ سب
اعضاء میں نازک تر ہے) دکھ دیتی ہے۔ لہٰذا اس
آگ کی تکلیف کا کیا ٹھکانا ہے۔ دنیا میں اس آگ
سے کسی درجہ میں اگر کچھ مشابہت ہے تو بخار
کو ہے۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ الحمّٰی
من فیح جہنم یعنی بخار دوزخ کی
بھاپ ہے۔ لیکن بخار کی حرارت اول تو نفس
ناطقہ میں مجرد تب سے ہے چنداں اثر نہیں
کرتی۔ دوم پسینہ آکر اس کی حرارت کا جوش
مسامات کی راہ باہر نکلتا رہتا ہے۔ برخلاف
دوزخ کی آگ کے کہ اس کے متعلق فرمایا گیا ہے
اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ وہ دوزخیوں پر بند
کردی گئی ہے۔ (جامع التفاسیر)

مُوْقِنُوْنَ:۔ یقین کرنے والے۔ اِیْقَان سے اسم
فاعل جمع مذکر۔ واحد مُوْقِنٌ۔

مَوْقُوْت:۔ وقت بتایا ہوا۔ مقرر۔ معین۔ وَقْت
سے اسم مفعول واحد مذکر۔ نماز کے متعلق فرمایا
گیا ہے کہ: اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا درحقیقت نماز مسلمانوں پر
فرض ہے مقررہ اوقات میں، یعنی سفر ہو یا
حضر۔ اطمینان ہو یا خوف نماز کو ہر حال میں
مقررہ اوقات میں ادا کرنا چاہیئے۔ سفر کی نماز
جو مقدار میں کم ہو۔ اور خوف کی نماز جو نامکمل
ہو اگر وقت پر ادا کی جائے تو یہ اس تام و مکمل
نماز سے بہتر ہے جو وقت گزرنے کے بعد
ادا کی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر کام میں تعین
اوقات اس کی پابندی سے ادا کرنے کی ضروری
شرط ہے۔ نیز جب آدمی کو کسی ایک کام میں پابندی
اوقات کی عادت پڑ جاتی ہے۔ تو پھر وہ اپنے
دوسرے کاموں میں بھی وقت کا پابند ہو جاتا
ہے اس لئے ضروری تھا کہ نماز جو ارکانِ دین
میں اہم ترین ہے اس کے اوقات معین کئے جائیں

مَوْقُوْذَةُ:۔ چوٹ سے مرا ہوا جانور۔ وَقْذ سے
اسم مفعول واحد مؤنث۔ یہ بھی مُنْخَنِقَة
کے حکم میں ہے اور اس کا کھانا حرام ہے۔
(دیکھو

مَوْقُوْفُوْنَ:۔ کھڑے کئے ہوئے۔ وَقْف سے
اسم مفعول جمع مذکر۔ واحد مَوْقُوْف۔

مَوْلٰی:۔ دوست۔ مددگار۔ آقا۔ آزاد کردہ غلام
جمع مَوَالِی۔ وَلَاء اور تَوَلِّی کے معنے
قرب اور نزدیکی کے ہیں خواہ مکان کے اعتبار
سے ہو یا نسبت کے اعتبار سے یا دین کے
اعتبار سے یا نصرت کے اعتبار سے ولی اور مولیٰ فاعل

اور مفعول دونوں کے معنی میں استعمال ہوتے
ہیں چنانچہ محب کو بھی وَلی و مَولیٰ کہیں
گے اور محبوب کو بھی (مفردات)

اَلْمُؤَلَّفَۃِ قُلُوْبُھُمْ۔ وہ لوگ جن کے دل پرچائے
جائیں مُؤَلَّفَۃٌ پرچائی ہوئی تالیف سے اسم
مفعول واحد مؤنث۔ قُلُوْبُ دل واحد
قَلْبٌ ھُمْ ضمیر جمع مذکر۔

قرآن کریم میں سورۃ توبہ میں جہاں مصارف
زکوٰۃ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ وہاں ایک مصرف
مُؤَلَّفَۃِ القُلُوْبُ کو بھی قرار دیا گیا ہے "مولفۃ
القلوب" کون ہیں اور ان کا آٹھویں صدی
میں کیا حکم ہے۔ اس کے متعلق حافظ ابن
کثیر فرماتے ہیں:۔

مُؤَلَّفَۃِ القلوب کی کئی قسمیں ہیں (۱) کافر جن
کے اسلام لانے کی توقع ہو۔ اور انہیں اسلام
سے قریب کرنے کے لئے دیا جائے جیسا کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ وغیرہ
کو حنین کی غنیمت کے مال میں دیا (۲)
وہ نو مسلم جن کو اسلام پر ثابت قدم رکھنے کے
لئے دیا جائے۔ جیسا کہ حنین ہی میں تا ذان
ابوسفیان کو سو سو اونٹ عطا فرمائے گئے
(۳) وہ مسلمان جن کو دینے لینے سے اُن کے
غیر مسلم ساتھیوں کے اسلام لانے کی توقع
ہو (۴) وہ کافر جن سے ضرر رسانی اور بد
امنی کا خطرہ ہو اور دے کر اس خطرہ کو دور کیا
جائے کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
کے بعد بھی مؤلفۃ القلوب کو زکوٰۃ وغیرہ دی
جا سکتی ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔ حضرت
عمر، عامر شعبی اور ایک جماعت سے مروی ہے
کہ حضور کی وفات کے بعد مؤلفۃ القلوب کو نہیں
دیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ نے اسلام اور مسلمانوں
کو عزت اور حکومت عطا فرمائی ہے۔ اور
مخلوق کی گردنیں ان کے لئے پست کردی ہیں۔
اور بعض دوسروں نے فرمایا ہے کہ مُؤَلَّفَۃِ
القُلُوْبُ کو اب بھی دیا جائے گا۔ کیونکہ حضور
نے فتح مکہ کے بعد بھی ان لوگوں کو دیا۔ حالانکہ
اسوقت اسلام غالب ہو چکا تھا۔ اور یہ
ایسی بات ہے جس کی ضرورت پڑتی ہی رہتی
ہے۔ لہذا دینا چاہیئے۔ (ابن کثیر ۲/۲۶۵)

علمائے حنفیہ کا عام مسلک یہی ہے کہ مؤلفۃ
القلوب کا حصہ اب مصارف زکوٰۃ میں باقی
نہیں رہا۔ لیکن کم از کم ہندوستان کے موجودہ
حالات میں، اگر اس رائے پر مزید غور فرما لیا جائے
تو غیر مناسب نہ ہوگا۔ خصوصاً "مؤلفۃ
القلوب کی بیان کردہ پہلی تین قسموں کے
حق میں۔

مَوْلُود :- جنا ہوا (یعنی بچہ) وِلَادَة سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَوْلُوْدٌ لَّہٗ :- جس شخص کا بچہ ہو۔ بچہ کا باپ۔

مُوَلِّي :- پیٹھ پھیرنے والا۔ تَوْلِيَة سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُؤْمِن :- ایمان لانے والا۔ امن دینے والا۔ اِیْمَان سے اسم فاعل واحد مذکر (بمعنی ثانی اللہ تعالیٰ کا اسم صفت ہے (دیکھو اِیْمَان)

مُؤْمِنَة :- ایماندار عورت۔ اِیْمَان سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

مُؤْمِنَات :- ایماندار عورتیں۔ مُؤْمِنَة کی جمع

مُؤْمِنُوْنَ۔ مُؤْمِنِيْنَ :- ایمان والے۔ اِیْمَان سے اسم فاعل جمع مذکر۔ اول بحالت رفعی۔ ثانی بحالت نصبی وجری۔

مُوْهِن :- سست کردینے والا۔ کمزور کردینے والا اِیْهَان سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُهَاجِر :- ہجرت کرنے والا۔ دین کی خاطر اپنے وطن کو چھوڑنے والا مُهَاجَرَة سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو ھجر)

مُهَاجِرَات :- ہجرت کرنے والیاں۔ مُهَاجَرَة سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد مُهَاجِرَة

مُهَاجِرِيْن :- ہجرت کرنے والے مُهَاجَرَة سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری واحد مُهَاجِر۔

مِهَاد :- فرش۔ بچھونا۔ ٹھکانا۔ جمع مُهُد

مُهَان :- ذلیل کیا ہوا۔ اِهَانَة سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُهْتَدِ :- ہدایت پانے والا۔ اِهْتِدَاء سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُهْتَدُوْنَ / **مُهْتَدِيْنَ** } ہدایت پانے والے۔ مُهْتَدِی کی جمع اول بحالت رفعی۔ ثانی بحالت نصبی وجری۔

مَهْجُوْر :- چھوڑا ہوا۔ بیہودہ۔ هَجْر۔ هُجُر سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مَهْد :- گہوارہ۔ بچھونا۔ مصدر بمعنی مفعول

مَهَّدْتُ :- میں نے تیار کردیا۔ میں نے درست کردیا تَمْهِيْد سے ماضی واحد متکلم۔

مَهْزُوْم :- شکست دیا ہوا۔ هَزْم سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مُهْطِعِيْنَ :- دوڑ کر آنے والے۔ منہ کرنے والے۔ اِهْطَاع سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ واحد مُهْطِع

مُهْل :- روغن زیتون کی تلچھٹ۔ پیپ۔

مَهِّلْ :- تو مہلت دے تَمْهِيْل سے امر واحد مذکر حاضر۔

مُهْلِك :- ہلاک کرنے والا اِهْلَاك سے اسم

سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مُهْلِكُوْن:- ہلاک کرنے والے مُهْلِك کی جمع بحالت رفعی۔

مُهْلِكُوْ:- ہلاک کرنے والے۔ اصل میں مُهْلِكُوْن تھا اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

مُهْلِكِيْ:- ہلاک کرنے والے مُهْلِك کی جمع حالت نصبی وجری۔ اصل میں مُهْلِكِيْن تھا اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

مُهْلَكِيْن:- ہلاک کیے ہوئے۔ اِهْلَاك سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصبی وجری۔ مُهْلَك واحد۔

مَهْمَا:- جب کبھی اگر، شرط ہے۔

مُهَيْمِن:- محافظ۔ نگہداشت کرنے والا هَيْمَنَة سے اسم فاعل واحد مذکر۔ یہ اللہ تعالیٰ کا صفت ہے نیز قرآن کریم کی صفت بھی مُهَيْمِن ہے۔ کیونکہ قرآن جملہ کتب سماویہ کے اصول پر حاوی ہے۔ اور ان کے علوم و معارف کی جنہیں لوگوں نے بھلا دیا تھا حفاظت کرنے والا ہے۔

مُهِيْن:- ذلیل و خوار کرنے والا۔ اِهَانَة سے اسم فاعل واحد مذکر۔

مَهِيْن:- ذلیل و خوار۔ حقیر۔ مَهَانَة سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

مَّاءٍ مَّهِيْن:- حقیر پانی۔ ناپاک پانی یعنی نطفہ۔

مَيْت:- مردہ۔ جمع اَمْوَات۔

مَيِّت:- مردہ بے جان۔ جمع مَوْتیٰ۔

مَيْتَة:- مردہ جانور۔ اصل لغت میں وہ جانور جو اپنی موت مر جائے مَيْتَة کہلاتا ہے۔ اور اصطلاح شرع میں مَيْتَة وہ مردہ جانور ہے جسے شرعی طریق پر ذبح نہ کیا گیا ہو۔ خواہ اپنی موت مرا ہو۔ یا کسی نے قتل کر دیا ہو۔ یا ذبح کیا ہو مگر ذبح شرعی نہ ہو۔ اس کا کھانا حرام ہے (وضاحت کے لئے دیکھو لفظ مُنْخَنِقَة) بالاتفاق خنزیر تو نجس العین ہے وہ اس کے بالوں ناخنوں وغیرہ سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانا حرام ہے مگر دیگر مَيْتَة کے بالوں اس کی ہڈیوں اور اون سے انتفاع جائز ہے، امام شافعی نجس قرار دیتے ہیں اور امام مالک اس کی ہڈی سے انتفاع ناجائز بتلاتے ہیں۔ مگر امام اعظم کے نزدیک مَيْتَة کا صرف کھانا حرام ہے اور مذکورہ بالا چیزوں سے بے شک فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اور اس پر قرآن و حدیث کی روایات سب شاہد ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ (النحل)

(خداوند تعالیٰ نے تمہارے واسطے بنائے

بھیڑوں کی اُون سے، اونٹوں کی وبروں سے۔ بکریوں کے بالوں سے کتنے اسباب و سامان زندگی جو تا حیات کام آتے ہیں)
ظاہر ہے کہ آیت کریمہ میں ان چیزوں کو مقام منت میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ صحت انتفاع کی دلیل ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ آں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اِنَّمَا حُرِّمَ مِنَ الْمَيْتَةِ اَكْلُهَا (مردار جانور کا صرف کھانا ہی حرام ہے۔ اور یہ ثابت ہے کہ صحابۂ کرام لومڑی کی کھال کی پوستینیں اور ٹوپیاں پہنتے تھے۔ نیز مَيْتَة کے بال اور ہڈیاں تعفن و فساد سے محفوظ رہ کر نفع کی چیز ہیں۔ لہٰذا پکائی ہوئی کھالوں کی طرح ان سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ (ملخص از تفسیر کبیر ج۲ ص۱۲)

مَيِّتُوْنَ مَيِّتِيْنَ: مُردے مرنے والے واحد مَيِّت اول بحالت رفعی ثانی بحالت نصبی و جری

مِيْثَاق: پختہ عہد۔ قول و قرار جس پر قسم کھائی گئی ہو۔ پختگی اور مضبوطی پیدا کرنے کا ذریعہ وَثَاقَة سے اسم آلہ۔ پختگی اور مضبوطی معنی مصدر۔ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ۔ وہ جو اللہ سے کئے ہوئے عہد کو توڑتے ہیں۔ اس کو تسلیم کر لینے کے بعد کی پختگی کے بعد ہیں۔ آخری دو معنی ہی مراد ہیں جمع مَوَاثِيْق۔

مِيْرَاث: ترکہ۔ مال وغیرہ جو ایک سے دوسرے کو وراثۃً پہنچے۔

مِيْزَان: ترازو۔ آلۂ وزن۔ وہ چیز جس کا وزن کیا جائے (بمعنی موزون۔ وزن (بمعنی مصدر) طریق عدل۔ عقل سلیم)
قرآن کریم میں میزان کا استعمال مذکورہ بالا معانی مختلفہ میں آیا ہے۔ مگر جہاں قیامت کے دن وزن اعمال کا ذکر ہے۔ مثلاً وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ (اور وزن اس دن حق ہے پھر جن کے وزن بھاری ہوں گے تو وہی نجات پانے والے ہوں گے اور جن کے وزن ہلکے ہوئے تو وہی ہیں جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہ کر خود اپنا نقصان کیا) وہاں تو وہاں وہ میزان مراد ہے جس میں قیامت کے دن بندوں کے اعمال نیک و بد تولے جائیں گے۔ اور وزن کے مطابق ان کو جزا و سزا دی جائے گی۔ میزان کی نوعیت غیر معین ہے

متعدد روایات ملتی ہیں جن کو علامہ سیوطی نے الدر المنثور میں جمع کر دیا ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میزان کے دو پلڑے ہوں گے اور کانٹا بھی ہوگا۔ پلڑے اتنے وسیع ہوں گے کہ ان میں سے ایک میں زمین و آسمان سما سکیں گے۔ بخاری میں صرف یہ حدیث ملتی ہے جو امام بخاری نے آخر کتاب میں درج کی ہے

كلمتان خفيفتان على اللسان ثقيلتان في الميزان حبيبتان الى الرحمن سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم (دو کلمے جو زبان پر ہلکے ہیں میزان پر بھاری ہیں۔ خدا کو پسند ہیں اور وہ یہ ہیں: سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم)

فرق باطلہ میں سے معتزلہ میزان کے مذکورہ صدر مفہوم کے قائل نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب علم الٰہی میں سب کچھ موجود ہے تو پھر تولنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور یہ ممکن بھی نہیں کیونکہ اعمال اعراض ہیں۔ وہ قائم بالذات نہیں ہوتے اور تولی وہ چیز جاتی ہے جو قائم بالذات ہو۔ لہٰذا وہ میزان سے عدل الٰہی مراد لیتے ہیں۔

مگر جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا اہل السنت کا اس پر اجماع ہے کہ بندوں کے اعمال قیامت کے دن میزان میں تولے جائیں گے۔ میزان کے پلڑے ہوں گے اور ان میں سے ایک جھک جائے گا۔

رہے معتزلہ کے شبہات تو ان کے جوابات دیئے گئے ہیں۔

(۱) معتزلہ کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کے علم میں سب کچھ ہے تو پھر تولنے سے کیا فائدہ۔ بے شک اس عالم الغیب کے علم میں سب کچھ ہے مگر اعمال کو میزان پر تولنے کا مقصد یہ ہوگا کہ بندے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ ان کو جو جزا دی جا رہی ہے اس میں ان کے ساتھ کوئی ظلم نہیں کیا جا رہا بلکہ حق و انصاف سے حق کو پورا کیا جا رہا ہے۔

(۲) یہ بات کہ اعمال اعراض ہیں ان کا تولنا ممکن نہیں، اس کا متقدمین نے ایک جواب تو یہ دیا ہے کہ اعراض کو اللہ تعالیٰ اجسام کی صورت میں متشکل کر دے گا۔ اور حضرت ابن عباس کے ایک قول سے اس کی سند پیش کی ہے اور دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ جن صحیفوں میں اعمال لکھے ہوں گے وہ تولے جائیں گے اور اعمال ان کے تابع ہو کر تلیں گے۔ اس کی سند میں وہ حدیث پیش کی ہے جس میں ایک گنہگار کے نامہائے اعمال کے ننانوے دفتروں کا ذکر ہے کہ ترازو کے

ایک پلڑے میں اس کے ننانوے طول طویل طومار
(فائل) گناہوں کے رکھے جائیں گے اور
دوسرے پلڑے میں ایک پرزہ کاغذ کا جس پر
"اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ
اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" لکھا ہو گا رکھ
جائے گا۔ اور یہ دوسرا پلڑا جھک جائے گا"
اس حدیث کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور اسے
حسن غریب بتایا ہے +

مگر علم و سائنس کے موجودہ زمانہ میں ان
تاویلات کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ آج
اعیان کی طرح اعراض کو محفوظ کیا جاتا ہے ان
کے ذرے توڑے جاتے ہیں اور ان کو تولنے کے آلات
بھی بکثرت ایجاد ہو چکے ہیں۔ چنانچہ موسمی کیفیات
جسم انسانی کی حرارت و برودت اور نفس
انسانی کے جذبات و تاثرات تک اندازہ کر سکنے
آلات انسانوں نے بنا لئے ہیں تو کیا خالق کائنات
کے لئے یہ مشکل ہے کہ وہ قیامت کے دن ایسی
ترازوئیں نصب فرما دیں جن میں بندوں کے
نفسی و بدنی اعمال کا وزن کیا جا سکے؟

بہرحال قیامت کے دن میزان قائم کی جائے
گی۔ اعمال کا وزن ہو گا۔ اور اس وزن کے
مطابق بندوں کو جزا و سزا دی جائے گی۔
باقی میزان اور وزن اعمال کی صحیح کیفیت
تو یہ عالم غیب سے متعلق حقائق ہیں۔ ان کو صرف
عالم شہادۃ کی تمثیلات سے سمجھا جا سکتا ہے،
ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ جو کچھ قرآن و حدیث
سے ثابت ہے اس پر بے چون و چرا ایمان لانا
چاہیئے۔ اور تفصیلات کو اللہ کے علم پر چھوڑ
دینا چاہیئے +

اتنی بات اور سمجھ لینی چاہیئے کہ وزن کے
وقت اعمال کا ہلکا اور بھاری ہونا ان کی ظاہری
خصوصیات و باطنی کیفیات اور ان اثرات
و نتائج کے اعتبار سے ہو گا جو ان اعمال
سے پیدا ہوئے چنانچہ فرمایا گیا ہے قَدْ اَفْلَحَ
مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا جس نے
اپنے نفس کو سنوارا۔ اس نے فلاح پائی اور
جس نے اسے مٹی میں ملایا وہ ٹوٹے میں رہا"
حضرت شاہ عبدالقادر نے آیۂ مذکورۃ الصدر
کی تفسیر میں لکھا ہے "کہ ہر شخص کے عمل وزن
کے موافق لکھے جاتے ہیں۔ ایک ہی کام ہے اگر
اخلاص و محبت سے کیا حکم شرعی کے موافق کیا اور
بر محل کیا تو اس کا وزن بڑھ گیا دکھاوے کو یا
ریس کو کیا یا موافق حکم شرعی نہ کیا یا ٹھکانے پر
نہ کیا تو وزن گھٹ"

مَیْسِر۔ جوا۔ جوا کھیلنا۔ باب ضرب سے مصدر
مَیْسَرَة۔ آسانی۔ کشائش۔ تونگری۔

مَیْسُوْر :- آسان۔ نرم۔ یُسْر سے اسم مفعول واحد مذکر۔

مِیْعَاد :- وعدہ۔ وعدہ کا وقت جمع مَوَاعِیْد

مِیْقَات :- وقت مقرر۔ جائے مقرر کسی کام کے لئے۔ جمع مَوَاقِیْت۔

مِیْکَال :- ایک بڑے فرشتے کا نام۔ جو باد و باراں اور عالم کی سرسبزی و شادابی پر مقرر ہے۔

مَیْل :- پھر جانا۔ راہ سے ہٹ جانا۔ ظلم کرنا باب ضَرَب سے مصدر۔ مَیْل کے معنی ہیں درمیان سے ہٹ کر کسی ایک جانب جھک جانا اسکا استعمال ظلم کے معنے میں بھی ہوتا ہے کہ ظلم بھی حق و انصاف سے پھر جانے ہی کو کہتے ہیں کہا جاتا ہے مَالَ اِلٰی فُلَانٍ اس نے فلاں کی مدد کی اور اس کی طرف ہو گیا۔ و مَالَ عَلٰی فُلَانٍ اس نے فلاں پر حملہ کیا۔ اور مَالَ عَنِ الطَّرِیْق راستہ سے ہٹ گیا۔

مَیْلَة :- ایک بار حملہ کرنا۔ مصدر برائے مرہ

مَیْمَنَة :- سعادت۔ داہنی جانب اَصْحَابُ الْمَیْمَنَة سے وہ سعادتمند مراد ہیں جن کو عہد اَلَسْت کے وقت آدم علیہ السلام کے داہنے پہلو سے نکالا گیا۔ قیامت کے دن عرش کے داہنی جانب کھڑے کئے جائیں گے ان کا نامہ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا اور فرشتے بھی ان کو داہنی طرف سے لیں گے۔

اور اَصْحَابُ الْمَشْئَمَة سے وہ بدبخت مراد ہیں جو آدم علیہ السلام کے بائیں پہلو سے نکالے گئے عرش کے بائیں جانب کھڑے کئے جائیں گے۔ ان کا اعمال نامہ بھی ان کے بائیں ہاتھ میں دبا جائے گا۔ اور فرشتے بھی ان کو بائیں طرف سے پکڑیں گے۔

ن

نٓ :- حروف مقطعات میں سے ہے اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم نیز۔ فعل مضارع کے آخر میں لاحق ہو کر تاکید کے معنی پیدا کرتا ہے اور فعل کے ساتھ جب ضمیر منصوب واحد متکلم آئے تو فعل کے آخر میں نون وقایہ درمیان آتا ہے اس کے معنی کچھ نہیں ہوتے بلکہ محض ما قبل کی حرکت کی حفاظت کرتا ہے، جیسے اَکْرَمَنِیْ (اس نے میری عزت کی)

نَا :- ہم کو۔ ہمارا۔ ضمیر منصوب و مجرور جمع متکلم

نَاْ :- وہ دور ہوا۔ اس نے دور کیا (بصلہ با) نَاٰی سے ماضی واحد مذکر غائب۔

نَائِم :- سونے والا۔ نَوْم سے اسم فاعل واحد مذکر (دیکھو نَوْم)

نَائِمُوْن :- سونے والے نَائِم کی جمع بحالت رفع

نَأْتِ:۔ ہم لے آئیں (اصلہ یا ء) اِتْیَان سے مضارع جمع متکلم۔

نُؤْتِ:۔ ہم دیں گے اِیْتَاء سے مضارع جمع متکلم بسقوط یاء

نُؤْتِی:۔ ہم دیں گے اِیْتَاء سے مضارع جمع متکلم

نُؤْتٰی:۔ ہمیں دیا جائے اِیْتَاء سے مضارع مجہول جمع متکلم۔

نَأْتِیَنَّ:۔ ہم ضرور دیں گے (لنبلدیب، اصل میں لَنَأْتِیَنَّ ہے۔ مضارع جمع متکلم بالام تاکید ونون ثقیلہ۔

(لن) **نُؤْثِرَ**:۔ ہم ہرگز ترجیح نہ دیں گے اِیْثَار سے فعل مضارع منفی بلن جمع متکلم۔

نَاجِی:۔ بچنے والا نَجَاۃ سے اسم فاعل واحد مذکر

نَاجَیْتُمْ:۔ تم نے سرگوشی کی۔ مُنَاجَاۃ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

نَأْخُذُ:۔ ہم پکڑیں۔ ہم لیں۔ اَخْذ سے مضارع جمع متکلم۔

نُؤَخِّرُ:۔ ہم مؤخر کرتے ہیں۔ تَاخِیْر سے مضارع جمع متکلم۔

نَادٰی:۔ اس نے پکارا۔ نِدَاء سے ماضی واحد مذکر غائب۔

نَادَتْ:۔ اس نے پکارا نِدَاء سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

نَادِمِیْنَ:۔ پچھتانے والے۔ پشیمان ہونے والے نَدَم سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد نَادِم۔

نَادُوْا:۔ تم پکارو (نِدَاء سے امر جمع مذکر حاضر

نَادَوْا:۔ انہوں نے پکارا نِدَاء سے ماضی جمع مذکر غائب۔

نَادِی:۔ مجلس۔ جمع اَنْدِیَۃ (اصل میں یہ نَدٰی (تر ہونا) سے، اسم فاعل ہے بمعنی حریف (لا نادی بمعنی محفل شراب مستعمل ہوا اور پھر کثرت استعمال سے اس کے استعمال میں اطلاق ہو گیا۔

نَادَیْتُمْ:۔ تم نے پکارا نِدَاء سے ماضی جمع متکلم

نَادَیْنَا:۔ ہم نے پکارا نِدَاء سے ماضی جمع متکلم

نَار:۔ آگ کی لپٹ۔ گرمی۔ النّار دوزخ

نَازِعَات:۔ کھینچنے والے فرشتے۔ یا ستارے جو غروب ہوں۔ (نَزْع یا نُزُوْع سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد نَازِعَۃ۔

(ال) **نَاس**:۔ لوگ۔ انسان۔ اَلنَّاس اصل میں اُنَاس تھا۔ ہمزہ کو حذف کر کے اس کی جگہ ال (حرف تعریف) داخل کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ الاناس نہیں استعمال ہوتا کیونکہ بدل و مبدل منہ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ یہ اسم جمع ہے۔ جمع نہیں کیونکہ فعال کے وزن پر جمع نہیں آتی۔ یہ اِنْس (مانوس ہونا) سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ انسان ایک دوسرے سے مانوس ہوتے ہیں یا اِیْنَاس (دیکھنا)

سے کیونکہ یہ دیکھے جا سکتے ہیں، جیسا کہ جنّ کو جن اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ نظر نہیں آتے۔ یعفون ہے۔

نَاسِكُوْ:۔ عبادت کرنے والے نُسُك سے اسم فاعل جمع مذکر۔ اصل میں نَاسِكُوْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔ (دیکھو مَنَاسِك)

نَاشِئَة:۔ رات کا اٹھنا۔ رات کی عبادت۔ فَاعِلَة کے وزن پر مصدر۔

نَاشِرَات:۔ پراگندہ کرنے والی ہوائیں جو بادلوں کو متفرق کرتی ہیں۔ نَشْر سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ واحد نَاشِرَة۔

نَاشِطَات:۔ بند کھولنے والے فرشتے نَشْط سے اسم فاعل جمع مؤنث واحد نَاشِطَة۔ (دیکھو نَزْعًا)

نَاصِبَة:۔ محنت کرنے والی۔ رنج اٹھانے والی نَصَب سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

نَاصِح:۔ نصیحت کرنے والا نُصْح سے اسم فاعل واحد مذکر کہا جاتا ہے نَصَحْتُ لَہٗ الْوُدَّ (میں نے اس کے لئے محبت کو خالص کیا) اور العسل النّاصح خالص شہد۔ لہٰذا نُصْح اس پند و موعظت کو کہیں گے جس میں خلوص ہو۔ (مفردات)

نَاصِحُوْنَ۔ نَاصِحِيْنَ:۔ نصیحت کرنے والے

سو جس سلسلہ میں نصحوا ہو وہ بحالت نصبی و جری

نَاصِر:۔ مددگار۔ نَصْر سے اسم فاعل واحد مذکر۔

نَاصِرِيْنَ:۔ مدد کرنے والے نَاصِر کی جمع بحالت نصبی و جری۔

نَاصِيَة:۔ پیشانی کے بال۔ جمع نَوَاصِي۔ اگر کوئی شخص کسی کے پیشانی کے بال پکڑ لے تو وہ بالکل اس کے قابو میں آجاتا ہے۔ اسی لئے یہ لفظ بے بسی پوری قدرت و اختیار رکھنے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا وَهُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس پر اللہ تعالیٰ کا کامل اقتدار و تصرف نہ ہو۔

نَاضِرَة:۔ تر و تازہ۔ بارونق۔ نَضْرَة سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

نَاظِرَة:۔ دیکھنے والی۔ نَظَر سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ جمع نَوَاظِر۔

نَاظِرِيْنَ:۔ دیکھنے والے۔ نَظَر سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ واحد نَاظِر۔

نَاعِمَة:۔ آسودہ۔ خوشحال۔ تر و تازہ۔ نُعُوْمَة سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

نَافَقُوْا:۔ انہوں نے منافقت کی۔ نِفَاق (مفاعلہ) سے ماضی جمع مذکر غائب۔ (دیکھو مُنَافِق)

نَافِلَة:۔ زیادہ۔ نَفْل سے اسم فاعل واحد مؤنث سورۂ اسرائیل میں ہے وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ (رات کے کچھ حصے میں تہجد کی عبادت کے لئے جاگ یہ تیرے لئے زائد عبادت ہے

بالاتفاق امت پر تہجد فرض نہیں۔ لیکن آں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فرض تھا یا نہیں۔ اس کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ تہجد آپ پر فرض نہیں تھا۔ بلکہ ہماری طرح آپ کے حق میں بھی یہ عبادت نفل ہی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے یہاں نَافِلَۃً کہا ہے۔ لیکن اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ تہجد آپ پر فرض تھا اور یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔ اس لئے کہ فَتَهَجَّدْ امر کا صیغہ ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ نیز نَافِلَۃً لَّکَ میں لَکَ کی تخصیص بھی اس پر دال ہے اور حدیث میں ہے تین چیزیں مجھ پر فرض اور تمہارے لئے سنت ہیں۔ ایک وتر دوسرے مسواک تیسرے تہجد کی نماز۔ باقی رہا لفظ نَافِلَۃً تو وہ اس آیت میں اپنے اصل لغوی معنے میں ہے نہ کہ فقہی اصطلاح میں۔ یعنی یوں تو عام مسلمانوں پر پانچ وقت کی نماز فرض ہے۔ مگر اے نبی تم پر ان پانچ وقت کے علاوہ تہجد کی نماز بھی فرض ہے۔ اور سورہ انبیاء میں جو فرمایا گیا ہے۔ وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً اور ہم نے ابراہیم کو اسحق بخشا اور یعقوب (یا زائد) تو یہاں نافلہ لغوی معنی میں ہے یعنے ابراہیم نے بڑھاپے میں بیٹا مانگا تھا ہم نے پوتا بھی ان کو دے دیا۔ (تفسیر خازن)

نَاقَۃٌ:۔ اونٹنی۔ جمع نُوْق۔

نَاقَۃُ اللّٰہِ:۔ اللہ کی اونٹنی یعنی وہ اونٹنی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت صالح علیہ السلام کے معجزے کے طور پر قوم ثمود کے سامنے پیش کی گئی اور انجام کار وہی اونٹنی ان کی تباہی بربادی کا سبب ثابت ہوئی۔ (دیکھو صالح)

نَاقُوْر:۔ صور۔ نَقْرٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنے ہیں کھودنا۔ نفخۂ صور کی وجہ سے بھی مردے زمین سے اٹھ کھڑے ہوں۔ اس لئے صُور کو نَاقُوْر سے تعبیر فرمایا گیا۔

نَاكِبُوْنَ:۔ ٹیڑھے ہونے والے۔ منحرف ہونے والے نُكُوْب سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد نَاكِب

نَاكِسُوْا:۔ اوندھا ڈالنے والے دسروں کو۔ نُكُوْس سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد نَاكِس اصل میں نَاكِسُوْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا

نَأْكُلُ:۔ ہم کھاتے ہیں۔ ہم کھائیں گے اَكْل سے مضارع جمع متکلم۔

نُؤْمِنُ:۔ ہم ایمان لائیں۔ ہم یقین کریں۔ ہم ایمان لاتے ہیں۔ اِیْمَان سے مضارع جمع متکلم۔

نَاهُوْن:۔ منع کرنے والے روکنے والے نَهْیٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ واحد ناهی

نَبَّأَ:۔ اس نے خبردار کیا تَنْبِئَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

نَبَأٌ :۔ خبر۔ واقعہ۔ جمع اَنْبَاء۔ نَبَأ کا اطلاق اس خبر پر ہوتا ہے جو اہمیت و عظمت رکھنے کے ساتھ ساتھ ایسے ذرائع سے حاصل ہوئی ہو جن سے یقین حاصل ہو جائے یا کم از کم گمان غالب ہو جائے نَبَأٌ عَظِیْم سے مراد "خبر قیامت" ہے جس کی کامل اہمیت و عظمت میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔

نَبِّیٔ :۔ تو خبردار کر۔ تَنْبِئَۃ سے امر واحد مذکر حاضر

نَبَّأَتْ :۔ اس نے خبر دی۔ تَنْبِئَۃ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

نَبَّأْتُ :۔ میں نے آگاہ کیا۔ تَنْبِئَۃ سے ماضی واحد متکلم۔

نَبَتَ :۔ گھاس۔ جڑی بوٹی۔ اگانا۔ مصدر بمعنی اِنْبَات۔

نَبِّئُوْا :۔ تم خبردار کرو۔ تَنْبِئَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔

(لَا) نَبْتَغِیْ :۔ ہم نہیں چاہتے۔ ہم نہیں پسند کرتے اِبْتِغَاء سے مضارع جمع متکلم منفی۔

نَبْتَلِیْ :۔ ہم آزماتے ہیں اِبْتِلَاء سے مضارع جمع متکلم

نَبْتَهِلْ :۔ ہم گڑگڑا کر دعائیں مانگیں اِبْتِهَال سے مضارع جمع متکلم۔

نُبَدِّلُ :۔ ہم بدل ڈالیں۔ تَبْدِیْل سے مضارع جمع متکلم۔

نَبَذَ :۔ اس نے پھینکا نَبْذ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

نُبِذَ :۔ وہ پھینکا گیا نَبْذ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

نَبَذْتُ :۔ میں نے پھینکا نَبْذ سے ماضی واحد متکلم

نَبَذْنَا :۔ ہم نے پھینکا نَبْذ سے ماضی جمع متکلم

نَبَذُوْا :۔ انہوں نے پھینکا۔ انہوں نے ڈال دیا۔ نَبْذ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

نَبْرَءُ :۔ ہم پیدا کرتے ہیں بَرْء سے مضارع جمع متکلم

لَنْ نَبْرَحَ :۔ ہم ہمیشہ رہیں گے بَرَاح سے فعل ناقص مستقبل مؤکد بہ لَنْ۔

نُبَشِّرُ :۔ ہم خوشخبری دیتے ہیں تَبْشِیْر سے مضارع جمع متکلم۔ بَشَرَۃ جسم کے ظاہری حصہ کو کہتے ہیں۔ انسان کو بَشَر اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس کا بدن ظاہر ہوتا ہے۔ بخلاف دوسرے حیوانات کے کہ ان کا بدن بالوں سے چھپا ہوتا ہے اور بِشَارَۃ خوشخبری کو اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس سے چہرہ کا ظاہری حصہ چمکنے دمکنے لگتا ہے۔ کیونکہ خوشی کی خبر سے جسم میں خون کی رفتار تیز ہو جاتی ہے۔ تَبْشِیْر باب تفعیل اور اِبْشَار (باب افعال) میں تکثیر کے معنے پیدا ہو جاتے ہیں یعنی بڑی خوشخبری دینا (مفردات)۔

نَبْطِشُ :۔ ہم پکڑیں گے۔ بَطْش سے مضارع جمع متکلم بَطْش کہتے ہیں سختی کے ساتھ پکڑنے کو دخان میں ہے۔ یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَۃَ الْکُبْرٰی

اِنَّا مُنۡتَقِمُوۡنَ (اور جس دن ہم پکڑیں گے بڑی پکڑ تو بدلہ لیں گے) تو یہاں بَطۡشَۃ الکُبۡرٰی سے مراد ابن عباسؓ کے نزدیک قیامت کا دن ہے اور ابن مسعودؓ کے نزدیک بدر کا دن جبکہ اشرار مکہ سے پورا پورا بدلہ لیا گیا۔

نَبۡعَثُ:۔ ہم بھیجیں کے، ہم اٹھائیں گے بَعۡث سے مضارع جمع متکلم۔

نَبۡغِیۡ:۔ ہم چاہتے ہیں بَغۡی سے مضارع جمع متکلم بَغۡی کے اصل معنے ہیں حد سے زیادہ کی خواہش کرنا جسکا نتیجہ فساد و اختلال کی صورت میں ظاہر ہو۔ چنانچہ کہا جاتا ہے بَغَی الجرح جب کہ زخم بگڑ کر فاسد ہونے لگے۔ اور بَغَتِ السَّمَاءُ جبکہ بارش کی فراوانی اس قدر ہو کہ کھیتوں وغیرہ کو نقصان پہنچنے لگے اور بَغَتِ المرأۃ جبکہ عورت عصمت و عفت کی حدود سے تجاوز کرکے فحش کاری و بے حیائی اختیار کرے۔ پھر مطلق ظلم اور فساد کے معنے میں بھی استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ فرمایا گیا۔

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغۡیُکُمۡ عَلٰی اَنۡفُسِکُمۡ (اے لوگو تمہارا ظلم و فساد تمہارے ہی لئے وبال بنے گا) اس سے بَاغِی اس شخص کو کہتے ہیں جو حکومت کے مقابلہ میں آ کر ملک میں فساد مچائے۔ تاہم بَغۡی کا اطلاق بہت زیادہ خواہش پر بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے یَا بَاغِی الۡخَیۡرِ اَقۡبِلۡ وَیَا بَاغِی الشَّرِّ اَدۡبِرۡ (اے خیر کے خواہش مند آگے بڑھ اور اے شر کے طلبگار پیچھے ہٹ) اور حضرت موسٰی و خضر کے واقعہ میں حضرت موسٰی کا قول نقل فرمایا گیا ہے۔ ذٰلِکَ مَا کُنَّا نَبۡغِ (یہی وہ بات ہے جو ہم چاہتے تھے۔)
(مفردات و تفسیر المنار ص ۳۴۲)

نَبۡلُوۡا:۔ ہم آزماتے ہیں۔ بَلَاءٌ سے مضارع جمع متکلم (دیکھو مُبۡتَلِی)

(لَ) نَبۡلُوَنَّ:۔ ہم ضرور آزمائیں گے۔ بَلَاءٌ سے لام تاکید با نون ثقیلہ فعل مستقبل جمع متکلم

(لَ) نُبَوِّئَنَّ:۔ ہم ضرور جگہ دیں گے، ہم یقیناً ٹھکانا دیں گے تَبۡوِئَۃٌ سے مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون تاکید ثقیلہ۔

نُبُوَّۃٌ:۔ پیغمبری۔

نَبِیٌّ:۔ پیغمبر یعنی اللہ کا وہ مخصوص و معصوم بندہ جو انسانوں کی ہدایت کے لئے مامور ہو۔ نُبُوَّۃٌ سے صفت مشبہ۔

اس کے اصل ماخذ میں دو قول ہیں بعض لوگ نَبَأٌ (بہ ہمزہ) بتاتے ہیں جو اہم خبر کے معنے میں آتا ہے پس پیغمبر چونکہ انسانوں کو ان ذمہ داریوں اور تکلیفات و احکام کی خبر دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر عائد کئے ہیں۔ نیز اللہ

کے علم سے وہ عالم غیب کے بعض اسرار، گزشتہ وقت اور آئندہ واقعات سے جس کو چاہتا ہے اس لئے اسے نبی کہا اور یہ اصل میں نبیئ تھا ہمزہ کو یا سے بدل کر ادغام کر دیا گیا۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ نبوۃ بمعنے رفعت سے ماخوذ ہے۔ چونکہ پیغمبر ﷺ مخلوق سے بلند مرتبہ اور عالی مقام ہوتا ہے اس لئے اس پر لفظ نبی کا اطلاق کیا گیا اور پھر عرف میں اس معنی میں مخصوص ہو گیا۔ (مفردات) نبی اور رسول میں کیا فرق ہے؟ اس کے لئے دیکھو لفظ رسول)

نَبِيُّوْنَ - نَبِيِّيْنَ:۔ پیغمبران خدا۔ واحد نبی اول بحالت رفعی و ثانی بحالت نصبی و جری

نُبَيِّنُ:۔ ہم بیان کرتے تبیین سے مضارع جمع متکلم۔

نَتَبَرَّءَ:۔ ہم بیزار ہو جائیں۔ ہم علیحدگی اختیار کریں تبرؤ سے مضارع جمع متکلم منصوب۔

نُتْبِعُ:۔ ہم پیچھے بھیجتے ہیں۔ ہم بعد میں لاتے ہیں اتباع سے مضارع جمع متکلم

نَتَّبِعُ:۔ ہم پیروی کرتے ہیں، ہم پیروی کریں اِتِّبَاع سے مضارع جمع متکلم۔

نَتَبَوَّءُ:۔ ہم گھر بناتے ہیں۔ ہم ٹھکانا پکڑتے ہیں تبوؤ سے مضارع جمع متکلم۔

نَتَجَاوَزُ:۔ ہم درگزر کریں گے۔ بصلہ عن، تجاوز سے مضارع جمع متکلم۔

نَتَّخِذُ:۔ ہم اختیار کریں ہم بنا لیں۔ اِتِّخَاذ سے مضارع جمع متکلم۔

لَنَتَّخِذَنَّ:۔ ہم ضرور بنائیں گے۔ اِتِّخَاذ سے مضارع جمع متکلم بدلام تاکید و نون تاکید ثقیلہ

نُتَخَطَّفُ:۔ ہم اچک لئے جائیں گے تخطف سے مضارع مجہول جمع متکلم۔

نَتَرَبَّصُ:۔ ہم انتظار کرتے ہیں تربص سے مضارع جمع متکلم۔

نَتْرُكَ:۔ ہم چھوڑ دیں۔ ترک سے مضارع جمع متکلم منصوب بان۔

نَتَقَبَّلُ:۔ ہم قبول کریں گے۔ ہم قبول کرتے ہیں۔ تقبل سے مضارع جمع متکلم

نَتَقْنَا:۔ ہم نے بلند کیا۔ ہم نے اٹھایا۔ نتق سے ماضی جمع متکلم۔ قرآن کریم میں فرمایا ہو وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ ہم نے ان کے اوپر پہاڑ کو اٹھایا سائبان کی طرح، یہ بنی اسرائیل سے متعلق اس واقعہ کا ذکر ہے کہ جب ان کے بار بار اصرار پر توریت نازل کی گئی اور پھر وہ اس کے احکام پر عمل کرنے سے انکار کرنے لگے تو خداوند تعالیٰ ان کے سروں پر کوہ طور کو معلق کر دیا۔

کہ اگر اب بھی انکار سے باز نہ آئے تو کچل دیئے
جائینگے۔ (دیکھو موسیٰ)

نَتَکَلَّمَ :۔ ہم بولیں۔ زبان سے نکالیں تَکَلُّمٌ
سے مضارع جمع متکلم منصوب

نَتْلُوْ :۔ ہم پڑھتے ہیں۔ تلاوت کرتے ہیں تِلَاوَۃٌ
سے مضارع جمع متکلم۔

نَتَنَزَّلُ :۔ ہم اترتے ہیں تَنَزُّلٌ سے مضارع
جمع متکلم۔

نَتَوَفَّيَنَّ :۔ ہم ضرور وفات دیں گے۔ تَوَفِّیْ
سے مضارع جمع متکلم۔ بانون تاکید ثقیلہ۔

نَتَوَکَّلَ :۔ ہم بھروسہ کریں تَوَکُّلٌ سے مضارع
جمع متکلم منصوب۔

نُثَبِّتُ :۔ ہم مطمئن رکھتے ہیں تَثْبِیْتٌ سے
مضارع جمع متکلم۔

نَجِّ :۔ تو نجات دے تَنْجِیَۃٌ سے امر واحد
مذکر حاضر۔

نَجّٰی :۔ اس نے نجات دی تَنْجِیَۃٌ سے ماضی
واحد مذکر غائب۔

نَجِیٌّ :۔ ہمراز۔ سرگوشی کرنے والا نَجْوٰی سے صفت مشبہ

نَجَا :۔ اس نے نجات پائی۔ واحد نَجَاۃٌ سے
ماضی واحد مذکر غائب

نَجَادٌ :۔ دستکاری۔ چھٹکارا۔ باب نصر سے مصدر

نُجْزِیْ :۔ ہم بدلہ دیتے ہیں جَزَاءٌ سے مضارع
جمع متکلم۔

نُجِبْ :۔ ہم قبول کریں۔ اِجَابَۃٌ سے مضارع
جمع متکلم مجزوم اصل میں نُجِیْبُ تھا۔

(لم) نَجِدْ :۔ ہم نے نہیں پایا وِجْدَانٌ سے
مضارع جمع متکلم نفی جحد۔

نَجْدَیْنِ :۔ دو راستے۔ دو مقام۔ دو گھاٹیاں
نَجْدٌ کا تثنیہ بحالت نصبی۔ نَجْدٌ کہتے ہیں
سخت اور بلند جگہ کو قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے
ھَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ (اور ہم نے انسان
کو دونوں راستے دکھا دیئے) تو یہاں مراد حق و
باطل اور خیر و شر کی دو راہیں ہیں جن کی طرف
اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی راہنمائی فرمائی
، اجمالاً عقل کی روشنی سے اور تفصیلاً نور وحی
سے نَجْدَیْنِ سے ایک روایت میں ماں کے
دو پستان بھی مراد لئے گئے ہیں جن کی طرف بچہ
پیدا ہوتے ہی بغیر کسی بیرونی رہنمائی کے بتقاضائے
فطرت بڑھتا ہے مگر حافظ ابن کثیر نے بحوالہ ابن
جریر معنی اول کو صحیح قرار دیا ہے۔ کیونکہ وہ حدیث
سے ثابت ہے۔ (مفردات و ابن کثیر ج ۴)

نَجَسٌ :۔ پلیدی۔ گندگی۔ نجاست۔ پلید، ناپاک
قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ
نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ
بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا (مشرک پلید ہیں،

لہٰذا نزدیک نہ آنے پائیں۔ مسجد حرام کے اس سال کے بعد) (براءۃ ۲۸) فتح مکہ کے بعد جب عرب میں کفر کی قوت ٹوٹ گئی اور اسلام کو اقتدار حاصل ہوا اور مرکزِ اسلام کی تطہیر کی گئی تو ۹ھ میں سورۃ براءۃ کی یہ آیت نازل ہوئی۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو میدانِ عرفات میں یہ اعلان کرنے کیلئے بھیجا کہ اس سال کے بعد کسی مشرک کو حج کرنے کے لئے آنے کی اجازت نہیں۔"

اس آیہ میں مشرکین کے نجس ہونے سے کیا مراد ہے؟ اور ان کا مسجد حرام ہی میں داخلہ ممنوع ہے یا دوسری مسجدوں میں بھی، ان دونوں باتوں میں صحابہ کرام اور ائمہ عظام کے اقوال مختلف ہیں۔ حضرت استاذ العلماء مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے اس کا مختصر خلاصہ ہم درج ذیل کرتے ہیں:

نجس لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جو بالذات پلید ہو۔ مثلاً پاخانہ پیشاب وغیرہ اور جو چیز اس پلیدی کے لگنے سے پلید ہو جائے اسے متنجس کہنا چاہئے تھا۔ مگر استعمال فقہاء میں نجس کا اطلاق پلیدی اور پلید دونوں پر کیا جانے لگا۔ اور دونوں میں کوئی فرق نہیں کیا گیا۔ حدیث میں جو فرمایا گیا ہے اِنَّ المؤمن لَا يَنْجُسُ حَيًّا وَّمَيِّتًا (در حقیقت مومن زندہ یا مردہ نجس نہیں ہوتا، تو وہاں لغوی معنیٰ ہی مراد ہیں۔

قرآن کریم میں جو فرمایا گیا ہے۔ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ۔ الآیہ تو اس آیت میں دو حکم مذکور ہیں ایک یہ کہ کافر نجس ہیں۔ دوسرا یہ کہ مسجد حرام میں ان کا داخلہ ممنوع ہے۔

اس سلسلہ میں امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے۔ کہ کافر کا بدن نجس ہے۔ حسن بصری کا بھی یہی قول ہے لہٰذا اگر کافر نے پانی میں ہاتھ ڈال دیا تو وہ ناپاک ہو جائے گا (کما ذکرہ العینی) دوسرے مسئلہ میں امام مالک کا یہ قول ہے کہ کافر نہ مسجد حرام میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ کسی مسجد میں اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں کفار کا مسجدوں میں داخل ہونا صحیحین کی حدیثوں سے ثابت ہے۔ تو [illegible] ابن عربی مالکی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ واقعات ۹ھ سے قبل کے ہیں۔ دوسرا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ آیت میں تو صرف مسجد حرام میں داخلہ کی ممانعت کا ذکر ہے۔ اس کا قاضی صاحب نے یہ جواب دیا ہے کہ نص میں اگرچہ صرف مسجد حرام کے داخلہ کی ممانعت مذکور ہے مگر اس کی علت بیان کی گئی ہے یعنی کافروں

کا نجس ہونا اس نے اس حکم کو عام کر دیا ہے۔ لہٰذا یہ ممانعت تمام مسجدوں کو شامل ہو گی۔

شوافع کی کوئی تصریح مشرک کی نجاست کے متعلق میری نظر سے نہیں گزری. البتہ انہوں نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ کافر کا مسجد حرام میں داخل ہونا جائز نہیں۔

حنفیہ کا مسلک اس سلسلہ میں یہ ہے کہ (۱) مشرک نجس بدنی اعتبار سے نہیں ہے بلکہ اعتقادی اعتبار سے ہے۔ اور قرآن کریم میں بھی یہی نجاست اعتقادی شرک مراد ہے (۲) مشرک کو مسجد حرام میں داخل ہونا ممنوع ہے (کما فی السیر الکبیر والتاتارخانیہ و فی الدر المختار) البتہ دیگر مساجد میں داخل ہونا جائز ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلعم کے آخر عہد میں مشرکین کے وفود و افراد کا مسجد میں داخل ہونا اور بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔

مگر اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ نجاست سے مراد شرک کی نجاست ہے تو اس پر اس حکم کے متفرع ہونے کا کیا مطلب کہ وہ مسجد حرام میں داخل نہ ہوں۔ اس کا جواب بقول صاحب کشاف یہ ہے کہ وہ مسجد حرام میں داخل ہونے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ تمکین و تسلط کی ممانعت ہے۔ جیسا کہ مسلمین کی عادت علی کی دیتا ہے معلوم ہوتا ہے تاہم یہ جواب بھی نقصان سے خالی نہیں اس کے بعد علامہ کشمیری نے اپنی رائے ظاہر فرمائی ہے کہ مشرک اعتقادی اعتبار سے ہی نجس نہیں بلکہ بدنی اعتبار سے بھی کسی نہ کسی درجہ میں نجس ہے اور دلیل میں امام ابو حنیفہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ جو بدائع میں مذکور ہے کہ اگر کافر کنوئیں میں گر جائے تو اگرچہ وہ زندہ نکال لیا جائے۔ تاہم کنوئیں کا تمام پانی نکالا جائے گا۔ اسی طرح یہ جزئیہ جو ذخیرہ میں مذکور ہے کہ کافر اگر مسلمان ہو تو اس پر غسل کرنا واجب ہے۔ تاہم علامہ کے نزدیک کافر صرف مسجد حرام میں داخل ہونا ممنوع ہو گا۔ جس کا تقدس دیگر مساجد سے بالاتر ہے۔ جیسا کہ نص کی تصریح ہے دوسری مساجد کے لئے یہ حکم عام نہ ہو گا۔

(ملخص از فیض الباری علی صحیح البخاری ج ۲ ص ۳۶۱ و ۳۶۲)

نَجْزِیْ:۔ ہم بدلہ دیں گے۔ ہم بدلہ دیتے ہیں جَزَاء سے مضارع جمع متکلم۔

لَنَجْزِیَنَّ:۔ ہم یقیناً بدلہ دیں گے۔ جَزَاء سے مضارع جمع متکلم با لام تاکید و نون ثقیلہ

نَجْعَلُ:۔ ہم بنا دیں گے۔ ہم کر دیں گے۔ ہم بنا دیں ہم کر دیں جَعْل سے مضارع جمع متکلم۔

لَنْ نَجْعَلَ:۔ ہم ہرگز متعین نہ کریں گے جَعْل سے مضارع جمع متکلم منفی مؤکد بہ لَنْ

نَجْعَلْ: ہم نے نہیں بنایا۔ مضارع جمع متکلم منفی لم

نَجْم :۔ ستارہ۔ گھاس جو زمین پر پھیلے یعنی بیل جمع نُجُوم ۔

نَجْمَعُ :۔ ہم جمع کریں گے۔ جمع سے مضارع جمع متکلم

نَجْوٰی :۔ سرگوشی۔ راز کی بات کرنا۔ کانا پھوسی تناجی کا اسم مصدر ہے۔ بقول زجاج نجوٰی نَجْوٰی نَجْوَۃ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں وہ اونچی زمین جو دوسری زمینوں سے ممتاز ہو۔ آہستہ اور راز سے کہی ہوئی بات چونکہ غیر کے سننے سے محفوظ ہوتی ہے۔ اس لئے وہ نَجْوَۃ کے مشابہ ہے کہ وہ بھی ارتفاع اور بلندی کی وجہ سے آس پاس کی زمینوں سے جدا ہوتی ہے نَجْوٰی کا استعمال بطور صفت بھی ہوتا ہے جیسے قَوْم نَجْوٰی سرگوشی کرنے والے لوگ۔ قرآن کریم میں ہے وَإِذْ هُمْ نَجْوٰی۔ اور جب کر وہ سرگوشی کر رہے تھے۔) اس صورت میں اس سے پہلے لفظ ذو مقدر ہوتا ہے۔ جیسے زَیْدٌ عَدْلٌ میں ۔ (تفسیر کبیر جلد ۸)

نَجَوْتَ :۔ تو نے خلاصی پائی نَجَاۃ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

نُجُوم :۔ ستارے۔ واحد نَجْم

نُجِّیَ :۔ اس کو نجات دی گئی۔ تَنْجِیَۃ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

نَجَّیْنَا :۔ ہم نے نجات دی۔ تَنْجِیَۃ سے ماضی جمع متکلم۔

نُحَاس :۔ وہ آگ جس میں دھواں نہ ہو۔

نَحْب :۔ نذر۔ عہد۔ باب نَصَرَ سے مصدر

(لَ) نُحَرِّقَنَّ :۔ ہم ضرور جلا ڈالیں گے۔ تَحْرِیْق سے مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ

نَحْس :۔ منحوس۔ مصدر بمعنی مفعول۔

نَحِسَات :۔ برے۔ نامبارک۔ نَحِس سے صفت مشبہ جمع مونث۔ واحد نَحِسَۃ۔

نَحْشُرُ :۔ ہم اکٹھا کریں گے۔ ہم اٹھائیں گے۔ حَشْر سے مضارع جمع متکلم حَشْر کے اصل معنے لوگوں کو اپنے ٹھکانوں سے نکال کر میدان جنگ وغیرہ کی طرف دھکیلنا ہیں۔

(لَ) نَحْشُرَنَّ :۔ ہم یقیناً اکٹھا کریں گے۔ حَشْر سے مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

(لَ) نُحْضِرَنَّ :۔ ہم سامنے لائیں گے۔ اِحْضَار سے مضارع جمع بالام تاکید و نون ثقیلہ

نَحْفَظُ :۔ ہم حفاظت کریں گے حِفْظ سے مضارع جمع متکلم۔

نَحْل :۔ شہد کی مکھی (اسم جنس۔ واحد نَحْلَۃ

نِحْلَۃ :۔ بے عوض بخشش۔ عطیہ جو خوشی سے دیا جائے۔

نَحْمِلُ :۔ ہم اٹھائیں۔ حَمْل سے مضارع جمع متکلم۔

نَحْنُ :۔ ہم (ضمیر مرفوع منفصل جمع متکلم
نَحْيٰی :۔ ہم جیتے ہیں۔ ہم جئیں گے۔ حَیَاۃ سے مضارع جمع متکلم۔
نُحْيِی :۔ ہم زندہ کرتے ہیں۔ ہم زندہ کردیں گے۔ اِحْیَاء سے مضارع جمع متکلم (دیکھو یُحْیِی)
نَخَافُ :۔ ہم ڈرتے ہیں۔ خَوف سے مضارع جمع متکلم۔
نَخْتِمُ :۔ ہم مہر لگائیں گے۔ ہم مہر لگاتے ہیں خَتْم سے مضارع جمع متکلم۔ (تفصیل کے لئے دیکھو خَتَمَ)
نَخِرَۃٌ :۔ بوسیدہ اور گلی ہوئی ہڈی۔ نَخَرَ سے صفت مشبہ واحد مؤنث۔
نُخْرِجُ :۔ ہم نکالیں گے۔ ہم نکالتے ہیں ہم نکالیں۔ اِخْرَاج سے مضارع جمع متکلم۔
لَنُخْرِجَنَّ :۔ ہم ضرور نکالیں دیں گے اِخْرَاج سے مضارع جمع متکلم بالام تاکید ونون ثقیلہ
لَنَخْرُجَنَّ :۔ ہم ضرور نکلیں گے۔ خُرُوْج سے مضارع جمع متکلم بالام تاکید ونون ثقیلہ۔
نَخْزٰی :۔ ہم رسوا ہوں۔ خِزْی سے مضارع جمع متکلم۔
نَخْسِفْ :۔ ہم دھنسا دیں خَسْف سے مضارع جمع متکلم مجزوم
نَخْشٰی :۔ ہم ڈرتے ہیں خَشْیَۃ سے مضارع جمع متکلم خَشْیَۃ۔ اس خوف کو کہتے ہیں جس میں

تعظیم بھی ہوتی ہو۔ یہ اکثر اس صورت میں ہوتا ہے جب کہ ڈرنے والا جس سے ڈر رہا ہے اس کی قوت وعظمت سے واقف ہو اسی لئے فرمایا گیا اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (اللہ سے اس کے بندوں میں سے علم والے ہی ڈرتے ہیں (مفردات)
نُخْفِی :۔ ہم چھپاتے ہیں۔ اِخْفَاء سے مضارع جمع متکلم۔
نَخْلٌ :۔ کھجور کے درخت (اسم جنس)
نَخْلَۃٌ :۔ کھجور کا ایک درخت۔
نُخْلِفُ :۔ ہم خلاف کریں گے۔ اِخْلَاف سے مضارع جمع متکلم۔
(لم) نَخْلُقْ :۔ ہم نے پیدا نہیں کیا۔ خَلْق سے مضارع جمع متکلم۔ نفی جحد (دیکھو اَخْلُقُ)
(کُنَّا) نَخُوْضُ :۔ ہم بے ہودہ فکر کرتے تھے خَوْض سے ماضی استمراری جمع متکلم
نُخَوِّفُ :۔ ہم ڈراتے ہیں تَخْوِیْف سے مضارع جمع متکلم۔
نَخِیْلٌ :۔ کھجور کے درخت (نخل کی اسم جمع)
نِدَاءٌ :۔ پکارنا۔ آواز دینا۔ باب مفاعلہ سے مصدر
نَدَامَۃٌ :۔ پشیمانی۔ شرمندگی۔ باب سَمِعَ سے مصدر
نُدَاوِلُ :۔ ہم ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ مُدَاوَلَۃ

سے مفاعلہ جمع مذکر۔ اس کے اصل معنی ہیں۔
کسی چیز کو گردش دیتے رہنا۔ اور ایک حالت پر نہ
رکھنا کہ کبھی کسی کو دیدی اور کبھی کسی کو۔
آیت کریمہ۔ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا
بَيْنَ النَّاسِ یہ سختی ومصیبت اور شکست
وہزیمت کے دن ہم لوگوں کے درمیان ادلتے
بدلتے رہتے ہیں کہ کبھی اہل حق غالب ہوتے ہیں
اور کبھی وہ مغلوب اور اہل باطل چیرہ دست
ہو جاتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ
کبھی مسلمانوں کی مدد فرماتا ہے اور کبھی کافروں
کی نہیں ہرگز نہیں اس کی نصرت واعانت
ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ جس کا ہرگز کوئی کافر
مستحق نہیں ہوتا۔ آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ کبھی کافروں کو سخت محنت ومشقت
میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور کبھی آزمائش وامتحان
یا بلندی درجات کے لئے اہل حق کو۔ اس میں
حکمت یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے انسان کو حق
وباطل کے انتخاب واختیار میں آزادی عطا فرمائی
ہے۔ اور اپنی طرف سے کسی کو اپنی اطاعت و
عبادت کیلئے مجبور نہیں کیا۔ حالانکہ اگر وہ چاہتا تو
ایسا کر سکتا تھا۔ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ
مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا۔
اگر تیرا رب چاہتا تو تمام زمین کے بسنے والے
مومن ہو جاتے۔

پس اگر اللہ تعالیٰ ہمیشہ کفار کو دنیوی زندگی
کے اعتبار سے محنت ومشقت میں مبتلا رکھتا اور
کافر کے لئے طعام وشراب اور دنیوی کامیابی
کے وسائل کا حصول ممتنع کر دیتا تو پھر دنیا میں
کفر اور کافر کا وجود ہی نہ ہوتا۔ کیونکہ اس صورت
میں اسلام اور ملت کی حقانیت اور کفر
ونافرمانی کے بطلان کا ایک طرح بدیہی ضروری
علم حاصل ہوتا۔ اور اس صورت میں ثواب عقاب
وعدہ وعید اور امر ونواہی سب عبث ہو جاتے
نہ ہی انسان اور حیوان میں کوئی فرق باقی
رہتا۔ اس لئے حکمت الٰہی کبھی محنت ومشقت
کو اہل ایمان پر مسلط کر دیتی ہے اور کبھی کافر
پر۔ تاکہ شبہات باقی رہیں۔ اور انسان ان دلائل
میں غور وفکر کر سکے جو اسلام کی صحت ودلالت
پر دال ہیں۔ اور پھر وہ اپنے اختیار وارادے سے اسلام
قبول کر کے اجر جزیل اور ثواب عظیم کا مستحق بن
سکے۔ غرضیکہ ہر معرکہ اور ہر کشمکش میں اہل حق
کا اہل باطل پر غالب آجانا ضروری نہیں ہاں
یہ ضرور ہے کہ آخر کار کامیابی وفیروزمندی
اہل حق۔ اور صرف اہل حق۔ کے لیے مخصوص
ہے۔
(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۱۶)

نَدْخُلُ :- ہم داخل کریں گے ۔ اِدْخَال سے مضارع جمع متکلم ۔

(لَنْ) نَدْخُلَ :- ہم ہرگز نہ داخل ہوں گے دُخُول سے مضارع جمع متکلم منفی مؤکد بہ لن

(لَ) نُدْخِلَنَّ :- ہم یقیناً داخل کریں گے اِدْخَال سے مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ ۔

نَدْرِیْ :- ہم جانتے ہیں ۔ دِرَایَۃ سے مضارع جمع متکلم ۔

نَدْعُ :- ہم بلائیں ۔ دُعَاء سے مضارع جمع متکلم مجزوم ۔

نَدْعُوْ :- ہم بلائیں ۔ ہم پکاریں گے ۔ دُعَاء سے مضارع جمع متکلم ۔

(کُنَّا) نَدْعُوْا :- ہم پکارتے تھے دُعَاء سے ماضی استمراری جمع متکلم ۔

نَدُلُّ :- ہم بتائیں دَلَالَۃ سے مضارع جمع متکلم

نَدِیٌّ :- مجلس نَدَاءٌ سے صفت مشبہ مذکر (دیکھو نَادِی)

نَذْرٌ :- منت ۔ عہد و پیمان ۔ جمع نُذُوْرٌ

نُذُرٌ :- ڈرانے والے (عذاب الٰہی سے) واحد نَذِیْرٌ (دیکھو نُذُرٌ)

نَذَرُ :- ہم چھوڑتے ہیں ۔ ہم چھوڑ دیں ۔ وَذْرٌ سے مضارع جمع متکلم ۔

نَذَرْتُ :- میں نے نذر مانی ۔ نَذْرٌ سے ماضی واحد متکلم ۔

نَذَرْتُمْ :- تم نے نذر مانی ۔ نَذْرٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر ۔

نَذُقْ :- ہم چکھائیں گے ۔ اِذَاقَۃ سے مضارع جمع متکلم مجزوم ۔

نَذْکُرُ :- ہم یاد کرتے ہیں ۔ ذِکْر سے مضارع جمع متکلم

نَذِلُّ :- ہم ذلیل و خوار ہوں ۔ ذُلّ سے مضارع جمع متکلم ۔

نُذُوْرٌ :- نذریں ۔ منتیں ۔ واحد نَذْرٌ

نَذْھَبَنَّ :- ہم لے جائیں ۔ ذَھَاب سے مضارع جمع متکلم بانون ثقیلہ ۔

(لَ) نَذْھَبَنَّ :- ہم ضرور چھین لے جائیں (یا لے جائیں) مضارع بالام تاکید و نون ثقیلہ ۔

نَذِیْرٌ :- عذاب الٰہی سے ڈرانے والا ۔ پیغمبر اِنْذَارٌ سے خلاف قیاس اسم فاعل واحد مذکر ۔ جمع نُذُرٌ ڈرانا ۔ پیغمبران خدا پیغام الٰہی کے قبول کرنے والوں کو رضائے خداوندی کی خوشخبری دیتے ہیں ۔ اور نہ ماننے والوں کو اس کے عذاب و عتاب سے ڈراتے ہیں اس لئے بَشِیْر و نَذِیْر کے لقب سے جا بجا قرآن کریم میں یاد کیا گیا ہے اِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو ۔ ہیں

نُذِيْرٌ سے مراد پیغمبر ہیں +

نُذِيْقُ :- ہم چکھاتے ہیں۔ اِذَاقَۃ سے مضارع جمع متکلم۔

(لَ) نُذِيْقَنَّ :- ہم ضرور چکھائیں گے۔ اِذَاقَۃ سے مضارع جمع متکلم بالام تاکید ونون ثقیلہ۔

نَرٰی :- ہم دیکھتے ہیں۔ ہم دیکھیں۔ ہم جانتے ہیں رُؤْيَۃ اور تَرَاْىٌ (بصورت نقل تلب بمعنی جاننا) سے مضارع جمع متکلم۔

نُرَاوِدُ :- ہم پھسلائیں گے۔ بہکائیں گے اپنی بات منانے پر آمادہ کریں گے مُرَاوَدَہ سے مضارع جمع متکلم مُرَاوَدَہ کے معنی کے متعلق امام راغبؒ لکھتے ہیں۔

المراودة ان تنازع غيرك فى الارادة فتريد غير ما يريد او ترود غير ما يرود (مراودہ اسے کہتے ہیں کہ تم کسی سے ارادہ میں کشتی سے۔ اختلاف کرو کہ تمہارا ارادہ کچھ ہو اور اس کا کچھ یا تم کسی بات کے لئے تاؤ بھاؤ کرو۔ وہ کسی بات کے لئے۔

سی کے شواہد میں سَنُرَاوِدُ عَنْہُ اَبَاہُ کا بھی ذکر کیا ہے۔ یعنی یوسف علیہ السلام کے جب بھائیوں نے کہا کہ ہم بنیامین کے باپ سے اسکے معاملہ میں اختلاف رائے کریں گے۔ اور اسے کسی نہ کسی طرح اپنے ساتھ بھیجنے پر آمادہ کرلیں گے

اساس البلاغہ میں ہے راودہ عن نفسہ خادعہ عنہا وراودہ (راودہ عن نفسہ کے معنے ہیں۔ اسکے جی کو پھسلایا ورغلایا کشاف میں تراودہ عن نفسہ کے ذیل میں ہے :- مُراودہ مفاعلہ ہے رَادَ يَرُوْدُ (بار بار آنا جانا) سے گویا معنی یہ ہیں۔ خادعتہ عن نفسہ (اس کے جی کو پھسلایا۔ یعنی وہ سب ڈھنگ اختیار کئے جو ایک دہوکہ دینے والا کسی چیز کو حاصل کرنے کے لئے اختیار کرتا ہے جسے وہ اپنے ہاتھ سے نہیں نکلنے دینا چاہتا۔ طرح طرح کے حیلے کرتا ہے کہ کسی طرح اسے حاصل کرلے۔ اور یہ تعبیر ہے یوسف علیہ السلام کو رام کرنے کیلئے زلیخا کی حیلہ گری کی پھر آگے چلکر سَنُرَاوِدُ عَنْہُ اَبَاہُ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ سنخادعہ عنہ سنجتہد ونحتال حتی ننتزعہ من یدہ (ہم ان یامین کے بارہ میں اس کے باپ کو دہوکہ دیں گے۔ وہ پوری جدوجہد و حیلوں حوالوں سے اسے ان کے ہاتھ سے نکال لیں گے۔

اس تفصیل سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ تراودہ عن الشیء کے معنے یہ ہیں کہ کسی کو بہلا پھسلا کر اس کی خلاف مرضی کسی چیز کو اس کے ہاتھ سے چھین لیا جائے۔ تراودہ عن قلبہ او نفسہ کے معنے ہیں۔ طرح طرح کی حیلہ سازیاں

فسوں گری کے ذریعہ اس کے دل کو لبھالیا جائے (ملخص از کشاف و مفردات والمنار)

(لَمْ) نُثَرِّبْ :۔ ہم نے نہیں بلا تثریبۃ سے مضارع جمع متکلم نفی جحد۔

نَرِثُ :۔ ہم وارث ہوں گے وِرَاثَۃ سے مضارع جمع متکلم۔

(لَ) نَرْجُمَنَّ :۔ ہم ضرور سنگسار کریں گے رَجْم سے مضارع جمع متکلم بدم تاکید نون ثقیلہ۔

نُرَدُّ :۔ ہم لوٹائے جائیں رَدّ سے مضارع مجہول جمع متکلم۔

نَرْزُقُ :۔ ہم رزق دیتے ہیں۔ رِزْق سے مضارع جمع متکلم۔

نُرْسِلُ :۔ ہم بھیجتے ہیں۔ ہم بھیجیں۔ اِرْسَال سے مضارع جمع متکلم۔

(لَ) نُرْسِلَنَّ :۔ ہم ضرور بھیجیں گے۔ اِرْسَال سے مضارع جمع متکلم بدم تاکید نون ثقیلہ۔

نَرْفَعُ :۔ ہم بلند کرتے ہیں۔ رَفْع سے مضارع جمع متکلم

نُرِی :۔ ہم دکھاتے ہیں۔ ہم دکھادیں۔ اِرَادَة سے مضارع جمع متکلم۔

نُرِيْدُ :۔ ہم چاہتے ہیں۔ اِرَادَة سے مضارع جمع متکلم۔

نُزَوِّجَنَّ :۔ ہم ضرور بیاہ دیں گے تَزْوِیْج سے مضارع جمع متکلم بانون ثقیلہ۔

نَزَّاعَة :۔ بہت کھینچنے والی۔ نَزْع سے مبالغہ کا صیغہ

نَزِدْ :۔ ہم بڑھاتے ہیں۔ زِیَادَة سے مضارع جمع متکلم مجزوم۔

نَزْدَادُ :۔ ہم زیادہ ہوجائیں گے۔ (یعنی زیادہ لائیں گے) اِزْدِیاد سے مضارع جمع متکلم

نَزَعَ :۔ اس نے نکالا۔ نَزْع سے ماضی واحد مذکر غائب۔ نَزْع کے اصل معنی کھینچنے اور کھینچ کر نکالنے کے ہیں۔

نَزَعْنَا :۔ ہم نے نکال دیا نَزْع سے ماضی جمع متکلم

نَزْغ :۔ گھر گھرنا۔ بدلی پیدا کرنا۔ فساد ڈالنا بابِ فتح سے مصدر۔ نَزْغُ الشَّيْطَان عبارت ہے وسوسۂ شیطانی سے اور اس کا استعمال حالت غضب پر ہوتا ہے۔ جب کہ انسان کا اپنے قابو ہونا آسان ہوتا ہے قال اللہ تعالیٰ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (اگر شیطان کی طرف سے تجھے کوئی وسوسہ پیش آئے۔ وہ شر پر ابھارے تو اللہ کی پناہ چاہو)

اس سے پہلی آیت میں امر بالمعروف کا حکم فرمایا گیا ظاہر ہے کہ اس شاہراہ پر چلنا آسان نہیں۔ یہاں قدم قدم پر جہالت و معصیت کے کانٹے دل و دماغ کے دامن کو تار تار

(لم) نَسْتَحْوِذْ :- ہم نے نہیں گھیر لیا ہم نے حفاظت میں نہیں لیا۔ اِسْتِحْوَاذ سے مضارع جمع متکلم

نَسْتَحْيِيْ :- ہم زندہ چھوڑ دیں گے۔ اِسْتِحْیَاءٌ سے مضارع جمع متکلم۔

نَسْتَدْرِجُ :- ہم ڈھیل دیں گے اِسْتِدْرَاجٌ سے مضارع جمع متکلم۔ اِسْتِدْرَاجٌ کے اصل معنے ہیں۔ اوپر سے کسی کو سیڑھی سیڑھی درجہ بدرجہ۔ تا کہ نیچے گرا دینا۔ جیسے اِسْتَدْرَجْتُ الدَّلْوَ اِلَی الْقَعْرِ (میں نے آہستہ آہستہ ڈول کو چھوڑ کر تلی میں پہنچا دیا۔ کفار کے حق میں اللہ تعالیٰ کا استدراج یہ ہے کہ ان کے گناہوں پر گرفت اور مواخذہ کرنے کے بجائے ان کیلئے دنیوی نعمتوں، اور راحت اور راحتوں کے مواقع بہم پہنچاتا ہے تا آنکہ وہ بالکل غافل ہو جاتے ہیں پھر یک لخت اللہ تعالیٰ کا دریائے غضب جوش میں آتا ہے اور ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی جاتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ۔ پھر جب وہ بھول گئے اس نصیحت کو جو ان کو کی گئی تھی۔ تو کھول دیئے ہم نے ان پر دروازے ہر چیز کے یہاں تک کہ جب وہ خوش ہو گئے ان چیزوں پر جو ان کو دی گئیں۔ تو ہم نے ان کو پکڑ لیا اچانک۔ پس اس وقت وہ رہ گئے ناامید ہو کر، ماخوذ از تفسیر مظہری

نَسْتَعِيْنُ :- ہم مدد چاہتے ہیں۔ اِسْتِعَانَۃٌ سے مضارع جمع متکلم۔

نَسْتَنْسِخُ :- ہم لکھواتے ہیں۔ اِسْتِنْسَاخٌ سے مضارع جمع متکلم

نَسْجُدُ :- ہم سجدہ کریں۔ سُجُوْدٌ سے مضارع جمع متکلم۔ (دیکھو اُسْجُدُوْا)

نُسْخَۃٌ :- لکھی ہوئی چیز۔ کتاب جمع نُسَخٌ۔

نَسْخَرُ :- ہم ٹھٹھا کرتے ہیں (سخر منہ) سُخْرٌ سے مضارع جمع متکلم۔

نَسْرٌ :- ایک بت کا نام جسے قوم نوح پوجتی تھی امام بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نَسْر وَدّ سُوَاع وغیرہ قوم نوح کے بعض صالحین کے نام تھے۔ ان کے مرنے کے بعد شیطان کے بہکانے سے ان کے عقیدتمندوں نے انکے بت بنا کر ان کی نشست گاہوں میں رکھ دیئے تاکہ ان کو دیکھ کر ان کی، ور ان کی عبادت اور ریاضت کی یاد تازہ ہو جایا کرے۔ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد آنے والی نسلوں نے انہی کی عبادت شروع کر دی۔ قوم نوح کے بعد عرب کے مختلف قبائل میں ان بتوں کی عبادت رائج ہو گئی۔ چنانچہ زمانہ جاہلیت میں نَسْر آل ذی کلاع کا صنم تھا (ابن کثیر بیہم)

نَسْفٌ :۔ پھینکنا ریزہ ریزہ کرنا۔ پراگندہ کرنا باب ضرب سے مصدر۔

نُسِفَتْ :۔ وہ ریزہ ریزہ کی گئی۔ پراگندہ کی گئی۔ نَسْف سے ماضی مجہول واحد مونث غائب

(ل) **نَسْفَعَنْ** :۔ ہم ضرور ضرور گھسیٹیں گے سَفْع سے مضارع جمع متکلم موکد بلام تاکید و نون خفیفہ۔

نُسْقِطُ :۔ ہم ڈال دیں۔ ہم گرادیں۔ اِسْقَاط سے مضارع جمع متکلم۔

(لَا) **نَسْقِي** :۔ ہم نہیں پانی پلاتے سَقْی سے مضارع منفی جمع متکلم۔

نُسْقِي :۔ ہم پینے کے لئے دیتے ہیں اِسْقَاء سے مضارع جمع متکلم۔

نُسُک :۔ عبادت۔ اعمال حج۔ قربانی۔ واحد نَسِیْکَۃ۔ (دیکھو مَنَاسِک)

(ل) **نُسْکِنَنَّ** :۔ ہم ضرور بسائیں گے۔ ہم ضرور ٹھہرائیں گے اِسْکَان سے مضارع موکد جمع متکلم

نَسْل :۔ اولاد نَسْل کے معنے جدا ہونا ہیں اولاد کو بھی اسی لئے نسل کہتے ہیں کہ وہ باپ کی پشت سے جدا ہوتی ہے۔ نَسْل الاق نسل انسانی وحیوانی دونوں پر ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں بعض اشرار کے متعلق فرمایا گیا ہے وَ اِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْہَا وَ یُھْلِکَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ (اور جب وہ تابو پاتا ہے تو زمین میں دوڑتا پھرتا ہے تاکہ فساد پھیلائے اور برباد کرے کھیتیاں اور نسل) حرث یہاں سے مراد بستی میں بسنے والوں کے ذرائع معاش ہیں اور نسل سے مراد جانوروں کے۔ علامہ عبدہٗ نے فرمایا ہے کہ اِھْلَاکُ الْحَرْثِ وَ النَّسْلِ (کھیتوں اور نسلوں کو برباد کرنے)، سے سخت ہلاکت آفرینی اور حیف کاری مراد ہے۔ چنانچہ یہ تعبیر اسی معنی میں بطور مثل کے استعمال ہونے لگی ہے۔ اس آیت میں آمرانہ و ظالمانہ ذہنیت کا بہترین فوٹو کھینچا گیا ہے۔ ہر زمانہ میں اقتدار پسند استعماری طاقتیں اپنے مقاصد کی تکمیل کیلئے یہی کچھ کرتی ہیں۔ انسانوں اور حیوانوں کی بربادی اور کھیتوں اور باغوں کی تباہی کی انہیں ذرہ برابر پرواہ نہیں ہوتی۔ (ملخص از مفردات و منار مبینہ)

نَسْلَخُ :۔ ہم کھینچتے ہیں۔ سَلْخ سے مضارع جمع متکلم سَلْخ کے معنے ہیں۔ جانور کی کھال کھینچ کر اتارنا جس سے نیچے کا گوشت ظاہر ہو جائے۔ وَ اٰیَۃٌ لَّھُمُ الَّیْلُ نَسْلَخُ مِنْہُ النَّھَارَ (اور ایک نشانی ہے۔ ان کے واسطے رات کھینچ لیتے ہیں ہم اس پر سے دن کو، میں سَلْخ النَّھَار سے مراد رات کی تاریکی سے دن کی روشنی کو آہستہ آہستہ جدا کرلینا ہے۔

نَسْلُكُ :۔ ہم داخل کر دیتے ہیں۔ سَلْکٌ سے مضارع جمع متکلم۔ کہا جاتا ہے سَلَکْتُ الْخَیْطَ فِی الْاِبْرَۃِ (میں نے دھاگے کو سوئی میں داخل کیا) کَذٰلِکَ نَسْلُکُہٗ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کفر و انکار کے جرائم کے عادی ہو جاتے ہیں ہم اسی طرح استہزاء و تکذیب کو ان کی خو بنا دیتے ہیں۔

نُسْلِمُ :۔ ہم فرمانبرداری کریں۔ اِسْلَام سے مضارع جمع متکلم۔ (دیکھو اِسْلَام)

نَسِمُ :۔ ہم داغ لگائیں گے۔ وَسْم سے مضارع جمع متکلم۔ قرآن کریم میں ہے سَنَسِمُہٗ عَلَی الْخُرْطُوْمِ (عنقریب ہم اس کی ناک پر داغ لگائیں گے) علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ چہرہ بدن انسانی میں سب سے زیادہ معزز حصہ جسم ہے اور ناک چہرہ کا معزز ترین حصہ ہے کیونکہ وہ سب سے آگے ہوتا ہے۔ اسی لئے اَنْفٌ بلندگی اور بے عیبی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے جُدِعَ اَنْفُہٗ (اس کی ناک کٹ گئی، یعنی وہ ذلیل ہو گیا۔ اسی طرح وَسْم عَلَی الْخُرْطُوْمِ انتہائی ذلیل کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے (چنانچہ یہ کافر ولید بن مغیرہ، بدر کے دن بری طرح ذلیل ہوا اور تا قیامت اس کی ذلت کا ذکر باقی رہے گا اور مابعد کے بعد کی ذلت کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں چنانچہ) یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کافر کے چہرہ پر قیامت کے دن ایک بدنما داغ ہوگا جس سے وہ تمام کافروں میں الگ پہچانا جائیگا۔ جیسا کہ وہ دنیا میں اپنی حرکات شنیعہ کی وجہ سے ممتاز رہا ہے۔ در اں آیہ میں یہی مراد ہے (کشاف ج۴ ص۱۲۹)

نَسْمَعُ :۔ ہم سنتے ہیں۔ سَمْع سے مضارع جمع متکلم

نَسُوْا :۔ وہ بھول گئے۔ نِسْیَان سے ماضی جمع مذکر غائب۔

نِسْوَۃٌ :۔ عورتیں۔ واحد اِمْرَءَۃٌ (بغیر لفظ خلاف قیاس)

نَسُوْقُ :۔ ہم چلاتے ہیں۔ ہم ہانکتے ہیں۔ ہم ہانکیں گے۔ سَوْق سے مضارع جمع متکلم۔

نَسْیٌ :۔ بفتح نون و بکسر نون وہ چیز جو بھولنے کے قابل ہو اور اس کی کوئی پروا نہ کی جائے۔ جیسے ذِبْحٌ وہ چیز جو ذبح کے لائق ہو۔ یعنی ذبیحہ یا نَسْیٌ مصدر ہے بمعنی مفعول (مَنْسِیٌّ) ایک قراءۃ نَسًا بھی ہے۔ نَسَا پانی ملے ہوئے دودھ کو کہتے ہیں جسے چھوڑ دیا جاتا ہے یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا (اے کاش میں بالکل بھولی بسری جاتی) یہ الفاظ وضع حمل کے وقت حضرت مریم کی زبان سے نکلے (بیضاوی ص۴۱۴)

نَسِیَ :۔ وہ بھولا۔ نِسْیَان سے ماضی واحد مذکر غائب۔

نُسِیَ :- وہ بھلا دیا گیا۔ نِسْیَان سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

نَسِیّ :- بھولنے والا۔ فاعل نِسْیَان سے صفت مشبہ۔

نَسِیْءٌ :- مؤخر کرنا۔ تاخیر و تکبیر کرنا۔ مصدر ہے۔
حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے زمانہ سے ہی حج کا حساب قمری سال کے مطابق ہوتا ہے یعنی ماہ ذی الحجہ مقرر کیا گیا تھا جو قمری سال کا آخری مہینہ ہوتا ہے مگر چونکہ اس حساب سے حج کا موسم معین نہیں تھا کبھی جاڑوں میں ہوتا کبھی گرمیوں میں عرب جیسے گرم اور ریگستانی ملک میں سفر کرنا معمولی کام نہیں ہے نیز تجارتی نقطہ نظر سے بھی یہ موسم مفید نہ تھا۔ ان وجوہ کی بنا پر انہوں نے اہل ہند کی طرح لوند کا مہینہ بڑھا لیا جس سے قمری و شمسی سال دونوں ہم آہنگ ہو جاتے ہیں۔ اور حج کا وقت ان کی خواہش کے مطابق متعین ہو کر رہ گیا۔ اس لوند کی وجہ سے دو خرابیاں پیدا ہوئیں ایک تو یہ کہ بارہ ماہ کی بجائے ہر تیسرے سال تیرہ ماہ شمار کئے جاتے۔ اور دوسرے یہ کہ شہر حرام کی حرمت مؤخر ہو کر دوسرے مہینہ کی طرف منتقل ہو جاتی جو فی الواقع شہر حرام نہ ہوتا یہ امام رازی کی رائے ہے مگر عام طور پر مفسرین نسئی کی تفسیر یہ ذکر کرتے ہیں کہ اہل عرب جنگ و جدال کی خاطر خود کسی حرام مہینہ کے متعلق یہ فیصلہ کر دیتے تھے کہ امسال یہ مہینہ اپنی اصل جگہ نہیں بلکہ فلاں مہینہ کی جگہ ہے۔ مثلاً ماہ محرم شہر حرام ہے۔ اور اس میں جنگ و جدال ممنوع ہے۔ اب اگر انہیں محرم میں جنگ کرنے کی ضرورت پیش آ گئی تو جھٹ یہ فیصلہ کر لیا کہ اس سال محرم کی بجائے صفر ہے اور صفر کی بجائے محرم۔
لیکن امام رازی صرف پہلی تفسیر کو ہی صحیح سمجھتے ہیں بہرحال۔ اِنَّمَا النَّسِیْءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ (نسئی بڑھائی ہوئی بات ہے کفر کے زمانہ میں) الآیہ نے اس غلط رواج کو مٹا دیا۔

نَسِیَا :- وہ دونوں بھول گئے۔ نِسْیَان سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

نِسْیَان :- بھولنا۔ فراموش کرنا۔ باب سمع سے مصدر ہے۔

نَسِیْتَ :- تو بھولا۔ نِسْیَان سے ماضی واحد مذکر غائب۔

نَسِیْتُ :- میں بھولا۔ نِسْیَان سے ماضی واحد متکلم

نَسِیْتُمْ :- تم بھولے۔ نِسْیَان سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

نُنْسِہٖ :- ہم بھلا دیں گے۔ تَنْسِیَۃٌ سے مضارع جمع متکلم

نَسِیْنَا:- ہم بھول گئے۔ ہم نے نظر انداز کر دیا۔ نِسْیَان سے ماضی جمع متکلم۔

نَشَآءُ:- ہم چاہیں۔ مَشِیْئَۃ سے مضارع جمع متکلم مجزوم۔

نَشَآءُ:- ہم چاہتے ہیں۔ ہم چاہیں۔ مَشِیْئَۃ سے مضارع جمع متکلم۔

نَشْاَۃ:- پیدا کرنا۔ پیدائش۔ باب فَتَحَ سے مصدر۔

اَلنَّشْاَۃُ الْاُوْلٰی:- پہلی پیدائش۔

اَلنَّشْاَۃُ الْاُخْرٰی:- پچھلی پیدائش۔ بعث بعد موت (دیکھو سَاعَۃ)

نَشْتَرِیْ:- ہم خریدتے ہیں۔ اِشْتِرَاء سے مضارع جمع متکلم۔

نَشُدُّ:- ہم مضبوط کریں گے۔ شَدّ سے مضارع جمع متکلم۔

نَشْر:- پراگندہ کرنا۔ بکھیرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

نُشِرَتْ:- وہ پھیلائی گئی۔ نَشْر سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

(لم) نَشْرَحْ:- ہم نے کشادہ نہیں کیا۔ شَرْح سے مضارع جمع متکلم۔

نُشْرِكُ:- ہم شریک کرتے ہیں۔ ہم شریک کریں گے ہم شریک کریں۔ اِشْرَاك سے مضارع جمع متکلم (دیکھو شرک)

نَشْط:- بند کھولنا۔ کسی کام کو تیزی اور خوشدلی سے انجام دینا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

نُشُوْر:- اُٹھ کھڑا ہونا۔ مرنے کے بعد جی اٹھنا۔ پھیلنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

(یَوْمُ) النُّشُوْر:- روزِ قیامت (دیکھو سَاعَۃ)

نُشُوْز:- عورت کا اپنے شوہر سے بغض رکھنا اور اس کی نافرمانی کرنا۔ مرد کا بیوی پر سختی کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

نَشْهَدُ:- ہم گواہی دیتے ہیں۔ شَهَادَۃ سے مضارع جمع متکلم (دیکھو شَهَادَۃ)۔

نَصَارٰی:- نصرانی۔ پیروانِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہودیوں کی طرح طرح دینِ اسلام کی دعوت دی اور قسم قسم کے معجزات دکھائے مگر وہ کفر پر اڑے رہے اور ان کے درپے ایذا رہے تو انہوں نے پریشانی کے عالم میں پکارا مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ (اللہ کے راستے میں کون میرا مددگار ہے؟) تو حواریوں کی مٹھی بھر جماعت نے جسے اللہ تعالیٰ نے قبولِ حق کی توفیق سے نوازا تھا۔ جواب دیا نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ آمَنَّا بِاللّٰہِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (ہم ہیں اللہ کے دین کے مددگار ہم اللہ پہ ایمان لائے اور گواہ رہیے کہ ہم اس کے فرماں بردار ہیں)۔ نصرت و حمایت کے اس وعدہ کی بنا پر یہ لوگ

نَصَارٰی کہلائے۔ پھر بعد میں تمام مذہبیاتِ دینِ عیسوی اسی نام سے موسوم ہوئے۔
اس قول کی بناء پر نَصَارٰی نَصْرَان کی جمع ہے۔ جیسے نَدَامٰی نَدْمَان کی۔ اور واحد (نَصْرَان) میں یٔ مبالغہ کے لئے اضافہ کر کے نَصْرَانِی استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اَحْمَر میں یائے مبالغہ اضافہ کر کے اَحْمَرِی (بہت زیادہ سرخ) بنا لیتے ہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ نَصَارٰی نَصْرَانِی کی جمع ہے اور نصرانی شہر ناصرہ* کی طرف منسوب ہے (مندرجہ ذیل)
ناصرہ فلسطین کا وہ شہر ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پرورش پائی۔
صاحب "المنجد" نے جو خود عیسائی ہیں دوسرے ہی قول کو اختیار کیا ہے۔

نُصُب:۔ پتھر بتوں کے تھان۔ نُصُب وہ پتھر جو خانہ کعبہ کے گرد نصب کئے جاتے تھے اور ان کے پاس بتوں کے نام پر قربانی ہوتی تھی۔ جس کا خون ان پتھروں پر چھڑ کا جاتا۔ اہل لغت اس میں مختلف ہیں کہ یہ لفظ جمع ہے یا مفرد۔ جمع ہونے کی صورت میں اس کا واحد نِصَاب یا نُصْب یا نُصْبَۃ ہے۔ اور مفرد ہونے کی صورت میں اس کی جمع اَنْصَاب ہے۔ مشہور شاعر اعشٰی نے اس کا استعمال مفرد کیا

ہے چنانچہ کہتا ہے ؎

وذا النصب المنصوب لا تنسکنہ
لعاقبۃ واللہ ربک فاعبدا

(اور یہ جو پتھر کھڑا ہوا ہے تو اس کی عبادت نہ کر آخرت کی درستی کے لئے بلکہ اپنے خداوند پروردگار ہی کی عبادت کر) بعض لوگ نُصُب کو اصنام (بتوں) کے معنیٰ میں بتلاتے ہیں مگر امام رازیؒ نے اسے بعید قرار دیا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۲۵)

نَصَب:۔ رنج۔ تکلیف۔ مشقت۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

نُصِبَتْ:۔ وہ کھڑی کی گئی۔ قائم کی گئی۔ نَصْب سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

(لن) **نَّصْبِرَ**:۔ ہم ہرگز صبر نہ کریں گے۔ صَبْر سے مضارع جمع متکلم۔

(لَ) **نَصْبِرَنَّ**:۔ ہم ضرور ضرور صبر کریں گے۔ صَبْر سے مضارع جمع متکلم۔ بلام تاکید و نون ثقیلہ

نُصْح:۔ سمجھانا۔ نصیحت کرنا۔ خیر خواہی کرنا۔ باب فَتَحَ سے مصدر۔

نَصَحْتُ:۔ میں نے خیر خواہی کی۔ (بصلہ لام) نُصْح سے ماضی واحد متکلم۔

نَصَحُوْا:۔ انہوں نے خیر خواہی کی۔ انہوں نے اخلاص کیا۔ نُصْح سے ماضی جمع مذکر غائب۔ (دیکھو نَاصِحِيْنَ)

(ل) نَصَّدَّقَنَّ:۔ ہم ضرور خیرات کرینگے۔ تَصَدَّق مضارع جمع متکلم۔ اصل میں لَنَتَصَدَّقَنَّ تھا۔ تاء کو صاد سے بدل کر ادغام کر دیا گیا۔

نَصْر:۔ مدد کرنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

نَصَرَ:۔ اس نے مدد کی۔ نَصْر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

نَصْرَانِیّ:۔ عیسائی۔ جمع نَصَارٰی (دیکھو نَصَارٰی)

نَصْرِفُ:۔ ہم پھیر دیں۔ صَرْف سے مضارع جمع متکلم۔

نُصَرِّفُ:۔ ہم گردش دیتے ہیں۔ پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں۔ تَصْرِیف سے مضارع جمع متکلم۔

نَصَرْنَا:۔ ہم نے مدد کی۔ نَصْر سے ماضی جمع متکلم

نَصَرُوْا:۔ انہوں نے مدد کی۔ نَصْر سے ماضی جمع مذکر غائب۔

نِصْف:۔ آدھا۔

نُصْلِی:۔ ہم داخل کریں گے (آگ میں) اِصْلَاء سے مضارع جمع متکلم۔

نَصُوْح:۔ خالص۔ صاف۔ نُصْح سے مبالغہ کا صیغہ

نَصِیْب:۔ حصہ۔ معین۔ قسمت۔ جمع اَنْصِبَاء و نُصُب۔

نُصِیْبُ:۔ ہم پہنچتے ہیں۔ ہم پہنچاتے ہیں (بصلہ با) اِصَابَۃ سے مضارع جمع متکلم۔

نَصِیْر:۔ مددگار۔ نَصْر سے مبالغہ کا صیغہ۔ جمع اَنْصَار۔

نَضَّاخَتَانِ:۔ شدت سے جوش مارنے والے (دو چشمے) نَضَّاخَۃ کا تثنیہ بحالتِ رفعی۔ نَضْخ سے مبالغہ کا صیغہ

نَضِجَتْ:۔ وہ پک گئی۔ وہ جل گئی۔ نُضْج سے ماضی واحد مؤنث غائب

نَضْرِبُ:۔ ہم بیان کرتے ہیں (بصلہ عن) ہم پھیر دیں گے۔ ضَرْب سے مضارع جمع متکلم۔

نَضْرَۃ:۔ تازگی۔ شادابی۔ رونق۔ باب کَرُمَ و سَمِعَ سے مصدر۔

نَضْطَرُّ:۔ ہم مجبور کریں گے۔ ہم کھینچ لے جائیں گے۔ اِضْطِرَار سے مضارع جمع متکلم۔

نَضَعُ:۔ ہم رکھیں گے۔ وَضْع سے مضارع جمع متکلم

نَضِیْدٌ:۔ تہ بہ تہ۔ مرتب۔ نَضْد سے فَعِیْل بمعنی مفعول۔

نُضِیْعُ:۔ ہم ضائع کریں گے۔ ہم ضائع کرتے ہیں۔ اِضَاعَۃ سے مضارع جمع متکلم۔

نَطْبَعُ:۔ ہم مہر لگاتے ہیں۔ ہم مہر لگا دیں گے طَبْع سے مضارع جمع متکلم (دیکھو طَبْع)

نُطْعِمُ:۔ ہم کھانا کھلاتے ہیں۔ اِطْعَام سے مضارع جمع متکلم۔

نُطْفَۃ:۔ منی کا قطرہ۔ جمع نُطَف۔

نَطْمِسَ :- ہم مٹا دیں۔ ہم بے نشان کر دیں
طَمْسٌ سے مضارع۔ جمع متکلم۔ منصوب
طَمْس کے معنی ہیں کسی چیز کا نشان زائل کر دینا
اسے مٹا کر یا چھپا کر۔ چنانچہ طُمِسَ الدَّار
کے معنی یہ ہیں کہ مکان کے آثار مٹا دیئے گئے۔
خواہ اس طرح کہ اس کے پتھر وغیرہ دوسری جگہ
منتقل کر دیئے گئے ہوں یا ریت کی چادروں
میں وہ چھپ گئے ہوں۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے
یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ اٰمِنُوْا بِمَا
نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ
نَّطْمِسَ وُجُوْھًا فَنَرُدَّھَا عَلٰٓی اَدْبَارِھَا
(اے اہل کتاب تم ایمان لاؤ اس کتاب
پر جو ہم نے نازل کی جو تصدیق کر رہی ہے
اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے اس سے
پہلے کہ ہم بے نشان کر دیں چہروں کو پس پلٹ
دیں ان کو الٹی طرف) یہاں طمس وجوہ
کی تفسیر میں مختلف اقوال مروی ہیں۔
حضرت ابن عباس کا قول یہ ہے کہ اے اہل
کتاب اس سے پہلے کہ ہم تم کو اندھا کر دیں
اور تمہارے چہرے گدیوں پر پلٹ دیں۔
مگر حافظ ابن کثیرؒ نے اس قول کے نقل کے بعد
فرمایا ہے کہ یہ ایک تمثیل ہے جس سے اہل کتاب
کو راہ حق سے ہٹا کر باطل کی طرف پھیر دینا مراد ہے

مجاہدؒ کا قول ہے کہ نَطْمِسَ وُجُوْھًا اے عن
صراط الحق فَنَرُدَّھَا عَلٰٓی اَدْبَارِھَا ای
فی الضلال یعنی اس سے پہلے کہ ہم تم کو حق
کے راستہ سے اندھا کر دیں اور تمہارا رخ گمراہی
کی طرف پھیر دیں۔ سدیؒ سے بھی تقریباً یہی
معنی منقول ہیں۔

ابوزیدؒ کا قول ہے کہ نَرُدَّھَا عَلٰٓی اَدْبَارِھَا
سے مراد ہے کہ تم کو ملک حجاز سے نکال کر دیں
ملک شام جانے پر مجبور کر دیں (ابن کثیر سے)؛
ابوزیدؒ کی تفسیر میں وُجُوْہ سے مراد اشخاص
ہوں گے۔ اور طمس وجوہ سے مراد ان کو
حجاز سے بے نام و نشان کر دینا ہوگا۔ جیسا
کہ رسول اکرم صلعم کے آخر عہد میں ہوا۔ امام رازی
نے یہ تفسیر بھی کی ہے کہ وُجُوْہ سے مراد
وَجَاھَۃ ہیں یعنی رؤسا و قریش اور معنی یہ ہیں
اس سے پہلے کہ ہم تمہارے سرداروں کو ذلیل کریں
واضح رہے کہ ان اقوال تفسیری سے مسخ
صوری کا انکار مقصود نہیں تھا۔ کیونکہ آیہ کا
دوسرا ٹکڑا یہ ہے اَوْ نَلْعَنَھُمْ کَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ
السَّبْتِ (یا ہم ان پر لعنت کریں جیسے لعنت
کی اصحاب سبت پر) اور اصحاب سبت کے تعذیب
میں مذکور ہے کہ ان کی صورتوں کو مسخ کر
کے بندر اور سور بنا دیا گیا تھا۔

نَطْمَعُ:۔ ہم امید کرتے ہیں۔ ہم خواہش کرتے ہیں
طَمَعٌ سے مضارع جمع متکلم۔

نَطْوِیْ:۔ ہم لپیٹیں گے۔ طَیٌّ سے مضارع جمع متکلم

نَطِیْحَۃٌ:۔ سینگ مارنے سے مرا ہوا۔ نَطْحٌ
سے فَعِیْلَۃٌ بمعنے مفعول (جو جانور کسی دوسرے
جانور کے سینگ سے مر جائے۔ وہ مردار ہے اور اُس
کا کھانا حرام ہے۔) تفصیل کیلئے دیکھو مُنْخَنِقَۃٌ

نُطِیْعُ:۔ ہم فرمانبرداری کرتے ہیں۔ ہم فرمانبرداری
کریں گے۔ اِطَاعَۃٌ سے مضارع جمع متکلم

نَظَرٌ:۔ نگاہ۔ (جمع اَنْظَارٌ) دیکھنا۔ باب
نَصَرَ سے مصدر۔

نَظَرَ:۔ اس نے دیکھا۔ نَظَرٌ سے ماضی واحد
مذکر غائب۔

نَظْرَۃٌ:۔ ایک بار دیکھنا۔ مصدر برائے مرت

نَظِرَۃٌ:۔ مہلت۔ ڈھیل۔ تاخیر۔ دیر۔

نَظَلُّ:۔ ہم رہتے ہیں۔ فعل ناقص مضارع
جمع متکلم۔

نَظُنُّ:۔ ہم گمان کرتے ہیں۔ ظَنٌّ سے مضارع
جمع متکلم۔ (دیکھو ظَنٌّ)

نِعَاجٌ:۔ بھیڑیں۔ دنبیاں۔ واحد نَعْجَۃٌ

نُعَاسٌ:۔ اونگھ۔ نیند۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

نَعْبُدُ:۔ ہم عبادت کرتے ہیں۔ بندگی کرتے ہیں۔
عِبَادَۃٌ سے مضارع جمع متکلم۔ حافظ ابن قیم
رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں کہ "عبادت کے مفہوم
میں دو چیزیں داخل ہیں: انتہائی محبت
اور انتہائی فروتنی و اظہار عاجزی۔ ان دونوں
حقیقتوں کا نام عبادت ہے۔ پس اگر تم کسی سے
محبت رکھتے ہو، لیکن اسکے سامنے فروتنی اور
خضوع اختیار نہیں کرتے تو تم اس کے عابد نہیں
اسی طرح اگر تم اس کے احکام کے سامنے سر تسلیم
خم کر دیتے ہو۔ اور اس کے لئے تمہارے اندر فروتنی
و خشوع بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ لیکن تمہارے
دل میں اسکی محبت نہیں تو یہ بھی عبادت نہ
ہوگی۔ پس اللہ کا حقیقی عبادت گزار بندہ وہ
ہے جو اپنے دل میں سب سے زیادہ اللہ کی محبت
رکھتا اور اس کے حضور عجز و فروتنی اور انتہائی
خضوع و خشوع برتتا ہے (تفسیر القیم لابن قیم
ص ۲۷)۔ آیت کریمہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ میں جمع متکلم کا صیغہ
اختیار کرنے میں امام رازیؒ نے چند نکات بیان
فرمائے ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے۔
اس سے نماز باجماعت کی پابندی کرنے
صفوف جہاد میں اجتماعی قوت کے ساتھ سرگرم
کار رہنے اور جملہ اعمال حیات میں باہم
متحد و منظم رہنے کی طرف اشارہ ہے۔ نماز
باجماعت کی تاکید کا اندازہ اس سے ہو سکتا
ہے کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے

التکبیرۃ الاولیٰ فی صلوٰۃ الجماعۃ خیر من الدنیا وما فیہا (جماعت کی نماز میں تکبیرۂ اولیٰ کا پالینا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔)

نَعْجَةٌ:۔ دنبی۔ بھیڑی۔ جمع نِعَاج۔

(لَنْ) نُعْجِزَ:۔ ہم ہرگز عاجز نہ کرسکیں گے اِعْجَاز سے مضارع جمع متکلم منفی مؤکد بہ لَنْ

نَعُدْ:۔ ہم لوٹیں گے۔ عَوْد سے مضارع جمع متکلم مجزوم۔

نَعُدُّ:۔ ہم شمار کرتے ہیں۔ عَدّ سے مضارع جمع متکلم۔

نُعَذِّبُ:۔ ہم عذاب دیں گے۔ تَعْذِیب سے مضارع جمع متکلم۔

نَعْفُ:۔ ہم معاف کردیں (بصلہ عن) عَفْو سے مضارع جمع متکلم۔

نَعْقِلُ:۔ ہم سمجھتے عَقْل سے مضارع جمع متکلم (دیکھو تَعْقِلُوْن)

نَعْلَمُ:۔ ہم جانتے ہیں۔ عِلْم سے مضارع جمع متکلم

نُعَلِّمُ:۔ ہم سکھلاتے ہیں۔ تَعْلِیم سے مضارع جمع متکلم۔

نَعْلَیْ:۔ دو جوتیاں۔ نَعْل کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔ اصل میں نَعْلَیْنِ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

نُعْلِنُ:۔ ہم ظاہر کرتے ہیں۔ اِعْلَان سے مضارع جمع متکلم۔

نِعَمٌ:۔ نعمتیں۔ واحد۔ نِعْمَة۔

نِعْمَ:۔ اچھا ہے۔ خوب ہے (فعل مدح ہے)

نَعَمٌ:۔ چارپایہ۔ اونٹ۔ بھیڑ۔ بکری۔ گائے۔ جمع اَنْعَام۔ مگر یہ مفرد مستعمل نہیں یا نادر الاستعمال ہے۔ اَنْعَام کا اطلاق نر و مادہ دونوں پر ہوتا ہے۔

نَعَمْ:۔ ہاں۔ (حرف ایجاب ہے)

نَعَّمَ:۔ اس نے نعمت دی۔ تَنْعِیْم سے ماضی واحد مذکر غائب۔

نَعْمَاء:۔ نعمتیں۔ نِعْمَة کا اسم جمع۔

نِعِمَّاهِيَ:۔ وہ کیا ہی اچھی ہے (اصل میں نِعْمَ مَاهِيَ تھا۔ دونوں میموں میں ادغام ہوگیا اور عین پر جوار نون کی وجہ سے کسرہ آگیا۔)

نِعْمَةٌ:۔ نعمت۔ خوشحالی فضل۔ احسان۔ کرم۔ جمع نِعَم۔ اَنْعُم۔

نُعَمِّرُ:۔ ہم عمر دیتے ہیں۔ تَعْمِیر سے مضارع جمع متکلم۔

(لَمْ) نُعَمِّرْ:۔ ہم نے عمر نہیں دی۔ تَعْمِیر سے مضارع جمع متکلم نفی جحد۔

نَعْمَلُ:۔ ہم کام کریں گے۔ عَمَل سے مضارع جمع متکلم۔

كُنَّا نَعْمَلُ :- ہم کام کرتے تھے۔ ماضی استمراری جمع متکلم۔

نَعُوْدُ :- ہم لوٹیں۔ عَوْد سے مضارع جمع متکلم

نُعِيْدُ :- ہم لوٹائیں گے۔ ہم اعادہ کریں گے۔ اِعَادَة سے مضارع جمع متکلم۔

نَعِيْم :- بڑی نعمت۔ عیش۔ آرام۔ چین۔

(لم) نُغَادِرْ :- ہم نے نہیں چھوڑا۔ مُغَادَرَة سے مضارع جمع متکلم نفی جحد۔

نُغْرِقْ :- ہم ڈبو دیں۔ اِغْرَاق سے مضارع جمع متکلم۔

نُغْرِيَنَّ :- ہم ضرور بھڑکا دیں گے۔ اصل لفظ لَنُغْرِيَنَّ ہے اِغْرَاء سے مضارع جمع متکلم مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

نَغْفِرْ :- ہم بخشیں گے۔ غُفْرَان سے مضارع جمع متکلم (دیکھو غافر)

نَفّٰثٰت :- نَفْث سے مبالغہ جمع مؤنث، واحد نَفَّاثَة۔ نَفْث کے معنی ہیں تھوڑے تھوک کے ساتھ پھونک مارنا۔ اس مناسبت سے سانپ کا اپنا زہر اگلنا بھی نفث کہلاتا ہے آیت کریمہ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ (اور میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں گرہوں میں نفث کرنے والیوں کی برائی سے) میں اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ نفاثات سے جادو کرنے والی عورتیں مراد ہیں چنانچہ سورۂ فلق اور سورۂ ناس کا شان نزول یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مدینہ میں جادو کیا گیا جس کا اثر یہ ہوا کہ آپ پر دنیوی معاملات میں ذہول ونسیان طاری ہو گیا۔ تھا کہ آپ کسی کام کے متعلق یہ خیال فرماتے کہ میں یہ کر چکا ہوں۔ حالانکہ آپ نے وہ نہ کیا ہوتا؟ حدیث صحیح بخاری میں موجود ہے کہ لبید بن اعصم یہودی نے آپ کے ساتھ یہ کی تھی۔ ایسے النَّفّٰثٰت کا موصوف مقدر حافظ ابن تیمیہ کے نزدیک النُّفُوس یا الجَمَاعَات ہے۔ اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ لبید نے یہ جادو اپنی بیٹیوں کے ذریعہ کرایا تھا اس صورت میں مقدر ماننے کی ضرورت نہیں۔

ابو مسلم اصفہانی نے النَّفّٰثٰت کو اس کے مجازی معنی یعنی عورتوں پر ہی محمول کیا ہے اور عُقَدْ (عُقْدَةٌ کی جمع بمعنی گرہ کی جمع) کو عزیمۃ، ارادوں اور معاملات وعقود کے معنی میں لیا ہے۔ گویا آیت میں ان عورتوں سے پناہ لینے کا حکم دیا گیا ہے جو مردوں کے عزائم و معاملات کو ایک پھونک سے ختم کر دیتی ہیں اور ان میں شر اور فساد کا زہر ملا دیتی ہیں۔

قاموس ص۳۹

امام رازی نے اس تفسیر کو پسند کیا ہے مگر یہ روایات پر مبنی نہیں۔

نَفَادٌ:۔ ختم ہونا۔ باب سَمِعَ سے مصدر۔

نِفَاقٌ:۔ منافق ہونا۔ باب مفاعلہ سے مصدر (دیکھو مُنَافِقَات)

نَفْتِنُ:۔ ہم آزمائیں۔ فُتُوْن سے مضارع جمع متکلم۔ (دیکھو فِتْنَۃ)

نَفْحَۃٌ:۔ ہوا کا ایک جھونکا۔ جمع نَفَحَات مصدر برائے مرّۃ۔

نَفَخَ:۔ اس نے پھونکا۔ نَفْخٌ سے ماضی واحد مذکر غائب (دیکھو نَفَخْتُ)

نُفِخَ:۔ وہ پھونکا گیا۔ نَفْخٌ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

نَفْخَۃٌ:۔ ایک مرتبہ پھونکنا۔ نَفْخٌ سے مصدر معنی مرہ۔ قیامت کے روز حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے جس کی وجہ سے تمام کائنات پر موت طاری ہو جائے گی پھر ایک نامعلوم مدت کے بعد حکم ایزدی اسرافیلؑ زندہ ہو کر دوبارہ صور پھونکیں گے جس سے تمام مردے جی اٹھیں گے۔ سورہ النازعات میں نفخۃ اُولیٰ کو رَاجِفَۃ اور نفخۃ ثانیہ کو رَادِفَۃ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(صحیح البخاری ج ۲)۔

نَفَخْتُ:۔ میں نے پھونکا۔ میں پھونک دونگا نَفْخٌ سے ماضی واحد متکلم۔

قرآن کریم میں واقعہ تخلیق آدم (علیہ السلام) کے ذکر میں فرمایا گیا ہے فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ (جب میں اس کا پتلا ٹھیک کر دوں (کہ روح انسانی فائض کرنے کے قابل ہو جائے) پھر اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اے فرشتو! تم اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے گر پڑنا) الحجر ۲۹- حضرت استاذ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ یہاں روح کی ذات باری تعالیٰ کی طرف اضافت کے وجوہ ایک مختصر مگر بے حد جامع نوٹ میں بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

روح کی اضافت جو اپنی طرف کی یہ محض تشریف و تکریم اور روح انسانی کا امتیاز ظاہر کرنے کیلئے یعنی وہ خاص جان جس میں نمونہ ہے میری صفت (علم و تدبیر وغیرہ) کا اور جو اصل فطرت سے مجھے یاد کرنے والی اور بہ سبب خصوصی لطافت کے مجھ سے نسبۃً قریبی علاقہ رکھنے والی ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔ اگر آفتاب کو قوت گویائی مل جائے اور وہ کہے کہ میں نے اپنے نور کا فیض زمین کو پہنچایا۔ تو کیا یہ لفظ "اپنا نور" غلط ہو گا جب یہ کہنا صحیح ہے۔ حالانکہ نہ آفتاب زمین میں

حلول کرتا ہے۔ نہ اس کا نور اس سے جدا ہوتا ہے بلکہ زمین سے لاکھوں میل دور رہ کر بھی روشنی کی باگ اسی کے قبضہ میں ہے۔ زمین کا کچھ نقصان نہیں ہوتا بجز اس کے کہ اس سے بقدر اپنی وسعت کے نفع حاصل کرتی ہے تو ذرا سوچو اگر خدا کا یہ فرمانا کہ میں نے آدم میں اپنی روح پھونکی حلول و اتحاد وغیرہ کی دلیل کیسے بن سکتی ہے۔

نَفَخْنَا:۔ ہم نے پھونکا۔ نَفْخٌ سے ماضی جمع متکلم

نَفِدَ:۔ وہ ختم ہوا۔ نَفَادٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

نَفِدَتْ:۔ وہ ختم ہوئی۔ نَفَادٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

نَفَرٌ:۔ جماعت۔ تین سے دس تک کی جماعت کے لئے نَفَرٌ کا استعمال ہوتا ہے۔

نَفَرَ:۔ وہ نکلا۔ نَفَادٌ۔ نَفْرٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔ نَفْرٌ کے معنی جماعت کی صورت میں جنگ وغیرہ کے لئے نکلنے کے ہیں۔

نَفْرُغُ:۔ ہم فارغ ہونگے۔ ہم متوجہ ہونگے فَرَاغٌ سے مضارع جمع متکلم۔

(لَا) نُفَرِّقُ:۔ ہم نہیں تفریق کرتے ہیں تَفْرِيْقٌ سے مضارع جمع متکلم۔

نَفْسٌ:۔ شخص۔ ذات۔ اصل۔ دل۔ جان۔ جمع نُفُوْسٌ۔ قرآن کریم میں نَفْسٌ ان تمام معانی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً يَا اَيُّهَا النَّاسُ قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (اے لوگو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے) میں "ذات" مراد ہے اور يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ (اے لوگو تم ڈرو اپنے رب سے جس نے تم کو پیدا کیا ایک اصل سے) میں "اصل" مراد ہے اور وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ (اور تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے پس تم اس سے ڈرو) میں "دل" مراد ہے اور اَخْرِجُوْا اَنْفُسَكُمْ (نکالو تم اپنی جانیں) میں "جان"۔ اور مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ (اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا) میں "شخص" مراد ہے۔

نفس بمعنی دل یا جی کی مختلف احوال کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں مُطْمَئِنَّةٌ لَوَّامَہ اور اَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ۔ (تفصیل کے لئے دیکھو لفظ مُطْمَئِنَّةٌ)

نُفْسِدُ:۔ ہم فساد برپا کریں۔ فَسَادٌ سے مضارع جمع متکلم۔

نَفَشَتْ:۔ وہ رات کو روند گئی۔ نَفْشٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

نُفَصِّل:۔ ہم کھول کر بیان کرتے ہیں۔ تَفْصِیْل سے مضارع جمع متکلم۔

نُفَضِّلُ:۔ ہم بڑائی دیتے ہیں۔ تَفْضِیْل سے مضارع جمع متکلم۔

نَفْع:۔ فائدہ پہنچانا۔ باب فَتَحَ سے مصدر۔

نَفَعَ:۔ اس نے فائدہ پہنچایا۔ نَفْع سے ماضی واحد مذکر غائب۔

نَفَعَتْ:۔ اس نے فائدہ دیا۔ نفع سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

نَفْعَلُ:۔ ہم کرتے ہیں۔ ہم کریں۔ فِعْل سے مضارع جمع متکلم۔

نَفَق:۔ راہ تنگ۔ سرنگ۔

نَفَقَات:۔ خرچ۔ عطیات۔ واحد نَفَقَة

نَفْقِدُ:۔ ہم گم پاتے ہیں۔ فَقْد سے مضارع جمع متکلم

نَفْقَهُ:۔ ہم سمجھتے ہیں۔ فِقہ سے مضارع جمع متکلم۔ (دیکھو یَفْقَهُوْنَ)

نُفُوْر:۔ بھاگنا۔ نفرت کرنا۔ باب ضرب سے مصدر

نُفُوْس:۔ جانیں۔ واحد نفس (دیکھو نفس)

نَفِیْر:۔ جماعت۔ گروہ۔

نُقَاتِل:۔ ہم جنگ کرتے ہیں۔ مُقَاتَلَة سے مضارع جمع متکلم۔

نُقُب:۔ سوراخ جمع نَقْب۔ نَقْب اس سوراخ کو کہتے ہیں جو دیوار یا چہرہ میں کیا جائے

نَقَّبُوْا:۔ وہ خوب پھرے۔ انہوں نے خوب سیر کی تَنْقِیْب سے ماضی جمع مذکر غائب۔

نَقْتَبِسْ:۔ ہم چنگاری لے لیں (یعنی تم سے مدد اٹھالیں۔ اِقْتِبَاس سے مضارع جمع متکلم قَبَس اس شعلہ کو کہتے ہیں جس کو لیا جائے اور اِقْتِبَاس کے معنیٰ ہیں آگ کی چنگاری لینا پھر یہ مجازاً طلب علم و تحصیل ہدایت کے لئے استعمال ہونے لگا۔ مگر قرآن کریم میں جو حشر کے ذکر میں جو منافقوں کا یہ قول مذکور ہے اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُوْرِكُمْ (اے مومنو! ذرا ٹھیرو۔ کہ ہم بھی تمہاری روشنی سے فائدہ اٹھالیں۔ میں اِقْتِبَاس کے اصل معنیٰ مراد ہیں۔

نَقْتُلُ:۔ ہم قتل کریں گے قَتْل سے مضارع جمع متکلم

نُقَتِّلُ:۔ ہم خوب قتل کریں گے۔ تَقْتِیْل سے مضارع جمع متکلم۔ اس میں باب تفعیل کی خاصیت تکثیر موجود ہے۔

(لَنْ) نَقْدِرَ:۔ ہم ہرگز تنگی نہ ڈالیں گے ہم قادر نہ ہوں گے۔ جمع مضارع متکلم منفی مؤکد بہ لَنْ معنی اول میں قَدْر اور معنے ثانی میں قُدْرَت سے ہے (تفصیل کے لئے دیکھو تَقْدِیْر اور یونس ۲)

نُقَدِّسُ:۔ ہم پاک کرتے ہیں۔ ہم پاکی بیان کرتے

ہیں۔ تَقْدِیْس سے مضارع جمع متکلم
قَدَّسَ فِي الْاَرْضِ کے معنے ہیں وہ زمین میں چلا اور دور نکل گیا۔ اسی سے تَقْدِیْس کے معنے ہوئے دور کرنے کے پھر تَقْدِیْس تطہیر یعنی پاک کر دینے کے معنے میں استعمال ہونے لگا۔ کیونکہ تطہیر بھی نجاست ظاہری یا باطنی سے دور کرنا ہی ہوتا ہے۔
قرآن کریم میں جو فرمایا گیا ہے نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ تو معنی یہ ہیں کہ اے خدا ہم تیری تعریف بیان کرتے ہوئے تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ اور تیرے واسطے اپنے نفوس کو گندگیوں سے پاک کرتے ہیں۔ اس صورت میں لام اَجْل، واسطے، کے معنی میں ہوگا یا تقدیس کے معنے بھی تسبیح کی طرح پاکی بیان کرنے کے لئے جائیں تو اس صورت میں لام زائد ہوگا۔ (بیضاوی تفسیر)

نَقْذِفُ :۔ ہم پھینک مارتے ہیں۔ قَذْف سے مضارع جمع متکلم۔

نُقِرَّ :۔ ہم ٹھیراتے ہیں۔ اِقْرَار سے مضارع جمع متکلم

نُقِرَ :۔ وہ پھونکا گیا۔ نَقْر سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

نَقْرَءُ :۔ ہم پڑھیں۔ قِرَاءَة سے مضارع جمع متکلم

نُقْرِئُ :۔ ہم پڑھائیں گے۔ اِقْرَاء سے مضارع جمع متکلم

نَقْصٌ :۔ کم کرنا۔ گھٹانا۔ باب نَصَرَ سے مصدر

نَقُصُّ :۔ ہم بیان کرتے ہیں۔ قَصَص سے مضارع جمع متکلم۔

(لَمْ) نَقْصُصْ :۔ ہم نے بیان نہیں کیا۔ قَصَص سے مضارع نفی جمع متکلم مجزوم

(لَ) نَقُصَّنَّ :۔ ہم ضرور ضرور بیان کریں گے مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ

نَقْضٌ :۔ توڑنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر

نَقَضَتْ :۔ اس نے توڑا۔ نَقْض سے ماضی واحد مونث غائب۔ نَقْض اصل میں رسی یا دھاگہ توڑ دینے کے معنے میں آتا ہے۔ پھر معاہدہ توڑ دینے کے لئے مستعمل ہونے لگا۔

نَقْعٌ :۔ گرد و غبار۔

(کُنَّا) نَقْعُدُ :۔ ہم بیٹھتے تھے۔ قُعُوْد سے ماضی استمراری جمع متکلم۔

نُقَلِّبُ :۔ ہم پلٹتے ہیں۔ ہم کروٹ دلاتے ہیں تَقْلِیْب سے مضارع جمع متکلم۔

نَقَمُوْا :۔ انہوں نے ناپسند کیا۔ انہوں نے سزا دی، انہوں نے انتقام لیا۔ نَقْم سے ماضی جمع مذکر غائب۔ نَقْم کے معنی ناپسند کرنا ہیں یہ ناپسندیدگی صرف زبان سے ہو یا جوارح سے سزا دے کر۔

نَقُوْلُ :۔ ہم کہتے ہیں۔ ہم کہیں گے قول سے مضارع جمع متکلم

لَنَقُولَنَّ: بے شک ہم کہہ دیں گے۔ مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

نَقِیبٌ: سردار۔ نَقَابَۃٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔ جمع نُقَبَاءُ۔

نَقْبٌ کے معنی سوراخ کرنا ہیں اور اسی مادہ سے نَقَابَۃٌ قوم کی نگرانی اور انکے حالات کے کھوج لگانے کے معنی میں آتا ہے اسی سے نقیب مبالغہ کا صیغہ۔ سردار قوم کے معنی میں ہے قرآن کریم میں یہ لفظ بنی اسرائیل کے سرداروں کیلئے استعمال کیا گیا ہے وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا اور ہم نے مقرر کئے ان میں سے بارہ سردار۔ قوم فرعون سے نجات پانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ارض موعود ملک شام کو فتح کرنے کا حکم دیا۔ اور ان کے ہر خاندان پر ایک سردار مقرر کیا۔ جو ان کے حالات کا نگراں ہو (بیضاوی) حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے۔ کہ اسی طرح بیعت رضون کی رات کو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کی طرف سے دین کی نصرت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و اعانت کیلئے بارہ نقیب نامزد فرمائے۔ تین قبیلہ اوس کے اور نو قبیلہ خزرج کے (ابن کثیر ج۲)۔

نَقِیرًا: کھجور کی گٹھلی کا شگاف (مراد حقیر چیز) نَقْرٌ سے فعیل بمعنے مفعول۔

نُقَیِّضُ: ہم مسلط کر دیتے ہیں۔ ہم چسپاں کر دیں گے۔ تَقْیِیضٌ سے مضارع جمع متکلم مجزوم۔

تَقْیِیضٌ کے معنی ہیں کسی چیز کو کسی چیز سے ملا دینا چسپاں کر دینا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ (الزخرف) یعنی جو شخص ذکر خدا سے اندھا بن جاتا ہے تو ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں پس وہ برا ساتھی ہے مقصد یہ کہ مال و دولت اور جاہ و عزت کا غرور باطل جیسے چوندھیا دے اور وہ نور حق دیکھنے اور سیدھی راہ چلنے کی کوشش نہ کرے تو وہ شیطان کا ہمنشیں و رفیق بن جاتا ہے۔ مگر شیطان بہت برا رفیق ہے۔ اس سے کسی خیر کی توقع رکھنا غلط ہے اس کے دشمن ہمیشہ فائدہ میں رہتے ہیں۔ اور وہ اپنے دوستوں کو ہمیشہ زک پہنچاتا ہے۔

تفسیر کبیر ج ، ص۲۲۷۔

(لَا) نُقِیْمُ: ہم نہ قائم کریں گے۔ اِقَامَۃٌ سے مضارع جمع متکلم۔

(لَمْ) نَكُ: ہم نہیں تھے۔ کَوْنٌ سے مضارع نفی جحد جمع متکلم۔ اصل میں لَمْ نَكُنْ تھا خلاف قیاس آخر سے نون ساقط ہو گیا۔

نِکَاحٌ: نکاح، بیاہ۔ جماع۔ جماع کرنا باب ضرب

سے مصدر۔ بعض اہل لغت نے لکھا ہے کہ نکاح
کے اصل معنی جماع کے ہیں۔ پھر نکاح کے معنی میں
استعارہ ہوا ہے مگر امام راغب اصفہانی فرماتے
ہیں کہ یہ ناممکن ہے کیونکہ اہل عرب شرمناک
باتوں کا ذکر کنایہ کے طور پر کرتے تھے مثلاً موافقت
بول کر جماع مراد لیتے تھے پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ
پسندیدہ فعل (نکاح) کیلئے ناپسندیدہ لفظ
استعمال کرتے بلکہ نکاح کے اصل معنی نکاح (بیاہ)
ہیں پھر استعارۃً جماع کیلئے استعمال ہوا ہے۔

نَکَال:۔ عذاب۔ سزا۔ عبرت انگیز سزا۔

نَکْتُبُ:۔ ہم لکھتے ہیں۔ ہم لکھیں گے۔ کِتَابَۃ سے
مضارع جمع متکلم۔

نَکْتَلْ:۔ ہم پیمانہ بھر کر لیں۔ اِکْتِیَال سے مضارع جمع
متکلم مجزوم۔ کَیْل غلہ کے پیمانہ کو کہتے ہیں اسی
سے اِکْتِیَال کے معنی ہیں پیمانہ بھر کر غلہ لینا۔ حضرت
یوسف کے واقعہ میں یہ پیمانہ ایک اونٹ کی بھرائی تھی۔

نَکْتُمُ:۔ ہم چھپاتے ہیں۔ کَتْم سے مضارع جمع متکلم

نَکَثَ:۔ اس نے عہد شکنی کی۔ نَکْث سے ماضی
واحد مذکر غائب۔

نَکَثُوْا:۔ انہوں نے عہد توڑا۔ نَکْث سے ماضی جمع
مذکر غائب۔

نَکَحَ:۔ اس نے نکاح کیا۔ نِکَاح سے ماضی واحد
مذکر غائب۔

نَکَحْتُمْ:۔ تم نے نکاح کیا۔ نِکَاح سے ماضی جمع
مذکر حاضر۔

نَکِدٌ:۔ مشکل سے نکلنے والا۔ ناقص۔ نَکَد سے صفت مشبہ

(لَا) نُکَذِّبُ:۔ ہم نہیں جھٹلاتے ہیں تکذیب
سے مضارع منفی جمع متکلم۔

نُکْرٌ:۔ ناپسندیدہ۔ نامعقول۔ عجیب۔ نَکَارَۃ
سے صفت کا صیغہ۔ ک کے ضمہ اور سکون کیساتھ
قرآن کریم میں دونوں طرح آیا ہے (دیکھو مُنْکَر)

نَکِرَ:۔ اس نے نہ پہچانا۔ اجنبی سمجھا۔ بدگمان ہوا
نُکْر سے ماضی واحد مذکر غائب۔

نَکِّرُوْا:۔ تم روپ بدل دو، شکل بدل دو تنکیر
سے امر جمع مذکر حاضر۔

نَکْسُوْ:۔ ہم پہناتے ہیں کِسْوۃ سے مضارع جمع
متکلم۔

نُکِسُوْا:۔ وہ اوندھے ڈالے گئے۔ نَکْس سے
ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

نَکَصَ:۔ وہ پھر گیا۔ نُکُوص سے ماضی واحد مذکر غائب

نَکْفُرُ:۔ ہم کفر کرتے۔ ہم منکر ہیں۔ کُفْر سے مضارع
جمع متکلم (دیکھو اُکْفُرْ)۔

نُکَفِّرُ:۔ ہم دور کریں گے۔ ہم مٹا دیں گے۔ تکفیر
سے مضارع جمع متکلم۔

نِکْل:۔ بیڑی۔ لوہے کا لگام۔ جمع اَنْکَال۔

(لَا) نُکَلِّفُ:۔ ہم نہیں ذمہ دار بناتے ہیں۔ ہم تکلیف

نہیں دیتے ہیں۔ تکلیف سے مضارع منفی جمع متکلم (دیکھو یُکَلِّفُ)۔

نُکَلِّمُ:۔ ہم بات کریں۔ تکلیم سے مضارع جمع متکلم

نَکُنْ:۔ ہم ہوں۔ کون سے مضارع جمع متکلم مجزوم

(لَمْ) نَکُنْ:۔ ہم نہیں تھے۔ مضارع جمع متکلم نفی جحد

نَکُوْنُ:۔ ہم ہوں گے۔ ہو جائیں۔ کون سے مضارع جمع متکلم۔

(لَ) نَکُوْنَنَّ:۔ ہم یقیناً ہو جائیں گے۔ مضارع جمع متکلم کا لام تاکید و نون ثقیلہ۔

نَکِیْرِ:۔ انکار۔ بدل ڈالنا۔ سخت عذاب۔ نکیر اسم ہے۔ اِنکار سے بمعنی انکار و تغیر اور نکیر تو در اصل چونکہ عذاب شدید ہی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اس لئے عذاب شدید کے معنی بھی کئے گئے ہیں قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ وَکُذِّبَ مُوْسٰی فَاَمْلَیْتُ لِلْکٰفِرِیْنَ ثُمَّ اَخَذْتُہُمْ فَکَیْفَ کَانَ نَکِیْرِ۔ اور موسیٰ کی تکذیب کی گئی پس میں نے کافروں کو ڈھیل دی۔ پھر ان کو پکڑا۔ سو کیسا ہوا میرا انکار! علامہ زمخشری نے "انکار" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اُن کی نعمت کو سختی سے، زندگی کو ہلاکت سے اور آبادی کو بربادی سے بدل ڈالا (کشاف ص۲۲)۔

نُلْزِمُ:۔ ہم لگا دیں۔ لازم کر دیں۔ اِلزام سے مضارع جمع متکلم۔

(کُنَّا) نَلْعَبُ:۔ ہم کھیلتے تھے۔ ہم دل لگی کرتے تھے لَعِب سے مضارع جمع متکلم۔ لَعِبٌ کے معنی ہیں ایسا کام کرنا جس کا کوئی صحیح مقصد نہ ہو۔

نَلْعَنُ:۔ ہم لعنت کرتے ہیں، کریں گے۔ لَعْن سے مضارع جمع متکلم۔ (دیکھو لَعَنَ)

نُلْقِیْ:۔ ہم ڈالتے ہیں۔ اِلقاء سے مضارع جمع متکلم

نَمَارِقُ:۔ تکیے۔ واحد نُمْرُقَۃٌ۔

نُمَتِّعُ:۔ ہم بہرہ مند کرتے ہیں۔ تمتیع سے مضارع جمع متکلم (دیکھو مَتَاعٌ)۔

نَمُدُّ:۔ ہم کھینچیں گے۔ مَدّ سے مضارع جمع متکلم

نُمِدُّ:۔ ہم پہنچاتے ہیں۔ ہم دیتے ہیں۔ اِمداد سے مضارع جمع متکلم۔

نُمَکِّنُ:۔ ہم قدرت دیتے ہیں۔ جگہ دیتے ہیں۔ تمکین سے مضارع جمع متکلم۔

(لَمْ) نُمَکِّنْ:۔ ہم نے قدرت نہیں دی۔ مضارع جمع متکلم نفی جحد۔

نَمْلٌ:۔ چیونٹی۔ چیونٹیاں۔ اسم جنس ہے جس کا اطلاق قلیل و کثیر سب پر ہوتا ہے واحد نَمْلَۃٌ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے چیونٹیوں کا ذکر کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں انسانوں اور پرندوں کے لشکر کے ساتھ

ترک و احتشام سے تشریف لے جا رہے تھے کہ
وادی النمل ، چیونٹیوں کی وادی پر گزر ہوا تو
ایک چیونٹی نے جو شاید اس وادی کی چیونٹیوں
کی سردار تھی کہا کہ اے چیونٹیو اپنے اپنے سوراخوں
میں گھس جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ بے خبری کی
حالت میں سلیمان اور اس کا لشکر تمہیں پامال
کر دے ۔ حضرت سلیمان اس کی یہ دانش
مندانہ بات سن کر ہنس پڑے اور اپنے علم و
دولت خداداد پر جذبۂ شکر سے معمور ہو کر خداوند
تعالیٰ کے سامنے دست بدعا ہو گئے ۔

* وادی نمل : ۔ کا محل وقوع تمام مفسرین
نے شام بتلایا ہے اور یاقوت حموی نے بیت
جبرین و عسقلان کے درمیان ، مشہور سیاح
ابن بطوطہ عسقلان کے قریب اس کا سراغ
دیتا ہے ۔ مورخین کی اکثریت بھی اسی کی ہمنوا ہے
مگر حقیقت یہ ہے ۔ یہ تعیین فضول ہے مختلف
مقامات پر اس قسم کی وادیاں ہیں جہاں
چیونٹیوں کی بستیاں بکثرت ہیں وہ وہاں
چیونٹیاں ایک خاص نظم کے ساتھ رہتی
سہتی ہیں ۔ ان میں سے کسی ایک وادی پر
حضرت سلیمانؑ کا گزر ہوا ۔
چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ جن مفسرین
نے یہ لکھا ہے کہ یہ وادی ملک شام میں
تھی یا کسی دوسرے مقام کی تعیین کی ہے اور
یہ کہ اس چیونٹی کے جس کی حضرت سلیمان سے
گفتگو ہوئی دو بازو تھے اور وہ مکھی کی برابر تھی
وغیرہ تو اس کا کچھ حاصل نہیں (ابن کثیر صفحہ ۳ : ۳۵۹)
علامہ عثمانی نے اپنے فوائد میں لکھا ہے ۔
علمائے حیوانات نے سالہا سال جو تجربے
کئے ہیں ۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ یہ حقیر ترین
جانور اپنی حیات اجتماعی اور نظام سیاسی میں
بہت ہی عجیب اور شئون بشریہ سے بہت
قریب واقع ہوا ہے آدمیوں کی طرح چیونٹیوں
کے خاندان اور قبائل ہیں ۔ ان میں تعاون باہمی
کا جذبہ تقسیم عمل کا اصول اور نظام حکومت کے
ادارات نوعِ انسانی سے مشابہ پائے جاتے
ہیں ۔ محققین یورپ نے مدتوں ان اطراف
میں قیام کر کے جہاں چیونٹیوں کی بستیاں
بکثرت ہیں ۔ بہت قیمتی معلومات بہم پہنچائی ہیں
" دائرۃ المعارف مصریہ " سے آخری جملے نقل کرتا
ہوں اس کے بعد علامہؒ نے عربی عبارت
نقل کی ہے جس کا ترجمہ ہم لکھتے ہیں ۔ جب چیونٹیوں
کی بستی پر کوئی دشمن پہنچتا ہے تو خدمت گار
اندر گھس جاتے ہیں ۔ اور لشکر لڑنے کیلئے باہر
نکل آتا ہے ۔ پہلے ایک سپاہی چیونٹی باہر نکل
کر خطرہ کی تفصیلات سے اندر والوں کو آگاہ

کرتی ہے۔ اور تھوڑی دیر بعد یہ لشکر جرار
باہر نکلتا ہے۔ جس پر غصہ و غضب کی علامات
طاری ہوتی ہیں۔ اس لشکر کے آگے آگے تین یا
چار سردار ہوتے ہیں جو لشکر کی راہنمائی کرتے
ہیں۔ یہ لشکر دشمن پر بری طرح حملہ کرتا ہے اسے
ٹکڑے ٹکڑے کرکے بھی نہیں چھوڑتا۔ جب جنگ
ختم ہو جاتی ہے تو لشکر چلا جاتا ہے۔ اور خدمتگاروں
کی جماعت واپس آکر منہدم مکانات کی مرمت
میں لگ جاتی ہے۔ خدمت گاروں کی اس جماعت
میں کچھ سپاہی بھی نگرانی کیلئے موجود ہوتے ہیں

نَمْلَة: ایک چیونٹی۔

نُمْلِیْ: ہم ڈھیل دیتے ہیں۔ مہلت دیتے ہیں
اِمْلَاء سے مضارع جمع متکلم۔ املا اور استدراج
کے معنی ایک ہی ہیں۔ (دیکھو سَنَسْتَدْرِجُ)۔

نَمُنَّ: ہم احسان کریں۔ مَنّ سے مضارع جمع
متکلم منصوب۔ (دیکھو مَنّ)۔

لَمْ نَمْنَعْ: ہم نے نہیں روکا۔ مَنْع سے مضارع
جمع متکلم نفی جحد۔

نَمُوْتُ: ہم مرتے ہیں۔ ہم مریں گے۔ موت سے
مضارع جمع متکلم۔

نُمِیْتُ: ہم مارتے ہیں۔ اماتت سے مضارع جمع متکلم

نَمِیْرُ: ہم غلہ لا کر دیں گے۔ ہم خوراک مہیا کر دیں گے
مَیْر سے مضارع جمع متکلم۔ میرۃ اس خوراک کو
کہتے ہیں جسے انسان تیار کرتا ہے۔ اور مِیْر اہل
و عیال کو خوراک لا کر دینے کو۔

نَمِیْمَة: چغلی۔ جمع نَمَائِم۔

نُنَبِّئُ: ہم خبر دیتے ہیں۔ ہم خبر دار کریں گے۔
تَنْبِئَة سے مضارع جمع متکلم (دیکھو نبأ)۔

لَنُنَبِّئَنَّ: ہم ضرور آگاہ کر دیں گے۔ مضارع
جمع متکلم با لام تاکید و نون ثقیلہ۔

نُنْجِیْ: ہم نجات دیں گے۔ اِنْجَاء سے مضارع
جمع متکلم۔

نُنَجِّیْ: ہم نجات دیتے ہیں۔ تَنْجِیَة سے مضارع
جمع متکلم۔

لَنُنَجِّیَنَّ: ہم ضرور نجات دیں گے۔ مضارع
جمع متکلم با لام تاکید و نون ثقیلہ۔

لَنَنْزِعَنَّ: ہم ضرور نکالیں گے۔ نَزْع سے مضارع
جمع متکلم با لام تاکید و نون ثقیلہ۔

نُنَزِّلُ: ہم بتدریج اتارتے ہیں۔ ہم اتار دیں
ہم اتارتے ہیں۔ تَنْزِیْل سے مضارع جمع متکلم
(دیکھو تَنْزِیْل)۔

نُنْسِ: ہم بھلا دیں۔ اِنْسَاء سے مضارع جمع
متکلم مجزوم۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔ مَا نَنْسَخْ
مِنْ آیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا
(جو آیۃ ہم منسوخ کرتے ہیں یا اسے بھلا دیتے ہیں
تو دوسری ہم اس سے بہتر یا اس کے مثل سے

آتے ہیں، میں نُنْسِ اِنْسَاءٌ سے ہے جس کے معنے بھلا دینے کے ہیں، چنانچہ احادیث سے ثابت ہے کہ بعض آیات اور سورتیں رسول کریم کے دل سے محو ہو گئیں اسلئے بھلا دی جاتی تھیں کہ ان سے بہتر مصالح و منافع کے لحاظ سے اُن کو ملاحظہ نہ ہوتی تھیں، ایک قراۃ نَنْسَأْهَا بھی ہے، یہ نَسَأٌ سے ہے جسکے معنے مؤخر کرنے کے ہیں یعنی جو آیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا اسے دیر سے اتارتے ہیں تو مصلحت وقت کے لحاظ سے اس سے بہتر کو معمول بہا قرار دیتے ہیں، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ آیہ ناسخہ اور آیت منسوخہ دونوں اپنے اپنے وقت میں مصالح و منافع کے لحاظ سے بہترین ہوتی ہیں (بیضاوی مع حاشیہ صفحہ ۱۱۳)۔

نُنْسِی :- ہم فراموش کر دیں گے۔ نِسْیَان سے مضارع جمع متکلم (دیکھو نَسِیَ)۔

نَنْسَخْ :- ہم منسوخ کریں۔ نَسْخٌ سے مضارع جمع متکلم مجزوم۔

نَسْخٌ کے لغوی معنی ہیں اِزَالَۃُ الصُّوْرَۃِ عَنِ الشَّیْءِ وَاِثْبَاتُھَا فِیْ غَیْرِہٖ (ایک صورت کو کسی شئے سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنا) چنانچہ کہا جاتا ہے نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ (سورج نے سایہ کو منسوخ کر دیا) پھر اس کا استعمال محض "ازالہ" یا محض "اثبات" کے لئے ہونے لگا۔ چنانچہ نَسَخَتِ الرِّیْحُ الْاَثَرَ (ہوا نے نشان مٹا دیا) میں محض "ازالہ" کا مفہوم معتبر ہے اور نَسَخْتُ الْکِتَابَ (میں نے کتاب لکھی) میں محض "اثبات" کا (بیضاوی) اسلاف نسخ کو وسیع معنی میں استعمال کرتے تھے مثلاً کسی حاکم عام کی تخصیص، مطلق کی تقیید یا مبہم کی تشریح پر بھی وہ نسخ کا اطلاق کر دیتے تھے۔ اسی لئے متقدمین کے کلام میں قرآن کریم کی آیات منسوخہ کی تعداد کافی ہے، اور جو تعداد ان بزرگوں نے بیان فرمائی ہے اس لحاظ سے اس پر اور اضافہ بھی ممکن ہے مگر متاخرین علماء کی اصطلاح میں نسخ کی تعریف یہ کی گئی ہے۔ ھُوَ عِبَارَۃٌ عَنْ رَفْعِ حُکْمٍ شَرْعِیٍّ بِمِثْلِہٖ یعنی کسی حکم شرعی کو دوسرے حکم شرعی کے ذریعہ زائل و مرفوع کر دینا نسخ ہے، حکم اول کو منسوخ اور حکم ثانی کو ناسخ کہتے ہیں، حکم منسوخ کا ناسخ سے زمانے کے اعتبار سے مقدم ہونا ضروری ہے نیز ناسخ کو منافع و مصالح کے لحاظ سے منسوخ سے برتر یا کم از کم مساوی ہونا بھی لازمی ہے نسخ کے امکان و وقوع پر جمہور علماء متفق ہیں، اور بالاتفاق شریعت محمدیہ شرائع سابقہ کے لئے ناسخ ہے اگرچہ اس زمانہ میں بعض محرفین اس کے قائل نہیں ہیں یہودیوں سے یہ منقول ہے کہ وہ نسخ کو ناممکن سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اس سے خدا کا جاہل ہونا لازم

آتا ہے۔ مگر وہ تو یہ ہے کہ گذشتہ امکان میں کوئی
کلام نہیں۔ اسے ایک موٹی سی مثال میں یوں
سمجھیے کہ آپ اپنی خدمت میں ایک شخص کو ملازم
رکھیں اور آپ کا پہلے سے ہی یہ ارادہ ہو کہ کچھ
دن تو میں اس شخص کو اپنے حضور میں رکھوں گا
تاکہ میرے طور طریق اور مزاج سے واقف ہو جائے
اور تین ماہ کی مدت گزر جانے کے بعد اسے فلاں
مقام پر نیا حکم دے کر بھیج دوں گا لیکن آپ
اسے کچھ نہیں بتاتے بلکہ مطلق اپنی خدمت کے
لئے رکھتے ہیں اور وہ مدت گزرنے کے بعد
اسے اس مقام پر بھیج کر کوئی دوسرا کام اس
کے سپرد کر دیتے ہیں تو یہ دوسرا حکم اس خادم کے
علم کے لحاظ سے تو نیا و جدید ہے لیکن اسمیں
نوکر کی عقل قباحت ہے۔ نہ اس سے آپ کا
جاہل ہونا لازم آتا ہے اور نہ خادم کو اس
میں چون و چرا کرنے کا حق ہے کیونکہ وہ تو
خدمت کیلئے ہے جب تک بھی اس سے خدمت لی جائے
نزد وہ پہلا حکم دائمی نہیں تھا۔ خواہ وہ خادم
اسے دائمی سمجھ بیٹھا ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ
کی طرف سے جب کسی مطلق یعنی غیر مذکور مدت
حکم شرعی کے بجائے کوئی دوسرا حکم نافذ ہوتا
ہے تو یہ دوسرا حکم دراصل یہ ثابت کر دیتا ہے
کہ پہلا حکم دائمی نہ تھا۔ بلکہ ایک مدت کے
ساتھ محدود تھا۔ گرچہ ہم قصورِ علم کی بنا پر
اُسے دائمی سمجھ رہے تھے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ
منسوخ ہمیشہ مطلق یعنی غیر موقت ہوتا ہے
اور جس کے دائمی ہونے کی تصریح کر دی گئی ہو
اس کا منسوخ ہونا محال ہے۔ چنانچہ صاحب
مدارک نے اپنی تفسیر میں اور ملا احمد عرف جیون
رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب تفسیر احمدی
میں نسخ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے النسخ
بیان انتہاء الحکم الشرعی المطلق
الذی تقرر فی اوہامنا استمراره بطریق
التراخی۔ اس تعریف کا ماحصل وہی ہے
جو اوپر تحریر ہوا۔

ہاں ایک سوال یہ ہے کہ کیا قرآن کریم میں بھی نسخ
واقع ہوا ہے۔

امام جلال الدین سیوطیؒ نے الاتقان میں بیس
آیتوں کو منسوخ سمجھا ہے اور حضرت شاہ
ولی اللہ محدث دہلویؒ نے انہی آیات پر بحث
کر کے سولہ آیات کی توجیہات پیش کی ہیں اور
صرف پانچ آیات منسوخ مانی ہیں۔ لیکن مفسر
ابو مسلم اصفہانی قرآن کریم میں وقوعِ نسخ کے
بالکل منکر ہیں۔ گرچہ حافظ ابن کثیرؒ نے ان
کے اس قول کو ضعیف اور مردود قرار دیا ہے
(مستفاد از تفسیر کبیر و ابن کثیر و مدارک و تفسیر احمدی و فوز الکبیر)

لَنَنْسِفَنَّ :- ہم ضرور منتشر کریں گے نَسْف سے مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ

نُنْشِئُ :- ہم پیدا کرتے ہیں۔ ہم اٹھا کھڑا کریں اِنْشَاء سے مضارع جمع متکلم۔
اِنْشَاء کے معنے ہیں کسی چیز کو پیدا کرنا اور پھر تدریجاً اسے تربیت دینا۔ اس کا استعمال اکثر جاندار کے لئے ہوتا ہے۔ اَلنَّشْأَةُ الْاُوْلٰی سے دنیا کی پیدائش ہوتی ہے اور اَلنَّشْأَةُ الْاُخْرٰی سے آخرت کی۔ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ میں دونوں نشاتیں مراد لی جا سکتی ہیں یعنی ہم تم کو پیدا کرتے ہیں ان اوصاف و خصائل میں جن کا تمہیں علم نہیں ہوتا۔ یا ہم تم کو مرنے کے بعد اٹھا کھڑا کریں گے وہاں جہاں کے حالات کا تمہیں علم نہیں

(مفردات و بیضاوی)۔

نُنْشِزُ :- ہم چڑھاتے ہیں۔ اِنْشَاز سے مضارع جمع متکلم۔

نَنْصُرُ :- ہم مدد کرتے ہیں۔ نَصْر سے مضارع جمع متکلم۔

لَنَنْصُرَنَّ :- ہم ضرور مدد کریں گے مضارع جمع متکلم بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

نَنْظُرُ :- ہم دیکھتے ہیں۔ نَظَر سے مضارع جمع متکلم

نَنْقُصُ :- ہم کم کرتے ہیں۔ ہم گھٹاتے جاتے ہیں نَقْص سے مضارع جمع متکلم۔
قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ :- اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا کیا کافر نہیں دیکھتے ہیں کہ ہم چلے آتے ہیں زمین کو گھٹاتے ادھر ادھر سے تو یہاں زمین سے مراد ارض کفر ہے یعنی یہ کفار عرب کا مشاہدہ ہے کہ ہم اسلامی حکومت کی حدود وسیع کرتے چلے جا رہے ہیں اور کافروں کے علاقے انکے ہاتھ سے چھنتے چلے جا رہے ہیں اسلام پھل پھول رہا ہے اور کافروں پر خدا کی زمین تنگ ہوتی جا رہی ہے۔ کیا یہ صورت حالات ان کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں۔

نُنَكِّسْ :- ہم اوندھا کر دیتے ہیں۔ پلٹ دیتے ہیں تَنْكِيْس سے مضارع جمع متکلم مجزوم۔

اَلَمْ نَنْهَ :- ہم نے منع نہیں کیا۔ نَهْی سے مضارع جمع متکلم نفی جحد۔

نَوٰى :- کھجور کی گٹھلی۔ واحد نَوَاةٌ

نَوَاصِي :- پیشانی کے بال۔ واحد نَاصِيَةٌ۔
(دیکھو نَاصِيَةٌ)

نُؤْتِ :- ہم دیں گے۔ ہم دیتے ہیں۔ اِيْتَاء سے مضارع جمع متکلم مجزوم۔

لَنْ نُؤْثِرَكَ :- ہم ہرگز تم کو ترجیح نہ دیں گے اِيْثَار سے مضارع جمع متکلم نفی بلن۔

نُوْحٌ :- جلیل القدر پیغمبر اور سب سے پہلے

رسولِ خدا کا نام نامی۔

حضرت نوح (علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام) حضرت آدم علیہ السلام کی نویں پشت میں تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ تک دنیا اپنی نشو ونما کے ابتدائی دور میں تھی اس لئے اس دوران میں جو انبیاءِ کرام مبعوث ہوئے۔ انہوں نے ضروریاتِ معیشت کی تعلیم اور صرف توحید و رسالت کی تلقین کی۔ حضرت نوحؑ کے زمانہ میں دنیا نے سنِ شعور کی منزل میں قدم رکھا۔ اور وہ پہلے نبی ہیں جنہوں نے اپنی قوم کو احکام و شرائع کی تبلیغ کی۔ اسلئے فرمایا گیا۔

اِنَّا اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ کَمَا اَوْحَیْنَا اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِہٖ اے محمد ہم نے آپ کی طرف ایسی وحی بھیجی جیسی نوح اور ان کے بعد کے پیغمبروں کی طرف بھیجی (رسالہ تاویل الحدیث از شاہ ولی اللہ)۔

عقلِ خام کار کی پختگی کے ساتھ ساتھ انسان کی فطرۃ سلیم کا آئینہ روشن گرد آلود ہونے لگا اور قوم نوح طرح طرح کی عقیدہ اور عمل کی گمراہیوں میں مبتلا ہو گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں بہت کچھ سمجھایا بجھایا ڈرایا دھمکایا مگر غرباء کی ایک چھوٹی سی جماعت کے علاوہ کسی نے ان کے پیغامِ حق کو قبول نہ کیا۔ ورحق و صداقت کی سیدھی سادی دعوت میں قسم قسم کی مین میخیں نکالتے رہے۔ (درسورہ ہود میں قوم نوحؑ کی کج بحثی مفصل طور پر مذکور ہے۔

بہر حال حضرت نوحؑ سے ان کی قوم کے مباحثوں اور مجادلوں کا یہ سلسلہ صدیوں جاری رہا۔ تو ان کی قوم نے جھنجھلا کر کہا۔ اے نوح مباحثے اور مجادلے بہت ہو چکے اگر تم سچے ہو تو جس عذاب خداوندی سے تم ہمیں ڈراتے رہے ہو لے ہم پہ لے آؤ (ہود)۔

حضرت نوحؑ کو جب وحی الٰہی سے یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مسلسل بداعمالی کی پاداش میں ان سے قبول حق کی استعداد سلب کر لی ہے تو انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کی:۔

اے پروردگار! تو زمین پر کسی کافر کو بھی باقی نہ چھوڑ۔ اگر تو نے ان کو کسی طرح چھوڑ دیا تو یہ خود راہِ حق تو کیا قبول کریں گے دوسروں کو بھی گمراہ کر دیں گے۔ اور ان سے جو نسل چلے گی وہ بھی فاجر اور کافر ہی ہو گی (نوح)۔

حضرت نوحؑ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں حکم ہوا ہے کہ وہ ایک کشتی ہماری نگرانی میں، ہمارے حکم کے مطابق تیار کریں تاکہ تم اور تمہارے ساتھی طوفان کے

عذاب سے محفوظ رہیں، اور اب مجھ سے ان
ظالموں کی سفارش کے متعلق بات نہ کرنا۔ یہ
سب غرق ہو کر رہیں گے۔ (ھود)
حضرت نوحؑ سفینہ کی تیاری میں مصروف ہو گئے
قوم کے لوگوں نے مذاق اڑانا شروع کر دیا کہ
نبی سے بڑھئی بن گئے، اور عقل دیکھو کہ خشکی میں
پر پانی سے بچاؤ کر رہے ہیں۔ حضرت نوحؑ نے
فرمایا آج تم ہم پہ ہنستے ہو، کل ہم تم پہ ہنسیں گے
آخر مہلت کی مدت ختم ہوئی اور دردناک عذاب
کی صبح شروع ہوئی۔ غضب خدا کی بھی بھڑک اٹھی
آسمان سے موسلادھار بارش برسنے لگی زمین
کے سوتے پھوٹ پڑے اور تمام زمین جل تھل
ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو حکم دیا کہ
ہر جانور کا ایک جوڑا اور ان کو چھوڑ کر جن کے
متعلق ایک حکم ہو چکا ہے دوسرے گھر والوں
اور سب ایمان لانے والوں کو لے کر کشتی میں سوار ہو
جاؤ۔ نوح علیہ السلام کا بیٹا ایک طرف کھڑا تھا۔
نوح علیہ السلام نے اسے آواز دی کہ ہمارے
ساتھ کشتی میں سوار ہو جا۔ کافروں کے ساتھ
نہ رہ۔ مگر اس نے جواب دیا کہ میں کسی پہاڑ پہ
چڑھ جاؤں گا۔ جو مجھے طوفان سے بچائے گا:
حضرت نوحؑ نے کہا "اللہ کی رحمت کے سوا آج
کوئی چیز کسی کو اس کے عذاب سے نہیں بچا سکتی

باپ بیٹوں میں ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ
ایک موج اٹھی اور دونوں کے درمیان حائل
ہو گئی۔ دوسرے کافروں کے ساتھ بیٹا بھی غرق
ہو گیا۔

حضرت نوحؑ اپنے بیٹے کو کافر نہ سمجھتے تھے یا
انہیں یہ غلط فہمی تھی کہ ان کے خاندان والوں
کے بچنے کے لئے ایمان کی شرط نہیں۔ اسلئے انہوں
نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی کہ اے میرے پروردگار
میرا بیٹا بھی میرے گھر والوں میں سے ہے اور بیشک
تیرا وعدہ بھی سچا ہے۔ پھر اسے کیوں غرق کیا جا رہا
ہے۔ بارگاہ الٰہی سے ارشاد ہوا۔
اے نوح تیرا بیٹا تیرے ان گھر والوں میں سے
نہیں جن کے بچانے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ وہ تو بدعملی
کا مجسمہ ہے۔ اسے خاندان نبوت سے کیا تعلق رہا۔
جب سب کافر ڈوب چکے تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا:۔
اے زمین اپنا پانی پی لے۔ اور اے آسمان تھم
جا، اور اپنی بارش کو روک لے، چنانچہ پانی اترنا
شروع ہو گیا، اور کشتی نوحؑ جودی پہاڑ پر جا لگی
ظالمین اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔ صالحین خدا کی
زمین کے وارث ہوئے اور ان کی نسل سے دنیا
نئے سرے سے آباد ہوئی۔

(۱) علماء شریعت و تاریخ میں یہ مسئلہ مختلف فیہ
رہا ہے کہ طوفان نوح تمام دنیا میں آیا تھا، یا صرف

دجلہ اور فرات کے درمیانی علاقہ میں تھے جنانچہ
کہا جاتا ہے، اور جہاں قوم نوح آباد تھی محققین
دوسری رائے کو ترجیح دیتے ہیں۔ جو لوگ طوفان
کے عام ہونے کے قائل ہیں، ان کے دلائل یہ ہیں
(ا) قرآن کریم میں حضرت نوح علیہ السلام کی
دعا کے الفاظ یہ ہیں، رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ
مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا اے پروردگار زمین پر
کافروں میں سے کسی بسنے والے کو باقی نہ چھوڑ
یہاں زمین کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی اور سارے
دنیا کے کافروں کی ہلاکت کی دعا مانگی گئی جو قبول ہوئی
(ب) جزیرہ کے علاوہ دنیا کے دوسرے ملکوں
کے پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر بھی ایسے جانوروں
کے ہزاروں سال پرانے ڈھانچے ملے ہیں جن کے
متعلق علماء طبقات الارض کی تحقیق ہے کہ
وہ پانی کے جانور ہیں اور پانی ہی میں زندہ رہ
سکتے ہیں۔ یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب
کسی عظیم الشان طوفان کی موجوں نے انہیں
سمندر سے نکال کر پہاڑوں پر پھینک دیا ہو
(ج) دنیا کے مختلف ملکوں کے بسنے والے
مختلف اقوام و ملل کے لوگوں کی پرانی تاریخ اور
قدیم روایات میں طوفان کا ذکر پایا جاتا ہے جس
سے ثابت ہوتا ہے کہ طوفان دنیا کے تمام
حصوں کو حاوی تھا۔

مگر دوسری رائے رکھنے والے یہ جواب دیتے ہیں کہ:
(۱) تاریخ قدیم و کتب بنی اسرائیل سے معلوم ہوتا
ہے کہ آج سے ہزارہا سال قبل جب یہ ہلاکت
خیز حادثہ ظہور پذیر ہوا دنیا کی آبادی بہت محدود
تھی اور صرف قوم نوح ہی پر مشتمل تھی۔ اس
لئے قوم نوح کی ہلاکت ساری دنیا کی ہلاکت
تھی۔ وہ یہ بھی ممکن ہے کہ تاریخ عالم کے اس
قدیم ترین عہد میں دنیا کا طول و عرض بھی اس
علاقہ میں منحصر ہو کیونکہ علمائے تکوین و طبقات الارض
کہتے ہیں کہ کرۂ ارض جب سورج سے علیحدہ ہوا
تو وہ آگ کا ایک گولہ تھا، پھر کرہ مائیہ بن گیا
پھر اس میں تدریجاً خشکی کے آثار نمودار ہوئے
اور زمین کی صورت میں تبدیل ہوتا چلا گیا
لہٰذا ہو سکتا ہے کہ اس وقت صرف اتنی
ہی زمین بنی ہو۔
(ب) دوسرے ملکوں کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر
حیوانات مائیہ کے پرانے ڈھانچوں کے ملنے سے
یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کسی عالمگیر طوفان کی
موجیں ان کی چوٹیوں تک بھی پہنچی تھیں، کیونکہ
طبقات الارض جیالوجی کی تحقیق و تجربہ
کے مطابق پانی آہستہ آہستہ خشکی میں تبدیل
ہوتا رہا۔ اور اسی سے پہاڑوں کی صورتیں عمل میں
آئی ہیں۔ اسلئے ممکن ہے کہ پہاڑوں کے

مادہ مائیہ ہی میں یہ جانور اور ان کے ڈھانچے محفوظ رہے

(ج) طوفان کے بعد دنیا کی تمام آبادی حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں حام اور یافث کی نسل سے یا زیادہ سے زیادہ اصحاب سفینہ کی نسل سے پھیلی۔ ان کی اولاد جوں جوں بڑھتی گئی دنیا کے مختلف حصوں میں آباد ہوتی گئی۔

لہٰذا یہ جہاں بھی گئے اس عظیم الشان تاریخی طوفان کی روایت ساتھ لیے گئے جس کی ہلاکت خیزیوں سے ان کے بزرگ خدا کی رحمت سے محفوظ رہے تھے اور یہ روایات نسلاً بعد نسلٍ ان کی اولاد میں دینی و تاریخی ورثہ کی حیثیت سے منتقل ہوتی رہیں (تفسیر المنار بحذف و اضافہ ص ۱۰۲)۔

(۲) حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جس پہاڑ پر آ کر لگی تو قرآن کریم میں اس کا نام "جودی" بتایا گیا ہے۔ واستوت علی الجودی (اور کشتی جودی پر ٹھہر گئی) تورات کے سفر تکوین کی آٹھویں فصل میں اراراط کے پہاڑوں پر کشتی کا لگنا ظاہر کیا گیا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے مجاہد اور قتادہ سے نقل کیا ہے کہ جودی جزیرہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے اور ضحاک سے نقل کیا ہے کہ وہ موصل کا ایک پہاڑ ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے "ترجمان القرآن" میں نہایت ظاہر... کی تفصیل اور ان اقوال کی تطبیق کی ہے۔

حضرت نوح کا ظہور اس سرزمین پر ہوا تھا جو دجلہ اور فرات کی وادیوں میں واقع ہے۔ دجلہ اور فرات آرمینیا کے پہاڑوں سے نکلی ہیں اور بہت دور تک الگ الگ بہہ کر عراق زیریں میں باہم مل گئی ہیں۔ اور پھر خلیج فارس میں سمندر سے ہمکنار ہوتی ہیں۔ آرمینیا کے یہ پہاڑ اراراط کے علاقہ میں واقع ہیں۔ اسی لئے انہیں تورات میں اراراط کا پہاڑ کہا ہے لیکن قرآن نے خاص اس پہاڑ کا ذکر کیا جس پر کشتی ٹھہری تھی وہ جودی تھا۔

زمانہ حال کے بعض شارحین تورات کے خیال میں جودی اس سلسلۂ کوہ کا نام ہے جس نے اراراط اور جارجیا کے سلسلہ ہائے کوہ کو ملا دیا ہے وہ کہتے ہیں سکندر کے زمانہ کی یونانی تحریرات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ کم از کم یہ واقعہ تاریخی ہے کہ آٹھویں صدی مسیحی تک وہاں ایک معبد موجود تھا۔ اور لوگوں نے اس کا نام "کشتی کا معبد" رکھ دیا تھا (ترجمان القرآن ج ۲ ص ۱۹۲)۔

مؤلف قصص القرآن نے بھی بالکل یہی رائے ظاہر کی ہے۔

(قصص القرآن ج ۱ ص ۸۰)

یہ امر قابل ذکر ہے کہ مولانا آزاد نے "جودی" پر آٹھویں صدی مسیحی تک "کشتی معبد" موجود ہونے

نَهْدِيْ :- ہم ہدایت دیتے ہیں۔ هِدَايَة سے
مضارع جمع متکلم۔ (دیکھو اِهْدِ اور هُدىٰ)

(ل) نَهْدِيَنَّ :- ہم ضرور ہدایت کریں گے۔
مضارع جمع متکلم با لام تاکید ونون ثقیلہ۔
(دیکھو هُدىٰ)

نَهَر :- پانی بہنے کی جگہ۔ ندی۔ جمع اَنْهَار
(نُهُر۔ نَهْر (ہا ساکن) و نَهَر (ہا مفتوح)
دونوں طرح پڑھا گیا ہے، ہا مفتوح کے ساتھ
وسعت اور روشنی کے معنی میں بھی آتا ہے۔

نُهْلِكَ :- ہم ہلاک کردیں۔ اِهلاک سے مضارع
جمع متکلم منصوب۔

(اَلَمْ) نُهْلِكْ :- ہم نے ہلاک نہیں کیا۔ مضارع
جمع متکلم نفی جحد۔

لَنُهْلِكَنَّ :- ہم ضرور ہلاک کردیں گے۔ مضارع
جمع متکلم با لام تاکید ونون ثقیلہ۔

نَهَوْا :- انہوں نے منع کیا۔ نَهْی سے ماضی جمع
مذکر غائب۔

نُهُوْا :- ان کو منع کیا گیا۔ نَهْی سے ماضی مجہول
جمع مذکر غائب۔

نُهِيْتُ : مجھ کو منع کیا گیا۔ نَهْی سے ماضی مجہول
واحد متکلم۔

نُيَسِّرُ : ہم آسان کرتے ہیں۔ ہم آسان کریں گے۔
تَيْسِيْر سے مضارع جمع متکلم۔

نَيْل :- پانا۔ نقصان پہنچانا (بصلہ مِن) باب ضرب
سے مصدر ہے۔

و

وَ :- "و" عربی زبان میں مختلف معانی کے لئے استعمال
ہوتا ہے چند یہ ہیں :- (۱) عاطفہ جیسے اِيَّاكَ
نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (تیری ہی ہم عبادت
کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں)۔
(۲) حالیہ جیسے وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ
(اس حال میں کہ وہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا محراب
میں (۳) قسمیہ جیسے وَالتِّيْنِ قسم ہے انجیر کی
(۴) بمعنی رُبَّ جیسے وَلَيْلٍ كَمَوْجِ الْبَحْرِ بعض راتیں
ہیں دریا کی موج کی مانند (۵) بمعنی مَعَ جیسے
جَاءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتُ (جاڑا آیا جبوں کے
ساتھ۔ (۶) زائدہ بعد اِلَّا جیسے مَا
مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَلَهُ طَمَعٌ (کوئی ایسا نہیں
ہے جسے طمع نہ ہو)۔

وَابِل :- موسلا دھار بارش۔ تیز بوندوں کا مینہ

وَاثَقَ :- اس نے مضبوط کیا۔ اس نے ٹھہرایا۔

وَاجِفَةٌ :- ڈرنے والی۔ کانپنے والی۔ باب ضرب
وَجْف سے اسم فاعل واحد مونث۔

وَاحِد :- [illegible]

لغوی معنی ہیں یہ بجھ جانا۔ اس کا اقوال کئے گئے ہیں ہر ایک کا تجزیہ کا زمانہ تک دینا نہ خوشی دکھ دیگی۔ ہوگا۔ یعنی کسی دوسرے کا گزرنا اپنے ہر چیز کی میں مجازی معنی ہی مراد ہیں۔

وَاسِعٌ: بہت وسعت والا۔ سَعَۃٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔ سَعَۃ کے معنی فراخی اور وسعت کے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے واسع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی سخاوت، علم و قدرت و رحمت و فضل [illegible] میں اور ہر تمام کو شامل اور گھیرا ہوا ہے۔

وَاصِبٌ: ہمیشہ رہنے والا، لازم۔ وُصُوبٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

وَاسِعَۃٌ: فراخ، کشادہ۔ سَعَۃ سے اسم فاعل واحد مؤنث

وَاعَدْنَا: ہم نے وعدہ کیا۔ مُوَاعَدَۃ سے ماضی جمع متکلم

وَاعِظِیْنَ: نصیحت کرنے والے۔ وَعْظ سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔ دیکھو وَعَظَ۔

وَاعِیَۃٌ: یاد رکھنے والا، محفوظ رکھنے والی۔ وَعْیٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

وَاقٍ: بچانے والا۔ وِقَایَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

وَاقِعٌ: گرنے والا۔ ہونے والا۔ وُقُوْعٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

وَاقِعَۃٌ: حادثہ، مصیبت، جو آ پڑنے والا (قیامت) وُقُوْعٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

وَالٍ: مددگار، کارساز۔ جمع وُلَاۃ۔ دیکھو مولیٰ۔

وَالِدٌ: باپ۔ وِلَادَۃ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

وَالِدَۃٌ: ماں۔ وِلَادَۃ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

وَالِدَیَّ: میرے ماں باپ۔ اصل میں وَالِدَیْنِ تھا۔ یائے متکلم کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے نون گر گیا۔

وَالِدَانِ۔ وَالِدَیْنِ: ماں باپ۔ والد کا تثنیہ۔ اول بحالت رفعی و ثانی بحالت نصبی و جری۔

وَاہِیَۃٌ: کمزور، بودی، سست۔ وَہْیٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

وَبَالٌ: برا نتیجہ، برے کام کی سزا۔

وَبِیْلٌ: سخت، شدید۔ وَبَال سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

وَتْرٌ: طاق، اکیلا۔ شَفْع کی ضد۔ آیت کریمہ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ کی تفسیر میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ اقرب و احق اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔ شَفْع سے یوم النحر یعنی دسویں ذی الحجہ اور وَتْر سے یوم عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ مراد ہے۔ ان دونوں تاریخوں کی عظمت و اہمیت ظاہر ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی قسم کھائی۔

(۲) شفع سے گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ اور وتر سے تیرہویں تاریخ مراد ہے اسلئے کہ یوم عرفہ اور یوم النحر تو ولیال عشر (قسم ہے دس راتوں کی) میں داخل ہیں اور بعض اعمال حج گیارہویں بارہویں اور تیرہویں میں بھی ادا کئے جاتے ہیں۔ پس لفظ شفع و وتر سے ان تاریخوں کو مراد لینے کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مناسک حج کے اوقات کی قسم کھائی ہے۔

(۳) وتر سے طاق نماز مراد ہے جیسے نماز مغرب اور شفع سے جفت نماز یعنی دو دو چار رکعت والی نماز مراد ہے۔

(۴) شفع سے مراد تمام مخلوق ہے اور وتر سے اللہ تعالیٰ۔

(۵) شفع سے جنت اور وتر سے دوزخ مراد ہے۔ کیونکہ جنت کے درجات آٹھ ہیں اور دوزخ کے درکات سات۔

(۶) شفع عبارت ہے مخلوق کی صفات سے اور وتر خالق کی صفات سے کیونکہ مخلوق کے اندر متضاد و متقابل صفات ہوتی ہیں جیسے علم و جہل۔ قدرت و عجز۔ ارادہ و جبر۔ محبت و نفرت۔ زندگی و موت۔ اور خالق کی صفاتِ جلیلہ بلا تضاد و بلا مقابل ہیں یعنی اسمیں علم ہے۔ جہل نہیں۔ قدرت ہے عجز نہیں وغیرہ ذالک۔

(۷) شفع روز و شب سے اور وتر اس دن سے کنایہ ہے جس کے بعد رات نہ آئے گی۔ یعنی روزِ قیامت۔ لفظ شفع و وتر ان سب اقوال کو متناول ہے۔ اور ان میں سے کسی ایک کے متعلق یقینی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہی مراد ہے۔ پس اولیٰ یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ ہر جفت و طاق اس میں داخل ہے۔

وَتِین:۔ شہ رگ۔ جگر یا دل کی رگ جس کے کٹنے سے آدمی مر جاتا ہے۔ جمع وُتُن۔ اَوْتِنَة۔

وَثَاق:۔ قید۔ بیڑی۔ زنجیر۔ زنجیر سے باندھنا (باب تفعیل سے مصدر)۔

وُثْقیٰ:۔ مضبوط۔ مستحکم۔ وُثُوق سے اسم تفضیل واحد مؤنث۔

وَجَبَتْ:۔ وہ گر پڑی۔ وُجُوب سے ماضی واحد مؤنث۔

وُجُوب کے معنی گرنے اور نکلنے کے ہیں۔ آیت یہ قربانی کے اونٹوں کے متعلق فرمایا گیا ہے فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا (تو جب ان کے پہلو زمین پر گر کر ٹک جائیں تو ان کو کھاؤ) تو مراد یہ ہے کہ جب وہ بے دم ہو کر زمین پر گر پڑیں۔ کیونکہ اونٹوں کی قربانی کا طریقہ

یہ ہے کہ اُن کو قبلہ رُخ کھڑا کر کے ایک ہاتھ باندھ کر سینہ پر زخم لگاتے ہیں۔ جب خون نکل کر وہ زمین پر گر پڑتے ہیں اور دم توڑتے ہیں تو ان کو ٹکڑے کر کے استعمال میں لاتے ہیں۔ اس طرح ذبح کو نَحر کہتے ہیں۔

دُجْن:۔ مقدرہ۔ طاقت۔ تونگری۔

وَجَدَ:۔ اس نے پایا۔ وِجْدَان سے ماضی واحد مذکر غائب

وَجَدَا:۔ انہوں نے پایا۔ وِجْدَان سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔

وَجَدْتُ:۔ میں نے پایا۔ وِجْدَان سے ماضی واحد متکلم۔

وَجَدْتُّمْ:۔ تم نے پایا وِجْدَان سے ماضی جمع مذکر غائب

وَجَدْنَا:۔ ہم نے پایا۔ وِجْدَان سے ماضی جمع متکلم

وَجَدُوْا:۔ انہوں نے پایا وِجْدَان سے ماضی جمع مذکر غائب۔

وَجِلَۃ:۔ ڈرنے والی۔ ترساں و لرزاں۔ وَجَلٌ سے صفت مشبہ واحد مؤنث۔

وَجِلَتْ:۔ ڈر گئی۔ کپکپا گئی۔ سہم گئی۔ وَجَلٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

امام راغب نے لکھا ہے کہ وَجَل کے معنی ہیں اِسْتِشْعَارُ الْخَوْفِ یعنی خوف کا احساس کرنا بعض دوسرے لغویوں نے وَجَلَ کے معنی فزع (گھبراہٹ) بھی کئے ہیں۔

خوف اور وَجَل میں فرق یہ ہے کہ خوف تو کسی تکلیف دہ چیز سے ڈرنے کو کہتے ہیں جو مستقبل میں پیش آنے والی ہو۔ اور فزع (گھبراہٹ) کا اس کے ساتھ ہونا ضروری نہیں۔ کیونکہ کبھی ایسی بات سے بھی ڈرا جاتا ہے جس کا وقوع بہت دیر میں ہونے والا ہو۔ یا وہ زیادہ تکلیف دہ نہ ہو۔ اور وَجَل اس ڈرنے کو کہتے ہیں جس کی تکلیف کا سبب بالفعل محسوس کر رہا ہو اور اس کی وجہ سے اس پہ گھبراہٹ اور کپکپاہٹ طاری ہو۔

قرآن کریم میں مومنین کی یہ صفت بیان کی گئی ہے اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو اُن کے دل دہل جاتے ہیں)، تو یہاں قلب مومنین کی اس کیفیت کا بیان مقصود ہے جو اللہ تعالیٰ کے جلال و ہیبت اور اس کی عظمت و سطوت کے تصور سے گھبراہٹ اور کپکپاہٹ کی صورت میں پیدا ہوتی ہے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا مَا الْوَجَلُ فِي الْقَلْبِ اِلَّا كَضَرْمَةِ السَّعَفَةِ فَاِذَا وَجِلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَدْعُ عِنْدَ ذٰلِكَ (قلب میں وَجَل کو ایسا سمجھو جیسا

کھجور کی خشک شاخ میں چنگاری جب یہ صورت پیدا ہو تو اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہیئے۔ حضرت ابراہیم کی فرشتوں سے گفتگو میں جو فرمایا گیا اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ تو یہاں نہایت خوف مراد ہے:۔

(تفسیر المنار ج ۹ ص۵۸۹)

وَجِلُوْنَ :۔ ڈرنے والے۔ وَجِلٌ سے صفت مشبہ جمع مذکر۔ واحد وَجِلٌ۔

وُجُوْهٌ :۔ چہرے واحد۔ وَجْهٌ

وَجْهٌ :۔ چہرہ۔ ذات۔ حقیقت۔ توجہ۔ رُخ۔ قصد۔ خوشنودی۔ پہلے معنی میں حقیقت ہے اور جمع اس کی وجوہ آتی ہے اور بقیہ معنی میں مجاز۔ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ہر چیز ذاتِ خداوندی کے سوا فانی ہے اور وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ اور صرف تیرے رب کی بزرگ و باعزت ذات باقی رہے گی۔ اور سب فنا ہو جائیں گے۔ میں وَجہ سے مراد ذاتِ حق ہے اسلئے کہ عرف میں وَجہ کا اطلاق ذات پر حقیقۃً ہوتا ہے مثلاً تم زید کا چہرہ دیکھو اور اسکے علاوہ کوئی اور عضو تمہاری نظر سے نہ گزرے تو تمہارا یہ کہنا کہ میں نے زید کو دیکھا صحیح ہوگا لیکن اگر چہرہ نہ دیکھا ہو اور اس کے علاوہ کوئی اور عضو ملاحظہ کیا ہو تو اب تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں نے زید کو دیکھا اور یہ اس لیئے کہ حقائق اشیاء کی اطلاع انسان کو اکثر حس و مشاہدہ کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے اور انسان کے جسم میں یوں تو بہت سے اعضاء کی ترکیب ہے لیکن چہرہ کو اس کی ذات و حقیقت سے مطلع ہونے میں خاص دخل ہے (تفسیر کبیر) وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ (حال یہ ہو کہ نہ خرچ کرو تم لیکن اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے) میں وَجہ اللہ سے اللہ کی خوشنودی اور رضا مراد ہے اس لیئے کہ جو کام کسی کی ذات کے لئے بغیر انعام کے لالچ کے اور غرض کے انجام دیا جائے۔ اس سے مقصود اس کی خوشنودی اور رضا ہی ہوتی ہے۔

اَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (اور درست کرو اپنی توجہ کو ہر نماز کے وقت) یہاں وجہ سے توجہ مراد ہے۔ کیونکہ بدن کا رخ جدھر چہرہ ہوتا ہے عموماً توجہ ادھر ہی ہوتی ہے اور لفظ توجہ خود وجہ سے ہی ماخوذ ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (نیکی یہ نہیں ہے کہ تم مشرق و مغرب کی طرف اپنا رخ پھیر دو) میں وَجہ سے مراد رخ ہے۔ اسلئے کہ رخ کا تعین

وَجْہ سے بنا ہوتا ہے اٰمِنُوْا بِالَّذِیْ اُنْزِلَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْہَ النَّہَارِ (تم ایمان لاؤ اس کتاب پر جو نازل کی گئی ہے مومنوں پر شروع دن میں) وجہ سے مراد ابتدا اور شروع ہے اور یہ اس لئے کہ سب سے پہلے انسان کے چہرہ ہی پر نگاہ پڑتی ہے۔

اور ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ (اس میں امید ہے کہ ادا کریں شہادۃ کو اس کی صحیح صورت میں) یہاں وَجْہ سے صحیح صورت اور حقیقت مراد ہے کیونکہ چہرہ جسم انسانی میں اصل اور حقیقت ہوتا ہے

وِجْهَةٌ اس سمت کو کہتے ہیں جدھر وجہ (چہرہ) ہو۔ پھر مجازاً اس سے شریعت اور مذہب مراد لیا جاتا ہے۔ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا ہر ایک کی ایک شریعت ہے جس نے اس کو اختیار کیا، میں یہی مراد ہے۔

وَجِیْہٌ شریف، باعزت کو کہتے ہیں اس لئے کہ چہرہ اشرف اعضاء ہے۔ مفردات (تبصرہ)

وَجْہَ النَّہَارِ (دن کا اول حصہ، دیکھو وَجْہ)

وِجْهَةٌ: سمت، طرف، دیکھو وَجْہ۔

وَجَّهْتُ: میں نے منہ، میں نے رخ کیا۔ تَوْجِیْہ سے ماضی واحد متکلم۔

وَجِیْہٌ: عزت و بزرگی والا وَجَاهَةٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر (دیکھو وَجْہ)

وَحْدَہٗ: ایک، تنہا، یہ لفظ ضمیر واحد کی طرف مضاف ہوکر ہی مستعمل ہوتا ہے جیسے خَلَقَ اللّٰہُ الْعَالَمَ وَحْدَہٗ (تنہا اللہ نے دنیا پیدا کی۔)

وُحُوْش: جنگلی وحشی جانور۔ واحد وَحْش

وَحْی: حکم، پیغام الٰہی، دیکھو اَوْحٰی۔

وَحِیْد: اکیلا، فرد، وَحْدَۃ سے صفت مشبہ

وَدّ: ایک بت کا نام جسے قوم نوح پوجتی تھی۔

وُدّ: محبت، دوستی، باب سَمِعَ سے مصدر ہے۔ وُدّ کے معنی کسی چیز سے محبت کرنا بھی آتے ہیں اور کسی چیز کے ہونے کی تمنا کرنا بھی۔

وَدَّ: اس نے چاہا۔ وُدّ سے ماضی واحد مذکر غائب

وَدَّا: ان دونوں نے چاہا۔ وُدّ سے ماضی تثنیہ مذکر غائب

وَدَّتْ: اس نے چاہا، اس نے آرزو کی وُدّ سے ماضی واحد مونث غائب۔

وَدَّعَ: اس نے رخصت کیا۔ چھوڑ دیا۔ تَوْدِیْع سے ماضی واحد مذکر غائب۔

وَدْق: بارش، مینہ، وہ پانی جو بارش میں اٹھتا معلوم ہوتا ہے۔

وَدُّوْا: انہوں نے چاہا۔ انہوں نے تمنا کی وُدّ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

وَدُوْدٌ :- بہت محبت کرنے والا۔ بڑا مہربان وُدٌّ سے مبالغہ کا صیغہ (اللہ تعالیٰ کا اسم صفت)

وَرَاءُ :- آگے پیچھے۔ سوائے (اسم ظرف لغات اضداد سے ہے۔

وَرِثَ :- وہ وارث ہوا۔ وِرَاثَةٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔ (دیکھو وَارِثُوْنَ)۔

وَرَثَةٌ :- وارث لوگ۔ وَارِث کی جمع۔

وَرِثُوْا :- وہ وارث ہوئے وِرَاثَةٌ سے جمع مذکر غائب۔

وِرْدٌ :- پیاسے (وَارِدٌ کی اسم جمع) گھاٹ۔

وَرَدَ :- پانی پر آیا۔ وُرُوْد سے ماضی واحد مذکر غائب۔

وَرْدَةٌ :- گلابی۔ گلاب کا پھول وَرْد اسم جنس۔

وَرَدُوْا :- وہ اُترے۔ وُرُوْد سے ماضی جمع مذکر غائب۔

وَرِق :- چاندی کے سکے وَرِقَةٌ اور وِرْقَةٌ واحد۔

وَرَق :- پتے۔ واحد وَرَقَةٌ۔

وَرَقَةٌ :- ایک پتا

وَرِيْد :- رگ گردن۔ شہ رگ وہ رگ جو قلب و جگر سے تعلق رکھتی ہے اور اسکے کٹنے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔

وَزَر :- جائے پناہ

وِزْر :- بوجھ۔ بار مجازاً گناہ۔ جمع اَوْزَار

وَزْن :- تولنا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔ وَزْن کے معنے میں کسی چیز کی مقدار کا معلوم کرنا خواہ وہ تول کر ہو۔ یا کسی دوسرے ذریعہ سے (دیکھو مِيْزَان)

وَزَنُوْا :- انہوں نے تولا۔ انہوں نے تول کر دیا وَزْن سے ماضی جمع مذکر غائب۔

وَزِيْر :- بوجھ اٹھانے والا۔ مددگار۔ معتمد علیہ جمع وُزَرَاءُ وَزَر سے مبالغہ کا صیغہ۔

وَسَط :- درمیانی۔ معتدل۔ بہترین۔ وَسَطٌ اصل میں اس شئی کو کہتے ہیں جو دو کناروں کے درمیان ہو۔ کسی بات میں زیادتی اور غلو کو افراط کہا جاتا ہے۔ اور کمی اور کوتاہی کو تفریط افراط و تفریط دونوں مذموم ہیں۔ پسندیدہ میانہ روی ہے جسے اعتدال کہتے ہیں۔ بہذا وسط جو افراط و تفریط سے خالی ہو۔ معتدل بھی ہوگی اور بہترین بھی۔

ملتِ اسلامیہ کو "امتِ وَسَط" کا خطاب دیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (اور اسی طرح ہم نے کیا تم کو اُمتِ وَسَط تاکہ تم ہو گواہ لوگوں پر اور رسول تم پر ہو گواہ۔)۔

علامہ جیدہ لکھتے ہیں:-

ظہور اسلام سے قبل دنیا کے مختلف مذاہب میں دو قسم کے رجحانات تھے۔ بعض مذاہب کی روایات مادیت میں انہماک اور روحانیت سے بیگانگی پر مبنی تھیں۔ ان مذاہب کے پیرو خواہشاتِ نفسانی کے غلام بنے ہوئے تھے۔ جسم کی راحت اور نفس کی عشرت ہی ان کا مقصد زندگی تھا۔ یہود و مشرکین عرب کی مذہب اسی نوعیت کی تھی۔ اور بعض مذاہب کی روایات جسمانیت کا کامل انقطاع اور روحانیت میں انہماک پر مبنی تھیں۔ ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ جسم کو سخت سے سخت تکلیفیں پہنچا کر ہی ابدی راحت حاصل کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ نصاریٰ اور ہندوستان کے بعض مذہبی فرقے یہی اعتقاد رکھتے تھے۔

اسلام نے افراط و تفریط کے ان دونوں راستوں سے ہٹ کر دین فطرت یعنی صراطِ مستقیم کی طرف انسانیت کی رہنمائی کی۔ اس نے بتایا کہ انسان جسم و روح دونوں کا مجموعہ ہے دونوں کے جائز تقاضوں کو ادا کیا جائے اور ان کی صحیح نشوونما سے ہی انسانیت کی تکمیل ہو سکتی ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ اپنے نفس کا، اپنے خاندان کا، اپنے ہم نوعوں کا اور اپنے خدا کا۔ سب کا حق اپنی اپنی جگہ ادا کرے۔

اس اصول پر اس نے جو جماعت تیار کی اس کو "امتِ وسط" کے لقب سے نوازا اور اس جماعت کی یہ ذمہ داری قرار دی کہ وہ دین میں افراط و تفریط کرنے والوں کے سامنے اپنی عملی شہادت پیش کرے۔ ان کی غلط روی پر ان کو متنبہ کرے اور خود اس امت کے لئے ان کے رسول کی ذات بابرکات کو نمونۂ کامل اور مشعل راہ بنائے اور اس کے اسوۂ حسنہ اور سنت سنیہ کو ان کے لئے حجت و برہان قرار دیا۔ (تفسیر النار ملخصاً ص ۲)۔

وُسْطیٰ:- درمیانی۔ افضل۔ وَسُطٌ سے اسم تفضیل واحد مؤنث۔

اَلصَّلٰوۃُ الْوُسْطیٰ:- درمیان کی نماز۔ یعنی نماز۔ اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے نماز عصر مراد ہے۔

وَسَطْنَ:- وہ بیچ میں گھس گئیں۔ وَسْط سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

وُسْع:- طاقت۔ گنجائش۔ مشتق از سَعَة اسم مصدر۔

وَسِعَ:- وہ کشادہ ہوا۔ اس نے گھیر لیا۔ سَعَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

وَسِعَتْ :۔ (۱) فراخ ہوئی۔ اس نے گھیر لیا
سَعَۃٌ سے ماضی واحد مونث غائب۔
وَسَقَ :۔ اس نے سمیٹا، جمع کیا۔ وَسْق سے
ماضی واحد مذکر غائب۔
وَسْوَاس :۔ خیال بد ڈالنے والا۔ وسوسہ
انداز دل میں برا خیال ڈالا۔ وَسْوَسَۃ سے
مبالغہ کا صیغہ (دیکھو وَسْوَسَۃ)
وَسْوَسَ :۔ اس نے وسوسہ ڈالا اس نے
دل میں برا خیال ڈالا۔ وَسْوَسَۃ سے ماضی
واحد مذکر غائب۔
وَسْوَسَۃ :۔ خیال بد۔ دل میں خیال بد ڈالنا
(بصلۂ الی) رباعی مجرد سے مصدر ہے اسی لئے
معنی میں اسم جنس کی جمع وَسَاوِس آتی ہے
وسوسہ کی حقیقت پر علامہ ابن قیم نے اپنے
مخصوص محدثانہ رنگ میں بحث فرمائی ہے ہم
یہاں بالاختصار علامہ کی بحث کا خلاصہ ہی
درج کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔
"وَسْوَسہ" اصل لغت میں اس حرکت
یا پوشیدہ آواز کو کہتے ہیں جو محسوس نہ ہو سکے
چنانچہ زیور کی بہت ہی ہلکی جھنکار کو بھی
اسی لئے وَسْوَسہ کہا جاتا ہے۔
اور اصطلاح شرع میں وسوسہ عبارت
ہے شیطان کے انسان کو ورغلانے بہکانے
نیکی سے ہٹانے اور بدی پر ابھارنے سے۔ وسوسہ
کی کیفیت یہ ہے کہ انسان کے افعال اختیاریہ
قصد و ارادہ کے محتاج ہیں اور دل فی ذاتہ خیر و شر
و معصیت سے خالی ہوتا ہے۔ شیطان جسے
اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ قدرت دی گئی ہے
کہ وہ غیر محسوس طریقہ پر انسان کے دل کو
اپنی آماجگاہ بنائے۔ چنانچہ حدیث میں ہے
اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَجْرِیْ مِنْ اِبْنِ آدَمَ مَجْرَی
الدَّمِ، حسب انسان میں وسوسہ اندازی
کرکے اس میں کسی گناہ کا خیال پیدا کرتا
ہے، اور آہستہ آہستہ اس آگ کو بھڑکاتا
ہے تا آنکہ وہ خیال شہوت (خواہش) بن
جاتا ہے۔ پھر اس گناہ کو زیادہ سے زیادہ حسین
و جمیل تصور کے ساتھ پیش کرتا ہے تا آنکہ
انسان پورے طور پر اس کی طرف راغب ہو
جاتا ہے اور اب وہ شہوت ارادہ میں تبدیل
ہو جاتی ہے۔ پھر شیطان اپنی جد و جہد اس
ارادہ کو عملی جامہ پہنانے پر برانگیختہ کرنے کے
لئے مرکوز کر دیتا ہے۔ اس گناہ کے نقصانات
اس انسان کی نگاہ سے اوجھل کرنے اور اس
کی بدانجامی پر پردہ ڈالنے میں مشغول ہوتا ہے
اور ایسی صورت پیدا کرتا ہے کہ انسان اس
گناہ کا غور و فکر سے صحیح مطالعہ نہ کر سکے۔

اور ہر پہلو سے اُسے اس شر میں لذت و راحت
نظر آئے۔ اب صرف ارادہ ہی نہیں رہتا
ہے بلکہ قصد محکم اور عزیمت جازمہ بن جاتا ہے
پھر انسان اندھے کی طرح اس گمراہ کن
اور غدار قائد کے ہاتھ میں اپنی باگ ڈور
دے کر تباہ ہو جاتا ہے۔

چونکہ ہر معصیت کی اصل یہ شیطانی وسوسہ
اندازی ہی ہوتی ہے اسلئے تمام برائیوں کے
اصل اصول کے طور پر سورہ ناس میں وسوسہ
شیطان کے شر سے ہی پناہ مانگنے کا
حکم فرمایا گیا۔

وَسِیْلَۃ: نزدیکی۔ قرب۔ وسیلہ۔

امام راغب اصفہانی لکھتے اَلْوَسِیْلَۃُ
التوصل الی الشئ برغبۃ (رغبت
کے ساتھ کسی شے کی طرف پہنچنا)۔

قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ
الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (اے ایمان والو اللہ سے
ڈرتے رہو اور ڈھونڈو اس کی طرف وسیلہ
اور جہاد کرو اس کے راستہ میں تاکہ تم
فلاح پاؤ)۔

اس آیت میں وسیلہ سے مراد تمام عبادت
اور شریعت کے اعلیٰ اخلاق کو اختیار کرنے
سبیل اللہ کی منزلت ہے اور وہ قُرْبَۃ
و نزدیکی ہی کے معنی رکھتا ہے (مفردات)۔
مشہور صوفی مشرب مفسر شیخ اسماعیل
صاحب روح البیان لکھتے ہیں:-

اَیْ اُطْلُبُوْا لِاَنْفُسِكُمْ اِلٰی ثَوَابِهٖ
وَالزُّلْفٰی مِنْهُ الْقُرْبَةَ بِالْاَعْمَالِ
الصَّالِحَةِ (یعنی طلب کرو اپنے لئے نیک
اعمال کے ذریعہ نزدیکی اللہ تعالیٰ کے ثواب
اور اس کے مقام قرب کی طرف)۔

آگے لکھتے ہیں:- یہ فَعِیْلَۃ کے وزن پر ہے
وَسَلَ اِلٰی کذا تَقَرَّبَ اِلَیْهِ سے اور
اس کے معنیٰ میں "وہ کام جس سے اللہ تعالیٰ
کا قرب حاصل کیا جا سکے"۔ اس کی جمع وسائل
ہے (روح البیان ج ۲ ص ۳۸)۔

حافظ ابن کثیر نے اس موضوع پر جو کچھ لکھا
ہے۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی نے اپنے
فوائد میں بڑے دلنشین طریقہ پر اسکی توضیح ان
الفاظ میں فرمائی ہے:-

وسیلہ کی تفسیر ابن عباس، مجاہد، ابو
وائل، حسن وغیرہم اکابر سلف نے قربت سے
کی ہے تو وسیلہ ڈھونڈھنے کے معنی یہ ہوں
گے کہ اس کا قرب و وصول تلاش کرو۔

قتادہ نے کہا ای تقربوا الیہ بطاعته والعمل بما یرضیه یعنی خدا کی نزدیکی حاصل کرو۔ اُس کی فرمانبرداری اور پسندیدہ عمل کے ذریعے سے۔ ایک شاعر کہتا ہے

اذا غفل الواشون عدنا لوصلنا
وعاد التصافی بیننا والوسائل

(رقیب لگائی بجھانے والے غافل ہوئے تو ہم پھر مل بیٹھے اور ہمارے درمیان محبت وتعلقات دوبارہ استوار ہو گئے) اسمیں یہی معنے قرب و توسل کے مراد ہیں۔ اور جو حدیث میں آیا ہے کہ وسیلہ جنت میں ایک نہایت ہی اعلیٰ منزل ہے جو دنیا میں سے کسی ایک بندہ کو ملے گی۔ رسالت پناہ نے ارشاد فرمایا کہ تم اذان کے بعد میرے لئے خدا سے وہی مقام طلب کیا کرو تو اس مقام کا نام بھی وسیلہ اسی لئے رکھا گیا کہ جنت کی سب منزلوں سے وہ سب سے زیادہ عرش رحمن کے قریب ہے اور حق تعالیٰ کے مقامات قرب میں سب سے بلند واقع ہوا ہے (فوائد علامہ عثمانی)۔

بہرحال تفصیل بالا سے واضح ہوگیا کہ قرآن کریم کی اس آیہ میں اور اسی طرح سورہ بنی اسرائیل کی دوسری آیت اُولٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ (وہ لوگ جن کو یہ کفار پکارتے ہیں۔ خود اپنے رب کا قرب تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون ان میں آگے نکلتا ہے) میں وَسِیلَہ سے قرب خداوندی یا وہ اعمال صالحہ جن سے قرب خداوندی حاصل ہو، مراد ہے۔ عام طور پر توسل اور وسیلہ کے جو معنے مروج ہیں۔ وہ مراد نہیں لیے جا سکتے۔

توسل مروجہ کے متعلق استاذ العلامہ انور شاہ کاشمیریؒ لکھتے ہیں:۔

توسل جس انداز پر ہمارے زمانہ میں معروف ہے۔ سلف میں نہیں تھا۔ جب وہ کسی بزرگ کے ذریعہ سے توسل کرتے تھے تو اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ وہ انہیں اپنے ساتھ دعا میں شامل کرتے تھے اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تھے اور اسی سے مدد طلب کرتے تھے اور ان بزرگ کی قبول کی برکت سے اپنی دعا کی قبول کی امید کرتے تھے۔ وہ حدیث میں جو ضعفاء و مساکین سے استفتاح ثابت ہوتی ہے وہ یہی ہے۔ چنانچہ حدیث استسقاء میں صحابہ کرام کا حضرت عباس سے توسل اسی نوعیت کا ہے۔ رہا بزرگوں کے ناموں سے توسل جیسا کہ ہمارے زمانہ میں مروج ہے کہ ان بزرگوں کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا۔

میرا بوجھ تجھ سے ہلکا کیا) میں عن کے صلہ کے ساتھ دُور کرنے اور ہلکا کرنے کے ہیں۔

وُضِعَ :۔ وہ رکھا گیا۔ نکالا گیا۔ بنایا گیا۔ قائم کیا گیا۔ وَضع سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب

وَضَعَتْ :۔ اس نے جنا۔ وَضع سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

وَضَعْتُ :۔ میں نے جنا۔ وَضع سے ماضی واحد متکلم۔

وَضَعْنَا :۔ ہم نے دور کیا (بصلہ عن) وَضع سے ماضی جمع متکلم۔

وَطْاء :۔ روندنا۔ پامال کرنا۔ باب فَتَحَ سے مصدر۔ سورۂ مزمل میں فرمایا گیا ہے۔ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَاَقْوَمُ قِيْلاً (در حقیقت رات کو اٹھنا سخت روندتا ہے اور سیدھی بات نکلتی ہے) مطلب یہ ہے کہ رات کو عبادت کے لئے اٹھنا معمولی کام نہیں سخت ریاضت اور نفس کشی ہے جس میں نفس کو روندا جاتا ہے اور خواہشات کو پامال کیا جاتا ہے۔ اور زبان و دل بھی اس وقت ہم آہنگ ہوتے ہیں کہ دعا سیدھی دل سے نکل کر زبان پر آتی ہے۔ اور زبان سے سیدھی اجابت پر پہنچتی ہے۔

وَطَرٌ :۔ حاجت۔ ضرورت۔ جمع اَوْطَار

دِعَاءٌ :۔ برتن۔ خرجی۔ زنبیل۔

وَعْدٌ :۔ وعدہ۔ وعدہ کرنا۔ باب ضرب سے مصدر۔ وَعْد (وعدہ کرنا) کا استعمال خیر میں بھی ہوتا ہے اور شر میں بھی۔ چنانچہ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا (کیا تمہارے پروردگار نے تم سے بھلا وعدہ نہیں کیا) میں خیر کا وعدہ اور اَلنَّارُ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (دوزخ جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کافروں سے کیا) میں شر کا وعدہ مراد ہے مگر وَعِيْد کا استعمال صرف شر کے لئے ہے۔

وُعِدَ :۔ وعدہ کیا گیا۔ وَعْد سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

وَعَدْتُ :۔ میں نے وعدہ کیا۔ وَعْد سے ماضی واحد متکلم

وَعَدْتُمْ :۔ تم نے وعدہ کیا۔ وَعْد سے ماضی جمع متکلم۔

وُعِدْنَا :۔ ہم سے وعدہ کیا گیا۔ وَعْد سے ماضی مجہول جمع متکلم۔

وَعَدُوْا :۔ انہوں نے وعدہ کیا۔ وَعْد سے ماضی مجہول جمع متکلم۔

وَعَظَتْ :۔ تو نے نصیحت کی۔ وَعْظ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔ وَعْظ کہتے ہیں اس تنبیہ کو جس کے ساتھ تخویف (خوف دلانا) شامل ہو

نحیل نحوی کا قول ہے کہ وعظ اور موعظہ اس کا اسم ہے (دیکھو موعظہ)

وَعِیْد: ڈرانا۔ دھمکی۔ عذاب کا وعدہ (دیکھو وعد)

وَفّٰی: اس نے پورا دیا۔ اس نے حق ادا کر دیا۔ تَوْفِیَہ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

وِفَاق: پورا پورا۔ موافق۔ مصدر بمعنی فاعل۔

وَفْد: جماعت جو کہیں کسی بادشاہ کے پاس بطلب حاجات جائے۔ جمع وُفُوْد

وُفِّیَتْ: وہ تمام دی گئی۔ وہ پوری کی گئی۔ تَوْفِیَہ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

وَقٰی: اس نے بچایا۔ حفاظت کی۔ وِقَایَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

وَقَار: بڑائی۔ بزرگی۔ عظمت۔ بردباری۔ تحمل۔ مصدر۔

وَقَبَ: وہ سمٹ گیا۔ چھپ گیا۔ وُقُوْب سے ماضی واحد مذکر غائب۔

وَقْت: زمانہ کا ایک معین حصہ وقت۔ جمع اَوْقَات

وِقْر: بار گراں۔ مراد پانی سے بھرا ہوا بادل۔

وَقْر: بہرا پن۔ کم سننا۔

وَقَعَ: گرا۔ واقع ہوا۔ ثابت ہوا۔ پورا ہوا۔ وُقُوْع سے ماضی واحد مذکر غائب۔

وَقْعَۃ: پڑنا۔ واقع ہونا۔ مصدر۔ ایک مرتبہ۔

وَقَعَتْ: ہو پڑی۔ واقع ہوئی۔ وُقُوْع سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

وُقِّتُوْا: وہ ٹھہرائے گئے۔ تَوْقِیْت سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

وَقُوْد: ایندھن۔ لپیٹ۔ شعلہ۔

وَكَزَ: اس نے گھونسا مارا۔ وَکْز سے ماضی واحد مذکر غائب۔

وُكِّلَ: مقرر کیا گیا۔ تَوْكِیْل سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

وَكَّلْنَا: سونپا۔ ہم نے مقرر کیا۔ تَوْكِیْل سے ماضی جمع متکلم۔

وَكِیْل: کارساز۔ محافظ۔ ذمہ دار۔ وَکَالَۃ سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

وَلِّ: تو پھیر دے۔ تَوْلِیَۃ سے امر واحد مذکر حاضر

وَلّٰی: اس نے منہ پھیرا۔ دی پھیر۔ تَوْلِیَۃ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

وَلَایَۃ: حکومت۔ ذمہ داری۔ سرپرستی۔ مدد۔ رفاقت۔ باب حَسِبَ سے مصدر (دیکھو ولی)

وَلَد: بیٹا۔ بچہ۔ اَوْلَاد ولد کا جمع ہے۔ مذکر و مؤنث چھوٹے اور بڑے ایک دو سب پر بولا جاتا ہے کی طرح جمع کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

وُلِدْتُ: میں جنا گیا۔ میں پیدا ہوا۔ وِلَادَۃ سے ماضی مجہول واحد متکلم

وَلَدْنَ: انہوں نے جنا۔ وِلَادَۃ سے ماضی

جمع مؤنث غائب۔

وَتَوَلَّوْا:۔ انہوں نے منہ پھیرا، وہ پھرے تَوَلِّیَۃ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

وَلَّوْا:۔ تم پھیرو۔ تَوْلِیَۃ سے امر جمع مذکر حاضر۔

وَلِیّ:۔ دوست۔ محبوب۔ محب۔ عزیز۔ محافظ۔ مددگار۔ حاکم۔ وَلِیّ وَلَاء، در تَوَالِی سے یا ولایۃ اور تَوَلِّی سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے وَلَاء اور تَوَالِی کے معنی قرب نزدیکی ہیں یہ قرب مقام، نسبت دین، اعتقاد، محبت نصرت کسی اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے اور وَلَایَۃ اور تَوَلِّی کے معنے حفاظت، نگرانی اور حکومت کے ہیں۔ وَلِیّ بمعنی فاعل اور معنی مفعول دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور بندوں دونوں کے لئے آیا ہے اس کی جمع اَوْلِیَاءُ ہے۔ (مفردات)

قرآن کریم میں اولیاء الشیطان اور اولیاء اللہ دونوں کا ذکر ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے

اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیَاطِیْنَ اَوْلِیَاءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔

ہم نے کر دیا ہے شیطانوں کو دوست ان لوگوں کا جو ایمان نہیں لاتے اور فرمایا گیا ہے فَقَاتِلُوْا اَوْلِیَاءَ الشَّیْطَانِ۔

(تم جنگ کرو شیطان کے دوستوں سے)

اولیاء اللہ کے متعلق فرمایا گیا ہے۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔

(اللہ تعالیٰ دوست ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے) اور فرمایا گیا ہے:۔

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

(ہاں اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔)

اسی سلسلہ میں اولیاء اللہ کے اوصاف مناقب کی بھی تصریح کر دی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے:۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ۔ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔ (جو لوگ ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا۔ ان کے لئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ اللہ تعالیٰ کے کلمات بدلتے نہیں۔ یہی ہے بڑی کامیابی (یونس ۶)، ان آیات سے مولوی دائم کہتے ہیں:۔

(۱) ولی اللہ وہ ہے جو صاحب ایمان بھی ہو اور صاحب تقویٰ بھی۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی

تھانوی فرماتے ہیں۔

اس آیت میں ولایت کا مدار دو چیزوں پر فرمایا ہے ایمان اور تقویٰ۔ سو جس درجہ کا ایمان و تقویٰ حاصل ہوگا اسی مرتبہ کی ولایت حاصل ہوگی۔ اگر ادنیٰ درجہ کا ایمان و تقویٰ ہے جو ضروری عقائد کی تصحیح اور ضروری اعمال کی پابندی سے حاصل ہوتا ہے تو ادنیٰ درجہ کی ولایت حاصل ہوگی جو ہر مومن کو حاصل ہے اس کو ولایت عامہ کہتے ہیں۔ اور اگر اعلیٰ درجہ کا ایمان و تقویٰ ہے تو اعلیٰ درجہ کی ولایت حاصل ہوگی جس کو ولایت خاصہ کہتے ہیں اور اصطلاحاً ولی اسی کو کہا جاتا ہے جو ولایت خاصہ رکھتا ہو تو ظاہر ہے کہ جو شخص ایمان و تقویٰ کے کسی بلند درجہ پر فائز ہوگا وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی رضا کے حصول کی فکر میں منہمک رہے گا۔ اسی لیے ایک حدیث میں اولیاء اللہ کی یہ پہچان بتائی گئی ہے۔

اَلَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ کہ جب ان کی صورت پر نظر پڑے تو اللہ یاد آجائے۔

(۲) اولیاء اللہ خوف سے خالی اور غمگین نہیں۔ آخرت میں تو اعمال قیامت کا انہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ کفار و فساق میدانِ حشر میں حساب کتاب اور پھر دوزخ کی جن ہولناکیوں سے گراں بار ہو رہے ہوں گے وہ ان سے مطمئن ہوں گے لَا یَحْزُنُہُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ۔ اور دنیوی زندگی جس کا عیش و آرام چھوٹنے پر کفار و فساق افسردہ و غمگین ہوں گے جنت کی لذتوں اور راحتوں کے مقابلہ میں ان کو اس کا خیال بھی نہ آئے گا۔

دنیا میں بھی ان کا حال یہ ہے کہ راہ حق میں ان کو جو تکالیف پیش آتی ہیں ان کو ہر چہ از دوست میرسد نکوست کہتے ہوئے خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں اور ان کو اپنے حق میں ترقی درجات کا سبب سمجھتے ہیں وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰی مَا اٰذَیْتُمُوْنَا اور دشمنانِ حق کی بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکر لیتے ہوئے بھی ان کے دلوں میں کوئی لرزش اور ان کے قدموں میں کوئی لغزش پیدا نہیں ہوتی۔ ان کا اعتماد خالق کائنات کی نصرت و امداد پر ہوتا ہے اس لیے بے تکلف پہاڑوں سے ٹکرا جاتے ہیں اور سمندروں کے طوفانوں سے کھیلنے لگتے ہیں۔ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔

(۳) ان کے لئے دنیوی زندگی میں خوشیاں اور خوشخبریاں ہیں۔ دشمنوں کے مقابلہ میں فتح و نصرت کے وعدے ہیں اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ

مَنصور کہ خلافت ارضی کا انعام واکرام ہے۔ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ. موت کے وقت فرشتگانِ رحمت کا نزول ہے تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَنْ لَّا تَخَافُوْا اور آخرت میں راحت سرمدی اور نعیم ابدی کی بشارتیں ہیں بُشْرٰکُمُ الْیَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ۔ یہ ہیں اولیاء اللہ کے اوصاف و مناقب جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں صحابۂ کرام جو سب سے بڑے اولیاء اللہ تھے ان فضائل کے سب سے بڑے حامل تھے اور ان ہی کے آئینہ میں خدا کے پیاروں کے جمال جہاں آرا کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

وَلَّیْتَ:۔ تو نے پیٹھ موڑی۔ تَوَلِّیَۃ سے ماضی واحد مذکر حاضر۔

وَلَّیْتُمْ:۔ تم پھرے۔ تَوْلِیَۃ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

وَلِیْجَۃ:۔ بھیدی۔ دلی دوست۔ معتمد علیہ راز دار۔

وَلِیْدًا:۔ بچہ۔ جمع وِلْدَان۔

وُوْرِیَ:۔ وہ چھپایا گیا۔ مُوَارَاۃ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

وَھَّاب:۔ خوب بخشنے والا۔ دینے والا ھِبَۃ سے مبالغہ کا صیغہ۔

وَھَّاج:۔ بہت چمکیلا۔ تابناک۔ وَھْج سے مبالغہ کا صیغہ۔

وَھَبَ:۔ اس نے بخشا۔ وَھْب سے ماضی واحد مذکر غائب۔

وَھَبْنَا:۔ ہم نے بخشا۔ وَھْب سے ماضی جمع متکلم

وَھْن:۔ ضعف۔ کمزوری۔ باب ضَرَبَ سے مصدر۔

وَھَنَ:۔ کمزور ہوا۔ وَھْن سے ماضی واحد مذکر غائب۔

وَھَنُوْا:۔ وہ کمزور ہوئے۔ وہ ہارے۔ وَھْن سے ماضی جمع مذکر غائب۔

وَیْکَاَنَّ:۔ تعجب ہے کہ۔ خبردار کہ (کلمۂ تعجب و زجر) مرکب ہے۔ وَیْ۔ کَ (ضمیر خطاب) اور اَنَّ حرف مشبہ بفعل سے۔

وَیْل:۔ خرابی۔ تباہی۔ عذاب۔ افسوس۔

امام راغب لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں نے جو کہا ہے کہ وَیْل دوزخ کی ایک وادی کا نام ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جن بدبختوں کیلئے کلمہ وَیْل استعمال کیا ہے ان کا ٹھکانا دوزخ میں بن گیا۔ یہ مراد نہیں کہ یہ لفظ وادی دوزخ کے لئے وضع کیا گیا ہے (مفردات)

یا وَیْلَتٰی:۔ ہائے میرے افسوس۔ (اصل میں وَیْلَتِیْ تھا۔ یائے متکلم کو الف سے بدل لیا گیا)۔

ہ

ہٗ - ہُ :۔ ضمیر مفرد منصوب مذکر غائب (جیسے رَفَعْتُہٗ (میں نے اس کو بلند کیا) رَفَعْنَاہُ (ہم نے اس کو بلند کیا) ضمیر مجرور مفرد مذکر غائب جیسے عَبْدُہٗ (اس کا غلام)، عَبْدُہُمْ (ان کے دو غلام)، اگر اس ضمیر سے پہلے حرف ساکن ہے تو فقط ضمہ کی آواز نکلے گی اور اگر اس سے پہلے ضمہ یا فتحہ ہے تو ضمہ مع الواو یعنی ھُوْ کی آواز ہوگی۔ اور اگر اس سے پہلے ی ساکن ہو جس کا ماقبل مفتوح ہو تو پھر یہ مکسور ہو جاتی ہے جیسے عَلَیْہِ۔ غُلَامَیْہِ (اور سورہ الفتح میں عَلَیْہُ اللّٰہَ خلاف قیاس ہے)۔ کبھی ہ ساکن ہو کر کلمہ کے آخر میں وقف کیلئے لاحق ہوتی ہے جسے ہائے سکتہ کہتے ہیں۔ اس کے کچھ معنی نہیں ہوتے۔ جیسے مَالِی سے مَالِیَہْ سُلْطَانِی سے سُلْطَانِیَہْ۔ نیز وہ تائے تانیث جو عربی رسم الخط میں ۃ کی شکل سے لکھی جاتی ہے وہ بھی وقف میں ہائے ساکنہ پڑھی جائے گی جیسے رَحْمَۃٌ اور قَدْرَۃٌ سے رَحْمَہْ اور قُدْرَہْ (س ش۔ ا)

ھا :۔ اس کو ضمیر منصوب واحد مؤنث غائب جیسے ضَرَبْتُہَا میں نے اس عورت کو مارا۔ اُس (ضمیر مجرور واحد مؤنث غائب۔ جیسے عَلَیْہَا۔ اُس پر)

ھٰؤُلَاءِ :۔ یہ (اسم اشارہ جمع مذکر و مؤنث)

ھَدُّمْ :۔ تم پکڑو۔ تم لو (اسم فعل بمعنی خُذُوْا)

ھَاتُوْا :۔ تم لاؤ۔ (اسم فعل ہے)

ھَاتَیْنِ :۔ یہ دو (اسم اشارہ تثنیہ مؤنث)

ھَاجَرَ :۔ اس نے ہجرت کی۔ مُھَاجَرَۃٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

ھِجْرَۃٌ کے لغوی معنی چھوڑ دینا ہیں۔ اصطلاح شریعت میں دین کی خاطر دار الکفر کو چھوڑ کر دار الاسلام کی طرف نکلنا ہجرت کہلاتا ہے۔ ابتداء اسلام میں جب مشرکین مکہ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سخت اذیتیں دیں تو آپ نے ان میں سے ایک جماعت کو حبش کی طرف ہجرت کرنیکا حکم دیا پھر رسول اکرم صلعم نے مکہ کو چھوڑ کر مدینہ میں اقامت اختیار فرمائی مکہ میں کافروں کا زور بڑھ گیا اور مدینہ میں اسلام کو اقتدار حاصل ہوا تو مکہ کے مسلمانوں کو اپنا وطن چھوڑ کر اپنے دین کی حفاظت اور مرکز اسلام کی تقویت کے لئے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا فرض قرار دیا گیا صرف ان لوگوں کو اس سے مستثنیٰ کیا گیا جو اپنی بے طاقتی یا ناداری یا رستہ سے ناواقفیت کیوجہ سے

ہجرت کی قدرت ہی نہ رکھتے ہوں۔

چنانچہ سورۂ نساء میں ارشاد فرمایا گیا:۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا - إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا - فَأُولَئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا

(وہ لوگ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے اس حالت میں کہ وہ (لوگ) برا کر رہے ہیں اپنا کہتے ہیں اُن سے فرشتے تم کس حال میں تھے وہ کہتے ہیں ہم تھے بے بس اس ملک میں کہتے ہیں فرشتے کیا نہ تھی زمین اللہ کی کشادہ جو چلے جاتے وطن چھوڑ کر وہاں سو ایسوں کا ٹھکانا ہے دوزخ اور وہ بہت بری جگہ پہنچے۔ مگر جو ہیں بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے جو نہیں کر سکتے کوئی تدبیر اور نہ جانتے ہیں کہیں کا راستہ سو ایسوں کو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف کرے اور اللہ ہے معاف کرنے والا اور بخشنے والا (نساء ۱۴)

فتح مکہ کے بعد مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی ضرورت باقی نہ رہی۔ اس لئے اس کی فرضیت منسوخ قرار دی گئی۔ چنانچہ حضور نے فرمایا لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ (فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت باقی ہے) (متفق علیہ)

یہاں مفسرین اور محدثین کے مابین اس امر میں اختلاف رائے ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت بالکل منسوخ ہو گئی یا دیگر بلاد کفر کے متعلق باقی رہی؟ اور اگر باقی رہی تو کن حالات میں وہ واجب ہوتی ہے۔

آیات واحادیث وآثار پر ایک نظر ڈالنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہجرت کا وجوب بالکلیہ منسوخ نہیں ہوا۔ بلاد کفر میں گر مسلمان دینی احکام پر آزادی کے ساتھ عمل نہ کر سکے اور اسکو ایسی تکلیفیں دی جائیں جن کی وہ برداشت نہ کر سکے اور قوت برداشت ہر شخص کی یکساں نہیں ہوتی گویا وہ حالات پیدا ہو جائیں جو فتح مکہ سے قبل اور حضور کی ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں کے لئے مکہ میں تھے تو اس کو ہجرت کرنا واجب ہے۔ البتہ جو لوگ ذاتی و خارجی مجبوریوں کی بنا پر اس کی قدرت ہی نہ رکھتے ہوں، وہ عند اللہ مواخذہ سے بری ہیں۔

(میرے) خاندان میں سے ایک شخص کو میرا
مددگار بنا دے، یعنی بھائی ہارون کو جو درحقیقت دین
میں میری قوت بازو اور شریک کار ہو۔

یہ سفارش قبول ہوئی اور حضرت ہارون
کو بھی درجۂ نبوت سے سرفراز کیا گیا اور کار نبوت
و رسالت میں حضرت موسیٰ کا معین و مددگار بنایا گیا۔

وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ
نَبِيًّا (اور بخشا ہم نے اس کو اپنی رحمت سے اسکے
بھائی ہارون کو نبی بنا کر) حضرت عائشہ سے مروی
ہے کہ دنیا میں کسی بھائی نے اپنے بھائی کیلئے
اس سے بہتر سفارش نہیں کی جو حضرت موسیٰ نے
حضرت ہارون کے لئے کی۔ (ابن کثیر)

حضرت ہارون اس وقت سے آخر دم تک
حضرت موسیٰ کے رفیق، معین اور مددگار رہے۔
حضرت موسیٰ غرق فرعون کے بعد جب تورات
لینے کوہ طور پر گئے تو حضرت ہارون ہی کو بنی اسرائیل
کا نگران بنا گئے۔ وہیں بنی اسرائیل نے سامری
کے بہکانے پر گوسالہ پرستی شروع کر دی۔ حضرت
ہارون نے ہر چند سمجھایا مگر ان کی ایک نہ سنی۔
جب حضرت موسیٰ واپس آئے تو انہیں بنی اسرائیل
کی اس حماقت و جہالت پر سخت طیش آیا، اور اس
شبہ میں کہ شاید انہوں نے تعلیم و تفہیم میں پوری
کوشش نہیں کی، حضرت ہارون کے سر کے بال
پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔

حضرت ہارون نے موسیٰ علیہ السلام سے
کہا "اے میرے ماں جائے بھائی میں نے ان کو
سمجھانے بجھانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ بلکہ
انہوں نے میری کچھ حقیقت نہ سمجھی بلکہ مجھے قتل
کرنے کا ارادہ کرنے لگے۔ اب آپ مجھ پر سختی
کر کے دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیجئے اور
مجھے ان کے جرم میں شامل نہ کیجئے۔"

حضرت موسیٰ کا غیظ و غضب جو غیرت دینی
میں افراط کا نتیجہ تھا، جب کم ہوا تو انہیں اپنی لغزش
کا احساس ہوا۔ ہر چند کہ ہارون، مقتدی کی حیثیت
سے ان کے نائب تھے پھر بھی وہ نبی تھے
اور ان کے بڑے بھائی۔ انہوں نے دعا کی، "اے
اللہ میری اس لغزش کو معاف فرما دے، میرے
بھائی سے اگر کوئی کوتاہی ہوئی ہو تو اسے بھی
معاف کر دے اور ہم دونوں کو اپنی رحمت کے سائے
میں لے لے کہ تو ارحم الراحمین ہے۔"

توریت کے سفر خروج کی فصل ۳۲ میں
بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی کی ساری ذمہ داری
حضرت ہارون پر ڈال دی گئی ہے۔ یہ بیان ہے
کہ خود حضرت ہارون نے ہی گوسالہ کی مورت
گھڑ کر دی۔

قرآن کریم نے جا بجا کتب قدیمہ کی دروغ

تحریفات اور انبیاء کرام سے متعلق ان کے بیہودہ الزامات کی تصحیح کی ہے اور حضرت ہارون کے دامنِ نبوت کو بھی اس بہتان کے داغ سے صاف کر دیا ہے۔ (تفسیر المنار ۹/۱۲۱)

حضرت ہارون علیہ السلام نے میدانِ تیہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تین سال پہلے وفات پائی۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھو موسیٰ)

سورۂ مریم میں حضرت مریم کو اختِ هارون (ہارون کی بہن) کہا گیا ہے تو یہ اس لیے کہ حضرت مریم حضرت ہارون نبی کی نسل سے تھیں، اگرچہ دونوں کے درمیان ایک ہزار سال کی مدت ہے گویا اختِ هارون سے اختِ قومِ هارون (قومِ ہارون کی لڑکی) مراد ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ہارون حضرت مریم کے حقیقی (رشتہ کے) بھائی کا نام تھا اور وہ نیک سیرت و پاک طینت تھے۔ گویا ہارون کی طرف نسبت کا مقصد حضرت مریم کو شرم دلانا اور بہ حیثیت ہم خویش ان کی ناروا حرکات پر تعجب کا اظہار کرنا تھا۔ (بیضاوی ۲/۵)

هٰکَذَا: اسی طرح، یہ کنایہ ہے۔

هَالِكٌ: فنا ہونے والا، مٹنے والا۔ هلاك سے اسم فاعل واحد مذکر۔

هَالِكِيْنَ: ہلاک ہونے والے۔ هلاك سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی و جری۔

هَامَان: فرعون کا وزیر و مشیر جو حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں اس کا دستِ راست بنا ہوا تھا۔ خدائے قدوس سے (بزعمِ خود) مقابلہ کرنے کے لیے فرعون نے اسی کو ایک بلند محل تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا۔

هَامِدَةٌ: بے گھاس کی زمین، مردہ زمین۔ هُمُود سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

هَاوِيَةٌ: دوزخ۔ گڑھا۔ پہلی صورت میں (بمعنی دوزخ) علم و غیر منصرف ہے اور بمعنی ثانی هُوِیّ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔

آیت کریمہ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ (رہا وہ شخص جس کے اعمالِ حسنہ وزن میں ہلکے ہوئے تو اس کی جگہ هاویہ ہے) میں هَاوِيَة کی دونوں طرح تفسیر کی گئی ہے

بصورت علمیت دوزخ کو هاویہ بمعنے عمیقہ کہا گیا ہے، اور اُم کنایہ ہے ٹھکانہ سے یعنی اس شخص کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ جس طرح کہ بچے کا ٹھکانا ماں کی گود ہوتی ہے۔

اور دوسری صورت میں دو توجیہیں ہیں

(۱) اُم سے مراد اُمّ الراس (کھوپڑی یا دماغ) ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دوزخی دوزخ میں سر کے بل گریں گے۔

(۲) کنایہ ہے ہلاکت و بربادی سے۔ یہ گویا عرب کی بدنصیب ماں کا بیٹا مرجاتا ہے تو وہ ماتا کی ماری چیخ پکار کرتی ہے اس اعتبار سے هَوَتْ اُمُّهٗ کا استعمال بمعنی هَلَكَ وَمَاتَ ہونے لگا۔

صاحب کشاف نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے (تفسیر کبیر، کشاف، ارشاد)

هُنَا: اسم اشارہ۔ یہاں۔ اسم ظرف۔

هَبْ: تو بخش۔ تو عطا کر۔ وَهْبٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔

هَبَاءً: غبار کا ریزہ جو روشندان میں دھوپ کے اندر اڑتا ہوا نظر آتا ہے۔

هَجْر: چھوڑنا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

هَدّ: دھم سے گر جانا۔ باب نَصَرَ سے مصدر۔

هُدًى: رہنمائی۔ ہدایت۔ راہ دکھانا۔ باب ضَرَبَ سے مصدر و اسم مصدر۔

هَدٰى: اس نے ہدایت دی۔ رہنمائی کی۔ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

هِدَايَة۔ هُدًى: راہ دکھانا۔ رہنمائی۔ توفیق خداوندی باب سے مصدر و اسم مصدر۔

ہدایت کی تعریف اور اس کی قسموں کا بیان امام راغب اصفہانی کی تشریحات کی روشنی میں لفظ هُدٰی کے ذیل میں گزر چکا ہے۔ یہاں ہم اقسام ہدایت سے متعلق علامہ محمد عبدہ مصریؒ کے ارشادات کا خلاصہ بیان کرتے ہیں۔ علامہ موصوف فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو ہدایت عطا فرمائی ہے اس کی چار قسمیں یا چار مرتبے ہیں جن سے وہ درجہ بدرجہ سعادت کی منزلیں طے کرتا ہے۔

(۱) ہدایت وجدانِ طبعی: یہ ہدایت کا پہلا درجہ اور فطرت کا وہ الہام ہے جو پیدا ہوتے ہی بچہ کی دستگیری کرتا ہے آپ دیکھتے ہیں کہ بچہ دنیا میں آنکھیں کھولتے ہی بھوک کی تکلیف کو محسوس کرتا ہے اور محض اپنی فطرت کے تقاضے سے رو کر غذا کا مطالبہ کرتا ہے اور جیسے ہی ماں کا پستان اس کے ہونٹوں کو مس کرتا ہے وہ اپنی فطرت کے کسی غیر محسوس اشارے پر اسے منہ میں لے کر چوسنے لگتا ہے۔

(۲) ہدایت حواس: یہ ہدایت کا دوسرا درجہ ہے اسی سے انسان دیکھنے سننے چکھنے سونگھنے اور چھونے کی قوتیں پاتا ہے۔ حیوانی زندگی میں یہ درجہ پہلے درجہ کی تکمیل کرتا ہے۔ ان دونوں قسم کی ہدایت میں انسان کے ساتھ حیوان بھی شریک ہے بلکہ اس کا حصہ کچھ زیادہ ہی رہتا ہے۔ کیونکہ حیوان کے وجدان و حواس پیدائش کے بعد بہت جلد مکمل ہو جاتے ہیں۔ اور انسان کے

بتدریج تکمیل کی منزل طے کرتے ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ انسان کا بچہ کچھ دن تک نہ تو اچھی طرح دیکھ سکتا ہے اور نہ سن سکتا ہے۔ پھر دیکھتا ہے لیکن نظر کے قصور کے سبب فاصلہ کا صحیح اندازہ نہیں کر پاتا چنانچہ کبھی چاند کو اپنی گود میں لینے کے لئے اپنے ہاتھوں کو پھیلا دیتا ہے۔ برخلاف حیوان کے بچہ کے کہ وہ پیدا ہوتے ہی اپنے حواس سے صحیح طور پر کام لینے کے قابل ہو جاتا ہے۔

(۳) ہدایتِ عقل: یہ ہدایت کا تیسرا درجہ ہے جو انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مدنی الطبع بنایا ہے۔ انسان کی تمدنی زندگی کی ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے اول الذکر ہدایت کے دونوں مرتبے کافی نہیں ہو سکتے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت کے بلند تر درجہ پر فائز فرمایا جسے ہدایت عقل کہتے ہیں۔

یہ ہدایت حواس و مشاعر کی غلطیوں کا پتہ چلایا کرتی ہے اور محسوسات سے آگے بڑھ کر نظریات کی پیچیدہ وادی میں اس کی رہنمائی کرتی ہے۔

مثلاً دور کی چیز انسان کو چھوٹی نظر آتی ہے۔ صفراوی میٹھی چیز کو کڑوا محسوس کرتا ہے اسی طرح پانی کی تہ میں سیدھی لکڑی ٹیڑھی معلوم ہوتی ہے۔ تو یہ عقل ہی ہے جو انسان کو اصل حقیقت سے آگاہ کرتی ہے۔

اور حواس غلطی کی وجہ بھی ظاہر کرتی ہے۔

(۴) ہدایتِ دین: یہ ہدایت کا آخری درجہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے انسان کو کرامت فرمایا ہے جس طرح حواس کی غلطیوں کو عقل کی مدد سے دور کیا جاتا ہے اسی طرح عقل کی لغزشوں کے لئے بھی ایک سہارے کی ضرورت ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان اپنی عقل کو اپنی ذاتی اور قومی فلاح و بہبود کی منزلیں طے کرنے کے لئے استعمال نہیں کرتا بلکہ نفسانی خواہشوں اور بربادی کی اندھیروں کی گھاٹیوں میں اسے دوڑانے لگتا ہے۔

پھر نفسانی خواہشوں کا میدان بہت وسیع ہے وہ ساری دنیا کا خون کھینچ کر اپنی مجلس عیش کی رنگینیوں میں اضافہ کرنا چاہتا ہے۔ اس طرح دنیا قتل و غارت تباہی و بربادی کا شکار ہو جاتی ہے۔

خواہشات نفسانی کی اندھیاری گھاٹیوں میں عقل انسانی کی اس غلط روی کو روکنے کے لئے ہدایت دین کا ہاتھ آگے بڑھتا ہے وہ اس کی لگام تھام لیتا ہے اور اسے ہلاکت کے رستہ سے ہٹا کر سعادت کے رستہ پر ڈال دیتا ہے۔

علاوہ ازیں انسان طبعی طور پر اپنے دل کے

بد معاملگی سے منع نہ کرنے کا قصد کیا۔ اور
اس خیال سے کہ دوسرے شہروں کے باشندے
آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ اور پھر آپ کی
طاقت بڑھ جائے گی۔ وہ اس کام کو کر گئے۔

سورۂ یوسف میں زلیخا کے حضرت یوسف
علیہ السلام کے جمال جہاں آرا پر فریفتہ اور
بے خودی شوق میں جذبات نفسانی سے مغلوب
ہو کر تنہائی میں انہیں دعوت وصل دینے اور
حضرت یوسف کے اس کی اولوالعزمی دیکھ کر اس کو
کے ساتھ سے ٹھکرا دینے کے ذکر کے بعد فرمایا
گیا ہے۔ لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا
أَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ۔ علامہ عبدہ المصری
نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے۔

کہ زلیخا جس کی شان یہ تھی کہ وہ مطلوب و
محبوب ہو نہ کہ طالب و محب۔ جب اس نے
اپنے غرور حسن کی یہ پامالی اور جذبۂ محبت کی یہ
ناکامی دیکھی، وہ بھی اپنے ایک زر خرید غلام کی
طرف سے جس کا فرض تھا کہ وہ اس کے ہر اشارۂ
ابرو پر اپنا سر خم کرے تو وہ آگ بگولا ہو گئی۔

اور هَمَّتْ بالبطش به اس نے یوسف
کو مارنے کا ارادہ کیا اور (هَمَّ بالبطش بها)
اور یوسف نے بھی جوش میں آ کر [illegible]
کر ڈالنے کا ارادہ کیا۔ اور یہ خطرہ تھا کہ اس

[illegible]
کا اثر تھا۔ بالخصوص شہوت کی شدت میں ایسے
میں بار و دخترِ نہ پاتے جو ہر خطرے سے تنہائی
تھے کی فضا میں تھیں تو زلیخا نے بھڑکتے

"تفسیر ماجدی" ۲۶۶

علامہ عثمانی نے لکھا ہے کہ عورت
زلیخا نے پھانسنے کی تدبیر کی، ادھر یوسف
نے تدبیر کی کہ عورت کا داؤ نہ چلنے پائے۔ اگر اپنے
رب کی حجت و قدرت کا معائنہ نہ کرتا تو ثابت
قدم رہنا مشکل تھا۔

دونوں تشریحوں میں۔ لَوْلَا أَنْ رَّاٰ
کا جواب مقدر مان لیا گیا ہے۔ مگر بعض مفسرین نے
هَمَّ بِهَا کو هَمَّتْ بِهٖ سے علیحدہ کر کے اسے
لولا کا جواب مقدم مانا ہے۔ اس صورت میں
معنی یہ ہوتے ہیں کہ زلیخا نے یوسف کے وصل
کا ارادہ کیا۔ اور یوسف بھی یہ ارادہ کر لیتا اگر
اپنے رب کے برہان کو نہ دیکھ لیتا۔ مگر چونکہ
اس نے برہان رب کو دیکھ لیا تھا اس لئے اس
فعل شنیع کا ارادہ بھی ان کے دل میں پیدا نہ ہو سکا

اس کے علاوہ بھی دوسری تشریحات
کی گئی ہیں۔ مگر وہ مقام نبوت کی عظمت و رفعت
سے گری ہوئی ہیں۔

هُمَا:۔ وہ دو۔ ضمیر مرفوع و منصوب مجرد تثنیہ

مذکر و مؤنث غائب)۔

هَمَّاز:۔ بہت طعنہ کرنے والا۔ بہت غیبت کرنے والا۔ هَمْز سے مبالغہ کا صیغہ۔

هَمَّتْ:۔ اس نے ارادہ کیا۔ هَمّ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔ (دیکھو هَمَّ)

هَمَزَات:۔ وسوسے شیطانی خیالات۔ واحد هَمْزَة

هُمَزَة:۔ طعن کرنے والا۔ عیب نکالنے والا۔ هَمْز سے مبالغہ کا صیغہ

هَمْس:۔ ہلکی آواز۔ قدموں کی کھسکھاہٹ

هَمُّوا:۔ انہوں نے ارادہ کیا هَمّ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

هُنَّ:۔ وہ سب عورتیں۔ ضمیر مرفوع و منصوب و مجرور جمع مؤنث غائب

هُنَالِكَ:۔ وہاں اس وقت۔ اس موقع پر

هَنِيْءٌ:۔ رچتا پچتا۔ زود ہضم خوشگوار هَنَاءَة سے صفت مشبہ واحد مذکر۔

هُوَ:۔ وہ۔ ضمیر مرفوع منفصل واحد مذکر غائب۔

هَوٰى:۔ وہ گرا۔ هُوِیّ سے ماضی واحد مذکر غائب

هَوٰى:۔ خواہش نفس۔ جمع اَهْوَاء در اصل باب سمع سے چاہنے اور محبت کرنے کے معنی میں مصدر ہے۔ لیکن زیادہ گھٹیا پن اور نقائص و سفولیہ پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ هَاوِيَة دوزخ کا نام ہے۔ هُوِیّ کے معنی سقوط (گرنا) کے آتے ہیں۔ پس نفس، جب معالی امور سے روگردانی کرے اور خفیف و ادنیٰ درجہ کی چیزوں کی طرف ملتفت ہو تو اس کی یہ کیفیت هَوٰى ہے یعنی هَوٰى نفس امارہ کی صفت ہوئی۔ چنانچہ قرآن کریم میں هَوٰى کا استعمال امور دنیہ خسیسہ کے متعلق ہی ہوا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۸ صـ ٢٢٦)

هُوْد:۔ ایک نبی پیغمبر (علیہ السلام) کا اسم گرامی۔ یہ قوم عاد کی طرف مبعوث ہوئے تھے جو بلاد احقاف میں اقامت گزیں تھی۔ اور زندہ و قامت قد آور اور تنومند و اقتدار میں اپنے زمانہ کی دوسری قوموں میں سے بڑھ چڑھ کر تھی۔ (دیکھو لفظ عاد)

طاقت و سلطنت نے جب ان لوگوں کو سرمست غفلت بنا دیا۔ اور انہوں نے اپنے منعم حقیقی کو بھلا کر اپنے فرضی معبودوں کے آگے سر جھکا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان ہی کی قوم میں سے حضرت ہود علیہ السلام کو دعوت حق کے لئے مبعوث فرمایا۔ حضرت ہود ایک شریف۔ وجیہہ اور گھنی داڑھی والے بزرگ تھے انہوں نے نہایت شفقت و محبت کے ساتھ انہیں سمجھایا کہ اپنے فرضی معبودوں

(معبودوں اور بتوں کو جنہیں تم نے برباد شدہ قوم نوح کی باطل پیروی میں اپنا خداوند بنا رکھا ہے چھوڑ دو اور خدائے واحد کے سوا جس کا مثل کوئی دوسرا نہیں ہے۔ کسی کی چوکھٹ پر اپنی گردن نہ جھکاؤ۔ تم خدا کے غضب سے ڈرو اور پرہیزگاری کی زندگی اختیار کرو۔ تم اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات یاد کرو۔ اس نے قوم نوح کی بربادی کے بعد تمہیں زمین کا وارث بنایا۔ اس نے تم کو جسمانی ڈیل ڈول اور سیاسی قوت و طاقت دی۔ ہونا یہ چاہئے تھا کہ تم اس کے احسانات کا شکر ادا کرتے مگر تم نے اس کو چھوڑ کر اپنے ہاتھوں سے گھڑے ہوئے نام نہاد بتوں کو اپنا خدا بنا لیا اور خدا اور اس کے احکام کو چھوڑ بیٹھے تم نے مخلوق خدا کو اپنے جسمانی و سیاسی طاقت کے بل بوتے پر کچلنا شروع کر دیا۔ اور شاندار عمارتیں دلکش باغات و فرحت افزا نہریں بنا کر گلچھرے اڑانے اور بادۂ عشرت کے ساغر چھلکانے لگے تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ فانی زندگی ہمیشہ رہنے کی۔ تمہیں موت نہ آئے گی اور تمہیں خداوند جل و علیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے اعمال بد کی جوابدہی کرنی نہ ہوگی۔
مگر قوم عاد نے انتہائی نخوت و غرور کے ساتھ جواب دیا:-

ہم سے زیادہ طاقت و قوت کا مالک اور کون ہے؟ ہم کیوں نہ استعمال میں لائیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ ہمیں ہماری من مانی کرنے سے کون روک سکتا ہے؟

باقی رہا خدا اور اس کی جزا و سزا کا معاملہ تو یہ سب بے بات ڈھکوسلے ہیں۔ مرنے اور خاک میں مل جانے کے بعد پھر کوئی کیسے زندہ ہو سکتا ہے۔ جو کچھ ہے یہ دنیوی زندگی ہی ہے اور بس تم ہم جیسے انسان ہی تو ہو۔ پھر خود کو خدا کا پیغمبر کیسے بتاتے ہو اور خدا کے نام پر بہتان اٹھاتے ہو؟ دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں یا دیدہ و دانستہ جھوٹ بولتے ہو یا بیوقوف ہو۔

حضرت ہود نے انتہائی دلسوزی کے ساتھ فرمایا:-

اے قوم میں بے وقوف نہیں ہوں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میں خدا کا پیغام ہی تم کو پہنچا رہا ہوں اور نہایت دیانتداری کے ساتھ تمہیں وہ بات بتا رہا ہوں جو تمہارے لئے سودمند ہے مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پر اللہ کا عذاب نازل نہ ہو۔

مگر قوم عاد اپنی سرکشی و نافرمانی پر اڑی رہی اور اس نے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ جواب

فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ

(اے ہود اگر تم سچے ہو تو جس عذاب کا تم ذکر کرتے ہو ایسے لے آؤ) آخر غیرتِ خداوندی کو حرکت ہوئی۔ سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل طوفانی ہواؤں کے جھکڑ چلتے رہے اور قوم عاد کے افراد جنہیں اپنی طاقت و قوت پر ناز تھا کھجور کی کھوکھلی جڑوں کی طرح پچھڑ اور بکھر کر رہ گئے۔

وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ۔ (لیکن عاد سرد و تند ہوا سے [illegible] ٹھنڈی سنسناتی ہوا سے جس پر کسی کا قابو نہ تھا تھی۔ جسے اللہ تعالیٰ نے ان پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن مسلط رکھا۔ تمہارے سامنے وہ منظر ہو تو دیکھو قوم عاد اس میں کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح پچھڑی پڑی ہے۔)

قوم عاد اس طوفانی عذاب میں جب گرفتار ہو رہی تھی تو حضرت ہود مومنین کی ایک مختصر جماعت کے ساتھ ایک باڑے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ہوا کو جو کافروں کے سر کو تن سے جدا کر رہی تھی، ان کے لئے مسرت و راحت کا سامان بنا دیا تھا۔

قوم کی بربادی کے بعد حضرت ہود علیہ (علی نبینا السلام) حضرموت کی طرف چلے گئے اور ایک قول کے مطابق وہیں زندگی کے باقی ایام گزارے اور وہیں دفن ہوئے۔

حافظ ابن کثیر نے بحوالہ محمد بن اسحٰق حضرت علی کا ایک اثر نقل کیا ہے کہ آپ نے حضرموت کے ایک شخص سے فرمایا کہ تم نے حضرموت کے فلاں مقام پر سرخ مٹی کا ایک ٹیلہ دیکھا ہے جس پر بہت سے بیری اور جھاؤ کے درخت ہیں۔ حضرمی نے جواب دیا جی ہاں وہ بالکل ایسا ہی ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس جگہ حضرت ہود علیہ السلام کی قبر ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۲۶)

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس کا ایک اثر نقل کیا ہے کہ ہود پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے عربی زبان میں گفتگو کی۔ (تفسیر المنار ج ۸ ص ۴۹۹)

هُودٌ:۔ یہودی لوگ (ھائد کی جمع)

هُوْنٌ:۔ ذلت و خواری۔

هَوْنٌ:۔ آہستگی، وقار، بردباری۔

هِيَ:۔ وہ، ضمیر مرفوع منفصل واحد مؤنث غائب۔

هِيْءُ:۔ تیار کر، تَهْيِئَة سے امر واحد مذکر حاضر

هَيْئَة:۔ شکل، صورت، پیکر

هَيْتَ لَكَ:۔ تو آجا، جلدی کر۔ هَيْتَ اسم فعل ہے اور لَكَ بیان مخاطب کیلئے زائدہ ہے بعض علماء کی رائے ہے کہ یہ لفظ [illegible]

مغرب، جب وہ وقت آئے گا تو یہ سد ریزہ ریزہ ہو جائے گی اور یاجوج ماجوج سمندر کی موجوں کی طرح زمین پر پھیل جائیں گے۔ کہف انبیاء کے قریب یاجوج و ماجوج کھول دیئے جائینگے اور زمین کی تمام بلندیوں سے دوڑتے ہوئے اتر پڑیں گے (انبیاء)

مولانا ابوالکلام آزاد اور علامہ سید انور شاہ کاشمیری نے یاجوج و ماجوج پر مفصل محققانہ بحثیں کی ہیں اور دونوں کی تحقیقات کا نتیجہ تقریباً یکساں ہے۔

مولانا آزاد نے ذوالقرنین کو چھٹی صدی قبل مسیح کے مشہور فاتح سائرس (کیخسرو ایرانی) قرار دیتے ہوئے اس سد کا مقام درہ داریال کو متعین کرتے ہوئے جو کاکیشیا کے بلند ترین سلسلوں میں ولادی کیوکز اور تفلس کے درمیان ہے۔ لکھا ہے: اب سوال یہ ہے کہ یہ کون قوم تھی۔ تمام تاریخی قرائن متفق ہو کر شہادت دے رہے ہیں کہ اس سے مقصود صرف ایک ہی قوم ہو سکتی ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں۔ یعنی شمال مشرقی میدانوں کے وہ وحشی مگر طاقتور قبائل جن کا سیلاب نامعلوم تاریخ عہد سے لے کر نویں صدی مسیحی تک برابر مغرب کی طرف امنڈتا رہا۔ جن کے مشرقی حملوں کی روک تھام کے لئے پہلے چینیوں، پھر ایرانیوں کو ایک لمبی دیوار بنانی پڑی تھی جن کو مختلف نسلیں تاریخ میں مختلف ناموں سے پکاری گئی ہیں اور جن کا آخری قبیلہ یورپ میں میگر کے نام سے روشناس ہوا اور ایشیا میں تاتاریوں کے نام سے۔ اسی قوم کی ایک شاخ تھی جسے یونانیوں نے سیتھین (Scythien) کے نام سے پکارا ہے۔ اور اسی کے حملوں کی روک تھام کے لئے سائرس نے سد تعمیر کی تھی۔

شمال مشرقی۔ کے اس علاقہ کا بڑا حصہ اب منگولیا کہلاتا ہے۔ لیکن منگول لفظ کی ابتدائی شکل کیا تھی؟ اس کے لئے جب ہم چین کے تاریخی مصادر کی طرف رجوع کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قدیم نام "منگ" تھا۔ یقیناً یہی "منگ" ہے جو چھ سو برس قبل مسیح یونانیوں میں "میگ" اور "میگاگ" پکارا جاتا ہوگا۔ اور یہی عبرانی میں ماجوج ہو گیا۔

چین کی تاریخ میں ہمیں اس علاقہ کے ایک اور قبیلہ کا بھی ذکر ملتا ہے جو یواچی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ یہی یواچی ہے جس نے مختلف قوموں کے مخارج و تلفظ سے گزر کر کوئی ایسی شکل اختیار کر لی تھی کہ عبرانی میں یاجوج ہو گیا۔ یاجوج اور ماجوج کیلئے یورپ

کی زبانوں میں Gog اور Magog کے نام سے مشہور ہو گئے ہیں اور شارحین تورات کہتے ہیں کہ یہ نام سب سے پہلے تورات کے ترجمہ سبعینیہ میں اختیار کئے گئے تھے۔ لیکن کیا اس لئے اختیار کئے گئے تھے۔ کہ جوج اور ماجوج کا یونانی تلفظ یہی ہو سکتا تھا یا خود یونان میں پہلے سے یہ نام موجود تھے؟ اس بارہ میں شارحین کی رائیں مختلف ہیں۔ لیکن زیادہ تر یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ یہ دونوں نام اسی طرح یا اس کے قریب قریب یونانیوں میں مشہور تھے۔ ان کی جن شاخوں نے اقامت گزینی کی زندگی اختیار کر لی تھی وہ بالکل ایک دوسری قوم بن گئیں اور جنہیں ایسے حالات میسر نہیں آئے وہ بدستور صحرا نوردی میں اقامت گزیں قبائل کے لئے صحرا نورد قبائل صرف اجنبی ہی نہیں ہو گئے تھے بلکہ خوفناک بھی ہو گئے تھے۔ کیونکہ ان کی روز افزوں شہریت ان کی صحرائی وحشت ناکیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ جب کبھی موقعہ پاتے قریب و جوار کی آبادیاں غارت کرتے اور اگر قبائل کا کوئی قائد نکل آتا تو ان کی غارت گریاں دور دور تک بھی پہنچ جاتیں۔ صدیوں تک ان کی حالت ایسی ہی رہی، پھر جب چوتھی صدی مسیحی سے ان کے اندر ایسے قائد پیدا ہونے لگے جنہوں نے نظم و اطاعت کا راز پا لیا تھا اچانک ان کی طاقت کا ایک نیا دور شروع ہو گیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ پانچویں صدی میں اٹیلا نے جو ہن قبیلہ کا قائد تھا ایک عظیم فاتح کی حیثیت اختیار کر لی اور رومن امپائر کی دونوں مشرقی و مغربی مملکتوں کو لرزہ براندام کر دیا۔ پھر یہی قبائل ہیں جو بالآخر اس طرح تمام یورپ پر چھا گئے کہ نہ صرف رومن امپائر کو بلکہ رومی تمدن کو ہمیشہ کے لئے پامال کر دیا۔

چند صدیوں کے بعد تاریخ یہ منظر پھر دہراتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ خود منگولیا میں ایک نیا منگول قائد چنگیز خان پیدا ہو گیا ہے۔ وہ تمام تاتاری قبائل کو اپنے ماتحت ایک قوم بنا دیتا ہے۔ اور پھر فتح و تسخیر کا ایک ایسا ہولناک سیلاب امنڈتا ہے جسے اسلامی ممالک کی کوئی متمدن قوت بھی نہ روک سکی۔ وسط ایشیا سے لیکر عراق تک جو ملک اس کے سامنے آیا خس و خاشاک کی طرح بہہ گیا۔ (ترجمان القرآن)

مولانا آزاد کی رائے میں تاتاریوں کا یہی خروج وہ خروج ہے جس کی سورۂ انبیاء میں خبر دی گئی ہے اور جسے حَتّٰىٓ اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ

واقترب الوعد الحق فاذا ھی شاخصۃ ابصار الذین کفروا (جب وہ وقت آجائیگا کہ یاجوج اور ماجوج کی راہ کھل جائیگی اور زمین کی تمام بلندیوں سے وہ دوڑتے ہوئے آئیں گے اور خدا کے ٹھہرائے ہوئے سچے وعدے کی گھڑی قریب آجائے گی تو اس وقت ایسا ہوگا کہ لوگوں کی آنکھیں بشدت دہشت وحیرت سے کھلی کی کھلی رہ جائیں گی) سے تعبیر کیا ہے۔

اور استاذ العصر سید انور شاہ کاشمیری کی رائے کا خلاصہ ان چند سطور سے معلوم ہوگا جو انکے بسیط مضمون کی تمہید ہیں۔ موصوف فرماتے ہیں۔ سدیں کئی ہیں جس سد کو ذوالقرنین نے بنایا وہ شمال کی جانب ہے۔ جبل قوقایا (کاکیشیا) میں ہے۔ چین کی مشہور دیوار جس کا طول ۱۲۰۰ میل ہے۔ وہ سد نہیں ہے جس کا قرآن کریم نے ذکر کیا ہے۔ اسی طرح مآرب یمن میں ایک سد ہے۔ جسے شداد نے تعمیر کیا۔ [illegible] مؤرخ فارس نے گمان کیا ہے کہ سد ذوالقرنین دربند کے پاس ہے۔ نیز حافظ ابن حجر نے ایک صحابی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے سد کو دیکھا اور حضور کے سوال کے جواب میں انہوں نے بتایا کہ وہ منقش چادر کی طرح ہے اور حافظ صاحب نے اسے سد یاجوج و ماجوج پر محمول کیا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں۔ ان صحابی نے جس سد کو دیکھا وہ یمن کی سد تھی۔ سد ذوالقرنین تو بخارا کے اس پار ہے اور یہ اب منہدم ہوچکی ہے۔ قرآن کریم میں یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ یاجوج ماجوج کے اس خروج تک جس کا ذکر حتی اذا فتحت یاجوج وماجوج میں ہے باقی رہے گی ورنہ یہ تصریح ہے کہ وہ یاجوج ماجوج کے خروج کو بالکل روک دے گی۔ یہ لوگوں کا اپنا خیال ہے۔ یاجوج و ماجوج وقتاً فوقتاً نکلتے رہیں گے۔ اور وہ پہلے بھی نکلتے رہے ہیں اور زمین کو تباہی اور غارت گری کا نشانہ بناتے رہے ہیں۔ البتہ وہ خروج جس کا قرآن کریم نے ذکر کیا ہے آخری زمانہ میں ہوگا اور پہلے تمام خروجوں سے سخت تر ہوگا۔ قرآن کریم میں یہ کہیں ذکر نہیں کہ یہ آخری خروج سد کے ٹوٹنے کے فوراً بعد ہوگا۔ اور سد کی شکست کو بھی علامات قیامت میں سے قرار دیا جاسکتا ہے۔ پیش نظر رہنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات اور فتح بیت المقدس کو اور فتح قسطنطنیہ کو ان سب کو علامات قیامت میں سے فرمایا ہے۔ حالانکہ یہ سب واقعات مدتوں کے فصل سے ظہور پذیر ہوئے ہیں۔

یاجوج و ماجوج کے متعلق معلوم ہو چکا ہے کہ یہ یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔

عام انسانوں میں پایا جانا مستبعد ہے۔ مشکل اتنا باقی ہے کہ دریاؤں کا پانی خشک ہو جائے لیکن اگر ان اوصاف کے بیان کو تمثیلی قرار دیا جائے جیسا کہ خود ہم نے حدیث زینب بنت جحش میں یہی پہلو اختیار کیا ہے تو یہ جوڑ سے گریز کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔

یاجوج و ماجوج کے ترکی النسل ہونے کا نظریہ کوئی نیا نہیں۔ متعدد مفسرین و محدثین نے اس رائے کا اظہار کیا ہے۔ تفصیل کی اس جگہ گنجائش نہیں ہم حضرت حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ کی رائے کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔ وہ صراحت فرماتے ہیں:-

بعض علماء کا قول ہے کہ یاجوج ماجوج یافث ابی الترک کی نسل سے ہیں۔ اور ترکوں کو ترک اس لئے کہا گیا کہ یہ سد کے اس پار چھوڑ دیئے گئے ورنہ یہ بھی ان کے رشتہ دار ہیں مگر ان یاجوج ماجوج میں بغاوت فساد اور دلیری زیادہ ہے۔

پھر آگے سورۂ انبیاء میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ:-

حضور صلعم نے ارشاد فرمایا ہے تم کہتے ہو اب تمہارا کوئی دشمن نہیں رہا۔ حالانکہ تم مسلسل اپنے دشمنوں سے جنگ کرتے رہو گے یہاں تک کہ یاجوج ماجوج ظاہر ہو جائیں گے۔ ان کے چہرے چوڑے ہوں گے آنکھیں چھوٹی ہوں گی بالوں کی لٹیں سنہری ہوں گی۔ اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے ان کے چہرے ایسے ہوں گے جیسے چوڑی ڈھالیں۔ (ابن کثیر ج ۳ صفحہ ۲۰۴ ۔ ۱۹۶۷ء)

یَأْخُذُ:- وہ لیتا ہے۔ وہ پکڑتا ہے۔ وہ لے لے اَخْذٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَأْخُذُوا:- وہ لے لیں۔ پکڑ لیں مضارع جمع مذکر غائب۔

(لِ) **یَأْخُذُوْا**:- چاہیئے کہ لیں اَخْذ سے امر جمع مذکر غائب۔

یَأْخُذُوْنَ:- وہ لیتے ہیں۔ اخذ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُؤَخِّرُ:- ڈھیل دے گا۔ مہلت دے گا۔ تَأْخِیْر سے مضارع واحد مذکر غائب

یُؤَدِّیْ:- وہ پہنچاتا ہے۔ تَأْدِیَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَأْذَنُ:- وہ اجازت دے۔ وہ اجازت دیتا ہے وہ حکم کرتا ہے اِذْن سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یٰسٓ:- قرآن شریف کی ایک سورت کا نام

(حروفِ مقطعات میں سے ہے

یَئِسَ:۔ وہ ناامید ہوا۔ وہ مایوس ہوا۔ یأس سے ماضی واحد مذکر غائب۔

یَئِسْنَ:۔ وہ ناامید ہوئیں۔ یأس سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

یَئِسُوْا:۔ وہ ناامید ہوئے۔ یأس سے ماضی جمع مذکر غائب۔

یَأْفِکُوْنَ:۔ وہ تہمت لگاتے ہیں۔ اَفَکَ اُفُوکٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔ اَفَکَ کے معنے ہیں حقیقت و اصل سے پھیر دینے کے چنانچہ اِفک جھوٹ کو کہتے ہیں کہ وہ حقیقت سے پھرا ہوا ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ کے متعلق ہے فَاِذَا ھِیَ تَلْقَفُ مَا یَأْفِکُوْنَ (تو فوراً وہ نگلنے لگا اس ڈھونگ کو جسے وہ رچا رہے تھے) تو یہاں مَا یَأْفِکُوْنَ سے جادوگروں کے وہ شعبدے مراد ہیں جو محض نظر بندی پر مبنی تھے ان کی اصل و حقیقت کچھ نہ تھی۔ (مفردات و بیضاوی)

یَاقُوْت:۔ ایک قیمتی جوہر کا نام۔ جمع یَوَاقِیْت

یَأْکُلُ:۔ وہ کھاتا ہے۔ اَکل سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(کَانَا) یَأْکُلَانِ:۔ وہ کھاتے تھے۔ اَکل سے ماضی استمراری تثنیہ مذکر غائب۔

یَأْکُلْنَ:۔ وہ کھا جائیں گی۔ اَکل سے مضارع جمع مؤنث غائب۔

یَأْکُلُوْا:۔ وہ کھائیں۔ اَکل سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم و منصوب۔

یَأْکُلُوْنَ:۔ وہ کھاتے ہیں۔ اَکل سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَأْلَمُوْنَ:۔ وہ درد مند ہوتے ہیں۔ اَلَم سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَأْلُوْنَ:۔ وہ کوتاہی کرتے ہیں۔ اَلو سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَالَیْتَہَا:۔ اے کاش کہ وہ۔ حرف ندا و تمنی و ضمیر مؤنث سے مرکب۔

یَأْمُرُ:۔ وہ حکم کرتا ہے۔ اَمر سے مضارع واحد مذکر غائب

یَأْمُرُوْنَ:۔ وہ حکم کرتے ہیں۔ اَمر سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَأْمَنُ:۔ وہ بے خوف ہوتا ہے۔ اَمن سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَأْمَنُوْا:۔ وہ بے خوف ہو جائیں۔ اَمن سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

(لَمْ یَأْنِ):۔ وقت نہیں آیا۔ اِنیٌ سے مضارع نفی جحد واحد مذکر غائب۔

یُؤَاخِذُ:۔ وہ گرفت کرے۔ وہ گرفت کرتا ہے وہ گرفت کریگا۔ مُؤَاخَذَۃ سے مضارع

واحد مذکر غائب۔

يُؤْتِ:۔ وہ عطا کر دیگا۔ اِيتَاء سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم

لَمْ يُؤْتِ:۔ اس نے نہیں دیا۔ مضارع نفی جحد واحد مذکر غائب۔

لَمْ يُؤْتَ:۔ اس کو نہیں دی گئی۔ مضارع مجہول نفی جحد واحد مذکر غائب۔

يُؤْتَ:۔ اس کو دی جائے۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ مجزوم۔

يُؤْتُوْا:۔ وہ عطا کریں۔ مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

يُؤْتُوْنَ:۔ وہ دیتے ہیں۔ وہ دیں گے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُؤْتَوْنَ:۔ ان کو دیا جائے۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

يُؤْتِي:۔ وہ دے۔ وہ دیتا ہے۔ وہ دے گا۔ مضارع واحد مذکر غائب۔

يَؤُدُّ:۔ وہ تھکا دیتا ہے۔ تھکا دیتا ہے اَوْد سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَؤُوْسٌ:۔ نا امید ہونے والا۔ یأس سے مبالغہ کا صیغہ۔

يُؤَيِّدُ:۔ وہ تائید کرتا ہے۔ وہ قوت پہنچاتا ہے تَأْيِيْد سے مضارع واحد مذکر غائب

يُبَايِعْنَ:۔ وہ بیعت کرتی ہیں۔ مُبَايَعَة سے ماضی جمع مؤنث غائب۔

يُبَايِعُوْنَ:۔ وہ بیعت کرتے ہیں مُبَايَعَة سے مضارع جمع مذکر غائب۔

بَيْع قیمت لیکر کسی چیز کو خریدنے والے کے حوالہ کر دینے کو کہتے ہیں۔ اسی سے بَيْعَة اور مُبَايَعَة بنی یا اس سے نبی ماری اطاعت کے اقرار کو کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ اقرار بھی دراصل ایک معاملہ ہوتا ہے جس میں بیعت کرنیوالا اپنی جان و مال کو نعیم آخرت کے بدلے میں جو اسطہ نبی خداوند قدوس کے حوالہ کر دیتا ہے چنانچہ بیعت عقبہ کے ذیل قرآن مسلمانوں کے متعلق فرمایا گیا اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے جانوں اور مالوں کو خرید لیا ہے جنت کے عوض میں۔

يَبْتَغِ:۔ وہ طلب کرے۔ وہ تلاش کرے۔ وہ چاہے۔ اِبْتِغَاء سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم (دیکھو مُبْتَغِي)

يَبْتَغُوْنَ:۔ وہ چاہتے ہیں۔ وہ طلب کرتے ہیں۔ اِبْتِغَاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُبْتَلُنَّ:۔ ضرور ضرور آزمائے جاؤ گے۔ اصل لفظ لَيُبْتَلُنَّ ہے تَبْتِيْك سے مضارع مؤکد

بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ جمع مذکر غائب۔ بَتْكٌ کے معنی کاٹنے کے ہیں۔ سَيْفٌ بَاتِكٌ۔ شمشیر بُرّاں کو کہتے ہیں اور تَبْتِيكٌ مبالغۃ فی العمل کے لئے ہے۔ یعنی خوب کاٹنا۔

واحدی رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ یہاں تَبْتِيكَ آذان سے مراد اونٹنی کو چیر کرنا ہے۔ کفار عرب اس اونٹنی کے کان چیر دیتے تھے جو پانچویں دفعہ بچہ دے اور نر بچہ پیدا ہو اور پھر اپنے نفسوں پر اس سے فائدہ اٹھانا حرام کر لیتے اور بعض علماء نے یہ فرمایا ہے کہ بت پرست بتوں کے نام پر عبادۃ چوپایوں کے کان کاٹ دیتے تھے اور اس کو وہ قسم عبادت سمجھ کر ارتکاب کرتے تھے۔ قرآن کریم میں اس عمل کو شیطانی عمل قرار دیا گیا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۲)

يَبْتَلِي: وہ آزمائے۔ اِبْتِلَاءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو مُبْتَلِي)۔

يَبُثُّ: وہ پیدا کرتا ہے۔ وہ پھیلاتا ہے۔ بَثٌّ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَبْحَثُ: وہ کریدتا ہے۔ بَحْثٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَبْخَسُ: وہ کم کرتا ہے۔ وہ کم کرے۔ بَخْسٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُبْخَسُونَ: وہ کم کئے جائیں گے۔ بَخْسٌ سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

يَبْخَلُ: وہ بخل کرتا ہے۔ بُخْلٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَبْخَلُونَ: وہ بخل کرتے ہیں۔ بُخْلٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

لَمْ يُبْدِ: اس نے ظاہر نہیں کیا۔ اِبْدَاءٌ سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

يَبْدَءُ: وہ شروع کرتا ہے۔ بَدْءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُبْدِلُ: وہ بدل دے۔ بدلہ میں عطا کرے۔ اِبْدَالٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُبَدِّلُ: وہ تبدیل کرتا ہے۔ بدل ڈالے۔ تَبْدِيلٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُبَدَّلُ: وہ تبدیل کیا جاتا ہے۔ بدلا جاتا ہے۔ تَبْدِيلٌ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

لَيُبَدِّلَنَّ: وہ ضرور ضرور بدل دے گا۔ مضارع واحد مذکر غائب بانون تاکید و لام تاکید۔

يُبَدِّلُونَ: وہ تبدیل کرتے ہیں۔ تَبْدِيلٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُبْدُونَ: وہ ظاہر کرتے ہیں۔ اِبْدَاءٌ سے

مضارع جمع مذکر غائب۔
یُبْدِیْ :۔ ظاہر کردے۔ اِبْدَاء سے مضارع
واحد مذکر غائب۔
یُبْدِیُٔ :۔ وہ ایجاد کرتا ہے۔ اِبْدَاء
سے مضارع واحد مذکر غائب۔
(لَا) یُبْدِیْنَ :۔ وہ ظاہر نہ کریں۔ اِبْدَاء
سے نہی جمع مؤنث غائب (دیکھو مُتَبَرِّجَاتٍ)
یَبَس :۔ خشک۔ یَبْس سے صفت مشبہ
واحد مذکر۔
یَبْسُطُ :۔ وہ کشادہ کرتا ہے۔ پھیلاتا ہے
بَسْط سے مضارع واحد مذکر غائب۔
یَبْسُطُوْا :۔ وہ پھیلائیں۔ بڑھائیں بَسْط
سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب و مجزوم
یُبَشِّرُ :۔ وہ خوشخبری دیتا ہے۔ تَبْشِیْر سے
مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو مُبَشِّرٌ
و مُبَشِّرٌ)
یُبْصِرُ :۔ وہ دیکھتا ہے۔ اِبْصَار سے مضارع
واحد مذکر غائب۔
(لَمْ یَبْصُرُوْا بِہٖ) انہوں نے نہیں دیکھا
اس کو۔ بَصَر (بصرُ باب) سے نفی جحد
جمع مذکر غائب۔
یُبْصِرُوْنَ :۔ وہ دیکھتے ہیں۔ اِبْصَار سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

یُبَصَّرُوْنَهُمْ :۔ ان کو دکھایا جائے گا۔ تَبْصِیْر
سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔
(لَ) یُبَطِّئَنَّ :۔ وہ ضرور دیر کرتا ہے تَبْطِئَة
سے مضارع واحد مذکر غائب۔
یَبْطِشُ :۔ وہ سخت پکڑے۔ بَطْش (بصلہ باء)
سے مضارع واحد مذکر غائب۔
یَبْطِشُوْنَ :۔ وہ پکڑتے ہیں۔ بَطْش سے
مضارع جمع مذکر غائب۔
یُبْطِلُ :۔ وہ مٹاتا ہے۔ وہ باطل کرتا ہے
اِبْطَال سے مضارع واحد مذکر غائب۔
باطل اس چیز کو کہتے ہیں جس کو ثبات حاصل
نہ ہو۔ یہ حق کی ضد ہے اِبْطَال کے معنی ہیں
کسی چیز کو مٹا دینے اور فاسد کر دینے کے
معرکہ بدر کے متعلق فرمایا گیا ہے۔ لِیُحِقَّ
الْحَقَّ وَیُبْطِلَ الْبَاطِلَ یعنی اس معرکہ کے
برپا کرنے سے اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ تھا کہ
حق ثابت و غالب ہو اور باطل کی حیثیت مٹ
جائے اس طرح حق کا حق ہونا اور باطل کا
باطل ہونا عالم آشکارا ہو جائے (دیکھو حق)
یَبْعَثُ :۔ وہ اٹھاتا ہے۔ وہ اٹھائے۔ وہ
بھیجتا ہے۔ وہ بھیجے۔ وہ اٹھائے گا۔
سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو قیامۃ)
(لَنْ) یَبْعَثَ :۔ وہ ہرگز نہیں اٹھائے گا۔

وہ ہرگز نہیں بھیجے گا۔ مضارع نفی تاکید بلن واحد مذکر غائب۔

لَيَبْعَثَنَّ :۔ وہ ضرور بھیجے گا۔ بَعْث سے مضارع واحد مذکر غائب مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

(لَنْ) يُبْعَثُوْا :۔ ان کو ہرگز نہیں اٹھایا جائیگا بَعْث سے مضارع منفی مجہول مؤکد بلن۔

يُبْعَثُوْنَ :۔ وہ اٹھائے جائیں گے۔ بَعْث سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

يَبْغُوْنَ :۔ وہ سرکشی کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں وہ چاہیں گے۔ بَغْی سے مضارع جمع مذکر غائب۔ (دیکھو يَبْغِيْ)

يَبْغِيْ :۔ وہ حد سے گذرتا ہے۔ زیادتی کرتا ہے بَغْی سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو مُبْغِیْ)

(لَا) يَبْغِيَانِ :۔ وہ حد سے نہیں بڑھتے بَغْی سے مضارع تثنیہ مذکر غائب۔ (دیکھو بَغْی در بَحْرَیْن)

يَبْقٰى :۔ وہ باقی رہے گا۔ وہ ہمیشہ رہیگا۔ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لِ) يَبْكُوْا :۔ وہ روئیں۔ بُکَاء سے امر جمع مذکر غائب۔

يَبْكُوْنَ :۔ وہ روتے ہیں۔ بُکَاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُبْلِسُ :۔ وہ رحمت حق سے ناامید ہوگا۔ مایوس ہوگا۔ اِبْلَاس سے مضارع واحد مذکر غائب۔

اِبْلَاس اس غم کو کہتے ہیں جو سخت مایوسی و نامرادی کی حالت میں طاری ہو پھر مایوسی و نامرادی کے معنی میں اس کا استعمال ہوا اسی سے شَیْطَان کو اِبْلِیْس کہا گیا کہ وہ رحمتِ الٰہی سے مایوس ہو چکا ہے۔

يَبْلُغُ :۔ وہ پہنچے۔ بُلُوْغ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَبْلُغَا :۔ وہ پہنچ جائیں۔ بُلُوْغ مضارع تثنیہ مذکر غائب۔

يَبْلُغَنَّ :۔ ضرور پہنچ جائے۔ بُلُوْغ سے مضارع واحد مذکر غائب با نون ثقیلہ۔

(لَمْ) يَبْلُغُوْا :۔ وہ نہیں پہنچے۔ بُلُوْغ سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

يُبَلِّغُوْنَ :۔ وہ پہنچاتے ہیں۔ تَبْلِيْغ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَبْلُوْ :۔ وہ آزماتا ہے۔ وہ آزمائے۔ بَلَاء سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو مُبْتَلِیْ)

(لَ) يَبْلُوَنَّ :۔ وہ ضرور آزمائے گا۔ بَلَاء سے مضارع واحد مذکر غائب بالام تاکید و نون ثقیلہ۔ (دیکھو مُبْتَلِیْ)

يَبْلٰى :۔ وہ پرانا ہوگا۔ بَلِیٰ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَبُوْرُ :۔ وہ ہلاک و برباد ہوگا۔ بَوَار سے

مضارع واحد مذکر غائب۔

يَبِيتُونَ :۔ وہ رات گذارتے ہیں۔ بَيْتُوتَة۔ مضارع جمع مذکر غائب۔

يُبَيِّتُونَ :۔ وہ مشورہ کرتے ہیں۔ تَبْيِيت سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُبَيِّنُ :۔ وہ خوب واضح طور پر بیان کرتا ہے۔ واضح طور پر بیان کرے تَبْيِين سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَ) **يُبَيِّنَنَّ** :۔ وہ ضرور بیان کرے گا۔ تَبْيِين سے مضارع واحد مذکر غائب مؤکد بہ لام تاکید و نون ثقیلہ۔

يَتَأَخَّرُ :۔ وہ پیچھے رہتا ہے۔ تَأَخُّر سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَتَامىٰ :۔ یتیم بچے۔ یتیم بچیاں۔ یعنی وہ بچے جن کا باپ ان کے بالغ ہونے سے پہلے مر گیا۔ واحد یتیم و یتیمہ۔

(لَمْ) **يَتُبْ** :۔ اس نے توبہ نہیں کی۔ تَوْبَة سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

يَتَبَدَّلُ :۔ وہ بدلتا ہے۔ بدل ڈالے۔ تَبَدُّل سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُتَبِّرُوا :۔ وہ ہلاک کر دیں۔ تَتْبِير سے مضارع مذکر غائب منصوب۔

يَتَّبِعُ :۔ وہ پیروی کرتا ہے۔ پیروی کرے۔ اِتِّبَاع سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَتَّبِعُوا :۔ وہ پیروی کریں۔ مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

يُتَّبَعُ :۔ اس کی پیروی کی جائے۔ اِتِّبَاع سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يَتْبَعُ :۔ وہ پیچھے آئے۔ تَبَع سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُتْبِعُونَ :۔ وہ پیچھے لاتے ہیں۔ اِتْبَاع سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَتَّبِعُونَ :۔ وہ پیروی کرتے ہیں۔ اِتِّبَاع سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَتَبَوَّأُ :۔ وہ جگہ پکڑتا ہے۔ ٹھکانا پکڑتا ہے تَبَوُّء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَتَبَيَّنُ :۔ وہ ظاہر ہو جائے۔ تَبَيُّن سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَتَجَرَّعُ :۔ وہ گھونٹ گھونٹ پیئے گا تَجَرُّع سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَتَجَنَّبُ :۔ وہ دور ہو جاتا ہے۔ کنارہ کشی کرتا ہے تَجَنُّب سے مضارع واحد مذکر غائب

يَتَحَاجُّون :۔ وہ آپس میں جھگڑیں گے۔ تَحَاجّ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَتَحَاكَمُوا :۔ وہ فیصلہ چاہیں۔ تَحَاكُم سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَتَخَافَتُوْنَ :۔ وہ چپکے چپکے کہیں گے۔ چپکے چپکے بات کرتے ہیں۔ تَخَافُتٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَتَخَبَّطُ :۔ دیوانہ بنادیتا ہے تَخَبُّطٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَتَّخِذُ :۔ وہ اختیار کرے۔ وہ بنائے۔ وہ اختیار کرتا ہے۔ بناتا ہے۔ اِتِّخَاذٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لم) یَتَّخِذْ :۔ اس نے نہیں بنایا۔ نہیں اختیار کیا۔ نفی جحد واحد مذکر غائب۔

تَتَّخِذُوْا :۔ اختیار کریں۔ اِتِّخَاذٌ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب و مجزوم۔

(لم) یَتَّخِذُوْا :۔ انہوں نے اختیار نہیں کیا نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یَتَّخِذُوْنَ :۔ وہ بناتے ہیں۔ اِتِّخَاذٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَتَخَطَّفُ :۔ وہ اچک لیجاتا ہے۔ تَخَطُّفٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُتَخَطَّفُ :۔ وہ اچک لیا جاتا ہے۔ تَخَطُّفٌ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یَتَخَلَّفُوْا :۔ وہ پیچھے رہیں۔ تَخَلُّفٌ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَتَخَیَّرُوْنَ :۔ وہ پسند کریں گے تَخَیُّرٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَتَدَبَّرُوْنَ :۔ وہ غور و فکر کرتے ہیں سے مضارع جمع مذکر غائب تَدَبُّرٌ کا ماخذ دُبُرٌ بمعنی پشت ہے اور اس کے اصل معنے کسی کام کے انجام و مآل پر نظر کرنا ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ (تو کیا یہ لوگ قرآن میں نظر و فکر نہیں کرتے، یعنی یہ نہیں دیکھتے کہ قرآن کس چیز کی دعوت دیتا ہے۔ اس پر عمل کرنے کا مآل کیسا خوشگوار ہے اور اس کو چھوڑ دینے کا انجام کیسا برا ہے کہ جو شخص اس نظر سے قرآن کا مطالعہ کرے گا وہ یقیناً اس کے برحق اور کلام الٰہی ہونے پر ایمان لے آئے گا۔

یَتَذَکَّرُ :۔ (نصیحت پکڑتا ہے۔ یاد کرتا ہے۔ وہ نصیحت پکڑے تَذَکُّرٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو ذِکْرٌ)

یَتَذَکَّرُوْنَ :۔ وہ نصیحت حاصل کریں۔ تَذَکُّرٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

(لَنْ) یَتِرَ :۔ وہ ہرگز نہ گھٹائے گا۔ وہ ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ وَتْرٌ سے نفی مستقبل بہ لَن واحد مذکر غائب۔

یَتَرَاجَعَا :۔ وہ باہم رجوع کرلیں (مصالحت

کرلیں۔ تَرَاجُعٌ سے مضارع تثنیہ مذکر غائب

یَتَرَبَّصُ :۔ وہ انتظار کرتا ہے۔ تَرَبُّصٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَتَرَبَّصْنَ :۔ وہ رکیں تَرَبُّصٌ سے مضارع جمع مؤنث غائب۔

یَتَرَبَّصُوْنَ :۔ وہ انتظار کرتے ہیں تَرَبُّصٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَتَرَدَّدُوْنَ :۔ وہ بھٹکتے ہیں تَرَدُّدٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَتَرَقَّبُ :۔ وہ راہ دیکھتا ہے۔ انتظار کرتا ہے تَرَقُّبٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ رَقَبَۃٌ گردن کو کہتے ہیں اسی سے تَرَقُّبٌ کے معنی گردن اٹھا اٹھا کر کسی چیز کو دیکھنے کے ہوئے۔ چونکہ یہ کیفیت انتظار کی حالت میں ہوتی ہے اس لئے تَرَقُّبٌ کے معنی انتظار کے ہوئے۔

یُتْرَكُ :۔ وہ چھوڑ دیا جائے گا۔ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یُتْرَكُوْا :۔ وہ چھوڑ دیئے جائیں گے تَرْكٌ سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب منصوب یا مجزوم۔

یَتَزَکّٰی :۔ وہ پاک ہوتا ہے۔ تَزَکِّیْ سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو زکّٰی)

یَتَسَاءَلُوْا :۔ وہ آپس میں پوچھیں۔ تَسَاءُلٌ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَتَسَاءَلُوْنَ :۔ وہ پوچھ گچھ کرتے ہیں۔ وہ باہم سوال کریں گے۔ تَسَاءُلٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

(لَمْ) یَتَسَنَّهْ :۔ وہ نہیں بگڑا۔ وہ نہیں سڑا۔ تَسَنُّهٌ سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔ تَسَنُّهٌ سَنَۃٌ (سال) سے ہے۔ جس کے معنی کسی چیز پر سالہا سال گذر جانے کے ہیں چونکہ جس چیز پر سال گذر جاتے ہیں وہ خراب ہو جاتی ہے اسلئے تَسَنُّهٌ کے معنی "تغیر" کے ہو گئے۔ اس صورت میں لَمْ یَتَسَنَّهْ میں ہا اصلی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ تَسَنُّنٌ سے مشتق ہے جو مَسْنُوْنٌ (سڑا ہوا) سے ہے اس صورت میں ہا اصلی نہیں بلکہ نون سے بدلی ہوئی ہے (کشاف ۱؍۲)

یَتَضَرَّعُوْنَ :۔ وہ گڑگڑائیں۔ تَضَرُّعٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَتَطَهَّرُوْا :۔ وہ خوب پاک ہوں۔ تَطَهُّرٌ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔ (دیکھو مُتَطَهِّرِیْنَ)

یَتَطَهَّرُوْنَ :۔ وہ خوب پاک ہوتے ہیں۔ تَطَهُّرٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَتَعَارَفُونَ :۔ وہ آپس میں پہچانیں گے۔
تَعَارُف سے مضارع جمع مذکر غائب۔
يَتَعَدَّ :۔ حد سے تجاوز کرے تَعَدِّی سے
مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔
يَتَعَلَّمُونَ :۔ وہ سیکھتے ہیں۔ تَعَلُّم سے
مضارع جمع مذکر غائب۔
يَتَغَامَزُونَ :۔ آنکھ مارتے ہیں۔ چشم وابرو سے حقارت آمیز، اشارہ کرتے ہیں۔ بنظر حقارت سے دیکھتے ہیں تَغَامُز سے مضارع جمع مذکر غائب
(لم) يَتَغَيَّرْ :۔ وہ متغیر نہیں ہوا۔ وہ نہیں بدلا۔
تَغَيُّر سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔
يَتَفَجَّرُ :۔ وہ پھوٹتا ہے۔ جاری ہوتا ہے۔
تَفَجُّر سے مضارع واحد مذکر غائب۔
يَتَفَرَّقَا :۔ وہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں
تَفَرُّق سے مضارع تثنیہ مذکر غائب مجزوم
يَتَفَرَّقُونَ :۔ وہ جدا ہو جائیں گے۔
سے مضارع جمع مذکر غائب۔
يَتَفَضَّلَ :۔ وہ بڑا بن جائے۔ تَفَضُّل سے
مضارع واحد مذکر غائب منصوب۔
يَتَفَطَّرْنَ :۔ وہ پھٹ پڑیں۔ تَفَطُّر سے مضارع جمع مؤنث غائب۔
يَتَفَقَّهُوا :۔ وہ سمجھ حاصل کریں۔ تَفَقُّه سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔ (دیکھو يفقهون)

(لم) يَتَفَكَّرُوا :۔ انہوں نے غور نہیں کیا۔
تَفَكُّر سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔
يَتَفَكَّرُونَ :۔ وہ غور کرتے ہیں۔ وہ غور کریں۔ تَفَكُّر سے مضارع جمع مذکر غائب۔
يَتَفَيَّؤُ :۔ وہ ڈھلتا ہے۔ لوٹتا ہے
سے مضارع واحد مذکر غائب۔
يَتَّقِ :۔ وہ بچے۔ ڈرے۔ پرہیزگاری اختیار کرے۔ إِتِّقَاء سے مضارع مذکر غائب مجزوم
(دیکھو تقوی)
يَتَقَبَّلُ :۔ وہ قبول کرتا ہے۔ تَقَبُّل سے
مضارع واحد مذکر غائب۔
(لن) يُتَقَبَّلَ :۔ ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا تَقَبُّل سے مضارع مجہول منفی مستقبل مؤکد بہ لن۔
(لم) يُتَقَبَّلْ :۔ قبول نہیں کیا گیا۔ تَقَبُّل سے
مضارع مجہول منفی جحد واحد مذکر غائب۔
يَتَقَدَّمَ :۔ وہ آگے بڑھے۔ آگے آئے۔ تقدم
سے مضارع واحد مذکر غائب منصوب۔
يَتَّقُوا :۔ وہ ڈریں۔ إِتِّقَاء سے مضارع جمع
مذکر غائب مجزوم۔ (دیکھو تقوی)
يَتَّقُونَ :۔ وہ پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں۔
ڈرتے ہیں۔ وہ ڈریں۔ إِتِّقَاء سے مضارع
جمع مذکر غائب۔ (دیکھو تقوی)
يَتَّقِي :۔ وہ پرہیز کرتا ہے۔ بچتا ہے إِتِّقَاء سے

مضارع واحد مذکر غائب۔

يَتَّكِئُوْنَ:۔ وہ تکیہ لگاتے ہیں اِتِّکَاءٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَتَكَبَّرُوْنَ:۔ وہ تکبر کرتے ہیں۔ تَكَبُّرٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَتَكَلَّمُ:۔ وہ بولتا ہے۔ بتاتا ہے۔ تَكَلُّمٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

يَتَكَلَّمُوْنَ:۔ وہ بات کریں گے۔ تَكَلُّمٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُتْلٰى:۔ پڑھا جائیگا۔ پڑھا جاتا ہے۔ تِلَاوَةٌ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ (دیکھو تِلَاوَةٌ)

يَتَلَاوَمُوْنَ:۔ وہ باہم ملامت کرتے ہیں تَلَاوُمٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

(لِ) يَتَلَطَّفْ:۔ وہ آہستگی سے جائے۔ نرمی برتے۔ تَلَطُّفٌ سے امر واحد مذکر غائب (دیکھو لَطِيْفٌ)

يَتَلَقّٰى:۔ وہ لیتا ہے۔ تَلَقِّيْ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَتْلُوْا:۔ وہ پڑھتا ہے۔ تلاوت کرتا ہے پیچھے آتا ہے۔ تِلَاوَةٌ سے (بمعنی اول و ثانی) اور تُلُوٌّ سے بمعنی ثالث (دیکھو تِلَاوَةٌ)

يَتْلُوْنَ:۔ وہ پڑھتے ہیں۔ تِلَاوَةٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُتِمُّ:۔ وہ پورا کرتا ہے۔ وہ پورا کرے۔ کامل کرے۔ پورا کرے گا۔ اِتْمَامٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَتَمَاسَّا:۔ وہ ایک دوسرے کو چھوئیں۔ جماع کریں۔ تَمَاسٌّ سے مضارع تثنیہ مذکر غائب منصوب۔ مَسٌّ کے اصل معنی چھونے کے ہیں۔ مگر مجازاً جماع کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اسیطرح تَمَاسٌّ بھی۔ قرآن کریم کی یہ ایک خصوصیت ہے کہ وہ شرم والی باتوں کے لیے تصریح کے بجائے کنایہ سے کام لیتا ہے۔

يَتَمَتَّعُوْا:۔ وہ فائدہ اٹھائیں۔ تَمَتُّعٌ سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

يَتَمَتَّعُوْنَ:۔ وہ فائدہ لیتے ہیں تَمَتُّعٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَتَمَطّٰى:۔ وہ اکڑتا ہے۔ اترا کر چلتا ہے تَمَطِّيْ سے مضارع واحد مذکر غائب

(لَا) يَتَمَنَّوْنَ:۔ تمنا نہ کریں گے۔ آرزو نہ کریں گے تَمَنِّيْ سے مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ تَمَنِّيْ کے معنی ہیں کسی چیز کا آرزومند مشتاق ہونا اور اس کے حصول کی خواہش کرنا۔ پس دراصل یہ فعل قلب ہے اور لازمی

طور پر اس کا اثر قول، یا دونوں سے ظاہر
ہوتا ہے۔ یعنی اگر تمہارے دل میں کسی ممکن الحصول
چیز کی تمنا ہوگی تو تم زبان سے بھی اس کا اظہار
کروگے اور اس حصول کے لئے عملی جدوجہد بھی
کروگے۔ ہاں ممکن الحصول نہ ہو تو پھر زبانی
اظہار ہی پر اکتفا ہوتا ہے جیسے۔ لَیْتَ
الشَّبَابَ یَعُوْدُ (کاش جوانی لوٹ آئے)
اسی اعتبار سے یہود کے متعلق فرمایا۔
وَلَا یَتَمَنَّوْنَہٗ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ
اَیْدِیْھِمْ (یعنی یہ یہودی جو اپنے آپ
کو خدا کا چہیتا بتاتے ہیں۔ صرف یہ ان کا
زبانی جمع خرچ ہی ہے) عملی طور پر اللہ کا
قرب حاصل کرنے کے لئے کچھ کرنے کو تیار
نہیں اور اس کی راہ میں مرنے اور جان قربان
کرنے کی آرزو نہیں رکھتے۔ دراصل یہ آیت ہر
اس شخص کے خلاف حجت ہے جو مدعی ایمان
ہو۔ اور خود کو جنت و نعیم اخروی کا سزاوار سمجھتا
ہو پس یہ مدعی اگر اپنے نفس میں دار آخرت
میں پہنچنے کی تمنا رکھتا ہے اور راہِ حق میں
خوشی سے جان دیدینے کیلئے تیار ہے تو اپنے
دعوے میں سچا ہے اور اگر اپنے دعویٰ کے باوجود
اس دنیوی زندگی کا عاشق اور اس کے دام فریب
میں جکڑا ہوا ہے۔ اور اس کی تمام تر جدوجہد
اسی فانی اور ہیچ میرز دنیا کے لئے ہے۔ یہ
ہی اس کا قبلہ مطالب و کعبۂ مقاصد بن چکی
ہے۔ تو اس کا دعویٰ ایک بے فروغ دروغ
سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا (تفسیر المنار ج ۱ صفحہ ۳۹۰)

(لَنْ) یَتَمَنَّوْا: وہ ہرگز آرزو نہ کریں گے۔
تَمَنِّیْ سے نفی مستقبل بہ لن جمع مذکر غائب۔

یَتَنَاجَوْنَ: وہ سرگوشی کرتے ہیں۔ تَنَاجِیْ
سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَتَنَازَعُوْنَ: وہ آپس میں جھگڑتے ہیں۔
وہ ایک دوسرے سے لیں گے اور دیں گے۔
تَنَازُع سے مضارع جمع مذکر غائب۔

(لِ) یَتَنَافَسْ: وہ بڑھ چڑھ کر رغبت کرے
تَنَافُسٌ سے امر واحد مذکر غائب تَنَافُسٌ
کے معنی اصلی ہیں نفس کا بزرگوں کے مشابہ
بننے کے لئے مجاہدہ کرنا۔

یَتَنَاھَوْنَ: وہ باہم منع کرتے ہیں۔ وہ باز
آتے ہیں۔ تَنَاھِیْ سے مضارع جمع مذکر غائب

یَتَنَزَّلُ: وہ اترتا ہے۔ تَنَزُّل سے مضارع
واحد مذکر غائب۔ (دیکھو تَنْزِیْل)

یَتَوَارٰی: وہ چھپتا ہے تَوَارِیْ سے مضارع
واحد مذکر غائب۔

یَتُوْبُ: وہ توبہ کرتا ہے۔ وہ رجوع کرتا ہے
(بصلہ الی) وہ توبہ قبول کریگا یا کرتا ہے۔

رحمت کے ساتھ رجوع ہو۔ رحمت کے ساتھ رجوع ہوتا ہے (بصلہ علیٰ) تَوْبَۃٌ سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو تَوْبَۃٌ)

(م) یَتُوْبُوْا: انہوں نے توبہ نہیں کی۔ تَوْبَۃٌ سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

(ل) یَتُوْبُوْا: وہ توبہ کریں۔ تَوْبَۃٌ سے امر جمع مذکر غائب۔

یَتُوْبُوْنَ: وہ توبہ کرتے ہیں۔ (بصلہ اِلیٰ) تَوْبَۃٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَتَوَفّٰی: وہ لیتا ہے۔ قبض کرتا ہے۔ قبض کریگا قبض کرے۔ تَوَفِّیْ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو تَوَفِّیْتُ)

یُتَوَفّٰی: وہ قبض کر لیا جاتا ہے۔ تَوَفِّیْ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یُتَوَفَّوْنَ: وہ اٹھا لئے جائیں۔ ان کی جان قبض کر لی جائے۔ تَوَفِّیْ سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یَتَوَفَّوْنَ: وہ قبض کریں گے۔ تَوَفِّیْ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَتَوَکَّلُ: وہ بھروسہ کرتا ہے۔ بھروسہ کرے تَوَکُّلٌ سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو تَوَکَّلَ)

یَتَوَکَّلُوْنَ: وہ بھروسہ کرتے ہیں۔ تَوَکُّلٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَتَوَلّٰی: وہ پیٹھ پھیرتا ہے۔ وہ دوست بناتا ہے۔ تَوَلِّیْ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو وَلِیٌّ)

یَتَوَلَّ: پیٹھ پھیرے۔ دوست بنائے۔ تَوَلِّیْ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

یَتَوَلَّوْنَ: وہ دوست بناتے ہیں۔ وہ پیٹھ پھیرتے ہیں۔ تَوَلِّیْ سے مضارع جمع مذکر غائب

یَتَوَلَّوْا: وہ پیٹھ پھیریں گے۔ مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

یَتِیْمٌ: نابالغ جس کا باپ مر جائے۔ یُتْمٌ سے صفت مشبہ واحد مذکر جمع اَیْتَامٌ۔ یَتَامٰی۔

یَتِیْمَیْنِ: دو یتیم بچے۔ یَتِیْمٌ کا تثنیہ بحالت نصبی و جری۔

یَتِیْھُوْنَ: وہ پریشان پھریں گے۔ تَیْہٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

فرعون کے ہاتھ سے نجات پانے کے بعد جب بنی اسرائیل صحرائے سینا میں اترے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا۔ کہ وہ ملک شام کو عمالقہ کے ہاتھ سے فتح کر لیں۔ مگر بنی اسرائیل نے صاف انکار کر دیا۔ اور حضرت موسیٰ سے کہہ دیا کہ اے موسیٰ تم اور تمہارے خدا جا کر عمالقہ سے لڑو۔ ہم میں تو یہ طاقت نہیں۔ اس گستاخی پر حضرت موسیٰ نے ان کیلئے بددعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا

فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِی الْاَرْضِ ۔ وہ سرزمین شام چالیس سال کے لئے ان پر حرام کر دی گئی۔
اس مدت میں وہ مصر سے سینا تک حیران و سرگرداں پھرتے رہیں گے، چنانچہ اسی میدان میں چالیس سال انہوں نے حیرانی و سرگردانی کے عالم میں گذارے۔ اس دوران میں جب اس نسل کے تقریباً سب لوگ مر گئے اور نوجوان نسل تیار ہوئی تو انہوں نے حضرت یوشع کی زیر قیادت ملک شام کو فتح کیا۔ یہ صحرا اسی واقعہ کی وجہ سے تیہ کے نام سے موسوم ہوا۔ دیکھو ...

يُثَبِّتُ ۔ وہ ثابت رکھتا ہے۔ وہ جمائے رکھتا ہے۔ وہ ثابت رکھے۔ جمائے رکھے۔ تَثْبِيْتٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُثْبِتُ ۔ وہ باقی رکھتا ہے۔ وہ ثابت رکھتا ہے۔ اِثْبَاتٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُثْبِتُوْا ۔ وہ کاری زخم لگائیں۔ قید کریں۔ اِثْبَاتٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔ منصوب۔ علامہ زمخشری لکھتے ہیں: اِثْبَاتٌ سے مراد یا باندھ دینا ہے یا ایسا زخمی کر دینا [illegible] ہے۔ ضَرَبُوْهُ حَتّٰى اَثْبَتُوْهُ لَا حِرَاكَ بِهٖ ۔ [illegible] انہوں نے اس کو مارا یہاں تک کہ اسے بے حس و حرکت کر دیا۔ حضرت ابن عباس سے اس کی تفسیر میں لِيُقَيِّدُوْهُ منقول ہے جس سے اول الذکر معنی کی تائید ہوتی ہے (کشاف)۔ ۸:۳۰ ۔ دار الندوہ میں کفار مکہ نے مشورہ کیا کہ کیا صورت اختیار کی جائے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نجات حاصل ہو اور وہ [illegible] ختم ہو جو انہوں نے اسلام کے نام پر اٹھا رکھا ہے۔ اس سلسلہ میں مختلف تجاویز [illegible] کسی کی رائے قید کرنے اور زخمی کرنے کی تھی کسی کی قتل کرنے کی اور کسی کی جلاوطن کرنے کی۔ آخر قتل کی رائے پسند کی گئی اور طے ہوا کہ اس طرح قتل کیا جائے کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک نوجوان اس میں شریک ہو تاکہ بنی ہاشم کو سب قبائل سے مقابلہ کی ہمت نہ ہو۔ ادھر یہ سازش ہو رہی تھی ادھر اللہ تعالیٰ نے یہ تدبیر کی کہ حضور کو رات کو دشمنوں کی آنکھوں میں [illegible] جھونک کر گھر سے محفوظ و مامون نکال دیا اور مدینہ منورہ پہنچا دیا۔
آیہ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ۔ اور جب سازش کر رہے تھے آپ کے متعلق کافر تاکہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا گھر سے نکال دیں اور وہ اپنا داؤ کر رہے تھے اور

اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر لطیف بروئے کار لا رہا تھا اور اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔ (الانفال ۸، ۳۰) میں اسی واقعہ کا بیان ہے۔

(دیکھو مَکْر)

يُثْخِنُ :- وہ خونریزی کرے۔ اِثْخَان سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَثْرِب :- مدینہ منورہ۔ زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّعِزًّا۔ مدینہ منورہ کو بقول زجاجی یثرب بن قانیہ بن مہلائیل بن ارم بن عبیل بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام نے آباد کیا تھا اس لئے بانی کے نام پر اس کا نام یثرب ہوا یاقوت نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ مدینہ منورہ کے انتیس نام ہیں۔ محمد تبریزی لغوی نے تیس نام بتائے ہیں اور سمہودی نے وفاء الوفا میں چورانوے گنائے ہیں۔ اور کہا ہے کہ کثرت اسماء شرافت مسمیٰ پر دلالت کرتی ہے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے زمانہ تک یہ یثرب کے نام سے مشہور تھا۔ قرآن کریم میں بھی یہ نام آیا ہے۔ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ۔ بعد میں یہ مَدِيْنَةُ الرَّسُوْلِ اور مَدِيْنَة کے نام سے مشہور ہوا۔ اور حضور نے اسی نام کو پسند فرمایا۔ یثرب کے قدیم باشندے یہود تھے۔ یہ بنو نضیر، بنو قریظہ بنو قینقاع وغیرہ قبائل پر مشتمل تھے۔ جب ملک یمن میں سد مآرب ٹوٹا اور تاریخ کا مشہور سیلاب آیا تو بنو قحطان جو سبا بن سام بن نوح کی اولاد تھے وہاں سے نکل کر دوسرے ملکوں میں آباد ہو گئے چنانچہ کچھ لوگ یثرب میں بھی آ کر آباد ہوئے اور ان کی اولاد اوس و خزرج کے نام سے موسوم ہوئی۔ یہود مدینہ اور اوس خزرج کی آپس میں چلتی رہتی تھی۔ یہود ان کو سیاسی و اقتصادی اعتبار سے اپنا غلام بنا کر رکھنا چاہتے تھے۔ یہود توریت میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا حال پڑھتے تھے۔ وہ اوس و خزرج کو دھمکیاں دیا کرتے تھے کہ آخر الزمان کا ظہور اب قریب ہے۔ ہم ان کے ساتھ ہو کر تم کو ختم کر دینگے مگر جب حضور کا ظہور ہوا تو عقبہ کی گھاٹی میں اوس و خزرج نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا عہد باندھا اور وہ انصار کے لقب سے ملقب ہوئے۔ یہودی اپنے استکبار و مکاری کی وجہ سے ذلیل و خوار ہو کر نہ صرف مدینہ بلکہ جزیرۃ العرب سے جلا وطن کر دیئے گئے۔ مدینہ منورہ حجاز کا دوسرا سب سے بڑا شہر ہے۔ مکہ معظمہ سے شمال کی جانب دو سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں سے بیت المقدس تقریباً ۴۰۰ میل دمشق بھی تقریباً ۴۰۰ میل اور بصرہ تقریباً ۲۶۰ میل ہے۔

چونکہ راقم آثم کی سوادِ نظر اور سویداء دل ابھی تک اس بقعہ نور کی تجلیات سے محروم ہیں لہذا یہاں کے کچھ حالات اپنے محترم مولوی حاجی عبدالجبیر صاحب بجنوری کے اس سفرنامہ سے نقل کرتا ہوں جو موصوف نے مجھے عطا فرمایا تھا۔

مجموعہ حالات:۔ جس قدر خیر و برکت اللہ تعالٰی نے مدینہ طیبہ کی سرزمین میں رکھی ہے اس کی نظیر شاید ہی دوسری جگہ ہو۔ اس مقدس شہر کا پانی اس قدر شیریں اور لذیذ ہے کہ احاطۂ بیان سے باہر ہے۔ وہاں کی مٹی اور ہوا میں ایک ایسی خاص صفت ہے جو دوسری جگہ دیکھنے میں نہیں آئی یعنی ایام گرما میں اگر صراحیوں میں پانی بھر کر رکھدیا جائے تو وہ بہت جلد مانند برف کے سرد ہو جاتا ہے پانی زود ہضم اور ہلکا ہے اور قبض نہیں ہونے دیتا۔ عام طور پر مدینہ کی آب و ہوا نہایت عمدہ اور معتدل ہے۔ یہاں کی رات بالخصوص نہایت اچھی ہوتی ہے۔ مدینہ طیبہ کے گوشت کی تعریف نہیں ہو سکتی میں تمام ممالک مصر و فلسطین و شام و نجد کی و عراق میں گھوما۔ اگرچہ گوشت ان ممالک میں بھی عام طور پر عمدہ ہوتا ہے مگر جو تیاری مدینہ منورہ کے دنبوں اور بکریوں میں دیکھی اور ان کے گوشت میں لذت پائی وہ کسی جگہ نصیب نہیں ہوئی مدینہ منورہ کی کھجور تمام عربستان کی کھجوروں سے بہترین ہوتی ہے عراق میں اگرچہ کھجور کی پیداوار نسبتاً بہت زیادہ ہے اور ہوتی بھی اچھی ہے مگر مدینہ کی کھجور اور وہاں کی کھجور میں زمین و آسمان کا فرق ہے خاص مدینہ شریف میں میوہ جات بکثرت ہوتے ہیں۔ اگرچہ یہاں کے انگور انار اور سیب کھانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ مگر سنا ہے کہ یہ سب چیزیں بہت اچھی ہوتی ہیں۔ مدینہ منورہ کے چاروں طرف باغات کثرت سے ہیں۔

مسجد نبوی:۔ یہ وہ مسجد ہے جو باستثناء مسجد الحرام دنیا کی جملہ مساجد پر فوقیت رکھتی ہے جہاں ایک نماز ثواب میں پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ جہاں کی حاضری کے بارہ میں حدیث لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا لِثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ المسجد الحرام و مسجدی ھٰذا و المسجد الاقصٰی وارد ہوئی ہے جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے اہتمام سے تعمیر کیا اور اپنی مسجد فرمایا۔ جہاں حضور پُر نور نماز پڑھتے اور وعظ فرماتے ہیں جس میں زمین کا وہ حصہ ہے جسکو جنت کی کیاری سے تعبیر کیا گیا ہے جہاں پر روح الامین بارگاہ رب جلیل سے وحی لیکر اترتے تھے۔ میں نے ہندوستان اور دمشق قاہرہ و استنبول وغیرہ کی بڑی بڑی مساجد اور دیگر مشہور عمارات

ملہ الحمد للہ کہ اب اس بلدہ طیبہ کی زیارت کی سعادت حاصل ہو چکی ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ صَادِقُ الْوَعْدِ الْاَمِیْن

چار پانچ سطروں میں تحریر ہے۔ مسجد نبوی کے ستون زیادہ تر سرخ رنگ کے ہیں اور ان کے پایوں پر پیتل چڑھا ہوا ہے۔ ان میں سے ۲۱ ستون ایسے ہیں جن کے نصف حد تک سنگ رخام چڑھا ہوا ہے باقی سادہ ہیں۔

منبر شریف:۔ مسجد نبوی کے بیچ میں واقع ہے۔ اس منبر کی بنا ۹۹۸ھ میں سلطان مراد کے عہد حکومت میں ہوئی۔ اس کی ساخت سنگ مرمر کی ہے اس کے باہر کی طرف سونے کا کام اور نقش و نگار سے مزین ہے۔ اس کے اوپر ایک چھوٹا سا قبہ ہے جو سنگ مرمر کے چار ستونوں پر قائم ہے۔ یہ منبر ٹھیک اسی مقام پر ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر تھا۔ موجودہ منبر کے بازو رہے ہیں۔ منبر کے دونوں جانب پیتل کے بنے ہوئے دو کھجور کے درخت رکھے ہوئے ہیں ان میں بجائے کھجوروں کے بجلی کی روشنی کے قمقمے لگے ہوئے ہیں۔

دروازے:۔ مسجد مبارک کے پانچ دروازے ہیں جن کے نام یہ ہیں:۔

جنوب مغرب میں باب السلام۔ شمال مغرب میں باب الرحمۃ۔ مشرق میں باب النساء۔ جنوب میں باب جبریل۔ باب مجیدی۔

دیگر مساجد:۔ (۱) مسجد قبا:۔ یہ مدینہ منورہ سے تین میل جنوب مغرب کی طرف واقع ہے۔ یہ وہی مسجد ہے جس کی شان میں لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْہِ (اور یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن تقویٰ پر رکھی گئی زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس میں نماز کے لئے کھڑے ہوں) نازل ہوئی تھی۔ اس میں ایک قبہ ہے جو مبرک ناقۃ النبی کہلاتا ہے یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو آپ کی اونٹنی یہاں آ کر بیٹھ گئی تھی۔

(۲) مسجد الغمامہ یا مسجد مصلیٰ۔ یہاں حضور عیدین کی نمازیں پڑھتے رہے۔ اس وقت یہ میدان تھا مسجد بعد میں تعمیر ہوئی۔

(۳) مسجد الجمعہ بوقت ہجرت قبا سے مدینہ تشریف لاتے ہوئے یہاں جمعہ کی نماز ادا فرمائی۔

(۴) مسجد الفضیخ بنی نضیر کے محاصرہ کے وقت حضور نے یہاں نماز ادا فرمائی۔

(۵) مسجد الفتح۔ غزوۂ خندق میں آپ نے یہاں تین مرتبہ دعا کی تھی۔ لشکر احزاب کی پراگندگی کے بعد یہیں سورۂ فتح نازل ہوئی۔

(۶) مسجد القبلتین۔ یہاں نماز ادا کرتے ہوئے حضور کو

بیت المقدس سے کعبہ کی طرف منہ پھیرنے کا حکم ہوا

(۷) مسجد السجدہ۔ یہاں حضور دیر تک سربسجود رہے تھے۔

(۸) مسجد الاجابہ۔ یہاں حضور نے نماز ادا فرمائی اور دیر تک دعا مانگی۔

(۹) مسجد بنی ظفر۔ یہاں حضور نے بعض صحابہ سے کلام مجید کی قرأت سُنی۔

(۱۰) مسجد السقیا۔ یہاں حضور نے نماز ادا فرمائی۔ اور اہل مدینہ کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔

(۱۱) مسجد ذباب۔ یہاں حضور نے نماز پڑھی اور غزوۂ خندق میں اپنا خیمہ نصب فرمایا۔ ان مساجد کے علاوہ اور بھی متعدد مساجد ہیں جنکو سرور کائنات یا آپ کے صحابۂ کرام سے نسبت کا شرف حاصل ہے۔ مکانات ماثورہ:۔ تاریخی ماثر میں سے چند یہ ہیں دار ابی ایوب انصاری۔ دار عبداللہ بن عمر، دار جعفر الصادق۔ دار عثمان بن عفان۔ دار ابی بکر صدیق۔ دار خالد بن ولید۔ دار تمیم داری۔

مقدس کنوئیں:۔ بیر اریس اس کا پانی حضور کے لعاب دہن سے شیریں ہوا۔ اسی میں حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے خاتم نبوت گرا۔ بیر رومہ۔ اسے حضرت عثمان نے مسلمانوں کے لئے وقف کیا تھا بیر حاء۔ اسے حضرت ابو طلحہ نے آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ کے نزول پر وقف کیا۔ بیر بضاعہ حضور نے اس کنوئیں سے وضو فرمایا۔ اور اپنا آب دہن اس میں ڈالا۔ بیر بصہ۔ حضور نے اس کنوئیں کے پانی سے اپنا سر مبارک دھو کر بچا ہوا پانی اس میں ڈالا وغیرہا۔

پہاڑ:۔ جبلِ احد۔ احد کی مشہور جنگ اسی پہاڑ پر ہوئی تھی۔ یہیں ستر جانبازانِ اسلام شہید ہو کر آسودہ خواب ہوئے۔ اس کے قریب ہی حضرت حمزہ کا مزار ہے اور اسی کے دامن میں وہ غار ہے جس کی نسبت مشہور ہے کہ حضور نے دندان مبارک شہید ہونے کے بعد یہاں آرام فرمایا تھا۔

جبل عینین اسی جگہ حضرت حمزہ کا مصرع ہے۔

جبل سلع یہاں حضور نے رات گذاری تھی جبل سلع جبل لسنتہ

جنت البقیع:۔ یہ مدینہ منورہ کا مشہور و متبرک قبرستان ہے جس میں بقول امام مالکؒ دس ہزار صحابہ کرام آرام فرما ہیں۔ پھر تابعین، تبع تابعین اولیاء و محدثین رحمہم اللہ جو حضور کے زمانہ سے آج تک اس میں دفن ہوتے رہے ہیں ان کا کوئی حدود شمار نہیں (سفر نامہ بلاد اسلامیہ ملخصاً)

الغرض یہی وہ مقدس بستی ہے جہاں کا چپہ چپہ اہل شوق کی سجدہ گاہ ہے اور جہاں کا ذرہ ذرہ اہل نظر کی نظر میں رشک مہر و ماہ ہے۔ اسی کے متعلق سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي ثَمَرِنَا وَبَارِكْ لَنَا

فِی مَدِیْنَتِنَا وَبَارِکْ لَنَا فِی صَاعِنَا وَبَارِکْ لَنَا فِی مُدِّنَا۔ اے اللہ ہمارے پھلوں میں برکت دے ہمارے شہر (یثرب) میں برکت دے ہمارے صاع میں برکت دے اور ہمارے مد میں برکت دے (مسلم)

علماء کرام نے اس مسئلہ میں اختلاف فرمایا ہے کہ مکہ معظمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ۔ مگر تمام متفق علیہ ہے کہ گنبد خضراء کی زمین کا وہ متبرک حصہ جو جسد اطہر سرور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مس کر رہا ہے نہ صرف مکہ سے نہ صرف کعبہ سے، بلکہ عرش سے بھی افضل ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ کعبہ اور عرش کا شرف ذات باری تعالیٰ کی طرف محض نسبت کی وجہ سے ہے اور بقعۂ مبارکہ کو حضور پر نور سے لمس حاصل ہے۔ (ملاحظہ ہو رد المحتار)

واعظ بیانِ روضۂ رضواں بجا، مگر
کیا روضۃ النبی کا نظارا کیا نہیں؟

اپنے در دولت پہ سدا ان پہ رہیں
لطف و کرم کے جن کے کوئی انتہا نہیں

اے آفتابِ حسن! خدارا نگاہِ مہر
مدت سے میرے دل میں اجالا ہوا نہیں

پیشِ نظر ہے ... رہے حمید
کچھ اور حسرتِ دلِ درد آشنا نہیں!

(زائرِ حرم حمید صدیقی)

یَتَفَقَّهُوْا: وہ سمجھیں۔ تفقہ سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

یَثْنُوْنَ: وہ موڑتے ہیں۔ دوہرا کرتے ہیں۔ ثنی سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُجَادِلُ: وہ جھگڑا کرتا ہے۔ جھگڑا کرے گا۔ مجادلہ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُجَادِلُوْا: وہ جھگڑا کریں۔ مضارع جمع مذکر غائب منصوب

یُجَادِلُوْنَ: وہ جھگڑتے ہیں۔ مُجَادَلَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

مُجَادَلَہ کے معنی ہیں مباحثہ و منازعہ کے طور پر گفتگو کرنا جس سے مقصود فریق ثانی پر غالب آنا ہو۔ یہ جَدَلْتُ الْحَبْلَ، میں نے رسی کو بٹ کر مضبوط کیا، سے ماخوذ ہے کیونکہ مجادلہ کرنے والا بھی اپنی بات دلائل سے مضبوط کر کے پیش کرتا ہے (مفردات) کبھی وہ بات جو بانداز مجادلہ ہو مجادلہ سے تعبیر کی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان فرشتوں سے جو عذاب لے کر قوم لوط کی بستیوں کو تباہ کرنے کے لئے جا رہے تھے قوم لوط کی سفارش میں جو گفتگو کی اسے مجادلہ کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ یُجَادِلُنَا فِی قَوْمِ لُوْطٍ ابراہیم ہم سے جھگڑنے لگے قوم لوط کے بارہ میں۔ اور یہاں فرشتوں سے گفتگو کو اللہ سے ہی گفتگو سے تعبیر دیا گیا کہ وہ اسی کے فرستادہ اور اسی کے حکم کی تعمیل کرنے والے تھے۔ (دیکھو لوط و ابراہیم)

یُجَارُ: وہ پناہ دیا جاتا ہے۔ اجارۃ سے مضارع

یَجْزِیْ :۔ وہ بہتا ہے۔ جَرَیان سے۔ مضارع واحد مذکر غائب۔

یُجْزَ :۔ اس کو بدلہ دیا جائے گا۔ جَزَاء سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب مجزوم۔

یُجْزٰی :۔ اس کو بدلہ دیا جاتا ہے۔ جَزَاء سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یُجْزَوْنَ :۔ ان کو بدلہ دیا جاتا ہے۔ ان کو بدلہ دیا جائے گا جَزَاء سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب

یَجْزِیْ :۔ وہ بدلہ دیتا ہے جَزَاء سے مضارع واحد مذکر غائب

یَجْعَلُ :۔ وہ کرتا ہے۔ وہ کرے گا۔ وہ پیدا کرے وہ مقرر کرے جَعْل سے مضارع واحد مذکر غائب

(لم) یَجْعَلْ :۔ اس نے نہیں بنایا۔ جَعْل سے نفی جحد واحد مذکر غائب

(لن) یَجْعَلَ :۔ وہ ہرگز نہیں کرے گا۔ منفی مستقبل مؤکد بہ لن واحد مذکر غائب۔

یَجْعَلُوْنَ :۔ وہ بناتے ہیں۔ کرتے ہیں۔ ٹھہراتے ہیں۔ جَعْل سے مضارع جمع مذکر غائب

یَجْعَلُوْا :۔ وہ ڈالدیں جَعْل سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یُجَلِّی :۔ وہ ظاہر کرے گا۔ وہ روشن کرے گا تَجْلِیَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب

یَجْمَحُوْنَ :۔ وہ سرکشی کرتے ہیں۔ جُمُوح سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَجْمَعُ :۔ وہ جمع کرتا ہے۔ وہ جمع کرے گا۔ جَمْع سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(ل) یَجْمَعَنَّ :۔ وہ ضرور جمع کرے گا۔ مضارع لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ واحد مذکر غائب۔

یَجْمَعُوْنَ :۔ وہ جمع کرتے ہیں۔ جَمْع سے مضارع جمع مذکر غائب

یُجَنَّبُ :۔ وہ بچایا جائے گا۔ وہ دور رکھا جائے گا۔ تَجْنِیْب سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یَجْهَلُوْنَ :۔ وہ نادانی کرتے ہیں۔ جَہْل سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُجِیْبُ :۔ وہ قبول کرتا ہے۔ اِجَابَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُجِیْرُ :۔ وہ پناہ دیتا ہے۔ وہ بچاتا ہے وہ پناہ دیگا۔ اِجَارَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب

(لن) یُجِیْرَ :۔ وہ ہرگز پناہ نہ دے گا۔ مضارع منفی مستقبل مؤکد بہ لن۔

یُحَاجُّوْا :۔ وہ جھگڑا کریں۔ مُحَاجَّۃ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یُحَاجُّوْنَ :۔ وہ جھگڑا کرتے ہیں۔ حجت بازی کرتے ہیں مُحَاجَّۃ سے مضارع جمع مذکر غائب

یُحَادِدْ :۔ وہ دشمنی کرے مُحَادَّۃ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم

یُحَادُّوْنَ :۔ وہ مخالفت کرتے ہیں مُحَادَّۃ سے مضارع جمع مذکر غائب

مُحَادَّة: سخت مخالفت کرنا۔ بعض کہتے ہیں اس کا ماخذ یا حَدّ (روکنا) ہے اور یا حدید (لوہا)۔ تو محادہ اس مخالفت کو کہیں گے جس میں مخالف اپنے حریف کا ساتھ دینے بلکہ اس کی بات سننے سے دوسروں کو روکے یا اس کے مقابلہ میں ہتھیار لیکر آجائے۔ (مفردات)

يُحَارِبُوْنَ: وہ جنگ کرتے ہیں۔ مُحَارَبَة سے مضارع جمع مذکر غائب

يُحَاسِبْ: وہ حساب کرے گا۔ وہ خبر دے گا مُحَاسَبَة سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

يُحَاسَبُ: اس سے حساب لیا جائے گا۔ مُحَاسَبَة سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يُحَاطَ: گھیر لیا جائے۔ اِحَاطَة سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ منصوب ہے۔

يُحَافِظُوْنَ: وہ حفاظت کرتے ہیں۔ مُحَافَظَة سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

يُحَاوِرُ: وہ باتیں کرتا ہے۔ مُحَاوَرَة سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُحِبُّ: وہ دوست رکھتا ہے۔ محبت کرتا ہے پسند کرتا ہے۔ اِحْبَاب سے مضارع واحد مذکر غائب

يُحْبِبْ: وہ محبت کرے گا۔ اِحْبَاب سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

يُحْبَرُوْنَ: ان کی تعظیم کی جائے گی۔ ان کی عزت ہوگی۔ ان کو خوش کیا جائے گا۔ حَبْر سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

يَحْبِسُ: وہ روکتا ہے۔ حَبْس سے مضارع واحد مذکر غائب۔

لَيَحْبَطَنَّ: ضرور ضائع ہو۔ حُبُوط سے مضارع واحد مذکر غائب۔ بالام و نون تاکید ثقیلہ

يُحْبِطْ: وہ اکارت کر دے گا۔ ضائع کر دے گا۔ اِحْبَاط سے مضارع واحد مذکر غائب۔

حَبْط کے معنی ہیں عمل کا بے اثر ہو جانا۔ اِحْبَاط اس کا متعدی ہے۔ حَبْطِ اعمال کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ خالص دنیوی اعمال ہوں جو آخرت میں مفید ثابت نہ ہوں گے جیسے مال و دولت جمع کرنا۔ دوسرے یہ کہ اعمال اخروی یہ ہوں مگر ان سے مقصود خداوند تعالیٰ کی مرضی کا حصول نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ اعمال صالحہ و مخلصہ ہوں مگر ان حسنات کے مقابلہ میں سیئات اور برائیاں زیادہ ہوں (مفردات)

مگر قرآن کریم میں جہاں یہ لفظ استعمال ہوا ہے تو ایک مقام کے علاوہ (سورہ حجرات) کافروں کے اعمال کے بارے میں وارد ہوا ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ حبط اعمال کو صرف کفار کے ساتھ مخصوص سمجھا جائے بلکہ یہ ضابطہ کلیہ دنیا و آخرت دونوں مقام پر چلے گی۔ دنیا میں یہ معنی کہ [illegible] کے [illegible] کا [illegible] [illegible] کریں گے [illegible] ہوں گے

اور انجام کار بشرطِ ایمان و عملِ صالح و صبر و
استقلال سچے مسلمان اور حق پرست لوگ ہی
کامیاب و کامران و با مراد ہوں گے۔ اور آخرت
میں بایں معنی کہ دنیا میں کافروں سے جو بظاہر
نیک عمل صادر ہوا ہوگا وہ مخلص مسلمانوں کی
طرح اس پر جزا و ثنا کے مستحق نہ ہوں گے بلکہ
ان کے ایسے تمام اعمال اکارت چلے جائیں گے۔
اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَشَاقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْ
بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى لَنْ یَّضُرُّوا
اللّٰهَ شَیْئًا وَسَیُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ (۴۷:۳۲)
(یعنی جو لوگ اللہ کی طرف سے ہدایت
واضح ہو جانے کے بعد بھی کفر اور مخالفت رسول
(صلی اللہ علیہ وسلم) کی روش پر اڑے رہتے ہیں تو
وہ اللہ کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور
اللہ تعالیٰ ان کے عمل اکارت فرما دیگا
اس آیت کریمہ میں اِحْبَاط دنیا و آخرت
دونوں کے اعتبار سے ہے۔
اس پر شاید یہ شبہ ہو کہ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ
ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ۔ جو شخص ذرہ برابر بھی
بھلائی کریگا تو اس کو اس کا جزا ملیگی کے خلاف
ہے۔ تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ :۔
(۱) کفر کی برائی ایمان کے بغیر تمام نیکیوں پر راجح
ہے۔ یعنی ایک انسان کے دفتر اعمال میں ایک
طرف بہت سی نیکیاں ہوں اور ایک طرف
کفر کی برائی تو کفر کی برائی کے مقابلہ میں وہ
سب نیکیاں ہیچ اور گرد ہیں اور ایمان کا معاملہ
اس کے برعکس ہے کہ ایمان کی نیکی کفر کے
علاوہ تمام برائیوں پر غالب ہے۔
(۲) قبولیتِ اعمال و حسنات کے لئے ایمان شرط
ہے قال تعالیٰ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ
اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ کیونکہ ابتداً عمل کو قبول
کر لینا جو اس سے لئے ہو اور نیز جب اللہ تعالیٰ
کی معرفت ہی حاصل نہیں تو وہ اس کیلئے عمل
کیا خاک کرے گا۔

یُحِبُّوْنَ : وہ دوست رکھتے ہیں۔ وہ محبت
کریں گے۔ وہ پسند کرتے ہیں۔ اِحْبَاب سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

یَحْسَبُ : وہ گمان کرتا ہے حِسْبَان
سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(۴) **یَحْسَبُوْا** : انہوں نے گمان نہیں کیا
مضارع نفی حجد بلم جمع مذکر غائب۔

یَحْتَسِبُوْنَ : وہ گمان کرتے ہیں۔ اِحْتِسَاب
سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُحْدِثُ : وہ پیدا کرتا ہے اِحْدَاث سے
مضارع واحد مذکر غائب۔

یُحَذِّرُ : وہ ڈراتا ہے۔ تَحْذِیْر سے مضارع

کے ذریعہ قرآنی الفاظ کو ایسے معانی کا جامہ پہنانے کی کوشش کرتے ہیں جو اس کے جسم نورانی پر ہرگز راست نہیں آسکتے۔ مگر الحمد للہ مسلمانوں میں ہمیشہ سے ایسے علماء حق موجود رہے ہیں جو اس زر کامل عیار سے ہر قسم کا زنگ صاف کرتے اور اس کی اصلی صورت میں اسے نکھار سنوار کر پیش کرتے رہتے ہیں۔

يُحَرِّمُ:۔ وہ حرام کرتا ہے تَحْرِيْم سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُحَرِّمُوْنَ:۔ وہ حرام کرتے ہیں۔ تَحْرِيْم سے مضارع جمع مذکر غائب۔

(لَا) يَحْزَنَّ:۔ وہ غمگین نہ ہوں۔ حُزْن سے مضارع منفی جمع مؤنث غائب۔

يَحْزُنُ:۔ وہ غمگین کرتا ہے۔ رنجیدہ کرتا ہے۔ وہ غمگین کرے۔ حُزْن سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَحْزَنُوْنَ:۔ وہ غمگین ہوں گے۔ حَزَن سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَحْسَبُ:۔ وہ گمان کرتا ہے۔ حِسْبَان سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَا) يَحْسَبَنَّ:۔ ہرگز گمان نہ کرے۔ نہی واحد مذکر غائب بانون ثقیلہ۔

يَحْسَبُوْنَ:۔ وہ سمجھتے ہیں، گمان کرتے ہیں۔ حِسْبَان سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَحْسُدُوْنَ:۔ وہ حسد کرتے ہیں۔ حَسَد سے مضارع جمع مذکر غائب دیکھو حَسَد۔

يُحْسِنُوْنَ:۔ وہ نیک کام کرتے ہیں۔ وہ احسان کرتے ہیں۔ اِحْسَان سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَحْشُرُ:۔ وہ جمع کرتا ہے۔ جمع کرے گا۔ حَشْر سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُحْشَرُ:۔ اکٹھا کیا جائے گا۔ حَشْر سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

حَشْر کے معنی ہیں کسی مجمع کو اس کے مستقر سے نکال کر دوسری جگہ اکٹھا کرنا (مفردات)۔ قیامت کو بھی حَشْر اسی لئے کہتے ہیں کہ اس روز سب لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام انسانوں کا حشر تین مرتبہ ہوگا۔ ایک تو قرب قیامت کے وقت جبکہ عدن سے ایک خوفناک آگ نکلے گی اور وہ تمام لوگوں کو ملک شام کی سرزمین میں اکٹھا کر دیگی۔ دوسرا حشر جب ہوگا کہ صور پھونکے جانے کے بعد تمام لوگ قبروں سے نکل کر اٹھتے ہوئے میدان قیامت کی طرف چلیں گے اور تیسرا حشر وہ ہوگا کہ حساب کتاب ہو چکنے کے بعد متقیوں اور مومنوں کے گروہ کے گروہ جنت میں لے جائے جائیں گے اور [illegible] مشرکین [illegible]

(ل) يَحْلِفُنَّ :- وہ ضرور قسم کھائیں گے۔ حَلْف سے مضارع جمع مذکر غائب۔ بلام تاکید و نون ثقیلہ

يَحْلِفُوْنَ :- وہ قسم کھاتے ہیں۔ حَلْف سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَحْلِلْ :- نازل ہو۔ حُلُوْل سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

يُحِلُّوْا :- حلال کریں۔ حلال کر دیں۔ اِحْلَال سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

يَحِلُّوْنَ :- وہ حلال ہوتے ہیں۔ حِلّ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُحَلَّوْنَ :- ان کو آراستہ کیا جائے گا۔ تَحْلِيَہ سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

يُحِلُّوْنَ :- وہ حلال قرار دیتے ہیں۔ اِحْلَال سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُحْمٰى :- وہ گرم کیا جائے گا۔ دہکایا جائے گا۔ اِحْمَاء سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يُحْمَدُوْا :- ان کی تعریف کی جائے۔ حَمْد سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب منصوب یا مجزوم۔ دیکھو حَمْد۔

يَحْمِلُ :- وہ اٹھاتا ہے۔ حَمْل سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُحْمَلُ :- وہ اٹھایا جاتا ہے۔ اس پر بوجھ لادا جائے گا۔ حَمْل سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب

يَحْمِلْنَ :- وہ اٹھائیں۔ حَمْل سے مضارع جمع مؤنث غائب۔

لَيَحْمِلُنَّ :- وہ ضرور اٹھائیں گے۔ حَمْل سے مضارع جمع مذکر غائب بلام تاکید و نون تشدید۔

يَحْمِلُوْا :- وہ اٹھائیں۔ حَمْل سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

(لَمْ) يَحْمِلُوْا :- انہوں نے نہیں اٹھایا۔ حَمْل سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

يَحْمِلُوْنَ :- وہ اٹھاتے ہیں۔ حَمْل سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَحْمُوْم :- بے حد کالا دھواں۔

(لَنْ) يَحُوْرَ :- وہ ہرگز نہیں پھرے گا۔ حَوْر سے مضارع واحد مذکر غائب منفی بہ لَنْ

يَحُوْلُ :- حائل ہو جاتا ہے۔ حُوْل سے (ليحول بين) مضارع واحد مذکر غائب۔

آیت کریمہ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ کی تفسیریں حسب ذیل بیان کی گئی ہیں۔

(۱) موت کی تو ضرور ہے مگر اس کا وقت کسی کو نہیں معلوم۔ اس لئے انسان جب اوقات اپنی منزلوں اور ارادوں کو پورا نہیں کر سکتا پس زندگی کو غنیمت سمجھ کر خدا و رسول کے

حضرت زکریا کو خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ جب مریم کو بے موسم میوے اور رزق عطا فرما رہا ہے تو کیا عجب کہ مجھے بھی اس پیرانہ سالی میں بے موسم پھل یعنی بیٹا عنایت فرمائے۔ چنانچہ مریم کے خلوت خانہ میں ہی دست بدعا ہو گئے کہ الٰہی میں بوڑھا ہو چکا ہوں میری ہڈیاں کمزور اور بے مغز ہو گئی ہیں اور سر کے بال سفید ہو چکے ہیں، مجھے نیز ناہنجار لوگوں سے اندیشہ ہے کہ میرے بعد اس علم و حکمت کو ضائع کر دیں گے جو تو نے مجھے ارزانی فرمایا ہے اس لئے میں تیری بارگاہ میں ملتجی ہوں کہ مجھے ایک بیٹا عطا فرما جو میرا اور خاندان یعقوب کے خزانہ علم و عمل اور دولت دانش و حکمت کا وارث بن سکے۔ حضرت زکریا کی مخلصانہ دعا بارگاہ خداوندی میں مقبول ہوئی اور خدا کے فرشتوں نے نماز کی حالت میں حضرت زکریا کو مقبولیت دعا کا مژدہ سنایا خوش ہو کر سنکر حضرت زکریا نے اطمینان قلب کیلئے عرض کیا کہ اے پروردگار میرے لئے کوئی علامت مقرر فرما دے جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ اب حمل قرار پا گیا تاکہ مزید اطمینان و مسرت حاصل ہو۔ حکم ہوا کہ اس کی علامت یہ ہوگی کہ تم تین دن تین رات تک تکلم نہ کر سکو گے مگر رمز و اشارہ سے جب یہ صورت پیش آئے تو سمجھ لینا کہ آفتاب تمہاری مراد طلوع ہو گیا" اور اس پر تم بکثرت اور صبح و شام ذکر و تسبیح میں مشغول رہنا چنانچہ انہی خداوندی نشانات کے ساتھ حضرت یحییٰ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کو بچپن ہی میں حکمت نبوت، محبت خداوندی کے ذوق و شوق اور پاکیزگی و تقویٰ کی خلعت سے نوازا تھا قرآن کریم کی شہادت ہے کہ وہ زبردست و ظالم اور خودسر نہ تھے۔ بلکہ نہایت پرہیزگار اور والدین کے فرمانبردار تھے۔ آپ کی عمر دعوت و تبلیغ میں ہی بسر ہوئی۔ یہود جیسی بدخصلت قوم آپ کے وجود کو کس طرح برداشت کر سکتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک روز آپ کو بدبختوں نے شہید ہی کر ڈالا۔

یَحْیٰی:۔ وہ جئے گا۔ وہ جیتا ہے۔ زندہ رہے۔ حَیَاۃٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُحْیِیْ:۔ وہ زندہ کرتا ہے۔ زندہ کریگا۔ اِحْیَاءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

"حیوٰۃ" کا استعمال مختلف معانی میں ہوتا ہے۔

(۱) قوتِ نامیہ جو نباتات و حیوانات میں ہوتی ہے۔ اس کو بھی حیوٰۃ کہتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحْیِی الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا (درحقیقت اللہ تعالیٰ زندہ کرتا ہے زمین کو اس کی موت کے بعد) اور لِنُحْیِیَ بِہٖ بَلْدَۃً مَّیْتًا (اس سے ہم زندہ کرتے ہیں مردہ بستی کو) اسے یہی حیوٰۃ مراد ہے۔ یعنی زمین کے خشک اور چٹیل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ اسے سرسبز و شاداب کر دیتا ہے۔

(۲) قوۃ حساسہ پر بھی حیوٰۃ کا اطلاق ہوتا ہے
چنانچہ حیوان کو اسی نوع حیوٰۃ کی بنا پر حَیْوَان کہا
جاتا ہے وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَاءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ
(زندے اور مردے برابر نہیں) میں یہی حیوٰۃ مراد ہے
(۳) قوت عاملہ عاقلہ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے
اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنَاہُ (کیا جو شخص
مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا) میں یہی مراد ہے
یعنی جو شخص بے علمی و بے عقلی کی موت مر چکا تھا،
پھر اسے اللہ تعالیٰ نے اسے عقل و عرفان کی دولت
سے زندہ کیا)
(۴) کبھی حیوٰۃ بول کر غم و ہم سے نجات دینا
بھی مراد ہوتا ہے۔ چنانچہ شہداء سے متعلق آیہ
میں بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ بلکہ وہ اپنے
رب کے پاس زندہ ہیں میں یہی مراد ہے۔ یعنی
شہداء اپنے رب کے جوار رحمت میں لذات و
مسرات سے محظوظ ہوتے رہتے ہیں (واضح رہے
کہ یہ امام راغب کی رائے ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو
شَہِیْد) (کبھی ہلاکت سے بچانا مراد ہوتا ہے جیسے
مَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا
(اور جس نے ہلاکت سے بچایا ایک جان کو تو گویا
اس نے ہلاکت سے بچایا سب لوگوں کو)
(۵) کبھی حیوٰۃ سے حیوٰۃ اخرویہ ابدیہ مراد ہوتی
ہے اور یہ حیوٰۃ عقلیہ و علمیہ کا نتیجہ ہوتی ہے چنانچہ
اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا
یُحْیِیْكُمْ (اللہ اور رسول کی پکار سنو جب کہ وہ
تمہیں اس چیز کی طرف دعوت دے جو تمہیں زندگی
عطا کرنے والی ہے) میں یہی حیوٰۃ مراد ہے۔
(۶) کبھی حیوٰۃ اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر
استعمال ہوتی ہے۔ اس وقت حیوٰۃ سے وہ
حیوٰۃ کاملہ مراد ہوتی ہے جس پر موت طاری نہیں ہو سکتی
اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (زندہ، و سب کا تھامنے والا) میں
یہی حیوٰۃ کا درجہ کمال مراد ہے۔ زمان و مکان کے
اعتبار سے بھی حیوٰۃ کی دو بڑی تقسیمیں کی گئی ہیں
اَلْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اور اَلْحَیٰوۃُ الْاٰخِرَۃُ (دنیوی
زندگی اور اخروی زندگی) ان کی مثالیں بکثرت
قرآن مجید میں موجود ہیں (مفردات مختصر و ملخصاً)
(لُغَۃ) یُحَیِّیْ: اس نے دعا جینے کی دی، اس نے
سلام نہیں کیا۔ تَحِیَّۃٌ سے مشتق ہے۔ حدیث باب
منافق یہودی جب حضور کی خدمت میں
آتے تو بجائے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ کے اَلسَّامُ
عَلَیْكَ کہتے۔ سَام کے معنی موت کے ہیں۔ پھر
آپس میں کہتے کہ اگر یہ نبی برحق ہیں تو ہم پر خدا کا
عذاب کیوں نہیں آتا۔ قرآن کریم میں اسی کا ذکر
فرمایا گیا ہے۔ وَاِذَا جَاءُوْكَ حَیَّوْكَ بِمَا
لَمْ یُحَیِّكَ بِهِ اللّٰهُ۔ الآیہ۔ (اور جب اے پیغمبر
تمہارے پاس آتے تو تم کو ایسا سلام کرتے

ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تم کو نہیں کیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تو سَلٰمٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ اللہ کے پیغمبروں پر سلامتی ہو، وغیرہ دعائیں دی ہیں اور یہ کم بخت بددعا دیتے ہیں۔

(لَمۡ) يُحِيطُوۡا:۔ انہوں نے نہیں گھیرا۔ اِحَاطَةٌ سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

يُحِيطُوۡنَ:۔ وہ گھیرتے ہیں اِحَاطَةٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَحِيۡفَ:۔ وہ ظلم کرے۔ حَيۡفٌ سے مضارع واحد مذکر غائب منصوب۔

يَحِيۡقُ:۔ وہ گھیرتا ہے۔ حَيۡقٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُخَادِعُوۡنَ:۔ وہ فریب کاری کرتے ہیں۔ وہ دھوکا دیتے ہیں۔ مُخَادَعَةٌ سے مضارع جمع مذکر غائب

يَخَافُ:۔ وہ ڈرتا ہے ڈرے گا۔ خَوۡفٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَخَافَا:۔ وہ ڈریں۔ خَوۡفٌ سے مضارع تثنیہ مذکر غائب۔

يَخَافُوۡا:۔ وہ ڈریں خوف سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

يَخَافُوۡنَ:۔ وہ ڈرتے ہیں۔ خَوۡفٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُخَالِفُوۡنَ:۔ وہ مخالفت کرتے ہیں۔ مُخَالَفَةٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَخۡتَارُ:۔ وہ پسند کرتا ہے اِخۡتِيَارٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَخۡتَانُوۡنَ:۔ وہ خیانت کرتے ہیں۔ وہ بددیانتی کرتے ہیں اِخۡتِيَانٌ سے مضارع جمع مذکر غائب خِيَانَةٌ کے معنی ہیں حق کی مخالفت کرنا پوشیدہ طور پر عہد کو توڑ کر لہذا خِيَانَتٌ اور نفاق ہم معنی ہی ہیں۔ البتہ خِيَانَةٌ کا استعمال "عہد" کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اور نفاق کا دین کے لحاظ سے۔ خِيَانَةٌ اَمَانَةٌ کی نقیض ہے قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے وَلَا تُجَادِلۡ عَنِ الَّذِيۡنَ يَخۡتَانُوۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ (اور ان لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑئیے جو اپنے نفسوں سے (بھی) خیانت کرتے ہیں یعنی نفسوں کا حق تو یہ تھا کہ ان کو آخرت کے عذاب سے بچاتے مگر یہ ان کی بھی حق تلفی کرتے ہیں (مفردات)

يَخۡتَصِمُوۡنَ:۔ وہ جھگڑتے ہیں اِخۡتِصَامٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَخۡتَصُّ:۔ وہ خاص کرتا ہے۔ اِخۡتِصَاصٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَخۡتَلِفُوۡنَ:۔ وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اِخۡتِلَافٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَخۡتِمۡ:۔ وہ بند لگا دے خَتۡمٌ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

سورۂ شوریٰ میں فرمایا گیا ہے۔ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰہُ یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِكَ۔ کیا کافر کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اللہ پر جھوٹ باندھ لیا ہے سو اگر اللہ چاہتا ہے تو مہر لگا دے تیرے دل پر۔ مطلب یہ ہے کہ کافروں کا افترا کا الزام بالکل غلط ہے اگر بفرض محال پیغمبر کے دل میں اس کا شائبہ بھی پیدا ہوتا تو خدا کو قدرت ہے کہ وہ اس فیض کو اس سے منقطع کر دے اور آپ کا دل مہبط وحی ہی نہ بن سکے۔ مگر چونکہ یہ ممکن نہیں کیونکہ پیغمبر کی عصمت کی ذمہ داری خود اللہ نے لے رکھی ہے اس لئے یہ فیضان وحی بھی جاری رہے گا۔ کافروں کے طعن و تشنیع سے کچھ نہ ہوگا۔ اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ یہاں ختم سے مراد وہ ختم نہیں جو خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ میں ہے۔

یُخٰدِعُوْا: وہ دھوکہ دیں۔ خَدْع سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

یُخٰدِعُوْنَ: وہ دھوکہ دیتے ہیں خَدْع سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَخْذُلْ: وہ مدد نہ کرے۔ خَذْل سے مضارع واحد مذکر غائب۔ خُذْلَان کے اصل معنی جس سے مدد کی توقع ہو اس کا مدد نہ کرنا ہیں۔

یُخْرِبُوْنَ: وہ ویران کرتے ہیں وہ اجاڑتے ہیں۔ اِخْرَاب سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَخْرُجُ: وہ نکلتا ہے۔ نکلے۔ خُرُوْج سے مضارع واحد مذکر غائب

یُخْرِجُ: وہ نکالتا ہے۔ نکالے۔ اِخْرَاج سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لن) **یُخْرِجَ**: وہ ہرگز نہیں نکالے گا۔ منفی مستقبل مؤکد بلن مضارع۔

یُخْرِجَا: وہ نکال دیں۔ اخراج سے مضارع تثنیہ مذکر غائب منصوب

(لا) **یَخْرُجْنَ**: وہ نہ نکلیں۔ خُرُوْج سے نہی جمع مؤنث غائب۔

(لَ) **یَخْرُجُنَّ**: وہ ضرور نکلیں گے۔ مضارع جمع مذکر غائب مؤکد بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

لَیُخْرِجَنَّ: وہ ضرور نکال دے گا۔ اِخْرَاج سے مضارع واحد مذکر غائب بانون ثقیلہ۔

(لا) **یُخْرِجَنَّ**: وہ ہرگز نہ نکالے۔ اِخْرَاج سے نہی واحد مذکر غائب بانون ثقیلہ۔

یَخْرُجُوْا: وہ نکل جائیں خُرُوْج سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یُخْرِجُوْا: وہ نکال دیں۔ اِخْرَاج سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

(لم) **یُخْرِجُوْا**: انہوں نے نہیں نکالا۔ نفی جحد جمع مذکر غائب، اخراج سے۔

یَخْرُجُوْنَ: وہ نکلتے ہیں۔ خُرُوْج سے مضارع

جمع مذکر غائب۔

يُخْرِجُوْنَ :۔ وہ نکالتے ہیں۔ اِخْرَاج سے مضارع جمع مذکر غائب

يُخْرَجُوْنَ :۔ وہ نکالے جائیں گے اِخْرَاج سے مضارع جمع مذکر غائب مجہول۔

يَخْرُصُوْنَ :۔ وہ اٹکل دوڑاتے ہیں خَرْص سے مضارع جمع مذکر غائب خَرْص کے اصلی معنی ہیں کھڑی کھیتی یا پھلوں کا درخت پر تخمینہ کرنا مجازاً ہر بات جو گمان اور تخمین کی بنیاد پر کہی جائے۔ اس کے کہنے کو خرص سے تعبیر کرنے لگے۔

(لَمْ) يَخِرُّوْا :۔ وہ نہیں گرے۔ خُرُوْر سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

يَخِرُّوْنَ :۔ وہ گرتے ہیں۔ خُرُوْر سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُخْزِ :۔ وہ رسوا کرے گا۔ اِخْزَاء سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

يُخْزِيْ :۔ وہ رسوا کرتا ہے۔ رسوا کرے۔ اِخْزَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَخْسَرُ :۔ وہ نقصان پاتا ہے۔ نقصان پائیگا خُسْرَان سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُخْسِرُوْنَ :۔ وہ گھٹا کر دیتے ہیں۔ نقصان پہنچاتے ہیں اِخْسَار سے مضارع جمع مذکر غائب

يَخْسِفُ :۔ وہ دھنسا دے۔ خَسْف سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَخْشٰى :۔ وہ ڈرتا ہے وہ ڈرے۔ خَشْيَة سے مضارع واحد مذکر غائب۔ خَشْيَة اس خوف کو کہتے ہیں جس کے ساتھ تعظیم ملی ہوئی ہو اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ جس سے ڈرا جائے اس کا صحیح علم ہو۔ اسی لئے فرمایا گیا۔ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (اللہ تعالیٰ سے اس کے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں۔)

يَخْشَ :۔ ڈرے خَشْيَة سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم بلام امر۔

(لَمْ) يَخْشَ :۔ وہ نہیں ڈرا۔ نفی جحد واحد مذکر غائب

يَخْشَوْنَ :۔ وہ ڈرتے ہیں۔ خَشْيَة سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَخْصِفَانِ :۔ وہ دو جوڑتے ہیں۔ چپکاتے ہیں خَصْف سے مضارع تثنیہ مذکر غائب۔

يَخِصِّمُوْنَ :۔ وہ جھگڑتے ہیں اِخْتِصَام سے مضارع جمع مذکر غائب (اصل میں يَخْتَصِمُوْنَ تھا تا کو صاد سے بدل کر ادغام کر دیا اور خاء کو کسرہ کر دیا)

يَخْطَفُ :۔ وہ اچک لے جائے۔ خَطْف سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَخْفٰى :۔ وہ چھپتا ہے۔ خَفَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُخَفِّفْ: وہ ہلکا کرے۔ تَخْفِيْف سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

يُخَفَّفُ: وہ ہلکا کیا جائے گا۔ اس پر تخفیف کی جائیگی۔ تَخْفِيْف سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب

يَخْفَوْنَ: وہ چھپتے ہیں۔ چھپیں گے۔ خِفَاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُخْفُوْنَ: وہ چھپاتے ہیں۔ چھپائیں گے۔ اِخْفَاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُخْفِيْنَ: وہ چھپاتی ہیں۔ اِخْفَاء سے مضارع جمع مؤنث غائب۔

يَخْلُ: خالی ہوگا۔ فارغ ہو جائے گا۔ خُلُوّ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

يَخْلُدُ: ہمیشہ رہے گا۔ خُلُوْد سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُخْلِفُ: خلاف کرتا ہے۔ وعدہ خلافی کرتا ہے بدلہ دے۔ اِخْلَاف سے مضارع واحد مذکر غائب پہلے دو معنوں میں خَلْف سے ماخوذ ہے جس کے معنی پس پشت کے ہیں پس اِخْلَاف کے معنی ہوئے پس پشت ڈالنا۔ مگر اس کا استعمال وعدہ کے لئے ہی ہوتا ہے۔ اَخْلَفْتُ وَعْدَهٗ میں نے وعدہ کو پس پشت ڈالدیا۔ یعنی وعدہ خلافی کی۔ اور آخری معنی میں اس کا ماخذ خَلَفٌ بمعنی عوض و بدل ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ (سباء) جو چیز بھی تم اللہ کی راہ میں خرچ کروگے تو خدا تمہیں اس کا عوض دے گا۔

حدیث میں ہے۔ مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ يَقُوْلُ اَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا۔ یعنی ہر روز علی الصباح دو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ایک یہ دعا مانگتا ہے کہ اے اللہ تو خرچ کرنے والے آدمی کو عوض اور بدلہ عطا کر۔ اور دوسرا یہ کہتا ہے۔ اے اللہ کنجوس کو بربادی نصیب کر۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۱)

(لَنْ) يُخْلِفَ: ہرگز خلاف نہیں کرے گا۔ مضارع منفی مستقبل مؤکد بہ لن واحد مذکر غائب

يَخْلُفُوْنَ: بعد میں رہیں۔ جانشین بنیں۔ خِلَافَة سے مضارع جمع مذکر غائب۔

قال اللہ تعالیٰ: وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ۔ اگر ہم چاہتے تو تم سے فرشتے پیدا کردیں جو زمین میں تمہارے جانشین بنیں۔ یعنی جس طرح تمہاری اولاد تمہارے بعد زمین پر رہتی بستی ہے اسی طرح فرشتے رہیں اور جس طرح ہم نے عیسیٰ کو ایک عورت کے پیٹ سے بغیر باپ کے پیدا کردیا۔ اسی طرح ہم

یا ہے تو تم مردوں سے انسان نہیں بلکہ فرشتے پیدا کر سکتے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۱۷)

یَخْلُقُ:- وہ پیدا کرتا ہے۔ پیدا کرے۔ خَلْق سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو خلق)

یُخْلَقُ:- وہ پیدا کیا جاتا ہے خَلْق سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

لَنْ یَّخْلُقُوْا:- ہرگز نہ پیدا کریں گے منفی مستقبل (تاکید بلن) جمع مذکر غائب۔ خلق سے

یَخْلُقُوْنَ:- وہ پیدا کرتے ہیں خَلْق سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُخْلَقُوْنَ:- وہ پیدا کئے جاتے ہیں۔ خَلْق سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یَخُوْضُوْا:- وہ گھسیں۔ مشغول ہوں۔ خَوْض سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب و مجزوم۔ خَوض کے اصل معنی پانی میں گھسنے کے ہیں۔ پھر (توسعًا) مشغول ہونے۔ جھگڑنے۔ دربحث و مناظرہ کرنے کے معنی میں مشغول ہونے کو۔ قرآن کریم میں اکثر اس کا استعمال مذمت کے طور پر ہی ہوا ہے۔

یَخُوْضُوْنَ:- وہ جھگڑتے ہیں۔ خَوْض سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُخَوِّفُ:- وہ ڈراتا ہے۔ تَخْوِیف سے مضارع واحد مذکر غائب

یُخَوِّفُوْنَ:- وہ ڈراتے ہیں تَخْوِیف سے مضارع جمع مذکر غائب

یُخَیَّلُ:- خیال میں ڈالا جاتا ہے تَخْیِیْل سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب

یَدٌ ہاتھ۔ جمع اَیْدِی

یہ لفظ مادہ (ید) اصل میں یدی ہے یعنی اس کے آخر سے حرف علت (ی) حذف ہو گیا ہے اس کے اصل لغوی معنے تو ہاتھ کے ہیں مگر مجازًا مختلف معانی کے لئے آتا ہے جو درج ذیل ہیں (۱) نعمت۔ جیسے لِزَیْدٍ عَلَیَّ یَدٌ اَشْکُرُہَا عَلَیْہَا۔ زید کا مجھ پر ایک احسان ہے جس کے لئے میں اس کا شکرگزار ہوں۔

(۲) قوت۔ جیسے لَا یَدَ لَکَ بِھٰذَا الْاَمْرِ تجھے اس کام کی طاقت نہیں۔

(۳) ملک و قبضہ۔ جیسے ھٰذَا الدَّارُ فِیْ یَدِ فُلَانٍ یہ گھر فلاں شخص کی ملک یا قبضہ میں ہے۔

(۴) کبھی شدت عنایت و اختصاص سے کنایہ ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے آدم کے متعلق خَلَقْتُ بِیَدَیَّ۔ میں نے اسے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے اس کے جواب میں یہ ہے کہ قرآن میں جہاں شدت اختصاص کے لئے لفظ یَدٌ کا استعمال کیا گیا ہے وہاں یہ لفظ حقیقۃً ید

اِدّعاء سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

يَدْخُلُ :- وہ داخل ہوتا ہے۔ وہ داخل ہوگا۔ دُخُول سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُدْخَلُ :- وہ داخل کیا جاتا ہے/ کیا جائے گا۔ اِدخال سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يُدْخِلُ :- وہ داخل کرتا ہے۔ اِدْخَال سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَ) **يُدْخِلَنَّ** :- وہ ضرور ضرور داخل کریگا۔ مضارع واحد مذکر غائب بالام تاکید و نون ثقیلہ

(لا) **يَدْخُلَنَّ** :- وہ ہرگز نہ داخل ہو۔ دُخُول سے نہی واحد مذکر غائب بانون ثقیلہ۔

يَدْخُلُوا :- وہ داخل ہوں۔ مضارع جمع مذکر غائب منصوب دُخُول سے۔

(لَمْ) **يَدْخُلُوا** :- وہ نہیں داخل ہوئے۔ دُخُول سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

يَدْخُلُوْنَ :- وہ داخل ہوتے ہیں، داخل ہوں گے۔ دُخُول سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَدْرَءُ :- دور کرے گا۔ دَرْء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَدْرَءُوْنَ :- وہ دفع کرتے ہیں۔ دَرْء سے مضارع جمع مذکر غائب

يَدْرُسُوْنَ :- وہ پڑھتے ہیں۔ دِرَاسَة سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُدْرِكْ :- وہ پکڑے گا۔ حاصل کرتا ہے پکڑ لے گھیر لے۔ اِدْرَاك سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو تُدْرِكُ)۔

يُدْرِي :- وہ خبردار کرتا ہے۔ خبردار کر دیگا۔ اِدْرَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

مَا يُدْرِيكَ (ما استفہامیہ ہے) فعل کے ساتھ۔ کے معنے ہیں تجھے کیا معلوم؟

يَدُسُّ :- وہ دباتا ہے۔ وہ دبائے۔ دَسّ سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو [illegible])

يَدْعُ :- وہ بلائے۔ دُعَاء سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

اور آیت کریمہ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَى شَيْءٍ نُّكُرٍ (القمر) میں مضارع واحد مذکر غائب مرفوع ہے مگر قرآن کریم کے رسم خط میں یہاں واؤ نہیں لکھا گیا اسی طرح وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ (بنی اسرائیل) میں۔

(لَمْ) **يَدْعُ** :- اس نے نہیں پکارا۔ دُعَاء سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

يَدُعُّ :- وہ دھکا دیتا ہے۔ دَعّ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَدْعُوا :- وہ بلاتا ہے۔ بلائے گا۔ دُعَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَدْعُوْنَ :- وہ بلاتے ہیں۔ بلائیں گے، بلاتے ہیں

دعوت دیتی ہیں۔ دُعَاءٌ سے مضارع جمع مذکر و مؤنث غائب۔

يُدْعَوْنَ:۔ وہ بلائے جاتے ہیں۔ دُعَاءٌ سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

يُدَعُّوْنَ:۔ وہ دھکیلے جائیں گے دَعٌّ سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

يُدْعٰى:۔ وہ بلایا جاتا ہے دُعَاءٌ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يَدْمَغُ:۔ وہ توڑتا ہے دَمْغٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ دَمْغٌ کے معنی دماغ توڑنے کے ہیں (دیکھو حق)۔

يُدْنِيْنَ وہ لٹکائیں ڈالیں اپنے اوپر۔ اِدْنَاءٌ سے مضارع جمع مؤنث غائب (دیکھو جَلَابِيْبُ)

يُدْهِنُوْنَ:۔ وہ مداہنت کریں۔ رواداری برتیں اِدْهَانٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَدَيْ در اصل یَدٌ کا تثنیہ یَدَانِ تھا۔ نصبی و جری یَدَيْنِ تھا۔ نون اضافت کی وجہ سے گر گیا (يَدَيْنِ) يَدَيْ:۔ سامنے۔ آگے۔ پہلے

يَدِيْنُوْنَ:۔ وہ دین اختیار کرتے ہیں۔ دِيْنٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔ (دیکھو دین)

يُذَبِّحُ:۔ وہ ذبح کرتا ہے تَذْبِيْحٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُذَبِّحُوْنَ:۔ وہ ذبح کرتے ہیں تَذْبِيْحٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَذَرُ:۔ وہ چھوڑتا ہے۔ وہ چھوڑے۔ وہ چھوڑ دیگا۔ وَذْرٌ سے مضارع واحد مذکر غائب

يَذَرُوْنَ:۔ وہ چھوڑتے ہیں وَذْرٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُذْكَرُ:۔ وہ یاد کیا جاتا ہے۔ یاد کیا جائے ذکر کیا جائے ذِكْرٌ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب (دیکھو ذکر)۔

لَمْ يُذْكَرْ:۔ ذکر نہیں کیا گیا نفی جحد واحد مذکر غائب۔

يَذَّكَّرُ:۔ وہ نصیحت حاصل کرتا ہے۔ وہ نصیحت حاصل کرے تَذَكُّرٌ سے مضارع واحد مذکر غائب اصل میں يَتَذَكَّرُ تھا۔ تا کو ذال سے بدل کر ادغام کر دیا گیا۔

يَذْكُرُ:۔ وہ ذکر کرتا ہے۔ وہ یاد کرتا ہے ذِكْرٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَذْكُرُوا:۔ وہ ذکر کریں ذِكْرٌ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

يَذَّكَّرُوْا:۔ وہ نصیحت حاصل کریں تَذَكُّرٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔ اصل میں يَتَذَكَّرُوْا تھا

يَذْكُرُوْنَ:۔ وہ یاد کرتے ہیں۔ ذکر سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَذَّكَّرُوْنَ:۔ وہ نصیحت مان لیں۔ وہ نصیحت

حاصل کرتے ہیں۔ تَنَکُّر سے مضارع جمع مذکر غائب اصل میں یَتَذَکَّرُوْنَ تھا۔

يَذُوْقُ وہ چکھتا ہے۔ وہ چکھے۔ ذَوْق سے مضارع واحد مذکر غائب۔

لَمَّا يَذُوْقُوْا:- انہوں نے ابھی تک نہیں چکھا نفی جحد مؤکد جمع مذکر غائب۔

يَذُوْقُوْا:- وہ چکھیں۔ مضارع جمع مذکر غائب مجزوم بلام امر۔

يَذُوْقُوْنَ:- وہ چکھتے ہیں۔ وہ چکھیں گے۔ ذَوْق سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَذْهَبُ:- وہ جاتا ہے۔ وہ لے جائے بمعنی ذَهَاب سے مضارع واحد مذکر غائب

يُذْهِبُ:- وہ دور کرے۔ اِذْهَاب سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَذْهَبَا:- وہ دور کر دیں۔ وہ دور لے جائیں۔ (منصوب ہا) ذَهَاب سے مضارع تثنیہ مذکر غائب منصوب

يُذْهِبْنَ:- وہ لے جاتی ہیں۔ دور کر دیتی ہیں اِذْهَاب سے مضارع جمع مؤنث غائب۔

يُذْهِبَنَّ:- ضرور دور کرے گا۔ مضارع واحد مذکر غائب مؤکد بہ نون ثقیلہ۔

لَمْ يَذْهَبُوْا:- وہ نہیں جاتے۔ نہیں گئے۔ ذَهَاب سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

يُذِيْقُ:- وہ چکھاتا ہے۔ وہ چکھائے اِذَاقَة

سے مضارع واحد مذکر غائب۔

لَمْ يَرَوْا:- اس نے نہیں دیکھا رُؤْيَة سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

يَرٰى:- وہ دیکھے گا۔ وہ دیکھتا ہے۔ وہ دیکھے رُؤْيَة سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُرٰى:- وہ دیکھی جائے گا۔ اِرَاءَة سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يُرَاءُوْنَ:- نمود کرتے ہیں۔ دکھلاوا کرتے ہیں۔ رِيَاء (مصدر از مفاعلہ) سے مضارع جمع مذکر غائب رِيَاء کے معنی ہیں کسی عبادت کو غیر اللہ کو دکھلانے کی خاطر ادا کرنا۔ تاکہ اس کی تعریف کی جائے اور لوگوں میں عزت و وقعت قائم ہو۔ چونکہ ریاکار کا مقصود اللہ تبارک و تعالٰے کے حکم کی تعمیل اور اس کی رضا کا حصول نہیں ہوتا اس لئے ریاء کو شرک خفی فرمایا گیا ہے۔ کوئی عمل اللہ تعالٰی کے یہاں اس وقت تک پورا پورا مقبول نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ بالکل ریاء سے خالی و پاک نہ ہو۔ اور عمل میں جس قدر ریاء کی آمیزش ہوگی۔ اتنا ہی اس کی مقبولیت پر اثر پڑے گا۔ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اعمال صالحہ کے مقبول و مردود ہونے کا مدار نیتوں پر ہے۔ اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے

نیت کی۔ تو جس نے اللہ اور رسول کیلئے ہجرت کی تو اس کو اسی کا ثواب ملے گا اور جس نے دنیا کی طلب یا کسی عورت سے نکاح کیلئے ہجرت کی تو اسے بس یہی حقیر فائدہ حاصل ہو سکیگا۔ بہرحال مقبولیت عمل کی دو شرطیں ہیں۔ صحت اور خلوص جب عمل خالص ہو اور درست نہ ہو تو مقبول نہیں۔ درست ہو اور خالص نہ ہو تو مقبول نہیں تاآنکہ خالص بھی ہو اور درست بھی۔ خالص ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صرف اللہ کے لئے ہو نہ کہ لوگوں کو دکھلانے کی غرض سے۔ اور درست ہونے کے معنی یہ ہیں کہ طریقۂ نبوی و سنتِ محمدی کے مطابق ادا کیا جائے۔ (تفسیر ابن کثیر) مزید تفصیل کے لئے دیکھو مُخْلِص

یُرَادُ:۔ اس کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ اِرَادَۃ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب

یَرْبِطَ:۔ وہ باندھے۔ رَبْط سے مضارع واحد مذکر غائب منصوب۔

رَبَطَ عَلَی الْقَلْبِ کے معنی ہیں دل کو مضبوط کرنا ڈھارس دینا۔ چنانچہ رابط الجاش مضبوط دل والے کو کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں جنگ بدر میں مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے تم پر پانی برسایا تاکہ اس سے غسل و وضو کے ذریعہ تمہیں پاک صاف کردے۔ اور تمہارے دل سے شیطان کا وسوسہ دور کردے "کہ اگر تم اللہ کے مقبول بندے ہوتے تو وہ تمہیں گندگی کی حالت میں نہ رکھتا" اور ظاہری اسباب تمہارے حق میں کرکے۔ تمہارے دلوں کو ڈھارس دے دریا کی وجہ سے ریتیلے میدان میں تمہارے قدموں کو جمادے۔

یَزِیْدُ:۔ وہ زیادہ ہوتا ہے۔ وہ زیادہ کرتا ہے زِیَادَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُرْبِیْ:۔ وہ بڑھاتا ہے۔ زیادہ کرتا ہے۔ رِبًا سے مضارع واحد مذکر غائب۔

سورۃ بقرہ میں فرمایا گیا ہے۔ یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ۔ اللہ تعالیٰ مٹاتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے صدقات کو۔ ربوا وہ قرض ہے جو اس شرط پر ہو کہ مقروض قرض خواہ کو جتنا لیا ہے اس سے زیادہ یا بہتر واپس کرے۔ ظاہر ہے کہ دنیا میں جب انسان کو اپنی ضرورتوں میں دوسرے انسان کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے انسانیت کا تقاضہ ہے کہ ایسی مدد خواہ وہ جسمانی ہو یا مالی بغیر معاوضہ

کی دی جائے۔ یہ مرد صدقہ کہلاتی ہے اور اسلام نے اپنی تعلیمات میں اس کی بڑی ترغیب دی ہے۔ لیکن اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر کم از کم قرض حسنہ دیا جائے۔ یعنی قرض بلا سود۔ انسانیت کی انتہائی تذلیل اور اخلاق کی بدترین پستی یہ ہے کہ ایک پریشان حال ضرورت مند اپنی ضرورت رفع کرنے کے لئے اپنے بھائی سے کچھ رقم واپسی کے وعدے پر مانگے اور وہ اس کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر اس سے اس کا بدل اضافہ کے ساتھ طلب کرے۔ آیۂ بالا میں فرمایا گیا ہے کہ "حریص لوگ جو اپنے مال کو سود پر چلاتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح ان کے مال میں اضافہ ہوتا ہے یہ بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے گھٹاتا اور مٹاتا ہے اور صدقات وخیرات کو بڑھاتا ہے"۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ سود کا مال کتنا ہی بڑھ جائے انجام کار اس کا خسارہ ہے اور اللہ تعالیٰ صدقہ کو اس طرح بڑھاتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے گھوڑے کے بچے کو پال پوس کر بڑا کرتا ہے یہ گھٹنا بڑھنا آخرت میں تو ظاہر ہے۔ دنیا میں بھی مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ سود خوار کو لوگ نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ سوسائٹی میں اس کی کوئی عزت نہیں ہوتی ضرورت کے وقت اس کی کوئی مدد نہیں کرتا۔ وہ سب اس کے نقصان کے خواہشمند رہتے ہیں۔ چنانچہ اکثر وہ تباہ وبرباد ہو کر مرتا ہے اور مخیر کو سب عزت وحرمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ضرورت کے وقت اس کے کام آتے ہیں اور سب اسکی جان ومال کی خیر منات رہتے ہیں۔ (مزید تفصیل کیلئے دیکھو ربا اور زکوٰۃ)

یَرْتَابُ:۔ وہ شک کرتا ہے اِرْتِیَاب سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَمْ) یَرْتَابُوْا:۔ انہوں نے شک نہیں کیا۔ اِرْتِیَاب سے نفی حجد جمع مذکر غائب۔

یَرْتَدَّ:۔ وہ پلٹے۔ وہ پھر جائے وہ پھر یگا۔ اِرْتِدَاد سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَرْتَدِدْ:۔ پھر جائے اِرْتِدَاد سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

یَرْتَعْ:۔ وہ خوب کھائے رَتْع سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

رَتْع کے اصل معنی جانور کے چرنے کے ہیں۔ مجازاً بفراغت کھانے کے لئے استعمال ہوا ہے۔

(لِ) یَرْتَفِقُوْا:۔ چاہیئے کہ چڑھ جائیں۔ اِرْتِقَاء سے امر جمع مذکر غائب۔

یَرِثُ:۔ وہ وارث ہو۔ وہ وارث ہوگا وِرَاثَت سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو: یرث)

یَرِثُوْنَ:۔ وہ وارث ہوتے ہیں یا ہوں گے

دِرَاشَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب

یَرْجِعُ:۔ وہ لوٹتا ہے۔ وہ لوٹے۔ وہ لوٹاتا ہے
رُجُوْع سے اور آخری معنی میں رَجْع سے مضارع
واحد مذکر غائب۔

یُرْجَعُ:۔ وہ پھیرا جاوے گا۔ وہ لوٹایا جائے گا۔
رَجْع سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یَرْجِعُوْنَ:۔ وہ پھرتے ہیں۔ وہ پھریں۔ لوٹیں
رُجُوْع سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُرْجَعُوْنَ:۔ وہ پھیرے جائیں گے۔ رَجْع سے
مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یَرْجُمُوْا:۔ وہ سنگسار کردیں گے رَجْم سے
مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

یَرْجُوْ:۔ وہ امید رکھتا ہے۔ رَجَاءٌ سے مضارع
واحد مذکر غائب۔

یَرْجُوْنَ:۔ وہ امید رکھتے ہیں۔ رَجَاءٌ سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

یَرْحَمُ:۔ وہ مہربانی کرتا ہے۔ مہربانی کرے۔
مہربانی کرے گا رَحْمَۃ سے مضارع واحد
مذکر غائب۔

(لَمْ) یَرْحَمْ:۔ اس نے رحم نہیں کیا نفی جحد
واحد مذکر غائب۔

یُرَدُّ:۔ وہ پھیرا جاتا ہے۔ پھیرا جائے گا رَدٌّ
سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

(لَمْ) یُرِدْ:۔ اس نے ارادہ نہیں کیا اِرَادَۃ
سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

یَرُدُّوْا:۔ پھیر دیں۔ پھیر دیں۔ رَدٌّ سے
مضارع جمع مذکر غائب منصوب و مجزوم۔

یَرُدُّوْنَ:۔ وہ پھیرتے ہیں۔ وہ پھیر دیں رَدٌّ
سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُرَدُّوْنَ:۔ وہ پھیرے جاتے ہیں رَدٌّ سے
مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یُرْدُوْا:۔ وہ تباہ کردیں اِرْدَاءٌ سے مضارع
جمع مذکر غائب منصوب۔

یُرِدْ:۔ وہ ارادہ کرے۔ اِرَادَۃ سے مضارع
واحد مذکر غائب مجزوم۔

یَرْزُقُ:۔ وہ رزق دیتا ہے۔ رِزْق سے
مضارع واحد مذکر غائب۔

لَیَرْزُقَنَّ: ضرور رزق دے گا۔ مضارع واحد
مذکر غائب بالام تاکید و نون ثقیلہ رِزْق سے

یُرْزَقُوْنَ:۔ ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ ان کو
رزق دیا جائے گا رِزْق سے مضارع مجہول
جمع مذکر غائب۔

یُرْسِلُ: وہ بھیجتا ہے۔ وہ بھیجے۔ وہ بھیجے گا۔
اِرْسَال سے مضارع واحد مذکر غائب۔
اِرْسَال کے معنی ہیں چھوڑنا اور بھیجنا۔
اِرْسَال کا اطلاق انسان و غیر انسان اور

پسندیدہ و ناپسندیدہ اور اشیاء مسخرہ و غیر مسخرہ سب کے لئے ہوتا ہے۔ چنانچہ انبیاء کرام کے بھیجنے کے لئے تو قرآن کریم میں یہ لفظ استعمال ہوا ہی ہے بارش بھیجنے کیلئے بھی ہوا ہے۔ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا (اور ہم نے ان پر بارش کو لگاتار چھوڑ دیا) اور شیطان کو چھوڑ دینے کیلئے بھی۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ دیا ہے) اور شعلہ باری کے لئے بھی يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ (چھوڑے جائیں گے تم پر شعلے آگ کے) وغیر ذالک۔

يُرْسَلُ:- وہ بھیجا جائے گا۔ چھوڑا جائے گا۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يَرْشُدُوْنَ:- وہ راہ پا جائیں۔ رُشْد سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَرْضَ:- وہ پسند کرے گا۔ رِضًا سے مضارع واحد مذکر غائب۔ مجزوم۔

يَرْضٰى:- وہ خوش ہوتا ہے۔ خوش ہو جائے گا۔ پسند کرتا ہے۔ رِضًا سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُرْضِعْنَ:- وہ دودھ پلائیں۔ اِرْضَاعٌ سے مضارع جمع مؤنث غائب (دیکھو رَضَاعَۃ)

يُرْضُوْ:- وہ پسند کریں۔ رِضًا سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

يُرْضُوْا:- وہ راضی کریں۔ اِرْضَاءٌ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

يُرْضُوْنَ:- وہ راضی کرتے ہیں۔ اِرْضَاءٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَرْضَوْنَ:- وہ پسند کریں گے۔ رِضًا سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَرْضَيْنَ:- وہ خوش ہو جائیں۔ رِضًا سے مضارع جمع مؤنث غائب۔

يَرْغَبُ:- وہ روگرداں کرتا ہے۔ وہ نفرت کرتا ہے (بصلہ عن)۔ رَغْبَةٌ سے مضارع واحد مذکر غائب

يَرْغَبُوْا:- وہ آرزو کریں۔ رَغْبَةٌ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب یا مجزوم۔

رَغْبَةٌ کا صلہ جب فِي یا اِلٰى یا بِ ہو تو خواہش کرنے اور مائل ہونے کے معنی آتے ہیں اور جب عَنْ ہو تو پھر جانے اور ناپسند کرنے کے معنی ہوتے ہیں۔ چنانچہ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ (ہم اللہ کی طرف مائل ہونے والے ہیں) میں پہلے معنی اور اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِنَا (کیا تو ہمارے خداؤں سے بیزار ہے) میں دوسرے معنی مراد ہیں۔

يَرْفَعُ:- وہ اٹھاتا ہے۔ بلند کرتا ہے۔ بلند کرے گا۔ رَفْعٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَرْقُبُوا:۔ وہ لحاظ کریں گے۔ رُقُوْب سے مضارع جمع مذکر غائب۔ مجزوم۔

يَرْقُبُوْنَ:۔ وہ لحاظ کرتے ہیں۔ رُقُوْب سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَرْكَبُوْنَ:۔ وہ سوار ہوتے ہیں۔ رُكُوْب سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَرْكُضُوْنَ:۔ وہ بھاگتے ہیں۔ رَكْض سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَرْكَعُوْنَ:۔ وہ رکوع کرتے ہیں۔ وہ جھکتے ہیں۔ رُكُوْع سے مضارع جمع مذکر غائب (دیکھو رَكَعُوْنَ)

يَرْكُمُ وہ تہ بہ تہ رکھے گا۔ رَكْم سے مضارع واحد مذکر غائب

يَرْمُوْنَ:۔ وہ تہمت لگاتے ہیں۔ عیب لگاتے ہیں۔ رَمْی سے مضارع جمع مذکر غائب۔ رَمْی کے اصل معنی تیر وغیرہ پھینکنے کے ہیں۔ مجازاً تہمت لگانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

يَرْمِ:۔ تہمت لگائے۔ مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

يُرَدُّوا:۔ وہ دکھلائے جائیں۔ إِرَاءَة سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ منصوب۔ مجزوم۔

(لَمْ) يَرَوْا:۔ انہوں نے نہیں دیکھا۔ رُؤْيَة سے نفی حجد بلم مذکر غائب۔

يَرَوْا:۔ وہ دیکھیں۔ مضارع جمع مذکر غائب منصوب مجزوم۔

يَرَوْنَ:۔ وہ دیکھتے ہیں۔ وہ دیکھیں گے۔ وہ سمجھتے ہیں۔ رَأْی سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَرْهَبُوْنَ:۔ وہ ڈرتے ہیں۔ رَهْبَة سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَرْهَقُ:۔ وہ ڈھانکتا ہے۔ رَهَق سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُرْهِقُ:۔ وہ عاجز کردے۔ إِرْهَاق سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُرِيْ:۔ وہ دکھاتا ہے۔ إِرَاءَة سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُرِيْدُ:۔ وہ ارادہ کرتا ہے۔ چاہتا ہے۔ إِرَادَة سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُرِيْدَا:۔ وہ دو چاہیں گے۔ مضارع تثنیہ مذکر غائب۔ مجزوم۔

يُرِيْدَانِ:۔ وہ دو ارادہ کرتے ہیں۔ إِرَادَة سے مضارع تثنیہ مذکر غائب۔

يُرِيْدُوْا:۔ وہ ارادہ کریں۔ چاہیں۔ مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

يُرِيْدُوْنَ:۔ وہ ارادہ کرتے ہیں۔ چاہتے ہیں۔ إِرَادَة سے مضارع جمع مذکر غائب۔

(لَا) يَزَالُ:۔ وہ ہمیشہ رہے گا۔ نفی ناقص مضارع واحد مذکر غائب۔ منفی۔ لفظی معنی ہیں نہیں ہٹے گا۔

(لَا) يَزَالُوْنَ:۔ وہ ہمیشہ رہیں گے۔ فعل ناقص

مضارع جمع مذکر غائب۔

یُزْجِیْ:۔ وہ چلاتا ہے، وہ اٹھاتا ہے اِزْجَاءٌ سے۔ مضارع واحد مذکر غائب۔

یَزِدْ:۔ وہ بڑھائے گا۔ زِیَادَۃٌ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

وَلَمَّا یَزِدْ:۔ نہیں زیادہ کیا، نہیں بڑھایا۔ نفی جحد واحد مذکر غائب۔

یَزْدَادُ:۔ وہ زیادہ ہوتا ہے۔ اِزْدِیَاد سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَزْدَادُوْا:۔ وہ زیادہ ہو جائیں اِزْدِیَاد سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب و مجزوم۔

یَزِرُوْنَ:۔ وہ بوجھ اٹھاتے ہیں۔ وِزْر سے مضارع جمع مذکر غائب۔ (دیکھو وازرۃ)

یَزْعُمُوْنَ:۔ وہ گمان کرتے ہیں زَعْم سے مضارع جمع مذکر غائب

یَزِغْ:۔ منحرف ہوگا۔ زَیْغ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔ (دیکھو زاغ)

یَزِفُّوْنَ:۔ وہ دوڑتے ہیں گھبراتے ہیں زفیف سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَزَّکّٰی:۔ وہ پاک ہو جائے، سنور جائے۔ تَزَکِّیْ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ اصل میں یَتَزَکّٰی تھا، ت کو ز سے بدل کر ادغام کر دیا (دیکھو تزکی)

یُزَکُّوْنَ:۔ پاک ہوتے ہیں۔ تزکیۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُزَکِّیْ:۔ وہ پاک کرتا ہے۔ پاک کرے گا۔ پاک کرے۔ تزکیہ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ تَزْکِیَۃٌ کے معنی پاک کرنے اور نکھارنے کے ہیں۔ آل عمران میں مسلمانوں پر احسان جتاتے ہوئے فرمایا ہے لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان کیا جو بھیجا ان میں ایک رسول ان ہی میں کا کہ سناتا ہے ان کو اللہ کی آیات اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور حکمت۔ علامہ عثمانی اس کی تفسیر میں کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور کی چار شانیں بیان کی گئی ہیں (۱) تلاوتِ آیات (اللہ کی آیات پڑھ کر سنانا جن کے ظاہری معنی وہ لوگ اہل زبان ہونے کی وجہ سے سمجھ لیتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ (۲) تزکیۂ نفوس (نفسانی آلائشوں اور تمام مراتب شرک و معصیت سے ان کو پاک کرنا اور ان کو مانجھ کر صیقل بنانا) یہ چیز آیات اللہ کے دوام تلاوت اور ان پر عمل کرنے حضور کی صحبت اور قلبی توجہ و تصرف سے باذن اللہ حاصل ہوتی تھی۔ (۳) تعلیم کتاب (کتاب اللہ کی مراد بتانا)

اس کی ضرورت خاص خاص مواقع میں پیش آتی
تھی۔ مثلاً ایک لفظ کے کچھ معنی عام تبادر اور محاورہ
کے لحاظ سے سمجھ کر صحابہ کو کوئی اشکال پیش آیا اس
وقت آپ کتاب اللہ کی صحیح مراد جو قرآنی مقام
سے متعین ہوتی تھی بیان فرما کر شبہات کا ازالہ
فرما دیتے تھے۔

(۳) تعلیم حکمت (حکمت کی گہری باتیں
سکھانا) اور قرآن کریم کے خاص اسرار و نکات
اور شریعت کی دقیق و عمیق علل پر مطلع کرنا۔
خواہ تصریحاً یا اشارۃً فوائد قرآن۔
گویا تزکیہ کا مرتبہ تخلیہ (صاف کرنے) کا تھا
اور تعلیم کتاب و حکمت کا مرتبہ تحلیہ (آراستہ
کرنے) کا۔ (حاشیہ بیضاوی)

علامہ عبدہٗ مصری فرماتے ہیں کہ:-

(۱) تلاوتِ آیات سے مراد ہے ان تمام دلائل
و براہین کا بیان کرنا جن سے اصول اسلام کی
حقانیت ثابت ہوتی تھی۔ ان میں آیاتِ کونیہ،
آیاتِ عقلیہ اور آیاتِ وحی سب شامل ہیں۔

(۲) اور تزکیہ سے مراد ان تمام عادات
قبیحہ اور اخلاقِ ذمیمہ سے پاک و صاف کرنا
ہے جن میں عرب جاہلیت میں مبتلا تھے۔ مثلاً
خون ریزی، غارت گری، حرام کاری اور لڑکیوں
کو زندہ درگور کرنا وغیرہ جناب رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور سیرتِ طیبہ کی برکت سے
انہوں نے اس مذلت سے نجات پائی۔ اور جہاں خود
دوسری قوموں کے لئے اسوہ اور نجات دہندہ بنے (۳) اور تعلیم
کتاب سے عرب کو امیت سے نجات دینا اور قرآن پڑھنا سکھانا
مراد ہے (۴) اور تعلیم حکمت سے مراد احکام اسلام کے اسرار و
منافع سے مطلع کرنا جن سے عمل کا شوق زیادہ پیدا ہو۔
(تفسیر المنار ج ۲ ص ۲۹ ملخصاً)

یُزْلِقُوْنَ میں پھسلا دیں۔ گرا دیں۔ اِزْلَاق سے مضارع
جمع مذکر غائب۔

یَزْنُوْنَ :- وہ بدکاری کرتے ہیں۔ زِنَا سے مضارع
جمع مذکر غائب۔

زنا کبیرہ گناہوں میں ہے اور اس کے
مرتکب پر حد لازم آتی ہے بشرطیکہ عاقل
بالغ ہو۔ زنا کی حد یہ ہے کہ اگر بدکار مرد و عورت
شادی شدہ ہوں تو دونوں کو سنگسار
کر دیا جائے گا اور اگر غیر شادی شدہ ہوں
تو علی الاعلان دونوں کو بے دردی سے سو سو
کوڑے مارے جائیں گے۔ اور اگر زانی و زانیہ
غلام ہوں تو شادی شدہ ہوں یا غیر شادی
شدہ بہرحال ان کو پچاس پچاس کوڑے مارے
جائیں گے۔ (تفصیل کے لئے کتب فقہ ملاحظہ ہو)

(۱۱) **یَزْنِیْنَ** :- وہ زنا کرتی ہیں۔ زِنَاءٌ سے
مضارع جمع مؤنث غائب۔

یُزَوِّجُ: ۔ وہ جوڑا ملا دیتا ہے۔ تَزْوِیْج سے
مضارع واحد مذکر غائب۔

یَزِیْدُ: ۔ وہ زیادہ کرتا ہے۔ بڑھتا ہے
زِیَادَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَزِیْدُوْنَ: ۔ وہ بڑھاتے ہیں۔ وہ بڑھتے
ہیں۔ زیادہ ہوتے ہیں۔ زِیَادَۃ سے مضارع
جمع مذکر غائب۔

یَزِیْغُ: ۔ ٹیڑھا ہو جائے۔ پھر جائے زَیْغ
سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو زَاغَ)

یُسَارِعُوْنَ: ۔ وہ دوڑتے ہیں۔ جلدی کرتے
ہیں مُسَارَعَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُسَاقُوْنَ: ۔ وہ کھینچے جاتے ہیں۔ سَوْق سے
مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یَسْئَلُ: ۔ وہ پوچھتا ہے۔ وہ مانگتا ہے۔ وہ
مانگے سُؤَال سے مضارع واحد مذکر غائب

یُسْئَلُ: ۔ وہ پوچھا جاتا ہے۔ وہ سوال کیا جاتا
ہے سُؤَال سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب

یُسْئَلُنَّ: ۔ ان سے ضرور سوال کیا جائیگا مضارع
مجہول جمع مذکر غائب بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

یَسْئَلُوْا: ۔ وہ مانگیں۔ مضارع جمع مذکر غائب
مجزوم بلام امر۔

یُسْئَلُوْنَ: ۔ وہ پوچھے جائیں گے۔ سُؤَال
سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یَسْئَلُوْنَ: ۔ وہ پوچھتے ہیں۔ وہ مانگتے ہیں۔
مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْأَمُ: ۔ وہ تھکتا ہے۔ سَآمَۃ سے مضارع
واحد مذکر غائب۔

یَسْأَمُوْنَ: ۔ وہ تھکتے ہیں۔ ملول ہوتے ہیں۔
سَآمَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

(لَا) یَسْبِتُوْنَ: ۔ وہ ہفتہ نہیں مناتے۔ وہ چھٹی
نہیں کرتے سَبْت سے مضارع جمع مذکر غائب
سَبْت کے معنی قطع کرنے کے ہیں۔ چونکہ ہفتہ
کا دن یہودیوں کے ہاں تعطیل اور کام چھوڑنے
کا تھا۔ اسلئے اسے "سبت" کے نام سے موسوم
کیا گیا۔ پھر سَبْت بطور مصدر سَبْت کا دن
منانے کے معنی میں استعمال ہوا۔ اس جگہ یہی مراد
ہے (تفصیل کے لئے دیکھو سَبْت)

یُسَبِّحُ: ۔ وہ پاکی بیان کرتا ہے تَسْبِیْح سے
مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو تَسْبِیْح)

یُسَبِّحْنَ: ۔ وہ پاکی بیان کرتی ہیں۔ تَسْبِیْح
سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْبَحُوْنَ: ۔ وہ تیزی سے دوڑتے ہیں۔ سَبْح
سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْبَحُوْنَ: ۔ وہ تیزی سے دوڑتے ہیں۔
سَبَاحَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔
سَبْح کے معنی پانی یا ہوا میں تیزی سے گذرنے

کے ہیں۔ قرآن کریم میں ستاروں کے اپنے اپنے دائرہ میں گردش کرنے کیلئے بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے فرمایا گیا ہے کُلٌّ فِی فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ (ہر ستارہ اپنے دائرہ میں چکر لگا رہا ہے) اس طرح ان کی گردش کی تیزی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔

یَسْبِقُ:۔ وہ بڑھتا ہے۔ آگے ہوتا ہے۔ سَبَاق سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَسْبِقُوْا:۔ وہ بڑھ جائیں گے۔ غالب آجائینگے۔ مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَسْبِقُوْنَ:۔ وہ آگے بڑھتے ہیں۔ سَبَاق سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسُبُّوْا:۔ وہ برا بھلا کہیں۔ سَبٌّ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَسْتَأْخِرُوْنَ:۔ وہ دیر کرتے ہیں۔ وہ دیر کرینگے۔ اِسْتِیْخَار سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْتَأْذِنُ:۔ وہ اجازت چاہتا ہے۔ اجازت چاہے اِسْتِیْذَان سے مضارع واحد مذکر غائب

یَسْتَأْذِنُوْا:۔ وہ اجازت مانگ لیں۔ مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْتَأْذِنُوْنَ:۔ وہ اجازت چاہتے ہیں۔ اِسْتِیْذَان سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْتَبْدِلْ:۔ بدلہ میں لے آئیگا۔ اِسْتِبْدَال سے مضارع واحد مذکر غائب۔ مجزوم۔

قال اللہ تعالیٰ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ (سورہ محمد) یعنی اے مسلمانو اگر تم نے خدا کے حکم سے پشت پھیری تو خدا تعالیٰ کو بھی تمہاری کوئی پرواہ نہ ہوگی۔ وہ تمہارے بدلہ میں کوئی اور قوم لے آئے گا جو اس کی اطاعت کریگی۔ اور تم سے بہتر ثابت ہوگی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہی یہ جاری رہی ہے کہ جس نبی کی قوم نے حق سے روگردانی کی راہ اختیار کی دو چار بطنوں کے بعد اس کے حق میں ہلاکت و تباہی کا ناطق فیصلہ کر دیا گیا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت کا پورا ہونا تو ضروری ہے۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ وہ تمہارے ذریعہ سے پوری ہو اور یہ تمہارے جذبۂ عمل اور ایثار و قربانی پر منحصر ہے۔ یہاں خیرات کے سلسلہ میں یہ تنبیہ فرمائی گئی۔ (دوسری جگہ سورۂ توبہ میں جہاد کے سلسلہ میں۔

یَسْتَبْشِرُوْنَ:۔ وہ خوش ہوتے ہیں اِسْتِبْشَار سے مضارع جمع مذکر غائب۔ (دیکھو تُبَشِّرُ)

یَسْتَثْنُوْنَ:۔ وہ قسم میں استثناء کرتے ہیں یعنی انشاء اللہ کہتے ہیں۔ اِسْتِثْنَاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔ قرآن کریم میں صیغہ منفی ہے۔

یَسْتَجِیْبُ:۔ وہ قبول کرتا ہے۔ وہ جواب دے گا۔ وہ قبول کریگا۔ اِسْتِجَابَۃ سے

مضارع واحد مذکر غائب۔

(لِ) یَسْتَجِیْبُوْا:۔ وہ قبول کریں۔ امر جمع مذکر غائب

(لَمْ) یَسْتَجِیْبُوْا:۔ انہوں نے قبول نہیں کیا۔ اِسْتِجَابَہ سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یَسْتَجِیْبُوْنَ:۔ وہ جواب دیتے ہیں اِسْتِجَابَہ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْتَحِبُّوْنَ:۔ وہ دوست رکھتے ہیں۔ پسند کرتے ہیں اِسْتِحْبَاب سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْتَحْسِرُوْنَ:۔ وہ عاجز ہوتے ہیں۔ وہ تھکتے ہیں۔ اِسْتِحْسَار سے مضارع جمع مذکر غائب

یَسْتَحْیُوْنَ:۔ وہ زندہ چھوڑتے ہیں۔ اِسْتِحْیَاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْتَحْیِیْ:۔ وہ شرماتا ہے۔ زندہ رکھتا ہے۔ اِسْتِحْیَاء سے مضارع واحد مذکر غائب بمعنے اول حَیَاء سے ماخوذ ہے اور بمعنی ثانی حیٰوۃ سے

یَسْتَخْرِجَا:۔ وہ نکالیں۔ اِسْتِخْرَاج سے مضارع تثنیہ مذکر غائب۔ منصوب و مجزوم۔

(لَا) یَسْتَخِفَّنَّ:۔ وہ ہرگز نہ ہلکا سمجھیں اِسْتِخْفَاف سے نہی واحد مذکر غائب بانون ثقیلہ۔

یَسْتَخْفُوْا:۔ وہ چھپ جائیں۔ اِسْتِخْفَاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔ مجزوم۔

یَسْتَخْفُوْنَ:۔ وہ چھپتے ہیں۔ اِسْتِخْفَاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْتَخْلِفُ:۔ وہ خلیفہ بناتا ہے۔ وہ خلیفہ بنائے وہ جانشین بنائے گا اِسْتِخْلَاف سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَسْتَخْلِفَنَّ:۔ وہ ضرور جانشین بنائے گا۔ حاکم بنائے گا۔ مضارع واحد مذکر غائب بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

یَسْتَسْخِرُوْنَ:۔ وہ ہنسی کرتے ہیں اِسْتِسْخَار سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْتَصْرِخُ:۔ وہ فریاد کرتا ہے۔ اِسْتِصْرَاخ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَسْتَضْعِفُ:۔ وہ کمزور کرتا ہے۔ اِسْتِضْعَاف سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَسْتَضْعَفُوْنَ:۔ وہ کمزور سمجھے جاتے ہیں۔ اِسْتِضْعَاف سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب

(لَمْ) یَسْتَطِعْ:۔ وہ طاقت نہیں رکھتا اِسْتِطَاعَۃ سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

یَسْتَطِیْعُ:۔ وہ طاقت رکھتا ہے اِسْتِطَاعَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَسْتَطِیْعُوْنَ:۔ وہ طاقت رکھتے ہیں۔ وہ طاقت رکھیں گے اِسْتِطَاعَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب

یَسْتَعْتِبُوْا:۔ وہ منانا چاہیں۔ وہ اچھی حالت کی طرف لوٹنا چاہیں۔ وہ رضامندی چاہیں۔ سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم

يَسْتَعْتِبُونَ :- ان کو رضا مندی دیا جائیگی اِسْتِعْتَاب سے جس کے معنی "رضامندی چاہنے" اور "رضا مندی دینے" کے ہیں۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

يَسْتَعْجِلُ :- وہ جلدی کرتا ہے، جلدی چاہتا ہے اِسْتِعْجَال سے مضارع واحد مذکر غائب

يَسْتَعْجِلُونَ :- وہ جلدی چاہتے ہیں اِسْتِعْجَال سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَسْتَعْفِفْ :- وہ بچے، وہ پرہیز کرے اِسْتِعْفَاف سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

يَسْتَعْفِفْنَ :- وہ بچیں، پرہیز کریں اِسْتِعْفَاف سے مضارع جمع مؤنث غائب۔

يَسْتَغْشُونَ :- وہ (کپڑے) لپیٹتے ہیں، ڈھانپتے ہیں اِسْتِغْشَاء سے مضارع جمع مذکر غائب

يَسْتَغْفِرُ :- وہ مغفرت چاہے۔ وہ معافی چاہے اِسْتِغْفَار سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَسْتَغْفِرُوا :- وہ مغفرت چاہیں۔ مضارع جمع مذکر غائب منصوب و مجزوم۔

يَسْتَغْفِرُونَ :- وہ مغفرت چاہتے ہیں مضارع جمع مذکر غائب۔

يَسْتَغِيثَانِ :- وہ دونوں فریاد کرتے ہیں اِسْتِغَاثَة سے مضارع تثنیہ مذکر غائب۔

يَسْتَغِيثُونَ :- وہ فریاد کریں اِسْتِغَاثَة سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

يَسْتَفْتِحُونَ :- وہ فتح مانگتے ہیں اِسْتِفْتَاح سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَسْتَفْتُونَ :- وہ حکم شرعی معلوم کرتے ہیں وہ فتویٰ چاہتے ہیں اِسْتِفْتَاء سے مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِفْتَاء کے معنی ہیں مشکل احکام کے متعلق سوال کا جواب مانگنا۔ اس جواب کو فتویٰ کہتے ہیں۔

يَسْتَفِزُّ :- وہ نکال باہر کرے۔ اِسْتِفْزَاز سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَسْتَفِزُّونَ :- وہ نکال دیں۔ باہر کر دیں اِسْتِفْزَاز سے مضارع جمع مذکر غائب

يَسْتَقْدِمُونَ :- وہ پیش قدمی کریں گے آگے بڑھیں گے۔ اِسْتِقْدَام سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَسْتَقِيمُ :- وہ سیدھا رہے۔ سیدھے راستہ پر چلے اِسْتِقَامَة سے ماضی واحد مذکر غائب۔

يَسْتَكْبِرُ :- وہ غرور کرتا ہے اِسْتِكْبَار سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَسْتَكْبِرُونَ :- وہ غرور کرتے ہیں اِسْتِكْبَار سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَسْتَمِعُ :- وہ کان لگا کر سنتا ہے۔ اِسْتِمَاع سے مضارع واحد مذکر غائب

اور ان کے ہاتھ پر بہت سے معجزات و خوارق
ظاہر ہوئے۔ یعنی فرمایا کہ بغیر باپ کے پیدا ہونا
الوہیت یا خدا کی ابنیت کو مستلزم اور بندگی و
عبدیت کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ فرشتے نہ ماں
رکھتے ہیں نہ باپ۔ نیز محض یہ علم اور قدرت جو
مسیح کو عطا کی گئی تھی مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا
نہیں بنا سکتی۔ کیونکہ درگاہِ خداوندی کے مقرب
فرشتے مسیح سے زیادہ علم و قدرت رکھتے ہیں۔ پھر
فرشتوں کو خدا کی بندگی اور اس کے احکام کی
تعمیل سے عار نہیں بلکہ اسے اپنی عزت و سعادت
سمجھتے ہیں۔ اسی طرح مسیح (علیہ السلام) بھی خدا کی بندگی
پوری کرنے کے لئے باعث فخر و مباہات سمجھتے ہیں۔
(امام رازیؒ)

یَسْتَوْفُوْنَ: وہ پورا لیتے ہیں۔ اِسْتِیفَاءٌ سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْتَوُوْنَ: وہ برابر ہوتے ہیں۔ اِسْتِوَاءٌ
سے مضارع جمع مذکر غائب

یَسْتَوِیْ: وہ برابر ہوتا ہے۔ اِسْتِوَاءٌ سے
مضارع واحد مذکر غائب۔

یَسْتَوِیَانِ: وہ دونوں برابر ہیں۔ اِسْتِوَاءٌ
سے مضارع تثنیہ مذکر غائب۔

یَسْتَهْزِئُ: وہ ہنسی کرتا ہے۔ ٹھٹھا کرتا ہے۔
اِسْتِهْزَاءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

کہ جب منافقین سے شکایت کرتے کہ
تم مسلمانوں سے ملتے جلتے ہو تو وہ کہتے کہ ہم تو
فی الحقیقت تمہارے ہی ہم خیال ہیں اور مسلمانوں
سے تو ہم مذاق کرتے ہیں کہ اپنے آپ کو مسلمان
کہہ دیتے ہیں اور ان کو بے وقوف بناتے ہیں۔
کہ وہ ہم سے مسلمانوں کا سا معاملہ کرنے لگتے ہیں
تب پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا گیا۔ اَللّٰہُ
یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَیَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ
یَعْمَهُوْنَ۔ اور اللہ ہی ان سے ہنسی کرتا ہے اور
ان کو سرکشی میں ڈھیل دیتا ہے اور وہ لوگ
وہ عقل کے اندھے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ جو ان پر
فوراً عذاب نازل نہیں فرماتا اور ان کو مہلت
پر مہلت دے رہا ہے تو وہ یہ سمجھے کہ یا کسی
طرح کی گرفت سے آزاد ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ
کا منشا یہ ہے کہ وہ اپنے غرور کا کل بوجھ
اور بھی زیادہ اٹھالیں یعنی پکڑے جاویں سخت ترین عذاب
سے۔ تو یہاں اللہ تعالیٰ کے امہال کو ہی استہزاء
سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ وہ لوگ اس سے نادانستہ
دھوکہ میں پڑ گئے جس طرح آدمی مذاق سے دھوکہ
میں پڑ جاتا ہے۔ یا اس لئے کہ وہ ان کی استہزاء
کا جواب تھا۔

یُسْتَهْزَءُ: ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔ اِسْتِهْزَاءٌ
سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

مگر وہاں بھی یہی صورت ہوگی۔ اب سمجھیں گے
کہ یہ ہمارے اس دنیوی حرکت کا بدلہ ہے۔ پھر
ہر چند انہیں جنت میں بلایا جائے گا مگر وہ نہ بڑھیں گے
کیونکہ سمجھ لیں گے کہ ہمارے ساتھ پھر بھی مذاق کیا
جا رہا ہے۔ (کشاف و کیمیائے سعادت)

یَسْخَرُوْنَ: وہ ہنسی اڑاتے ہیں۔ ہنسی دل لگی
کرتے ہیں۔ سُخْرِیَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْخَطُوْنَ: وہ سخت ناراض ہوتے ہیں۔ سَخَطٌ
سے مضارع جمع مذکر غائب۔ سَخَطٌ غضب شدید
کو کہتے ہیں جو سزا کا سبب بنے جب اللہ تعالیٰ کی طرف
منسوب ہو تو عذاب نازل کرنے کے معنی میں آتا ہے۔

یُسْرٌ: آسانی۔ آسان۔ سہل (مصدر و اسم)

یَسِّرْ: تو آسان کر۔ تَیْسِیْرٌ سے امر واحد مذکر حاضر

یَسَّرَ: اس نے آسان کیا۔ تَیْسِیْرٌ سے ماضی
واحد مذکر غائب۔

یَسْرِ: وہ رات کو چلے۔ سُرًی سے مضارع
واحد مذکر غائب۔ اصل میں یَسْرِیْ تھا۔ فاصلہ
کی رعایت کی وجہ سے آخر سے یاء حذف ہو گئی

یُسْرٰی: بہت آسان (شریعت اسلام)
آسانی (جنت) پہلے معنی میں یُسْرٌ سے اسم
تفضیل واحد مؤنث ہے اور دوسرے معنی میں
اسم مصدر۔

(لا) **یُسْرِفْ**: وہ زیادتی نہ کرے۔ اِسْرَاف
سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لم) **یُسْرِفُوْا**: انہوں نے فضول خرچی نہیں
کی۔ اِسْرَاف سے نفی حجد جمع مذکر غائب۔
(دیکھو لا تُسْرِفُوْا)

(اِنْ) **یَسْرِقْ**: اگر وہ چراتا ہے۔ سَرَقٌ
سے مضارع واحد مذکر غائب۔ مجزوم

(لا) **یَسْرِقْنَ**: وہ چوری نہ کریں گی۔ سَرَقٌ
سے مضارع منفی جمع مؤنث غائب۔

یَسَّرْنَا: ہم نے آسان کر دیا۔ تَیْسِیْرٌ سے
ماضی جمع متکلم۔
فرمایا گیا ہے وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ
لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ۔ اور ہم نے قرآن کو
آسان کیا ہے ذکر کے لئے پس کوئی ہے
نصیحت حاصل کرنے والا۔ مطلب ہے کہ قرآن کریم
کی عبارت نہایت سہل اور مختصر ہے کہ
اس کے حفظ کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی
اور اسی طرح اس کے مضامین ترغیب و ترہیب
و انذار و تبشیر بھی صاف اور مؤثر ہیں کہ ہر شخص
سمجھنے اور نصیحت حاصل کرنے والے کو کوئی
دقت پیش نہیں آتی۔ یہ مطلب نہیں کہ [illegible]
[illegible] دقیق رموز و غوامض اور اسرار
[illegible] ہے کہ بغیر [illegible] تدبر کئے سب
[illegible]

خط حاصل کرنے کیلئے لطائف زبان اور اسالیب بیان سے واقفیت ضروری ہے۔

یُسِرُّوْنَ:۔ وہ چھپاتے ہیں۔ اِسْرَار سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْطُرُوْنَ:۔ وہ لکھتے ہیں۔ سَطْرٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَسْطُوْنَ:۔ وہ حملہ کردیں۔ سَطْو سے مضارع جمع مذکر غائب

اَلْیَسَعَ:۔ ایک پیغمبر علیہ السلام کا نام ان کے تلفظ میں اختلاف ہے۔ جمہور نے اَلْیَسَعَ (نَیعَن) کے وزن پر پڑھا ہے اور حمزہ اور کسائی نے اَللَّیْسَعَ (اَلضَّیْغَم) کے وزن پر یعنی لام مشدد کے ساتھ۔

اس نام کے عربی و عجمی ہونے میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے اسے وسعۃ کے مضارع یَسَعُ سے منقول مانا ہے اور اکثر کا قول یہ ہے کہ یہ نام عجمی ہے۔ صاحب المنار نے لکھا ہے کہ یہ اَلیشع کا معرب ہے جو بنی اسرائیل میں سے تھے وہ الیاس علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ عبرانی سے عربی میں منتقل ہو کر ش (معجمہ) س (مہملہ) سے بدل گئی۔ ۔ یقیناً درست فرمایا ہے۔ یہ ابن اخطوب جو عجوز ہیں۔ الیاس علیہ السلام کی طرف سے نبی اسرائیل پر ان کے خلیفہ تھے۔

علامہ سیوطی نے الاتقان میں ایک قول نقل کیا ہے کہ اَلْیَسَعَ ذوالکفل کا دوسرا نام ہے اور دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ ذوالکفل کو انہوں نے اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا (الاتقان میں)۔ پھر ذوالکفل کے بارہ میں خود بڑا اختلاف ہے کہ وہ کون تھے (ملاحظہ ہو ذوالکفل)

بہرحال اَلْیَسَعَ کی شخصیت کی تعیین مشکل ہے قرآن کریم میں دو جگہ ان کا ذکر آیا ہے۔ ایک جگہ فرمایا گیا ہے:۔

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ۔ (اور یاد کرو اسماعیل الیسع اور ذوالکفل کو اور سب خوبی والے تھے)

اور دوسری جگہ فرمایا گیا ہے:۔

وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (اور ہم نے ہدایت دی اسماعیل الیسع یونس اور لوط کو اور سب کو اپنے اپنے زمانہ کے لوگوں پر فضیلت بخشی)۔

لہٰذا انبیاء علیہم السلام کے زمرہ میں ان کی صفات کے ساتھ ذکر سے یہ ثابت کہ وہ نبی تھے اور اتنا ہی جانا اور مانا کافی ہے۔ تفصیلاً مفصل حالات ان کے نہیں ملے۔

یَسْعٰی:۔ وہ دوڑتا ہے۔ کوشش کرتا ہے سَعْیٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَسْعَوْنَ :- وہ دوڑتے ہیں۔ کوشش کرتے ہیں۔ سَعْیٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَسْفِكُ :- وہ بکھیرتا ہے (خون کو)۔ سَفْكٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُسْقَىٰ :- وہ پلایا جاتا ہے۔ سَقْیٌ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يَسْقُوْنَ :- وہ پلاتے ہیں۔ سَقْیٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُسْقَوْنَ :- ان کو پلایا جاتا ہے۔ ان کو سیراب کیا جاتا ہے سَقْیٌ سے مضارع جمع مذکر غائب

يَسْقِيْ :- وہ پلاتا ہے۔ پلائے گا۔ سَقْیٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَسْكُنُ :- وہ رہتا ہے۔ سَكَنٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُسْكِنُ :- وہ روک دے۔ ساکن کر دے۔ اِسْكَانٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ مجزوم

يَسْكُنُوْا :- وہ رہیں۔ سَكَنٌ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

يَسْلُبْ :- وہ چھین لے۔ سَلْبٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ مجزوم

يُسَلِّطُ :- وہ غالب کرتا ہے۔ مسلط کر دیتا ہے تَسْلِيْطٌ سے مضارع واحد مذکر غائب

يَسْلُكُ :- وہ چلاتا ہے۔ داخل کرتا ہے۔ سَلْكٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُسْلِمْ :- وہ سونپ دے۔ اِسْلَامٌ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم (دیکھو اِسْلَام)

يُسَلِّمُوْا :- وہ قبول کر لیں۔ تَسْلِيْمٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔ منصوب۔

يُسْلِمُوْنَ :- وہ اسلام لے آئیں۔ فرمانبرداری کریں۔ اِسْلَامٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَسْمَعُ :- وہ سنتا ہے۔ وہ سنے۔ سَمْعٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لم) **يَسْمَعْ** :- اس نے نہیں سنا۔ نفی جحد واحد مذکر غائب۔ سَمْعٌ سے

يُسْمِعُ :- وہ سناتا ہے۔ اِسْمَاعٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَسْمَعُوْا :- وہ سنیں۔ سَمْعٌ سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم

يَسْمَعُوْنَ :- وہ سنتے ہیں۔ وہ سنیں گے۔ سَمْعٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَسَّمَّعُوْنَ :- وہ خوب کان لگا کر سنتے ہیں۔ تَسَمُّعٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔ دراصل یہ يَتَسَمَّعُوْنَ تھا۔ تا کو سین سے بدل کر ادغام کر دیا گیا۔

يُسَمُّوْنَ :- وہ نام رکھتے ہیں۔ تَسْمِيَةٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُسْمِنُ :- وہ موٹا کرتا ہے۔ موٹا کرے گا۔

اِسْکَان سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَسُوْءُوْا:- وہ بگاڑ دیں، اداس کر دیں۔ سَوْء سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب

یَسُوْمُ:- وہ تکلیف دے گا۔ سَوْم سے مضارع واحد مذکر غائب سَوْم کے معنے ہیں کسی بات کی تکلیف دینا یا عذاب پہنچانا۔

یَسُوْمُوْنَ:- وہ پہنچاتے ہیں۔ تکلیف سَوْم سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُسَیِّرُ:- وہ چلاتا ہے۔ تَسْیِیْر سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَسِیْرٌ:- آسان، تھوڑا۔ یُسْر سے صفت مشبہ واحد مذکر غائب۔

(لم) **یَسِیْرُوْا**:- وہ نہیں چلے پھرے۔ سَیْر سے نفی حجد جمع مذکر غائب۔

یُسِیْغُ:- وہ بہ آسانی حلق سے نیچے اتارے۔ اِسَاغَت سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَشَأْ:- وہ چاہے۔ مَشِیْئَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

یَشَاءُ:- وہ چاہتا ہے۔ وہ چاہے۔ وہ چاہیگا مَشِیْئَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَشَاءُوْنَ:- وہ چاہیں گے مَشِیْئَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُشَاقِّ۔ یُشَاقِقْ:- وہ مخالفت کرے۔ مُشَاقَّۃ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم، اول ادغام ثانی بہ فک ادغام۔

یَشْتَرُوْنَ:- وہ خریدتے ہیں۔ وہ لیتے ہیں اِشْتِرَاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَشْتَرُوْا:- وہ خریدیں، وہ لیں۔ مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَشْتَرِیْ:- وہ خریدتا ہے۔ وہ بیچتا ہے، اِشْتِرَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَشْتَهُوْنَ:- وہ خواہش کرتے ہیں، وہ خواہش کریں گے اِشْتِهَاء سے مضارع جمع مذکر غائب

یَشْرَبُ:- وہ پیتا ہے۔ وہ پئے گا۔ شُرْب سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَشْرَبُوْنَ:- وہ پئیں گے۔ شُرْب سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَشْرَحُ:- وہ کشادہ کرتا ہے۔ کھولتا ہے۔ شَرْح سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُشْرِكُ:- وہ شریک کرتا ہے، وہ شریک کرے اِشْرَاك سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو شِرْك)

یُشْرَكُ:- وہ شریک کیا جاتا ہے۔ اِشْرَاك سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یُشْرِكْنَ:- وہ شریک کریں۔ اِشْرَاك سے مضارع جمع مؤنث غائب۔

یُشْرِكُوْنَ:- وہ شرک کرتے ہیں۔ وہ شریک

کرتے ہیں۔ اِشْرَاءٌ سے مضارع جمع مذکر غائب

یَشْرُوْنَ: وہ خریدتے ہیں۔ شِرَاءٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَشْرِیْ: وہ بیچتا ہے۔ شِرَاءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب شِرَاءٌ لغات اضداد میں سے ہے

یُشْعِرُ: وہ خبردار کرتا ہے۔ اِشْعَار سے مضارع واحد مذکر غائب۔

لَا یُشْعِرَنَّ: وہ ہرگز خبردار نہ کرے۔ نہی واحد مذکر غائب۔

یَشْعُرُوْنَ: وہ جانتے ہیں۔ سمجھتے ہیں۔ شُعُوْرٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَشْفَعُ: وہ سفارش کرے۔ شَفَاعَۃٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

شَفَاعَت کا مطلب یہ ہے کہ شَفِیْع (سفارش کرنے والا) اپنی عزت و منزلت اور تقرب کو کام میں لا کر کسی حاکم کو اس کے ارادہ کے برخلاف مَشْفُوْعٌ لَہٗ (وہ شخص جس کے لئے سفارش کی جائے) کے بارہ میں کسی کام کے کرنے یا کسی کام کے چھوڑنے پر آمادہ کرے۔ مثلاً ایک حاکم نے کسی کو پھانسی کی سزا تجویز کر دی یا ہی تم نے اس مجرم کی سفارش کی یعنی حاکم کو اس کے ارادہ سے باز رکھنا چاہا ناظر سبکہ اگر اس نے تمہاری شفاعت قبول کر لی تو اسے اپنا ارادہ چھوڑنا پڑے گا۔

• قرآن کریم میں جہاں شفاعت کی نفی کی گئی ہے اس سے مراد یہ شفاعتِ معہودہ ہے جو دنیا کے حاکموں اور بادشاہوں کے یہاں پیش ہوتی ہے۔ اور اہل کتاب و مشرکین کے اس زعم باطل کی تردید مقصود ہے کہ خواہ ہم کسی قسم کے اعمال و افعال کریں اور کفر و شرک اور دوسرے قبائح میں کتنے ہی ملوث ہوں۔ مگر فلاں پیغمبر یا فلاں ولی یا فلاں دیوتا ہماری سفارش کریں گے اور ہم یقیناً عذاب سے رستگار ہوں گے۔ اس لئے خدا سے زیادہ ہمیں اپنے ان سہاروں کی فکر رکھنا اور نذر و نیاز کے ذریعہ ان کا تقرب حاصل کرنا چاہیئے اسلام اس فکر و عقیدہ کو غلط ٹھیراتا ہے۔ اور انسان کو اس کی تعلیم دیتا ہے کہ اپنے ایمان و عمل اور محض خدا کے فضل و کرم پر اعتماد رکھیں۔ البتہ یہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ گنہگار مومنوں کے حق میں خود خدا کے حکم و اجازت سے انبیاء کرام خصوصاً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صالح مومن شفاعت کریں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی ان کی نجات و رستگاری کے لئے دست بدعا ہوں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ و مشیت سے اپنے فضل و

کرم سے ان کی دعا و شفاعت قبول فرمائے گا
معتزلہ اس سے بھی انکار کرتے ہیں۔ مگر یہ
چیز نصوص قرآنی کے خلاف ہے نیز کوئی عقلی
دلیل بھی اس سے ٹکراتی ہے اسلئے کہ گنہگار
حق خداوندی کو ادا کرنے میں کوتاہی برتا ہے
اور صاحب حق کو اپنے حق کے ساقط اور معاف
کرنے کا یقیناً حق حاصل ہے آخر تم کسی اپنے
غریب مقروض سے اپنا واجب حق ساقط
کر دیتے ہو اور اس میں کوئی عقلی قباحت محسوس
نہیں کرتے تو کیا خداوند کریم و رحیم کے حکم و کرم
میں کچھ وسعت نہیں جبکہ وہ خود سَبَقَتْ
رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ فرماتا ہے۔ البتہ شرک و
کفر کے متعلق اس نے صراحۃً بتلا دیا ہے کہ
یہ گناہ بلا توبہ معاف نہیں ہوتا اور اس کی
سزا دوزخ کا دائمی عذاب ہے (ش)۔

يَشْفَعُوْا :۔ وہ سفارش کریں شَفَاعَة سے
مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

يَشْفَعُوْنَ :۔ وہ سفارش کرتے ہیں شَفَاعَة
سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَشْفِيْ :۔ وہ اچھا کرتا ہے۔ وہ شفا دیتا ہے
شِفَاء سے مضارع واحد مذکر غائب

يَشْقٰى :۔ وہ بدنصیب و بدبخت ہوتا ہے۔
شَقَاء سے مضارع واحد مذکر غائب

يَشَّقَّقُ :۔ وہ پھٹتا ہے۔ تَشَقُّق سے مضارع
واحد مذکر غائب۔ اصل میں يَتَشَقَّقُ تھا
تاء کو شین سے بدل کر ادغام کر دیا۔

يَشْكُرُ :۔ وہ شکر کرتا ہے۔ شُكْر سے مضارع
واحد مذکر غائب۔ (دیکھو اُشْكُرْ)

يَشْكُرُوْنَ :۔ وہ شکر کرتے ہیں۔ وہ شکر کریں۔
شُكْر سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَشْوِيْ :۔ وہ بھونے گا۔ وہ جھلسے گا۔ شَيّ
سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَشْهَدُ :۔ وہ گواہی دیتا ہے۔ وہ حاضر
ہوتا ہے۔ شَهَادَة و شُهُوْد سے مضارع
واحد مذکر غائب (دیکھو شَهَادَة)

يُشْهِدُ :۔ وہ گواہ بناتا ہے۔ اِشْهَاد سے
مضارع واحد مذکر غائب۔

يَشْهَدُوْنَ :۔ وہ گواہی دیتے ہیں۔ حاضر
ہوتے ہیں۔ شَهَادَة و شُهُوْد سے مضارع
جمع مذکر غائب۔

يُصِبْ :۔ وہ پہنچے گا۔ اِصَابَة سے مضارع
واحد مذکر غائب مجزوم

يُصَبُّ :۔ وہ اوپر سے ڈالا جائے گا۔ صَبّ
سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

(لَمْ) يُصِبْ :۔ وہ نہیں پہنچا۔ اِصَابَة سے
نفی جحد واحد مذکر غائب۔

يُصْبِحَ:۔ وہ ہو جائے۔ إِصْبَاح سے مضارع واحد مذکر غائب۔ منصوب۔
إِصْبَاح افعال ناقصہ میں سے ہے۔ اسکے اصل معنی صبح کے وقت میں داخل ہونے کے ہیں۔ پھر مطلق ہونے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ کہا جاتا ہے۔ أَصْبَحَ زَيْدٌ نَادِمًا زید نے صبح کی اس حال میں کہ وہ نادم تھا۔ یعنی زید نادم ہوا۔

لَيُصْبِحُنَّ:۔ وہ ضرور ہو جائیں گے۔ مضارع جمع مذکر غائب بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

يُصْبِحُوْا:۔ وہ ہو جائیں۔ إِصْبَاح سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

يَصْبِرُ:۔ وہ صبر کرتا ہے۔ صَبْر سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو صَبْر)

(لم) **يَصْبِرُوْا**: انہوں نے صبر نہیں کیا۔ صَبْر سے جمع مذکر غائب نفی جحد۔

يُصْحَبُوْنَ:۔ وہ ساتھ کئے جائیں گے إِصْحَاب سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

يَصُدُّ:۔ وہ روکتا ہے۔ صَدّ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَصْدُرُ:۔ وہ نکلے گا۔ صُدُوْر سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُصْدِرُ:۔ وہ لوٹائے۔ إِصْدَار سے مضارع

واحد مذکر غائب۔

يَصَّدَّعُوْنَ:۔ وہ متفرق (منتشر) ہوں گے تَصَدُّع سے مضارع جمع مذکر غائب۔
صَدْع کہتے ہیں پتھر یا لوہے وشیشہ کے شگاف کو۔ اسی سے تَصَدُّع کے معنی ہیں پھٹ جانا اور متفرق ہو جانا اور صُدَاع دردِ سر کو کہتے ہیں۔ جس سے گویا سر پھٹا جاتا ہو۔ اسی لئے تَصْدِيْع دردِ سر میں مبتلا کرنے کے معنی میں آتا ہے (ماخوذ) اصل میں يَتَصَدَّعُوْنَ تھا تاء کو صاد سے بدل کر ادغام کر دیا۔

يُصَدَّعُوْنَ:۔ وہ دردِ سر میں مبتلا ہوں گے تَصْدِيْع سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

يَصْدِفُوْنَ:۔ وہ کنارہ کرتے ہیں۔ اعراض کرتے ہیں (بصلہ عن) صُدُوْف سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُصَدِّقُ:۔ وہ تصدیق کرے۔ تَصْدِيْق سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَصَّدَّقُوْا: وہ خیرات کریں تَصَدُّق سے مضارع جمع مذکر غائب۔ منصوب اصل میں يَتَصَدَّقُوْا۔ (دیکھو صَدَقَہ)

يُصَدِّقُوْنَ:۔ وہ سچ مانتے ہیں۔ تَصْدِيْق سے مضارع جمع مذکر غائب۔

(لا) **يَصُدَّنَّ**:۔ ہرگز نہ روکے۔ صَدّ

سے نہی واحد مذکر غائب بانون ثقیلہ۔

يَصُدُّوا:۔ وہ روکیں۔ باز رکھیں۔ مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔ صَدّ سے۔

يَصُدُّونَ:۔ وہ روکتے ہیں۔ باز رکھتے ہیں۔ صَدّ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَصِدُّونَ:۔ وہ شور کرتے ہیں۔ صَدِيد سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُضَارَّ:۔ وہ ضد کرتا ہے۔ اِضْرَار سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَصْرِفُ:۔ وہ پھیرتا ہے۔ وہ پھیرے گا صَرْف سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُصْرَفُ:۔ وہ پھیرا جائے گا صَرْف سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يُصْرَفُونَ:۔ وہ پھیرے جاتے ہیں صَرْف سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب

(۱) يَصْرِمُنَّ:۔ وہ ضرور کاٹینگے۔ صَرْم سے مضارع جمع مذکر غائب بلام تاکید ونون ثقیلہ۔

(۲) يُصِرُّوا:۔ انہوں نے اصرار نہیں کیا۔ اِصْرَار سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

يُصِرُّونَ:۔ وہ ضد کرتے ہیں۔ اصرار کرتے ہیں اِصْرَار سے مضارع جمع مذکر غائب

يَصْطَرِخُونَ:۔ وہ فریاد کریں گے چلائینگے اِصْطِرَاخ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَصْطَفِي:۔ وہ برگزیدہ کرتا ہے انتخاب کرتا ہے۔ اِصْطِفَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

اِصْطِفَاء اصل میں اِصْتِفَاء تھا۔ باب افتعال کے تاء کو کلمہ میں جب صاد واقع ہو تو طاء سے بدل دیا جاتا ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی چیز میں سے اس کا صَفْوَة یعنی بہترین حصہ چن لینا" قال الله تعالیٰ" الله يصطفي من الملئكة رسلا ومن الناس۔ یعنی الله تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے رسولوں کا انتخاب کرتا ہے۔ اس آیت سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ رسالت ونبوت کا منصب کسبی نہیں بلکہ وہبی ہے یعنی کوئی شخص اپنے کسب و عمل سے اس منصب پر سرفراز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ خدا جسے چاہے اور جس کا انتخاب کرے یہ دولت خدا داد اسی کے حصہ میں آتی ہے۔ دوسرے یہ کہ رسول دو قسم کے ہوتے ہیں انسی و ملکی۔ اور جس طرح ہر انسان خدا کا رسول نہیں ہو سکتا اسی طرح ہر فرشتہ بھی رسول نہیں ہوتا۔

تیسرے یہ کہ نبوت و رسالت کے لئے دونوں نوعوں میں سے بہترین افراد کا انتخاب ہوتا ہے اور اس لئے نبی سب سے زیادہ متقی سب سے بڑا پارسا اور سب سے زیادہ صفات حسنہ

سے متصف اور صفات رذیلہ سے بعید ہوتا ہے
وَھٰذَا ظَاھِرٌ مِن نَصِّ الآیۃ الکریمۃ
يَصْعَدُ :۔ وہ اوپر چڑھتا ہے صُعُوْدٌ سے
مضارع واحد مذکر غائب۔
يَصَّعَّدُ :۔ وہ مشکل سے چڑھتا ہے تَصَعُّدٌ
سے مضارع واحد مذکر غائب۔
اصل میں یَتَصَعَّدُ تھا تا کو صاد سے بدلکر
صاد میں ادغام کر دیا۔
قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔ فَمَنْ یُرِدِ
اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ
وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّہٗ یَجْعَلْ صَدْرَہٗ ضَیِّقًا
حَرَجًا کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ یعنی جن
لوگوں کے طلب حق، ورحسن استعداد کیوجہ سے
اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ ایمان کی توفیق
عطا فرمائے تو ان کے سینہ کو اسلام کیلئے کھول
دیتا ہے ان کو اس کے قبول میں کوئی تردد نہیں
ہوتا اور ان کے دل میں طمانیت و یقین کی
کیفیت پیدا کر دی جاتی ہے۔ لیکن جن بدبختوں
کے اعراض و انکار اور سوء استعداد کیوجہ سے
اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ انہیں گمراہ رکھے
تو رفتہ رفتہ ان کے سینہ کو تنگ در سخت تنگ
کرتا چلا جاتا ہے کہ اس میں حق کے گھسنے کی
گنجائش نہیں رہتی گویا کہ وہ آسمان پر چڑھنا
چاہتے ہیں۔ صعود فی السماء (آسمان پر چڑھنا)
عربی زبان میں بطور محاورہ کے ناممکن کام کو
انجام دینے کی کوشش کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا
ہے۔ جیسا کہ اردو میں بھی اس معنی میں آسمان
میں تھگلی لگانا، استعمال کرتے ہیں۔ تو مطلب یہ
ہوا کہ وہ دعوت اسلام کو قبول کرنے سے اپنے
آپ کو عاجز پاتے ہیں اور اسے ناممکن العمل
تصور کرتے ہیں۔ یہ بھی مطلب ہوتا ہے کہ ان کا
دل اسلام سے اس قدر متنفر ہو جاتا ہے کہ وہ
اس سے اس طرح بھاگتے ہیں کہ گویا آسمان
پر چڑھ جانا چاہتے ہیں۔ (بیضاوی، تفسیر الماجدی)
يُصْعَقُونَ :۔ وہ بے ہوش کئے جائیں گے۔
صَعْقٌ سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔
(ل) **يَصْفَحُوا** :۔ وہ درگزر کریں۔ صَفْحٌ سے امر
جمع مذکر غائب۔
يَصِفُوْنَ :۔ وہ وصف بیان کرتے ہیں۔ وہ
بات بناتے ہیں۔ وَصْفٌ سے مضارع جمع مذکر غائب
يَصِلُ :۔ وہ پہنچتا ہے۔ وُصُوْلٌ سے مضارع واحد
مذکر غائب۔
يَصْلٰى :۔ وہ داخل ہوگا آگ میں اِصْلِیٌّ سے
مضارع واحد مذکر غائب۔
يُصْلَبُ :۔ اس کو سولی دی جائے گی۔ صَلْبٌ
سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب

يُصَلَّبُوٓا :۔ ان کو سولی دی جائے۔ تَصْلِیْب سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب منصوب۔

يُصْلِحُ :۔ وہ اصلاح کرے گا۔ سنوارے گا۔ اِصْلَاح سے مضارع واحد مذکر غائب

يُصْلِحَا :۔ وہ اصلاح کریں۔ موافقت کر لیں۔ اِصْلَاح سے مضارع تثنیہ مذکر غائب منصوب

يُصْلِحُوْنَ :۔ وہ اصلاح کرتے ہیں۔ سنوارتے ہیں۔ اِصْلَاح سے مضارع جمع مذکر غائب

لَنْ يَصِلُوٓا :۔ وہ ہرگز نہ پہنچیں گے۔ وُصُوْل سے منفی مستقبل بِرَکِد بہ لَنْ جمع مذکر غائب۔

لَمْ يُصَلُّوا :۔ انہوں نے نماز نہیں پڑھی۔ صَلٰوة سے (از تفعیل) نفی جحد جمع مذکر غائب۔

يَصْلَوْنَ :۔ وہ داخل ہوں گے (آگ میں)۔ صِلِي سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَصِلُوْنَ :۔ وہ جوڑتے ہیں۔ وہ ملاتے تھا۔ وَصْل سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُصَلُّوْنَ :۔ وہ درود بھیجتے ہیں۔ صَلٰوة (باب تفعیل) سے جمع مذکر غائب۔ مضارع۔

يُصَلِّي :۔ وہ درود بھیجتا ہے۔ رحمت نازل کرتا ہے نماز پڑھتا ہے۔ صَلٰوة باب تفعیل سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَصُمْهُ :۔ وہ روزہ رکھے۔ صوم سے مضارع واحد مذکر غائب غائب مجزوم (دیکھو صَوْم)

يَصْنَعُ :۔ وہ بناتا ہے۔ صُنْع سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَصْنَعُوْنَ :۔ وہ بناتے ہیں۔ وہ کرتے ہیں۔ صُنْع سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُصَوِّرُ :۔ وہ نقشہ بناتا ہے۔ وہ تصویر کھینچتا ہے وہ صورت بناتا۔ وہ پیدا کرتا ہے۔ تَصْوِیْر سے مضارع واحد مذکر غائب۔

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں :۔

صورة (۱) وہ ہے جس سے اعیان (اشیاء قائم بالذات) کا نقشہ بنایا جائے اور اس کی وجہ سے ان میں سے ایک دوسرے سے ممتاز ہو جائے۔ محسوس پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ جیسے انسان اور جانور کی شکل جس کا ادراک (۲) ان دو میان سب کر سکتے ہیں اور معقول پر بھی جس کا ادراک خواص کر سکتے ہیں۔ عوام نہیں۔ جیسے عقل، فہم غیرہ باطنی اوصاف۔ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ وہی ہے جو تمہارا نقشہ بناتا ہے ماں کے پیٹ میں جس طرح چاہیے زنانہ صورت گرتا ہے۔ جو دونوں قسموں کو شامل ہے۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں :۔

یعنی اللہ تعالیٰ ماں کے پیٹ میں مرد عورت، خوبصورت، بدصورت، شقی، سعید تم کو جیسا چاہتا ہے بنا دیتا ہے۔

یہ آیت سورہ آل عمران کی ابتدائی آیات
میں سے ہے جو نجران کے عیسائی وفد کی رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آمد کے سلسلہ میں
نازل ہوئیں اور جن میں عیسائیوں کے مزعومات
کی تردید کی گئی ہے۔ چنانچہ اس آیت میں بھی
تصریح کر دی گئی ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام
بھی اللہ کے بندے ہیں۔ اسکے پیدا کئے ہوئے ہیں
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ماں کے رحم میں انکا بھی نقشہ
بنایا۔ اور جیسا اور جس طرح چاہا پیدا کیا۔
پھر وہ عیسائیوں کے گمان باطل کے مطابق خدا
یا خدا کے بیٹے کس طرح ہو سکتے ہیں (ابن کثیر حصہ ۱)

يُصْهَرُ:۔ پگھلایا جائے گا۔ صَهْرٌ سے مضارع
واحد مذکر غائب۔ مجہول۔

يُصِيبُ:۔ وہ پہنچتا ہے (بلا صلہ) وہ پہنچاتا ہے
وہ پہنچائے (بصلہ باء) إِصَابَةٌ سے مضارع
واحد مذکر غائب۔

(لَنْ) يُصِيبَ:۔ ہرگز نہ پہنچے گا۔ منفی مستقبل مؤکد
بہ لَنْ واحد مذکر غائب۔

يُضَارَّ:۔ اس کو نقصان پہنچایا جائے ضِرَارٌ
(مفاعلہ) سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب

يُضَاعِفُ:۔ وہ دوگنا کرتا ہے۔ دوگنا کرے گا
مُضَاعَفَةٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُضَاعَفُ:۔ دوگنا کیا جائے گا۔ مضارع مجہول
واحد مذکر غائب۔

يُضَاهِئُونَ:۔ وہ ریس کرتے ہیں۔
مُضَاهَئَةٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

(لِ) يَضْحَكُوا:۔ وہ ہنسیں ضِحْكٌ سے
مضارع امر جمع مذکر غائب۔

يَضْحَكُونَ:۔ وہ ہنستے ہیں۔ ضِحْكٌ سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

يَضُرُّ:۔ وہ نقصان پہنچاتا ہے۔ وہ نقصان
پہنچائے گا۔ ضَرٌّ سے مضارع واحد مذکر غائب

يَضْرِبُ:۔ وہ مارتا ہے۔ بیان کرتا ہے۔
ضَرْبٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَا) يَضْرِبْنَ:۔ وہ نہ ماریں۔ ضَرْبٌ سے
نہی جمع مؤنث غائب۔

(لِ) يَضْرِبْنَ:۔ وہ ڈالیں۔ ضَرْبٌ سے
(بصلہ باء) امر جمع مؤنث غائب۔

يَضْرِبُونَ:۔ وہ مارتے ہیں۔ چلتے ہیں۔
(بصلہ فی) ضَرْبٌ سے مضارع جمع مذکر غائب

يَضَّرَّعُونَ:۔ وہ گڑگڑائیں۔ تَضَرُّعٌ سے
مضارع جمع مذکر غائب۔ اصل میں يَتَضَرَّعُونَ تھا
تا کو ضاد سے بدل کر ادغام کر دیا۔

(لن) يَضُرُّوا:۔ ہرگز نقصان نہ پہنچا سکیں گے
ضَرٌّ سے منفی مستقبل مؤکد جمع مذکر غائب۔

يَضُرُّونَ:۔ وہ نقصان پہنچاتے ہیں۔ ضَرٌّ سے

مضارع جمع مذکر غائب۔

يَضَعُ :۔ وہ دور کرے گا۔ (یضع عن) وَضْع سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَضَعْنَ :۔ وہ اتاریں۔ جنیں۔ وَضْع سے مضارع جمع مؤنث غائب۔

يُضِلُّ :۔ وہ گمراہ کرتا ہے۔ وہ گمراہ کردے۔ بھٹکا دے۔ گمراہ کردے گا۔ اِضْلَال سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُضَلُّ :۔ وہ گمراہ کیا جاتا ہے۔ اِضْلَال سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

(لَن) **يُضِلَّ** :۔ ہرگز رائیگاں نہ کرے گا۔ نفی مستقبل مؤکد واحد مذکر غائب۔

يَضِلُّ :۔ وہ گمراہ ہوتا ہے۔ بھٹکتا ہے۔ ضَلَال سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو ضَالّ)

يُضْلِلْ :۔ وہ گمراہ کرے۔ اِضْلَال سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

يُضِلُّوا :۔ گمراہ کردیں گے۔ گمراہ کردیں۔ مضارع جمع مذکر غائب مجزوم و منصوب۔

يُضِلُّونَ :۔ وہ گمراہ کرتے ہیں۔ اِضْلَال سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَضِلُّونَ :۔ وہ بھٹکتے ہیں۔ ضَلَال سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُضِيءُ :۔ وہ روشن ہو جائے۔ اِضَاءَة سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُضِيعُ :۔ وہ ضائع کرتا ہے۔ ضائع کردے۔ اِضَاعَة سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُضَيِّفُوا :۔ وہ مہمان نوازی کریں۔ میزبانی کریں۔ تَضْيِيف سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

يَضِيقُ :۔ وہ تنگ ہوتا ہے۔ ضِيق سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُطَاعُ :۔ اس کا حکم مانا جائے گا۔ اس کی اطاعت کی جائے۔ اِطَاعَة سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يُطَافُ :۔ وہ پھرایا جائے گا۔ گھمایا جائے گا۔ (یطاف) طَوْف سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يَطَؤُونَ :۔ وہ پامال کرتے ہیں۔ چلتے ہیں۔ وَطْء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَطْبَعُ :۔ وہ مہر کرتا ہے۔ طَبْع سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو طَبَع)

يُطِعْ :۔ وہ اطاعت کرے۔ اِطَاعَة سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

يَطْعَمُ :۔ وہ کھاتا ہے۔ کھائے گا۔ طَعْم سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَمْ) **يَطْعَمْ** :۔ اس نے نہیں پیا۔ نفی جحد واحد مذکر غائب۔ طَعْم سے۔

بنی اسرائیل جب بادلِ ناخواستہ طالوت کی زیر قیادت جالوت سے جنگ کرنے کے لئے نکلے تو بادشاہ خداوندی طالوت نے ان کی وفاداری اور جنگ پروری کا امتحان لینا چاہا۔ تاکہ جو لوگ اس امتحان میں پورے نہ اتریں ان کو دشمن کے مقابلہ میں نہ لیجائیں۔ چنانچہ طالوت نے کہا إِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ فَمَن شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَن لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ ۚ (اور) بیشک اللہ تعالیٰ ایک نہر سے تمہاری آزمائش کرنے والا ہے (پیاس کی حالت میں وہ تمہارے راستہ میں پڑیگی تو جس نے اس میں سے پانی پی لیا وہ میری جماعت سے خارج ہے۔ اور جس نے نہیں پیا وہ میرا آدمی ہے البتہ جس نے چلو میں بھر کر تھوڑا سا پی لیا اس کو جماعت میں شامل ہی سمجھا جائے گا۔

بیضاوی نے لکھا ہے کہ یہاں لَمْ يَطْعَمْهُ طَعِمَ يَطْعَمُ سے چکھنے کے معنی میں ہے جو کھانے اور پینے دونوں قسم کی چیزوں میں استعمال ہوتا ہے اور دلیل میں یہ مصرعہ پیش کیا ہے وَإِنْ شِئْتُ لَمْ أَطْعَمْ نُقَاخًا وَلَا بَرْدًا (اور اگر تو چاہے تو میٹھے پانی اور نیند کو چکھوں بھی نہیں)۔

علامہ رشید رضا بھی طَعْم کو چکھنے کے معنی میں لیتے ہیں مگر آیۃ کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ طالوت نے امتحان کے تین درجے قرار دیئے تھے۔

(۱) جو شخص نہر میں سے اچھی طرح پانی پی لیگا وہ وفاداری میں ناکام سمجھا جائے گا اور جماعت سے خارج کر دیا جائے گا۔

(۲) جو شخص چلو سے تھوڑا سا پیئے گا وہ قابلِ معافی قرار دیا جائے گا۔ اور جماعت میں شامل رہنے کی اجازت دے دی جائے گی۔

(۳) جو شخص پانی کو چکھے گا بھی نہیں وہ وفاداری میں کامیاب قرار دیا جائے گا۔ اور بالکل اپنا آدمی سمجھا جائے گا۔ (تفسیر المنار ص۲۹۶ ج۲)

امام راغب اصفہانی نے یک قول میں لَمْ يَطْعَمْهُ کو طَعَام (کھانا) سے مشتق قرار دیتے ہوئے یہ معنی کئے ہیں کہ جو شخص پانی کو کھانے کی چیزوں ملاکر بھی استعمال نہ کرے گا وہ میرا آدمی ہوگا۔ یعنی ممانعت اس کی بھی تھی کہ پانی کو خمیدہ پیا جائے اور اس کی بھی کہ اسے کھانے میں ملاکر استعمال کیا جائے۔ البتہ ایک چلو دونوں حالتوں میں مستثنیٰ تھا مفردات ص۳۰۷

يُطْعَمُ: وہ کھلایا جاتا ہے۔ اِطْعَامٌ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يُطْعِمُ: وہ کھلاتا ہے۔ اِطْعَامٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُطْعِمُونَ: وہ کھلاتے ہیں۔ اِطْعَامٌ سے مضارع

جمع مذکر غائب۔

یَطْغیٰ:۔ سرکشی کرتا ہے۔ حد سے تجاوز کرتا ہے۔ طُغیان سے مضارع واحد مذکر غائب۔ قال اللہ تعالیٰ کَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغیٰ اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنیٰ۔ یعنی خداوند تعالیٰ کی توحید وقدرت وحکمت پر دلائل قاطعہ قائم ہونے کے باوجود انسان جو خدا کے مقابلہ میں سرکشی وتمرد کی راہ اختیار کرتا ہے تو اس کا اصل سبب نیلے دول میں ابتلاء اور مال وجاہ اور ثروت ودولت کا عشق ہے کہ فی الواقع دل کی آنکھیں اسی شیطانی تیر سے کور ہوتی ہیں (تفسیر کبیر)

یُطْفِئُوْا:۔ بجھادیں۔ اِطْفَاء سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَطْلُبُ:۔ وہ ڈھونڈھتا ہے پیچھے لگا تا ہے طَلَب سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُطْلِعَ:۔ وہ آگاہ کرے۔ اِطْلَاع سے مضارع واحد مذکر غائب۔ منصوب۔

یَطْمَئِنَّ:۔ مطمئن ہو جائے اِطْمِئْنَان سے مضارع واحد مذکر غائب۔ منصوب۔ (دیکھو تَطْمَئِنَّ)

(لم) **یَطْمِثْ**:۔ صحبت نہیں کی۔ طَمْث سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

یَطْمَعُ:۔ وہ حرص کرے وہ طمع کرتا ہے۔ طَمَع سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَطْمَعُوْنَ:۔ وہ امید کرتے ہیں۔ طَمَع سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَطُوْفُ:۔ وہ گھومتا ہے۔ گھومے گا۔ طَوْف سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَطَّوَّفَ:۔ وہ طواف کرے تَطَوُّف سے مضارع واحد مذکر غائب۔ اصل یَتَطَوَّفَ تھا۔ تاء کو طاء سے بدل کر ادغام کر دیا۔

(لِ) **یَطَّوَّفُوْا**:۔ وہ خوب طواف کریں تَطَوُّف سے امر جمع مذکر غائب۔

یَطُوْفُوْنَ:۔ وہ گھومیں گے۔ طَوْف سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُطَوَّقُوْنَ:۔ ان کو طوق پہنایا جائے گا۔ تَطْوِیْق سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یُطَهِّرُ:۔ وہ پاک کرتا ہے۔ پاک کرے تَطْهِیْر سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَطْهُرْنَ:۔ وہ پاک ہو لیں (یعنی حیض بند ہو جائے) طُهْر سے مضارع جمع مونث غائب۔

یُطَهَّرُوْنَ:۔ وہ خوب پاک کئے جاتے ہیں۔ تَطْهِیْر سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یَطِیْرُ:۔ وہ اڑتا ہے۔ طَیَرَان سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَطَّیَّرُوْا:۔ وہ نحوست سمجھتے۔ بدفال لیتے تھے تَطَیُّر سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔ اصل میں

يَطَّيَّرُوا تھا۔ تا کو طاء سے بدل کر طا میں ادغام
کر دیا گیا تَطَيُّرٌ کے معنی ہیں کسی چیز کو منحوس سمجھنا
اس کا استعمال با کے صلہ کے ساتھ ہوتا ہے۔
جیسے تَطَيَّرْتُ بِهٰذَا الْكَافِرِ میں نے اس کافر
کو منحوس سمجھا۔ اس کی اصل یہ ہے کہ اہل عرب
پرندوں خصوصاً کوے سے بدفالی لیتے تھے (جیسے
ہندوستان کے جاہل سمجھتے ہیں کہ بلی راستہ کاٹ جائے
یا صبح ہی صبح بلی پر نظر پڑے تو کوئی آفت پیش آتی
ہے۔ وَغَيْرُ ذٰلِكَ مِنَ الْخُرَافَاتِ۔

پھر کثرت استعمال سے لفظ طَيْرٌ و طَائِرٌ و
طِيَرَةٌ نحوست کے لئے بولا جانے لگا۔ پھر اسی
سے افعال و مصادر مشتق کر لئے (تفسیر کبیر ج۲)
اسلام نے جو دین علم و عقل ہے ان اوہام و
خرافات کا رد کیا اور پیغمبر اسلام نے فرمایا
(پرندوں سے بدفالی لینے کی کوئی حقیقت نہیں)

يُطِيعُ: وہ فرماں برداری کرے۔ إِطَاعَةٌ
سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُطِيعُونَ: وہ فرمانبرداری کرتے ہیں۔ إِطَاعَةٌ
سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُطِيقُونَ: وہ طاقت رکھتے ہیں۔ إِطَاقَةٌ
سے مضارع جمع مذکر غائب

سورۃ البقرہ کے رکوع ۲۳ میں روزہ رمضان
کے ذکر کے سلسلہ میں فرمایا گیا ہے۔ وَعَلَى الَّذِيْنَ
يُطِيقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ (اور ان لوگوں
پر جو اس کی طاقت رکھتے ہیں فدیہ ہے ایک
مسکین کا کھانا) اس آیت کی تفسیر میں مفسرین
کے مختلف اقوال ہیں۔

عام طور پر اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے
کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت تو رکھتے ہوں مگر
عادت نہ ہونے کی وجہ سے دشوار ہو تو ان کو اجازت
ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور ایک مسکین کو دو وقت
کھانا اس کے بدلہ میں کھلا دیں۔ اس قول کی بناء
پر یہ آیت منسوخ ہے یہ حکم ابتدائے اسلام میں
تھا جب لوگ روزہ کے عادی ہو گئے تو یہ اجازت
باقی نہ رہی۔ مگر اکثر محققین اس آیت کو منسوخ
نہیں مانتے۔ چنانچہ مفسر جلال يُطِيقُوْنَ کے پہلے
حرف نفی لا مقدر مانتے ہیں یعنی "جو لوگ روزہ
کی طاقت نہیں رکھتے ان کے ذمہ فدیہ ہے ایک
مسکین کا کھانا"۔ بعض علماء اِطَاقَة میں باب افعال
کی خاصیت سلب ماخذ مانتے ہیں اس صورت میں
لاء نفی مقدر ماننے کی ضرورت نہیں رہتی مگر یہ
قول اس لئے ضعیف ہے کہ خاصیت باب ثابت
ہی نہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
اپنی مختصر تفسیر فتح الرحمن میں يُطِيقُوْنَهٗ کی ضمیر کو
فِدْيَة کی طرف راجع کرتے ہیں اور فدیہ سے
صدقۃ الفطر مراد لیتے ہیں۔ یعنی جو لوگ

صدقۃ الفطر ادا کرنے کی طاقت رکھتے ہیں
ان پر اس کی ادائیگی واجب ہے۔ دوسری توجیہ
میں یُطِیْقُوْنَہٗ کی ضمیر کو آیۃ سابقہ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ
الآیۃ کے مفہوم کی طرف راجع کرتے ہیں۔ اور
مراد یہ لیتے ہیں کہ جو لوگ حالتِ مرض و سفر کے
روزوں کی قضا کر سکتے تھے۔ مگر انہوں نے
اس کی قضا نہ کی یہاں تک کہ دوسرا رمضان
آ گیا ان کے ذمہ واجب ہے کہ وہ فدیہ ادا کریں
یہ مذہب امام شافعی کا ہے۔ (فتح الرحمٰن بر
قرآن کریم مطبوعہ مجتبائی قدیم ص ۳۴)۔

صاحب المنار علامہ عبدہٗ سے ایک اور
توجیہ نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اطاقہ
کے معنی ہیں کسی کام کو بمشکل کر سکنا۔ چنانچہ
عرب اَطَاقَ الشَّیْئَ کا استعمال اس وقت
کرتے ہیں جب وہ دشوار کام ادا کیا جا سکتا
ہو اور اس میں سخت مشکل کا تحمل کرنا پڑتا ہو۔ تو
آیہ کا مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ روزہ رکھتے ہوئے
سخت تکلیف محسوس کرتے ہوں۔ مثلاً شیخ کبیر یا
وہ مریض جن کی صحت یابی کی امید نہ رہی ہو،
تو انہیں اجازت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور
اس کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں (المنار)۔
یہی قول ہمارے نزدیک قوی ہے۔ چنانچہ
امام بخاری نے حضرت ابن عباس کا قول
نقل کیا ہے کہ یہ آیۃ منسوخ نہیں ہے یہ اس
بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت سے متعلق ہے۔
جو روزہ رکھنے کی قوت نہیں رکھتے۔

(لَمْ) یُظٰهِرُوْا: انہوں نے مدد نہیں کی۔
مُظَاهَرَة سے نفی جحد بلم جمع مذکر غائب۔

یُظٰهِرُوْنَ: وہ ظہار کرتے ہیں۔ ظِہار
(مفاعلۃ) سے مضارع جمع مذکر غائب۔

ظِہار اصطلاح شرع میں یہ ہے کہ شوہر اپنی
بیوی کو ماں یا محرمات میں سے کسی اور کے
کسی ایسے عضو کے ساتھ تشبیہ دے جس پر بلا
ضرورت نظر کرنا حرام ہو۔ ظہار کرنے والے
پر کفارہ واجب ہوتا ہے اور کفارہ ادا کرنے کے
بعد یہ عورت حلال ہو جاتی ہے۔ کفارہ یہ
ہے کہ ایک غلام آزاد کیا جائے ورنہ ساٹھ
روزے متواتر رکھے یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ
مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ تفصیل کے لئے
کتب فقہ ملاحظہ ہوں۔

یَظْلَلْنَ: وہ ہو جائیں۔ فعل ناقص مضارع
جمع مؤنث غائب۔

یَظْلِمُ: وہ ظلم کرتا ہے۔ ظلم کرے۔ ظُلْم سے
مضارع واحد مذکر غائب

یَظْلِمُوْنَ: وہ ظلم کرتے ہیں۔ ظُلْم سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

یُظْلَمُوْنَ: ان پر ظلم کیا جائے گا۔ ظُلْم سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یَظُنُّ:۔ وہ گمان کرتا ہے۔ ظَنّ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَظُنُّوْنَ:۔ وہ گمان کرتے ہیں۔ وہ یقین کرتے ہیں۔ ظَنّ سے مضارع جمع مذکر غائب۔ (دیکھو ظَنّ)

یَظْهَرُ:۔ ظاہر ہو جائے۔ پھیل جائے۔ ظُهُوْر سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُظْهِرُ:۔ وہ ظاہر کرتا ہے۔ وہ ظاہر کرے گا۔ غالب کر دے۔ اِظْهَار سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَظْهَرُوْا:۔ وہ غالب آجائیں (منصوب ہے) وہ چڑھیں۔ ظُهُوْر سے مضارع جمع مذکر غائب

(لم) یَظْهَرُوْا:۔ وہ واقف نہیں ہوئے ظُهُوْر سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یَظْهَرُوْنَ:۔ وہ چڑھیں ظُهُوْر سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَعْبَؤُ:۔ وہ پروا کرتا ہے عَبْأ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَعْبُدُ:۔ وہ پوجتا ہے۔ عبادت کرتا ہے۔ عِبَادَة سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو عبادۃ)

یَعْبُدُوْا:۔ وہ عبادت کریں۔ مضارع جمع مذکر غائب منصوب یا مجزوم۔

یَعْبُدُوْنَ:۔ وہ بندگی کرتے ہیں۔ عِبَادَة سے مضارع جمع مذکر غائب۔

(کَانُوْا) یَعْبُدُوْنَ:۔ وہ عبادت کرتے تھے۔ عِبَادَة سے ماضی بعید جمع مذکر غائب۔

(کَانُوْا) یَعْتَدُوْنَ:۔ وہ حد سے تجاوز کرتے تھے۔ اِعْتِدَاء سے ماضی بعید جمع مذکر غائب۔

یَعْتَذِرُوْنَ:۔ وہ بہانہ کرتے ہیں۔ اِعْتِذَار سے مضارع جمع مذکر غائب۔

(لم) یَعْتَزِلُوْا:۔ وہ کنارہ کش نہ ہوئے اِعْتِزَال سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یَعْتَصِمْ:۔ مضبوط پکڑے۔ اعتماد کرے۔ اِعْتِصَام (بصلہ با) سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

عِصَام اس رسی کو کہتے ہیں جس سے کوئی چیز باندھی جائے۔ اور برتن کے دستہ کو بھی جس سے اسے پکڑا جائے۔ اسی سے اِعْتِصَام ہے جس کے معنی اَلتَّمَسُّکُ بِالشَّیْءِ کسی چیز کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنا ہیں۔ اِعْتِصَام باللہ کے معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے پکڑنا۔ [illegible] فکر و عمل کی بنیاد بنانا۔ اپنے تمام دینی و دنیوی معاملات میں اسی پر اعتماد و توکل کرنا اور اس سے قطع نظر کر کے کسی کا ہو نہ رہنا۔ وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰہِ فَقَدْ هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (۳:۱۰۱)

کسی نے اللہ تعالیٰ کو مضبوط پکڑا، اس نے سیدھا راستہ پالیا، یہیں یہی اعتصام مراد ہے۔ بعض دوسری مفردات

یُعْجِبُ:۔ وہ اچھی لگتی ہے۔ تعجب میں ڈالتی ہے۔ اِعْجَاب سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُعْجِزُ:۔ وہ عاجز کرتا ہے۔ اِعْجَاز سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُعْجِزُوْنَ:۔ وہ تھکا دیں گے۔ وہ عاجز کریں گے اِعْجَاز سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُعَجِّلُ:۔ وہ جلدی بھیجے۔ تَعْجِیْل سے مضارع واحد مذکر غائب

یَعِدُ:۔ وہ وعدہ کرتا ہے۔ وَعْد سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لم) **یَعِدْ**:۔ اس نے وعدہ نہیں کیا۔ وَعْد سے نفی جحد واحد مذکر غائب

یَعْدِلُوْنَ:۔ وہ انصاف کرتے ہیں۔ برابر کرتے ہیں۔ شرک کرتے ہیں۔ عَدْل سے مضارع جمع مذکر غائب۔ (دیکھو عَدْل)

یَعْدُوْنَ:۔ وہ حد سے بڑھتے ہیں۔ نافرمانی کرتے ہیں عُدْوَان سے مضارع جمع مذکر غائب عَدْو کے معنی ہیں بڑھ جانا اور ملا نہ رہنا اگر یہ بات قلب کے اعتبار سے ہو تو اسے عَدَاوَة اور مُعَادَاة یعنی دشمنی کہتے ہیں۔ اور اگر رفتار کے اعتبار سے ہو تو اسے عَدْو دوڑ یعنی تیز چلنا جاتا کہتے ہیں اور اگر معاملات دینی و دنیوی میں انصاف کی حدود سے تجاوز کے لئے استعمال ہو تو اسے عُدْوَان اور عَدْو ظلم۔ الٰہی کہتے ہیں اسی مادہ سے اِعْتِدَاء (افتعال) اور تَعَدِّی (تفعل) حد سے تجاوز کرنے حدود شریعت کو توڑنے اور ظلم کرنے کے معنی میں آتے ہیں قرآن کریم میں اصحاب السبت کے تذکرہ میں کہا گیا ہے اِذْ یَعْدُوْنَ فِی السَّبْتِ۔ جب وہ سرکشی کرنے لگے ہیں۔ اَلَّذِیْنَ اعْتَدَوْا مِنْکُمْ فِی السَّبْتِ تو یہاں عدوان اور اعتدا سے ان کا سبت کے ممنوع دن مچھلیاں پکڑنا مراد ہے (مزید تفصیل کے لئے دیکھو (اصحاب السبت)

یُعَذِّبُ:۔ وہ عذاب دیتا ہے۔ وہ عذاب دے گا۔ وہ عذاب دے۔ تَعْذِیْب سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَعْرُجُ:۔ وہ چڑھتا ہے۔ وہ چڑھے گا عُرُوْج سے مضارع واحد مذکر غائب فرمایا گیا ہے۔ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهِ یعنی اللہ تعالیٰ کا علم تمام کائنات کی ہر چیز کو محیط ہے جو چیزیں زمین میں گھستی ہیں۔ مثلاً بیج، خزانے دفینے، مردے اور جو چیزیں اس میں سے نکلتی ہیں مثلاً پانی، نباتات، جواہرات، چشمے، اور جو

چیزیں آسمان سے اترتی ہیں مثلاً فرشتے، آسمانی آفتیں، تقدیریں، رزق، بارش، بجلی اور جو چیزیں آسمان پر چڑھتی ہیں مثلاً فرشتے، بندوں کے اعمال، بخارات وغیرہ اللہ تعالیٰ سب سے پوری طرح باخبر ہے۔ بیضاوی ص ۱۰۲۔

يَعْرُجُوْنَ:۔ وہ چڑھتے ہیں۔ عُرُوْج سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَعْرِشُوْنَ:۔ وہ چھت بناتے ہیں۔ منڈوا چڑھاتے ہیں۔ عَرْش سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُعْرَضُ:۔ وہ پیش کیا جائے گا۔ عَرْض سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يُعْرِضُ:۔ وہ منہ پھیرتا ہے روگردانی کرتا ہے۔ اِعْرَاض سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُعْرِضُوْا:۔ وہ منہ پھیر لیں۔ اِعْرَاض سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

يُعْرَضُوْنَ:۔ وہ پیش کئے جائیں گے عَرْض سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

يُعْرَفُ:۔ وہ پہچانا جائے گا۔ عِرْفَان سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يُعْرَفْنَ:۔ وہ پہچانی جائیں۔ عِرْفَان سے مضارع مجہول جمع مؤنث غائب۔

(لم) **يَعْرِفُوْا**:۔ انہوں نے نہیں پہچانا عِرْفَان سے نفی جحد بلم جمع مذکر غائب۔

يَعْرِفُوْنَ:۔ وہ پہچانیں گے۔ پہچانتے ہیں۔ پہچان لیں گے عِرْفَان سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَغْرُبُ:۔ وہ چھپتا ہے۔ دور ہوتا ہے غُرُوْب سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَعْشُ:۔ اندھا بنتا ہے۔ غفلت کرتا ہے۔ (للبلاغۃ) عَشْو سے مضارع واحد مذکر غائب۔ مجزوم۔ عَشَا آنکھ میں جو اندھیرا آجائے اسے کہتے ہیں اور عَشِيَ يَعْشٰى کے معنی شب کور ہونے یا اندھا ہونے کے ہیں۔ لہٰذا عَشْو۔ مجازاً غفلت کرنے اور اعراض کرنے کے معنی میں مستعمل ہے۔

يَعْصِ:۔ وہ نافرمانی کرے عِصْيَان سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

يَعْصِرُوْنَ:۔ وہ نچوڑیں گے۔ عَصْر سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَعْصِمُ:۔ وہ بچاتا ہے۔ وہ بچائے گا عِصْمَة سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَعْصُوْنَ:۔ وہ نافرمانی کرتے ہیں۔ عِصْيَان سے مضارع جمع مذکر غائب۔ (دیکھو عِصْيَان)

يَعْصِيْنَ:۔ وہ نافرمانی کریں عِصْيَان سے مضارع جمع مؤنث غائب۔

يَعَضُّ:۔ وہ کاٹے گا۔ (باب) عَضَّ يَعَضُّ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ اور عَضَّ عَلٰى يَدَيْهِ سے اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹنا۔ (دیکھئے

معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ ندامت کے وقت آدمی اپنے ہاتھوں کو انگلیوں کو دانتوں سے کاٹنے لگتا ہے۔ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ اور جس دن ظالم نادم ہوگا۔ یہی معنی مراد ہیں۔

يُعْطُوا:- وہ دیں۔ اِعْطَاءٌ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب و مجزوم۔

(لم) **يُعْطَوْا**:- ان کو نہ دیا جائے۔ اِعْطَاءٌ سے نفی جحد مجہول جمع مذکر غائب مجزوم۔

يُعْطِي:- وہ عطا فرمائے گا۔ وہ دے گا۔ اِعْطَاءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَعِظُ:- وہ نصیحت کرتا ہے۔ وَعْظٌ سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو مَوْعِظَة)

يُعْظِمْ:- وہ بڑا بنائے گا۔ اِعْظَامٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُعَظِّمْ:- وہ تعظیم کرے احترام کرے۔ تَعْظِيمٌ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

يَعْفُوَ:- وہ درگذر کرے وہ معاف کرے۔ وہ درگزر کرتا (فعلہ عن) عَفْوٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَعْفُوْا:- وہ معاف کریں۔ عَفْوٌ سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

يَعْفُوْنَ:- وہ معاف کریں عَفْوٌ سے مضارع جمع مؤنث غائب۔ عَفْوٌ کے اصل معنی مٹانے کے ہیں۔ چونکہ معافی سے بھی گناہ کا اثر مٹ جاتا ہے اس لئے اس کو عفو کہتے ہیں۔

(لم) **يُعَقِّبْ**:- وہ پیچھے نہ پلٹا۔ تَعْقِيبٌ سے نفی جحد واحد مذکر غائب

يَعْقِلُ:- وہ سمجھتا ہے۔ وہ سمجھے گا۔ عَقْلٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَعْقِلُوْنَ:- وہ سمجھتے ہیں وہ سمجھیں۔ عَقْلٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔ (دیکھو تَعْقِلُوْنَ)

يَعْقُوْبُ:- حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام۔ حضرت یوسف کے باپ اور حضرت ابراہیم کے پوتے تھے۔ حضرت ابراہیم نے عراق سے ہجرت فرما کر ارض کنعان (شام) کے شہر وطن حبرون (مدینۃ الخلیل) میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ قوم لوط پر عذاب نازل کرنے والے فرشتے جب حضرت ابراہیم کے پاس سے ہوکر گذرے تو انہوں نے حضرت ابراہیم کی زوجہ محترمہ سارہ رضی اللہ عنہا کو جبکہ وہ بڑھاپے میں اولاد سے مایوس ہوچکی تھیں حضرت اسحاق اور ان کے بعد ان کے بیٹے حضرت یعقوب کے پیدا ہونے کی بشارت دی فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ہم نے اس کو اسحق کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی

آیت نازل ہوئی۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ
اللّٰهِ شَاهِدِيْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ
حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِى النَّارِ هُمْ خَالِدُوْنَ
اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ
وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا
مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ مشرکوں کا کام نہیں کہ وہ اللہ
کی مسجدوں کو آباد کریں درحالیکہ وہ اپنے اعمال
کفر سے عملی طور پر اپنے کفر کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان
لوگوں کے ظاہری اعمال رائگاں ہوئے اور وہ جہنم میں
ہمیشہ رہیں گے اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے
جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا۔ نماز
اور زکوٰۃ کا پابند رہا۔ اللہ کے سوا کسی سے نہ
ڈرا۔ سو یہ لوگ بجا طور پر امید کر سکیں کہ ہدایت
یافتہ قرار پائیں۔ مطلب یہ ہے کہ مساجد کی تعمیر
اس لئے کی جاتی ہے کہ ان کو صحیح مقصد کیلئے استعمال
کیا جائے ایمان و خلوص کی قوت کے ساتھ
خداوند قدوس کے سامنے سربسجود ہوا جائے۔ آخرت کی
زندگی اور اعمال کو دنیا پر تسلیم کیا جائے اور اپنی
دنیوی زندگی کو ایسے سانچے میں ڈھالا جائے کہ حقوق اللہ
اور حقوق العباد کی ادائیگی کرنا ہی زندگی کا عظیم
مقصد کیلئے قربانی و سرفروشی کا جذبہ پیدا کیا۔

جائے کہ وقت آنے پر باطل کی بڑی سے بڑی
طاقت سے ٹکرانے میں ذرہ برابر جھجک نہ ہو۔
جن بزرگوں کا ارادہ یہ ہو انہی کو حق ہے کہ اپنے کو
راہِ حق پہ سمجھیں۔ باقی بطور رسم و پیشہ کے متبرک
مقامات کی ظاہری آرائش کرنا اور زائرین سے
دنیوی مفاد حاصل کرنے کے لئے ان کی مجاوری
کے فرائض انجام دینا یہ اعمال صالحہ وجہ اللہ نہ ہونے
کی وجہ سے یوں بھی قابل اعتنا نہیں پھر اگر
مشرکوں سے ان اعمال کا صدور ہو تو یہ پکار کی
برابر بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ کیونکہ مشرک اللہ
تعالیٰ کی معرفت سے محروم ہے، اس لئے اس کا کوئی
عمل کسی درجہ میں بھی اللہ تعالیٰ کیلئے نہیں ہو سکتا۔

جب حقیقت یہ ہے تو ان کھوٹے سکوں پر
اترانا مشرکوں کو کسی طرح زیبا نہیں۔ بلکہ انہیں یہ
بھی حق حاصل نہیں کہ وہ ان مقدس مقامات میں
اپنے مزعومہ رسوم کی ادائگی کے لئے اکٹھے ہوں اور
منظم ہوں اور اس طرح ان مقامات کے تقدس و
احترام کو زائل کریں۔

ان آیات میں ان پیرزادوں اور سجادہ نشینوں
کے لئے بڑی عبرت کا سامان ہے جنہوں نے
مقابر و معابد کو قبر پرستی، نذر لغیر اللہ، استمداد
من غیر اللہ، قوالی، رقص و سرود اور فسق و فجور کا
مرکز بنائے ہوئے ہیں۔ اور ان اعمال کو اسلام کی

نہی واحد مذکر غائب با نون ثقیلہ۔

يُغْرِقُ:۔ وہ ڈبوتا ہے۔ اِغْرَاق سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَغْشٰى:۔ وہ ڈھانپتا ہے۔ چھپاتا ہے غَشَيَان سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُغْشِي:۔ وہ اڑھاتا ہے۔ وہ ڈھانپتا ہے اِغْشَاء (متعدی بدو مفعول) سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُغْشٰى:۔ غشی طاری ہوتی ہے۔ غَشَيَان۔ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يُغَشِّي:۔ وہ ڈالتا ہے۔ وہ اڑھاتا ہے تَغْشِيَة (متعدی بدو مفعول) سے مضارع واحد مذکر غائب

يَغْضُضْنَ:۔ وہ نیچی کریں۔ غَضّ سے مضارع جمع مونث غائب۔ (دیکھو يَغُضُّونَ)

يَغُضُّوا:۔ وہ پست کریں۔ غَضّ سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

يَغُضُّونَ:۔ وہ پست کرتے ہیں غَضّ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

غَضّ کے معنی نگاہ اور آواز کو پست کرنے اور کم کرنے کے ہیں۔ قرآن کریم میں دونوں معنے میں اسکا استعمال ہوا ہے۔ سورۂ نور میں ہے قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (مومنوں سے کہدو کہ وہ اپنی آنکھیں پست کریں)

اور سورۂ حجرات میں ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ (بے شک جو لوگ پست کرتے ہیں اپنی آوازوں کو

يَغْفِرُ:۔ وہ بخشتا ہے۔ بخشے گا۔ بخشدے۔ غُفْرَان سے مضارع واحد مذکر غائب۔

لَنْ يَغْفِرَ:۔ ہرگز نہ بخشے گا۔ غُفْرَان سے منفی مستقبل مؤکد بہ لَنْ واحد مذکر غائب۔

يُغْفَرُ:۔ وہ بخش جائے گا۔ بخش جائے غُفْرَان سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب

يَغْفِرُوا:۔ وہ معاف کردیں۔ غُفْرَان سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

يَغْفِرُوْنَ:۔ وہ بخشتے ہیں۔ معاف کرتے ہیں۔ غُفْرَان سے مضارع جمع مذکر غائب۔ (رجوع غفر)

يَغُلَّ:۔ وہ خیانت کرے۔ غُلُوْل سے مضارع واحد مذکر غائب۔

غَلَلٌ کے معنی کسی چیز کو پہننا اور اس کے بیچ میں داخل ہو جاتا ہیں۔ اسی سے غَلَلٌ اس پانی کو کہتے ہیں جو درختوں کے بیچ میں بہ رہا ہو اور غُلَالَۃ اس کپڑے کو کہتے ہیں جسے دو کپڑوں کے بیچ میں پہنا جائے غُلُوْل خیانت اور بد دیانتی کے معنی میں آتا ہے اور غِلّ کینہ، دشمنی کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی دل کے اندر چھپی ہوئی ہوتی ہے (مفردات)

یَغْلِبُ :۔ وہ غالب آجائے غَلَبَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَغْلِبُوْا :۔ وہ غالب ہوں گے غَلَبَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم

یَغْلِبُوْنَ :۔ وہ غالب ہوں گے غَلَبَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُغْلَبُوْنَ :۔ وہ مغلوب ہوں گے۔ غَلَبَۃ سے مجہول جمع مذکر غائب۔

یَغُلَّ :۔ وہ خیانت کرے غُلُوْل سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

یَغْلِیْ :۔ وہ جوش مارے گا۔ غَلْیٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُغْنِ :۔ بے نیاز کردے گا۔ تونگر کردے گا اِغْنَاءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

(لَمْ) یَغْنَوْا :۔ وہ نہیں بسے تھے غِنیٰ سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

(لَنْ) یُغْنُوْا :۔ وہ ہرگز فائدہ نہ دیں گے بمعنی عَنْ اِغْنَاءٌ سے نفی تاکید مستقبل بہ لَنْ جمع مذکر غائب۔

یُغْنِیْ :۔ مالدار کر دیگا۔ مالدار کردے (بلا صلہ) کافی ہوتا ہے۔ بے نیاز کریگا۔ (بمعنی مِنْ و بلا صلہ) فائدہ دے گا (بمعنی عَنْ) اِغْنَاءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ کہا جاتا ہے اَغْنٰی عَنْہُ هٰذَا (اس کو یہ کافی ہوا) اور مَا یُغْنِیْ عَنْکَ هٰذَا (یہ تجھ کو فائدہ نہ دیگی)۔

(لَمْ) یُغْنِیَا :۔ وہ کام نہ آئے۔ وہ دونوں فائدہ نہ دیں۔ اِغْنَاءٌ (بمعنی عَنْ) سے نفی جحد تثنیہ مذکر غائب۔

یَغُوْثُ :۔ ایک بت کا نام جسے قوم نوح پوجتی تھی۔ یہ بت شیر کی شکل کا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں پانچ بت پوجے جاتے تھے۔ وَدّ۔ سُوَاع۔ یَغُوْثَ۔ یَعُوْقَ۔ نَسْر۔ حضرت شاہ عبد العزیز کی تحقیق یہ ہے جیسا کہ دوسرے مفسرین نے بھی لکھا ہے کہ یہ حضرت ادریس علیہ السلام کے صاحبزادوں کے نام تھے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کی یاد تازہ رکھنے کیلئے عقیدتمندوں نے ان میں سے ہر ایک کا بت ان صفات کے مطابق بنایا جو ان میں غالب تھی۔ چنانچہ یغوث میں بہادری کی صفت غالب تھی اس کا بت شیر کی شکل کا بنایا اور یعوق میں چستی و تیز روی کی۔ اس کا بت گھوڑے کی شکل کا بنایا وغیر ذالک۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مبتلائے اسلام حضرت علی کی صفت اسد اللّٰہی کے پیش نظر ان کی تصویر شیر کی شکل کی بناتے ہیں۔ (تفسیر عزیزی)۔

یَغُوْصُوْنَ :۔ وہ غوطہ لگاتے ہیں۔ غَوْصٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُغْوِیْ :۔ وہ گمراہ کرے۔ اِغْوَاءٌ سے مضارع

کاریوں اور اعمال و عقائدِ فاسدہ میں مبتلا ہو۔ ضروری نہیں کہ اسے دنیا ہی میں سزا دی جائے لیکن جو قوم مجموعی طور پر یہ غلط روش اختیار کرتی ہے وہ یقیناً اسی دنیا میں اپنے کیفرِ کردار کو پہنچتی ہے اسی طرح جو قوم ایمان و اعمالِ صالحہ کے زیور سے آراستہ ہوتی ہے اسے رامی نہ اسی دنیا میں قوت و اقتدار اور ترقی و عروج حاصل ہوتا ہے (تفسیر منار)

(۱) یُغَیِّرُنَّ :۔ وہ ضرور بدل ڈالیں گے تغییر سے جمع مذکر غائب مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ

یُغَیِّرُوْا :۔ وہ بدل ڈالیں۔ تَغْیِیْرٌ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب و مجزوم۔

یُغِیْظُ :۔ وہ جی جلاتا ہے۔ غضبناک کرتا ہے ناراض کرتا ہے۔ غَیْظٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَفْتَحُ :۔ وہ کھولتا ہے۔ کھولے۔ فَتْحٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَفْتَدُوْا :۔ وہ فدیہ دیں۔ اِفْتِدَاءٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔ کہا جاتا ہے۔ اِفْتَدٰی مِنْہُ بکذا اس سے چھٹکارا حاصل کیا یہ دے کر۔ اور فدیہ اس رقم کو کہتے ہیں جو چھٹکارا پانے کے لئے بدلہ میں دی جاتی ہے۔ (دیکھو فَدَیْنٰہُ)

یَفْتَدِیْ :۔ وہ فدیہ دے۔ بدلہ دیدے۔ چھٹکارا حاصل کرے۔ اِفْتِدَاءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو فِدْیَۃٌ)

یُفْتَرُ :۔ نہ روکا جائے گا۔ نہ ہلکا کیا جائے گا۔ تَفْتِیْرٌ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ فُتُوْرٌ تیزی کے بعد سکون سختی کے بعد نرمی اور قوت کے بعد کمزوری کو کہتے ہیں اسی سے باب تفعیل میں تَفْتِیْرٌ متعدی آتا ہے (مفردات)

یُفْتَرٰی :۔ گھڑا جائے۔ بنایا جائے۔ اِفْتِرَاءٌ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

اصل میں اس کے معنی ہیں تیزی کو کاٹنے کے لئے دیکھنا بھالنا اور اندازہ کرنا۔ پس افتراء کے معنی ہوئے بنا سنوار کر کوئی بات پیش کرنا اور قصداً کسی کی طرف اسے غلط منسوب کرنا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَا کَانَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ یُّفْتَرٰی مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ (یونس)

اس آیت میں نحوی ترکیب کے لحاظ سے اَنْ مصدریہ ہے اور اَنْ یُّفْتَرٰی کان کی خبر ہے یعنی یہ قرآن عزیز بطور جھوٹ اور افتراء کے گھڑا ہوا اور اللہ تعالیٰ کی طرف غلط منسوب کیا ہوا نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر)۔

یَفْتَرُوْنَ :۔ وہ بہتان باندھتے ہیں اِفْتِرَاءٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَفْتَرِیْ :۔ وہ جھوٹ گھڑتا ہے۔ اِفْتِرَاءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَفْتَرِیْنَ :۔ وہ جھوٹ گھڑیں اِفْتِرَاءٌ سے

مضارع جمع مؤنث غائب۔

یَفْتِنُ:۔ وہ ستاتا ہے۔ فُتُوْن سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَفْتِنُوْا:۔ وہ بہکائیں۔ فُتُوْن سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَفْتِنُوْنَ:۔ وہ فتنہ میں ڈالتے ہیں۔ فُتُوْن سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُفْتَنُوْنَ:۔ وہ تپائے جائیں گے۔ وہ آزمائے جاتے ہیں۔ فِتْنَةٌ اور فُتُوْن سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ (دیکھو فِتْنَةٌ)

یُفْتِیْ:۔ وہ فتویٰ دیتا ہے اِفْتَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَفْجُرُ:۔ وہ نافرمانی کرتا ہے۔ فُجُوْر سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُفَجِّرُوْنَ:۔ وہ بہاتے ہیں۔ وہ بہائیں گے۔ تَفْجِیْر سے مضارع جمع مذکر غائب

یَفِرُّ:۔ وہ بھاگے گا۔ فِرَار سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَفْرَحُ:۔ وہ خوش ہوگا فَرَح سے مضارع واحد مذکر غائب۔

لِ یَفْرَحُوْا:۔ وہ خوش ہوں۔ فَرَح سے امر جمع مذکر غائب۔

یَفْرَحُوْنَ:۔ وہ خوش ہوتے ہیں۔ فَرَح سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَفْرُطُ:۔ وہ جلد بازی کرے۔ حد سے بڑھے۔ تکلیف پہنچائے۔ فَرْط (بصلہ عَلٰی) سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُفْرِطُوْنَ:۔ وہ کوتاہی کرتے ہیں۔ تَفْرِیْط سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُفْرَقُ:۔ طے کیا جاتا ہے۔ فیصل کیا جاتا ہے فَرْق سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یُفَرِّقُوْنَ:۔ وہ تفریق کرتے ہیں پھوٹ ڈالتے ہیں (بصلہ بَیْنَ) تفریق سے مضارع جمع مذکر غائب

لَمْ یُفَرِّقُوْا:۔ انہوں نے تفریق نہیں کی نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یُفَرِّقُوْا۔ وہ تفریق کریں۔ تَفْرِیْق سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

یَفْرَقُوْنَ:۔ وہ ڈرتے ہیں فَرَق سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَفْسَحُ:۔ وہ کشادہ کرے گا۔ فَسْح سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُفْسِدُ:۔ وہ فساد کرے۔ خرابی ڈالے۔ اِفْسَاد سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُفْسِدُوْا:۔ وہ فساد کریں۔ بگاڑ کریں اِفْسَاد سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یُفْسِدُوْنَ:۔ وہ فساد کرتے ہیں۔ خرابی

ڈالتے ہیں۔ فَسَاد سے مضارع جمع مذکر غائب (دیکھو فَسَاد)

يَفْسُقُوْنَ :- وہ نافرمانی کرتے ہیں۔ فِسْق سے مضارع جمع مذکر غائب۔ (دیکھو فَاسِق)

يَفْصِلُ :- وہ فیصلہ کرے گا (بہلہ بیّن) فصل سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُفَصِّلُ :- وہ کھول کر بیان کرتا ہے۔ تَفْصِيْل سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَفْعَلُ :- وہ کرتا ہے۔ وہ کرے گا۔ فَعْل سے مضارع واحد مذکر غائب

يُفْعَلُ :- وہ کیا جائے گا۔ فَعْل سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

(لَمْ) يَفْعَلُوْا :- انہوں نے نہیں کیا۔ نفی جحد جمع مذکر غائب۔

يَفْعَلُوْنَ :- وہ کرتے ہیں۔ کریں گے۔ فَعْل سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَفْقَهُوْا :- وہ سمجھ لیں۔ فِقْه سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

يَفْقَهُوْنَ :- سمجھتے ہیں یا سمجھتے ہیں۔ سمجھیں فِقْه سے مضارع جمع مذکر غائب۔

فِقْه کے معنی علم فہم، ذہانت اور ذکاوت کے بالعموم لغات میں لکھے گئے ہیں۔

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں:۔

الفقہ ھو التوصل الی علم غائب بعلم شاھدٍ فھو اخص من العلم (فقہ معلوم شدہ علم) سے علم غائب کی طرف پہنچنا ہے۔ لہٰذا یہ مطلق علم سے خاص ہے۔

ابن اثیر نے نہایہ میں لکھا ہے کہ اسکا اشتقاق شق و فتح سے ہے یعنی اس کے اصل معنی "پھاڑنا" اور "کھولنا" ہیں۔ گویا فقہ اور فقء دونوں ہم معنی ہیں۔ ہمزہ اور ہا، کا ہم مخرج ہونے کی وجہ سے ہا سے بدل بھی جاتا ہے۔ چنانچہ فَقَءُ البَا کے معنی کسی چیز کو چیر کر اسکے اندرونی حصہ کو باہر نکالنے کے ہیں۔ اس لئے حکیم ترمذی نے اس سے استدلال کیا ہے کہ فِقْهُ الشَّیْءِ کے معنی کسی چیز کے باطن کی معرفت اور اس کی گہرائیوں تک پہنچنا ہیں لہٰذا جو شخص امور کے متعلق سرسری اور سرسری معلومات رکھتا ہے اسے فقیہ نہیں کہا جا سکتا۔

فقہ کا لفظ شریعت کے فروع کے علم کیلئے استعمال ہونے لگا۔ یہ اصطلاح نزول قرآن کے بعد کی ہے۔ قرآن کریم اور حدیث شریف میں جہاں یہ مادہ استعمال ہوا ہے وہاں اسکے یہ معنی نہیں لئے جا سکتے حقیقت یہ ہے کہ قدماء بھی ہر اس شخص کو جو شریعت کے فروعی مسائل سے واقف ہو فقیہ نہیں کہتے تھے۔ بلکہ اس شخص کو کہتے تھے جو مسائل کے ساتھ ساتھ ان کے

وہ اُن سے بھی آگاہی رکھتا ہو۔ چنانچہ امام
غزالی نے :۔
بیان مایدل من الفاظ العلوم میں لکھا
ہے کہ لفظ فقہ میں جو تصرف کیا گیا ہے وہ تخصیص
کے ساتھ ہے نقل و تحویل کے ساتھ نہیں کیونکہ
اس کو فتاویٰ کی نادر فروع کے جاننے اور ان کی
باریک علتوں کو پہچاننے کے معنی میں استعمال
کرنے لگے ہیں۔ پھر امام صاحب نے لکھا ہے :۔
"علم فقہ کا اطلاق عصر اول میں راہِ آخرت کے
علم نفس انسانی کی آفات اور اعمال کے مفسدات
کی باریکیوں کی معرفت، اور دنیا کی بے حقیقی
کو پوری طرح سمجھنے کی قوت اور لذاتِ آخرت
کی طرف رغبت کی شدت اور دل پر خدا کے خوف
و خشیت کے مکمل تسلط پر ہوتا تھا اس کی دلیل
آیہ قرآنی فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ
طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا
قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ
يَحْذَرُونَ۔ کیا کیوں نہ ہوا کہ مسلمانوں کی
ہر جماعت میں سے ایک گروہ دین کے لئے نکلتا
تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کرتے اور اپنی قوم کے
لوگوں کو ڈراتے جبکہ وہ ان کی طرف لوٹ کر آتے۔
ظاہر ہے کہ انذار و تخویف (یعنی تبلیغ دین) فقہ کے
اسی مفہوم کے حصول پر منحصر ہے جس کا ہم نے ذکر کیا
نہ کہ طلاق و عتاق، لعان و سلم و اجارہ کے مسائل
کے علم پر۔ کیونکہ محض اس علم سے یہ مقصد حاصل
نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ ان مسائل میں مسلسل لگے رہنا
دل کو سخت کر دیتا ہے اور اس کی جانب سے خشیت کو
نکال دیتا ہے۔ جیسا کہ ہم ان لوگوں میں دیکھتے ہیں
جو محض اسی کے ہو رہتے ہیں۔ ختم کلام امام۔

صاحب لسان فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں یہ
لفظ جہاں جہاں استعمال ہوا ہے۔ وہ ہر جگہ بجز
ایک مقام کے، فہم کی باریکی اور علم کی گہرائی کی
وہ خاص صورت مراد ہے جس پر حصول نفع کا
دارومدار ہے۔ مثلاً لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا
من الآيات۔

اہل لغت نے معانی نحوی و معنوی میں
فرق کرنے کے لئے یہ تفصیل کی ہے کہ فَقِهَ يَفْقَهُ
فِقْهًا، بروزن عَلِمَ يَعْلَمُ کے معنی ہیں سمجھ اور
بوجھنا۔ و فَقُهَ يَفْقُهُ فَقَاهَةً (بروزن کَرُمَ يَكْرُمُ
کے معنی ہیں فقیہ ہو جانا)۔ ماخوذ از تفسیر منار

(لا) يُفْلِحُ :۔ وہ کامیاب نہیں ہوتا ہے۔
کامیاب نہیں ہوگا۔ اِفْلَاحٌ سے مضارع منفی
واحد مذکر غائب۔

(لا) يُفْلِحُونَ :۔ وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔
اِفْلَاحٌ سے مضارع منفی جمع مذکر غائب۔

يُقَاتِلُ :۔ وہ جنگ کرتا ہے۔ جنگ کرے

قِتَال سے مضارع واحد مذکر غائب

دل، یُقَاتِلُ :۔ اسے جنگ کرنی چاہیئے۔ قِتَال سے امر واحد مذکر غائب۔

یُقَاتِلُوا :۔ وہ جنگ کریں۔ قِتَال سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب و مجزوم۔

لَمْ یُقَاتِلُوا :۔ انہوں نے جنگ نہیں کی قِتَال سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یُقَاتَلُونَ :۔ ان سے جنگ کی جاتی ہے قِتَال سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یُقَاتِلُونَ :۔ وہ جنگ کرتے ہیں۔ قِتَال سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُقَالُ :۔ کہا جاتا ہے۔ کہا جائیگا۔ قَوْل سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یَقْبِضُ :۔ وہ روکتا ہے۔ چھین لیتا ہے، مارتا ہے قَبْض کے معنی ہیں کسی چیز کو پورے ہاتھ میں لینا۔ قَبَضَ بِالْیَدِ عَلَی الشَّیْءِ کے معنی ہیں کسی چیز کو ہاتھ میں لینے کے بعد ہاتھ کو بھینچ لینا۔ قَبَضَ یَدَہُ عَنِ الشَّیْءِ کے معنی ہیں کسی چیز کو لئے بغیر ہاتھ کو کھینچ لیا۔ یعنی اس سے رکنا اور اسے نہ لینا۔ چنانچہ یَقْبِضُونَ اَیْدِیَهُمْ کے معنی ہیں وہ اپنے ہاتھوں کو روکتے ہیں۔ یعنی بخل کرتے ہیں پھر قبض مطلقاً کسی چیز کو حاصل کرنے کے معنی میں بھی آنے لگا جیسے قَبَضْتُ الدَّارَ میں نے مکان پر قبضہ کیا اور جان لینے کے معنی میں بھی چنانچہ قَبَضَهُ اللّٰهُ کے معنی ہیں خدا نے اسے مار دیا۔ وَاللّٰهُ یَقْبِضُ وَیَبْسُطُ کے معنی ہیں اللہ تعالٰے کبھی چھین لیتا ہے اور کبھی عطا کرتا ہے۔ یا ایک قوم سے چھینتا ہے اور دوسری کو عطا کرتا ہے یا ایک مرتبہ جمع کرتا ہے اور دوسری مرتبہ منتشر کر دیتا ہے یا مارتا ہے اور دوبارہ زندہ کرتا ہے (مفردات)۔ قَبَضَ الطَّائِرُ جَنَاحَهُ کے معنی ہیں پرندہ کا اپنے بازو کو بھینچنا۔ چنانچہ اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ (کیا وہ اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھتے ہیں پر کھولے ہوئے اور سمیٹے ہوئے۔ میں یہی معنی ہیں۔

یَقْبِضْنَ :۔ وہ سکیڑتی ہیں۔ قبض سے مضارع جمع مؤنث غائب۔ (دیکھو یَقْبِضُ)

یَقْبِضُونَ :۔ وہ روکتے ہیں۔ بند کرتے ہیں۔ قبض سے مضارع جمع مذکر غائب (دیکھو یَقْبِضُ)

یَقْبَلُ :۔ وہ قبول کرتا ہے۔ قبول سے مضارع واحد مذکر غائب۔

لَنْ یُقْبَلَ :۔ ہرگز قبول نہ کیا قبول سے منفی مستقبل مؤکد بہ لن۔

یُقْبَلُ :۔ وہ قبول کیا جاتا ہے۔ وہ قبول کیا جائے گا۔ قبول سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب

یَقْتَتِلَانِ :۔ وہ دو جنگ کرتے ہیں۔ اِقْتِتَال سے

مضارع تثنیہ مذکر غائب۔
یَقْتَرِفُ:۔ وہ کماتا ہے۔ ارتکاب کرتا ہے
اِقْتِرَاف سے مضارع واحد مذکر غائب۔
یَقْتَرِفُوْا:۔ وہ ارتکاب کریں۔ اِقْتِرَاف سے
مضارع جمع مذکر غائب۔ مجزوم بالام امر۔
یَقْتَرِفُوْنَ:۔ وہ کماتے ہیں۔ اِقْتِرَاف سے
مضارع جمع مذکر غائب۔
لَمْ یَقْتُرُوْا:۔ انہوں نے تنگی نہ کی۔ خرچ
کرنے میں بخل نہ کیا۔ قَتْرٌ سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔
تقتیر اور قَتْر کے معنی ہیں ضروری خرچ کرنے
میں کمی کرنا۔ یہ اسراف کے مقابل ہے جو بےجا
موقعوں پر خرچ کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے
تقتیر اور اِسْرَاف دونوں ناپسندیدہ ہیں۔
پسندیدہ درمیانی چال ہے چنانچہ سورۃ فرقان
میں خدا کے نیک بندوں کے خصائل کے بیان میں
فرمایا گیا ہے:۔ وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا
وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا
(اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرنے لگیں تو نہ بیجا
اڑائیں اور نہ خرچ کرنے میں تنگی کریں اور ہے
اس کے بیچ بیچ سیدھی گزران) دیکھو مُبَذِّرِیْنَ
یَقْتُلُ:۔ وہ قتل کرتا ہے یا کرے گا۔ وہ قتل کرے
قَتْلٌ سے مضارع واحد مذکر غائب
یُقْتَلُ:۔ وہ قتل کیا جائے۔ وہ قتل کر دیا جائے
قَتْل سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔
لَا یَقْتُلْنَ:۔ وہ قتل نہ کریں۔ قتل سے نہی
جمع مؤنث غائب۔
یُقَتَّلُوْا:۔ وہ خوب قتل کئے جائیں تَقْتِیْل
سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔
یَقْتُلُوْا:۔ وہ قتل کر دیں۔ قَتْل سے مضارع
جمع مذکر غائب منصوب۔
یُقَتِّلُوْنَ:۔ وہ خوب قتل کرتے ہیں تَقْتِیْل سے
مضارع جمع مذکر غائب۔
یَقْتُلُوْنَ:۔ وہ قتل کرتے ہیں۔ وہ قتل کرڈالیں
قَتْل سے مضارع جمع مذکر غائب۔
یُقْتَلُوْنَ:۔ وہ قتل کئے جاتے ہیں قَتْل سے
مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔
یُقَدِّرُ:۔ وہ اندازہ کرتا ہے یا کرے گا۔
تَقْدِیْر سے مضارع واحد مذکر غائب۔
یَقْدِرُ:۔ تنگ کرتا ہے۔ قادر ہوگا۔
پہلے معنی میں قدر سے اور دوسرے معنی میں قدرۃ
(بعلم علی) سے مضارع واحد مذکر غائب۔
قال اللہ تعالیٰ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ
لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
آپ کہہ دیں کہ بے شک میرا رب جس کیلئے
چاہتا ہے روزی فراخ کرتا ہے اور جس کیلئے
چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔ یعنی رزق کی فراخی و

تنگی اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ اپنی حکمت کے مطابق جسے جتنا چاہتا ہے عطا فرماتا ہے
اس آیت سے ہدایات ذیل مستفاد ہوتی ہے۔
(۱) مالدار و تونگر کو اپنی دولت و تونگری پر اترانا نہ چاہیئے۔ کیونکہ اسے جو کچھ حاصل ہے وہ خدا کا عطیہ و بخشش ہے اور وہ جب چاہے اپنی اس بخشش کو سلب کر سکتا ہے نیز اسے ان حقوق مالیہ کی ادائیگی سے بھی غافل ہونا چاہیئے جو اللہ تعالیٰ نے اسکے مال میں خود اسکے اور اس کے دوسرے انسانی بھائیوں کے نفع کے لیۓ اسکے ذمہ واجب قرار دیئے ہیں۔
(۲) غریب اور مفلس کو اپنی غربت و افلاس کے دور کرنے کی تدابیر اختیار کرنے کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ یہ فقر و تنگی خدا کی طرف سے ہی ہے اور سراسر حکمت و مصلحت پر مبنی اس لیۓ شکوہ کی بجائے صبر اور حسد کی جگہ فراخدلی کی صفات سے اسے آراستہ ہونا چاہیئے
(۳) یہ آیت اعلان کرتی ہے کہ طبقات انسانی میں معیشت و دولت کے اعتبار سے تفاوت فطری ہے اور فطرت کے خلاف بغاوت ایک غیر فطری اور غلط راستہ ہے (دلیلھا اموضع آخر)۔

لَنْ يَّقْدِرَ :- وہ ہرگز قادر نہ ہوگا قَدْرٌ سے منفی مستقبل موکد بہ لن واحد مذکر غائب۔

يَقْدِرُوْنَ :- وہ قدرت رکھتے ہیں۔ قُدْرَةٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَقْدُمُ :- وہ آگے چلے گا۔ قَدْم سے مضارع واحد مذکر غائب

يَقْذِفُ :- وہ پھینکتا ہے۔ مارتا ہے۔ برساتا ہے۔ قَذْف سے مضارع واحد مذکر غائب۔
قَذْف کے معنی ہیں "دور سے پھینک کر مارنا" قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے :- اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ (در حقیقت میرا رب پھینک رہا ہے حق) تو اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ "خدا حق کو باطل کے سر پر پھینک کر مار رہا ہے جسکا نتیجہ باطل کی شکست کے سوا کچھ نہیں" یا یہ مطلب ہے کہ خدا حق کو بارش کی طرح برسا رہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پے در پے وحی آہی اتر رہی ہے جس سے مردہ دلوں میں حیات تازہ پیدا ہو رہی ہے۔
یا یہ مطلب ہے کہ خدا دنیا کے گوشہ گوشہ میں اسلام کی صدائے حق کو پہنچا دے گا اور کافروں کیمتعلق جو فرمایا گیا يَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ (اور پھینکتے ہیں بن دیکھے دور کی جگہ سے) تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اٹکل کے تیر چلاتے رہے سچی بات سننے اور کہنے پر آمادہ نہ ہو سکے (مفید دی مصر)۔

يَقْذِفُوْنَ :- وہ پھینکتے ہیں قَذْف سے مضارع

جمع مذکر غائب۔

یُقْذَفُوْنَ :- وہ پھینکے جاتے ہیں۔ قَذْف سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یَقْرَءُوْنَ :- وہ پڑھتے ہیں قِرَاءَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

وَلَا یَقْرَبُوْا :- وہ نزدیک نہ ہوں قُرْب سے نہی جمع مذکر غائب۔

یُقَرِّبُوْا :- وہ نزدیک کردیں تَقْرِیْب سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یُقْرِضُ :- وہ قرض دیتا ہے۔ وہ قرض دے اِقْرَاض سے مضارع واحد مذکر غائب قَرْض کے اصل معنی "کاٹنا" ہیں چونکہ ادھار دینے والا اپنے مال میں سے ایک حصہ کاٹ کر لینے والے کو دیتا ہے اس لئے ادھار کے لئے قرض کا لفظ استعمال کیا گیا۔ قرآن کریم میں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کو قرض سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ۔ کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے کہ اللہ اس کے دیئے ہوئے قرض کو بڑھا چڑھا کر واپس کرے اور اس پر اپنی کریمی کے شایان شان مزید اجر عطا فرمائے۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو لفظ قرض سے تعبیر کرنا بھی خداوند تعالیٰ کی کریمی کا تقاضہ ہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ ہی انسان اور اسکی جان و مال کا مالک ہے اور مال انسان کے پاس اس کی طرف سے صرف بطور امانت ہے تو اگر وہ آدمی سے تمام مال بھی طلب کرے تب بھی بجا ہے لیکن وہ تو صرف مال کا کچھ حصہ طلب کرتا ہے اور وہ بھی اپنے لئے نہیں۔ بلکہ تم سے تمہارے بھائی کی ہی مدد کرانا چاہتا ہے اور اسکے متعلق فرماتا ہے کہ یہ تمہارا مجھ پر قرض ہے جو بہت بڑھا چڑھا کر اور کم از کم دس گنے زر کے ساتھ تمہیں واپس کر دیا جائے گا۔ لہذا اور کوئی وجہ نہیں کہ ایسا قرض دینے میں مومن کی طرف سے پس و پیش ہو۔ یہاں قرض کے ساتھ حسن کی جو قید لگائی گئی اس سے تین باتوں کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

(۱) راہ خدا میں جو مال خرچ کیا جائے وہ ردی اور خبیث نہ ہو۔ بلکہ عمدہ اور طیب ہو۔

(۲) خرچ کرنے والا خوش دلی سے خرچ کرے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پیش نظر رکھے۔

(۳) جس پر خرچ کرے اس پر احسان نہ جتائے۔

ماخوذ از [illegible] الحجرتین لابن قتیبہ ص۲۳ ج دش۔

یُقْسِمُ :- وہ قسم کھائے۔ اِقْسَام سے مضارع

واحد مذکر غائب ۔
يُقْسِمَانِ :۔ وہ قسم کھائیں۔ اِقْسَام سے مضارع تثنیہ مذکر غائب
يَقْسِمُوْنَ ، وہ بانٹتے ہیں۔ قَسْم سے مضارع جمع مذکر غائب ۔
يَقُصُّ :۔ وہ بیان کرتا ہے۔ قَصَص سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو نقصص ۔
يُقْصِرُوْنَ :۔ وہ کمی کرتے ہیں۔ کوتاہی کرتے ہیں۔ اِقْصَار سے مضارع جمع مذکر غائب۔
يَقُصُّوْنَ :۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ قَصَص سے مضارع جمع مذکر غائب ۔
يَقْضِ :۔ وہ فیصلۂ موت صادر کر دے قَضَاء سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم بلام امر (عبید علی)
لَمَّا يَقْضِ :۔ تا حال پورا نہیں کیا۔ قضاء سے نفی جحد مؤکد واحد مذکر غائب ۔
يُقْضٰى :۔ وہ پورا کیا جائے۔ فیصلہ موت کیا جائے قَضَاء سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب دوسرے معنی میں (بصلہ علی)۔
يَقْضُوْا :۔ وہ دور کریں۔ مضارع جمع مذکر غائب مجزوم بلام امر۔
يَقْضُوْنَ :۔ وہ حکم کرتے ہیں۔ قَضَاء سے مضارع جمع مذکر غائب ۔
يَقْضِيْ :۔ وہ فیصلہ کرتا ہے پورا کرتا ہے۔

پورا کرے۔ قَضَاء سے واحد مذکر غائب مضارع
يَقْطَعُ :۔ وہ کاٹ ڈالے۔ قَطْع سے مضارع واحد مذکر غائب ۔
يَقْطَعُوْنَ :۔ وہ کاٹتے ہیں۔ قَطْع سے مضارع جمع مذکر غائب (دیکھو يُوْصَلَ)۔
يَقْطِيْنٌ :۔ کدو کی بیل۔ بیل دار درخت ۔
يَقُلْ :۔ وہ کہے گا۔ قَوْل سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم ۔
يُقَلِّبُ :۔ وہ الٹتا پلٹتا ہے۔ ادلتا بدلتا ہے۔ تَقْلِيْب سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو تقلب)
يُقَلِّلُ :۔ وہ کم کرتا ہے۔ تَقْلِيْل سے مضارع واحد مذکر غائب ۔
يَقْنُتْ :۔ وہ فرمانبرداری کرے گا۔ فرمانبرداری کرتا ہے۔ قُنُوْت سے مضارع واحد مذکر غائب قُنُوْت کے معنی عاجزی کے ساتھ فرمانبرداری میں لگا رہنا ہیں۔ کبھی صرف فرمانبرداری اور کبھی صرف عاجزی کے معنی بھی آتے ہیں ۔
يَقْنَطُ :۔ وہ ناامید ہوتا ہے۔ وہ ناامید ہوگا۔ قُنُوْط سے مضارع واحد مذکر غائب ۔ قُنُوْط صرف خیر سے ناامید ہونے کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے ۔
يَقْنَطُوْنَ :۔ وہ مایوس ہوتے ہیں۔ قُنُوْط سے مضارع جمع مذکر غائب ۔

یَقُوْلُ: ۔ وہ کہتا ہے ۔ وہ کہے گا ۔ قَوْل سے مضارع واحد مذکر غائب ۔

یَقُوْلَا: ۔ وہ کہہ دیں ۔ قَوْل سے مضارع تثنیہ مذکر غائب منصوب ۔

لَیَقُوْلَنَّ: ۔ وہ ضرور کہے گا ۔ مضارع واحد مذکر غائب بالام تاکید و نون ثقیلہ ۔ قول سے ۔

ل، **یَقُوْلُنَّ**: ۔ وہ ضرور کہیں گے ۔ قول سے مضارع جمع مذکر غائب ۔ بلام تاکید و نون ثقیلہ ۔

یَقُوْلُوْا: ۔ وہ کہیں ۔ وہ کہیں گے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم و منصوب ۔ قول سے ۔

یَقُوْلُوْنَ: ۔ وہ کہتے ہیں ۔ وہ کہیں گے قول سے مضارع جمع مذکر غائب ۔

یَقُوْمُ: ۔ وہ کھڑا ہوتا ہے ۔ وہ کھڑا ہوگا ۔ وہ سیدھا رہے (بعلیٰ باء) وہ قائم کرے ۔ قِیَام سے مضارع واحد مذکر غائب

یَقُوْمَانِ: ۔ وہ کھڑے ہوں گے ۔ قیام سے مضارع تثنیہ مذکر غائب

یَقُوْمُوْنَ: ۔ وہ کھڑے ہوں گے ۔ قیام سے مضارع جمع مذکر غائب

یُقِیْمَا: ۔ وہ دونوں قائم کریں ۔ اِقَامَۃ سے مضارع تثنیہ مذکر غائب منصوب بسقوط نون ۔

یُقِیْمُوْا: ۔ وہ قائم کریں وہ ادا کریں اِقَامَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب و مجزوم دیکھو اِقامۃ

یُقِیْمُوْنَ: ۔ وہ قائم کرتے ہیں ۔ درست کرتے ہیں ۔ ادا کرتے ہیں ۔ اِقَامَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب ۔ (دیکھو اِقَامَۃ)

یَقِیْنُ: ۔ یقین ۔ متیقن ۔ موت ۔

یقین سکون دماغ و طمانیت قلب کی اس کیفیت کو کہتے ہیں جس میں کسی قسم کا اشتباہ نہو ۔ قرآن میں اس کے تین مراتب ذکر فرمائے ہیں ۔ اور عقلاً بھی یہ تینوں ثابت ہیں ۔

(۱) علم الیقین (۲) عین الیقین (۳) حق الیقین

علم الیقین سے مراد وہ کامل تصدیق و یقین ہے جو ہر قسم کے شکوک و شبہات سے بالاتر ہو مگر اس کی بنیاد خبر پر ہو جیسے ایک سچے مسلمان کو جنت کے تحقق کا یقین حاصل ہوتا ہے کہ وہ متقیوں کا ٹھکانا اور مومنوں کا مقام ہے حالانکہ اس دنیا میں جنت آنکھوں سے نہیں دیکھی گئی مگر چونکہ انبیاء کرام اور کتب سماویہ نے اس کی متواتر خبر دی ہے ۔ لہٰذا اس پر مسلمان کو دلی طور پر یقین ہوتا ہے ۔

اور عین الیقین سے مراد رویت و مشاہدہ کا مرتبہ ہے ۔ اور مرتبہ اول و مرتبہ ثانیہ میں وہی فرق ہے جو علم و مشاہدہ میں ہوتا ہے ۔ اہل جنت جب حساب و کتاب سے فارغ ہو کر خوب جنت کیلئے آمادہ ہوں گے اور ان سے لگاہوں کے سامنے

دیکھیں گے تو یہ عین الیقین ہوگا اور یہی یقین
کا وہ مرتبہ ہے جس کے سوال کی حضرت ابراہیم
نے خواہش کی تھی جب کہ احیاء موتیٰ کی کیفیت
کے بارے میں سوال کیا تھا اور جس کے متعلق آنحضرت
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:
نحن احق بالشک من ابراھیم، حالانکہ
فی الواقع نہ یہاں شک کا شائبہ تھا نہ وہاں
بلکہ اس سوال کا منشا علم کے بعد عین خبر کے بعد
مشاہدہ اور سماع کے بعد معائنہ کی خواہش تھی
تاکہ معاملہ صرف شنیدہ نہ رہے بلکہ دیدہ بن جائے
اور دیدہ و شنیدہ کی درمیانی مسافت طے ہو جائے
اور حق الیقین کا مرتبہ اس یقین کی مباشرت اور
پورے پورے احساس و وقوف سے عبارت ہے
مثلاً جب جنتی لوگ جنت میں داخل ہو کر عیش
و عشرت میں مشغول ہوں گے تو اس وقت انہیں
جنت کے متعلق حق الیقین کا مرتبہ حاصل ہوگا۔
پس ظاہر ہے کہ ظن یقین کی جنس کی طرف
اضافت ہے جیسے بعض امتاع و کل، سند رہم
قرآن کریم میں جِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ
(میں تیرے پاس سبا سے یقینی خبر لائی ہوں) میں
یقین سے متیقن اور حتیٰ اتانا الیقین (یہاں تک
کہ ہمیں موت آئی) میں موت جو امر یقینی ہے
مراد ہے۔ ملخص از التبیان فی اقسام القرآن

لابن القیم بہ تغییر یسیر)۔
یَکُ: وہ ہے۔ وہ ہوگا۔ کون سے مضارع
واحد مذکر غائب مجزوم۔ اصل میں یکون تھا۔
جزم میں گر کر نون بھی گرا دیا جاتا ہے۔
لَمْ یَکُ: وہ نہیں تھا۔ وہ نہیں ہے۔
کون سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔
یَکَادُ: وہ نزدیک ہے۔ قریب ہے۔ کَوْد سے
مضارع واحد مذکر غائب۔
یَکَادُوْنَ: وہ قریب ہیں۔ کود سے مضارع
جمع مذکر غائب۔
یَکْبِتُ: وہ ذلیل کرے۔ کَبْتٌ سے مضارع
واحد مذکر غائب۔
کَبْتٌ کے معنی لسان العرب میں صرع (پچھاڑنا)
یا منہ کے بل پچھاڑنا لکھے ہیں۔ صاحب موارد
نے کبت ۔ ابیت وہ اس پیدا کرنا ہے
جس کا نتیجہ منہ کے بل گر جانا ہوتا ہے امام
راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ کبت سختی اور
ذلت کے ساتھ لپا کرنے کو کہتے ہیں (مفردات
والکلیل علی مدارک التنزیل صفحہ)۔
یَکْبُرُ: وہ بڑا ہوتا ہے۔ کِبَر سے مضارع واحد
مذکر غائب۔
یَکْبُرُوْا: وہ بڑے ہو جائیں۔ کِبَر سے مضارع
جمع مذکر غائب منصوب۔

یَکْتُبُ :- وہ لکھتا ہے۔ لکھے۔ تحریر کرے کتابۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

لِ یَکْتُبُ :- اسے لکھنا چاہیئے۔ کتابۃ سے امر واحد مذکر غائب۔

یَکْتُبُوْنَ :- وہ لکھتے ہیں۔ کتابۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَکْتُمُ :- وہ چھپاتا ہے۔ کِتمان سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَکْتُمْنَ :- وہ چھپاتی ہیں۔ کتمان سے مضارع جمع مونث غائب۔

یَکْتُمُوْنَ :- وہ چھپاتے ہیں۔ چھپائیں گے کِتمان سے مضارع جمع مذکر غائب۔

(لم) یَکُنْ :- وہ قریب نہیں ہے۔ کَوْد سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

یُکَذِّبُ :- وہ جھٹلاتا ہے تکذیب سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُکَذِّبُوْا :- وہ جھٹلائیں۔ تکذیب سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

یُکَذِّبُوْنَ :- وہ جھٹلاتے ہیں۔ تکذیب سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَکْذِبُوْنَ :- وہ جھوٹ بولتے ہیں کذب سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُکْرِہُ :- وہ زبردستی کرے۔ مجبور کرے۔ اکراہ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَکْرَھُوْنَ :- وہ برا جانتے ہیں۔ ناپسند کرتے ہیں۔ کَرَاھَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَکْسِبُ :- وہ کماتا ہے۔ وہ ارتکاب کرتا ہے کسب سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَکْسِبُوْنَ :- وہ کماتے ہیں۔ وہ ارتکاب کرتے ہیں۔ کَسْب سے مضارع جمع مذکر غائب۔ کَسْب کہتے ہیں منافع یا حظ حاصل کرنے کیلئے کسی چیز کا قصد کرنے کو۔ مثلاً کسب مال کیونکہ اس کا کرنے والا آدمی نفع بخش سمجھے گرد اصل وہ ضرر رساں ہو اختیار کرنے کو بھی کسب کہتے ہیں اکتساب بھی اسی معنی میں آتا ہے مگر کسب دو مفعول کی طرف بھی متعدی ہوتا ہے اور اکتساب صرف ایک مفعول کی طرف۔ قرآن کریم میں نیکی اور بدی دونوں کیلئے کسب اور اکتساب کا استعمال ہوا ہے اگرچہ بعض علماء کے نزدیک لَھَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْھَا مَا اکْتَسَبَتْ میں کسب سے نیکی اختیار کرنا اور اکتساب سے بدی کا ارتکاب کرنا مراد ہے (مفردات)

یَکْشِفُ :- وہ کھولتا ہے۔ وہ دور کرتا ہے۔ کَشْف سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُکْشَفُ :- وہ کھولا جائے گا۔ کشف سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ (دیکھو س ق)

یَکُفُّ :- وہ روک دے۔ کَفّ سے مضارع واحد مذکر

مذکر غائب۔

(لَمْ) یَکْفِ:۔ کافی نہیں ہے۔ کِفَایَۃ سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

یَکْفُرُ:۔ وہ کفر کرتا ہے۔ انکار کرتا ہے انکار کرے گا۔ کفر کرے گا۔ کُفْرٌ سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو اَکْفُرُ)

یُکَفِّرُ۔ وہ دور کرتا ہے۔ وہ دور کرے۔ وہ دور کریگا۔ تَکْفِیر سے مضارع واحد مذکر غائب

یَکْفُرُوْا:۔ انکار کریں۔ کفر کریں۔ کُفْرٌ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب (دیکھو اَکْفُرُ)

(لم) یَکْفُرُوْا:۔ انہوں نے کفر نہیں کیا۔ کفر سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یُکْفَرُوْا:۔ ان کا انکار کیا جائے۔ کفر سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب منصوب یا مجزوم۔

یَکْفُرُوْنَ:۔ وہ کفر کرتے ہیں۔ کفر سے مضارع جمع مذکر غائب (دیکھو اَکْفُرُ)

یَکْفُلُ:۔ وہ ضامن ہو۔ ذمہ دار ہو۔ کَفَالَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَکْفُلُوْنَ:۔ وہ ضامن ہوں۔ ذمہ دار ہوں۔ مربی ہوں۔ کَفَالَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب

یَکُفُّوْنَ:۔ وہ روکیں گے۔ کَفّ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَکْفِی:۔ وہ کافی ہوگا۔ کِفَایَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَنْ) یَکْفِیَ:۔ کافی نہ ہوگا۔ منفی مستقبل بہ لن کِفَایَۃ سے واحد مذکر غائب۔

یَکْلَؤُ:۔ وہ حفاظت کرتا ہے۔ کَلْأٌ اور کِلَاءَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُکَلِّفُ:۔ مشقت ڈالتا ہے۔ تَکْلِیف سے مضارع واحد مذکر غائب۔

اواخر بقرہ میں ہے:۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا (یعنی اللہ تعالیٰ کسی شخص پر اس کی وسعت و گنجائش کے مطابق ہی احکام کی ذمہ داری اور اطاعت کی مشقت ڈالتا ہے) مطلب یہ کہ خداوند تعالیٰ کے احکام شرعیہ ایسے نہیں ہوتے جن پر عمل کرنا ممکن نہ ہو یا جو قوت برداشت سے باہر ہوں۔ بلکہ شرعی احکام میں آسانی و تخفیف کو ملحوظ رکھا گیا ہے چنانچہ متعدد آیات میں یہ مضمون آیا ہے۔ جیسے:۔ مَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ (اللہ نے تمہارے اوپر دین کے بارہ میں کوئی تنگی نہیں ڈالی) یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ (اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنا چاہتا ہے اور اس کا مقصد تمہیں دشواری و تنگی میں ڈالنا نہیں ہے)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے

بُعِثۡتُ بِالۡحَنِیۡفِیَّۃِ السَّمۡحَۃِ الۡبَیۡضَاءِ
لَیۡلُہَا کَنَہَارِہَا۔

ان تمام نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ احکام شرعیہ میں کوئی حکم ایسا نہیں جس پر مکلف کو عمل کرنا دشوار ہو پس نصیف شرعی میں تکلیف مالا یطاق واقع نہیں اگرچہ عقلاً جائز ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ مالک مطلق ہے اور اسے اپنے ملک میں ہر طرح کے تصرف کا حق حاصل ہے۔
البتہ تکوینیات میں تکلیف مالایطاق عقلاً جائز بھی ہے اور واقع بھی۔ چنانچہ اقوام معذبہ پر جو عذابات واقع ہوئے اور جنہوں نے ان کو نیست و نابود کر دیا وہ سب مالایطاق ہی تھے۔
چنانچہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا سے متصل ہی جو یہ دعا تعلیم فرمائی گئی۔
رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ (اے ہمارے پروردگار ہم پر وہ بوجھ نہ ڈالیو جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں) (بقرہ۔ ع ۴۰)
تو اس میں یہی تکالیف تکوینیہ جو انسانی طاقت برداشت سے باہر ہیں مراد ہیں۔
صاحب مدارک کے تفسیری جملوں سے ہمارے اس بیان کی تائید ہوتی ہے۔ پہلی آیت کی تفسیر میں انہوں نے لکھا ہے: اِنَّ التَّکۡلِیۡفَ لَا یَرِدُ اِلَّا بِفِعۡلٍ یَقۡدِرُ عَلَیۡہِ الۡمُکَلَّفُ۔ (کہ تکلیف اسی

کام کی دی جاتی ہے جو مکلف کی قدرت میں ہو)
اور دوسری آیۃ کی تفسیر میں فرمایا گیا ہے
مِنَ الۡعُقُوۡبَاتِ النَّازِلَۃِ بِمَنۡ قَبۡلَنَا۔
(اس قسم کے عذاب جو ہم سے پہلی قوموں پر نازل ہوئے (اکلیل علی مدارک التنزیل ۲/۳۰۳)
ہماری اس توضیح سے دونوں آیتوں کے مفہوم میں جو ظاہری تعارض معلوم ہوتا تھا وہ رفع ہو گیا فالحمد للّٰہ علی ذالک۔

یُکَلِّمُ: وہ بات کرتا ہے۔ بات کریگا۔ بات کرے۔ تَکۡلِیۡمٌ سے مضارع واحد مذکر غائب
یَکُنۡ: وہ ہو۔ کَوۡنٌ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔
یَکُنَّ: وہ ہوں۔ کَوۡنٌ سے مضارع جمع مؤنث غائب۔
(لم) یَکُنۡ: نہیں ہے۔ نہیں تھا۔ نہ ہو۔ کَوۡنٌ سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔
یَکۡنِزُوۡنَ: وہ مال اکٹھا کرتے ہیں۔ خزانہ گاڑتے ہیں۔ کَنۡزٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔ (دیکھو کنز)
یُکَوِّرُ: وہ لپیٹتا ہے۔ وہ لپیٹے گا۔ تَکۡوِیۡرٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔
تکویر کے معنی موڑنے اور لپیٹنے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے کَارَ الۡعِمَامَۃَ عَلٰی رَاسِہٖ وَکَوَّرَہَا

(اس نے عمامہ کو اپنے سر پر لپیٹا) چونکہ عمامہ لپیٹنے سے سر چھپ جاتا ہے اس لئے ایک چیز سے دوسری چیز کو چھپا دینے کے لئے بھی تکویر کا استعمال ہونے لگا۔ قرآنِ کریم میں فرمایا گیا۔

یُکَوِّرُ اللَّیْلَ عَلَی النَّھَارِ وَیُکَوِّرُ النَّھَارَ عَلَی اللَّیْلِ (وہ لپیٹتا ہے رات کو دن پر اور لپیٹتا ہے دن کو رات پر) یعنی خدا کی قدرت کاملہ کو دیکھو کہ دن کے رخِ روشن پر رات کی چادر لپیٹ کر اسے نگاہوں سے اوجھل کر دیتا ہے اور رات کی سیاہ زلفوں پر دن کی روشن کرنیں ڈال کر ان کی سیاہی کو کافور کر دیتا ہے۔

یَکُوْنُ :۔ وہ ہوتا ہے۔ وہ ہو۔ وہ ہو گا۔ وہ ہو جاتا ہے۔ ہو جائے۔ کَوْن سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَکُوْنَا :۔ وہ دو ہوں۔ کَوْن سے مضارع تثنیہ مذکر غائب منصوب و مجزوم۔

لَیَکُوْنًا :۔ وہ ضرور ہو جائے گا۔ مضارع واحد مذکر غائب بالام تاکید و نون خفیفہ۔

لَیَکُوْنُنَّ :۔ وہ ضرور ہوں گے۔ کَوْن سے مضارع جمع مذکر غائب بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

یَکُوْنُوْا :۔ وہ ہو جائیں گے۔ وہ ہوں۔ وہ ہوں گے۔ کَوْن سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب و مجزوم۔

لَمْ یَکُوْنُوْا :۔ وہ نہیں تھے۔ وہ نہیں ہیں۔ کَوْن سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یَکُوْنُوْنَ :۔ وہ ہوں گے۔ وہ ہو جائیں گے۔ کَوْن سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَکِیْدُوْا :۔ وہ فریب کریں۔ کَیْد سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔ (دیکھو یَکِیْدُوْنَ)

یَکِیْدُوْنَ :۔ وہ خفیہ تدبیر کرتے ہیں۔ کَیْد سے مضارع جمع مذکر غائب۔

کَیْد کے معنی ہیں خفیہ تدبیر کرنا۔ حیلہ کرنا۔ یہ اگر غلط مقصد کے لئے ہو تو مذموم ہے ورنہ نہیں۔ گویا یہ لفظ بھی اِسْتِدْرَاج و مَکْر ہی کی طرح ہے۔ (دیکھو مَکْر)۔

قرآنِ کریم میں متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے کَیْد کو اپنی طرف منسوب کیا ہے چنانچہ فرمایا:۔

اِنَّھُمْ یَکِیْدُوْنَ کَیْدًا وَّاَکِیْدُ کَیْدًا فَمَھِّلِ الْکٰفِرِیْنَ اَمْھِلْھُمْ رُوَیْدًا (درحقیقت کافر داؤ پیچ کرتے رہتے ہیں کہ کسی طرح حق کو ابھرنے اور چمکنے نہ دیں، اور میری (حق تعالیٰ کی) تدبیر لطیف بھی اندر ہی اندر کام کر رہی ہے کہ ڈھیل دے کر ان کو یکایک پکڑ لیا جائے، لہٰذا اے پیغمبر آپ کافروں کو تھوڑی سی مدت ڈھیل دیں۔ پھر دیکھیں کہ نتیجہ کیا نکلتا ہے)۔

یَكِیْدُوْنَ

نیز فرمایا: وَ اُمْلِیْ لَهُمْ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ
اور میں ان کو ڈھیل دیتا ہوں درحقیقت میری
خفیہ تدبیر مضبوط ہے، تو ان دونوں جگہ کید سے
مراد مہلت و تدریج ہے۔ یعنی وہ فردوں کو کچھ
مدت تک چھوڑے رکھتا، پھر جب ان کا ظلم و
کفر حد سے تجاوز کر جاتا ہے تو یکایک انہیں
شکنجۂ عذاب میں کس لیتا۔

نیز فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ
الْخَآئِنِیْنَ۔ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے
کید کو کامیاب نہیں بناتا، تو یہاں اس قید
(خائنین) کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو خائن
نہ ہوں ان کا کید (تدبیر خفی) کامیاب بنایا جاتا ہے
(مفردات بتوضیح)

سورۂ یوسف میں ہے کہ جب امرأۃ العزیز
(زلیخا) کا الزام حضرت یوسف پر بے بنیاد ثابت
ہو گیا تو اس کے خاوند نے کہا: اِنَّهٗ مِنْ كَیْدِكُنَّ
اِنَّ كَیْدَكُنَّ عَظِیْمٌ (یہ تم عورتوں کی مکاریوں میں
سے ایک مکاری ہے، اور تم عورتوں کی مکاریاں
بڑی ہی سخت ہوتی ہیں)۔

اس پر مولانا ابوالکلام آزاد نے ترجمان القرآن
میں لکھا ہے۔

"عزیز نے اس قول میں جو رائے ظاہر کی وہ
ظاہر ہے کہ اپنے وقت اور اپنے شہر کی
عورتوں کی نسبت ہے نہ کہ دنیا جہان کی تمام
عورتوں کے لئے۔ پھر جو کچھ بھی ہے عزیز کا قول
ہے خود قرآن کا حکم نہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ
لوگوں نے اس مقولہ کا اس طرح استعمال شروع
کر دیا گویا عورتوں کے جنسی اخلاق کے لئے یہ
قرآن کا فیصلہ ہے اور اس کے نزدیک عورتوں کی
جنس مردوں کے مقابلہ میں زیادہ مکار اور بے حقیقی
کی گھاتیں لگانے میں زیادہ ہوشیار ہے۔ چنانچہ
عام طور پر تمام مفسروں نے اس کا ایسا ہی
مطلب قرار دیا ہے۔ اور پھر حسب عادت ابحاث
و مباحث کی دور دراز وادیوں میں گم ہو گئے ہیں۔
(ترجمان القرآن ص ۲۴۵/۲)

بے شک بعض مفسرین نے یہی لکھا ہے
چنانچہ صاحب کشاف علامہ زمخشری نے یہاں
تک لکھ دیا ہے۔

"بعض علماء کا قول ہے کہ میں عورتوں سے
اس سے زیادہ ڈرتا ہوں جتنا شیطان سے
کیونکہ شیطان کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا (درحقیقت
شیطان کا مکر و حیلہ ضعیف ہے) اور عورتوں کے
متعلق فرماتا ہے: اِنَّ كَیْدَكُنَّ عَظِیْمٌ۔
(درحقیقت تم عورتوں کا مکر و فن عظیم ہے)۔
مگر بعض دوسرے [illegible] مفسرین نے

ان کی اس غلطی کو کشاف بھی کر دیا ہے چنانچہ
علامہ ابن منیر ناصر الدین احمد مالکی متوفی ۶۸۳ھ
نے الانتصاف علی الکشاف میں زمخشری پر
سخت گرفت کی ہے اور لکھا ہے:۔

زمخشری نے جس عالم کا یہ قول نقل کیا ہے
وہ صحیح نہیں کیونکہ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور آیۂ زیر بحث
اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ قولِ عزیز کی حکایت اور
بیان ہے اللہ تعالیٰ کا قول نہیں۔ یہ صحیح بھی
ہو سکتا ہے اور غلط بھی۔

اور کیدِ نساء کا کیدِ شیطان سے مقابلہ کا
تو کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کیونکہ آیۂ
مذکورہ میں شیطان کے کید کو اللہ تعالیٰ کے
کید، تدبیر مخفی کے مقابلہ میں ضعیف قرار دیا
گیا ہے نہ کہ انسان کے کید کے مقابلہ میں چنانچہ
آیت کے سیاق و سباق سے یہ بالکل واضح ہے۔
نیز یہ ظاہر ہے کہ عورتوں کا مکر و فن شیطان کی
وسوسہ اندازی ہی کا نتیجہ ہوتا ہے اور ان کا مکر یہ
ہے یہ بھی بالکل ثابت ہے جہاں شیطان
کے دھوکہ اور فریب سے بڑا کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

الانتصاف علی حواشی الکشاف ج ۲
ص ۲۴ مطبوعہ مصر۔

بہر حال مولانا آزاد کی رائے تفسیر پر یہ
رائے بھی صحیح نہیں اور جس رائے کا انہوں نے
اظہار فرمایا ہے وہ کوئی نئی رائے نہیں۔

یُلٰقُوْا:۔ وہ ملیں۔ دیکھیں۔ لِقَاءٌ (مفاعلہ)
سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

(لَمْ) یَلْبَثُوْا:۔ وہ نہیں ٹھہرے۔ لُبْثٌ سے
نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یَلْبَثُوْنَ:۔ وہ ٹھہریں گے۔ لُبْثٌ سے مضارع
جمع مذکر غائب۔

یَلْبِسَ:۔ وہ خلط ملط کر دے۔ مشتبہ کر دے۔
بھڑا دے۔ لَبْسٌ سے مضارع واحد مذکر غائب

(لَمْ) یَلْبِسُوْا:۔ انہوں نے مخلوط نہیں کیا۔
نفی جحد جمع مذکر غائب۔ لَبْسٌ سے۔

یَلْبِسُوْا:۔ وہ مشتبہ کر دیں۔ خلط ملط کریں۔ لَبْسٌ
سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

یَلْبِسُوْنَ:۔ وہ مشتبہ کرتے ہیں۔ لَبْسٌ سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

یَلْبَسُوْنَ:۔ وہ پہنیں گے۔ لُبْسٌ سے مضارع
جمع مذکر غائب۔

یُلْبَسُوْنَ:۔ ان کو پہنایا جائے گا۔ اِلْبَاس
سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

لَا یَلِتْ:۔ وہ کم نہ کرے گا۔ وَلْتٌ سے مضارع
منفی واحد مذکر غائب مجزوم۔

(لَا) یَلْتَفِتْ:۔ وہ متوجہ نہ ہو۔ مڑ کر نہ دیکھے

اِلْتِفَات سے نہی واحد مذکر غائب۔

يَلْتَقِطُ:۔ وہ اٹھائے گا۔ اِلْتِقَاط سے مضارع واحد مذکر غائب۔ گری پڑی چیز کو اٹھانے کو اِلْتِقَاط کہتے ہیں۔

يَلْتَقِيَان:۔ وہ دونوں ملتے ہیں۔ اکٹھے ہوتے ہیں۔ اِلْتِقَاء سے مضارع تثنیہ مذکر غائب، (دیکھو بَحْرَيْنِ)

يَلِجُ:۔ وہ داخل ہو جائے۔ وہ داخل ہوتا ہے وُلُوْج سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُلْحِدُوْنَ:۔ وہ توڑتے مروڑتے ہیں۔ کج بیانی کرتے ہیں کج روی اختیار کرتے ہیں الحاد سے جمع مذکر غائب۔

کہا جاتا ہے اَلْحَدَ الْقَبْرَ دَلَحِدَ، قبر کا گڑھا بیچ سے ہٹ کر ایک گوشہ میں کھودا اور لَحْد اس گڑھے کو کہتے ہیں جو قبر کے گوشہ میں کھودا جائے اسی سے اِلْحَاد فِی الْقَوْل کے معنی ہوئے کج بیانی کرنا اور اِلْحَاد فِی الدِّیْن کے معنی ہوئے اپنے مذہب کو مذاہب سماویہ سے علیحدہ کر لینا چنانچہ مُلْحِد بے دین کو کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا۔ لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْجَمِیٌّ، جس شخص کی طرف منسوب کرتے یہ غلط بیانی کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے، تو یہاں اِلْحَاد فِی الْقَوْل مراد ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کو بعض کفار جو انسانی کلام بتاتے ہیں اور اس سلسلہ میں غلط بیانی سے کام لے کر کسی عجمی غلام کا نام لیتے ہیں تو انھیں اتنی عقل نہیں کہ ایسا فصیح و بلیغ کلام جس کی ایک آیہ کی مثل بنانے سے تمام فصحاءُ و بلغاءِ عرب باوجود چیلنج کے عاجز رہے۔ ایک عجمی غلام جس کی مادری زبان بھی عربی نہیں کیونکر گھڑ سکتا ہے۔؟

اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا۔ اور حقیقت جو لوگ کجی کرتے ہیں ہماری آیات میں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں، کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ داعی حق صلعم کی زبان سے آیات قرآنیہ سنکر اور صفحہ دہر پر آیاتِ کونیہ کو دیکھ کر اپنی کج بیانی اور کج روی سے باز نہیں آتے ایسے غلط کار و غلط اندیش لوگوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ انہیں وہ قرار واقعی سزا دے گا۔

اور ذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اَسْمَآئِهٖ (ان لوگوں کو چھوڑ دیجئے جو اللہ تعالیٰ کے ناموں میں کج بیانی کرتے ہیں) سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو ان صفات سے موصوف کرتے ہیں جو اس کے شایانِ شان نہیں یا اس کی صفاتِ حسنہ کی غلط تشریح کرتے ہیں یا اس کی صفات کا دوسروں پر اطلاق کرتے ہیں ان سے بے تعلق ہو جاؤ۔ (مفردات و مدارک وغیرہ)

(لم) یَلْحَقُوْا:- وہ نہیں ملے۔ لُحُوْق سے نفی جحد جمع مذکر غائب مجزوم۔

(لمّا) یَلْحَقُوْا:- ابھی تک نہیں ملے۔ مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔ نفی جحد مؤکد۔

(لم) یَلِدْ:- اس نے نہیں جنا۔ وِلَادَۃ سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

(لا) یَلِدُوْا:- وہ نہ جنیں گے۔ وِلَادَۃ سے مضارع منفی جمع مذکر غائب مجزوم۔

یَلْعَبْ:- وہ کھیلے۔ لَعِب سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو لَاعِبِیْن)

یَلْعَبُوْا:- وہ کھیلیں۔ لَعِب سے مضارع جمع مذکر غائب۔ مجزوم۔

یَلْعَبُوْنَ:- وہ کھیلتے ہیں۔ وہ کھیلیں لَعِب سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَلْعَنُ:- وہ لعنت کرتا ہے۔ لعنت کرے گا۔ لَعْن سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَلْفِظُ:- وہ بولتا ہے۔ لفظ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَلْقَ:- وہ ملے گا۔ لُقِیّ سے مضارع واحد مذکر۔ مجزوم۔

یُلْقِ:- وہ ڈال دے۔ اِلْقَاء سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

یُلْقٰی:- وہ ڈالا جائے۔ اتارا جائے۔ اِلْقَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُلَقّٰی:- اسے توفیق دی جاتی ہے۔ تَلْقِیَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُلْقُوْا:- وہ ڈالیں۔ اِلْقَاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُلْقُوْنَ:- وہ ڈالتے ہیں۔ اِلْقَاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَلْقَوْنَ:- وہ پائیں گے۔ وہ ملیں گے۔ لُقِیّ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُلَقَّوْنَ:- ان کی پیشوائی کی جائے گی۔ ان سے ملاقات کی جائے گی۔ تَلْقِیَۃ سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یُلْقِیْ:- وہ ڈالتا ہے۔ وہ اتارتا ہے۔ اِلْقَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَلْمِزُ:- وہ طعنہ دیتا ہے۔ وہ عیب جوئی کرتا ہے۔ لَمْز سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَلْمِزُوْنَ:- وہ طعنہ دیتے ہیں۔ وہ عیب نکالتے ہیں۔ لَمْز سے مضارع جمع مذکر غائب

یَلُوْنَ:- وہ نزدیک ہیں۔ وَلْی سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَلْوُوْنَ:- وہ مروڑتے ہیں۔ پھیرتے ہیں۔ لَیّ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُلْہِہِ:- وہ غافل کردے۔ اِلْہَاء سے مضارع

واحد مذکر غائب مجزوم۔

یَلْهَث: وہ زبان نکالتا ہے۔ لَهْث سے مضارع واحد مذکر غائب۔

لَهْث کے معنی ہیں کتے وغیرہ کے پیاس کی شدت یا تھکن کی وجہ سے زبان باہر نکالنا۔ کتے کا دل کمزور ہوتا ہے۔ وہ گرم ہوا کے باہر پھینکنے تازہ ہوا کے اندر کھینچنے پر بسہولت قادر نہیں ہوتا۔ اسلئے وہ ہر وقت اور ہر حال میں ہانپتا رہتا ہے اور اسکی زبان باہر نکلی رہتی ہے۔ قرآن کریم میں اس شخص کی مثال جو دنیا کا ہو رہا اور خواہشات نفسانی کے پیچھے لگ گیا یہ بیان کی گئی ہے مَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ۔ اس کا حال کتے جیسا ہے کہ تم اس پر بوجھ لادو تب بھی ہانپے اور زبان نکالے رہے اور نہ لادو تب بھی۔ مطلب یہ ہے کہ خواہشات نفسانی کے اسیر ہر وقت پراگندہ حال و پریشان رہتے ہیں۔ بڑی خواہشات ہوں یا چھوٹی وہ ہر وقت ان کے پیچھے سرپٹ دیوانہ وار دوڑتے رہتے ہیں اور اپنے آپ کو ان کی فکر میں ہلکان کئے رہتے ہیں۔ انہیں خواہ کچھ ہی مل جائے کبھی آسودگی و طمانیت حاصل نہیں ہوتا۔ بعض مفسرین نے اس آیت کا محمل موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے ایک راہب بلعم بن باعوراء کو قرار دیا ہے جس نے دنیا کے لالچ میں دین کو خیرباد کہہ دیا تھا مگر جن روایات کی بناء پر انہوں نے یہ لکھا ہے وہ اسرائیلیات میں سے ہیں اور خود اہل کتاب ان کو تسلیم نہیں کر رہے۔ چنانچہ بستانی نے دائرۃ المعارف میں لکھا ہے کہ کتاب مقدس کے بعض محقق مفسرین کی رائے ہے کہ بلعم کا قصہ جو سفر العدد کے اصحاح ۲۲ تا ۲۴ میں مذکور ہے جعلی ہے (تفسیر المنار ص ۴۱۲ ج ۹)۔

یَمّ: سمندر۔ دریا۔ گہرا پانی۔ منجدھار۔

علامہ زمخشری نے لکھا ہے۔ هُوَ الْبَحْرُ الَّذِي لَا يُدْرَكُ قَعْرُهُ، وَهُوَ لُجَّةُ الْبَحْرِ وَمُعْظَمُ مَائِهِ، وَاشْتِقَاقُهُ مِنَ التَّيَمُّمِ لِأَنَّ الْمُنْتَفِعِينَ بِهِ يَقْصِدُونَهُ۔ "یم" "بحر" کو کہتے ہیں جس کی گہرائی کا اندازہ نہ کیا جا سکے یا بحر کا بیچ اور منجدھار اور یہ تیمم (قصد کرنا) سے مشتق ہے۔ کیونکہ اس سے نفع اٹھانے والے اس کا قصد کرتے ہیں۔ مگر علامہ رشید رضا نے احمد کمال پاشا ماہر السنہ قدیمہ مصریہ کے قول سے لکھا ہے کہ یہ مصری زبان کا لفظ ہے عربی میں مصری ہی سے منتقل ہوا ہے۔ مصری زبان میں "یم" "بحر" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور دریائے نیل پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ کی والدہ کو خطاب کرتے فرمایا گیا ہے۔

فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ

(جب تم اسے خطرہ میں دیکھو تو اسے دریا میں ڈال دینا) تو یہاں یم سے دریائے نیل مراد ہے جس میں ولادت کے بعد فرعون کے خوف سے حضرت موسیٰ کو ان کی والدہ نے تابوت میں رکھ کر بہا دیا تھا۔ اور فرعون جس پانی میں غرق کیا گیا اس کے لئے بھی یَمّ کا استعمال فرمایا گیا ہے۔

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ

(پس ہم نے پکڑ لیا اس کو اور اس کی فوجوں کو اور ان کو سمندر میں دھکیل دیا)

فرعون جس پانی میں غرق ہوا وہ دریائے نیل تھا یا بحر قلزم؟ مفسرین اس سلسلہ میں دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ مگر صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بحر قلزم ہی تھا۔ چنانچہ دوسری آیات میں اس کے لئے بحر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ وَجَاوَزْنَا بِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ (اور پار کرا دیا ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے) اور عربی زبان میں بحر کے حقیقی معنی سمندر ہی ہیں چنانچہ مَآءٌ بَحْرٌ یعنی نمکین پانی کو کہتے ہیں۔ اور اَلْبَحْرُ الْمَآءُ کے معنی ہیں پانی نمکین ہو گیا۔

ایک شاعر کہتا ہے ؎

وقد عاد ماء الارض بحرا فزادنی

الی مرضی ان ابحر المشرب العذب

(زمین کے سوتوں کا پانی سمندر بن گیا تو میرے مرض میں اس سے اور زیادتی ہو گئی کہ میٹھا پانی نمکین ہو گیا) قرآن کریم میں بھی بحر کا استعمال جا بجا سمندر ہی کے لئے ہوا ہے۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وغیرہ آیات کثیرہ اس پر شاہد ہیں۔

(مفردات راغب تفسیر کشاف والمنار)

یُمَارُوْنَ :۔ وہ جھگڑا کرتے ہیں۔ مُمَارَاةٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

مُمَارَاةٌ کہتے ہیں جس بات میں شک (مریة) ہو اس میں جھگڑا کرنے کو۔

یَمُتْ :۔ وہ مر جائے۔ مَوْت سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم

یَمْتَرُوْنَ :۔ وہ شک کرتے ہیں۔ اِمْتِرَاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُمَتِّعُ :۔ وہ بہرہ مند کرے گا۔ تَمْتِیْع سے مضارع واحد مذکر غائب

یُمَتَّعُوْنَ :۔ وہ بہرہ مند کئے جاتے ہیں۔ تَمْتِیْع سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یَمْحُ :۔ وہ مٹائے گا۔ مَحْو سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُمَحِّصُ :۔ وہ خالص کرتا ہے۔ آزماتا ہے۔ آزمائے، خالص کرے۔ تَمْحِیْص سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَمْحَقُ :- وہ گھٹاتا ہے، مٹاتا ہے۔ مَحْق سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو یربو)۔

يَمْحُوْ :- وہ مٹاتا ہے۔ مَحْو سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَمُدُّ :- وہ کھینچتا ہے۔ دراز کرتا ہے۔ وہ سیاہی میں اضافہ کرتا ہے۔ مَدّ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ آخری معنی میں مَدَّ الدَّوَاةَ سے ہے جس کے معنی ہیں "دوات میں سیاہی (مداد) کا اضافہ کرنا"

يُمِدُّ :- وہ مدد کرتا ہے، وہ مدد کرے۔ اِمْدَاد سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَمْدُدْ :- وہ کھینچے۔ تان لے۔ ڈھیل دے۔ مَدّ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

يُمْدِدْ :- وہ مدد کرے گا۔ وہ بڑھائے گا۔ اِمْدَاد سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

يَمُدُّوْنَ :- وہ کھینچتے ہیں۔ مَدّ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَمُرُّوْنَ :- وہ گذرتے ہیں۔ مُرُوْر سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَمَسُّ :- وہ چھوتا ہے۔ پہنچتا ہے، چھوئیگا۔ پہنچیگا۔ چھوئے۔ مَسّ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَمْسَسْ :- وہ چھوئے۔ پہنچے۔ مَسّ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

(لم) يَمْسَسْ :- نہیں چھوا۔ مَسّ سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

يُمْسِكُ :- روکتا ہے، تھام رہا ہے۔ روک لے۔ اِمْسَاك سے مضارع واحد مذکر غائب۔ سورۂ فاطر میں فرمایا گیا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ اس کا تفسیری ترجمہ علامہ عثمانیؒ کے الفاظ میں یہ ہے یعنی "اسی (اللہ) کی قدرت کا ہاتھ ہے جو اتنے بڑے بڑے کرات عظام کو اپنے مرکز سے ہٹنے اور اپنے مقام و نظام سے اِدھر اُدھر سرکنے نہیں دیتا۔ اور اگر بالفرض یہ چیزیں اپنی جگہ سے ٹل جائیں تو پھر بجز خدا کے کس کی طاقت ہے کہ ان کو قابو میں رکھ سکے۔" (فوائد عثمانی)

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اجرام سماویہ محققین جدید کی تحقیقات کے مطابق، مختلف نظاموں سے وابستہ ہیں۔ ہر چند اجرام کا علیحدہ ایک مستقل نظام ہے جس کے تحت وہ معروف گردش میں ہیں۔ یہ مختلف نظام ایک دوسرے سے ہزارہا ملین سال کی رفتار نور کی دوری رکھتے ہیں۔ واضح ہے کہ اجرام سماویہ کے بُعد کا اندازہ کرنے کے لئے ماہرین فلکیات نے روشنی کی رفتار کو

معیار بنایا ہے۔ چنانچہ ان کے حساب کے مطابق
روشنی ایک سکنڈ میں چھیاسی ہزار میل کی مسافت
طے کرتی ہے۔ زمین سے جو سیارہ سب سے زیادہ
قریب ہے اس کی روشنی زمین تک تقریباً ساڑھے
چار سال میں پہنچتی ہے۔ لہذا فلکیات کی اصطلاح
میں کہا جائے گا کہ وہ ہم سے ساڑھے چار سال
نوری دور ہے۔ بعض سیارے جو زیادہ دور ہیں
ان کی روشنی ہم تک ایک ہزار سال بلکہ اس سے بھی
زیادہ مدت میں پہنچتی ہے) اس قدر فاصلہ کے
باوجود یہ سب نظام ایک نظامِ اعلیٰ کے تحت
ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ ان میں آپس میں
کوئی تصادم نہیں ہوتا۔

ان نظامات سیارگان میں ہی سے ایک
نظام وہ ہے جس سے ہمارا تعلق ہے اور جسے نظام
شمسی کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ شمس (سورج)
اس نظام کا مرکز ہے اور دوسرے سیارے جن میں
ہماری یہ دنیا (سیارہ) بھی شامل ہے۔ اسکے گرد
اپنے اپنے مدار میں گھومتے ہیں۔ سورج کے گرد
گھومنے والے یہ سیارے اپنے حجم اور بعد میں مختلف
ہیں تاہم یہ سب اپنی مقررہ رفتار سے اپنے مخصوص
حلقہ گردش میں اس باقاعدگی کے ساتھ گھومتے
رہتے ہیں کہ نہ ان کی رفتار میں ایک منٹ کا فرق
ہو سکتا ہے۔ اور نہ ان کے مدار میں ایک انچ کا۔

ان سب کو اپنی اپنی معین جگہ (دائرہ) پر رکھنے
کے لئے جو سنتِ الٰہیہ کام کر رہی ہے اسے اصطلاح
فلکیات میں جاذبیتِ عامہ کے نام سے تعبیر کیا
گیا ہے۔ اگر یہ جاذبیت ان کا صحیح توازن قائم
نہ رکھے تو یہ عظیم کرات (اجرام سماویہ) ایک دوسرے
سے ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو جائیں اور کل نظام درہم برہم
ہو جائے۔ الغرض آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ
خداوند جل و علیٰ ہی کے دست قدرت کی کار
فرمائی ہے کہ اس نے اجرام سماویہ کے ہر نظام کے
مختلف کرات عظیمہ کو، اور پھر تمام نظاموں کو جن میں
ہمارا نظام شمسی بھی شامل ہے ایک سنت کے ذریعے
باہم مربوط و منظم کر رکھا ہے۔ اگر اس کی قدرت و
حکمت یہ سہارا اٹھا لیں تو کائنات کی کونسی
طاقت ہے جو اس کچے دھاگے کے ہار کی لڑیاں
بکھرنے سے روک سکے۔ چنانچہ جب وہ ایسا کرنا
چاہے گا تو ہوگا۔ اور اسی کا نام قیامت ہے۔ اور
دوسری آیۃ وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى
الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ اور اس نے آسمان کو زمین
پر گرنے سے روک رکھا ہے۔ مگر جب اس کا حکم
ہو تو گر پڑے۔ میں اسی طرف اشارہ ہے پھر یہ اجرام
سماویہ کا یہ حیرت انگیز نظام اہل دانش و بینش کیلئے
خداوند جل و علیٰ کی وحدانیت۔ اس کی عظمت قدرت
و اس کی وسعت رحمت کا بہترین نشان ہے

جنھوں نے اسے دل کی آنکھوں سے دیکھا وہ تو سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ کے والہانہ نغموں میں گم ہو گئے مگر جو آج اسے سر کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں وہ بھی بے اختیار پکار اٹھے سُبْحٰنَكَ مَا اَعْظَمَ شَانَكَ ؟ ہندوستان کے ایک مشہور مستشرق سے برطانوی سائنس دانوں کے استاذ الاساتذہ سر جیمس (متوفی ۱۹۴۶ء) کی ملاقات کا حال صدق جدید کی ایک تازہ اشاعت میں شائع ہوا ہے۔ اس کے چند فقرے ملاحظہ ہوں :-

چائے کی میز پر بیٹھ کر سر جیمس نے اجرام فلکی کے عجیب نظام، ان کی پیچیدہ شاہراہوں، ان کی تندی پرواز، ان کی محیر العقول حجم اور بے کران وسعتوں پر وہ ایمان افروز بحث کی۔ اور اللہ کی حکمت و دانش پر اس رنگ میں روشنی ڈالی کہ میں وجد و حیرت کی دوگانہ کیفیت میں کھو گیا۔ اور خود سر جیمس کا یہ حال تھا کہ وہ الٰہی دانش کی دہشت سے تقریباً لرز رہے تھے۔ ان کی آنکھیں سرخ تھیں اور سر کے بال سیدھے اٹھے ہوئے۔ آخر میں فرمایا عنایت اللہ خشیت و دہشت کی یہی وہ فراوانی ہے جسے کم کرنے کے لئے میں خدا کے حضور میں جا تا ہوں جب میں فرشِ خاک پر جبیں رکھ کر "خدا عظیم ہے" کہتا ہوں تو یقین رکھئے کہ یہ آواز میرے دل کی ہر رگ سے اٹھتی ہے۔ عنایت اللہ، اللہ کی عظمت کا صحیح تصور قائم کرنے کے لئے اس کے شاہکاروں پر غور کرنے کی ضرورت ہے، یک جاہل اللہ سے ڈرنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتا۔

ع :- سر جیمس آپ کی ان روح افروز تفاصیل کو سن کر ایک آیت کی طرف ذہن منتقل ہو گیا ہے اگر اجازت ہو تو پیش کر دوں۔

ج :- ضرور پیش کیجئے۔

ع :- قرآن کریم میں وارد ہے۔ وَاِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ واللہ تعالیٰ سے اہل علم ہی ڈر سکتے ہیں۔

(فرط حیرت سے)۔ کیا قرآن میں یہ آیۃ موجود ہے؟ محمد کو یہ راز کس نے بتایا تھا کہ اللہ سے صرف اہلِ علم ہی ڈر سکتے ہیں۔ یقیناً اللہ نے بتایا ہوگا ورنہ محمد ان پڑھ تھا۔ عنایت اللہ میرا نام ان لوگوں میں شامل کر لو جو قرآن کو خدائی کتاب اور محمد کو اس کا فرستادہ سمجھتے ہیں، اگر قرآن میں اور کچھ بھی موجود نہ ہو تو صرف یہی ایک صداقت اسے الہامی ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

يُمَسِّكُوْنَ :- وہ مضبوط پکڑتے ہیں۔ تَمْسِيْكٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

لَا يَمَسَّنَّ :- ضرور پہنچے گا۔ مَسّ سے مضارع واحد مذکر غائب بالام تاکید و نون ثقیلہ۔

يَمْشُوْنَ :- وہ چلتے ہیں۔ چلتے پھرتے ہیں۔ مَشْیٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَمْشِيْ :- وہ چلتا ہے۔ چلتا پھرتا ہے مَشْیٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَمْكُثُ :- وہ ٹھہرتا ہے۔ قرار پکڑتا ہے مُكْثٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَمْكُرُ :- وہ فریب کرتا ہے۔ سازش کرتا ہے مَكْرٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو مَكْرٌ)

يَمْكُرُوْا :- وہ مکر کریں مَكْرٌ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

يَمْكُرُوْنَ :- وہ مکر کرتے ہیں۔ فریب کرتے ہیں۔ مَكْرٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

(ل) يُمَكِّنَنَّ :- وہ ضرور قدرت دے گا۔ تَمْكِيْنٌ سے مضارع بالام تاکید وزن ثقیلہ واحد مذکر غائب۔

يُمِلَّ :- وہ لکھائے۔ إِمْلَالٌ سے مضارع واحد مذکر غائب منصوب۔

إِمْلَالٌ اور إِمْلَاءٌ کے معنی ایک ہی ہیں۔ فراء کہتا ہے کہ إِمْلَالٌ اہل حجاز اور بنی اسد کا لغت ہے اور إِمْلَاءٌ بنی تمیم اور قیس کا۔ بعض نے لکھا ہے کہ إِمْلَالٌ کی لام کو ہمزہ سے بدل کر إِمْلَاءٌ کر لیا گیا ہے۔ یہ دونوں ایک لغت ہیں۔ (حاشیہ بیضاوی صفحہ ۱۲۰)

(ل) يُمْلِلْ :- چاہیئے کہ وہ لکھائے۔ إِمْلَالٌ سے امر واحد مذکر غائب۔

يَمْلِكُ :- وہ مالک ہوتا ہے۔ وہ مالک ہوتا ہے۔ اس کا بس چلتا ہے۔ وہ قدرت رکھتا ہے۔ مُلْكٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَمْلِكُوْنَ :- وہ مالک ہوتے ہیں۔ وہ قدرت رکھتے ہیں۔ مِلْكٌ سے مضارع جمع مذکر غائب

يَمُنُّ :- وہ احسان کرتا ہے۔ وہ احسان جتاتا ہے۔ مَنٌّ سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو مَنٌّ)

يُمْنٰى :- وہ ٹپکایا جاتا ہے۔ ڈالا جاتا ہے۔ إِمْنَاءٌ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب

يَمْنَعُوْنَ :- وہ باز رکھتے ہیں۔ روکتے ہیں۔ مَنْعٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَمُنُّوْنَ :- وہ احسان رکھتے ہیں۔ احسان جتاتے ہیں۔ مَنٌّ سے مضارع جمع مذکر غائب (دیکھو مَنٌّ)

يُمَنِّيْ :- وہ آرزوئیں ڈالتا ہے تَمْنِيَةٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَمُوْتُ :- وہ مرتا ہے۔ مرے گا۔ مَوْتٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَمُوْتُوْا :- وہ مر جائیں۔ مَوْتٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَمُوتُونَ :- وہ مرتے ہیں یا مریں گے۔ مَوْت سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَمُوجُ :- وہ موج مارے گا۔ مَوْجٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

سورۂ کہف میں فرمایا گیا ہے۔ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوجُ فِي بَعْضٍ۔ یہاں اگر ضمیر کو یاجوج و ماجوج کی طرف راجع کیا جائے جن کا ذکر پہلے سے چلا آرہا ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ جب وقت موعود پر سد ذوالقرنین کو توڑ ڈالا جائے گا تو یاجوج و ماجوج سمندر کی موجوں کی طرح ٹھاٹھیں مارتے ہوئے نکلیں گے اسی طرح کہ ایک دوسرے میں گتھے ہوئے ہوں گے اور اگر مخلوق کی طرف راجع کیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ جب قیامت کا وقت مقرر آئے گا اور نفخہ ثانیہ ہوگا تو مخلوق خداوندی فرط رنج و اضطراب و انتشار کی حالت میں ایک دوسرے کو دھکیلتی ہوئی نکلے گی۔ (بیضاوی $\frac{۲}{۹}$)

(تفصیل کے لئے دیکھو یاجوج)

يَمْهَدُونَ :- وہ تیار کرتے ہیں۔ وہ مہیا کرتے ہیں۔ مَهْدٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُمِيتُ :- وہ مارتا ہے۔ اِمَاتَةٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَمِيزَ :- وہ جدا کردے۔ مَيْزٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَمِيلُونَ :- وہ حملہ کرکے جھک آئیں۔ مَيْلٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَمِينٌ :- قوت، طاقت۔ سعادت۔ دایاں ہاتھ۔ قسم۔

يَمِينٌ کے اصل معنی قوت و طاقت کے ہیں۔ دائیں ہاتھ کو یمین اس لئے کہتے ہیں کہ وہ قوت و طاقت کا مظہر ہوتا ہے برخلاف بائیں ہاتھ کے کمزور ہوتا ہے۔ قسم کو بھی یمین اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے قسم کھانے والا اپنے دعویٰ میں قوت پیدا کرتا ہے نیک بختی اور سعادت کو بھی یمین اس لئے کہتے ہیں کہ نیک بختی قوت و طاقت دیتی ہے۔

اَصْحَابُ الْيَمِينِ وہ خوش نصیب ہیں جنکو قیامت کے دن ان کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ گویا اس طرح اس حقیقت کا اظہار کیا جائے گا کہ یہ لوگ دنیا میں اپنی خواہشات نفسانی پر غالب رہے اور اَصْحَابُ الشِّمَالِ وہ بدنصیب جن کو ان کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور یہ ظاہر کیا جائے گا کہ خواہشات نفسانی پر یہ غالب نہ آسکے۔

مِلْكُ الْيَمِينِ سے پورا پورا قبضہ اور مکمل اقتدار و تصرف مراد ہوتا ہے اسی لئے اسکا

استعمال غلاموں پر آقایانہ اقتدار کے لئے ہوتا ہے۔

فرمایا گیا ہے۔ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ (اور آسمان اس کے یمین میں لپٹے ہوئے ہیں) تو اس سے خداوند قدوس کا عالمِ سماویہ پر کامل تصرف و اقتدار مراد ہے۔

اور یہ جو فرمایا گیا ہے۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ۔ (اور اگر یہ رسول گھڑ لیتا ہماری طرف منسوب کر کے کوئی بات تو ہم پوری قوت سے اسے پکڑتے اور پھر اس کی شہ رگ کاٹ ڈالتے)۔

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر پیغمبر معاذ اللہ پیغامِ خداوندی کے مخلوق تک پہنچانے میں دجل و تلبیس سے کام لے تو اس پر فوراً دار و گیر ہوگی مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر مفتری پر یہ دار و گیر ہو۔

حضرت شاہ عبد العزیزؒ دہلوی فرماتے ہیں۔

"اس جگہ ایک سخت شبہ وارد ہوتا ہے کہ اگر یہ شرط و جزاء درست ہو تو جہاں اللہ پر افتراء پایا جائے تو وہ مفتری زندہ نہ رہے۔ حالانکہ مسیلمہ کذاب اور اسودِ عنسی وغیرہ پر اس قسم کا مواخذہ نہ ہوا۔ جواب یہ ہے کہ تَقَوَّلَ میں جو ضمیر مستتر ہے وہ رسول کی طرف راجع ہوتی ہے نہ ہر فرد انسان کی طرف۔ لہذا لازم ہوا کہ اگر رسول سے افتراء پایا جائے تو اس پر فوراً عذاب نازل کیا جائے۔ کیونکہ رسول کی تصدیق و تائید معجزات سے کی جا چکی ہے۔ اگر اس کی اس معروضہ غلط بیانی کا فوراً تدارک نہ کیا جائے تو وحی الٰہی قابل اعتبار نہ رہے اور ایسا اشتباہ و التباس واقع ہو جائے جس کا دور ہونا ممکن نہ ہو۔ اور یہ بات حکمتِ الٰہی کے خلاف ہے۔

اس کی مثال یوں سمجھنا چاہئے کہ جیسے بادشاہ کسی نائب کو خلعت و فرمان دے کر کسی حصہ ملک کی طرف روانہ کرے تو اگر یہ نائب السلطنت بادشاہ پر جھوٹ باندھے گا اور کارِ مفوضہ میں خیانت کرے گا تو اس پر فوراً دار و گیر ہوگی۔ برخلاف کسی عامی آدمی کے جس کے پاس نہ کوئی شاہی سند ہے اور نہ فرمان وہ اگر کچھ واہی تباہی بکتا ہے تو کوئی اس کی طرف توجہ نہیں کرتا اور نہ اس سے کوئی تعرض ہی کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ یقین ہوتا ہے کہ کوئی عقلمند اس کے فریب میں نہ آئے گا۔" (تفسیر عزیزی)۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی اس توضیح سے یہ بات صاف ہو گئی کہ بعض مدعیانِ نبوت (مرزائے قادیانی) جو اس آیہ کی بنا پر اپنے اوپر عذاب نہ آنے سے اپنی صداقت پہ استدلال کرتے ہیں۔

وہ استدلال بالکل باطل ہے بلکہ ان پر فوراً عذاب آنا ان کے دعوائے نبوۃ کی کھلی تردید ہے، فافہم

اَصْحَابُ الْیَمِیْنِ :- داہنی طرف والے لوگ۔ یعنی جنتی لوگ جن کو قیامت کے دن داہنے ہاتھ میں اعمالنامہ ملے گا۔ (دیکھو یمین)

یَنَابِیْعَ :- چشمے۔ واحد یَنْبُوْعٌ۔

یُنَادُوْنَ :- وہ پکارتے ہیں۔ نِدَاءٌ (مفاعلہ) سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُنَادَوْنَ :- وہ پکارے جائیں گے۔ نِدَاءٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُنَادِ۔ یُنَادِیْ :- وہ پکارے گا۔ نِدَاءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لا) یُنَازِعُنَّ :- وہ ہرگز جھگڑا نہ کریں۔ نِزَاعٌ (مفاعلہ) سے مضارع واحد مذکر غائب بالام تاکید نون ثقیلہ۔

یَنَالُ :- وہ پہنچتا ہے۔ ملتا ہے۔ نَیْلٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لن) یَنَالَ :- ہرگز نہ پہنچے گا۔ نَیْلٌ سے مضارع منفی مؤکد بہ لن واحد مذکر غائب۔

(لم) یَنَالُوْا :- انہوں نے نہیں پایا۔ نَیْلٌ سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یَنَالُوْنَ :- وہ پاتے ہیں۔ نَیْلٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَنْئَوْنَ :- وہ دور ہوتے ہیں۔ نَأْیٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یُنَبِّئُ :- وہ آگاہ کرتا ہے۔ خبردار کرتا ہے وہ آگاہ کرے گا۔ تَنْبِئَۃٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُنَبَّأُ :- وہ خبردار کیا جائے گا۔ تَنْبِئَۃٌ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

(لم) یُنَبَّأْ :- وہ خبردار نہیں کیا گیا۔ تَنْبِئَۃٌ سے نفی جحد مجہول واحد مذکر غائب۔

یُنْبِتُ :- وہ اگاتا ہے۔ اِنْبَاتٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَ) یُنْبَذَنَّ :- وہ ضرور پھینکا جائے گا۔ نَبْذٌ سے مضارع مجہول بالام تاکید نون ثقیلہ واحد مذکر غائب۔

یَنْبَغِیْ :- وہ لائق، وہ سزاوار ہے۔ وہ بن پڑتا ہے۔ اِنْبِغَاءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَنْبُوْعٌ :- چشمہ۔ جمع یَنَابِیْعُ۔

یَنْتَصِرُوْنَ :- وہ بدلہ لیتے ہیں۔ بدلہ لے سکتے ہیں۔ اِنْتِصَارٌ سے مضارع جمع مذکر غائب

یَنْتَظِرُ :- وہ انتظار کرتا ہے۔ امید رکھتا ہے اِنْتِظَارٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَنْتَظِرُوْنَ :- وہ انتظار کرتے ہیں۔ اِنْتِظَارٌ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَنْتَقِمُ :- وہ بدلہ لے گا۔ انتقام سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَمْ) يَنْتَهِ :- وہ باز نہ آیا۔ وہ نہ رکا۔ اِنْتِهَاء سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

(لَمْ) يَنْتَهُوْا :- وہ باز نہ آئے۔ نفی جحد جمع مذکر غائب۔ اِنْتِهَاء سے۔

يَنْتَهُوْا :- وہ باز آجائیں۔ اِنْتِهَاء سے مضارع جمع مذکر غائب مجزوم۔

يَنْتَهُوْنَ :- وہ باز رہیں۔ اِنْتِهَا سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُنَجِّيْ :- وہ نجات دیتا ہے تَنْجِيَة سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُنْجِيْ :- وہ نجات دیتا ہے۔ اِنْجَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَنْحِتُوْنَ :- وہ تراشتے ہیں۔ نَحْت سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُنْذِرُ :- وہ ڈرائے۔ اِنْذَار سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو منذر)

يُنْذِرُوْا :- وہ ڈرائیں۔ جمع مذکر غائب۔ مضارع منصوب۔ اِنْذَار سے۔

يُنْذِرُوْنَ :- وہ ڈراتے ہیں۔ اِنْذَار سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُنْذَرُوْنَ :- وہ ڈرائے جاتے ہیں اِنْذَار سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب

يَنْزِعُ :- وہ کھینچتا ہے۔ وہ اتارتا ہے وہ اتروا تاہے۔ نَزْع سے مضارع واحد مذکر غائب

يَنْزَغُ :- وہ وسوسہ ڈالتا ہے۔ فساد ڈالتا ہے نَزْغ سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو نزغ)

يَنْزَغَنَّ :- وہ وسوسہ ڈالے۔ ورغلائے۔ نَزْغ سے مضارع واحد مذکر غائب مؤکد بانون ثقیلہ۔ دیکھو منزغ)

يُنْزَفُوْنَ :- وہ مدہوش ہوں گے۔ وہ بدمست ہوں گے۔ نَزْف سے مضارع جمع مذکر غائب مجہول

يَنْزِلُ :- وہ اترتا ہے وہ اترے گا۔ نُزُوْل سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُنَزِّلُ :- وہ اتارتا ہے۔ وہ اتارے۔ وہ بتدریج اتارتا ہے۔ تَنْزِيْل سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو تنزیل)

يُنَزَّلُ :- وہ اتارا جاتا ہے۔ وہ اتارا جائے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ تَنْزِيْل سے

يَنْسٰى :- وہ بھولتا ہے۔ وہ بھولے گا۔ نِسْيَان سے مضارع واحد مذکر غائب۔

نِسْيَان کے معنی ہیں کسی بات کا حافظہ سے نکل جانا۔ یہ کبھی غیر اختیاری ہوتا ہے مثلاً ضعف قلب ودماغ کی وجہ سے اور کبھی اختیاری مثلاً بے توجہی کے سبب۔ پہلی صورت معاف ہے

چنانچہ فرمایا حضورؐ نے رُفِعَ عَنْ اُمَّتِی الْخَطَاءُ وَالنِّسْيَانُ (میری امت سے بھول چوک کا مواخذہ نہ ہوگا) اور دوسری پر دارو گیر ہو سکتی ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا وَلَقَدْ عَهِدْنَا اِلٰى آدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ (اور ہم نے عہد لیا آدم سے پس وہ بھول گئے) چونکہ نِسْیَان ایک صفت نقص ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسٰى (میرا رب نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے) اور یہ جو فرمایا گیا۔ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (ہم نے تم کو نظر انداز کر دیا۔ لہذا چکھو دائمی عذاب اپنے کرتوتوں کے نتیجہ میں) تو یہاں نِسْیَان سے مراد اہانت آمیز طور پر چھوڑ دینا ہے (مفردات بتغییر یسیر)

يَنْسَخُ: مٹا دیتا ہے۔ محو کر دیتا ہے۔

سورۂ حج میں فرمایا گیا ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔

یہ آیت مبہمات آیات میں سے ہے علامہ عبدہ مصری نے اپنے ایک رسالہ میں بعض ضعیف اقوال کی تضعیف کے بعد اس آیہ کی تفسیر میں اقوال نقل کئے ہیں جن کا ملخص درج ذیل ہے

(۱) اس آیت میں تَمَنّٰی کے معنی قَرَأَ (پڑھا) ہیں۔ اور اُمْنِيَّة کے معنی قِرَاءَة (پڑھنا) ہیں اور اَلْقٰى، اَلْقَيْتُ فِي حَدِيْثِ فُلَانٍ (میں نے اس کی بات کو وہ معنی پہنائے جو اس کی مراد نہ تھے) سے ماخوذ ہے اور احکام آیات سے آیاتِ محکمہ کی تنزیل اور مراد خداوندی کی توضیح مراد ہے۔ آیہ کا مطلب یہ ہے کہ اے محمدؐ آپ سے پہلے جتنے رسول یا نبی خدا کی بھیجی ہوئی وحی لیکر آئے اُنکے ساتھ یہ دستور رہا ہے کہ جب انہوں نے اپنی قوم کو اسے پڑھ کر سنایا تو شیطان صفت لوگوں نے اس وحی کے معنی ہیر پھیر کر بیان کرنے شروع کر دیئے اور عوام کے دلوں میں اس کی صداقت کو مشتبہ کرنے لگے۔ لیکن یہ صورتِ حالات زیادہ عرصہ تک باقی نہیں رہتی۔ آخرکار اللہ تعالیٰ ان شیطانی وسوسوں کی جڑیں اُکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ حق کو ثبوت و دوام بخشتا ہے اور باطل کو ملیا میٹ کر دیتا ہے۔ اور اپنی آیات متشابہہ کی حقیقت و حقانیت کو آیاتِ محکمہ کی تنزیل کے ذریعہ ثابت کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے امتحان لیتا ہے کہ کون دل کا روگی ہے جو شیطان کے بچھائے ہوئے ان شبہات کے جال میں پھنس کر رہ جاتا ہے اور کون علم و تحقیق کی روشنی میں قبولِ حق اور اطمینانِ قلب

کے درجاتِ عالیہ پر پہنچ کر دم لیتا ہے۔ یہ تفسیر
مزید تفصیل و توضیح کے ساتھ حضرت علامہ عثمانی
نے اختیار فرمائی ہے۔

(۲) تَمَنّٰی کو اپنے متعارف معنی آرزو کرنے کی
معنی میں لیا جائے اور اُمْنِیَّۃ کو بھی بمعنی آرزو
لیا جائے اور اِلْقَاءُ الشَّیْطَان سے شیاطین جن
وانس کی فساد انگیزی اور فتنہ پردازی مراد لی
جائے اور نَسْخ سے ان فتنوں کی سرکوبی اور احکام
آیات سے نشاناتِ قدرت اور معجزاتِ نبوت
کو ظاہر و باہر کرنا اور آیاتِ قرآنیہ کی صداقت
کو آشکارا کرنا مراد لیا جائے تو آیہ کا مفہوم یہ
ہوگا: "اے پیغمبر آپ سے پہلے جو بھی رسول یا نبی
آیا اس کے ساتھ یہ معمول رہا ہے کہ جب اس نے
اس پدرانہ شفقت سے بے چین ہو کر جو ہر پیغمبر کو
اپنی امت کیساتھ ہوتی ہے اپنی قوم کو باطل کی
دلدل سے نکالکر حق کی صراطِ مستقیم پر لانے کی
تمنا کی اور اصلاح و ہدایت کی اس آرزو کو پورا
کرنیکے لئے وہ دیوانہ وار مصروفِ عمل ہو گیا تو
شیطانی طاقتیں بھی اپنی پوری قوت کے ساتھ
اس کے مقابلہ میں صف آرا ہو گئیں اور انہوں نے
داعیِ حق کی حق کو غالب کرنے کی تمناؤں کو ناکام
بنانے کے لئے اپنے سر دھڑ کی بازی لگا دی حق
و باطل کی اس کشمکش میں اللہ تعالیٰ کی مصلحتوں کی
بنا پر شروع شروع میں کبھی اہلِ باطل کو عارضی
کامیابی بھی ہوئی جس سے اپنی شرارتوں میں وہ
اور بھی جری ہو گئے اور دل کے روگی فتنہ میں
مبتلا ہو گئے۔ مگر آخرکار اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ
کے مطابق تدریج و امہال کی اس مدت کے گذرنے
کے بعد نصرتِ الٰہی حق پرستوں کی دستگیر ہوئی۔
شیطانی قوتوں کو تہ و بالا کر دیا گیا۔ باطل سرنگوں
ہوا۔ حق کو غالب و منصور اور داعیِ حق کو کامیاب و
بامراد بنایا گیا۔ حق و باطل کی اس کشمکش کے
آغاز میں باطل کو جو سر اٹھانے کی مہلت دی
جاتی ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی مصلحت یہ ہے
کہ جن کے دل روگی ہیں ان کا روگ اور بڑھ جاتا
ہے۔ ضد و عناد اور فتنہ و فساد میں وہ کوئی
کسر نہیں اٹھا رکھتے اور جو صاف دل اور
پاک باطن ہیں وہ ان آزمائشوں کو ترقی درجات
کا وسیلہ سمجھ کر راہِ حق میں جان و مال کی بہترین
قربانیاں پیش کرتے ہیں اور اس بھٹی سے کندن
بن کر نکلتے ہیں۔"

یہ تفسیر مولانا آزاد مدظلہ نے ترجمان القرآن
میں درج کی ہے۔

(۳) تیسری تفسیر جو صاحب ابریز سے منقول
ہے اور دونوں تفسیروں کے بین بین ہے یہ ہے،
جب پیغمبر غایتِ شفقتِ امت کی بنا پر

اپنے دل میں یہ تمنا لیکر اٹھتا ہے کہ میری قوم تمام
وکمال میری دعوت اصلاح و ہدایت کو قبول کر
لے تو شیطان اس کی تمنا کو ناکام بنانے کیلئے
طرح طرح کی وسوسہ اندازیاں شروع کر دیتا ہے
یہ وسوسے یوں تو سب ہی کے دلوں میں ڈالے جاتے
ہیں مگر جن کے دل روگی ہوتے ہیں ان کے دلوں
میں یہ وسوسے خوب پھلتے پھولتے ہیں اور آخر
انہیں کافر بنا کر چھوڑتے ہیں اور جن کے دلوں میں
قبولِ حق کی صلاحیت موجود ہوتی ہے اللہ تعالیٰ
ان کے دلوں سے ان فتنہ کی جڑوں کو صاف کر دیتا
ہے اور اپنی آیات کی حقانیت و صداقت کو ان پر
آشکارا کر کے ایمان و ایقان کی دولت سے انہیں
مالا مال کر دیتا ہے۔"

اس آیہ کے سلسلہ میں بعض مفسرین نے "قصہ
غرانیق" کا ذکر کیا ہے۔ یہ قصہ روایت کے اعتبار
سے ساقط الاعتبار اور مفہوم کے لحاظ سے مردود
ہے اگر اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو صاحبِ وحی
کی عصمت اور وحیِ الٰہی کی قطعیت مجروح و
مشکوک ہو کر رہ جاتی ہے۔ حالانکہ سارے دین
کی بنیاد انہی پر ہے۔

شارح بخاری علامہ قسطلانی نے لکھا ہے اس
قصہ (غرانیق) اور اس کی سند میں مختلف
ائمہ نے طعن کیا ہے۔ یہاں تک کہ ابن اسحاق
(امام سیرۃ) نے کہہ دیا ہے کہ یہ زندیقوں کا گھڑا
ہوا ہے۔ اور قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ اس
قصہ کو کسی صاحبِ صحیح محدث نے ذکر نہیں کیا
اور نہ کسی نے سند متصل کے ساتھ اس کی روایت
کی ہے۔ رطب و یابس میں تمیز نہ کرنے والے
مفسرین و مورخین نے ہی اس سے دلچسپی کا اظہار
کیا ہے۔ (شمس اشارات فی مشکوٰت التفسیر علوم مبداء)

يَنْسِفُ: پراگندہ کرے گا۔ بکھیرے گا۔
نَسْفٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَنْسِلُوْنَ: وہ نکل پڑیں گے۔ وہ دوڑتے ہیں
وہ دوڑیں گے۔ نَسْلٌ سے مضارع جمع مذکر
غائب (دیکھو نسل)

يُنْسِيَنَّ: وہ بھلا دے۔ اِنْسَاءٌ سے مضارع
واحد مذکر غائب بانون ثقیلہ۔

يُنَشَّأُ: وہ پالا جاتا ہے۔ تَنْشِئَةٌ سے
مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يُنْشِئُ: وہ پیدا کریگا۔ اٹھائے گا۔
پیدا کرتا ہے۔ اٹھاتا ہے اِنْشَاءٌ سے
مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو مُنْشِئ)

يَنْشُرُ: پھیلاتا ہے۔ پھیلائے گا نَشْرٌ سے
مضارع واحد مذکر غائب۔

يُنْشِرُوْنَ: وہ اٹھائیں گے۔ اِنْشَارٌ سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

یَنْصُرُ:۔ وہ مدد کرتا ہے۔ وہ مدد کرے۔ وہ مدد
کرے گا۔ نَصْر سے مضارع واحد مذکر غائب
(ل) یَنْصُرَنَّ:۔ وہ ضرور مدد کریگا۔ نَصْر سے
مضارع واحد مذکر غائب بالام تاکید ونون ثقیلہ
یَنْصُرُوْنَ:۔ وہ مدد کرتے ہیں۔ وہ مدد کریں۔
وہ مدد کریں گے۔ نَصْر سے مضارع جمع
مذکر غائب۔
یُنْصَرُوْنَ:۔ ان کی مدد کی جائے گی۔ نَصْر
سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔
یَنْطِقُ:۔ وہ کہتا ہے۔ وہ بولتا ہے۔ نُطْق
سے مضارع واحد مذکر غائب۔
یَنْطِقُوْنَ:۔ وہ بولتے ہیں۔ وہ بولیں گے۔
نُطْق سے مضارع جمع مذکر غائب۔
یَنْطَلِقُ:۔ وہ چلتا ہے۔ اِنْطِلَاق سے مضارع
واحد مذکر غائب۔
یَنْظُرُ:۔ وہ دیکھتا ہے۔ وہ دیکھے گا۔ وہ انتظار
کرتا ہے۔ نَظَر سے مضارع واحد مذکر غائب
(ل) یَنْظُرْ:۔ وہ دیکھے۔ اسے دیکھنا چاہئے۔
نَظَر سے امر واحد مذکر غائب۔
یَنْظُرُوْا:۔ وہ دیکھیں۔ مضارع جمع مذکر غائب
مجزوم نَظَر سے۔
(لم) یَنْظُرُوْا:۔ انہوں نے نہیں دیکھا۔ نَظَر
سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

یَنْظُرُوْنَ:۔ وہ دیکھتے ہیں۔ وہ دیکھیں گے۔
وہ انتظار کرتے ہیں۔ نَظَر سے مضارع
جمع مذکر غائب۔
نَظَر کے معنی ہیں کسی چیز کو دیکھنے کے لئے
نگاہ کو یا معلوم کرنے کے لئے دل کو متوجہ کرنا۔ چنانچہ
کبھی نَظَر بول کر غور وفکر مراد لیا جاتا ہے اور کبھی
وہ معرفت جو غور وفکر کا نتیجہ ہوتی ہے اَفَلَا
یَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ (کیا
وہ نہیں نظر کرتے اونٹ کی طرف کہ کیسا پیدا
کیا گیا ہے) یہاں غور وتامل کرنا اور اس کے
بعد کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنا ہی مراد ہے نظر کے
معنی انتظار کے بھی آتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا گیا
هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ (کیا وہ قیامت
ہی کا انتظار کر رہے ہیں) اور مہلت دینے کے
بھی چنانچہ ارشاد ہوا۔ اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ
نُّوْرِكُمْ (ہمیں مہلت دو کہ تمہارے نور سے
ہم بھی فائدہ اٹھالیں) اہل جنت کے متعلق فرمایا
گیا عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ (جنت کے
تختوں پر بیٹھے نظارہ کر رہے ہونگے۔ یعنی جنت کے
تختوں پر بیٹھے ہوئے جنت کی ان سدا بہار نعمتوں
کو دیکھ رہے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا
فرمائیں نیز دوزخ میں اپنے دشمن کافروں کے حال
زار پر بھی ان کی نگاہ ہوگی اور یہ مزید مسرت کا

باعث ہوگا۔ نیز جب دل میں کسی چیز کی خواہش پیدا ہوگی تو اس پر ایک نظر ڈالیں گے اور وہ فوراً حاضر ہو جائیگی اور سب سے بڑی نعمت یہ کہ محبوب حقیقی جل مجدہٗ کے دیدار پُرانوار سے مشرف ہوں گے۔ نَظَر کی اضافت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد اس کا احسان و کرم اور نظرِ رحمت ہوتی ہے وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (اور کافروں پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نظر نہ ڈالیگا) میں یہی نظرِ رحمت مراد ہے۔

(مفردات راغبؒ و تفسیر کبیر ص۵۰)

يُنْظَرُوْنَ :۔ ان کو مہلت دی جائے گی۔ اِنْظَار سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

يَنْعِ :۔ پھل کا پکنا۔ باب فَتَحَ سے مصدر

يَنْعِقُ :۔ چلاتا ہے۔ نَعِيْق سے مضارع واحد مذکر غائب۔ اصل میں نَعِيْق کے معنی میں چرواہے کا بکریوں وغیرہ کو چیخ کر دکارنا۔ آیت کریمہ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَاءً وَّنِدَاءً کی تفسیر میں امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ توجیہہ۔ ابن زید رحمہ اللہ سے نقل کی ہے " اللہ تعالیٰ نے بت پرستوں کی مثال جب کہ وہ اپنے معبودان باطل کو پکارتے ہیں اس شخص سے دی ہے جو پہاڑ کے پاس کھڑا ہو کر چیخے چلائے کہ اپنی آواز کی بازگشت اور صدا کے سوا اسے کچھ جواب نہیں ملتا۔ کیونکہ یہ بت پرست جب اپنی ضرورتوں کے لئے ان گھڑے ہوئے خداؤں کو پکارتے ہیں تو ان کا چیخنا چلانا بالکل فضول و عبث ہوتا ہے دوسرے مفسرین نے بالعموم الَّذِيْن سے پہلے اسکا مضاف دَاعِيْ یا الَّذِيْ سے پہلے بِهَائِم مقدر مانا ہے۔ اور مطلب یہ لیا ہے کہ ان کافروں کو دعوتِ ایمان دینے والے کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو اپنے جانوروں کو پکارے وہ صرف آواز کا تو احساس کرتے ہیں مگر اس کا مطلب نہیں سمجھتے کہ وہ ہمیں آگے بڑھنے کو کہہ رہا ہے یا پیچھے ہٹنے کو۔ جناب محمد ان کافروں کی عقل و بصیرت پر بھی انکار و جمود کی اس قدر تہیں جم گئی ہیں کہ کوئی صدائے حق ان پر اثر نہیں کرتی۔ وہ اپنے کانوں سے ایک آواز سنتے ہیں مگر اس کے مفہوم پر غور و فکر کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے (کذا فی البیضاوی)۔

يُنْغِضُوْنَ :۔ وہ سر مٹکائیں گے۔ سر ہلائیں گے۔ اِنْغَاض سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُنْفَخُ :۔ وہ پھونکا جاتا ہے۔ پھونکا جائیگا۔ نَفْخ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ (اکثر مفسر)

يَنْفَدُ :۔ وہ ختم ہو جاتا ہے۔ وہ ختم ہوگا۔ نَفَاد سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَنْفِرُوْا :۔ وہ کوچ کریں نِفَار ۔ (ر) نَفَر سے

مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

نَفَر آدمیوں کی جماعت کو کہتے ہیں اور نفر اور نفار جماعت بنا کر کسی کام کیلئے نکلنے کے معنی میں آتا ہے۔ عموماً اس کا استعمال میدانِ جنگ کی طرف کوچ کرنے کیلئے ہوتا ہے۔

يَنْفَضُّوا :۔ وہ منتشر ہو جائیں۔ پراگندہ ہو جائیں۔ بھاگ کھڑے ہوں۔ اِنْفِضَاض سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

يَنْفَعُ :۔ وہ فائدہ دیتا ہے۔ وہ فائدہ دیگا۔ وہ فائدہ دے۔ نَفْع سے مضارع واحد مذکر غائب

(لَن) يَنْفَعَ :۔ ہرگز فائدہ نہ دے گا۔ نَفْع سے منفی مستقبل مؤکد بہ لَن واحد مذکر غائب

يَنْفَعُونَ :۔ وہ فائدہ دیتے ہیں۔ نَفْع سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُنْفِقُ :۔ وہ خرچ کرتا ہے۔ وہ خرچ کرے۔ اِنْفَاق سے مضارع واحد مذکر غائب

(لِ) يُنْفِقْ :۔ اسے خرچ کرنا چاہیئے اِنْفَاق سے امر واحد مذکر غائب۔

يُنْفِقُوا :۔ وہ خرچ کریں۔ اِنْفَاق سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔

يُنْفِقُونَ :۔ وہ خرچ کریں۔ وہ خرچ کرینگے اِنْفَاق سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُنْفَوْا :۔ وہ جلاوطن کئے جائیں۔ نَفْی سے مضارع مجہول مذکر غائب۔ منصوب۔

يُنْقِذُونَ :۔ وہ چھڑائیں گے۔ اِنْقَاذ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُنْقَذُونَ :۔ ان کو چھڑایا جائیگا۔ انہیں نجات دی جائیگی۔ اِنْقَاذ سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب

يُنْقَصُ :۔ وہ کم کیا جاتا ہے۔ اِنْقَاذ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

(لم) يَنْقُصُوا :۔ انہوں نے کم نہیں کیا۔ نَقْص سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

يَنْقَضَّ :۔ وہ گر جائے۔ اِنْقِضَاض سے مضارع واحد مذکر غائب منصوب (دیکھو نَقْض)

يَنْقُضُونَ :۔ وہ توڑتے ہیں۔ نَقْض سے مضارع جمع مذکر غائب۔

نَقْض کے اصل معنی عمارت کو گرانے یا رسّی کو توڑنے کے ہیں۔ پھر عہد توڑنے کے معنی میں مجازاً استعمال ہونے لگا۔ اسی سے اِنْقِضَاض ہے۔

يَنْقَلِبُ :۔ وہ پلٹتا ہے۔ لوٹے گا۔ اِنْقِلَاب سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لن) يَنْقَلِبَ :۔ ہرگز نہ لوٹے گا۔ اِنْقِلَاب سے منفی مستقبل مؤکد بہ لَن واحد مذکر غائب

يَنْقَلِبُونَ :۔ وہ پھیریں گے۔ وہ اُلٹیں گے۔ اِنْقِلَاب سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَنْكُثُ :۔ وہ توڑتا ہے (عہد کو) نَکْث سے

مضارع واحد مذکر غائب۔

يَنْكُثُوْنَ :۔ وہ توڑتے ہیں (عہد کو) نَكْث سے مضارع جمع مذکر غائب۔

نَكْث۔ نَقْض کی طرح مجازاً عہد توڑنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ اصل معنی دھاگہ وغیرہ توڑنے کے ہیں۔

يَنْكِحَ :۔ وہ نکاح کرے۔ وہ نکاح کرتا ہے نِكَاح سے مضارع واحد مذکر غائب۔ (دیکھو نِكَاح)

يَنْكِحْنَ :۔ وہ نکاح کریں۔ نِكَاح سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُنْكِرُ :۔ وہ انکار کرتا ہے اِنْكَار سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُنْكِرُوْنَ :۔ وہ انکار کرتے ہیں۔ اِنْكَار سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَنْهٰى :۔ وہ منع کرتا ہے۔ وہ روکتا ہے، روکے گا۔ نَهْي سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَنْهَوْنَ :۔ وہ منع کرتے ہیں۔ منع کریں گے۔ نَهْي سے مضارع جمع مذکر غائب۔

نَهْي کے معنی ہیں کسی چیز سے سختی سے روکنا اور باز رکھنا۔ یہ قول سے بھی ہو سکتا ہے اور دوسرے ذرائع سے بھی۔ چنانچہ فرمایا گیا۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى۔ (لیکن جو شخص اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکتا) تو یہاں نہی سے زبان سے منع کرنا مراد نہیں بلکہ ایمان واخلاق کی قوتوں سے کام لیکر نفس کو خواہشِ نفسانی کے دلدل میں پھنسنے سے روکنا مراد ہے۔ اسی طرح يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (وہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں) میں نہی سے، دل سے، ہاتھ سے اور زبان سے ہر ذریعہ سے روکنا مراد ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ (تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو وہ اسے اپنے ہاتھ سے مٹا ڈالے اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو اپنی زبان سے مٹانے (یعنی منع کرے) اور یہ بھی نہ کر سکے تو اپنے دل سے مٹائے (یعنی اس پر اپنی دلی نفرت کا اظہار کرے اور خود اس سے باز رہے) اور یہ درجہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے۔ (مفردات باختصار تفسیر)

يُنِيْبُ :۔ وہ رجوع کرتا ہے۔ لوٹتا ہے اِنَابَة سے مضارع واحد مذکر غائب۔

اِنَابَة کے معنی ہیں توبہ اور اخلاص عمل کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرنا۔ (مفردات)

يُؤَاخِذُ :۔ وہ پکڑتا ہے۔ وہ گرفت کرتا ہے۔ وہ گرفت کرے۔ مُؤَاخَذَة سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُوَادُّوْنَ: ۔ وہ دوستی کرتے ہیں مُوَادَّۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُوَارِىْ: ۔ وہ چھپائے۔ وہ چھپاتا ہے۔ مُوَارَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُوَاطِئُوْا: ۔ وہ مطابق کریں۔ وہ پورا کریں۔ مُوَاطَئَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب

يُوْبِقُ: ۔ وہ ہلاک کرتا ہے۔ اِيْبَاق سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُؤْتِ: ۔ وہ دے۔ وہ عطا کرے۔ وہ عطا کریگا۔ اِيْتَاء سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

(لم) **يُؤْتِ**: ۔ اس نے نہیں عطا کیا۔ اِيْتَاء سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

(لم) **يُؤْتَ**: ۔ اس کو نہیں عطا کیا گیا۔ اِيْتَاء سے نفی جحد مجہول واحد مذکر غائب۔

يُؤْتٰى: ۔ اس کو دیا جائے۔ اس کو عطا کیا جائے۔ اِيْتَاء سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب

يُؤْتُوْنَ: ۔ وہ دیتے ہیں۔ وہ دینگے۔ اِيْتَاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُؤْتَوْنَ: ۔ ان کو دیا جاتا ہے۔ ان کو دیا جائیگا اِيْتَاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُؤْثَرُ: ۔ نقل کیا جاتا ہے۔ ترجیح دیا جاتا ہے پہلے معنی میں اثر سے اور دوسرے معنی میں اِيْثَار سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ اثر کے اصل معنی نقش قدم کے ہیں۔ اسی سے پہلے اَثَرْتُ الْحَدِيْثَ عَنْ زَيْدٍ میں نے زید کی بات نقل کی اسکے مرنیکے بعد اخذ کیا گیا پھر مطلقاً نقل و روایت کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ پس اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ کے معنی ہوئے کہ (کافر عنید ولید بن مغیرہ نے کہا) نہیں ہے یہ قرآن مگر جادو جسے دوسروں سے نقل کیا جاتا ہے اور اگر اِيْثَار سے ہے تو یہ معنی ہونگے کہ یہ جادو تمام جادوؤں پر راجح و غالب ہے (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۳۵۷)

يُؤْثِرُوْنَ: ۔ وہ ترجیح دیتے ہیں۔ اِيْثَار سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُوْثِقُ: ۔ وہ مضبوط باندھے گا۔ اِيْثَاق سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يُوَجِّهْ: ۔ وہ متوجہ کرے۔ روانہ کرے۔ تَوْجِيْه سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

(لم) **يُوْحَ**: ۔ وحی نہیں بھیجی گئی۔ اِيْحَاء سے نفی جحد مجہول واحد مذکر غائب (دیکھو اَوْحٰى)

يُوْحٰى: ۔ وحی کیا جاتا ہے۔ وحی بھیجا جاتا ہے حکم دیا جاتا ہے۔ اِيْحَاء سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب (دیکھو اَوْحٰى)

يُوْحُوْنَ: ۔ وہ پیغام بھیجتے ہیں۔ اِيْحَاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُوْحِىْ: ۔ وہ وحی بھیجتا ہے۔ وہ بتاتا ہے۔ وہ

سکھاتا ہے۔ اِیحاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُؤخَذُ :۔ وہ پایا جاتا ہے۔ لیا جائیگا۔ پکڑا جائیگا
اَخذ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

(لم) یُؤخَذْ :۔ نہیں لیا گیا۔ اَخذ سے نفی جحد
مجہول واحد مذکر غائب۔

یُؤخِّرُ :۔ وہ ڈھیل دیتا ہے۔ مؤخر کرتا ہے۔
تاخِیر سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(لن) یُؤخِّرَ :۔ ہرگز مؤخر نہ کریگا۔ تاخِیر
سے مضارع منفی بہ لن واحد مذکر غائب۔

یُؤخَّرُ :۔ وہ مؤخر کیا جاتا ہے۔ تاخِیر سے
مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یُؤدِّ :۔ وہ ادا کرے۔ تَأدِیَة سے مضارع واحد
مذکر غائب مجزوم۔ اصل میں یُؤدِّی تھا ی گر گئی۔

یَوَدُّ :۔ وہ چاہتا ہے۔ چاہے گا۔ وہ تمنا کرتا ہے
سے مضارع واحد مذکر غائب۔ وُدّ کے معنی
ہیں کسی چیز سے محبت کرنا۔ یا اسکے ہونے کی تمنا کرنا
دوسرے معنی پہلے کو متضمن ہوتے ہیں۔ کیونکہ جس
چیز کی تمنا کی جائے گی اس سے محبت ضرور ہو
گی۔ اللہ تعالیٰ کا اسم صفت وَدُود بھی ہے کیونکہ
اس کی رحمت کائنات کو حاوی ہے بلکہ کائنات
کا وجود ہی اس کی رحمت کاملہ کے صدقہ میں ہے
(دیکھئے مِیثاق)۔ وُدّ، وَدّ، وِدّ تینوں حرکات
کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ اس کی اصل وَتَد
(میخ) تھی، تا کو دال بنا کر ادغام کر دیا گیا دونوں
میں مناسبت یہ ہے کہ جس طرح میخ گڑ جاتی ہے
اور ایک چیز کو دوسری سے پیوست کر دیتی
ہے اسی طرح وُدّ (محبت) بھی دل میں جاگزیں
ہو جاتی ہے اور محب و محبوب میں تعلق پیدا کر
دیتی ہے۔ (مفردات ملخصاً)

یَوَدُّوا :۔ وہ چاہیں گے۔ وُدّ سے مضارع
جمع مذکر غائب مجزوم۔

یُؤذَنُ :۔ اس کو اجازت دی جائیگی۔ اجازت
دیجائے۔ اِذن سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب

یُؤذُونَ :۔ وہ ستاتے ہیں۔ اِیذاء سے مضارع
جمع مذکر غائب۔

یُؤذِی :۔ وہ ستاتا ہے۔ تکلیف دیتا ہے
اِیذاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُؤذَینَ :۔ وہ ستائی جائیں۔ اِیذاء سے مضارع
مجہول جمع مؤنث غائب۔

یُورِثُ :۔ وہ وارث کرتا ہے۔ اِیراث سے
مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو وارث)

یُورَثُ :۔ اس کا وارث بنایا جاتا ہے۔ اِیراث
سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یُوزَعُونَ :۔ وہ ترتیب کے ساتھ کھڑے کئے جاتے ہیں
ان کی ٹولیاں بنائی جائیں گی۔ وَزع :
اِیزاع سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

دَرَّعَ الْجَیْشَ کے معنی ہیں "لشکر کو صف آرا کیا اور اسے ترتیب کے ساتھ کھڑا کیا" اور "وَزَّعَ الْمَالَ" کے معنی ہیں مال کو تقسیم کیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کے ذکر میں فرمایا گیا۔ فَھُمْ یُوْزَعُوْنَ (ان کو ترتیب کے ساتھ کھڑا کیا جاتا ہے، یعنی باوجود لشکر کی کثرت اور تنوع کے اس کے نظم و ترتیب میں کوئی گڑبڑ نہ ہوتی تھی، پرندے جدا تھے جن الگ اور انسان الگ۔ کفار کے متعلق روزِ حشر میں ان کے جہنم کی طرف ہنکائے جانے کے سلسلہ میں بھی فرمایا گیا۔ فَھُمْ یُوْزَعُوْنَ تو یہاں بھی مراد یہ ہے کہ ہر درجہ کے مجرم الگ الگ جماعتوں کی صورت میں ہوں گے۔

یُوْسُفُ :۔ (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام)

حضرت یوسف علیہ السلام جلیل القدر پیغمبر حضرت یعقوب کے بیٹے حضرت اسحاق کے پوتے اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کے پڑپوتے ہیں آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ارشاد ہے :۔ اِنَّ الْکَرِیْمَ ابْنَ الْکَرِیْمِ ابْنِ الْکَرِیْمِ ابْنِ الْکَرِیْمِ یُوْسُفُ بْنُ یَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحَاقَ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ (بخاری) قرآن کریم میں ایک پوری سورت آپ ہی کے حیرت انگیز واقعات پر مشتمل وہ آپ ہی کے نام سے معنون ہے۔ اس حیرت انگیز و عبرت خیز قصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے :۔

جناب یعقوب علیہ السلام اپنے بارہ بیٹوں میں سب سے زیادہ حضرت یوسف علیہ السلام کو چاہتے تھے نہ صرف اس لئے کہ یوسف علیہ السلام انتہائی حسین و جمیل اور خوبی و لطافت کا مجسم پیکر تھے۔ بلکہ حضرت یعقوب کی دُور بین نگاہیں جو سر منزِ نبوت سے منور تھیں۔ یوسف کی لوحِ جبیں پر نورِ نبوت کی جلوہ فرمائیاں دیکھ رہی تھیں۔

حضرت یعقوب اپنی اس روز افزوں محبت کے ساتھ یہ بھی محسوس کرتے تھے کہ یوسف کے دس علاتی اور بڑے بھائی یوسف سے بغض و حسد رکھتے ہیں اور یوسف انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتا اسی لئے جب حضرت یوسف نے جو ابھی بہت کمسن تھے اپنا یہ خواب کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند میرے سامنے جھکے ہوئے ہیں شفیق باپ سے بیان فرمایا تو آپ نے خواب کی تعبیر بتانے سے پیشتر یہ نصیحت فرمائی کہ "بیٹا اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہہ بیٹھنا ورنہ وہ تیرے حق میں کوئی دشمنی کی چال چلیں گے اللہ تجھے برگزیدہ کر کے دینی و دنیوی نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا۔

برادرانِ یوسف کے سینوں میں بغض و حسد کی آگ بھڑکتی رہی آخر سب نے ملکر مشورہ کیا کہ یوسف کو قتل کر دو یا کسی دور دراز سرزمین میں پھینک دو تاکہ باپ کی تمامتر توجہات بلا شرکت غیرے

نہیں ہی حاصل ہو جائیں۔ برادرانِ یوسف میں سے ایک نے (جو بقولِ مشہور بڑا بھائی "یہودا" تھا) قتلِ یوسف کی مخالفت کی اور یہ مشورہ دیا کہ یوسف کو قتل کرنے کے بجائے (خشک اور اندھیرے) کنویں کے اندر ڈال دو تاکہ کوئی مسافر ہی لے جائے اس طرح ہمارا مقصد بھی حاصل ہو جاوے گا اور ہماری گردنوں پر خونِ ناحق کا گناہ بھی نہ ہوگا۔

مشورہ کر کے باپ کے پاس آئے اور یہ خواہش کی کہ آپ یوسف کو ہمارے ساتھ جنگل کی سیر کے لئے بھیج دیں تاکہ وہاں خوب کھا کھیل کر اپنا جی خوش کرے۔ باپ نے انکار کیا اور کہا مجھے یہ خطرہ ہے کہ تمہاری بے خبری و غفلت میں کہیں بھیڑیا یوسف کو اپنا لقمہ نہ بنا لے۔ کہنے لگے واہ واہ۔ ہم جیسے زور آوروں کے ہوتے ہوئے کیا ایسا ہو بھی سکتا ہے؟۔

غرضکہ حضرت یعقوب کو جُل دینے میں وہ کامیاب ہو گئے اور حسب مشورہ یوسف کو جنگل میں لے جا کر اندھے اور خشک کنوئیں میں ڈال دیا برادرانِ یوسف شام کو پیراہنِ یوسف کو خون آلود کئے ہوئے باپ کے پاس گریہ وزاری کرتے ہوئے آئے اور متفق اللفظ ہو کر بولے ہم تو باہم دوڑ کا مقابلہ کرنے لگے تھے اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا کہ بھیڑیا اسے کھا گیا واقعہ یہی ہے اگرچہ ہم یہ بھی محسوس کرتے ہیں کہ ہماری بے کم و کاست راست گوئی کے باوجود آپ ہمارا یقین نہ لائیں گے۔ حضرت یعقوب نے فرمایا نہیں تم غلط کہتے ہو یوسف کو بھیڑئیے نے نہیں کھایا فی الواقع یہ تمہارا گھڑا ہوا جھوٹ ہے۔ تاہم مجھ جیسے انسان کا کام تو صبر جمیل اختیار کرنا ہے۔

اُدھر مدیانیوں کا ایک قافلہ مصر کو جاتا ہوا چاہِ یوسفی کے قریب اترا اور انہوں نے ایک شخص کو پانی لانے کیلئے بھیجا اس نے کنوئیں میں ڈول ڈالا حضرت یوسف نے شاید یہ سمجھا ہو کہ بھائیوں کے دلمیں رحم پیدا ہو گیا۔ اسلئے رسی پکڑ کے لٹک گئے مسافر نے جھانک کر جب اس پیکرِ حسن و جمال پر نظر ڈالی تو فرطِ مسرت میں پکار اٹھا۔ کتنی خوش نصیبی ہے کہ یہ در یکتا ہاتھ لگا۔

توراۃ سفر تکوین میں ہے کہ پھر برادرانِ یوسف نے یوسف کو چاندی کے تقریباً ۹۴ درم کے بالعوض قافلہ والوں کے ہاتھ فروخت کر ڈالا اور قافلہ والوں نے مصر جا کر مصر کے مدار المہام "فوطیفار" (عزیزِ مصر) کے ہاتھ بیچ دیا۔ اور یوسف بڑی آن بان اور اعزاز و اکرام کے ساتھ عزیز کے یہاں رہنے لگے دیرانی حوانی انتہائی نازو نعم کی زندگی طاغوتی نظام کی پیدا کردہ حیا سوز تہذیب۔ اور پھر یوسف جیسے ماہرو غلام کے ساتھ شبانہ روز معاشرت۔ یہ ساری چیزیں تھیں مگر بیگم عزیز زلیخا

یا راحیل کے خرمنِ صبر و سکون کو خاکستر کرنے کے
لئے کافی تھیں۔ چنانچہ وہ ہزار جان سے ان پر
مفتون ہوگئی اور ناز و ادا و غمزہ و عشوہ کے
پیہم وار یوسف پر کرنے شروع کر دیئے۔ مگر
ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ عورت کے جب تمام وار
خالی گئے تو وہ جامۂ حیا سے بالکل باہر آ گئی
اور ایک روز محل کے تمام دروازے نہایت
مضبوطی سے بند کر کے نسوانیت کے فطری
پندار کو پامال کرتی ہوئی بولی "یوسف جلد آ"۔
اللہ ہی جانتا ہے کہ اس وقت اس نے کس کس
طرح اس طائرِ عفت کو زیرِ دام لانے کی جدوجہد
کی ہوگی۔ مگر نتیجہ معلوم! یوسف نے جواب دیا تو
یہ معاذ اللہ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ اِنَّهٗ
لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (خدا کی پناہ میں یہ حیائی
کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ جس خدا نے مجھے
عزت و آبرو کی زندگی بخشی مجھ جیسے غریب الوطن
کو قصرِ شاہی میں بسایا اور مجھ کو اپنا انعامات
و اکرامات سے نوازا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں
اس کی نافرمانی کر کے خود اپنے اوپر ستم کر دوں
یقیناً ایسے بدنصیب پر فلاح و کامرانی کی راہ
بند ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم نے اس موقع پر جملہ
معترضہ کے طور پر یہ ارشاد فرمایا ہے۔ وَلَقَدْ
هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ
بُرْهَانَ رَبِّهٖ۔ یعنی اس عورت نے تو
اپنی کرنی میں کوئی کسر چھوڑی ہی نہ تھی اور
وہ ہر طرح سے یوسف کے ساتھ برے ارادہ پر
تلی ہوئی تھی مگر حضرت یوسف پر یہ اللہ تعالیٰ
ہی کا فضل و کرم تھا اور اسی کی عطا کردہ عصمت
نبوت "برہانِ رب" تھی جس نے حضرت یوسف
کو ہر قسم کی لغزش سے محفوظ رکھا۔ ورنہ اگر وہ
اس دلیل خداوندی اور برہانِ ربانی کا مشاہدہ
کئے ہوئے نہ ہوتے تو عورت کے طلسم فریب سے بچ
نکلنا بہت مشکل تھا۔ (دیکھو هَمَّ)

جب حضرت یوسف نے دیکھا کہ اس عورت
پر وعظ و نصیحت کا کچھ اثر نہیں ہوتا اور یہ نشۂ
ہوس میں سرشار ہے تو اپنی جان بچانے کیلئے
دروازہ کی طرف بھاگے۔ عورت نے تعاقب کیا
یوسف کا پچھلا دامن ہاتھ آگیا کھینچکر اسے تار تار
کر دیا۔ اسی بھاگ دوڑ میں دونوں دروازہ پر
پہنچ گئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ دروازہ پر عزیز موجود
ہے عورت نے اپنے چلتر سے کام لیتے ہوئے
اپنی خطا کو چھپانے کی خاطر فوراً بات بنائی کہ جو
شخص تیری بیوی کے ساتھ فعل بد کا قصد کرے اس
کی سزا یہی ہو سکتی ہے کہ اسے قید کر دیا جائے،
یا کوئی اور دردناک سزا دی جائے۔ یوسف نے
اپنی برأت ظاہر کی اور عورت کا قصور بتلایا

عزیز اس معاملہ میں حیران ہوا۔ مگر خود اس عورت کے ایک رشتہ دار نے یوسف کی موافقت میں گواہی دی اور دلیل یہ پیش کی کہ یوسف کا کرتا دیکھو اگر آگے سے پھٹا ہوا ہو تو عورت سچی ہے اور یوسف جھوٹے۔ اور پیچھے سے پھٹا ہوا ہو تو عورت جھوٹی اور یوسف راست باز۔ عزیز نے یوسف کا کرتا دیکھا اور یوسف کی براءت اور عورت کے جرم کا قطعی یقین کر لیا۔ عورت کو سرزنش کی اور یوسف سے درگزر کی درخواست کی۔

یہ خبر شہر کی دوسری امیرزادیوں کو بھی پہنچی تو انہوں نے عزیز کی بیوی کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا جس سے ان کا اصل مقصود یہ تھا کہ اس طرحدار غلام کو کسی صورت سے ہم بھی دیکھیں۔ عزیز کی بیوی نے ان کی مکاری کی یہ باتیں سن کر انھیں اپنے یہاں بلا بھیجا اور ان کی ضیافت کے لئے امیرانہ تیاری کی۔ اب عزیز کے یہاں مصر کی تمام رعنائیاں اور دلربائیاں سمٹ آئیں۔ اور حسب دستور ہر ایک کو ایک ایک چھری پیش کر دی گئی کہ کھانے کے کام آئے۔ پھر اچانک عزیز کی بیوی نے یوسف کو ان کے سامنے بلا لیا۔ لعنہ زن عورتیں مشاہدۂ جمال یوسفی سے مبہوت ہو کر رہ گئیں اور بےخودی میں پھلوں کی بجائے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہا "نہیں خدا کی قسم یہ انسان نہیں یہ تو کوئی مقدس فرشتہ ہے"

عزیز کی بیوی بولی "یہی تو وہ غارت گر صبر و شکیب ہے جس کے بارے میں تم نے مجھے طعنے دیئے یقیناً میں نے اسے پھسلایا مگر ظالم کسی طرح قابو میں نہ آسکا اور اب صاف صاف کہے دیتی ہوں کہ اگر اس نے میری بات نہ مانی تو قید میں ڈالدیا جائے گا اور ذلیل و خوار ہوگا" یوسف نے یہ سن کر بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اے میرے پروردگار مجھے اس فتنہ کی بہ نسبت جس کی طرف یہ عورتیں دعوت دے رہی ہیں قید خانہ زیادہ پسند ہے۔

عزیز اور اس کے اہل خاندان اگرچہ یوسف کی پارسائی و پاکدامنی کے واضح دلائل مشاہدہ کر چکے تھے۔ مگر پھر بھی مصلحۃً عزیز نے اپنی بیوی کے کہنے کے مطابق یوسف کو قید میں ڈالدیا۔

قید خانہ میں بہت جلد حضرت یوسف کو مقدس اور غیر معمولی علم و فضیلت کا آدمی سمجھا جانے لگا اور آپ نے بھی اپنی تمام تر توجہ قیدیوں کی اصلاح کی طرف منعطف کر دی۔ قید خانہ خانقاہ یا مسجد میں تبدیل ہو گیا۔ منجملہ اور امور کے خوابوں کی تعبیر بھی آپ ہی سے پوچھی جاتیں اور جیسا آپ فرما دیتے ویسا ہی ہوتا ایک دن آپ کے ساتھی قیدیوں میں سے دو شخص ایک بادشاہ کا ساقی اور دوسرا خباز (نان پز) حاضر ہو کر اپنا خواب سنانے لگے۔ ساقی نے کہا کہ میں نے خواب میں خود کو شراب کشید کرتے

ہوئے دیکھا ہے۔ خباز بولا: میں نے یہ دیکھا کہ اپنے
سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں اور پرندے اسے
توڑ توڑ کر کھاتے ہیں۔ حضرت یوسف نے تعبیرِ
خواب بیان کرنے سے پیشتر ایک عمدہ تمہید کے
ساتھ انھیں دینِ حق کی تبلیغ کی۔ اس کے بعد
فرمایا اے میرے رفقاءِ قید خانہ تمہارے خوابوں
کی تعبیر یہ ہے کہ جس نے خواب میں شراب کشید کی
ہے وہ چھوٹ جائے گا اور حسبِ دستور اپنے عہدہ پر
فائز ہوگا۔ اور دوسرے شخص کو پھانسی ہوگی کہ
پرندے اس کا سر نوچ نوچ کر کھائیں گے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ساقی تیسرے روز پھر بادشاہ
کو شراب پلانے پر مامور ہوا اور خباز کو پھانسی
لگی۔ کیونکہ اس پر جرم ثابت ہوگیا۔ ان دونوں پر
الزام یہ تھا کہ دونوں نے بادشاہ کو زہر دینے کی
کوشش کی ہے۔ یوسف علیہ السلام نے چھوٹنے والے
سے کہا کہ بادشاہ کے پاس پہنچو تو میری تعلیم و تبلیغ
کا ذکر اس سے بھی کر دینا۔ مگر یہ شخص اپنے مشاغل
میں مصروف ہو کر بالکل بھول گیا۔ چند سال بعد شاہِ
مصر نے ایک عجیب خواب دیکھا۔ سات موٹی
تازی گائیں ہیں جنھیں سات دبلی پتلی گائیں کھائے
جاتی ہیں اور سات بالیاں تر و تازہ ہیں جن پر سات
خشک بالیاں لپٹ کر انھیں خشک کر دیتی ہیں۔
بادشاہ نے درباری اہلِ علم اور امراء سے اس کی
تعبیر پوچھی۔ کہنے لگے۔ یہ کوئی سچا خواب نہیں بلکہ
پریشان خیالات کا نمونہ ہے۔ اب ساقی کو
یوسف علیہ السلام کی بات یاد آئی۔ اس نے بادشاہ
کو اپنا واقعہ سنایا اور قید خانہ جانے کی اجازت چاہی
وہاں جا کر آنحضرت سے اس خواب کی تعبیر پوچھی
آپ نے فرمایا۔ سات موٹی گایوں سے فراوانی
اور خوشحالی پیداوار کے سات سال مراد ہیں اور
سات دبلی گایوں سے جو موٹی گایوں کو ہضم
کر لیا تو مراد ہے سات سالوں کی خشک سالی ہے
یعنی قحط اس فراوانی و پیداوار کو ختم کر دے گا۔
سات ہری بالیوں اور سات سوکھی بالیوں کا
بھی مطلب یہی ہے۔ تعبیر کے ساتھ ہی آنجناب
نے اس ناگہانی آفت کا سدِ باب بھی بتا دیا۔
فراوانی کے سالوں میں جو فصل ہو اسے خوشوں
میں ہی رہنے دو صرف بقدرِ ضرورت نکال لو
یہ غلہ قحط سالی میں کام آئے گا۔ ساقی نے یہ تعبیر
بادشاہ کو جا کر سنائی۔ اسے بہت پسند آئی اور
فوراً یوسف علیہ السلام کو اپنے پاس بلانے کا حکم
صادر کر دیا۔ یوسف نے مژدۂ رہائی سنا کر جواب
میں فرمایا کہ پہلے میرے متعلق تحقیقات کی جائے
کہ آخر مجھے کس جرم میں قید کیا گیا۔ اس سلسلہ میں
اپنے ہاتھ کاٹ لینے والی عورتیں طلب کی گئیں
چنانچہ عزیز کی بیوی اور وہ سب عورتیں جب

ہو گئیں اور سب نے متفقہ طور پر حلفیہ بیان دیدیا کہ بخدا ہمارے علم میں یوسف کے دامن پاک پر برائی کا کوئی دھبہ نہیں ۔ اب عزیز کی بیوی نے بھی بے اختیار اعلان کر دیا کہ سچی بات آشکارا ہو گئی ۔ میں نے ہی یوسف کو پھسلایا تھا ۔ اور بیشک و شبہ یوسف پاکدامن و راست باز ہے جب حضرت یوسف کی برأت و صداقت اس طرح کھلم کھلا ظاہر ہو گئی تو بادشاہ نے حضرت یوسف کو لانے کا دوبارہ حکم کیا ۔ آنحضرت تشریف لے آئے اور بادشاہ نے ملک کے تمام اختیارات آپ کو تفویض کر دیئے اور صحیح روایتوں کے مطابق بادشاہ مشرف باسلام ہو گیا ۔

یوسف علیہ السلام نے محیر العقول طریقہ سے نہایت عدل و انصاف کے ساتھ مملکت مصر کا انتظام فرمایا ۔ فراوانی کے سال ختم ہو گئے ۔ قحط کا دور دورہ ہوا ۔ نہ صرف مصر بلکہ دور دراز کے علاقے بھی اس سے متاثر تھے کنعان میں حضرت یعقوب اور ان کی اولاد بھی مصیبت سے دوچار ہوئی ۔ عزیز مصر کے حسن انتظام اور جود وسخا کی شہرت ان تک پہنچ چکی تھی اسلئے باپ کے حکم کے مطابق برادران یوسف غلہ لینے کے لئے عزیز مصر (یوسف) کے دربار میں حاضر ہوئے یوسف تو دیکھتے ہی ان کو پہچان گئے ۔ مگر ان میں کوئی بھی یوسف کو شناخت نہ کر سکا ۔ یوسف علیہ السلام نے ان سے حالات پوچھے ۔ مصیبت کے واقعات سن کر قدرتی طور پر بہت متاثر ہوئے اور اپنے حقیقی بھائی "بن یمین" کو یاد کرنے لگے ۔ چلتے وقت ان سے فرما دیا کہ اب کی مرتبہ تم اپنے علاتی اور چھوٹے بھائی کو ساتھ لے کر آنا ۔ ورنہ میں آئندہ تمہیں غلہ نہ دوں گا پھر چپکے سے غلاموں کو حکم کر کے ان کا سرمایہ بھی ان کے اسباب میں ہی رکھوا دیا ۔ جب برادران یوسف کنعان پہنچے تو سب حکم یوسف باپ سے عرض کیا کہ "بن یمین" کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے اور سارا ذکر سنایا اور بھائی کی حفاظت کا نہایت پختگی کے ساتھ وعدہ کیا ۔ زخم خوردہ باپ نے جواب میں فرمایا تم نے حضرت یوسف کی حفاظت کی تھی کیا بن یمین کی بھی اسی طرح حفاظت کرو گے ؟ اور جس طرح میں نے جب تمہارا اعتبار کر لیا تھا کیا اب بھی تم پر اسی طرح اعتماد کر لوں ؟ مگر برادران یوسف کے بہ اصرار و عہد و پیمان سے آپ نور نظر کو آنکھوں سے جدا کرنے پر راضی ہو گئے اور چلتے وقت کچھ نصیحتیں فرما کر رخصت کر دیا مصر پہنچے تو حضرت یوسف نے خود کو "بن یمین" پر ظاہر کر دیا ۔ یوسف کی خواہش یہ ہوئی کہ چھوٹے بھائی کو اپنے پاس

ہی رکھ لیں۔ مگر ملکی قانون اس کی اجازت نہ
دیتا تھا اور کھلم کھلا اظہار خلافِ مصلحت تھا
مگر تدبیر خداوندی نے اس مشکل کو حل کر دیا۔
بایں طور کہ جب بھائیوں کو رخصت کرنے کا
وقت آیا تو آپ نے پوشیدہ طریقہ سے اپنا
گرانبہا جام "بن یمین" کے اسباب میں رکھ دیا۔
تاکہ یادگار رہے۔ پھر ادھر تو یہ کنعانی قافلہ
رخصت ہوا اور ادھر اس جام کی تلاش ہونے
لگی۔ کیونکہ خادموں نے یہ ہی سمجھا کہ جام گم
ہو گیا اور کسی نے چرا لیا۔ شبہ انہی کنعانیوں
پر ہو سکتا تھا۔ ہوا اور قافلہ روک لیا گیا۔
پوچھنے پر انہوں نے سختی سے انکار کر دیا اور یہ
کہا کہ ہماری تلاشی لے لو۔ ہم میں سے جس کے
پاس تمہارا مال نکلے بطور سزا کے اسے ہی اپنے
یہاں رکھ لو ہماری شریعت کا یہی حکم ہے۔
تلاشی لی گئی تو بن یمین کے اسباب میں سے
متاع گم شدہ برآمد ہو گئی۔ اب تو وہ بہت
سٹ پٹائے اور جل کر کہنے لگے اگر بن یمین
نے چوری کی تو کیا ہوا اس کا بڑا بھائی یوسف
بھی چور تھا۔ یوسف نے یہ بہتان سن کر بھی
خاموشی ہی اختیار کی۔ صرف اپنے جی میں اتنا
کہا کہ تم بڑے برے لوگ ہو کہ اپنے بھائیوں
پر جھوٹی تہمت تراشتے ہو۔ اب وہ خوشامد
پر اتر آئے۔ کہنے لگے۔ اے عزیز مصر اس کی
بجائے ہم میں سے کسی کو رکھ لے۔ یوسف نے کہا
خدا کی پناہ۔ ہم تو اسی کو روکیں گے جس کے پاس
ہمیں اپنی چیز ملی ہے۔ اگر ایسا نہ کریں تو تمہارے
قانون کے مطابق بے انصاف ٹھیریں گے۔ آخر
کسی طرح کام چلتا نہ دیکھ کر اور بن یمین کی رہائی
سے مایوس ہو کر باہم مشورہ کرنے لگے۔ بڑے
بھائی نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ بن یمین
کے متعلق باپ نے تم سے کس قدر مضبوط عہد و
پیمان لیا تھا۔ اس سے پہلے یوسف کے بارہ میں
جو کچھ کر چکے ہو وہ بھی باپ کو معلوم ہے اسلئے
میں تو جب تک باپ ہی اجازت نہ دیدے یا
حکم خداوندی سے کوئی اور ایسی صورت نہ پیدا
ہو جائے جاؤں گا نہیں۔ ہاں تم جا کر انھیں تمام
حالات سے آگاہ کر دو۔ چنانچہ انہوں نے
کنعان پہنچ کر جگر خراش لفظوں میں یہ قصہ سنایا
مگر حضرت یعقوب نے اب بھی یہی کہا کہ بن یمین
نے چوری نہیں کی۔ تم نے یہ افسانہ گھڑ لیا ہے
میں تو صبر جمیل ہی اختیار کروں گا۔ مجھے اپنے خدا
سے امید ہے کہ میرے سب بچھڑے ہوئے بیٹے
ملیں گے۔ یہ کہہ کر ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔
اور چونکہ اس نئے غم نے پرانا زخم ہرا کر دیا تھا
اسلئے بے اختیار "ہائے یوسف" کہکر رہ گئے

حضرت یعقوب فراقِ یوسف میں اتنا روئے کہ ان کی آنکھیں بے نور ہو گئیں۔ آخر کار حضرت یعقوب نے بیٹوں سے فرمایا کہ بیٹو ایک بار اور مصر جاؤ اور ہر طرف جستجو (یوسف و بن یمین) کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔

بیٹوں نے حکم کی تعمیل کی اور اب تیسری مرتبہ عزیزِ مصر کے دربار میں حاضر ہوئے اور اپنی داستانِ مصیبت سنائی اور غلہ کے لیے یوسف کے سامنے دستِ سوال دراز کر دیا۔ یوسف کا دل بھر آیا اور اپنے آپ کو ان پر ظاہر کرنے کی غرض سے ان سے آبدیدہ ہو کر پوچھا۔ تمہیں اپنی وہ حرکتیں یاد ہیں جو از روئے جہل و نادانی تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کی ہیں؟ اتنا سنتے ہی نگاہوں سے پردے دور ہو گئے۔ عزیز کی صورت اور آواز پر غور کر کے بولے۔ کیا فی الواقع آپ ہی یوسف ہیں؟ یوسف نے فرمایا ہاں بیشک میں ہی یوسف ہوں۔ وہ شرمندہ ہو کر بولے خدا کی قسم اللہ نے تمہیں ہم پر فوقیت بخشی اور یقیناً ہم خطاکار ہیں۔ مگر حضرت نے جواب میں فرمایا یعنی ما مضیٰ آج کا دن ملاپ کا دن ہے تم پر کوئی ملامت نہیں۔ خداوند غفور تمہیں معاف کر دے گا۔ اچھا اب تم میرا یہ کرتا لے جاؤ اور باپ کے چہرہ پر ڈال دو تاکہ ان کی نگاہوں کا نور واپس آ جائے اور آنکھیں روشن ہو جائیں۔ اور اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔

اِدھر سے یہ بشارتی قافلہ چلا۔ اُدھر مصر میں حضرت یعقوب کے مشام میں بوئے یوسف آئی۔ انہوں نے لوگوں سے ذکر کیا۔ مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے تو انہوں نے ان کا مذاق اڑایا۔ تب بشارتی قافلہ پہنچا۔ حضرت یوسف کا کرتہ حضرت یعقوب کے چہرہ پر ڈالا گیا ان کی بے نور آنکھیں دوبارہ روشن ہو گئیں۔ پھر یوسف کے حکم کے مطابق اسرائیل اور تمام بنی اسرائیل یعقوب اور یعقوب کے بیٹے اکٹھے مصر کو روانہ ہوئے۔ حضرت یوسف نے نہایت شاندار استقبال کیا اپنے باپ اور ماں کو اپنی برابر تخت پر بٹھایا۔ پھر جب حضرت یوسف دربار میں تشریف لائے تو سب قاعدہ تعظیماً عام اہلِ دربار اور ان کے ساتھ گیارہ بھائی اور والدین حضرت یوسف کے سامنے جھک گئے (یہ سجدہ تعظیمی تھا جو پہلے جائز تھا اور اب غیر اللہ کو سجدہ کرنا مطلقاً حرام ہے۔) یوسف کو فوراً اپنا خواب یاد آ گیا۔ کہنے لگے اے باپ یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جس میں نے گیارہ ستارے اور شمس و قمر سجدہ کناں دیکھے تھے۔ حضرت یعقوب کی اولاد پھر مصر ہی میں بس گئی اور حضرت موسیٰ کے وقت تک خروج

سوا۔ تورات میں ہے کہ حضرت یوسف کی وفات مصر ہی میں ہوئی اور دم آخر انہوں نے بنی اسرئیل کو وصیت کر دی تھی کہ جب تم مصر سے جانے لگو تو میری ہڈیاں اپنے ساتھ لیجانا اور میرے بزرگوں کے ساتھ دفن کر دینا۔ صلاۃ اللہ علیہ وسلامہ۔

یُوَسْوِسُ:۔ وہ وسوسہ ڈالتا ہے وَسْوَسَۃٌ سے مضارع واحد مذکر غائب (دیکھو وَسْوَسَہ)

یُوْصٰی:۔ وصیت کی جائے۔ اِیْصَاء سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب (دیکھو تَوْصِیَۃ)

اَنْ یُّوْصَلَ:۔ اُسے ملایا جائے۔ وَصْل سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب منصوب۔ قال اللہ تعالیٰ وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ (البقرہ) "یعنی ہدایت قرآنی سے فائدہ نہ اٹھانے والے وہ لوگ ہیں جو اس چیز کو کاٹتے ہیں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہو کہ اسے جوڑا جائے" اس جملہ میں "امر" سے مراد "امر تکوین" اور "امر تشریع" دونوں ہیں امر تکوین سے مراد نظم کائنات اور اس کے قوانین محکمہ و ثابتہ ہیں۔ اور امر تشریع سے مقصود وہ احکام و ہدایات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کرام لے کر آئے اور لوگوں کو ان پر عمل پیرا ہونیکا حکم دیا۔ نتائج کو مقدمات پر مرتب کرنا۔ دلائل کو مدلولات سے ملانا اسباب کو مسببات سے وابستہ کرنا۔ نقصانات و فوائد کو غایتوں کے ذریعہ پہچاننا اوامر تکوینیہ میں داخل ہیں پس جس شخص نے نبی کی صداقت پر دلیل عقلی قائم ہو جانے کے بعد جو اس کی نبوت کا انکار کر دیا تو درحقیقت اس نے اس چیز کو قطع کر ڈالا جس کو اللہ تعالیٰ نے تکوین فطری کے تقاضے کے مطابق ملانے اور وصل کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور اسی طرح وہ شخص ہے جس نے کسی ایسی چیز کا انکار کیا جسے رسول نے بتایا ہو۔ کیونکہ اس نے جس چیز کا بھی حکم دیا ہے تو وہ یقیناً نافع اور مفید ہے اور اس کی منفعت تجربہ اور دلیل سے ثابت ہوتی ہے۔ اور جس چیز سے اس نے منع کر دیا ہے لازمی طور پر وہ انجام کے لحاظ سے مضر ہے۔ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ پیغمبر برحق اور اس کی لائی ہوئی شریعت کا انکار اللہ تعالیٰ کے امر تشریعیہ ہی کا انکار نہیں ہے بلکہ اسکے اوامر تکوینیہ سے بھی روگردانی ہے۔

(تفسیر المنار جلد ۱ صفحہ ۲۴۳)

یُوْصِیْ:۔ وہ وصیت کرتا ہے۔ اِیْصَاء سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُوْصِیْنَ:۔ وہ وصیت کرتی ہیں۔ اِیْصَاء سے مضارع جمع مؤنث غائب۔ (دیکھو تَوْصِیَہ)

یُوْعَدُوْنَ:۔ ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ ان کو ڈرایا جاتا ہے۔ وَعْد (بمعنی قول) اور اِیْعَاد

(یعنی ثانی) سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔
وَعْد کا استعمال خیر اور شر دونوں کیلئے ہوتا ہے۔
چنانچہ فرمایا گیا۔ اَفَمَنْ وَعَدْنَاهُ وَعْدًا حَسَنًا
(کیا جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا) اور فرمایا گیا
الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ (شیطان تم سے
فقیری کا وعدہ کرتا ہے) مگر اِیْعَاد شر کا وعدہ
کرنے یعنی ڈرانے اور دھمکانے کے لئے مخصوص
ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا۔ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ
صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ (اور مت بیٹھو ہر راستہ
پر اس طرح کہ دھمکاتے ہو)۔
اس سے وَعِیْد دھمکی کے معنی میں آتا ہے
رَبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ (اے میرے
رب اگر تو مجھے دکھانے لگے وہ جس کا ان سے وعدہ
ہوا ہے) یہاں يُوْعَدُوْنَ "وعدہ" اور "ایعاد" دونوں
سے ہو سکتا ہے (مفردات ملخصاً)

يُوْعَظُ:۔ نصیحت کی جاتی ہے۔ وَعْظ سے مضارع
مجہول واحد مذکر غائب۔ (دیکھو مَوْعِظَہ)

يُوْعَظُوْنَ:۔ ان کو نصیحت کی جاتی ہے۔
وَعْظ سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

يُوْعُوْنَ:۔ وہ حفاظت کرتے ہیں۔ وہ دل میں
رکھتے ہیں۔ اِیْعَاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُوَفَّ:۔ پورا پورا دیدیا جائے گا۔ تَوْفِيَة سے
مضارع مجہول واحد مذکر غائب مجزوم (دیکھو تَوَفِّیَت)

يُوَفّٰی:۔ وہ پورا دیدیا جائیگا۔ تَوْفِيَة سے
مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يُوْفِضُوْنَ:۔ وہ دوڑتے ہیں۔ اِيْفَاض سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

يُوَفِّقُ:۔ وہ توفیق دے گا۔ تَوْفِيْق سے
مضارع واحد مذکر غائب۔

يُؤْفَكُ:۔ وہ پھیرا جاتا ہے۔ اَفْك سے
مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يُؤْفَكُوْنَ:۔ وہ پھیرے جاتے ہیں۔
سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔
اَفْك کے معنی ہیں کسی چیز کو صحیح رخ
سے پھیرنا۔ اِفْك صحیح رخ سے پھری ہوئی چیز
فرمایا گیا۔ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ
(اللہ انہیں غارت کرے وہ کہاں پھیرے جا
رہے ہیں) یعنی ان کی قسمت ایسی الٹی ہے کہ وہ
عقائد میں حق سے باطل کی طرف گفتگو میں راست
بازی سے دروغ گوئی کی طرف اور عمل میں نکوکاری
سے بدکرداری کی طرف پھیرے جا رہے ہیں۔
(مفردات)

يُوْفُوْا:۔ وہ پورا کریں۔ اِيْفَاء سے مضارع جمع
مذکر غائب۔ مجزوم بلام امر۔

يُوْفُوْنَ:۔ وہ پورا کرتے ہیں۔ اِيْفَاء سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

یُوَفَّوْنَ :۔ ان کو پورا پورا دیا جائیگا۔ تَوْفِیَۃ سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب (دیکھو تَوَفِّیْت)

یُوَفِّیْ :۔ وہ پورا پورا اجر دے۔ پورا پورا اجر دیگا تَوْفِیَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

(ل) یُوَفِّیَنَّ :۔ وہ ضرور پورا پورا دے گا۔ مضارع واحد مذکر غائب بالام تاکید و نون ثقیلہ

یُوْقَ :۔ بچایا جائے۔ محفوظ رکھا جائے۔ وِقَایَۃ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب مجزوم۔ وِقَایَۃ کسی مضرت رساں چیز سے کسی کو بچانے کے معنی میں آتا ہے۔ قرآن کریم میں انصار مدینہ کے ایثار و کرم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا۔ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (بڑے بامراد ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی توفیق سے جی کے لالچ سے محفوظ رکھا) یہ اس لئے کہ لالچی اور بخیل نہ صرف یہ کہ دوسروں ہی کے کام نہیں آتا۔ بلکہ مال و جاہ کی خاطر حق سے اعراض کر کے اپنی عاقبت بھی خراب کر لیتا ہے اور اگر یہ مرض زیادہ بڑھ جائے تو دنیا بھی بگاڑ لیتا ہے کہ اپنی ذات پر خرچ کرنے سے بھی بچتا ہے (مزید تفصیل کیلئے دیکھو تَقْوٰی)

یُوْقَدُ :۔ وہ روشن کیا جاتا ہے۔ جلایا جاتا ہے اِیْقَاد سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یُوْقِدُوْنَ :۔ وہ سلگاتے ہیں۔ دھونکتے ہیں اِیْقَاد سے مضارع جمع مذکر غائب (دیکھو مُوْقَدَۃ)

یُوْقِعُ :۔ وہ ڈالے۔ وقوع کرے۔ اِیْقَاع سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُوْقِنُوْنَ :۔ وہ یقین رکھتے ہیں۔ اِیْقَان سے مضارع جمع مذکر غائب (دیکھو یَقِیْن)

یُوَلِّ :۔ وہ موڑے گا۔ پھیرے گا (پیٹھ کو) تَوْلِیَۃ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُوْلِجُ :۔ داخل کرتا ہے۔ پیدا کرتا ہے سے مضارع واحد مذکر غائب۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت میں یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَیُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ فرمایا ہے یعنی اللہ تعالیٰ رات کے ایک حصہ کو دن میں داخل کر دیتا ہے جس کی وجہ سے رات کی کمی کے مطابق دن کے امتداد میں اضافہ ہوتا ہے (جیسے گرمی کے دن ہوتے ہیں) اور دن کے ایک حصہ کو رات میں داخل کر دیتا ہے جس کی وجہ سے دن کی کمی کے مطابق رات کی درازی میں زیادتی ہو جاتی ہے (جیسے جاڑے کی رات، تفسیر المنار جلد ۳) امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اِیْلَاج سے مراد ایجاد ہے مقصد یہ کہ اللہ تعالیٰ دن کے بعد رات کو لاتا ہے اور دنیا پر جو آفتاب عالم تاب کی روشنی سے جگمگا رہی تھی تاریکی چھاتی چلی جاتی ہے۔ پھر رات کے پردہ کو چاک کر کے دن کو لے آتا ہے اور عالم جو تاریک

تاریک کا دیوسیاہ مسلط تھا پھر روشنی سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر ص۲/۴۲۲)

(لم) يُولَدُ۔ وہ نہیں جنا گیا۔ وِلَادَة سے نفی جحد مجہول واحد مذکر غائب

يُؤَلِّفُ :۔ ملاتا ہے۔ تالیف سے مضارع واحد مذکر غائب۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے :۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ (کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ہانکتا ہے بادلوں کو پھر ان کو ملا دیتا ہے پھر ان کو تہ بتہ کر دیتا ہے۔ پس تم دیکھتے ہو کہ مینہ ان کے بیچ میں سے برس رہا ہے علامہ رشید رضا نے لکھا ہے کہ جدید علمائے سائنس کی تحقیقات کا خلاصہ یہ ہے کہ سورج کی حرارت سمندر اور دریاؤں کے پانی کو بخارات میں تبدیل کر دیتی ہے۔ پھر ہوائیں ان بخارات کو جو میں اڑا لیجاتی ہیں۔ یہاں یہ بخارات پہلے فضا کے ٹھنڈے ذرات پر جنبوں کی صورت میں جمکر بادل بنجاتے ہیں۔ پھر یہ بلبلے باہم ملکر پانی کے قطرے بنجاتے ہیں۔ پانی چونکہ ہوا سے بھاری ہوتا ہے اس لئے وہ قانون جاذبیت کے مطابق زمین کا رخ کرتا ہے اس طرح بادلوں میں سے مینہ کی دھاریں زمین پر برسنے لگتی ہیں (تفسیر المنار ص۳۰۴) فلاسفہ قدیم کی بھی تقریباً یہی رائے ہے۔ قاضی بیضاوی نے لکھا ہے :۔ فلاسفہ کے ہاں مشہور یہ ہے کہ بخارات جب اوپر چڑھتے ہیں اور انہیں حرارت تحلیل نہیں کر دیتی اور جو کے طبقہ باردہ میں پہنچتے ہیں جہاں زیادہ ٹھنڈ ہوتی ہے تو یہ سمٹ کر بادل بن جاتے ہیں اگر ٹھنڈ زیادہ سخت نہیں ہوتی تو مینہ بن کر برس پڑتے ہیں اور اگر زیادہ سخت ہوتی ہے تو اجزاء بخاریہ کے مجتمع ہونے سے پہلے اس کا اثر ہونے کی صورت میں برف بن کر اور مجتمع ہونے کے بعد اثر ہونے کی صورت میں اولے بنکر برسنے لگتے ہیں (بیضاوی ص۴۸۰) بہرحال سمندر، ہوا، بادل جیسی کائنات کی عظیم قوتوں کو جس طرح وہ اپنے اشاروں پر چلاتا ہے اور انہیں انسانوں اور حیوانوں کی زندگی کو قائم رکھنے کا وسیلہ بناتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیمہ، رحمت کاملہ اور ربوبیت عامہ کی کھلی نشانیاں ہیں۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ۔

يُوَلُّوا :۔ موڑیں گے۔ پشت کو۔ تَوْلِيَة سے مضارع مذکر غائب مجزوم۔

يُوَلُّوْنَ :۔ وہ پیٹھ پھیریں گے۔ تَوْلِيَة سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُؤْلُوْنَ :۔ ایلا کرتے ہیں۔ اِيْلَاء سے مضارع جمع مذکر غائب۔ ایلاء کے معنی قسم کھانے کے ہیں۔ اصطلاح شرعی میں ایلاء غیر معین مدت کے لئے

یا کم از کم چار ماہ کی مدت تک بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھانے کو کہتے ہیں۔ ایلاء کرنیوالا اگر چار ماہ گذرنے سے پیشتر اپنی قسم توڑ دے اور بیوی کے پاس جلائے تو بیوی اس کے لئے حلال ہے البتہ قسم کا کفارہ واجب ہوگا۔ اور اگر چار ماہ گذر گئے تو احناف کے نزدیک عورت پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ اور اب رجوع درست نہوگا (تفصیل کے لئے کتب فقہ ملاحظہ ہوں)

لَیُوَلُّنَّ :۔ وہ ضرور ضرور پیٹھ موڑیں گے (یعنی ہزیمت کھائیں گے)، تَوْلِیَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب بلام تاکید و نون ثقیلہ۔

یَوْم :۔ دن۔ وقت۔ جمع۔ اِیَّام انسان نے اپنے مشاغل کے تعیین کے لئے اوقات کی جو تقسیم کی ہے اس میں یَوْم (دن) طلوعِ آفتاب غروبِ آفتاب کی درمیانی مدت کا نام تجویز کیا ہے۔ یہ مدت زمان و مکان کے اعتبار سے مختلف ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ قطب شمالی میں جو اسی دنیا کا جسمیں ہم رہتے بستے ہیں ایک حصہ ہے چھ مہینے کا دن ہوتا ہے اور چھ مہینے کی رات۔

جب دنیا کے مختلف حصوں میں ہی ان کی مدت اس قدر مختلف ہے تو نظامِ شمسی سے ماوراء کے دن کو تو ہم دنیا کے دن پر قیاس ہی نہیں کر سکتے خداوند جل وعلی جس کے اشارہ پر یہ کرۂ ارض اور تمام اجرامِ سماویہ رقص کناں ہیں۔ اس کی بارگاہ میں اوقات کی تعیین کی صورت کیا ہے اس کا صحیح تصور ہمارے لئے ممکن ہی نہیں تاہم ہمارے سمجھانے کیلئے فرمایا گیا ہے۔

وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (اور تیرے رب کے یہاں کا ایک دن ایسا سمجھ جیسے تمہارے حساب کے ہزار سال۔ الاستاذ العلامہ انور شاہ کاشمیریؒ فرماتے ہیں:۔

إِنَّ مَعْنَاهُ مَا يُعَدُّ عِنْدَ رَبِّكَ يَوْمًا ينبسط بعينه في تلك الدار على الف سنة فان المسافة تناسب الحضرة الالهية فيكون عنده يوم وعندنا الف سنة

(اس کے معنی یہ ہیں کہ تمہارے رب کے ہاں وقت کے جس حصہ کو ایکدن قرار دیا جاتا ہے وہ اس دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر پھیلاؤ رکھتا ہے کیونکہ اس کا پھیلاؤ بارگاہِ خداوندی کی وسعتوں کے مطابق ہی ہے۔ لہٰذا وہاں کا ایک دن اور ہمارا ایک سال ہوگا۔ (فیض الباری ج ۴ ص ۳۴)

دوسری جگہ قیامت کے دن کے متعلق فرمایا گیا ہے

فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ (اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہوگی) ممکن ہے مراد یہ ہو کہ یہ دن اپنی ہولناکی

کے سبب کافروں کیلئے پچاس گنا ہو جائیگا
جیسا کہ مومنوں کے لئے بیحد مختصر ہو جائے گا
چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔ "خدا کی قسم ایماندار
آدمی کو وہ دن ایسا چھوٹا معلوم ہوگا جتنا
ایک فرض نماز ادا کرنے کا وقت" تخلیق کائنات
کے سلسلہ میں جو فرمایا گیا ہے۔ وَاِنَّ رَبَّکُمُ
اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ (اور تمہارا رب وہ اللہ ہے
جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا
کیا) تو یہاں بھی بارگاہ خداوندی کے دن مراد
ہیں جن میں سے ہر دن تخلیق کائنات کا ایک
دور تھا۔ یوم کی جمع اَیَّام آتی ہے۔ اور
اَیَّامُ اللّٰہ سے مراد وہ دن ہیں جن کو اللہ
تعالیٰ کی رحمتوں اور نعمتوں کے نزول کا شرف
حاصل ہوا۔ چنانچہ فرمایا گیا وَذَکِّرْھُمْ بِاَیّٰمِ
اللّٰہِ (اور ان کو ایام اللہ کی یاد دہانی کرا)
یہاں اضافت تشریفی ہے۔

یَوْمُ التَّلَاقِ:۔ ملاقات کا دن۔ یعنی روزِ
قیامت کہ اس دن بندے اپنے خدا کے
حضور میں حاضر ہوں گے۔

یَوْمُ الْفَصْلِ:۔ فیصلہ کا دن یعنی روزِ قیامت
کہ اس دن احکم الحاکمین کے دربار میں بندوں
کے معاملات کا فیصلہ ہوگا۔

یَوْمَئِذٍ:۔ اُس روز۔ اس دن۔ یَوْم اور اِذ
سے مرکب۔

یُؤْمَرُوْنَ:۔ ان کو حکم دیا جاتا ہے۔ اَمْر
سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

یُؤْمِنَّ:۔ وہ عورتیں ایمان لاتی ہیں یا ایمان
لائیں۔ اِیْمَان سے مضارع جمع مؤنث
غائب (دیکھو اِیْمَان)

یُؤْمِنُ:۔ وہ ایمان لاتا ہے۔ اِیْمَان سے
مضارع واحد مذکر غائب۔

(لَمْ) یُؤْمِنْ:۔ وہ ایمان نہیں لایا۔ اِیْمَان
سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔

(لَنْ) یُؤْمِنَ:۔ وہ ہرگز ایمان نہ لائے گا
سے مضارع منفی بہ لَن واحد مذکر غائب۔

(لِ) یُؤْمِنْ:۔ اسے ایمان لانا چاہیئے
سے امر واحد مذکر غائب۔

(لَ) یُؤْمِنَنَّ:۔ وہ ضرور ایمان لائے گا۔
اِیْمَان سے مضارع مؤکد واحد مذکر غائب

(لَ) یُؤْمِنُنَّ:۔ وہ ضرور ایمان لائیں گے اِیْمَان
سے مضارع مؤکد واحد مذکر غائب۔

یُؤْمِنُوْا:۔ وہ ایمان لائیں گے۔ وہ ایمان لائیں
اِیْمَان سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب و مجزوم

(لَمْ) یُؤْمِنُوْا:۔ وہ ایمان نہیں لائے۔ اِیْمَان
سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

يُؤْمِنُونَ :۔ وہ ایمان لاتے ہیں۔ اِیْمَان سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يَوْمَيْنِ :۔ دو دن۔ یوم کا تثنیہ بحالت جری (دیکھو یَوْم)

يُونُسُ :۔ حضرت یونس علیہ السلام انبیائے بنی اسرائیل میں سے جلیل القدر نبی ہیں جو باشندگانِ نینوا کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ نینوا عراق کا مشہور شہر تھا جو اپنے زمانہ میں تہذیب تمدن کا مرکز تھا۔ اور تمام تمدنی برائیوں میں آلودہ یونس علیہ السلام نے ان کو دعوت حق دی مگر وہ ابتداء نہ مانے اور ان کی سرکشی بڑھتی چلی گئی۔ آخر حضرت یونس نے ان کیلئے عذاب کی بددعا کی۔ اور غیظ و غضب میں حکم الٰہی کا انتظار کئے بغیر شہر سے روانہ ہو گئے۔ ان کے جاتے ہی شہر پر آثار عذاب ظاہر ہوئے۔ اہل نینوا کو نبی کی بددعا کے خالی نہ جانیکا یقین ہو گیا۔ انہوں نے سچے دل سے توبہ کی اور اللہ پر ایمان لائے اور اس کی اطاعت کا اقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے عذاب جس کے ابھی آثار ہی ظاہر ہوئے تھے، ان سے اٹھا لیا۔ ادھر یونس علیہ السلام ایک کشتی میں سوار ہو کر سفر کے لئے نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے گمان کیا کہ ان کا یہ اقدام صحیح تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان سے کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ وَذَا النُّونِ اِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ (۲۱/۸۷) اور ذوالنون (یونسؑ) کا معاملہ یاد کرو جب وہ غصہ کی حالت میں نکل گیا پھر اس نے گمان کیا کہ ہم اس پر کوئی دارو گیر نہ کرینگے) مگر اس ذرا سی لغزش پر کہ انہوں نے حکم خداوندی کا انتظار کئے بغیر ایک فیصلہ کر لیا ان پر خدا کی طرف سے تنبیہ ہوئی اور وہ آزمائش میں ڈالے گئے۔ کشتی ابھی تھوڑی ہی دور گئی تھی کہ وہ سمندر میں جھکولے کھانے لگی۔ اس زمانہ کے خیال کے مطابق کپتان نے اعلان کیا کہ کشتی میں کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگ کر سوار ہو گیا ہے اسے اپنے آپ کو بتا دینا چاہیئے ورنہ سب مسافر غرق ہو جائیں گے۔ حضرت یونس کو اپنی لغزش پر تنبہ ہوا اور سوچا کہ ایسا غلام میں ہی ہو سکتا ہوں۔ اور اپنے آپ کو پیش کر دیا اور آپ کے اصرار پر اہل کشتی نے آپ کو سمندر میں ڈال دیا سمندر میں ایک بڑی مچھلی آپ کو نگل گئی۔ مگر خدا کے حکم سے آپ اس کے پیٹ میں صحیح و سلامت رہے۔ آپ نے عجز و اخلاص کے ساتھ اپنے مولا سے دعا و استغفار کی جب کا فوراً کی آواز سنی گئی تو نبی کی دعا کیوں نہ قبول ہوتی۔ مچھلی نے کنارہ پر آ کر اگل دیا۔ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّي

كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ (۲۱) (پھر اس نے پکارا اندھیریوں میں کہ اے میرے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو ہر طرح پاک ہے۔ درحقیقت میں نے اپنے اوپر بڑا ظلم کیا۔ پس ہم نے اس کی دعا قبول کرلی اور اسے غم سے نجات دی) کچھ دن تک وہ بیحد کمزوری کی وجہ سے سمندر کے کنارہ پڑے رہے جہاں اللہ تعالیٰ نے سایہ کے لئے ان پر ایک بیل دار درخت اگا دیا اور غالباً اسی درخت سے ان کی غذا کا سامان بھی ہوگیا۔ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ (۳۷) (پھر ہم نے اسے چٹیل میدان میں بیماری کی حالت میں ڈال دیا اور اس پر ایک بیلدار درخت اگا دیا) جب صحت بحال ہوئی تو دوبارہ اپنی قوم کی طرف گئے وہ لوگ ان کے منتظر تھے۔ تجدید ایمان کرکے ان کے تابع فرمان ہوئے اور بقیہ عمر اطاعت خداوندی میں بسر کی وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ (ہم نے اسے ایک لاکھ سے زائد آبادی کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا۔ آخرکار وہ ایمان سے مشرف ہوئے اور ہم نے ان کو ایک وقت مقررہ تک سروسامان زندگی سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا۔ (۳۷) ہماری یہ تفصیل سلف کی تفسیر کے مطابق بھی ہے،

اور ہر قسم کے شکوک و شبہات سے پاک و صاف بھی۔ اس تفصیل سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ لَنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ میں قدر کے معنی تنگی میں ڈالنے کے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ میں یہی معنی مراد ہیں۔ یہ معنی نہیں کہ یونس (علیہ السلام) نے یہ گمان کرلیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو پکڑ نہ سکیں گے کہ یہ گمان تو کوئی مومن بھی نہیں کرسکتا اگرچہ دوسرے قول کے قائلین نے اپنے بیان کردہ معنی کی تاویل کی ہے مگر وہ تاویل بعید ہے۔ حافظ ابن کثیر نے حضرت ابن عباس اور مجاہد کی طرف اسی قول اول کو منسوب کیا ہے (تفسیر ابن کثیر جلد ۳) نیز یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ اس معاملہ میں حضرت یونس (علیہ السلام) کی لغزش صرف یہ تھی کہ انہوں نے قوم کی سرکشی اور نافرمانی پر ناراض ہو کر بغیر حکم الٰہی کے انتظار کئے ان کو چھوڑ کر نکل جانے کا فیصلہ کرلیا۔ ان کو یقین تھا کہ ان کی بددعا سے انکی قوم پر غضب خداوندی نازل ہو کر رہے گا۔ یہ غلطی حضرت یونس کی اجتہادی غلطی تھی جو عام امت کیلئے معاف بلکہ موجب اجر ہے مگر "جنکے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے" انبیاء کرام کی اس قسم کی غلطیاں بھی گرفت میں آتی ہیں اور ان کو بعض اوقات سخت الفاظ

میں تنبیہ کی جاتی ہے مگر اس تنبیہ سے انکی تنقیص نہیں بلکہ ان کی جلالتِ شان اور عظمت مرتبہ کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ تقرب الٰہی کے اس مرتبۂ عالی پر فائز ہیں، جہاں ادنیٰ تغافل بھی ناقابلِ برداشت ہے۔

يُهَاجِرْ:۔ وہ ہجرت کرے۔ وطن چھوڑے۔ مُهَاجَرَةٌ سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم (دیکھو هَاجَرَ)

يُهَاجِرُوْا:۔ وہ ہجرت کریں۔ مُهَاجَرَةٌ سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب (دیکھو هَاجَرَ)

يَهَبُ:۔ وہ بخشتا ہے۔ وَهْبٌ اور هِبَةٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

يَهْبِطُ:۔ وہ گرتا ہے۔ هُبُوْطٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

سورہ بقرہ میں بنی اسرائیل کی شقاوتِ قلبی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ ان کے قلوب پتھر کی مانند بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو گئے کیونکہ پتھروں میں سے بعض ایسے ہیں کہ ان سے نہریں پھوٹتی ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں اور انمیں سے پانی رستا ہے اور اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے نیچے لڑھک آتے ہیں قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ پتھروں میں اثر پذیری اور انفعال کا مادہ ہے کہ ان میں سے پانی بھی رستا ہے اور نہریں بھی پھوٹتی ہیں اور ارادۂ خداوندی کی تعمیل میں اوپر سے نیچے بھی گر پڑتے ہیں مگر یہود کے دل اطاعت و فرماں پذیری کے جذبے سے بالکل خالی ہو گئے ہیں گویا خشیۃ اللہ سے اللہ تعالیٰ کے امرِ تکوینی کی تعمیل مراد ہے اور صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ ... ہبوط تسخیری۔ صاحب کشاف لکھتے ہیں کہ خشیہ مجاز ہے انقیاد لامر اللہ سے اور اس بات سے کہ وہ ارادۂ خداوندی کے تابع ہیں، برخلاف یہود کے کہ ان کے دل فرماں پذیری اور تعمیل حکم کے لئے آمادہ نہیں ہوتے (کشاف ۱/۲۲)

شیخ آلوسی صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم نے کائنات کی ہر شے کو زندہ صاحب ادراک، بات کو سمجھنے والا اور حیوان کی طرح لذت و الم سے متاثر ہونے والا قرار دیا ہے ان کے نزدیک پتھر میں بھی حیوان ہی کی زندگی ہے۔ البتہ اس میں شہوۃ نہیں ہوتی۔ وہ اس کی دلیل میں اپنے مشاہدات پیش کرتے ہیں اور اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ الآیہ سے بھی استناد کرتے ہیں۔

علامہ رشید رضا نے اس پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

جہاں تک پتھروں کی زندگی کا تعلق ہے تو بعض جدید و قدیم فلاسفہ اور ماہرین طبیعیات

دکھایا ہے یہ منقول ہے اور ان کے پاس اس کو
ثابت کرنے کے لئے کچھ علمی و نظری دلائل بھی ہیں
اس کی تشریح زندگی اور اس کے مظاہر و خواص
تغذی، نمو، تولد، موت وغیرہ کی تعریف پر موقوف
ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جمادات خصوصاً چکیلے
جمادات میں ان میں سے کچھ خواص و مظاہر پائے
جاتے ہیں۔ ہمارے استاذ علامہ عبدہٗ کا اعتقاد تھا
کہ زندگی عام ہے جیسا کہ پہلے بحث ہوئی ہے۔
(تفسیر المنار ص۳۰۲/۴)
تاہم یہ ثابت کرنا مشکل ہے کہ جمادات کی زندگی
میں انسانی زندگی کے مظاہر و خواص ارادہ و
اختیار وغیرہ بھی پائے جاتے ہیں۔ بہرحال اگر جمادات
میں زندگی اپنے ان مظاہر کے ساتھ موجود ہے
تو ھُبُوط سے ہبوط اختیاری مراد ہوگا۔ ورنہ
تسخیری۔ مفسر جلیل حافظ ابن کثیر کا رجحان یہ
معلوم ہوتا ہے کہ خشیۃ سے اس کے حقیقی
معنے "خوفِ خداوندی" اور ہبوط سے ہبوطِ
اختیاری ہی مراد ہے مگر یہ صفت پتھر میں مستقل طور
پر نہیں پائی جاتی۔ بلکہ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے
پیدا فرما دیتا ہے۔ اس کے شواہد میں حافظ صاحب
نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات
ھذا جبل یحبنا و نحبہ (یہ وہ پہاڑ ہے جو
ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے) اور انی لاعرف
حجرا بمکۃ کان یسلم علی قبل ان ابعث
(میں مکہ میں ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو
نبوت سے پہلے مجھے سلام کرتا تھا) پیش کئے
ہیں اس صورت میں آیت زیر بحث میں اللہ
تعالیٰ کی سنت غیر عادیہ کا بیان مقصود ہوگا
واللہ تعالیٰ اعلم وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔

(لم) یَھْتَدُوْا:۔ انہوں نے ہدایت نہ پائی۔
اِھْتِدَاءٌ سے نفی جحد جمع مذکر غائب۔

(لن) یَھْتَدُوْا:۔ وہ ہرگز ہدایت نہ پائیں گے۔
اِھْتِدَاءٌ سے نفی مستقبل مؤکد جمع مذکر غائب

یَھْتَدُوْنَ:۔ وہ راہ پاتے ہیں۔ ہدایت پاتے
ہیں۔ وہ ہدایت پائیں۔ اِھْتِدَاءٌ سے
مضارع جمع مذکر غائب۔

یَھْتَدِیْ:۔ وہ ہدایت پاتا۔ اِھْتِدَاءٌ سے مضارع
واحد مذکر غائب۔

یَھْجَعُوْنَ:۔ وہ سوتے ہیں۔ ھُجُوْعٌ سے مضارع
جمع مذکر غائب ھُجُوْعٌ کے معنی رات کو سونے کے ہیں

یَھْدِ:۔ ہدایت کرے۔ راہ بتلائے۔ ھِدَایَۃٌ
سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔ ھِدَایَۃٌ

(لم) یَھْدِ:۔ اس نے راہ نہیں دکھائی۔ ظاہر نہیں
ہوا۔ ھِدَایَۃٌ سے نفی جحد واحد مذکر غائب

یُھْدٰی:۔ اس کو راہ بتائی جاتی ہے۔ ھِدَایَۃٌ
سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب

یَھْدِیْ :۔ وہ ہدایت کرتا ہے۔ ہدایت کرے گا۔ توفیق دیتا ہے۔ راہ بتاتا ہے۔ راہ بتائے۔ چلاتا ہے۔ مضارع واحد مذکر غائب۔

یَھِدُّوْنَ :۔ وہ راہ بتاتے تھا۔ راہ بتائیں گے۔ ھِدَایَۃ سے مضارع جمع مذکر غائب۔

یَھِدِّیْ :۔ وہ ٹھیک راستہ پاتا ہے۔ اِھْتِدَاءٌ سے مضارع واحد مذکر غائب (اصل میں یَھْتَدِیْ تھا۔ تاء کو دال سے بدل کر ادغام کر دیا اور ہا کو کسرہ دے دیا)

یُھْرَعُوْنَ :۔ وہ دوڑائے جاتے ہیں۔ اِھْرَاعٌ سے مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

المصباح المنیر میں ہے ھُرِعَ اور اُھْرِعَ کے معنی ہیں وہ تیز دوڑایا گیا۔ یعنی کسی دباؤ سے تیز دوڑنے پر مجبور کیا گیا۔ کسائی اور فراء کا قول ہے کہ اِھْرَاعٌ وہ دوڑنا ہے جو جاڑے یا غصہ یا بخار کی کپکپی کے ساتھ ہو۔ علامہ رشید رضا لکھتے ہیں کہ یہاں شہوت کی کپکپی کا اضافہ کرنا مناسب ہے حضرت لوط کی قوم کے متعلق آیا ہے۔ وَجَاءَهٗ قَوْمُهٗ یُھْرَعُوْنَ اِلَیْهِ یعنی شہوت کا بھوت قوم کو بھگائے لئے چلا آرہا تھا اور کفار جاہلین کے متعلق ہے فَھُمْ عَلٰٓی اٰثٰرِھِمْ یُھْرَعُوْنَ یعنی ان کا جذبۂ تقلید آباد ان کو اپنے باپ دادوں کے نقش قدم پر دوڑا رہا ہے۔

یُھْزَمُ :۔ شکست دی جائے گی۔ ھَزْمٌ سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

یَھْلِکُ :۔ وہ مرے۔ وہ تباہ ہو جائے ھَلَاکٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یُھْلِکُ :۔ وہ ہلاک کرے۔ وہ مارتا ہے۔ وہ مار وہ تباہ کرتا ہے۔ وہ تباہ کرے۔ اِھْلَاکٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ ھَلَاکٌ لازم ہے اور اِھْلَاکٌ متعدی۔ امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ ھَلَاکٌ مختلف صورتوں میں استعمال ہوتا ہے (۱) ایک چیز ایک کے ہاتھ سے نکل جائے مگر دوسرے کے ہاتھ میں موجود ہو۔ مثلاً ھَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ (مجھ سے چھن گئی میری بادشاہت) (۲) کوئی چیز خراب ہو جائے اور بگڑ جائے مثلاً یُھْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ (خراب کرتا ہے کھیتی اور نسل کو) (۳) موت کے معنی میں مگر اس معنی میں استعمال بالعموم مذمت کے طور پر ہوتا ہے یعنی موت سے بری موت مراد ہوتی ہے۔ یہ دو مقام اس سے مستثنیٰ ہیں اول اِنِ امْرُؤٌا ھَلَكَ (اگر کوئی شخص مر جائے) دوم حضرت یوسف علیہ السلام کے ذکر میں حَتّٰٓی اِذَا ھَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا (یہاں تک کہ جب ان کا انتقال ہو گیا۔ تم نے کہا ہرگز نہ بھیجے گا اللہ تعالیٰ ان کے بعد

کوئی زوال)(۴) کسی چیز کا بالکل ملیامیٹ ہو جانا کہ اس کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے جسے فنا کہتے ہیں مثلاً كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (ہر چیز نیست ہو جانیوالی ہے بجز باری عز اسمہ کے)(۵) نیز عذاب، خوف اور فقر کے معنے میں بھی هَلَاك کا استعمال ہوا ہے چنانچہ وَكَمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا (اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا) اور أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ (کیا تو ہمیں ہلاک کرتا ہے بدکاروں کے کرتوتوں کی وجہ سے) وغیرہ آیات میں یہ معنی مراد لئے جا سکتے ہیں۔

(مفردات امام راغبؒ ملخصاً)

يُهْلَكُ:۔ وہ تباہ کیا جاتا ہے۔ وہ ہلاک کیا جائیگا إِهْلَاك سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

يُهْلِكُوْنَ:۔ وہ ہلاک کرتے ہیں۔ إِهْلَاك سے مضارع جمع مذکر غائب۔

يُهِنْ:۔ ذلیل کرے۔ إِهَانَة سے مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔

يَهُوْد:۔ یہودی لوگ۔ ایک گروہ جو خود کو حضرت موسٰی علیہ السلام کی طرف منسوب کرتا ہے۔ واحد يَهُوْدِي يَهُوْد اگر عربی ہے تو یہ هَوَادَة سے ہے جس کے معنی "محبت" کے ہیں یا تَهَوُّد سے جسکے معنی "توبہ" کے ہیں چونکہ یہ لوگ اپنے گروہ میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور غیر یہود سے نفرت یا چونکہ انہوں نے گوسالہ پرستی سے توبہ کی اسلئے یہ یہودی کہلائے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ تَهَوُّد بمعنی تحرک سے ہے۔ چونکہ یہ لوگ ہل ہل کر تورات پڑھتے ہیں اسلئے اس نام سے موسوم ہوئے۔ اگر یہ لفظ عبرانی ہے تو یہ يَهُوذَا سے معرب ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے کا نام تھا۔ گویا اپنے اجداد میں سے ایک کے نام سے مشہور ہوئے (ابن کثیر ص ۱/۱۰۲)۔

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو مدینہ میں مشرک قبائل اوس و خزرج کے علاوہ یہودی خاندان بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع بھی آباد تھے۔ یہودی مدینہ کے ارد گرد کھیتوں اور باغات کے مالک تھے تجارت پر بھی ان کا قبضہ تھا۔ چنانچہ شہر کا بازار قینقاع بالکل ان ہی کا تھا۔ اپنی قومی سیرت کے مطابق سودی کاروبار بھی زور شور سے جاری تھا۔ تعلیم کا سلسلہ بھی تھا اور متعدد مدارس قومی تعلیم کے لئے جاری تھے۔ اوس و خزرج ان کے مقابلہ میں ترقی یافتہ نہ تھے ان کی مالی و علمی حیثیت کمزور تھی اسلئے یہ یہودیوں سے دبے ہوئے رہتے تھے۔ (دیکھو يَثْرِب)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر

اوس و خزرج کے اکثر افراد نے تو دعوتِ حق کو قبول
کیا اور اپنی بے نظیر دینی خدمات کی بنا پر انصار کے
لقب سے ملقب ہوئے۔ مگر یہودیوں کی اکثریت نے
اپنی نسلی برتری کے غرور، اپنی دولت کے زعم اور اپنے
اہل کتاب ہونے کے فخر کی بنا پر پیغامِ اسلام کو
قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ تاہم رحمتِ عالم
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف صلح کا ہاتھ
بڑھایا اور ان سے ایک دوستانہ معاہدہ کر لیا۔
مگر یہود اپنی فطرت سے مجبور تھے۔ پہلے پس پردہ
اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازش کا جال بچھاتے
رہے اور آخر کار کھل کر میدان میں آ گئے۔ قبائل عرب
کو مسلمانوں پر چڑھا لائے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کو پتھر کی چٹان گرا کر شہید کرنا چاہا۔ آپ کے
کھانے میں زہر ملا کر اور آپ پر سحر کر کے آپ کی
جان لینے کی کوشش کی۔ الغرض اپنے کرتوتوں میں
قریش مکہ سے آگے بڑھ گئے۔ آخر کار رسولِ اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲ھ میں بنو قینقاع کو
۴ھ میں بنو نضیر کو اور ۵ھ میں بنو قریظہ کو مدینہ
منورہ اور اس کی ملحقہ بستیوں سے جلا وطن کر دیا اور
مرکزِ اسلام اسلام کے سخت ترین دشمنوں سے پاک
ہو گیا۔ یہ تاریخِ اسلام کی ایک تعجب خیز مگر ناقابل
تردید حقیقت ہے کہ جس وقت یہود اس پست
کرداری کا ثبوت دے رہے تھے نصاریٰ کا طرزِ عمل
نسبتۃً رواداری کا تھا۔
رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اطراف
واکناف کے بادشاہوں کے نام تبلیغی خطوط بھیجے
تو شہنشاہِ روم ہرقل تو بہ اسلام کے لئے آمادہ
ہو گیا۔ شاہِ مصر مقوقس نے حضور کی خدمت میں
ہدایا بھیج کر اپنی نیازمندی کا ثبوت دیا۔ شاہِ
عمان جیفر بن جلندی نے اسلام قبول کیا۔ اور
شاہِ حبش نجاشی نے نہ صرف مشرف بہ اسلام ہوئے
بلکہ بے یار و مددگار مہاجرینِ حبش کی وہ نصرت
و حمایت کی جو تاریخِ اسلام میں یادگار رہے گی
سورۂ مائدہ میں اس حقیقت کا اظہار ان الفاظ
میں فرمایا گیا ہے۔

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ
آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا وَلَتَجِدَنَّ
أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ
قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ
قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ

(تم پاؤ گے سب سے زیادہ سخت مسلمانوں کی
دشمنی میں یہود اور مشرکین کو اور تم پاؤ گے سب سے
زیادہ قریب مسلمانوں کی محبت میں ان لوگوں کو
جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لئے کہ ان میں علما
و درویش ہیں اور اس لئے کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔)
علمائے اسلام نے اس پر بحث کی ہے کہ اس آیۃ

جب مسلمانوں اور یہود و مشرکین و نصاریٰ کے تعلقات
کی جو نوعیت بیان کی گئی ہے وہ صرف عہد نبوی
سے مخصوص ہے یا ہر زمانہ کے لئے عام ہے۔ بعض
علماء کی رائے ہے کہ یہ صرف عہد نبوت کے نصاریٰ
و یہود سے متعلق ہے اور اس آیت کے مخاطب صرف
جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ صاحب
روح البیان نے اس رائے کو امام بغوی کی طرف
منسوب کیا ہے۔ مگر بعض دوسرے فضلاء کی رائے
ہے کہ مسلمانوں سے تعلقات کے سلسلہ میں یہود و
مشرکین اور نصاریٰ کے طرز عمل کا یہ فرق ہر
زمانہ کے لئے عام ہے۔ اور اس آیت کے مخاطب
حضور کے واسطہ سے تمام مسلمان ہیں۔ حافظ ابن
کثیر رحمہ اللہ کا رجحان اسی طرف ہے۔ اس رائے کے
مویدین کی رائے میں اس فرق کی بنیاد وہ مخصوص
ذہنی کیفیت ہے جو ہر قوم کی مذہبی روایات قومی
رسوم اور غالب تہذیب کا قدرتی نتیجہ ہوتا ہے۔
یہودی قوم اپنی قومی تاریخ کے ہر دور میں تعصب
نسلی، حمیت جاہلی، خود پسندی، جاہ طلبی،
زر اندوزی، دعوتِ حق سے اعراض، حیاتِ مادی
میں انہماک میں ضرب المثل رہی ہے۔ مشرکین
عرب حیات آخرت کی زندگی اور جزا و سزا پر اعتقاد
نہ رکھتے تھے اخلاقی اعتبار سے ان سے کہیں
بلند تھے۔ اسلام کے عہد اول میں عیسائیت کے
میدانوں میں جنہوں نے اسلام کے خلاف مورچہ
علم کیا وہ بھی مشرکین ہی تھے لیکن جنہوں نے ان
تلواروں کو اپنے سینوں پر روکا وہ بھی نصاریٰ کی
صفوں سے نکلے ہوئے تھے۔ مگر یہودی قوم میں سے
بجز چند سعید روحوں کے، باوجودیکہ صداقت کو
وہ اپنی اولاد کی طرح پہچانتے تھے کسی نے قبول
نہیں کیا اور پوری قوم نے من حیث القوم اسے
رد کر دیا۔ قرآن کریم کی ترتیب ذکر جس کی شاہد ہے
نصاریٰ کا ملی ذہن ان دونوں سے مختلف رہا ہے
زہد، ترک دنیا، تواضع، انکسار، ان کی بنیادی
مذہبی تعلیمات میں شامل ہیں۔ مسیحی اخلاقیات
کا مشہور درس ہے کہ دشمنوں سے بھی محبت کرو
باوجود تحریف کے آج بھی اس قسم کی تعلیمات
انکی دینی کتابوں میں موجود ہیں۔ عہد نبوی میں
زیادہ اور ہر زمانہ میں کسی نہ کسی تعداد میں مسیحی عباد
راہبوں کی ایک جماعت موجود رہی ہے جو علمی اور
عملی طور پر ان تعلیمات کی اپنی قوم میں اشاعت کرتی رہی
ہے۔ چنانچہ آج بھی ملحدین کو چھوڑ کر یورپ
اور ایشیا میں جو لوگ مسیحی تعلیمات سے متاثر ہیں
جب ان تک اسلام کا پیغام باسلوب حکمت
و موعظت پہنچتا ہے تو وہ اسے قبول کرنے میں
استکبار سے کام نہیں لیتے۔ یہی وجہ ہے کہ
مسیحیت سے اسلام میں داخل ہونے والوں کا نام

ملنے میں آتے رہتے ہیں، مگر یہودیوں کو اسلام
قبول کرتے ہوئے نہیں سنا جاتا۔ شاذ و نادر اگر
کوئی مسلمانوں کے گروہ میں شامل ہوتا ہے تو وہ
مار آستین ہی ثابت ہوتا ہے۔

علامہ رشید رضا مصری نے اس فرق کی ایک
اور وجہ یہ لکھی ہے وہ یہ کہ دراصل نصرانیت
یہودیت کی اصلاحی صورت تھی اور اسلام نصرانیت
کی اصلاحی صورت۔ جنہوں نے پہلی اصلاح کو قبول
کر لیا انھیں دوسری اصلاح کو قبول کرنے میں
بھی تامل نہ ہوا اور جنہوں نے پہلی اصلاح ہی کو
رد کر دیا اور نہ صرف رد کر دیا۔ بلکہ مصلحین کرام
کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگا۔ وہ دوسری
اصلاح کو کیا قبول کرتے (تفسیر المنار ص...)۔

یہود کی ان حرکتوں کے سزا ان کو یہ دی گئی کہ
ذلت کی ان پر مار پڑی، عزت و سربلندی کی
زندگی سے وہ محروم کر دیئے گئے اور اپنے بل بوتے
پر وہ دنیا کی آزاد قوموں کی صف میں کوئی جگہ
حاصل نہ کر سکے۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا
اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰہِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ
وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ
الْمَسْكَنَةُ (آل عمران ۱۱۲)

حَبل اصل میں رسی کو کہتے ہیں اور بطور استعارہ
ذریعہ سبب اور عہد و پناہ کے معنی میں آتا ہے
[illegible] یہاں حبل من اللہ سے مراد اللہ کا عہد
اور حبل من الناس سے انسانوں کا عہد مراد ہے
جیسا کہ حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت ابن عباسؓ اور
تابعین کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے [illegible]
ذلت شیخ محمد عبدہ کی تشریح کے مطابق یہ ان
کی وہ حالت ہے جو اس شخص کو لاحق ہوتی ہے
جس کا حق کسی نے زبردستی چھین لیا ہو اور
مسکنت سے مراد یہ ذہنی کیفیت جو اس شخص کو لاحق
ہوتی ہے جو اپنے آپ کو حقیر سمجھنے کی وجہ سے خود کو
کسی حق کا مستحق ہی نہ سمجھتا ہو۔ (تفسیر المنار ص...)
حافظ ابن کثیرؒ اس آیہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

ای الزمھم اللہ الذلۃ والصغار
اینما کانوا فلا یامنون الا بحبل من اللہ
ای بذمۃ من اللہ وھو عقد الذمۃ
لھم وضرب الجزیۃ علیھم والزامھم
احکام الملۃ وحبل من الناس ای امان
منھم لھم کما فی المھادن والمعاھد
والاسیر اذا امنہ واحد من المسلمین

یعنی اللہ تعالیٰ نے یہود پر جہاں جہاں بھی وہ ہوں
ذلت اور پستی مقرر کر دی ہے۔ انہیں
کہیں امن حاصل نہ ہوگا بجز دو ذریعوں کے، ایک
یہ کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مل جائے یعنی وہ ذمی بن جائیں

ان پر جزیہ قائم ہو، مسلمانوں کے احکام ان پر عائد کئے جائیں اور دوسرے یہ کہ انھیں انسانوں کی پناہ حاصل ہو جیسا کہ معاہدہ ذمی کی صورت میں ہوتی ہے جب کہ کوئی مسلمان اسے امن دیدے، علامہ زمخشری اسی کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "والمعنی ضربت علیھم الذلۃ فی عامۃ الاحوال الا فی حال اعتصامھم بحبل اللہ وحبل الناس یعنی ذمۃ اللہ وذمۃ المسلمین ای لا عز لھم قط الا ھذہ الواحدۃ وھی التجاؤھم الی الذمۃ لما قبلوہ من الجزیۃ۔" (اور معنی یہ ہیں کہ ان پر ذلت مسلط کر دی گئی ہے عام حالات میں بجز اس صورت کے کہ انھوں نے اللہ کی پناہ اور مسلمانوں کی پناہ حاصل کر رکھی ہو یعنی انکے لئے عزت مفقود ہے بجز اس صورت کے کہ وہ جزیہ ادا کر کے ذمی بن جائیں (تفسیر کشاف ج ۱ ص ۲۰۱) حافظ ابن کثیر اور علامہ زمخشری دونوں ہی نے "حبل من الناس" سے مسلمانوں کا عہد مراد لیا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس تخصیص کی کوئی ضرورت نہیں۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ اس سے انسانوں کا عہد مراد لیا جائے جیسا کہ خود حافظ صاحب نے حضرت ابن عباس وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ اسلئے بھی کہ الناس کا عموم اسی کا متقضی ہے اور اس لئے بھی کہ حبل اللہ اور حبل المسلمین در حقیقت دو مختلف چیزیں نہیں۔ اندریں صورت آیۃ کا مفہوم یہ ہوگا کہ یہود پر ساری دنیا میں ذلت و پستی کی مار ماری گئی ہے۔ البتہ دو صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں (۱) کسی اسلامی حکومت میں ذمی بن کر رہیں (۲) یا کسی غیر اسلامی حکومت کے زیر سیادت زندگی بسر کریں۔ اس تفصیل کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم کی اس آیۃ میں یہود کی حکومت کے مسئلہ سے صراحۃً کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ البتہ التزاماً ایسی حکومت کا انکار معلوم ہوتا ہے جو کسی حکومت بالادست کے ماتحت نہ ہو۔ لہذا اسرائیل ابیب کی یہ نازی ریاست جو امریکہ و برطانیہ کی سنگینوں کے سایہ میں خالص امریکی و برطانوی مصالح کی تکمیل کے لئے وجود میں آئی ہے اس سے اس آیۃ کی صداقت پر کوئی غبار نہیں پڑتا۔ بلکہ ایک دوسری آیۃ کی حقانیت کھل کر اٹھتی ہے۔

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا - کیا ان یہودیوں کا کچھ حصہ ہے حکومت میں؟ اگر ایسا ہو تو یہ تو نہ دیں گے لوگوں کو ذرہ برابر۔ آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ یہ ذلیل گروہ چند میل زمین کے ٹکڑے پر قابض ہو کر کس طرح مسلمان عربوں کو ذبح بے دریغ کر رہا ہے اور عیسائیوں پر بھی تازہ ترین

المزعامک کے مطابق خدا کی زمین تنگ کر رکھی ہے۔

یَهُوْدِی :- یہودی مذہب والا۔ (یعنی موجودہ تحریف شدہ توریت کو صحیح سمجھنے اور اس پر ایمان رکھنے والا)

یُهَیِّئُ :- وہ تیار کرے گا۔ مہیا کرے گا۔ تَهْیِئَة سے مضارع واحد مذکر غائب۔

یَهِیْجُ :- وہ خشک ہوتا ہے۔ وہ زور پر آتا ہے هَیَجَان سے مضارع واحد مذکر غائب۔

هَاجَ یَهِیْجُ هِیَاجًا وَهَیَجَانًا کے معنی زور پر آنے اور حرکت کرنے کے آتے ہیں سورہ حدید میں ہے كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا "دنیا کی بہار اس مینہ کی مانند ہے جس کا سبزہ کسانوں کو خوش کر دے پھر وہ سبزہ زور پر آ جائے پھر (چند روز بعد) تو دیکھے کہ وہ زرد پڑ گیا پھر وہ چورا چورا ہو جائے"۔ اس تشریح کی رو سے یَهِیْجُ سے سبزہ کی لہلہاہٹ کا بیان مقصود ہوگا لیکن صاحب کشاف نے هَاجَ یَهِیْجُ (خشک ہو جانے) کے معنی میں لیا ہے تو معنی یہ ہوں گے۔ "پھر وہ سبزہ سوکھ جائے پس تو دیکھے کہ وہ زرد پڑ گیا ہے" اور یہ سبزہ کی خستہ حالی کا ذکر ہوگا۔

یَهِیْمُوْنَ :- وہ سرگرداں ہوتے ہیں۔ وہ حیران و پریشان پھرتے ہیں۔ هَیْم سے مضارع جمع مذکر غائب۔ هَامَ یَهِیْمُ هَیْمًا کے معنی حیران و سرگرداں پھرنے کے ہیں شعراء کے متعلق سورہ شعراء میں فرمایا گیا ہے۔ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ (کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں اور وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں) یعنی شعراء اپنے کلام میں کسی حقیقت واقعی کا بیان نہیں کرتے بلکہ وہ تخیلات کی وادیوں میں ٹھوکریں کھاتے پھرتے رہتے ہیں۔ پھر ان کا قول محض حظِ نفس کیلئے ہوتا ہے عمل مقصود نہیں ہوتا۔ دوسرے تو کیا وہ خود عمل سے دور ہوتے ہیں برخلاف انبیاء کے کہ ان کی ہر گفتار حقیقت کی آئینہ دار ہوتی ہے (وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى) اور اپنے پیغام پر سب سے پہلے خود عمل کر کے دوسروں کیلئے نمونۂ کامل بنتے ہیں (وَلَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) (مزید تفصیل کیلئے دیکھو شعر)

(لا) یَایْئَسُ :- وہ مایوس نہیں ہوتا ہے۔ سے مضارع منفی واحد مذکر غائب۔

قرآن کریم میں بزبان حضرت یعقوب علیہ السلام فرمایا گیا ہے۔

لَا تَيْأَسُوا مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ (اے میرے بیٹو! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو حقیقت یہ ہے کہ اس کی رحمت سے وہی مایوس ہوتے ہیں جو

کافر ہیں (یوسف ۸۷)

مطلب یہ ہے کہ مومن جسے اللہ تبارک وتعالےٰ کی ذات وصفات کی معرفت حاصل ہوتی ہے کبھی اس کی رحمتِ بیکراں اور کرمِ بے پایاں سے ناامید نہیں ہوتا۔ رنج والم اور خوف ودہشت کی اندھیاریوں میں رحمتِ خداوندی کی کرنیں اس کے قلب کو پیغامِ سکون دیتی ہیں اور اسی طرح راحت وفرحت کی منزل میں خوف وخشیتِ خداوندی ہر لغزش کے وقت اس کی دستگیری کرتی ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الرَّحْمَۃَ یَوْمَ خَلَقَھَا مِائَۃَ رَحْمَۃٍ فَاَمْسَکَ عِنْدَہٗ تِسْعًا وَّتِسْعِیْنَ رَحْمَۃً وَّاَرْسَلَ فِیْ خَلْقِہٖ کُلِّھِمْ رَحْمَۃً وَّاحِدَۃً۔ فَلَوْ یَعْلَمُ الْکَافِرُ بِکُلِّ الَّذِیْ عِنْدَ اللّٰہِ مِنَ الرَّحْمَۃِ لَمْ یَیْئَسْ مِنَ الْجَنَّۃِ وَلَوْ یَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ بِکُلِّ الَّذِیْ عِنْدَ اللّٰہِ مِنَ الْعَذَابِ لَمْ یَأْمَنْ مِنَ النَّارِ (درحقیقت اللہ تعالیٰ نے جس دن رحمت کو پیدا کیا تو اسے سو حصوں میں پیدا کیا۔ اس میں سے ننانوے حصے اپنے پاس رکھ لئے اور ایک حصہ ساری مخلوق کیلئے بھیجدیا۔ پس اگر کافر کو اللہ تعالیٰ کی کل رحمت کی مقدار معلوم ہو تو وہ جنت سے مایوس نہ ہو۔ اور اگر مومن کو اللہ تعالیٰ کے کل عذاب کی مقدار معلوم ہو تو وہ دوزخ سے بےخوف نہ ہو۔ (صحیح بخاری)

علامہ عینیؒ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:۔

مومن کی شان یہ ہے کہ امید وخوف دونوں صفات ہوں۔ امید کی حالت میں خوف پر نظر رکھے ورنہ اندیشہ ہے کہ تکبر میں مبتلا ہو جائیگا اور خوف کی حالت میں امید کا دامن نہ چھوٹے ورنہ خطرہ ہے کہ مایوسی وقنوط میں گرفتار ہو جائیگا اور تکبر اور قنوط دونوں مذموم ہیں۔ یہ امید سے مراد یہ ہے کہ اگر اس سے کوئی گناہ ہو تو اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھے اور توقع رکھے کہ وہ اسے معاف فرما دیگا۔ اور اگر کوئی طاعت ہو تو امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائیگا لیکن اگر کوئی گناہوں میں لگا ہے نہ اس پر ندامت کا اظہار کرے اور نہ اپنے فعل سے باز آئے اور پھر بھی امید کرے کہ اللہ تعالیٰ اس سے مواخذہ نہ فرمائیگا تو یہ غرور در غرور ہے۔

(لم) یَایْئَسْ: وہ مایوس نہیں ہوا۔ اس نے نہیں جانا۔ یأس سے نفی جحد واحد مذکر غائب۔ سورۂ رعد میں کافروں کے فرمائشی نشانات کے مطالبہ کے ذکر کے سلسلہ میں فرمایا گیا ہے۔

اَفَلَمْ یَایْئَسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰہُ لَھَدَی النَّاسَ جَمِیْعًا۔ (رعد)

علامہ زمخشری فرماتے ہیں کہ یہاں لم ییأس

بعض کہتے ہیں کہ ہوازن کی لغت ہے، یہ کہا گیا ہے کہ یأس
بمعنی علم قوم نخع کی لغت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ
چونکہ یأس معنی علم کو متضمن ہے کیونکہ جس چیز
سے مایوسی ہوتی ہے اس کا علم ضرور ہو جاتا ہے۔ اسلئے
یأس علم کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ جیسا کہ
رجاء خوف کے معنی میں اور نسیان ترک کے معنی
میں۔ سحیم بن وثیل کہتا ہے۔

اقول لهم بالشعب اذ ییسروننی

الم تیأسوا انی ابن فارس زهدم

میں ان سے کہتا ہوں جب وہ گھاٹی کے پاس
مجھے خوشخبری سناتے ہیں کیا تم نہیں جانتے کہ میں
فارس زہدم کا بیٹا ہوں۔ اس قول کی تائید اس سے
ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباس حضرت علی اور صحابہ
و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت
نے اس کی تفسیر "اَفَلَمْ یَتَبَیَّنْ" سے کی ہے اس
تشریح کی روشنی میں اس آیت کا مطلب یہ ہوگا۔
"اگر اللہ تعالیٰ کسی قرآن کے ذریعہ کافروں کی
فرمائشیں پوری فرما دیتا تب بھی یہ ہرگز ایمان نہ
لاتے، بات یہ ہے کہ ہر کام اللہ ہی کے اختیار میں
ہے چنانچہ ہدایت و گمراہی بھی، وہ ہدایت اسی کو
عطا فرماتا ہے جو اس کی طرف بڑھتا ہے۔ معجزات
دیکھنے سے ہدایت حاصل نہیں ہوتی۔ کیا اللہ پر ایمان
لانے والوں کو بھی معلوم نہیں کہ اگر اللہ کی مشیت
متقاضی ہوتی تو بغیر نشان دکھائے سب کو راہ
راست پر لے آتا اور کوئی کافر باقی نہ رہتا مگر
اس کی حکمت و مصلحت کا تقاضہ یہی ہے کہ وہ
انسان کو اسباب ہدایت عطا فرما کر ایک حد
تک آزاد و مختار چھوڑ دے اور امتحان فرمائے
کہ کون اپنے ارادہ و اختیار سے ہدایت کو قبول
کرتا ہے اور کون اسے رد کرتا ہے۔

دوسرا قول جسے علامہ زمخشری نے بھی نقل کیا
ہے یہ ہے کہ یأس یہاں اپنے اصل معنی میں ہے
اور "اَنْ لَّوْ یَشَآءُ" "اٰمَنُوْا" سے متعلق ہے اور
لم یأئس کا متعلق "من ایمان هؤلاء الکفرة"
مقدر ہے۔ اس تاویل کے تحت آیت کے آخری حصہ
کا مطلب یہ ہوگا۔

کیا وہ لوگ جو اس حقیقت پر ایمان رکھتے ہیں
کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ساری دنیا کو ہدایت
دیدے، مگر اس نے خود اپنی مصلحت و حکمت سے
ہدایت کے قوانین مقرر فرما دیئے ہیں، ان
کافروں کی ہدایت سے (جنہوں نے ان قوانین
کی خلاف ورزی کر کے خود کو ہدایت سے محروم
کر لیا ہے) مایوس نہیں ہو سکے۔

تیسرا قول جسے حافظ ابن کثیرؒ نے لیا ہے یہ
ہے کہ یأس اپنے اصل معنی میں ہے۔ اور
"اَنْ لَّوْ یَشَآءُ" "یَیْئَسُوْا" سے متعلق ہے جو

مقدر ہے۔ تقدیری عبارت بقول حافظ صاحب یہ ہے۔
اَفَلَمْ یَایْئَسِ الَّذِیْنَ آمَنُوْا (من ایمان جمیع الخلق ویعلموا او یتبینوا) اَنْ لَّوْ یَشَاءُ اللّٰہُ لَہَدَی النَّاسَ جَمِیْعًا۔ اس تفسیر کے مطابق مطلب یہ ہوگا:۔
کیا جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ تمام مخلوق کے ایمان سے مایوس نہیں ہوئے اور ان کو یہ حقیقت معلوم نہیں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ساری دنیا کے انسانوں کو ہدایت دے دیتا۔ مگر چونکہ یہ اس کی حکمت و مصلحت کے خلاف ہے اس لئے ایسا نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔
(تفسیر کشاف ج۲ ص۴۹ و تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۵)

اَللّٰہُمَّ اہْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ، بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

عربی زبان و لغت پر شاہکار تصانیف
المنجد عربی سے اردو جامع لغت
بیروت سے شائع ہونے والی پوری دنیا میں مشہور و مستند عربی لغت المنجد الکبیر کا نہایت مستند اردو ترجمہ جس میں ساٹھ ہزار عربی الفاظ کی اردو میں تشریح کی گئی ہے اور بہت سے جدید اضافے کئے گئے ہیں۔ جدید ایڈیشن عکسی طباعت کے ذریعہ تیار ہو گیا ہے۔
سائز ۲۰×۳۰/۸ صفحات ۱۲۹۲ مجلد اعلیٰ قیمت =/۱۳۲
بیان اللسان عربی سے اردو ڈکشنری
تصنیف قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی۔ تقریباً بیالیس ہزار ان عربی الفاظ کی مکمل و مستند اردو تشریح جو درس نظامی کتب درسیہ اور ممالک عربیہ کی جدید تصانیف اخبار و رسائل اور دفاتر میں مستعمل و مروج ہیں اور قرآن کریم کے جملہ لغات خصوصیت سے شامل کر لئے گئے ہیں۔
سائز ۲۰×۳۰/۱۲ صفحات ۹۴۴ عکسی طباعت سفید کاغذ قیمت مجلد =/۷۵
المعجم اردو سے عربی ڈکشنری
اس لغت میں پینتیس ہزار اردو الفاظ کی جدید عربی زبان میں تشریح کی گئی ہے۔ یہ ڈکشنری اردو کے ذریعہ عربی سیکھنے والوں اور ممالک عربیہ میں جانے والے اردو جاننے والوں کے لئے نہایت ضروری ہے کیونکہ اس کے ذریعہ عربی سے اردو اور اردو سے عربی ترجمہ اور خط و کتابت و عربی بول چال نہایت آسان ہو گئے ہیں۔ سائز ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۸۰۰ عکسی طباعت مجلد =/۶۶
عربی بول چال
عربی - اردو - انگریزی
یعنی محمد امین المصری کی مشہور و معروف کتاب طریقہ جدیدہ کی اردو و انگریزی زبانوں میں شرح جس کے ذریعہ اردو اور انگریزی پڑھے ہوئے لوگ بھی بغیر کسی استاد کے جدید عربی بول چال نہایت آسانی سے سیکھ سکتے ہیں۔ عکسی طباعت سفید کاغذ قیمت حصہ اول حصہ دوم کامل سیٹ =/۲۲
عربی کے جدید لغات عربی سے اردو
اس ڈکشنری میں عربی زبان کے ان دو ہزار جدید عربی الفاظ کی اردو تشریح کی گئی ہے جو ممالک عربیہ میں سرکاری دفاتر اور عام طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ عکسی طباعت سفید کاغذ رنگین ٹائٹل سائز ۲۰×۳۰/۱۶ قیمت =/۶
عربی آسان نصاب
از مولانا مشتاق احمد چرتھاولی
بالکل ابتداء سے اردو کے ذریعہ عربی زبان سیکھنے کے لئے یہ بہترین اور آزمودہ نصاب ہے اس نصاب میں عربی صرف نحو و ادب عربی کے اسباق کو نہایت سہل انداز میں ترتیب دیا گیا ہے۔
کامل سیٹ =/۴۲
دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی